ریویو آف ریلیجنز

یعنے

دُنیا کے مذاہب پر نظر

جلد اول — بابت ماہ جنوری سنہ ۱۹۰۲ء — نمبر اول

فہرست مضامین

مطبع فیض عام لاہور مین چھپکر باہتمام انجمن اشاعۃ اسلام ۲۰ مارچ کو قادیان ضلع گورداسپور سے شائع ہوا

قیمت سالانہ معہ محصولڈاک ادنے کاغذ پر ؏ ...... قیمت سالانہ معہ محصولڈاک اعلےٰ کاغذ پر [illegible]

پراسپکٹس

یہ رسالہ انجمن اشاعت اسلام قادیان کے اہتمام سے نکلتا ہے اور مارچ سنہ ۱۹۰۲ء سے ہر مہینہ کی بیس تاریخ کو دارالامان قادیان سے شایع ہوا کریگا۔ مقاصد رسالہ ہذا ہم آگے چل کر بیان کرینگے۔ پہلا سوال جو اس رسالے مین پیش ہوتا ہے وہ یہ ہے کہ گناہ سے انسان کو کیونکر نجات حاصل ہوسکتی ہے اور اس سے شروع ہو کر نہ صرف تمام مذاہب پر ریویو کرنا اور حق کو باطل سے امتیاز کر کے دکھانا اس کا کام ہوگا۔ بلکہ ان تمام مسئلون کو جن پر مذہب کی بنا ہے یا جن کے لئے مذہب کا وجود ہے حل کرنا اس کے مدنظر ہے۔ علاوہ اس کے اس رسالہ مین ہم تمام اعتراضات کا جواب دین گے جو مخالفین اسلام مذہب اسلام یا اس کے بانی علیہ الصلوٰۃ والسلام یا اس کی مقدس کتاب قرآن کریم پر کرتے ہین اور اگر کوئی صاحب اس قسم کے اعتراضات رکھتے ہون تو ان کو چاہئے کہ ایسے اعتراضات کو مدلل کر کے ایڈیٹر رسالہ ہذا کے پاس بھیجین اور پھر ان کا جواب وقتاً فوقتاً رسالہ مین شایع ہوتا رہیگا +

ہم اس بات کا بیان کر دینا بھی ضروری سمجھتے ہین کہ مذاہب کی موجودہ صورت مین ایک عظیم الشان تبدیلی اور اصلاح پیدا کرنا اور گناہ سے نجات حاصل کرنیکا طریق بتانا اور عملی طور پر اس پر چلنے کی قوت پیدا کرنا یہ سب ایسے کام ہین جو انسانی قوتون کے ذریعہ سے انکا پورا کر دینا محالات مین سے ہے۔ مگر اللہ تعالےٰ نے اپنے فضل سے اس وقت آسمان سے ایک ایسا سلسلہ قایم کر دیا ہے جس کی رہنمائی سے ہم اس عظیم الشان کام کو پورا کرنے کی امید کرتے ہین یہ سلسلہ خدائے تعالےٰ نے اپنے طاقتور ہاتھ کے ساتھ اپنی ازلی اور لاتبدیل سنت کے مطابق قائم کیا ہے جسکے انتظار مین آنکھین آسمان کی طرف لگی ہوئی تھین وہ آگیا ہے خدائے تعالےٰ کے پاک نبیون نے اسیوقت کا ذکر کیا تھا اور پاک نوشتون مین خبر دیگئی تھی کہ آخری زمانہ مین ایک ثانی مشرق سے مبعوث ہوگا

جیساکہ پہلے آدم کو بھی مشرق کیطرف ہی جگہ دی گئی تھی۔ حضرت میرزا غلام احمد صاحب جنکو اللہ تعالیٰ نے مسیح موعود ہونے کیلئے چن لیا ہے ان تمام پیشگوئیون کو پورا کرنے والے ہین جو مسلمان عیسائیون اور یہودیون کے ہان چلی آتی تھین کہان اور کس غرض کے لئے یہ آفتاب صداقت طلوع ہوا ہے ہم کسی اور جگہ بیان کرینگے۔ اس جگہ آپ کا اسم مبارک ظاہر کرنیسے ہماری صرف یہ غرض ہے کہ اس رسالے کے ہر ایک نمبر مین حضرت موصوف کی طرف سے لطیف اور قیمتی مذہبی مضامین درج ہوا کرینگے آپکے علاوہ دوسرے جلیل القدر علماء و فضلا کے مضامین بھی اس رسالے مین درج ہوتے رہینگے اور اگر کوئی صاحب رسالہ ہذا کے مقاصد کو مدنظر رکھکر رسالے کے لئے مضامین لکھنا پسند فرماوین تو نہایت خوشی سے قبول کئے جاوینگے +

ہم اس امر کے بیان کرنے سے رک نہین سکتے کہ ہم اس رسالے کو کسی مالی فائدہ کیغرض سے ہرگز شائع نہین کرتے بلکہ اصل مقصد ہمارا حق کی خدمت ہے۔ مذہب کی گری ہوئی حالت ہی ہماری اس عظیم الشان ذمہ واری کے اٹھانے کے لئے محرک ہوئی ہے۔ ہم اس بات کو بھی اچھی طرح سے سمجھتے ہین کہ جو صاحب مذہبی تعصب کیوجہ سے اپنی رائے اور عقیدہ کو تمام غلطیون سے مبرا اور دوسرونکے مذاہب کو ہر ایک خوبی سے خالی سمجھے بیٹھے ہین ان کے مذاق ہمارے رسالے کو پسند نہ کرسکینگے کیونکہ وہ دلایل سے کام لینا نہین چاہتے بلکہ جو عقیدہ ان کے دلون مین جم گیا ہے اسی پر اصرار کے ساتھ قائم ہین۔ یہ رسالہ ان لوگون کے لئے ہے جو حق کے طالب ہون اور جو دلائل کے مل جانے پر ہر ایک امر کو قبول کرنے کو تیار ہون۔ ہمین اس امر کی کچھ پروا نہین کہ فلان فرقہ یا فلان اشخاص ہمارے اظہار خیالات کو پسند کرینگے یا نہین۔ کیونکہ تاریخی طور پر یہی شہادت ملتی ہے کہ جس شخص نے سچائی کیطرف بلند آواز سے پکارا اسکے ساتھ تمام لوگون نے بری طرح سے ہی سلوک کیا۔ کوئی مصلح اور کوئی نبی اس سے مستثنے نہین رہا انسانی فطرت آج بھی وہی ہے جو پہلے تھی اس لئے ہم کسی اور سلوک کی امید نہین کرسکتے مگر ہر ایک طالب حق پر لازم ہے کہ رائے لگانے سے پہلے ہمارے دلائل کا اچھی طرح سے موازنہ کرلے +

مقاصد رسالہ ہذا

اس رسالہ کے جاری کرنیسے ہماری غرض مشترکت ہے کہ دنیا کو اخلاقی اور اعتقادی اور علمی اور عملی سچائی کی طرف کھینچا جائے - اور نیز یہ کہ وہ ایک خاص کشش سے ایسے طور سے کھینچے جائیں کہ ان امور کی بجا آوری مین ان کو ایک قوت حاصل ہو کیونکہ یہ مسئلہ نہایت سچا اور قابل قدر ہے کہ محض نیکیون کا علم ہونا نیکیون پر قائم نہین کر سکتا بلکہ ہر ایک زمانہ مین ایک ایسے وجود کی ضرورت محسوس ہوتی ہے جو قدرتی طور پر ایک کشش کا مادہ اپنے اندر رکھتا ہو - مثلاً حضرت مسیح علیہ السلام کے زمانہ مین اس قدر پادری موجود نہ تھے جو اب موجود ہین اور اس قدر فلاسفر پائے نہ جاتے تھے جو اب پائے جاتے ہین اور دین کی اشاعت کیلئے اس قدر مال موجود نہ تھا جو اب موجود ہے مگر باوصف ان تمام اسباب کے جو عیسائیت کیطرف کھینچنے کیلئے جا بجا نظر آرہے ہین پھر باعث حقیقی کشش کے نہ ہونیکے حقیقی تقوے اور پاکیزگی کا وجود جو ٹھیک ٹھیک انجیل کی منشاء کے موافق ہونا چاہیئے مفقود ہے یورپ اور امریکہ کے بڑے بڑے شہرون مین داخل ہوتے ہی ایسے قابل نفرت نظارے دکھائی دیتے ہین کہ اگر حضرت مسیح دوبارہ زندہ ہو کر ان شہرون کا سیر فرماتے تو وہ بہت تعجب کرتے کہ اس بیقیدی اور عیاشی اور نفس پرستی سے زندگی بسر کرنیوالے اور دنیا سے دل لگانے والے کیونکر اپنے تئین ان کی طرف منسوب کرتے ہین - پس بلاشبہ وہ زمانہ جبکہ ایک پاک کشش کا وجود عیسائیون کی جماعت مین موجود تھا یعنی یسوع مسیح وہ اور قسم کی تاثیرات اپنے اندر رکھتا تھا اور اب یہ زمانہ اور قسم کی طرز پر چل رہا ہے اس قدر تفاوت اور فرق کا کیا سبب ہے اسقدر انقلاب کن وجوہ سے پیدا ہو گیا ہے اور اب حقیقی پرہیزگاری سے اکثر لوگ الگ ہو کر بیقیدی اور شراب خوری اور عیاشی اور مستانہ زندگی کے کیون عادی ہو گئے ہین اسکا کیا سبب ہے اور کیون وہ لوگ دنیا کی فراہمی کیلئے حد سے زیادہ مصروف پائے جاتے ہین جن کو انجیل مین کل کا فکر کرنے سے ممانعت تھی اور کیون ایسی قوم مین ہزارہا کسبیان پیدا ہو گئی ہین جن کی کتاب مین یہ لکھا تھا کہ جو شخص ایک نامحرم عورت کو بدنظری سے دیکھتا ہے وہ اپنے دل مین اس سے زنا کر چکا اور کس وجہ سے ایک یورپین عیسائی جو مثلاً انگلستان کا رہنے والا ہے زنا کے ارتکاب سے جو ایک بے شوہر عورت سے وقوع مین آوے کسی جرم کا مرتکب نہین سمجھا جاتا لیکن اگر ایسی عورت سے شادی کرے تو مجرم ہے - کیا ایک پاک کانشنس شہادت دے سکتا ہے کہ حضرت مسیح کا بھی

منشا رتھا۔ اور کیا ابراہیم یعقوب موسیٰ۔ داؤد۔ سلیمان خدا کے مجرم تھے۔ اور قابل سزا جنہون نے تعداد ازدواج کے طریق کو موت تک نباہا۔ اور کیا جس حد تک یورپ مین شراب نوشی کی ترقی ہو رہی ہے حضرت مسیح کا یہی منشا رتھا۔ کیا ان تعلیمونکا ٹھیک ٹھیک عمل ہو رہا ہے کہ ایک گال پہ طمانچہ کھاکر دوسری بھی پھیر دو۔ پھر ان تمام باتون کا کیا سبب ہے۔ ؟ کیا یہی نہین کہ وہ وجود مبارک عیسائیون مین موجود نہین جو حواریون کے عہد مین موجود تھا مسیح تو آسمان پر نہین گیا بلکہ جیسا کہ ثابت کیا گیا ہے اس کی مقدس لاش سری نگر کشمیر محلہ خان یار مین مدفون ہے مگر یہ سچ ہے کہ وہ کشش جو اسکے وجود کے ساتھ نازل ہوئی تھی آسمان پر چلی گئی ہے۔ اور نبیون کی کتابو مین ہے کہ ایک مرتبہ پھر وہ کشش ایک اور مظہر لیکر زمین پر نازل ہوگی جس سے یہ سمجھا جائیگا کہ دوبارہ مسیح آسمان سے نازل ہوگیا ان باتون کے ذکر کرنیکا ایک اور موقع ہے اس جگہ تو ہمارا صرف یہ مطلب ہے کہ اخلاقی اور اعتقادی اور عملی نیکیون کو دلون مین قائم کرنیکے لئے صرف کتابین کافی نہین ہین اور نہ ایسے لوگ کافی ہین کہ بازارو مین نیکی اور راستبازی کا وعظ کرین اور پھر جب گھر مین آوین تو چند گلاس شراب کے پیکر صبح کے دس بجے تک خبر نہ ہو کہ کہان ہین یہ سچ ہے کہ جو آسمان سے آتا ہے وہی آسمان کی طرف لیجا سکتا ہے اور جو خود دیکھتا ہے وہی دکھا سکتا ہے اور جو شخص دنیا کو ایک پاک تبدیلی کے رنگ مین آتا ہے وہی تبدیلی کرا سکتا ہے خدا کے وجود کا راز نہایت مخفی ہے اس راز پر اسی حالت مین اطلاع ہو سکتی ہے کہ جب انسان گندی زندگی سے نکل کر ایک پاک زندگی حاصل کرتا ہے اس صورت مین وہی سوال پھر پیدا ہوتا ہے کہ کیونکر گندی زندگی سے نکلے۔ اسکا جواب یہی ہے کہ ان فوق العادت تبدیلیونکے لئے ایک صاحب کشش کا وجود ضروری ہے یعنی وہ وجود جو نہایت پاک اور صاف ہونے کی وجہ سے استعارہ کے رنگ مین خدا کا مظہر کہلاتا ہے جو زہریلے مادون کو دور کرتا اور انکے عوض مین ایک جان بخش تریاق عطا فرماتا ہے جو سفلی زندگی کی سفلی عادتون کو دور کرتا اور خدا کے پاک اخلاق سے ظلی طور پر حصہ بخشتا ہے شمس اور قمر کے دائمی دورہ پر غور کرو اور پھر سمجھو کہ تازہ روشنی پانے کیلئے ہمین ہر صبح تازہ طلوع کی ضرورت ہے کل کا آفتاب آج ہمارے کام نہین آسکتا۔ آج کے لئے آج کا آفتاب چاہیئے مثلاً وہ بزرگ جو بلا طوس کے زمانہ مین یہودیون مین اٹھا تھا وہ بھی آفتاب تھا مگر صرف ان دنون تک جبکہ اس کی کشش دلونکو محسوس ہوتی تھی جبکہ وہ اپنے لوگون مین ایک فوق العادت زندگی کا نمونہ دکھلاتا تھا اب وہ آفتاب تو ہے۔ مگر غروب شدہ اسی وجہ سے وہ روشنی جو اسکو دیگئی تھی اور وہ چمک جو ہیرے کے ٹکڑے کیطرح ہمین محسوس ہوتی تھی اسکا اسکے نام لینیوالون مین نام و نشان نہین۔ اس چمک کا انسان خدا تو نہین ہوتا۔ مگر خدا

اس سے جدا بھی نہیں ہوتا۔ وہ الٰہی طاقتوں کا سرچشمہ ہوتا ہے اور خدا کی نادر اور مخفی قدرتیں جو عام طور پر ظاہر نہیں ہوتیں ایسے شخص کے ذریعہ سے ظاہر ہوتی ہیں اور ایسے شخص خدا کے مظہر اور اوتار اور خلیفہ کہلاتے ہیں یعنی الٰہی طاقتوں کے دکھلانے میں خدا کی گدی پر بیٹھتے ہیں خدا ایک ہے اور واحد لاشریک مگر ایسے لوگ ہزاروں دنیا میں ہو گذرے ہیں۔ اسکی مثال ایسی ہی ہے جیسا کہ ایک منہ ہزار آئینہ میں ہزار دکھائی دیتا ہے مگر پھر بھی وہ ہزار نہیں بلکہ ایک منہ ہے یہ دنیا ایک انعکاسی تماشا اپنے اندر رکھتی ہے یا یوں سمجھو کہ خدا اور شیطان کا منہ دیکھنے کیلئے یہ ایک شیش محل ہے۔ بعض شیشوں کے مقابل خدا کھڑا ہو گیا۔ پس بالضرورت خدا کا چہرہ ان میں دکھائی دیا۔ اور بعض شیشوں کے مقابل شیطان آ موجود ہوا۔ ان میں شیطان کا چہرہ دکھائی دیا۔ مگر ان اظلال سے یہ نتیجہ نہیں نکالنا چاہئے کہ یہ خدا ہیں۔ خدا ایک ہے مگر یہ ہزار ہیں۔ ہزاروں خدا کے مظہر ہیں اور ہزاروں شیطان کے مظہر۔ یہ ادب سے دور اور واقعہ کے مخالف ہے جو شیطان کے کامل مظاہر میں کثرت رکھی جائے اور خدا کا کامل مظہر صرف ایک ہے۔ خدا نے آدم کو پیدا کر کے اپنا مظہر بنایا۔ اور بعد میں شیطان نے قابیل کو اپنا ظل کہہ دیا۔ اسوقت سے اظلال الرحمٰن اور اظلال الشیطان کا سلسلہ چلا آیا ہے۔ سو کسی ایک میں خدا کے مظہر کو محصور رکھنا غلطی ہے۔ ہر ایک زمانہ تازہ مظہر کا محتاج ہے جیسا کہ تازہ روشنی کا اور جب کسی قوم میں مظہر الٰہی باقی نہیں رہتا تو وہ قوم دنیا کی طرف جھک جاتی ہے اور گناہ اور ناپاکی سے رک نہیں سکتی۔ شہادت کیلئے واقعات خارجیہ سے بڑھکر کوئی چیز نہیں۔ جیسا کہ میں ابھی بیان کر چکا ہوں کہ جس زمانہ میں حضرت مسیح اپنے شاگردوں میں موجود تھے۔ اس وقت کیسی دن رات ان لوگوں کی خدا کی طرف ربودگی تھی اور جب حضرت مسیح نہ رہے اور نہ انکے شاگرد رہے تب دن بدن انقلاب پیدا ہوتا گیا یہی اسلام کا حال رہا ہے ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی نہایت زبردست کشش نے صحابہ رضی اللہ عنہم کو نہ صرف بت پرستی اور مخلوق پرستی سے چھوڑا کر خدا پرست بنایا تھا بلکہ درحقیقت انکے اندر سے دنیا کی طلب کو مسلوب کر دیا تھا اور وہ خدا کو دیکھنے لگے تھے۔ وہ نہایت سرگرمی سے خدا کی راہ میں ایسے فدا تھے کہ گویا ہر ایک انمیں سے ابراہیم تھا انہوں نے کامل اخلاص سے خدا کا جلال ظاہر کرنے کیلئے اور بتوں کی عزت مٹانیکے لئے وہ کام کئے جسکی نظیر بعد اسکے کبھی پیدا نہیں ہوئی۔ انکے اخلاص کی برکت سے فتوحات ملکی میں وہ کام کئے جو اعلیٰ درجہ کی توپوں سے بھی اس زمانہ میں ہو نہیں سکتے جب ہم اس بات کا خیال کریں کہ جب وہ خدمت پر لگائے گئے تب عرب کی

کفر اور بت پرستی کی کیا حالت تھی اور جب وہ خدمت کو ادا کر چکے تو کیسی تبدیلی ظہور مین آئی تو ہمین
اقرار کرنا پڑتا ہے کہ ان مین سچائی اور سرگرمی کی فی الواقع روح پھونکی گئی تھی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
کی پاک سرگرمی نے فوق العادت اثر ان مین ڈالا تھا وہ ہر ایک فسق و فجور سے ایسے مجتنب تھے گویا
خدا کو دیکھ رہے ہین۔ اور نیکی مین ایک دوسرے پر سبقت لیجانے پر حریص تھے۔ پھر جن لوگون نے ان ستبازون
کو دیکھا اور یا وہ جنہون نے ان دیکھنے والون کو دیکھا وہ بھی نسبتاً آیندہ نسلون کے عام آدمیون سے
ایسے ممتاز تھے کہ اگر وہ انکا زمانہ پاتے تو انکو مسلمان نہ سمجھتے۔ اسکا کیا سبب تھا۔ وہی سبب تھا یعنی
کشش کرنے والے وجود کا موجود ہونا یا اسکا زمانہ قریب ہونا۔ پھر بعد اسکے وہ اس تقوے پر قائم نہ رہے
جیسے قرون ثلثہ کے لوگ قائم تھے۔ اگرچہ چار باتون مین مسلمان ابتک عیسائیون کی نسبت عمدہ حالت مین
ہین (١) یعنی وہ حقیقی خدا پر ایمان رکھتے ہین کسی مخلوق کو خدا نہین بنایا۔ (٢) شراب خوری جو اخلاق
کی سخت دشمن اور ام الخبائث ہے۔ اس مین عیسائیون کی طرح ترقی نہین کی۔ بلکہ بہت کم اور ایسی کم کہ گویا نہین
(٣) ایسا ہی قمار بازی مین بھی انمین نسبتاً نہایت کمی پائی جاتی ہے (٤) ایسا ہی نسبتی طور پر خدا نے
ان کے مردون اور عورتون کو بدکاری سے بہت محفوظ رکھا ہے اسکا یہ سبب ہے کہ ایسے وجودون کا سلسلہ
کبھی بھی ان مین سے مفقود نہین ہے جو نیکی کیطرف کھینچتے ہین۔ ہان صاحب کشش کے مفقود ہونے کے زمانہ مین
انکی حالت پرہیزگاری بھی کمی پر آجاتی ہے۔ ان تمام واقعات سے ثابت ہے کہ دنیا کی اصلاح کے لئے بہت
ضروری ہے کہ جب ایسا زمانہ گذر جائے جس مین صاحب کشش موجود ہو یا اسکی پاک تاثیرون کا زمانہ بھی گذر جائے
تو قدیم سے یہی سنت اللہ ہے کہ ایک اور صاحب کشش پیدا ہونا چاہیئے جو تاثیرون کو پھر قائم کر کے تمام
پیروی کرنیوالی روحون کی گاڑیون کے لئے انجن کی طرح ہو جاتا ہے غرض یہ وہ اصل الاصول ہے
جو تمام مرکز ہدایت اسی پر گھومتا ہے اور نبیون کا اسی پر اتفاق ہے کہ پاک تبدیلی کے لئے ایسے
صاحب کشش کا ہونا ضروری ہے جو متفرق لوگون کو ایک سوسائٹی کے رنگ مین لاتا ہے۔ اور دو مضبوط
رشتے ان مین قائم کرتا ہے (١) ایک خدا سے کہ وہ اس سے ایسا کامل تعلق کر لیتے ہین کہ اسی کے ہو جاتے ہین
(٢) اور ایک رشتہ باہمی جو انکو ایک دوسرے کا بھائی بنا دیتا ہے۔ لیکن یہ سوال کہ وجود جاذب مین
جو صاحب کشش ہے کیا چیز ہوتی ہے جس سے وہ لوگون کو اپنی ذاتی خاصیت سے سچائی کی طرف کھینچتا ہے
اسکا جواب خدا کی کلام سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ وہ وجود جو انسانون کو سچائی کی طرف کھینچتا ہے وہ دو قسم کے

کمال اپنے اندر رکھتا ہے (۱) ایک یہ کہ خدا تعالےٰ کی جناب مین اپنی کامل محبت کے ساتھ وہ ایسا محو شدہ
ہوتا ہے کہ بباعث تجاذب طبعی کے الٰہی انوار اسکو اپنے اندر لے لیتے ہین اور جیسا کہ مثلاً ایک لوہے کا
ٹکڑہ بھڑکتی ہوئی آگ سے متاثر ہو کر آگ کی صورت پر آجاتا ہے ایسا ہی ظلی طور پر اس سے بھی
اچھے خواص صادر ہونے لگتے ہین۔ ابتدا یہ ہوتا ہے کہ اسکی روح سفلی زندگی سے بیزار ہو کر طبعاً یہ چاہتی
ہے کہ تاریکی کے کرہ سے باہر آوے۔ تب اس کی طبیعت کا پہلا کام یہ ہوتا ہے کہ تاریکی کے تعلقات کو توڑتا
ہے اور ہر ایک روک جو اس مین اور اسکے خدا مین ہو اسکو دور کرتا ہو اور ہر ایک قسم کی ارضی تو
کثافت سے اپنی روح کو الگ کر دیتا ہے اور بیوفائی اور خود نمائی اور خود پرستی اور غیر اللہ کا خوف
اور غیر اللہ کی امید اور خدا کی راہ مین اپنی نفسانی اغراض کو مد نظر رکھنا جو کثافت کی جڑھ ہے اپنے
نفس سے دور کر دیتا ہے۔ تب اسکا نفس ایک پانی کے قطرہ کی طرح خدا تعالیٰ کی طرف بہتا ہوا چلا جاتا
اور آخر اس بحر وحدت سے پورا قرب حاصل کر کے الٰہی اخلاق سے پورا حصہ لے لیتا ہے اور انجام کار
اس موافقت تامہ کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ جس طرح خدا اپنی نوع انسان سے طبعاً محبت کرتا اور ان کی بھلائی
چاہتا ہے۔ یہ بھی اسی طرح طبعاً اپنی نوع سے محبت کرتا اور انکے دین اور دنیا کے متعلق بھلائی چاہتا ہے
اور انسانون کی ہمدردی کے لئے ایک سادہ دل اسکو دیا جاتا ہے جس مین کوئی پیچ اور ریل چھل نہین ہوتا۔
اور اسکے کلام مین کسی ہار جیت کا خیال مقصود نہین ہوتا اور محض رہنمائی اور ہمدردی کا جوش ہوتا ہے اور
سچی ربوبیت اور سچی رحمت اور سچی عدالت اسکو عطا کیجاتی ہے اور جس طرح آئینہ مین ایک تصویر
منعکس ہو جاتی ہے اسی طرح الٰہی اخلاق کی تصویر اسکے اندر منقش ہو جاتی ہے۔ اور ان معنون سے واقعی
طور پر وہ خدا کا خلیفہ بنجاتا ہے تب وہ خدا جو کسی استعداد کو ضائع کرنا نہین چاہتا اس کامل انسان میں
افادہ اور ہمدردی مخلوق کی صفات پا کر زمین کے لوگون کی طرف اپنے حکم سے اسکو روانہ کرتا ہے تا انکو
آغوش تربیت مین لیکر سفلی زندگی سے نجات بخشے اسی کی طرف قرآن شریف کی آیت اشارہ کرتی ہے
دَنٰی فتدلٰی فکان قاب قوسین او ادنٰی۔ یعنی وہ انسان کامل جس پر قرآن نازل ہوا وہ خدا سے
اس قدر نزدیک ہوا کہ آخر الٰہی اخلاق سے معمور ہو کر دنیا کی طرف ان کی اصلاح کے لئے اُسکو لوٹنا
پڑا اور چونکہ دو جوش اس کی فطرت مین کامل طور پر موجود تھے ایک خدا کی محبت کا جوش اور دوسرا
مخلوق کی ہمدردی کا جوش اسلئے اسکا نفسی نقطہ دو قوسون کے اندر واقع ہو گیا اور جیسا کہ ایک خط

قوس ربوبیت
خط محمدی
قوس مخلوقیت
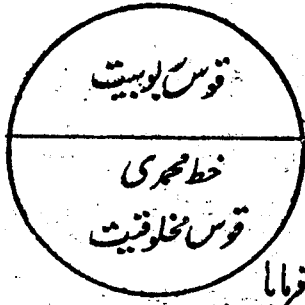
وتر دو قوسون کے اندر ہوتا ہے ایسا ہی اس نے بھی قوس ربوبیت اور
قوس مخلوقیت کے عین وسط مین جگہ لی اس طرح پر غرض یہ وہ فلاسفی ہے
جو مسئلہ خلافت کی حقیقت کو کھولتی ہے۔ خدا نے جسقدر نبیون کو دنیا کی
اصلاح کے لئے بھیجا۔ پہلے ان کو اس امتحان مین پاس یافتہ قرار دیکر پھر روانہ فرمایا
ہے یہ کہنا غلطی ہے کہ وہ لوگ آپ ہی ظلمت اور تاریکی مین گرفتار تھے اور اس لایق نہ تھے کہ دوسرون کو
درست کر سکتے۔ کیا انسانی گورنمنٹین ایسا کر سکتی ہین کہ ایک نالایق اور بدچلن کو جسکا کچھ نیک اثر نہ پڑ سکے۔ بلکہ
الٹا اثر پڑے عنان حکومت بطور نیابت اسکے سپرد کر دین۔ پھر خدا کا انتخاب کیون قابل اعتراض ہوگا اصل
بات یہ ہے کہ دنیا ان لوگون کو جو آسمان سے آتے ہین نہین پہچانتی کیونکہ وہ دنیا مین سے نہین ہوتے
اس لئے اندھون کے آگے نکتہ چینیون کے نشانہ بنتے ہین چونکہ نور اور ظلمت کی ابتدا سے دشمنی ہے اسلئے
ظلمت نہین چاہتی کہ نور آوے اور زمین کے گوشون کو منور کرے۔ ظلمت کے فرزند نور سے بغض رکھتے
ہین اسلئے نور ایک بڑی روحانی لڑائی کے بعد آخر فتح پاتا اور ظلمت کا دخل و قبض اٹھا دیتا ہے +
اور یہ کہنا ہرگز درست نہین کہ یہ انتظام نائبون کے بھیجنے کا آگے نہین بلکہ پیچھے رہگیا ہے۔ کیونکہ اگر یہ
سچ ہے کہ خدا اب بھی یہی چاہتا ہے کہ لوگ بدی کو چھوڑ دین اور ہر یک پہلو سے راستبازی سے کام لین۔
تو اب بھی ایک ایسے وجود کی ضرورت ہے جو اپنے اندر نیکی کی طرف کھینچنے کی کشش رکھتا ہو جس مین الہی صفات موجود
ہون جس کی زندگی دوسرون سے ایک کھلا کھلا فرق رکھتی ہو جس کی تعلیم مین کشش ہو جس مین فوق العادت
نشان ہون۔ سو ہم سب سے اول اس رسالہ مین یہ بیان کرنا چاہتے ہین کہ ایسا مصلح اس وقت کون ہے اور
پھر ہمارے اس رسالہ کے اغراض مین سے دوسری غرض یہ ہے کہ وہ مصلح کن دلایل اور نشانون کے ساتھ اپنے
تئین منجانب اللہ ظاہر کرتا ہے۔ پھر تیسری غرض یہ ہے کہ اسکی اخلاقی تعلیم کیا ہے۔ چوتھی غرض یہ ہے کہ وہ
کن اعتقادات کو سکھلاتا ہے اور کن سے منع کرتا ہے۔ پانچوین غرض یہ ہے کہ وہ کن کن علوم اور معارف کو لایا ہے
اور اسکے معارف کس الہی کتاب کے موافق ہین اور اس سے نکلتے ہین چھٹی غرض یہ ہے کہ خدا تک پہنچنے کے لئے
عمل اور سلوک کا وہ کیا راہ سکھلاتا ہے یہی ستہ ضروریہ اصل اغراض اس رسالہ کے ہونگے سوا اسکے یہ رسالہ ہر یک
ایسے اعتراض کا جواب دیگا جو اسلام پر یا قرآن شریف پر یا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر یا امام الوقت پر کئے جاتے ہین اور سب مذاہب کے
متفرق اخبار یا ملکی ریفرمر بھی لکھتا رہیگا اور ان تمام بیجا اور نادرست باتون کا مقابلہ کریگا جو حقوق عباد یا حقوق خدا

کو تلف کرتین اور سچائی کا خون کرتی ہین اور کوئی نیا امر جواب فہرین نہین ہے جب پیش آئیگا اسکا لکھنا بھی اس رسالہ کا فرض ہوگا

گناہ سے نجات کیونکر مل سکتی ہے

اس رسالہ مین ہمارا یہ ارادہ ہے کہ دنیا کو دکھاوین کہ جسقدر ہمارا یہ زمانہ اپنی جسمانی حالت کے روسے ترقی
کر گیا ہے اسی قدر اپنی روحانی حالت کے روسے تنزل مین ہے یہانتک کہ روحون مین یہ برداشت ہی
نہین رہی کہ وہ پاک سچائیون کو چھو بھی سکین۔ بلکہ انسانون پر ایک غور کی نظر ڈالنے سے ثابت ہو رہا
ہے کہ مخفی طور پر ایک بھاری کشش ان کو نیچے کی طرف کھینچ رہی ہے اور وہ دمبدم ایک گڑھے کی طرف
حرکت کر رہے ہین جس کو دوسرے لفظون مین اسفل السافلین کہہ سکتے ہین اور استعدادون پر ایک ایسا انقلاب
آگیا ہے کہ وہ ایسی چیزون کی خوبصورتی کی نہایت تعریف کر رہے ہین جو روحانیت کی نظر سے سخت
مکروہ اور بدشکل ہین۔ ہر ایک کا کانشنس محسوس کر رہا ہے کہ ایک کشش اس کو نیچے کی طرف لیجا رہی ہے اور انہین
کششون کے برباد کن اثرون سے ایک عالم تباہ ہو گیا ہے۔ پاک سچائیون کو ٹھٹھے اور ہنسی سے دیکھا جاتا ہے اور
سچ مچ رو بخدا ہو جانے کو ایک حماقت سمجھا جاتا ہے۔ تمام نفوس جو زمین پر ہین یک لخت دنیا پر سرنگون
نظر آتے ہین۔ گویا ایک پنہانی قوت جاذبہ سے معذور اور مجبور ہو رہے ہین۔ یہ وہی بات ہے جو ہم
پہلے لکھ آئے ہین کہ دنیا کا تمام کاروبار کششون پر ہی چلتا ہے جس پہلو مین یقین کی قوت زیادہ ہے
وہ اس دوسرے پہلو کو اپنی طرف کھینچ لیتا ہے اور چونکہ یہ فلاسفی نہایت ہی صحیح ہے کہ ایک کشش کو صرف
وہ کشش روک سکتی ہے جو اس کی نسبت بہت زبردست اور طاقتور ہو اس لئے یہ دنیا جو اس سفلی کشش سے
متاثر ہو کر نیچے کی طرف کھینچی جا رہی ہے اس کا اوپر کی طرف رخ کرنا بالکل ہی نا امیدی ہے جبتک کہ
ایک ایسی مخالف اور زبردست کشش آسمان سے پیدا ہو جو مخالف پہلو کے یقین کو بڑھا دے یعنی جیسا کہ
ایک یقینی نظر سے نفسانی بدعملیون مین فوائد اور لذات محسوس ہو رہے ہین ان سے بڑھکر روحانی حکمون
مین فوائد دکھائی دین اور یقین کی نظر سے بدی کا ارتکاب مرنے کے برابر مشہود ہو جو دل کو
پکڑ لے اور یہ یقین کی روشنی صرف آسمان سے اس آفتاب کے ذریعہ سے آتی ہے جو امام الوقت ہوتا
ہے اس لئے اس امام کا شناخت نہ کرنا جاہلیت کی موت مرنا ہے جو شخص کہتا ہے کہ مین اس آفتاب سے

روشنی حاصل کرنا نہین چاہتا کیے خدا کے مستمرہ قانون کو توڑنا چاہتا ہے کیا ممکن ہے کہ آفتاب کے
بغیر آنکھین دیکھ سکین گو کہ آنکھون مین بھی ایک نور ہے مگر آفتاب کا محتاج - آفتاب حقیقی نور ہے
جو آسمان سے آتا اور زمین کو روشن کرتا ہے اور آنکھین بغیر اس کے اندھی ہین اور جس شخص کو اس
آسمانی نور کے ذریعہ سے یقین پیدا ہوگا اس کو نیکی کی طرف ایک کشش پیدا ہوگی اور اس آسمانی کشش
اور زمینی کشش مین لڑائی ہونا ایک طبعی امر ہے کیونکہ اس صورت مین ایک کشش نیکی کی طرف کھینچے گی
اور ایک بدی کی طرف - اور ایک مشرق کی طرف دھکا دیگی اور ایک مغرب کی طرف اور دونون کا باہم ٹکرانا
اس وقت سخت خطرناک ہوگا جبکہ دونون مین انتہائی درجہ کی کششین موجود ہونگی جن کا دنیا کی انتہائی
ترقیات پر موجود ہونا ایک لازمی امر ہے پس جب تم دیکھو کہ زمین نے انتہائی درجہ پر ترقی کرلی ہو
تو سمجھ لو - کہ یہی دن آسمانی ترقی کے بھی ہین اور یقین کرلو کہ آسمان پر بھی ایک روحانی تیاری ہے
اور وہان بھی ایک کشش پیدا ہوگئی ہے جو زمینی کشش سے لڑنا چاہتی ہے - پس ایسے دن سخت خوفناک
ہین جبکہ زمین غفلت اور برائی مین انتہائی درجہ پر ترقی کرجائے کیونکہ روحانی لڑائی کیلئے وہی وعدہ
کے دن ہین جنکو نبیون نے طرح طرح کے استعارات مین بیان کیا ہو اور بعض نے اس مثال مین اسکو
پیش کیا ہے کہ یہ آسمانی فرشتون اور زمینی شیطانون کی ایک آخری لڑائی ہے جس پر اس دنیا کا خاتمہ
ہوگا - اور بعض نے اپنی جہالت اور نادانی سے اس لڑائی کو ایک جسمانی لڑائی سمجھ لیا ہے جو تلوار اور
بندوق سے ہوتی ہین مگر وہ لوگ غلطی پر ہین اور اپنی سفلی عقل اور حماقت سے روحانی جنگ کو جسمانی
جنگ کی طرف کھینچکر لے گئے ہین - غرض ان دنون زمین کی تاریکی اور آسمان کے نور کا ایک انتہائی جنگ
ہے - آدم سے لیکر ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم تک تمام خدا کے مقدس نبی اس جنگ کی طرف اشارات
کرتے آئے ہیں اور اس جنگ کے سپہ سالار دو انکے دو مختلف نام رکھے گئے ہین ایک سچائیون کو چھپانیوالا
اور دوسرا سچائیون کو ظاہر کرنے والا یا دوسرے لفظون مین یہ بیان کیا گیا ہے کہ آسمان سے نورانی
فرشتون کے ساتھ اترنے والا اور میکائیل کا مظہر اور ایک زمین سے تمام شیطانی تاریکیون کو لیکر ظاہر
ہونے والا - اور ابلیس کا مظہر ہوگا اب جبکہ ہم دیکھتے ہین کہ زمینی لشکر خوب تیار ہو - اور وہ خوب مسلح ہوکر
کھڑے ہین اور اپنا کام کر رہے ہین بلکہ بہت کچھ کر بھی چکے ہین تو طبعاً یہ نیک خواہش پیدا ہوتی
ہے اور فراست صحیحہ گواہی دیتی ہے کہ آسمانی گورنمنٹ بھی ان تیاریون سے غافل نہین ہو

اُس گورنمنٹ کی کچھ ایسی عادت ہے کہ وہ ظاہری شور وغوغا کو پسند نہین کرتی - اور وہ بہت کچھ کارروائیان اندر ہی اندر کر لیتی ہے اور لوگون کو خبر بھی نہین ہوتی - تب آسمان پر ایک نشان ظاہر ہوتا ہے اور زمین پر ایک منار روشن اور نہایت سپید اور وہ آسمانی روشنی منار پر گرتی ہو اور پھر وہ منار تمام دنیا کو روشن کرتا ہے - یہ مختصر فقرہ تشریح کا محتاج ہے اور تشریح یہ ہو کہ خدا تعالیٰ کا روحانی سلسلہ اگرچہ جسمانی سلسلے کے بالکل مطابق ہے لیکن بعض امور مین اس مین وہ خواص عجیبہ پائے جاتے ہین کہ جو جسمانی سلسلہ مین کھلے کھلے طور سے نظر آ نہین سکتے چنانچہ منجملہ انکے ایک یہ بھی خاصہ ہو کہ جب سفلی کشش اپنا کام کرنا شروع کرتی ہے تو گو وہ کشش آسمانی کشش سے بالکل مخالف ہو - تاہم آسمانی کشش اس کشش کے طبعی تقاضا سے پیدا ہونی شروع ہو جاتی ہے پس یہ امر معقول ہو کہ ان کششونکی انتہائی درجہ کے زورون کے وقت جو دنیا کا آخری زمانہ ہو ان دونون مین لڑائی ہونا چاہئے تھی - کیونکہ اقبال کا تقاضا ہو کہ فریق مخالف کو فنا کرے - پس جس موقعہ اور محل مین فریقین برابر درجہ اقبال و شوکت رکھین گے - ایسے دو فریق بغیر لڑائی کے نہین رہ سکتے کیونکہ ہر ایک خدا کے نبیون کی کتابون مین پیشگوئی کے طور پر بیان کی گئی ہے - ایسا ہی عقل بھی اس کو ضروری سمجھتی ہے کیونکہ جب دو مخالف اور پر زور کششون مین باہم ٹکر لگے تو ضروری ہے کہ ایک دوسرے فنا کر دیوے یا دونون فنا ہو جاوین اور اس لڑائی کے بارہ مین نبیون کی کتابون مین اس طرح بیان کیا گیا ہو کہ جب حضرت مسیح علیہ السلام سے پورا ہزار برس گذرا جس مین نبیون کی پیشگوئی کے مطابق شیطان قید کیا گیا تھا تو سفلی کشش نے زمین پر اپنا رنگ جمانا شروع کیا - یہ وہی زمانہ تھا جبکہ اسلام اپنی پاک اصولون کے لحاظ سے تنزل کی حالت کی طرف مائل ہو گیا تھا اور اس کی روحانی ترقیان رک گئی تھین اور اسکی ظاہری فتوحات کا بھی خاتمہ ہو چکا تھا اور وہ شیطان کے قید ہونے کے دنون مین پیدا ہوا - اور ضرور ایسا ہی ہونا چاہئے تھا جیسا کہ تمام نبیون نے یوحنا فقیہہ تک گواہی دی ہو - اور شیطان کے چھوٹنے پر یعنے سنہ عیسوی کے بعد اسکا تنزل شروع ہو گیا اور وہ آگے بڑھنے سے رک گیا تب سے شیطانی کارروائیان رنگارنگ کے پیراؤن مین شروع ہوئین اور زمین پر یہ پودا بڑھتا گیا - اور اس کی شاخین کچھ تو مشرق کیطرف پھیل گئین اور کچھ مغرب کی انتہائی آبادیون تک جا نکلین اور کچھ جنوب کی طرف اور کچھ شمال کیطرف متوجہ ہوئین - جیسا کہ شیطان کے قید رکھنے کا زمانہ ہزار برس تھا جسپر

واقعات خارجیہ نے گواہی دی ہے۔ ایسا ہی نبیون کی پیشین گوئیون کے رو سے شیطان کے چھوٹنے کا زمانہ بھی ہزار برس ہی تھا جو ہجرت کی چودھوین صدی کے سر پر پورا ہو جاتا ہے۔ مگر یہ ہزار برس خدائی حساب کے رو سے ہے یعنی چاند کے حساب سے اور خدا کی طرف سے یہودیون اور مسلمانونکو پیشگوئیون کے وقتون کی شناخت کرنے کے لئے یہی حساب سکھایا گیا ہے اور سورج کے دنون کے رو سے حساب کرنا انسانون کی بدعت ہے۔ جو پاک نوشتون کے منشا کے مخالف ہے غرض اس حساب کے رو سے شیطان کی مہلت کے آخری دن یہی ہین جن مین ہم ہین بلکہ یون سمجھو کہ گذر بھی چکے کیونکہ ہجری صدی جس کے سر پر ہزار برس شیطان کے چھوٹنے کا پورا ہو گیا۔ اس کو انیس برس گذر چکے اور شیطان نہین چاہتا کہ اس سے آزادی اور حکومت چھین لی جاوے ناچار دونون کششون کی لڑائی ہوگی جو ابتدا سے مقدر تھی اور ممکن نہین ہے کہ خدا کا کلام غلط ہو اور ان دونون پر ایک دوسری شہادت یہ بھی ہے کہ دنیا کی ابتدا سے یعنی آدم کے ظہور سے آج تک چھٹا ہزار بھی گذر گیا جس مین آدم ثانی پیدا ہونا چاہیے تھا۔ کیونکہ چھٹا دن آدم کی پیدایش کا دن ہے اور خدا کی پاک کتابون کے رو سے ایک ہزار برس ایسا ہے جیسا کہ ایک دن سو یہ امر خدا کے پاک وعدون کے رو سے ماننا پڑتا ہے کہ وہ آدم پیدا ہو گیا۔ گو وہ ابھی کامل طور پر شناخت نہین کیا گیا اور ساتھ ہی یہ بھی ماننا پڑتا ہے کہ اس آدم کا مقام جو خدا کے ہاتھ سے تجویز کیا گیا وہ شرقی ہے نہ غربی۔ کیونکہ توریت باب ۲۔ آیت ۸ سے یہی ثابت ہوتا ہے کہ آدم کو ایک باغ مین شرقی طرف جگہ دیگئی تھی پس ضرور ہے کہ یہ آدم بھی مشرقی ملک مین ہی ظاہر ہوتا۔ اول اور آخر کی مماثلت مکانی قائم رہے۔ اور اس اعتراف سے جیسا کہ مسلمانون کو چارہ نہین ویسا ہی عیسائیون کو بھی کوئی گریز کی جگہہ نہین بشرطیکہ دہریت کی رگ مانع نہ ہو۔ پس اصل حقیقت کے سمجھنے کے لئے کچھ مشکلات باقی نہین رہین اور یہ مسئلہ نہایت صاف ہے کہ یہ زمانہ نور اور ظلمت کی لڑائی کا زمانہ ہے اور ظلمت نے انتہا تک اپنا کام کر لیا ہے اور یہ امیدین نہین کی جا سکتین کہ بغیر نزول آسمانی نور کے اس ظلمت پر کوئی فتحیاب ہو سکے اور اس بات مین ذرا بھی شبہ نہین ہے کہ ظلمت اپنے پورے زورون مین ہے اور راستبازی کا نیم مردہ چراغ فنا ہونے کے قریب ہے اور رسمی عقیدے اور رسمی علم اور رسمی نمازین اس روشنی کو بحال نہین کر سکتین جو گم ہو چکی ہے کیا اندھا اندھے کو راہ دکھا سکتا ہے؟ ہرگز نہین! کیا ظلمت ظلمت کو دور کر سکتی ہے؟ کسی طرح ممکن نہین۔ اب تو ایک جدید منار کی ضرورت ہے جو زمین پر تیار ہو جو سفلی آبادیون سے

امتیاز کے ساتھ اونچا ہوتا آسمانی روشنی اس پر نازل ہو اور سماوی چراغ اس پر رکھا جاوے۔ اور
پھر تمام دنیا اس روشنی سے منور ہو جاوے کیونکہ اگر چراغ اونچے مقام پر نہ رکھا جائے تو کیونکر
اس کی روشنی دور دور تک پھیل سکے۔ اب آپ کو یہ سمجھنا باقی ہے کہ منار کیا چیز ہے پس یاد رہے کہ منار
اس نفس مقدس اور مطہر اور بلند ہمت کا نام ہے جو انسان کامل کو ملتا ہے۔ جو آسمانی نور پانے کا
مستحق جیسا کہ منار کے معنے میں یہ مطلب داخل ہے اور منار کی بلندی سے مراد اس انسان کی
بلند ہمتی ہے اور منار کی مضبوطی سے مراد اس انسان کی استقامت ہے جو طرح طرح کے امتحانوں کے
وقت وہ دکھلاتا ہے اور اس کی سفیدی دبریت ہے جو انجام کار ظاہر ہو جاتی ہے۔ اور جب یہ
سب کچھ ہو لیتا ہے۔ یعنی جب اس کی علو ہمت اور کمال استقامت اور کمال صبر اور استقلال اور دلائل کے
ساتھ اس کی بریت ایک چمکتے ہوئے منار کی طرح کھلجاتی ہے تب اسکی جلالی آمد کا وقت آجاتا ہے اور
پہلی آمد جو ابتلاؤں کے ساتھ ہے اس کا وقت ختم ہو جاتا ہے تب وہ روحانیت خدائی جلال سے رنگین
ہو کر اس وجود پر اترتی ہے جو منار کی صورت پر کھڑا ہے تب باذنہ تعالٰے خدائی تاثیریں اسمین
پیدا ہو جاتی ہین۔ یہ سب کچھ آمد ثانی مین ہوتا ہے۔ اور مسیح موعود کی خاص طور کی آمد اسی حقیقت کی
کامل تصویر ہے اور مسلمانون مین جو یہ روائتین ہین کہ مسیح موعود منار کے پاس اتریگا اترنے سے مراد ایک
جلالی طور کی آمد ہے جو خدائی رنگ اپنے ساتھ رکھتی ہے۔ یہ نہین کہ وہ پہلے اس سے زمین پر موجود نہ تھا
مگر ضرور ہے کہ آسمان اسے لئے رہے۔ جبتک کہ وہ وقت نہ آوے جو خدا نے مقرر کر دیا ہے۔ خدا کی عادت
مین یہ بھی داخل ہے کہ روحانی امور کو ذہن نشین کرنے کیلئے ان کے کسی حصّہ کی جسمانی تصویر بھی پیدا
کر دیتا ہے۔ جیسا کہ بیت المقدس کی ہیکل اور مکہ معظمہ کا خانہ کعبہ یہ دونون تصویرین روحانی تجلیات
کی ہین اسی بنا پر شریعت اسلامی مین یہ سمجھا گیا ہے کہ مسیح موعود منار پر یا منار کے قریب نازل ہوگا ایک
ایسے ملک مین جو دمشق کے شرقی طرف ہے جیسا کہ آدم کو بھی شرقی طرف ہی جگہ دی گئی تھی اس جلالی آمد
سے پہلے ظاہری منار کے بھی بنائے جانے مین کچھ ہرج نہین۔ بلکہ حدیثون مین بطور پیشگوئی اس کا ذکر
پایا جاتا ہے کہ وہ مسیح موعود کی جلالی آمد کے لئے ایک نشان ہوگا جو اس آمد سے پہلے بنایا جائیگا یہ مقدر ہے
کہ مسیح موعود کا آنا دو رنگ مین ہوگا اول معمولی طور پر جس مین طرح طرح کے ابتلا بھرے ہوئے ہین۔
طرح طرح کی تکلیفون کا وقت ہے جب یہ دن پورے ہو جائینگے تب جلالی آمد کا وقت آجائیگا اور ضرور ہے

کہ اس سے پہلے ایک منار تیار ہو جائے جیسا کہ حدیثوں سے پایا جاتا ہے کہ اس حقیقت کے دکھلانے کے لئے ایک ظاہری منار بھی ہوگا اور وہ باطنی منار کی تصویر ہوگا اور قبل اس کے جو وہ جلالی طور پر نازل ہو دنیا اس کو نہیں پہچانتی کیونکہ وہ دنیا مین سے نہین ہے اور دنیا اس سے محبت نہین کرتی کیونکہ جس خدا سے وہ آیا ہے اس سے بھی دنیا کو محبت نہین۔ پس ضرور ہے کہ وہ آمد اول مین ستایا جائے اور دکھ دیا جائے اور طرح طرح کے الزام اسپر لگائے جائین جیسا کہ اسلامی پیشگوئیون مین لکھا ہے کہ ابتدا مین مسیح موعود کو قبول نہین کیا جائیگا اور نادان لوگون کے کینے اس کی نسبت بہت بڑھ جائین گے اور شرارتین انتہا تک پہونچ جائین گی یہانتک کہ ایک شخص ظالمانہ حملہ اسپر کر کے خیال کریگا کہ اس نے بڑی نیکی کا کام کیا ہے اور ایک اسکو دکھ دیکر یہ سمجھیگا کہ اس نے اپنے فعل سے خدا کو راضی کر دیا ہے۔ اسی طرح ہوتا رہیگا اور ہر ایک قسم کا زلزلہ اس پر آئیگا۔ اور ہر ایک مصیبت کا اسکو سامنا ہوگا۔ یہانتک کہ عادت اللہ اس مین پوری ہو جاویگی۔ تب اس کے جلالی آمد کا وقت آجائے گا اور مستعد دلون کی آنکھین کھولی جائین گی اور وہ خود بخود سوچنے لگین کہ یہ کیا بات ہے اور یہ کس قسم کا کاذب ہے۔ جو زیر نہین ہوتا اور کیون خدا کی تائیدین اس کے شامل حال ہین اور ہمارے شامل حال نہین۔ تب خدا کا ایک فرشتہ انکے دلون پر اتریگا اور ان کو سمجھائیگا کہ کیا تمہاری حدیثون اور روایتون کی پیشگوئیان ضروری الوقوع ہین جو تمہاری روک کا باعث ہین اور کیا انہین سے بعض کی نسبت وضع اور غلطی ممکن اور محل نہین اور کیا بعض پیشگوئیونکا استعارات کے رنگ مین پورا ہونا جائز نہین۔ اور کیا یہودون کی بدنصیبی اور بے ایمانی کا بجز اس کے کوئی اور بھی باعث تھا کہ وہ منتظر رہے کہ تمام باتین ظاہری صورت مین ہی پوری ہون۔ اور ان کے خیالات کے مطابق سب کچھ ہو مگر نہ ہوا تو پھر جبکہ وہی خدا اب بھی ہے اور وہی اس کی عادت تو کیون جائز نہین کہ وہی ابتلا تمہین بھی پیش آیا ہو۔ غرض آخرکار انہی خیالات کیطرف طبعاً انسانون کے دلون کا رجوع ہو جائے گا جیسا کہ قدیم سے ہوتا آیا ہے +

لیکن یہ بات صحیح نہین کہ حقیقی دین اور راستبازی کے پھیلانے کے لئے یہ جسمانی لڑائیون کا زمانہ ہے۔ کیونکہ تلوار سچائی کے جوہرون کو ظاہر نہین کر سکتی بلکہ انکو اور بھی چھپاتی اور مشتبہ کرتی ہے جو لوگ ایسے خیالات کے خواہشمند ہین وہ اسلام کے دوست نہین ہین بلکہ دشمن ہین اور انکی

فطرت نہایت پست اور سفلی رنگ ہین اور ان کی ہمتین گری ہوئی اور دل منقبض اور دماغ ابلہ اور طبیعتین تاریک ہین کیونکہ وہ مخالفون کو ایک ایسے اعتراض کا موقعہ دیتے ہین جو درحقیقت وارد ہو سکتا ہے۔ کیونکہ بقول ان کے اسلام اپنی ترقی کیواسطے جہاد کا محتاج ہے۔ اور یہ اسلام کی ہجو ہے کیونکہ جس مذہب مین یہ قوت ہے کہ وہ اپنی سچائی کو عقلی دلائل سے یا کسی اور قسم کے قابل تمسک شہادتون سے یا آسمانی نشانون سے با آسانی ثابت کر سکتا ہے۔ ایسے مذہب کے لئے کچھ ضرورت نہین کہ جبر سے اور تلوار کی دھمکی سے اپنی سچائی کا اقرار کرا دے۔ لیکن اگر کسی مذہب مین یہ ذاتی خاصیت موجود نہین اور اپنی کمزوری کا تلوار سے تدارک کرتا ہے تو ایسے مذہب کے جھوٹا ہونیکے لئے اور کسی دلیل کی ضرورت نہین اس کے کاٹنے کے لئے اسی کی تلوار کافی ہے +

مگر یہ اعتراض کہ اگر جہاد اب جائز نہین تو اسلام مین اول زمانہ مین کیون تلوار سے کام لیا گیا۔ یہ معترضین کی اپنی غلطی ہے جو بباعث ناواقفیت پیدا ہوئی ہے انہین معلوم نہین کہ اسلام دین کے پھیلانے کے لئے ہرگز جبر کی اجازت نہین دیتا۔ دیکھو کیسی ممانعت قرآن مین موجود ہے کہ فرماتا ہے کہ لَآ اِكْرَاهَ فِي الدِّيْنِ۔ یعنے دین مین جبر نہین کرنا چاہئے۔ پھر کیون تلوار اٹھائی گئی اس کی اصل حقیقت یہ ہے کہ عرب کے وحشی جن مین کوئی تمیز اور تہذیب باقی نہین رہی تھی وہ اسلام اور مسلمانون کے سخت دشمن ہو گئے تھے اور جب ان پر توحید اور اسلامی سچائیون کی کھلی کھلی دلائل سے حجت پوری کی گئی اور ان کے ذہن نشین کیا گیا کہ انسان ہو کر پتھرون کی پوجا کرنا ایک صریح غلطی ہے کہ انسانیت کے بھی برخلاف ہے تو وہ ان معقول باتون کا کچھ بھی جواب نہ دیسکے اور انکے لاجواب ہو جانے سے سمجھدار لوگون کو اسلام کی طرف حرکت پیدا ہو گئی اور بھائی سے بھائی اور باپ سے بیٹا جدا ہو گیا۔ تب انہین اپنے باطل مذہب کے بچانیکے لئے کوئی تدبیر بجز اسکے خیال مین نہ آئی کہ سخت سخت سزاؤن کے ساتھ لوگون کو مسلمان ہونے سے روک دین۔ چنانچہ مکہ معظمہ مین ابوجہل وغیرہ مکہ کے رئیسون کی طرف سے یہی عملدرآمد شروع ہو گیا۔ اسلام کے ابتدائی زمانہ کی تاریخ پڑھنے والے خوب جانتے ہین کہ ایسی بیرحمی کی وارداتین مخالفون کیطرف سے مکہ مین کس قدر ظہور مین آئین اور کسقدر بیگناہ ظلم سے مارے گئے۔ مگر لوگ پھر بھی مسلمان ہونے سے باز نہین آتے تھے کیونکہ ہر ایک موٹی عقل کا انسان بھی جانتا تھا کہ بُت پرستون کے مقابل پر کسقدر اسلام معقولیت اور صفائی رکھتا ہے

ناچار جب اس تدبیر سے بھی پوری کامیابی نہ ہوئی تو یہ ٹھہری کہ خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ہی قتل
کیا جاوے۔ لیکن خدا تعالیٰ نے آپکو بچا کر مدینہ مین لے گیا۔ مگر پھر بھی انہون نے قتل کے لئے تعاقب کیا اور
کسی صورت مین اپنی عادت کو چھوڑنا نہ چاہا۔ پس اس صورت مین اسلام کے لئے بجز اس کارروائی
کے اور کیا چارہ تھا کہ وہ ان حملون کی مدافعت کرتا اور بیجا حملہ کرنے والون کو سزا دیتا۔ سو اسلام کی
لڑائیان دین پھیلانے کے لئے نہین تھین بلکہ مسلمانون کی جان بچانے کیلئے تھین کیا کوئی عقل سلیم قبول
کر سکتی ہے کہ اسلام وحشی بت پرستون کے آگے بھی اپنی توحید کی معقولیت ثابت کرنے سے عاجز تھا
اور کیا کوئی عقلمند باور کر سکتا ہے کہ وہ مشرک لوگ جو پتھرون اور جمادات کی پوجا کرتے اور طرح طرح
کی ناپاکیون مین مبتلا تھے اسلام ان کے آگے بھی حجت کے رو سے مغلوب تھا اور تلوار سے کام چلانا چاہتا
تھا۔ معاذ اللہ ہرگز یہ خیالات صحیح نہین ہین اور جنہون نے ایسے اعتراض اسلام پر کئے ہین
انہون نے سراسر ظلم کی راہ سے حقیقت کو چھپایا ہے +

ہان یہ سچ ہے اس ظلم سے جیسا کہ مولویون نے حصہ لیا۔ پادریون نے بھی ان سے کم حصہ نہین لیا۔
اور اسلام پر اس قسم کے اعتراض کر کے نادان مولویون کی باتون کو عوام کے ذہن مین خوب جما دیا اور
ان کو یہ دھوکا لگا کہ جس حالت مین ہمارے مولوی جہاد کا فتوے دیتے ہین اور پادری جو بڑے صاحب
علم ہین وہ بھی یہی اعتراض پیش کرتے ہین سو اس سے ثابت ہوتا ہے کہ در حقیقت ہمارے مذہب مین
جہاد روا ہے۔ اب یہ کسقدر ظلم ہوا کہ دو مختلف شہادتون سے اسلام پر یہ اعتراض جمایا گیا اگر پادری
ایسا طریق اختیار نہ کرتے اور ایمانداری سے سچ کی پیروی کر کے یہ کہتے کہ یہ مولوی نادانی اور جہالت
کا فتوے دیتے ہین ورنہ اسلام کی ابتدا مین جس صورت نے یہ ضرورت پیدا کی تھی اب وہ صورت
اس زمانہ مین موجود نہین ہے تو امید تھی کہ جہاد کا خیال ہی دنیا سے اٹھ جاتا مگر جوش زیادہ اور سمجھ
کم تھی اس لئے حقیقت کو نہین سمجھا +

ہان یہ سچ ہے کہ عرب کے لوگ جب بہت سے مفسدانہ حرکات کے بعد اپنے ناحق کی خونریزیون
کی وجہ سے خدا تعالیٰ کی نظر مین واجب القتل ٹھہر گئے تھے۔ تب یہ حکم بھی نکلا تھا کہ وہ سب قتل کے لائق
ہین۔ مگر پھر بھی اگر ایمان لے آوین تو سزائے قتل سے معافی دیجاویگی۔ غالباً کم فہم مخالفون نے اسی حکم
سے دھوکہ کھایا ہے انہین معلوم نہین کہ یہ صورت جبر کی نہین بلکہ واجب القتل کے لئے ایک رعایت ہے

اس کو جبر سمجھ لینا اس سے بڑھکر کوئی حماقت نہین - وہ لوگ تو قاتل ہونے کی وجہ سے مستوجب قتل تھے نہ کافر ہونے کی وجہ سے اور خدائے رحیم یہ بھی خوب جانتا تھا - کہ انہون نے اسلام کی سچای کو خوب سمجھ لیا ہے لہذا اس کی رحمت نے تقاضا فرمایا کہ ایسے واجب القتل مجرمون کو پھر بھی گناہ معاف کرانیکا ایک موقعہ دیا جاوے سو اس سے بھی یہی ثابت ہوا کہ اسلام کا ہرگز منشا نہ تھا کہ کسی کو قتل کری بلکہ جو لوگ اپنی خونریزیون کی وجہ سے قتل کے لایق تھے ان کیلئے بھی معافی کی ایک راہ نکال دی اس زمانہ مین اسلام کو یہ مشکلات جا بجا پیش آئین کہ ہر ایک قوم مین اس قدر تعصب بڑھا ہوا تھا کہ کوی بیچارہ کسی قوم مین سے اگر مسلمان ہوجاتا تو یا تو وہ قتل کیا جاتا تھا اور یا اس کی جان سخت خطرہ مین پڑ جاتی تھی اور زندگی اس پر وبال ہو جاتی تھی - تو اس صورت مین اسلام کو امن قائم کرنے کیلئے بھی لڑائیان کرنی پڑین اور بجز ان دو صورتون کے اس ابتلا کے زمانہ مین کبھی اسلام نے جنگ کا نام نہ لیا اور اسلام کا ہرگز مقصود نہ تھا کہ مذہب کے لئے وہ جنگ کرے لیکن اس کو جنگ کرنے پر خواہ نخواہ مجبور کیا گیا - پس جو کچھ اس سے ظہور مین آیا وہ حفاظت خود اختیاری اور ضرورت مدافعت کے لئے ظہور مین آیا پھر بعد اس کے ناسمجھ مولویون نے اس مسئلہ پر اور رنگ چڑھا دیا اور ایک قابل شرم درندگی کو اپنا فخر سمجھا لیکن یہ اسلام کا قصور نہین ہے - یہ خود ان لوگون کی عقلون کا قصور ہے جو انسانی خون کو چارپایون کے خون سے بھی کم قدر سمجھتے ہین اور ابھی تک خونون سے سیر نہین ہوئے بلکہ اسی غرض کیلئے ایک مہدی خونی کے منتظر ہین - گویا تمام قومون کو یہ ثبوت دینا چاہتے ہین کہ اسلام اپنی اشاعت کے لئے ہمیشہ جبر اور زبردستی کا محتاج رہا ہے اور اس مین کوئی خفیف اور سبک سچائی بھی نہین +

مجھے معلوم ہوتا ہے کہ حال کے بعض مولوی اس انحطاط پر ابھی راضی نہین ہین جو اسلام کو پیش آرہا ہے اور وہ ایسے عقیدون پر زور دیکر کسی اور اسفل مقام تک اسلام کو پہنچانا چاہتے ہین - لیکن یقیناً سمجھو کہ خدا کو منظور نہین ہے کہ اسلام ایسی ملامتون اور تہمتون کا نشانہ بنے - نادان مخالفون کے لئے یہ ابتلا بس ہے کہ وہ ابتک اپنے اس خیال پر جمے ہوئے ہین کہ گویا ابتدائی زمانہ مین اور بعد مین بھی اسلام اپنی جماعت بڑھانے کے لئے تلوار سے کام لیتا رہا ہے - اب یہ زمانہ اور یہ وقت وہ ہے کہ اس غلطی کو دلون کے اندر سے نکالدیا جائے نہ یہ کہ اور بھی پختہ کیا جائے - اگر اسلام کے مولوی اتفاق کرکے اس بات پر زور دین کہ وہ وحشی مسلمانون کے دلون سے اس غلطی کو نکال دین تو وہ

بلاشبہہ قوم پر ایک بڑا احسان کرین گے اور نہ صرف یہی بلکہ ان کے ذریعہ سے اسلام کی خوبیون کی ایک بھاری جڑھ لوگون پر ظاہر ہو جائے گی اور وہ سب کراہتین جو اپنی غلطیون سے مذہبی مخالف اسلام کی نسبت رکھتے ہین وہ جاتی رہین گی تب ان کی نظرین صاف ہوکر جلد تر اس چشمہ نور سے فیض اٹھائین گی۔ یہ تو ظاہر ہے کہ ایک خونی انسان کے نزدیک کوئی نہین آسکتا۔ ہر ایک شخص اس سے ڈرتا ہے۔ خاصکر بچے اور عورتین اسکو دیکھکر کانپتی ہین اور وہ ایک مجنون کی طرح دکھائی دیتا ہے اور ایک غیر مذاہب کا مخالف اسکے پاس رات رہنے سے بھی اندیشہ کرتا ہے کہ مبادا غازی بننے کے لئے رات اٹھکر اس کو قتل نہ کر دے کیونکہ انہین ثوابون کے خیال سے بعض سرحدی ابتک ناحق کی خون کر کے یہ خیال کر لیتے ہین کہ آج ہم نے اپنے ایک ہی عمل سے بہشت حاصل کر لیا ہے اور اس کی تمام نعمتون کے مستحق ہو گئے سو کس قدر جائے شرم ہے کہ غیر قومون کو مسلمانون کی ہمسائگی سے امان اٹھ گیا ہے اور وہ اپنے دلون مین کبھی تسلی نہین پکڑ سکتے کہ اگر موقعہ پاوین تو یہ قوم ہم سے کچھ نیکی کر سکے گی۔ ایسے نمونے بارہا پیش آتے ہین کہ ایک غیر قوم کے انسان کو دیکھا جاتا ہے کہ وہ درحقیقت مسلمانون کے اس چھپے ہوئے عقیدہ سے ہراسان اور لرزان نظر آتا ہے +

مین ایک ایسا نظارہ دیکھ چکا ہون اور وہ یہ کہ شاید ۲۰۔ نومبر سنہ ۱۹۰۱ء کا یہ واقعہ ہے۔ جو ہمارے اس جگہ قادیان مین ایک انگریز آیا اور اس وقت ہماری جماعت کے لوگ بہت جمع تھے اور کوئی مذہبی گفتگو شروع تھی کہ وہ آکر ایک کنارہ پر کھڑا ہو گیا۔ تب اس کو بہت خلق سے بلایا گیا۔ اور اپنے پاس بٹھایا گیا اور معلوم ہوا کہ وہ ایک سیاح انگریز ہے۔ جو عرب کا ملک بھی دیکھ آیا ہے اور ہماری ...... جماعت کی تصویرین لینا چاہتا ہے۔ چنانچہ اس کے کام مین اسکو مدد دی گئی اور اسکو خاطرداری اور دلجوئی کے طور پر کہا گیا کہ وہ چند روز ہمارے پاس رہے۔ مگر معلوم ہوا کہ وہ ڈرتا تھا اور اس نے بیان کیا کہ مین نے بہت مسلمان دیکھے ہین کہ عیسائیون کو بے رحمی سے قتل کر دیتے ہین چنانچہ اس نے ایسے چند قصے بغداد کے بھی سنائے جس مین ایسی وارداتین بڑی بیرحمی سے ہوئین تھین تب اسکو بڑی نرمی اور خلق سے سمجھایا گیا کہ یہ جماعت جو احمدی فرقہ کہلاتا ہے۔ ایسے عقائد سے سخت بیزار اور ایسے لوگون کو سخت نفرت کی نگاہ سے دیکھتا ہے اور انسانی حقوق کی نسبت جو کچھ اس فرقہ نے کام کرنا ہے وہ یہی ہے کہ اسلام مین سے ایسے خیالات کا استیصال کر دیوے۔ تب اسکا دل

مطمئن ہوا اور وہ خوشی سے ہمارے پاس ایک رات رہا +

اس قصہ کے بیان سے غرض یہ ہے کہ مسلمانون کے ایسے عقیدے جو سراسر خلاف قرآن ہین غیر
قومون کو بہت مضر ہوئے ہین اور ان کے دلون مین بدظنی اور نفرت پیدا ہو گئی ہے۔ اور مسلمانون
کی سچی ہمدردی کی نسبت ان کے نیک ظن بہت ہی کم ہو گئے ہین اور اگر کچھ ہین بھی تو ایسے لوگون کی
نسبت جو مولویانہ زندگی نہین رکھتے اور اسلامی اصولون کی پابندی کی چندان پروا نہین کرتے پس
جبکہ مسلمانون کی نسبت اس قدر بدظنی بڑھ گئی ہے جسکے بڑھانے کے وہ خود ہی موجب ہین۔ تو
کیا اس سے بڑھکر کوئی اور گناہ بھی ہوگا کہ ایک دنیا کو ایسے علما اور ان کے معتقدون نے اسلامی
فیوض سے محروم کر دیا ہے۔ کیا ایسا مذہب خدا کیطرف سے ہو سکتا ہے جو دلونکے اندر اپنی تعلیم کو
بغیر اسکے نہین اتار سکتا۔ جبتک تلوار کی چمک نہ دکھلاوے۔ مذہب سچا تو وہ ہے جو اپنی ذاتی
خاصیت اور طاقت سے دلائل قاطعہ سے خود تلوار کا کام دے نہ یہ کہ لوہے کی تلوار کا محتاج ہو

یہی خرابیان ہین جو ہر وقت تقاضا کر رہی ہین۔ جو کوئی مصلح پیدا ہو جب ہم اسلام کی
اندرونی حالت پر غور کرین تو ایسی خوفناک حالت ہے۔ جو گویا سورج کو گرہن لگا ہوا ہے اور اس کا
بہت سا حصہ تاریک ہو چکا ہے اور کچھ تھوڑا سا باقی ہے۔ مسلمانون کی عملی حالتین قابل رحم ہین
بعض حدیثین ایسی بنائی گئی ہین جو ان کی اخلاقی حالت پر بہت ہی برا اثر ڈالتی ہین اور خدا کے
مقرر کردہ قوانین کی دشمن ہین۔ مثلاً خدا کے قانون نے انسانون کی نوع کے لئے تین قسم کے
حقوق قائم کئے تھے۔ یہ کہ بیگناہ کسی کو قتل نہ کرین۔ اور کبھی بیجا کسی کی عزت مین خلل انداز نہ ہون
اور یہ کہ بغیر کسی حق کے کسی کا مال نہ لین۔ مگر مین دیکھتا ہون کہ بعض مسلمانون نے ان تینون حکمونکو
توڑ دیا ہے وہ ایک بیگناہ کا خون کر دیتے ہین اور نہین ڈرتے۔ انکے احمق مولویون نے ایسے فتوے
بھی دے رکھے ہین کہ غیر قومون کی عورتون کو جنکو وہ کافر اور بیدین کہتے ہین کسی حیلہ سے بہکا لیجانا
جائز ہے یا پکڑ لینا۔ اور پھر اپنی عورت بنانا اور ایسا ہی کافرون کا مال خیانت اور چوری کی راہ
سے لینا روا ہے۔ کوئی گناہ نہین۔ اب سوچنا چاہئے کہ جس مذہب مین اسقدر خرابی پیدا ہو جائے
کہ اس مین ایسے ایسے بھی مولوی فتوے دینے والے موجود ہین وہ مذہب کسقدر خطرناک حالت مین ہے
نفس پرست لوگون نے یہ سب فتوے اپنی طرف سے بنا لئے ہین اور خدا اور رسول پر افترا کیا ہے

یہ تمام گناہ جو نادان وحشی کر رہے ہین سب ان کی گردن پر ہے۔ وہ بھیڑیے ہین مگر بھیڑون کے لباس مین ظاہر ہوتے ہین اور دھوکہ دیتے ہین - وہ زہر ہین مگر اپنے تیئن خوبصورت تریاق دکھاتے ہین وہ اسلام کے لئے اور خدا کی مخلوق کے لئے سخت بدخواہ ہین اور ان کے دل رحم اور ہمدردی سے خالی ہین مگر اپنے تیئن چھپاتے ہین - وہ مکاری سے وعظ کرتے اور اپنی نفسانی اغراض مدنظر رکھتے ہین- وہ زاہدانہ لباسون مین مسجدون مین آتے مگر فاسقانہ عادتین ان کے چھپی ہوئی ہین- یہ ایک ملک کی حالت نہین ہے اور نہ کسی خاص شہر کی نہ کسی خاص فرقہ کی بلکہ تمام اسلامی دنیا مین ایک گروہ ایسا ہے جو علمار کہلاتے اور مولویانہ جبّے پہنتے ہین- اور جہانتک ممکن ہے اپنی صورتین متدین لوگون کی طرح بناتے ہین تا ان کو بہت بزرگ اور مقدس سمجھا جائے مگر اُن کے اعمال گواہی دیتے ہین کہ وہ کیا ہین اور کیسی سیرت کے انسان ہین وہ نہین چاہتے کہ دنیا مین سچی پاکیزگی اور سچی ہمدردی پھیلے کیونکہ اسمین وہ اپنا نقصان کرتے ہین +

غرض آج کل اسلام بڑی مشکلات مین پھنس گیا ہے - اکثر روحین مرگئی ہین ان مین نیکی کی طرف ذرّہ حرکت نہین اعتدال کو ان لوگون نے یکلخت چھوڑ دیا ہے -- ان مین ایک وہ گروہ ہے جو قبرون کی پوجا کرتے ہین اور خانہ کعبہ کی طرح ان کا طواف بجالاتے ہین اور اپنے پیرون کی روحون کو ایسا قادر اور متصرف جانتے کہ گویا سب کچھ ان کو خدا کی طرف سے اختیار دیا گیا ہے - اکثر گدیان ایسے ہی پاؤگے جن کے ساتھ قبر بھی ہے جن کی وہ اپنے مریدون سے پوجا کراتے ہین اور اگر کوئی ان سے کرامت کا طالب ہوتا ہے تو صاحب قبر کی ہزارون کرامتین سنا دیتے ہین اور ثبوت ایک کا بھی نہین ان کے نزدیک اسلام کا مغز قبر پرستی ہے اور تمام دوسرے مسلمانون کو وہ گمراہ جانتے ہین - یہ تو وہ فریق ہے جس نے افراط کی راہ لی ہے ان کے مقابل پر ایک تفریط کا گروہ بھی موجود ہے اور وہ انکار کرنے مین حد سے گذر گئے ہین- یہانتک کہ ولایت تو ولایت ان کے نزدیک نبوت بھی کچھ چیز نہین - معجزات سے وہ قطعاً منکر ہین اور ان پر ہنسی اور ٹھٹھا اڑاتے ہین اور وحی کی یہ تعبیر کرتے ہین کہ وہ صاحب کتاب کے اپنے دل کے ہی خیالات ہوتے ہین اور اسکو ایسے خیالات کی تراش خراش مین ایک ملکہ ہوتا ہے اور ایسی پیشگوئی جو عقلی فراست کی حد سے دور ہو

اور خالص غیب کی خبر ہو تیر ممکن ہے۔ غرض انکے نزدیک نہ خدا کی طرف سے کوئی وحی نازل
ہوتی ہے اور نہ معجزہ کچھ چیز ہے اور نہ پیشگوئی کچھ حقیقت رکھتی ہے اور مردون کی قبر بت
صرف خاک کا ڈھیر ہے جن کے ساتھ روح کا کوئی علاقہ نہین۔ اور مردون کا جی اٹھنا کم عقلی کے
زمانہ کی کہانیان ہین۔ اور آخرت کا فکر دیوانگی ہے۔ اور تمام عقلمندی اسی مین ہے کہ دنیا کمانے
کی لیاقتین حاصل کرین۔ اور جو لوگ دن رات دنیا مین اور دنیا کی کارستانیون مین مشغول
ہین ان کی پیروی کرین اور ایسے ہی بنجائین +

یہ افراط تفریط تو مسئلہ نبوت اور معاد کے متعلق ہے۔ مگر بجز اس کے بات بات مین مسلمانون کے
امور معاشرت مین افراط تفریط پائی جاتی ہے۔ نہ کلام مین اعتدال پایا جاتا ہے۔ نہ کام مین۔ نہ
اخلاق مین نہ نکاح مین نہ طلاق مین نہ امساک مین نہ اتفاق مین۔ نہ غضب مین نہ رحم مین نہ انتقام
مین نہ عفو مین۔ غرض اس قوم مین عجیب قسم کا طوفان بے تمیزی برپا ہے جہالت کا کچھ انتہا نہین
ضلالت کا کچھ حد و پایان نہین۔ پھر جبکہ وہ قوم جو توحید اور میانہ روی کا عامہ پہن کر دنیا مین
ظاہر ہوئی تھی اس کی بے اعتدالیون کی یہانتک نوبت پہونچ گئی ہے تو دوسری قومون پر کیا افسوس
اور کیا ذکر +

عیسائی قوم کا مرکز ایسی زمین ہے جس مین زیر کی اور قویٰ دماغی کی لطافت بہت کچھ امیدین
دلاتی تھی۔ لیکن افسوس سے کہنا پڑتا ہے کہ دین اور توحید کے معاملہ مین انہون نے بھی طبعی اور
فلسفہ پڑھکر ڈبو دیا ہے۔ ایکطرف جب ہم نظر کرتے ہین کہ وہ امور دنیا کی تدبیر اور ترتیب
اور آئے دن جدید صنعتون کے نکالنے مین کس انتہائی نقطہ تک پہنچ گئے ہین اور پھر جب ہم
دوسری طرف دیکھتے ہین کہ وہ خدا شناسی کے مسئلہ مین کیسے گر گئے ہین اور کیسے ایک عاجز انسان
کو رب العالمین سمجھ بیٹھے ہین تو حیرت ہوتی ہے کہ دنیا کے کامون مین رسا اور خدا شناسی
مین یہ عقل و دہکا اور جب ہم غور کرین کہ عیسائیون اور مسلمانون مین افراط تفریط کے رو سے
ما بہ الامتیاز کیا ہے۔ تو معلوم ہوتا ہے کہ مسلمانون مین ایسے لوگ بہت ہین جو بنی نوع کے حقوق
تلف کرتے ہین اور عیسائیون مین ایسے لوگ ہین جو خدا کے حقوق کو تلف کرتے ہین کیونکہ مسلمانون کو
جہاد کے مسئلہ کی غلطی نے ایسا سخت دل کر دیا ہے کہ نوع انسان کی سچی محبت ان کے دلون مین نہین رہی

لہذا ان مین سے وحشی لوگ کیسی ادنے غرض نفسانی یا جوش شیطانی کی وجہ سے بیگناہ انسان کا خون کرنے کو تیار ہوجاتے ہین اور بے آبرو کرنے اور مال چھیننے سے بھی دریغ نہین کرتے اور بنی نوع کے حقوق کا ایک ضروری حصہ تلف کرکے انسانیت کو داغ لگا دیا ہے۔ پھر جب ہم عیسائیون کے حالات کو غور کی نظر سے دیکھین تو بکمال صفائی کھلجاتا ہے کہ انہون نے خدا کے حقوق تلف کرنے مین کوئی دقیقہ اٹھا نہین رکھا اور ایک عاجز انسان کو بے وجہ خدا بنا رکھا ہے اور جس غرض کیلئے خدا بنایا گیا تھا وہ غرض حاصل بھی نہین ہوئی۔ اگر گناہ سے پاک ہونے کے لئے یہی نسخہ تھا کہ یسوع مسیح کے خون سے ایمان لایا جائے تو کیون یہ نسخہ یورپ کے لوگون کو دنیا پرستی اور طرح طرح کے ناجائز شہوات کے گناہ سے کہ جن کا ذکر کرنا بھی جائے شرم ہے پاک نہین کرسکا۔ بلکہ بجائے اس کے فوق العادت ترقی ہوئی۔ کیا یورپ کے ملک بدکاریون مین ایشیائی ملکون سے کچھ کم ہین تو پھر اس غیر موثر نسخہ پر کیون نظر ثانی نہین کیگئی۔ دنیا کی چند روزہ صحت کے لئے ہر ایک ڈاکٹر اور بیمار اس قاعدہ کا پابند رہتا ہے کہ جب ایک نسخہ سے ہفتہ عشرہ تک کوئی فائدہ نہین ہوتا تو وہ نسخہ بدلنا پڑتا ہے اور کوئی اور احسن تجویز سوچی جاتی ہے تو پھر کیا وجہ کہ باوجود غلط ثابت ہونے کے اب تک یہ نسخہ بدلایا نہین گیا کیا باوجود انیس سو برس لاحاصل گذر جانے کے اب تک یہ خیال قابل وقعت ہے کہ خون مسیح پر ایمان لانا حقیقی نجات کو عطا کرتا ہے یا یہ امید کرسکتے ہین کہ اگرچہ موجودہ زمانہ تک کوئی امتیاز فیصلہ کرنے والے ظاہر نہین ہوئے لیکن آیندہ وہ زمانہ آنے والا ہے کہ دنیا مین سب سے زیادہ بدکاریون اور بدمستیون سے پرہیز کرنے والے عیسائی ہون گے جو شخص یورپ کے ملکون مین سے کسی ملک مین رہتا ہو وہ اگر چاہے گواہی دے سکتا ہے کہ یہ بیان درست ہے۔ بلکہ ہر ایک دانشمند جس نے کبھی یورپ کی سیر کی ہے۔ اور کچھ عرصہ پیرس وغیرہ مین رہ چکا ہے اس کو اس گواہی مین تامل نہین ہوگا کہ اب بعض حصے یورپ کے اس حالت تک پہونچ گئے ہین کہ قریب ہے کہ بہتون کی نظر مین بدکاری کچھ گناہ ہی نہین ہے ان کے نزدیک ایک بیوی سے زیادہ نکاح حرام ہے مگر بدنظری حرام نہین درحقیقت فرانس وغیرہ مین لاکھون عورتین ایسی پائی جائین گی جن کو خاوند کی ضرورت نہین پس اب یا تو کہنا پڑے گا کہ انکے لئے کوئی نئی آیت انجیل مین سے نکل آئی ہے جس سے یہ سب کارروائیان حلال ہوگئی ہین یا ضرور یہ کہنا پڑے گا کہ خون مسیح کے نسخہ نے الٹا اثر کیا ہے اور دعوے غلط نکلا۔ لیکن سچ یہی ہے کہ یہ نسخہ صحیح نہ تھا+

اور ایک شخص کے مرنے کو دوسرے شخص کے نجات پانے سے کوئی طبعی تعلق نہین - اور خدا کا زندہ ہونا
تمام برکات کا مدار ہے نہ کہ مرنا اور سورج کے طلوع کرنے سے روشنی پیدا ہوتی ہے نہ کہ ڈوبنے سے اور
جبکہ اس نسخہ سے گناہون سے پاک ہونے کا مقصود حاصل نہ ہو سکا تو وہ اصول بھی صحیح نہ رہا کہ خدا کا بیٹا
تھا جس نے اس نیت سے اپنے تئین ہلاک کیا - ہم خدا کی نسبت ایسی موت تجویز نہین کر سکتے کہ جان بھی گئی
اور کام بھی نہ ہوا اول تو یہ بات ہی خدا کے قدیم قانون قدرت کے مخالف ہے کہ خدا بھی موت اور فنا
اور ہر ایک نقصان اور ذلت کو اپنے پر قبول کر کے ایک عورت کے پیٹ سے پیدا ہو سکتا ہے کیونکہ
اس دعوے کو نہ تو کسی نظیر سے ثابت کیا گیا ہے تا یہ بات سمجھ مین آجائے کہ دو چار دفعہ پہلے بھی خدا نے ایسی
طور سے جنم لیا تھا ...... اور دل قرار پکڑ جائے - اور نہ اس دعوی کو خدائی کرشمون کی ساتھہ جو انسانی
معجزات کی حد سے باہر ہون بپایۂ ثبوت پہونچایا گیا ہے اور پھر باین ہمہ اس عقیدہ کی اصل غرض
جس کے لئے یہ عقیدہ تراشا گیا تھا بالکل مفقود ہے - دنیا مین نفسانی خواہشون کو پورا کرنے کے لئے
بڑے بڑے دو گناہ ہین - ایک شراب نوشی اور ایک بدکاری - اب کہو کیا یہ سچ نہین ہے - کہ
ان دو گناہون مین یورپ کے اکثر مردون اور عورتون نے پورا حصہ لیا ہے - بلکہ مین تو اس بات مین
مبالغہ نہین دیکھتا کہ شراب نوشی مین ایشیا کے تمام ملکون کی نسبت یوروپ بڑھا ہوا ہے اور یورپ
کے اکثر شہرون مین شراب فروشی کی اسقدر دوکانین ملین گی کہ ہمارے قصبون کی ہر قسم کی دوکانین
ملا کر بھی ان سے کمتر ہون گی اور تجربہ شہادت دے رہا ہے کہ تمام گناہون کی جڑھ شراب ہے کیونکہ
وہ چند منٹ مین ہی بدمست بنا کر خون کرنے تک دلیر کر دیتی ہے اور دوسری قسم کا فسق و فجور
اس کے ضروری لوازم ہین - مین سچ سچ کہتا ہون اور اسپر زور دیتا ہون کہ شراب اور تقوے
ہرگز جمع نہین ہو سکتے - اور جو شخص اس کے بدنتیجون سے آگاہ نہین وہ عقلمند ہی نہین اور اسمین
ایک اور بڑی مصیبت ہے کہ اس کی عادت کو ترک کرنا ہر ایک کا کام نہین +

اب اگر یہ سوال پیش ہو کہ اگر خون مسیح گناہون سے پاک نہین کر سکتا - جیسا کہ وہ واقعی
طور پر پاک نہین کر سکا تو پھر گناہون سے پاک ہونے کا کوئی علاج بھی ہے یا نہین کیونکہ گندی
زندگی در حقیقت مرنے سے بدتر ہے تو مین اس سوال کے جواب مین نہ صرف پر زور دعوے ہی بلکہ
اپنے ذاتی تجربہ سے اور اپنی حقیقت اس آزمایشون سے دیتا ہون کہ در حقیقت گناہون سے پاک

ہونے کے لئے اس وقت سے جو انسان پیدا ہوا آج تک جو آخری دن ہیں صرف ایک ہی ذریعہ گناہ اور نافرمانی سے بچنے کا ثابت ہوا ہے اور وہ یہ کہ انسان یقینی دلائل اور چمکتے ہوئے نشانوں کے ذریعہ سے اس معرفت تک پہنچ جائے کہ جو در حقیقت خدا کو دکھا دیتی ہے اور کھل جاتا ہے کہ خدا کا غضب ایک کھا جانے والی آگ ہے اور پھر تجلی حسن الٰہی ہو کر ثابت ہو جاتا ہے کہ ہر یک کامل لذت خدا میں ہے یعنی جلالی اور جمالی طور پر تمام پردے اٹھائے جاتے ہیں یہی ایک طریق ہے جس سے جذبات نفسانی رکتے ہیں اور جس سے چار ناچار ایک تبدیلی انسان کے اندر پیدا ہو جاتی ہے اس جواب کے وقت کتنے لوگ بول اٹھینگے کیا ہم خدا پر ایمان نہیں رکھتے۔ کیا ہم خدا سے نہیں ڈرتے اور اس سے محبت نہیں رکھتے اور کیا تمام دنیا بجز تھوڑی افراد کے خدا کو نہیں مانتی اور پھر وہ طرح طرح کے گناہ بھی کرتے ہیں اور انواع و اقسام کے فسق و فجور میں مبتلا دکھائی دیتے ہیں تو اس کا جواب یہ ہے کہ ایمان اور چیز ہے اور عرفان اور چیز ہے۔ اور ہماری تقریر کا یہ مدعا نہیں ہے کہ مومن گناہ سے بچتا ہے بلکہ یہ مدعا ہے کہ عارف کامل گناہ سے بچتا ہے یعنی وہ کہ جس نے خوف الٰہی کا مزہ بھی چکھا اور محبت الٰہی کا بھی۔ شاید کوئی کہے کہ شیطان کو معرفت کامل حاصل ہے پھر وہ کیوں نافرمان ہے اس کا یہی جواب ہے کہ اسکو وہ معرفت کامل ہرگز حاصل نہیں ہے جو سعیدوں کو بخشی جاتی ہے۔ انسان کی یہ فطرت میں ہے کہ کامل درجہ کے علم سے ضرور وہ متاثر ہوتا ہے اور جب ہلاکت کی راہ اپنا ہیبت ناک منہ دکھاوے تو اسکے سامنے نہیں آتا مگر ایمان کی حقیقت صرف یہ ہے کہ حسن ظن سے مان لے لیکن عرفان کی حقیقت یہ ہے کہ اس مانی ہوئی بات کو دیکھ بھی لے۔ پس عرفان اور عصیان دونوں کا ایک ہی دل میں جمع ہونا محال ہے جیسا کہ دن اور رات کا ایک ہی وقت میں جمع ہو جانا محال ہے +

تمہارا روز مرہ کا تجربہ ہے کہ ایک چیز کا مفید ہونا جب ثابت ہو جائے تو فی الفور اس کی طرف ایک رغبت پیدا ہو جاتی ہے اور جب مضر ہونا ثابت ہو جائے تو فی الفور دل اس سے ڈرنے لگتا ہے مثلاً جسکو یہ معلوم نہیں کہ یہ چیز جو میرے ہاتھ میں ہے یہ سم الفار ہے وہ اسکو ملیا شیر یا کوئی مفید دوا سمجھ کر ایک ہی وقت میں تولہ یا دو تولہ تک بھی کھا سکتا ہے لیکن جسکو اس بات کا تجربہ ہو چکا ہے کہ یہ تو زہر قاتل ہے وہ بقدر ایک ماشہ بھی اس کو استعمال نہیں کر سکتا کیونکہ وہ جانتا ہے کہ اس کے کھانیکے ساتھ ہی دنیا سے رخصت ہو جائیگا۔ اسی طرح جب انسان کو واقعی طور پر علم ہو جاتا ہے کہ بلا شبہہ خدا موجود ہے

اور در حقیقت تمام قسم کے گناہ اس کی نظر مین قابل سزا ہین - جیسے چوری - خونریزی - بدکاری ظلم خیانت - شرک - جھوٹ - جھوٹی گواہی دینا - تکبر - ریاکاری - حرامخوری - دغا - دشنام دہی - دھوکہ دینا - بدعہدی - غفلت اور بدمستی مین زندگی گذارنا - خدا کا شکر نہ کرنا - خدا سے نہ ڈرنا - اس کے بندون کی ہمدردی نہ کرنا - خدا کو پرخوف دل کے ساتھ یاد نہ کرنا - عیاشی اور دنیا کی لذات مین بکلی محو ہو جانا اور منعم حقیقی کو فراموش کر دینا - دعا اور عاجزی سے کچھ غرض اور واسطہ نہ رکھنا - فروختنی چیز مین کھوٹ ملانا - یا کم وزن کرنا - یا نرخ بازار سے کم بیچنا - مان باپ کی خدمت نہ کرنا - بیویون سے نیک معاشرت نہ رکھنا - خاوند کی پورے طور پر اطاعت نہ کرنا - نامحرم مردون یا عورتون کو نظر بد سے دیکھنا - یتیمون ضعیفون کمزورون درماندون کی کچھ پرواہ نہ کرنا - ہمسایہ کے حقوق کا کچھ بھی لحاظ نہ رکھنا اور اسکو دکھ دینا - اپنی بڑائی ثابت کرنے کے لئے دوسرے کی توہین کرنا - کسی کو دلآزار لفظون کے ساتھ ٹھٹھا کرنا - یا توہین کے طور پر کوئی بدنی نقص اس کا بیان کرنا - یا کوئی برا لقب اسکا رکھنا یا کوئی بیجا تہمت اس پر لگانا یا خدا پر افترا کرنا اور نعوذ باللہ کوئی جھوٹا دعوے نبوت یا رسالت یا منجانب اللہ ہونیکا کر دینا - یا خدا تعالے کے وجود سے منکر ہو جانا - یا ایک عادل بادشاہ سے بغاوت کرنا اور شرارت سے ملک مین فساد برپا کرنا تو یہ تمام گناہ اس علم کے بعد کہ ہر یک ارتکاب سے سزا کا ہونا ایک ضروری امر ہے خود بخود ترک ہو جاتے ہین +

شائد پھر کوئی دھوکہ کھا کر یہ سوال پیش کر دے کہ باوجود اسکے کہ جانتے بھی ہین کہ خدا موجود ہے اور یہ بھی جانتے ہین کہ گناہون کی سزا ہوگی - پھر بھی ہم سے گناہ ہوتا ہے اسلئے ہم کسی اور ذریعہ کے محتاج ہین تو ہم اسکا وہی جواب دینگے جو پہلے دے چکے ہین کہ ہرگز ممکن نہین اور کسی طرح ممکن نہین کہ تم اس بات کی پوری بصیرت حاصل کرکے کہ گناہ کرنیکے ساتھ ہی ایک بجلی کی طرح تم پر سزا کی آگ برسے گی پھر بھی تم گناہ پر دلیر ہو سکو گے یہ ایسی فلاسفی ہے جو کسی طرح ٹوٹ نہین سکتی - سوچو اور خوب سوچو کہ جہان جہان سزا پانے کا پورا یقین تمہین حاصل ہے وہان تم ہرگز اس یقین کے برخلاف کوئی حرکت نہین کر سکتے - بھلا بتلاؤ کیا تم آگ مین اپنا ہاتھ ڈال سکتے ہو - کیا تم پہاڑ کی چوٹی سے نیچے اپنے تئین گرا سکتے ہو کیا تم کنوئین مین گر سکتے ہو کیا تم چلتی ہوئی ریل کے آگے لیٹ سکتے ہو کیا تم شیر کے موہنہ مین اپنا ہاتھ دے سکتے ہو - کیا تم دیوانہ کتے کے آگے اپنا پیر کر سکتے ہو کیا تم ایسی جگہ ٹھہر سکتے ہو جہان

بڑی خوفناک صورت سے بجلی گر رہی ہے۔ کیا تم ایسے گھر سے جلد باہر نہین نکلتے جہان شہتیر ٹوٹنے لگا ہے یا زلزلہ سے زمین نیچے کو دھسنے لگی ہے۔ بھلا تم مین سے کون ہے۔ جو ایک زہریلے سانپ کو اپنے پلنگ پر دیکھے اور جلد کود کر نیچے نہ آجائے۔ بھلا ایک ایسے شخص کا نام تو لو کہ جب اسکے کوٹھہ کو جسکے اندر وہ سوتا تھا آگ لگ جائے تو وہ سب کچھہ چھوڑکر باہر کو نہ بھاگے تو اب بتلاؤ کہ ایسا تم کیون کرتے ہو اور کیون ان تمام موذی چیزون سے علیحدہ ہو جاتے ہو مگر وہ گناہ کی باتین جو ابھی مین نے لکھی ہین ان سے تم علیحدہ نہین ہوتے اس کا کیا سبب ہی پس یاد رکھو کہ وہ جواب جو ایک عقلمند پوری سوچ اور عقل کے بعد دیسکتا ہے وہ یہی ہے کہ ان دونون صورتون مین علم کا فرق ہی یعنی خدا کے گناہون مین اکثر انسانون کا علم ناقص ہے اور وہ گناہون کو بُرا تو جانتے ہین مگر شیر اور سانپ کی طرح نہین سمجھتے اور پوشیدہ طور پر ان کے دلون مین یہ خیالات ہین کہ یہ سزائین یقینی نہین ہین۔ یہانتک کہ خدا کے وجود مین بھی ان کو شک ہے کہ وہ ہے یا نہین اور اگر ہے تو پھر کیا خبر کہ روح کو بعد مرنیکے بقا ہے یا نہین اور اگر بقا بھی ہے تو پھر کیا معلوم کہ ان جرائم کی کچھہ سزا بھی ہی یا نہین بلاشبہ بہتون کے دلون کے اندر یہی خیال چھپا ہوا موجود ہے۔ جسپر انہین اطلاع نہین لیکن وہ خوف کے تمام مقامات جن سے وہ پرہیز کرتے ہین جن کی چند نظیرین مین لکھہ چکا ہون انکی نسبت سب کو یقین ہے کہ ان چیزون کے نزدیک جاکر ہم ہلاک ہو جائینگے اسلئے ان کے نزدیک نہین جاتے بلکہ ایسی مہلک چیزین اگر اتفاقاً سامنے بھی آجائین تو چیخین مار کر اُن سے دور بھاگتے ہین سو اصل حقیقت یہی ہی کہ ان چیزونکے دیکھنے کیوقت انسان کو علم الیقینی ہے کہ انکا استعمال موجب ہلاکت ہے۔ مگر مذہبی احکام مین علم یقینی نہین ہے بلکہ محض ظن ہی اور اس جگہ روئیت ہے اور اس جگہ محض کہانی ہے سو مجرد کہانیون سے گناہ ہرگز دور نہین ہو سکتے۔ مین اس لئے تمہین سچ سچ کہتا ہون کہ اگر ایک مسیح نہین ہزار مسیح بھی مصلوب ہو جائین تو وہ تمہین حقیقی نجات ہرگز نہین دیسکتے۔ کیونکہ گناہ سے یا کامل خوف چھوڑاتا ہے یا کامل محبت اور مسیح کا صلیب پر مرنا اول خود جھوٹھہ اور پھر اُس کو گناہ کا جوش بند کرنے سے کوئی بھی تعلق نہین۔ سوچ لو کہ یہ دعوٰی تاریکی مین پڑا ہوا ہے جسپر نہ تجربہ شہادت دیسکتا ہے اور نہ مسیح کی خودکشی کی حرکت کو دوسرون کے گناہ بخشے جانے سے کوئی تعلق پایا جاتا ہے حقیقی نجات کی فلاسفی یہ ہی کہ اسی دنیا مین انسان گناہ کے دوزخ سے نجات پا جائے مگر تم سوچ لو

کہ کیا تم ایسی کہانیون سے گناہ کے دوزخ سے نجات پا گئے یا کبھی کسی نے ان بیہودہ قصون سے جنمین
کچھ بھی سچائی نہین اور جنکو حقیقی نجات کے ساتھ کوئی بھی رشتہ نہین ۔ نجات پائی ہو مشرق و مغرب مین
تلاش کرو ۔ کبھی تمہین ایسے لوگ نہین ملین گے جو ان قصون سے اُس حقیقی پاکیزگی تک پہونچگئے ہون جس
سے خدا نظر آجاتا ہے اور جس سے نہ صرف گناہ سے بیزاری ہوتی ہے ۔ بلکہ بہشت کی صورت پر سچائی کی لذتین
شروع ہو جاتی ہین ۔ اور انسان کی روح پانی کیطرح بہ کر خدا کے آستانہ پر گرجاتی ہے اور آسمان
سے ایک روشنی اترتی اور تمام نفسانی ظلمت کو دور کر دیتی ہے ۔ اُسی طرح جبکہ تم روز روشن مین چارون
طرف کھڑکیان کھولدو تو یہ طبعی قانون تمہین نظر آجائیگا ۔ کہ فی الفور سورج کی روشنی تمہارے اندر آجائے
گی لیکن اگر تم اپنی کھڑکیان بند رکھوگے تو محض کسی قصہ یا کہانی سے وہ روشنی تمہارے اندر نہین آسکتی
تمہین روشنی لینے کے لئے یہ ضرور کرنا پڑے گا کہ اپنے مقام سے اُٹھو اور کھڑکیان کھولدو تب خود بخود
روشنی تمہارے اندر آجائیگی اور تمہارے گھر کو روشن کردیگی ۔ کیا کوئی صرف پانی کے خیال سے
اپنی پیاس بجھا سکتا ہے ۔ نہین بلکہ اُس کو چاہئے کہ اُفتان و خیزان پانی کے چشمہ پر پہونچے ۔ اور
اُس زلال پر اپنی لبین رکھدے تب اُس آب شیرین سے سیراب ہو جائے گا ۔

سو وہ پانی جس سے تم سیراب ہو جاؤگے اور گناہ کی سوزش اور جلن جاتی رہیگی وہ یقین ہے ۔ آسمان
کے نیچے گناہ سے پاک ہونیکیلئے بجز اس کے کوئی بھی حیلہ نہین کوئی صلیب نہین جو تمہین گناہ سے چھوڑا
سکے ۔ کوئی خون نہین جو تمہین نفسانی جذبات سے روک سکے ۔ ان باتون کو حقیقی نجات سے کوئی
رشتہ اور تعلق نہین حقیقتونکو سمجھو ۔ سچائیون پر غور کرو ۔ اور جسطرح دنیا کی چیزون کو آزماتے ہو
اس کو بھی آزماؤ ۔ تب تمہین جلد سمجھ آجائے گی کہ بغیر سچے یقین کے کوئی روشنی نہین جو تمہین نفسانی
ظلمت سے چھوڑا سکے اور بغیر کامل بصیرت کے مصفا پانی کے تمہاری اندرونی غلاظتون کو کوئی بھی دھو نہین سکتا ۔ اور بغیر رویت حق
کی زلال کے تمہاری جلن اور سوزش کبھی دور نہین ہو سکتی ۔ جھوٹا ہے وہ شخص جو اَور تدبیرین تمہین بتلاتا ہے اور جاہل ہے
وہ انسان جو اور قسم کا علاج کرنا چاہتا ہے ۔ وہ لوگ تمہین روشنی نہین دیسکتے بلکہ اور بھی ظلمت کے گڑھے مین ڈالتے
ہین اور تمہین آب شیرین نہین دیتے بلکہ وہ اور بھی جلن اور سوزش زیادہ کرتے ہین ۔ کوئی خون تمہین فائدہ نہین
پہنچا سکتا مگر وہ خون جو یقین کی غذا سے خود تمہارے اندر پیدا ہو ۔ اور کوئی صلیب تمہین چھوڑا نہین سکتی مگر راہ راستی کی صلیب
یعنی سچائی پر صبر کرنا ۔ سو تم آنکھین کھولو اور دیکھو کہ کیا یہ سچ نہین کہ تم روشنی سے ہی دیکھ سکتے ہو نہ کسی اور چیز سے اور صرف

سیدھی راہ سے منزل مقصود تک پہنچ سکتے ہو۔ نہ کسی اور راہ سے دنیا کی چیزین تم سے نزدیک ہین اور
دین کی چیزین دور۔ پس جو نزدیک ہے انہین پر غور کرو اور ان کا قانون سمجھ لو اور پھر دور کو۔۔۔
اس پر قیاس کر لو۔ کیونکہ وہی ایک ہے جس نے یہ دونون قانون بنائے ہین تم مین سے کون ہے
جو بغیر آنکھون کے دیکھ سکتا ہے یا بغیر کانون کے سن سکتا ہے یا بغیر زبان کے بول سکتا ہے۔
پھر تم کیون اسی قانون سے روحانی امور مین فائدہ نہین اٹھاتے۔ تم آنکھون کے ہوتے ہوئے
کسی ایسے مقام پر ٹھہر سکتے ہو جو اتاہ گڑھے کے قریب ہے۔ یا کانون کے ہوتے ہوئے تم ایسی آواز
سے متنبہ نہین ہو سکتے جو چورون کی آمد کی تمہین خبر دیتی ہے یا زبان کے ہوتے ہوئے جو تمہین
کڑوی اور شیرین مین فرق دکھلاتی ہے پھر بھی کڑوی اور زہریلی چیزین کھا سکتے ہو۔ جو
تمہاری زبان کو کاٹین اور تمہارے معدہ مین فساد پیدا کرین اور قے لا دین اور بدن کو سجا وین
اور انجام کار ہلاک کر دین۔ سو تم انہین اعضا سے سمجھ لو کہ تم روحانی طور پر بھی روحانی زندگی کیلئے
اس بات کے محتاج ہو کہ تمہین ایک روشنی ملے جو برے راہون کی برائی تمہین دکھائی دے اور تمہین
ایک آواز ملے جو چورون اور ڈاکوؤن کے گذرگاہ سے تمہین علیحدہ کرے اور تمہین ایک ذائقہ
ملے جس سے تم کڑوی اور شیرین اور زہر اور تریاق مین فرق کر سکو سو جن باتون کو ہلاکت سے
بچنے کے لئے تمہین طلب کرنا چاہئے وہ یہی ہین۔ یہ کسی طرح ممکن نہین کہ تم بغیر روشنی حاصل کرنیکے محض
رو کر پھر کسی کے خون سے نجات پا جاؤ۔ نجات کوئی ایسی شے نہین ہے جو اس دنیا کے بعد ملے گی۔
سچی اور حقیقی نجات اسی دنیا مین ملتی ہے وہ ایک روشنی ہے جو دلون پر اترتی ہے اور دکھا دیتی
ہے کہ کونسے ہلاکت کے گڑھے ہین۔ حق اور حکمت کی راہ پر چلو کہ اس سے خدا کو پاؤ گے اور اپنے
دلون مین گرمی پیدا کرو تا سچائی کی طرف حرکت کر سکو۔ بدنصیب ہے وہ دل جو ٹھنڈا پڑا ہے اور بدبخت
ہے وہ طبیعت جو افسردہ ہے اور مردہ ہے۔ وہ کانشنس جس مین چمک نہین۔ پس تم اس ڈول سے
کم نہ رہو جو کنوئین مین خالی گرتا اور بھر کر نکلتا ہے اور اس چھاننی کی صفت مت اختیار کرو
جس مین کچھ بھی پانی نہین ٹھہر سکتا اور ایک راہ سے آتا اور دوسری راہ سے چلا جاتا ہے۔ کوشش
کرو کہ تندرست ہو جاؤ اور وہ دنیا طلبی کے تپ کی زہریلی گرمی دور ہو جائے جسکی وجہ سے نہ آنکھون مین
روشنی ہے نہ کان اچھی طرح سن سکتے ہین نہ زبان کا مزہ درست ہے۔ اور نہ ہاتھون مین

زور اور نہ پیرون مین طاقت ہے۔ ایک تعلق کو قطع کرو تا دوسرا تعلق پیدا ہو۔ ایک طرف سے دل کو روکو تا دوسری طرف دل کو راہ ملجائے۔ زمین کا خس کیڑا پھینک دو تا آسمان کا چمکیلا ہیرا تمہین عطا ہو۔ اور اپنے مبدا کیطرف رجوع کرو وہی مبدا جسکے آدم اس خدائی روح سے زندہ کیا گیا تھا تا تمہین تمام چیزون پر بادشاہت ملے جیساکہ تمہارے باپ کو ملی۔

دن گذر گیا اب عصر کا وقت ہے چار بجنے کے قریب رات ہوا چاہتی ہے۔ سورج غروب ہونے کو ہے۔ اب اگر دیکھنا ہے دیکھ لو۔ پھر کیا دیکھو گے۔ قبل اسکے کہ کوچ کرو۔ اپنے کھانے کے لئے عمدہ چیزین آگے بھیجو نہ پتھر اور اینٹ۔ اور پہننے کے لئے لباس روانہ کرو نہ کانٹے۔ اور خس و خاشاک۔ وہ خدا جو بچے کے پیدا ہونے سے پہلے پستان مین دودھ ڈالتا ہے۔ اس نے تمہارے لئے تمہارے ہی زمانہ مین تمہارے ہی ملکون مین..... ایک بھیجا ہے۔ تا مان کی طرح اپنی چھاتیون سے تمہین دودھ پلاوے وہی تمہین یقین کا دودھ پلائیگا جو سورج سے زیادہ سفید اور تمام شرابون سے زیادہ سرور بخشتا ہے پس اگر تم جیتے پیدا ہوئے ہو مردہ نہین ہو تو آؤ اس پستان کی طرف دوڑو۔ کہ تم اس سے تازہ دودھ پیوگے۔ اور وہ دودھ اپنے برتنون سے پھینک دو کہ جو تازہ نہین اور گندی ہواؤن نے اس کو متعفن کر دیا ہے اور اس مین کیڑے چل رہے ہین جن کو تم دیکھ نہین سکتے۔ وہ تمہین روشن نہین کر سکتا بلکہ اندر داخل ہوتے ہی طبیعت کو بگاڑ دے گا۔ کیونکہ اب وہ دودھ نہین ہے۔ بلکہ ایک زہر ہے ہر ایک سفیدی کو بنظر تعریف نہ دیکھو۔ کیونکہ بعض سپید سے بعض سیاہ ہی اچھی ہین۔ جیساکہ بال سیاہ جوانی کی طاقت پر دلالت کرتا ہے اور بال سفید ضعف اور کمزوری اور پیرانہ سالی پر اسی طرح ریاکاری کی سپیدی اور نیکی کی نمایش کسی کام کی نہین ہے اس سے گنہ گار سادہ وضع اچھا ہے۔ کہ جو فریب سے اپنے گناہ کو نہین چھپاتا۔ سو مین سچ سچ کہتا ہون کہ وہ خدا کی مغفرت سے زیادہ قریب ہے ان چیزون پر بھروسہ مت کرو جو یقینی نہین جن کے ساتھ کوئی حقیقی روشنی نہین جن کے نیچے کوئی پاک فلسفہ نہین کہ وہ سب ہلاکت کی راہین ہین تم اپنے دلون کی خواہشون کا اندازہ کرو کہ وہ کیا چیز چاہتے ہین اور کس طور سے وہ سمجھ سکتے ہین کہ اس طرح ہم بدی سے الگ ہو سکتے ہین۔

کس علاج پر ان کا کانشنس بولتا ہے کہ یہ ہمارے لئے کافی ہوگا۔ کیا کوئی دل اس بات کو قبول

کرتا ہے کہ مسیح کا خون اُسکو گناہ کرنے سے خوف دلاتے۔ بلکہ تجربہ بتلا رہا ہے کہ اور بھی دلیر کرتا ہے۔ کیونکہ
مسیح کے خون پر بھروسہ کرنیوالا جانتا ہے کہ اُس کے گناہ کا فدیہ ادا ہو چکا ہے لیکن گناہ کے زہر کا
علم جسکو دیا جائیگا وہ کسیطرح گناہ نہین کر سکتا۔ کیونکہ وہ اُسمین اپنی ہلاکت دیکھتا ہے۔ سو خدا کی طرف
سے ایک بھیجا گیا ہے جو ایسے علم تک تمھین پہنچانا چاہتا ہے جس سے تمہارے دل خدا کو دیکھ لین اور بدی
کے زہر کو دیکھ لین تب خود بخود تم گناہ سے بھاگو گے جیسا کہ ایک انسان شیر سے بھاگتا ہے پس اس رسالہ
کا ضروری فرض یہی ہوگا کہ اسکی تعلیم اور اسکے نشانون کو دنیا مین پھیلاوے۔ تا جو لوگ صلیب اور مسیح کے
خون مین نجات ڈھونڈتے ہین وہ حقیقی نجات کے چشمہ کو دیکھ لین۔ حقیقی نجات اُن پانیون مین نہین ہے
جنمین ایک حصہ پانی اور بیس حصہ کیچڑ اور غلاظت۔ دلون کو دھونیوالا پانی آسمان سے اپنے وقت پر اترتا ہے
جو نہر اُس سے لبالب چلتی ہے وہ کیچڑ اور میلے پانی سے بہت دور ہوتی ہے اور لوگ صاف اور عمدہ پانی
اس کا استعمال کرتے ہین لیکن وہ نہر جو خشک ہے اور کچھ تھوڑا پانی اُس مین کھڑا ہے اور وہ بھی متعفن ہے
مین وہ لطافت اور صفائی نہین رہ سکتی اور بہت سا کیچڑ اُس سے ملجاتا ہے۔ اور کئی حیوان اُسمین بول و براز کرتے
ہین اسیطرح جس دلکو خدا کا علم دیا گیا ہے اور یقین بخشا گیا ہے وہ اُس لبالب نہر کی مانند ہے جو تمام کھیتون کو سیراب کرتی
جاتی ہے اور اُس کا صاف اور ٹھنڈا پانی دلونکو تسکین بخشتا اور کلیجون کی جلن کو دور کرتا ہے اور وہ نہ صرف
آپ پاک ہی بلکہ پاک بھی کرتا ہے کیونکہ وہ حکمت اور دانش بخشتا ہے کہ جو دلون کا زنگ دور کرتی ہے گناہ سے نفرت
دلاتی ہے مگر وہ جو تھوڑے پانی کی مانند ہے جسمین کیچڑ ملا ہوا ہے وہ مخلوق کو کچھ فائدہ نہین پہنچا سکتا۔ اور نہ
اپنے تئین صاف کر سکتا ہے سو اب وقت ہے اٹھو اور یقین کا پانی تلاش کرو کہ وہ تمہین ملیگا اور کثرت یقین سے
ایک دریا کی طرح بہہ نکلو۔ ہر ایک شک و شبہ کی نجاست سے پاک ہو کر گناہ سے دور ہو جاؤ یہی
پانی ہے جو گناہ کے نقوش کو دھو دیگا اور تمہارے لوح سینہ کو صاف کر کے ربانی نقوش
کے لیے مستعد کر دیگا تم نفسانی حروف کو اس لوح خاطر سے کسیطرح مٹا نہین سکتے جب تک کہ یقین کے
صاف پانی سے اُسکو دھو نہ ڈالو۔ قصد کرو تا تمہین توفیق دیجائے اور ڈھونڈو تا تمہارے لئے میسر کیا
جائے اور دلون کو نرم کرو تا ان باتون کو سمجھ سکو۔ کیونکہ ممکن نہین کہ سخت دل حقیقتون کو سمجھ سکے۔
کیا تم خیال کرتے ہو کہ تم بغیر اس راہ کے کہ خدا کی عظمت تمہارے دلمین قائم ہو اور اُس زندہ خدا کا جلال تم پر کھلے اور اُسکا اقتدار تم پر ظاہر ہو اور
دل یقین کی روشنی سے بھر جائے کسی اور طریق سے تم گناہ سے سچی نفرت کر سکو ہرگز نہین ایک ہی راہ ہے اور ایک ہی خدا اور ایک ہی قانون

الطاعون

خدا کی حمد اور اُس کے برگزیدہ بندون پر سلام۔ بھائیو اے دانشمندو۔ خدا تم پر دونون جہانون
مین رحم کرے۔ جان لو کہ طاعون نے تمہارے شہرون مین ڈیرے ڈال دیئے ہین۔ اور تمہارے
جگرون کو پارہ پارہ کر دیا۔ اور تمہارے بہت سے دوستون۔ باپون۔ بیٹون۔ بیٹیون۔ اور جورُون
اور ہمسائیون کو اُچک کر لیگئی ہے۔ اور تمہارے لئے اُس مین خداوند کریم حکیم کیطرف
سے بڑا ابتلا اور امتحان ہے۔ اور جو بلا نازل ہوتی ہے۔ اُس کے چار ہی سبب ہوتے ہین
اور ابتدائے فطرت سے خدا تعالےٰ کی سنت اسی طرح جاری ہے پہلا یہ ہے کہ جب
لوگ خدا کی خوشنودی کی راہون سے نکل جاتے اور عفت وعبادت کو چھوڑ کر اُس کے حقوق
تلف کر دیتے ہین اور خودی اور گھمنڈ مین زندگی بسر کرتے اور آخرت کی دھیان نہین کرتے
اور فسق و فجور کی پرواہ نہین کرتے۔ اور خدا کی حدون کی پاسداری نہین کرتے
اور اس کے حکمون کو پامال کرتے۔ اور اُس کے سامنے بدی کرتے اور کھلے جرمون پر اصرار کر کے
اُسے غصہ دلاتے ہین + دوسرا جب لوگ اُن اولوالامرون کی بے فرمانی کرتے ہین۔ جو مصلحت
الٰہی سے اُنھین دیئے جاتے ہین۔ اور رعیت کے انبار غلہ کے لئے بجائے مُہر کے ہوتے ہین اور
رعایا مفسد اور باغی بن جاتی اور اطاعت کی رسّی اُتار ڈالتی ہے اور معروف باتون اور جائز
امرون مین اُن کی مدد نہین کرتی۔ اور ان کی نسبت بدگمانی کرتی۔ اور لڑائی اور مقابلہ
کر کے اُن کے معاملات کو درہم برہم کرتی ہے۔ اور وفادارون اور سعادتمندون کیطرح اُن سے
بادب پیش نہین آتی۔ اور اُن کے حکمون کو نہین مانتی۔ اور خدا کے جوڑے ہوئے کو کاٹنا
چاہتے اور دفع کرتے ہین۔ اس شئے کو جسے خدا بڑی بھاری حکمت سے لایا ہے + تیسرا جب
لوگ اُس امام کے قبول کرنے مین بخل کرین۔ جو صدی کے سر پر مبعوث ہو۔ اور روشن دلیلون
کے ساتھہ اُسے بھیجا گیا ہو۔ اور جان بوجھکر بخل اور کمینہ پن سے اس کے نشانون
کا انکار کرین۔ اور اُس کی ایذادہی اور تحقیر اور تکفیر کرین۔ اور تیغ وسنان سے اُسے
مار ڈالنا چاہین۔ اور ظلم اور فریب سے حکام تک مقدمے لے جائین۔ اور اصل بات کو

پوشیدہ کردین۔چوتھا جبکہ لوگ کیڑون۔مکوڑون کی طرح ایک دوسرے کو کھانے لگ.....
جائین۔اور ذرا بھی رحم ان مین نہ رہے۔اور مخلوق پر ترس کھانا اور چھوٹے بڑے
کے حق کی رعایت ترک کردین۔یاد رکھو۔نابود کرنے والی طاعونون کے یہی چار سبب
ہوا کرتے ہین۔ہم خدا سے دعا کرتے ہین کہ وہ ہمین اور ہمارے دوستون کو فضل و کرم
سے اس سے محفوظ رکھے اور میرے نزدیک یہی بڑے سبب ہین۔مگر دانشمند ان
اسباب کو سمجھتے ہین۔سو خدا سے ڈرو اور سلامتی چاہتے ہو تو ان سببون کے نزدیک نہ جاؤ۔
اور مین نے اس سے پہلے بھی کہا۔مگر تم نے کان نہ دھرے اور مین نے راہ بتائی۔پر تم نے
ہدایت نہ پائی۔اور مین نے دکھایا پر تم نے نہ دیکھا۔آج میرے دل مین آیا ہے کہ پھر ایک
دفعہ تمہین وصیت کرون اور اپنی بریت کے لئے حجت پیدا کرلون۔سنو اور منہ نہ پھیرو
اور خدا سے ڈرو اور اس کے حکمون کو نہ توڑو اور خدا کے لئے کھڑے ہو جاؤ اور سست نہ بیٹھو
اور کہا مانو اور سرکشی نہ کرو اور خدا کو یاد کرو۔اور غفلت چھوڑ دو اور سب مل کر خدا کی رسی کو
پکڑ لو اور فرقہ فرقہ نہ بنو اور اپنے نفسون کو پاک صاف کرو اور میلے کچیلے نہ رہو اور اپنے باطنون کو
پاک کرو اور آلودگی سے بچو۔اور اپنے رب کی عبادت کرو اور شرک نہ کرو۔اور صدقے دو۔
بخیل نہ بنو۔اور آسمان پر چڑھنے کی کوشش کرو۔اور زمین کی طرف نہ جھکو۔اور ضعیفون پر
رحم کرو۔تاکہ تم پر بھی رحم کیا جائے۔اور خدا اور اپنے بادشاہون کی اطاعت کرو۔
اور فساد نہ کرو۔اور حکام کے حکمون اور فیصلون اور پروانون وغیرہ مین ان کی مخالفت نہ
کرو اور ان کی رضا کے خلاف ایک قدم بھی آگے پیچھے نہ کرو۔اور جب ان کی طرف سے
کوئی حکم آوے۔تو فوراً حاضر ہو جاؤ۔اور ان کے بلانے پر سست اور ہار کھائے ہوئے
نہ بنو۔اور ان کے قانون کی خلاف ورزی نہ کرو۔اور ان کی توہین نہ کرو اور جب کوئی خدمت
تمہین سپرد کی جائے تو بہت جلد حکم مانو۔اور اسکے پورا کرنے کی سعی کرو۔خواہ پہاڑون کی
چوٹیون پر چڑھنا پڑے۔اور جاہلون کی طرح عذر نہ تراشو۔اور کمینہ لوگون کی طرح انکار نہ کرو اور
خوب سمجھ لو کہ سلامتی حکمون کے قبول کرنے مین اور ملامت نافرمانی اور جھگڑے مین ہے اور ہم خدا کا شکر
کرتے ہین کہ اس نے ہمین سلطنت برطانیہ کا عہد بخشا اور اسکے ذریعہ سے بڑی بڑی مہربانیان اور فضل
ہم پر کئے۔ہم نے اس سلطنت کے آنے سے انواع اقسام کی نعمتین پائین۔ہماری قوم نے علم
اور تہذیب سیکھی۔اور بہائم کی زندگی سے نکلنا انہین نصیب ہوا۔اور حیوانی جذبون سے نکلکر

انسانی کمالات پر پہونچنا میسر آیا۔ سو ہمین اس گورنمنٹ کی طفیل امید اور فکر سے بڑھکر امن و امان ملا
اب ہم زمین پر گائیون کی طرح نہین۔ بلکہ باروار اونٹنیون کی مانند بڑے وقار اور سہولت سے سفر
کرتے ہین اور ہمین ڈاکوؤن اور بدذات دشمنون کا کچھ بھی ڈر نہین ہوتا اور ہم رات کے پہلے حصہ مین
اکیلے بلا خوف وخطر سفر کرتے ہین۔ اور ریل گاڑی کے چلنے سے اونٹون۔ قافلون اور گھوڑون کی
کوئی ضرورت نہین رہی۔ اب مناسب ہے کہ اپنی نیتون کو درست کرو اور اس سلطنت کی نسبت نیک
گمان رکھو۔ اور صاف دلی اور پاک نیت سے اسکے حضور حاضر ہو اور زمین مین باغیون کی طرح
فساد مچاتے اور شریرون کی طرح بھاگے بھاگے نہ پھرو اور خوب سمجھ لو کہ اس سلطنت نے تمہین ایذا
دینے سے ظالمون کے ہاتھ بند کر دیئے۔ اور تم سوتے تھے اور اس نے تمہین جگایا۔ اور تمہارے سفر اور
حضر مین تمہاری پوری پوری نگہبانی کی اور جب تم کہین کاروزگار کرنے اور معاش کی تلاش مین جاتے
ہو اور پھر وطن کو واپس آتے ہو۔ دونون صورتون مین گورنمنٹ کیطرف سے تمہیر محافظ مقرر ہین اور اسنے تمہاری جان
اور مال کی خوب نگہداشت کی۔ اور صحت مین اور بیماری مین تمہاری خبرگیری کی اور تمہین امن بخشا۔ جسکے
سبب سے تم دولت اور مال مین ترقی کر گئے اور یہ سلطنت ہر میدان مین تمہاری مدد کو کھڑی ہوئی ہے اور اسنے تمہارے
دوستون اور مکانونکی نسبت خوب سلوک کیا اور ثابت کر دیا کہ وہ تمہاری پناہ اور جائے امن ہے۔ اب تم پر اسکے احسان
کے حقوق ثابت ہین اور اسنے تمہین ڈاکوؤن اور چورون سے بچایا اور تمہاری مال وعیال کی نسبت نگہبانی کا حق ادا کر دیا
اور اسکی مہربانی تمہاری عمرونکی درازی کا سبب ہوئی اور اس سے تمہین ایسی عافیت ملی جو تباہ اور برباد کرنیوالی نہ ہو اور
تمہین بڑے درجے کی رفاہیت حاصل ہوئی اور اسنے تمہین دکھ دینے والی خوفناک جگہون سے بچایا اور اپنے فضل وکرم کی حمایت اور پناہ
مین لیا۔ اب یہ حال ہے کہ دشمنون کے ناخن بیداد کی تم تک رسائی نہین ہو سکتی۔ سو مناسب ہے کہ اس گورنمنٹ کی
شکر کے ادا کرنے اور مدح کے تذکرہ مین گونگے اور بیہوش نہ بن جاؤ۔ اسلئے کہ احسان کا بدلہ احسان ہے اور شکر سے
غفلت کرنا کفران ہے اور مین قسم کھا کر کہتا ہون کہ یہ سلطنت تمہارے لئے بڑا امن بخش تعویذ ہے۔ اور اسکے
ہوتے کسی خود پوش مددگار کی ہمین ضرورت نہین اور حقیقت مین ساری حمدین اللہ کیلئے ہین جسنے ہمین
ایسا قیصر عطا فرمایا جو ہماری حال کی خبرگیری اور پرداخت مین کوئی قصور اور کوتاہی نہین کرتا اور کوشش
کرتا ہے کہ ہمین پستی سے باہر لائے۔ اس نے ہمارا دین ہمین پھر دیا۔ بعد اسکے کہ مذہب اپنے مکانون سے اکھڑ چکا
تھا اور اسی نے قیصر ہند اور قیصر کو اسکا امن بنایا۔ سو یہ رحمٰن کی رحمت اور منّان کی منت ہے اور
اگر بندہ نزول نعمت کے وقت خدا کا شکر نہ کرے تو بلا اس پر نازل ہوتی ہے۔ سو اسمین شک نہین
کہ انہین گناہون کے سبب سے طاعون نے تمہارے شہرون مین ڈیرے جما دیئے ہین۔ اب بہت جلد طاعت

کیطرف قدم اٹھاؤ اور اپنی تئین گناہونسے بچاؤ۔ اور اگر تم میری بات پر عمل کروگے تو مجھے امید ہے کہ
یہ درد دکھ تم سے دور ہوجائینگے اور آرام چین ترقی کریگا اب جواب دو کہ تمہاری کیا رائی ہی؟ مانتے ہو یا انکار کرتے
ہو۔ اور طاعون کا کوئی علاج بجز پرہیزگاری اور گڑگڑانے اور دعا کی نہین اور تم دیکھ رہے ہو کہ وہ تمہین
ہلاک کرنیکو تمہارے انگنون مین اُتری ہی اور تمہارے فنا کرنیکو تمہارے صحنون مین داخل ہو گئی ہی اور
کسقدر تمہارے باپ اور بیٹے اسکا شکار ہو گئے ہین سو اب دانائی اور زیرکی سی اپنے انجام مین غور کرو
اور کتنے تم مین سی اسکے تھیلے مین ڈالدئے گئے اور قضا و قدر نے اسکے کباب کے لئے انہین بریان کیا۔
تمہین کچھ علم بھی ہی کہ اسکی ساری کارروائی کی جڑھ کیا ہی۔ سو یاد رکھو کہ یہ سب نتیجہ تمہارے فسق و فجور کا
ہے۔ اب بیٹھکر رو دو کہ یہ خوشی کا وقت نہین اور اپنے اندرونی معاملات کو خدا کے سامنے پاک کرو اور اس ابر کو
جو تمہارے چاند پر آگیا ہے دور کرو اسلئے کہ خدا اس بھیڑئے اور خوفناک جنگل کو تم سے دور کرے اور تمہین
عزت اور بزرگی عطا کرے اور اپنے گھرون کی ساری طرفون کو خوب پاک و صاف کرو اور لاف و گزاف
چھوڑ دو اور جو گذر چکا ہے اسکی تلافی کرو۔ اور اگر تم باز نہ آئے تو جان لو کہ میری بات کسی افسانہ گو کی بات نہین
دیکھو بلا جراسیل کیطرح تمہارے ملک مین داخل ہو چکی ہی۔ سو جو شخص میری بات کو قبول کریگا بوڑھا ہو یا
جوان ہو اور اسے ہزل نہین بلکہ سنجیدہ بات سمجھیگا اور سب جھگڑے چھوڑ دیگا۔ وہ کامیاب ہوگا۔ سو اب
تم حکم قاضی کیطرف آجاؤ اور اپنی گذشتہ کرتوتون پر پشیمان ہو جاؤ اور میری بات کو اپنے حق مین بڑا
احسان یقین کرلو۔ اسی مین میری خوشی اور تمہاری خوشی ہی اور جو شخص میری بات کو قبول کریگا
مجھے امید ہی کہ خدا اسکے دل کی شکست کو درست کردیگا اور اسکے رنج و غم دور اور اسکے احوال کو ٹھیک کریگا۔
ای لوگو مجھے معلوم ہو رہا ہی اور میری فراست کہہ رہی ہی کہ یہ بلا گناہون کی کثرت کیوجہ سے آئی ہے۔
جسطرح پہلے زمانون مین آیا کرتی تھی۔ اب تم خدا تعالی کی خوشنودی حاصل کرنے کی فکر کرو اور ہر قسم کی
بدکاری اور فساد سی بچ جاؤ۔ تم ضرور کیڑون مکوڑون کی موت مرنے سے نجات پاجاؤگے مجھے ڈر ہے کہ
یہ مرض کہین ہر شہر مین داخل نہ ہو جائے اور بیشہ مین راہ نہ پاجائے پھر وہان کے درندون اور ہرنون سب کو
کھاجائے اور چراگاہون اور پانیون کو بالکل کھاجائے اور پی جائے سو نیکو کاریون مین لگ جاؤ اور صدقات
خیرات نکالو اور محتاجون کو دو قسم بخدا مجھے امید ہی کہ خدا تعالی ان لوگونکو طاعون سی بچالیگا۔ جو میرا کہا
مانینگے۔ سو تم عیش پسندون کی پوشاک بدن سے اتار پھینکو۔ اور سونیوالونکی غفلت سے الگ ہو جاؤ اور رات کے وقت مین
سی ملکر نمازین پڑھو اور صبر و صلوۃ اور صدقات خیرات سے مدد لو اسکا نتیجہ یہ ہوگا کہ خدا تمہین ہر طرح کے دکھ درد سے محفوظ
رکھیگا اور تم گمراہی کو چھوڑکر خدا کا رحم دیکھلوگے اور مین نے تمہین اسیطرح کہدیا جسطرح ملہم کہا کرتے ہین سو تم جان لوگے

آؤ لوگو کہ یہین نور خدا پاؤ گے + لو تمہین طور تسلی کا بتایا ہم نے

ریویو آف ریلیجنز

یعنے

دُنیا کے مذاہب پر نظر

جلد اول — فروری سنہ ۱۹۰۲ء — نمبر ۲

فہرست مضامین

انجمن اشاعۃ الاسلام قادیان نے انوار احمدیہ پریس قادیان دار الامان مین باہتمام شیخ یعقوب علی تراب احمدی مالک مطبع چھپوا کر ۲۰ اپریل کو شائع کیا

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم

مذہبی مباحثات اور ہم

سول ملٹری گزٹ [illegible]

سول ملٹری گزٹ لاہور نے ہمارے شائع کردہ رسالہ کی نسبت ایک فقرہ بہت ناگوار لکھا ہے جس کا خلاصہ یہ ہے کہ اس رسالہ (میگزین) کی تحریرین ایک رنگ مین جہاد کی صورت رکھتی ہین سول اس سے شائد یہ ظاہر کرنا چاہتا ہے کہ اس مین تیزی اور سخت الفاظ سے کام لیا گیا ہے لیکن جن صاحبون نے اس رسالہ کو اول سے آخر تک دیکھا ہے وہ اس بات کی شہادت دے سکتے ہین کہ یہ الزام صحیح نہین ہے۔ کیونکہ جس غرض اور مقصود کی نیت پر ہم نے اس رسالہ کو نکالا ہے اس کا اہم جز تو یہی ہے کہ زمانہ حال مین جو مباحثات مذہبی رنگ مین ہوتے ہین۔ اور جن کے مفاسد روز بروز زیادہ اور فوائد کم ہین۔ ان کو علمی رنگ مین لایا جاوے اور سختی اور درشتی کے طریقون کو مہذبانہ پیرایہ مین دلائل اور براہین کے ساتھ بدل دیا جاوے۔ پھر اگر ہم خود ہی اس طریق کو چھوڑ دین تو گویا ہم اپنے اصلی غرض سے خود ہی دور چلے جانا چاہتے ہین ہان یہ سچ ہے کہ جو شخص ایک ریفارمر اور مصلح کی حیثیت سے کھڑا ہوتا ہے اس کا مخالف الرائے لوگون کی زبانون سے بچنا بہت مشکل ہے اور یہ ایک ایسا دشوار گذار راہ ہے کہ انبیاء علیہم السلام بھی اس سے بڑی دشواری اور خراش پہنچنے کے بغیر گذر نہین سکے۔

حضرت مسیح کی تعلیم [illegible]

حضرت مسیح کی تعلیم جو انجیل مین موجود ہے۔ اس کی نرمی پر پادری صاحبون کو کسقدر ناز ہے یہانتک کہ کلکتہ کے ایک بشپ صاحب یہ رائے پیش کرتے ہین کہ اخلاق کے سکھلانے کے

لئے سرکاری کالجون اور سکولون مین لازمی طور پر انجیل کو داخل کر دیا جاوے تو لوگ بے شک اخلاق سیکھین لیکن یہودیون کو قدیم سے اس رائے کے ساتھ اختلاف ہے وہ کہتے ہین - اخلاق اس بات کا نام نہین کہ لوگون کو نرم نرم باتین سکھائی جایئن اور آپ ان پر عمل نہ کیا جاوے اور ان کا یہ اعتراض ہے کہ گو یہ سچ ہے کہ مسیح نے کسی مصلحت سے اپنے حواریون کو یہ تعلیم دی ہے کہ اپنے دشمنون سے پیار کرو۔ مگر خود اس نے اپنے دشمنون سے پیار نہین کیا۔ بلکہ ہر ایک مکالمہ اور مخاطبہ کے وقت اس نے (مسیح نے) سخت الفاظ سے کام لیا ہے اور بنی اسرائیل کے معزز اور پیشرو لوگون کی اس نے بہت توہین کی ہے یہانتک کہ ان کے معزز فقیہون اور فریسیون کا نام حرامکار اور بدکار بھی رکھا ہے۔ اور اگرچہ اس نے لوگون کو یہ سمجھایا کہ کسی کو احمق مت کہو مگر اس نے خود یہودیون کے بزرگون کو سؤر اور سانپون کے بچے بھی کہدیا۔ اب صاف ظاہر ہے کہ نکتہ چینی کے لئے یہودیون کو بھی ایک بات ہاتھ لگ گئی۔ گو ہم جانتے ہین کہ مسیح کے سخت الفاظ بھی بیہودہ نہین ہین۔ بلکہ اپنے محل پر چسپان ہون گے اور محض گالیون کے رنگ مین ہرگز نہین ہون گے۔ مگر دشمن جس کی نیت صاف نہین ہے ہم اس کو کیونکر سمجھا سکتے ہین؟ کہ وہ محل اور موقعہ کے الفاظ ہین نہ گالیان۔ اور اس جگہ تعجب تو یہ ہے کہ یہود کے لئے بظاہر مشکلات پیش آگئی تھین کہ وہ نبی جو اس قدر نرم تعلیم پیش کرتا ہے کہ ایک گال پر طمانچہ مارنے پر گو تمام دانت اس کے صدمہ سے ٹوٹ جاوین صبر اور بردباری کی تعلیم دیتا ہے بلکہ طمانچہ کھاکر دوسری گال آگے کرنے کے لئے ہدایت کرتا ہے وہی بظاہر اپنی تعلیم کا پابند دکھائی نہین دیتا اور سخت الفاظ استعمال کرتا ہے اور اس کے مقابل پر یہود ایسے الفاظ استعمال نہین کرتے بلکہ اوستاد اوستاد کہتے ہین +

(حاشیہ: اعتراض یہودیان بر اخلاق مسیح)

درحقیقت یہ ایک ایسا مشکل مقام ہے جس سے ایک کم عقل انسان کو حضرت مسیح کے قول اور فعل مین شبہ پیدا ہو سکتا ہے۔ لیکن ہمارے اس رسالہ مین تو ایسا کوئی لفظ نہ تھا جو کسی منصف مزاج کے دل پر گران گذر سکتا۔ یہ تو ہم

قبول کرتے ہین کہ اختلاف رائے کی حالت مین ہم مشنریون کے مسلمات کو اپنے مسلمات قرار نہین دے سکتے اور نہ یہ لکھ سکتے ہین کہ وہ صحیح ہین اور نہ ان کے مقابل پر اپنی رائے کو مخفی رکھ سکتے ہین۔ مگر ہم کسی طرح قبول نہین کرسکتے کہ ایک مخالف الرائے انسان جس قدر تہذیب اختیار کرسکتا ہے اس تہذیب کو ہم نے چھوڑ دیا ہے! نہین بلکہ جابجا اس کا لحاظ رکھا گیا ہے۔ جیسا کہ تہذیب کے رو سے شرط ہے۔ بھلا اگر یہ سچ ہے تو سول پر یہ واجب ہے کہ ہمارے وہ درشت الفاظ جو ہم نے اپنے شائع کردہ پرچہ مین لکھے ہین اور جن کو سول نے اس قدر سخت قرار دیا ہے کہ جہاد کے قائم مقام سمجھ لیا ہے وہ براہ مہربانی اپنے پرچہ مین شائع کرے۔ تا منصفین دیکھ لین کہ کیا درحقیقت وہ ایسے الفاظ ہین جن کو نہایت سخت اور جہاد کے ہم رنگ کہہ سکتے ہین؟ اگر ہم نے ایسا کیا ہے تو بیشک ہم سول اور گورنمنٹ دونون کے گنہگار ہین ورنہ ہمارا حق ہے کہ سول خود اپنے قلم سے اس بدنامی کو ہم سے دور کرے۔ چونکہ یہ ظاہر ہے کہ سول جیسے معزز اخبار کا ایک کلمہ بھی حکام کی نظر مین خطا کی طرف منسوب ہوسکتا ہے تو پھر یہ فقرہ سول کا جو ہماری تحریر کو جہاد کا ہم رنگ قرار دیا ہے۔ جو سراسر دور از حق اور خلاف واقعہ ہے کسقدر حکام کو دھوکہ مین ڈال سکتا ہے۔

گورنمنٹ اور مذہبی آزادی

ہر ایک کو معلوم ہے کہ وہ مباحث جو مذہبی اختلاف کے متعلق پیش آتے ہین گو ان کو کیسی ہی نرمی سے بیان کیا جائے مگر پھر بھی فریق مخالف جس کی مرضی کے موافق وہ باتین نہین ہین ان پر خوش نہین ہوسکتا بلکہ وہ ہرگز خوش نہین ہوسکتا جب تک کہ تمام باتین اس کی قبول نہ کیجاوین مگر جبکہ ہماری گورنمنٹ محسنہ نے جسکے زیر سایۂ ہم زندگی بسر کرتے ہین مذہبی آزادی کو بحال رکھا اور ہر ایک کو اختیار دیا ہے کہ اپنی رائے ظاہر کرے تو اس صورت مین ہماری عالی حوصلہ گورنمنٹ نے اپنی رضامندی اس بات پر ظاہر کردی ہے کہ جیسا کہ مشنری صاحبان دوسرے مذاہب کی نسبت کھلے طور پر مخالفانہ رائے ظاہر کرتے ہین ایسا ہی دوسرے مذہب کے لوگ بھی کرسکتے ہین۔

لارڈ کرزن اور مسیح موعود اور مذہبی مناظرات بجائے علمی رنگ

سول نے یہ بھی لکھا ہے کہ یہ تحریر پیغمبر قادیان کا کام ہے- ہم تسلیم کرتے ہین- کہ بے شک یہ سچ ہے کہ حضرت مسیح موعود (علیہ الصلوۃ والسلام) کے منشا کے موافق بلکہ انہین کی تائید مین یہ رسالہ نکلا ہے- مگر سول کو شائد معلوم نہین کہ حضرت اقدس مسیح موعود (علیہ الصلوۃ والسلام) **مذہبی جنگ وجدل** سے سخت متنفر ہین اور وہ چاہتے ہین کہ جو کچھ لکھا جاوے وہ علمی رنگ کی تحقیقات ہو- جیسا کہ طبعی اور ہیئت کی تحقیقاتین ہوتی ہین- وہ مذہبی افسانہ نویسی نہ ہو اور اسی غرض سے یہ رسالہ جاری کیا گیا ہے÷

حضرت مسیح موعود کو باہمی مذہبی جھگڑون سے اس قدر نفرت ہے کہ چند سال ہوئے آپ نے بحضور جناب نواب لارڈ کرزن صاحب بہادر اسی غرض سے ایک میموریل بھیجا تھا جس مین درخواست کیگئی تھی کہ کم سے کم دس سال تک اس ملک مین مذہبی مباحثات بند کر دئے جائین اور ہر ایک شخص اپنے مذہب کی خوبیان بیان کرے اور دوسرے مذہب پر حملہ نہ کرے- اس درخواست پر تقریباً پندرہ ہزار آدمی کے دستخط بھی تھے مگر افسوس کہ وہ درخواست منظور نہین ہوئی- اور اس میموریل کا لارڈ کرزن صاحب کی طرف سے بھی کوئی جواب نہین آیا- آخر ناچار ہو کر علمی رنگ پر یہ رسالہ جاری کیا گیا تا اسی طرح گورنمنٹ کی آزادی سے فایدہ اٹھا کر سچائی کی خدمت کی جاوے÷

سلسلہ عالیہ احمدیہ اور عام مسلمانوں میں امتیاز

اس زمانہ مین جو دنیا کے تمام مذاہب ایک دوسرے کے مقابل پر کھڑے ہین اور ایک عظیم الشان کشتی کی تیاری کر رہے ہین خدا کی طرف سے ایک مذہب پیدا ہو گیا ہے جو سب سے الگ اور سب کی اصلاح کرنا چاہتا ہے- وہ کونسا مذہب ہے؟ یہی **فرقہ احمدیہ** جسکے امام اور پیشرو حضرت **میرزا غلام احمد قادیانی** (علیہ الصلوۃ والسلام) ہین جو خدا سے الہام پاکر اور اس کے نشانون کی گواہی سے **مسیح موعود** کا دعوے کرتے ہین- یہ کہنا کہ یہ فرقہ اور دوسرے معمولی مسلمان درحقیقت ایک ہی ہین

فاحش خطا اور بڑی غلطی ہے۔ اور ممکن ہے کہ بعض حکام بھی اسی دھوکے مین ہون لیکن دراصل ایسا نہین ہے معمولی مسلمانون کے عقاید جو اکثر بیہودہ قصّون اور بے ثبوت روائیتون پر مبنی ہین وہ بالکل اس فرقہ کے عقاید سے مختلف ہین۔ چنانچہ وہ لوگ گو کیسا ہی اپنے حالات کو پوشیدہ رکھین۔ مگر بعض خیالات ان کے نہ خدا کی مرضی کے موافق ہین اور نہ عقلاً صحیح ہین چنانچہ ان مین ایک مسئلہ جہاد بھی ہے۔ مسلمانون کی بدقسمتی سے اس غلط خیال نے اس قدر انکو گرفتار کر رکھا ہے کہ قیامت کے دن تک اس سے نجات نہین بلکہ کہتے ہین کہ ایک **خونی مہدی** ابھی باقی ہے جو ہر ایک فرقہ سے لڑائیان کرے گا اور زمین کو خون سے بھر دے گا۔ اور اپنی نادانی سے یہ نہین سمجھتے کہ دینی سچائیان خونریزی سے ثابت نہین ہو سکتین بلکہ اور بھی اعتراض پیدا ہوتے ہین۔ اب اس عقیدہ کے مقابل پر ہمارے امام **مسیح موعود** جو ہمین تعلیم دیتے ہین وہ یہ ہے کہ اس زمانہ مین **جہاد** قطعاً حرام ہے۔ اور جو شخص جہاد کرتا اور دین کے لئے تلوار اٹھاتا ہے وہ خدا کا گنہگار ہے۔ اور قرآن اور حدیث سے ثابت کرتے ہین کہ سچا **مسیح موعود** جو دنیا مین آئے گا بلکہ آچکا۔ اس کی ایک ضروری نشانی یہ ہے۔ کہ وہ **جہاد** نہین کرے گا اور صرف آسمانی نشانون اور روشن دلائل سے راہ راست سمجھاویگا اسی وجہ سے ہر ایک بیعت کے وقت مین یہ شرط لازمی رکھی گئی ہے کہ یہ جماعت ایسے خیالات سے قطعاً متنفر رہے اور اس کو گناہ سمجھے۔ پس چونکہ عام مسلمانون کے خونی مسیح اور خونی مہدی سے انکار کر دیا گیا ہے اس لئے یہ اختلاف ان کے بغض اور دشمنی کا بہت ہی موجب ہوا اور اسی بنا پر کفر کے فتوے ہمارے مسیح کی نسبت لکھے گئے۔ کیونکہ اس مسیح کے ظاہر ہونے سے جو درحقیقت سچا اور خدا کی طرف سے ہے۔ تمام امیدین **جہاد** اور **لوٹ** اور **غنیمت** کی خاک مین مل گئین ورنہ وہ مسلمان جو وحشیانہ زندگی بسر کرتے ہین وہ ایسے شخص سے جو غازی کی صورت پر کھڑا ہوتا ہے کوئی معجزہ بھی طلب نہین کرتے اور لاکھون اسکے تابع ہوجاتے ہین۔ پس کیا سبب ہے کہ باوجود اس کے کہ ہمارے اس امام سے ڈیڑھ سو کے قریب نشان ظاہر ہو چکا ہے

پھر بھی مولویون کی طرف سے اسے کافر کا خطاب ہے اس کا یہی سبب ہے جو ابھی ہم نے بیان کیا ہے - گو گورنمنٹ انگریزی کو ہمارے ان اصولون کی خبر نہ ہو - مگر کوئی چیز پوشیدہ نہین جو ظاہر نہ ہو گورنمنٹ کا یہ اپنا فرض ہے کہ اس فرقہ احمدیہ کی نسبت اپنے تئین تردد اور شک مین نہ رکھے - اور ہر ایک حیلہ سے اور ہر ایک تدبیر سے اس کے اندرونی حالات دریافت کرے بعض نادان کہتے ہین کہ یہ باتین محض گورنمنٹ کی خوشامد کے لئے ہین مگر مین ان کو کس سے مشابہت دون وہ اس اندھے سے مشابہ ہین جو سورج کی گرمی محسوس کرتا ہے - اور ہزار ہا شہادتین سنتا ہے - اور پھر سورج کے وجود سے انکار کرتا ہے - ظاہر ہے کہ جس حالت مین ہمارے امام نے ایک بڑا حصّہ عمر کا جو بائیس برس ہین اسی تعلیم مین گذارا ہے کہ جہاد حرام اور قطعاً حرام ہے یہانتک کہ بہت سی عربی کتابون مین بھی مضمون ممانعت جہاد لکھ کر ان کو بلاد اسلام عرب شام کابل وغیرہ مین تقسیم کیا ہے جن سے گورنمنٹ بے خبر نہین ہے - تو کیا گمان ہو سکتا ہے کہ اتنا لمبا حصّہ زندگی کا جس نے پیرانہ سالی تک پہنچا دیا نفاق مین بسر کیا ہے - اور وہ شخص جو ہزار ہا انسانون کو تعلیم دیتا ہے کیا ممکن ہے کہ وہ ہر ایک شخص سے جھوٹ بولے یا جھوٹ کی ان کو رغبت دے اور پھر لوگ اس کے معتقد رہ سکین نہین بلکہ یہی اصول ہین جو جماعت کو سکھائے جاتے اور ان پر زور دیا جاتا ہے - بار ہا ہمارے امام نے تعلیم دیتے ہوئے ہمین یہ بھی کہا ہے کہ چونکہ مین یسوع مسیح کے قدم پر ہون اور ایسا اس سے اتحاد رکھتا ہون کہ خدا کے نزدیک میری آمد اسی کی آمد ہے جیسا کہ یوحنّا کی آمد ایلیا کی آمد تھی تو اس صورت مین ضروری تھا کہ مین عیسیٰ مسیح کے رنگ پر غریبانہ وضع پر آتا اور کوئی شاہانہ شوکت میرے ساتھ نہ ہوتی ہان آپ نے ہمارے لئے یہ دروازہ کھولدیا ہے کہ ہم سچائی کو دلائل کے ساتھ پیش کرین اور گورنمنٹ برطانیہ کی حکومت کو غنیمت سمجھین کیونکہ کوئی دوسری اسلامی سلطنت اپنے مخالفانہ جوشون کی وجہ سے کبھی ہماری برداشت نہین کرے گی +

مذہبی آزادی

اگر ہم ان نیک ظنیون سے جو اس گورنمنٹ عالیہ کی نسبت ہمارے دل مین بھری

ہوئی ہین-پورے طور پر فایدہ نہ اٹھا سکین تو کم سے کم اس قدر تو ہم قطعی یقین رکھتے ہین-کہ وہ لوگ جو اپنے طریقون سے اسلام پر ہاتھ صاف کر رہے ہین وہ اس دانا گورنمنٹ کے نزدیک انصاف اور قانون کے لحاظ سے آزادی سے فایدہ اٹھانے کا کوئی خاص حق ..... نہین رکھتے بلکہ گورنمنٹ عالیہ کی پولیٹیکل مصلحت اس بات کی مقتضی ہے-کہ وہ کشادہ پیشانی سے مشنریون کے مقابل پر دوسری قومون کو بھی ایسی آزادی دے جو مشنریون کو حاصل ہے-ہم چونکہ کسی ایسے سلطان کو پیش رو نہین رکھتے اور نہ رکھنا چاہتے ہین کہ دوسرے بعض مسلمانون کی طرح اس کو خلیفۃ المسلمین قرار دین-اس لئے ہم اسی گورنمنٹ سے اپنے دینی حقوق بھی ایسے ہی مانگتے ہین جیسے کہ دنیوی حقوق-ہمارے لئے کوئی چارہ نہین کہ ہم مشنری مصنفون کو کسی طرح راضی کر سکین-گو ہم اس گورنمنٹ محسن کی راہ مین جان دینے کو بھی تیار ہین-ہم درد دل سے کہتے ہین کہ بے شک ہمارے لئے یہ ایک سخت ابتلا کا موقعہ ہے کہ ایک کامل تحقیق اور تدقیق جو بپایۂ ثبوت پہنچ گئی ہے وہ گورنمنٹ عالیہ کے مذہب سے ہمین دور رکھنا چاہتی ہے-لیکن چونکہ دراصل ہماری گورنمنٹ راستی پسند ہے اور انصاف اپنا اصول رکھتی ہے اس لئے جو شخص راستی سے پیار کرتا ہے وہ اس گورنمنٹ کی اصل اغراض کے مطابق قدم اٹھاتا ہے اور درحقیقت سچائی ایک ایسی چیز ہے جس کا بہرحال انجام بخیر ہے اور انصاف پسندی ایک ایسا گوہر تابان ہے جو بہرصورت قابل قدر ہے-جو بات تحقیق سے ثابت ہو جائے اسکو قبول نہ کرنا ...... سچائی کا خون کرنا ہے ہان یہ بات ضرور ہے کہ ایسے مباحث کو نہایت تہذیب اور سلیقہ سے لکھا جائے-اور کوشش کی جائے کہ کوئی بات اعتدال سے نہ بڑھے اور ہر ایک استدلال لطافت اور نرمی کا پیرایہ رکھتا ہو-چنانچہ اس رسالہ مین یہی رعایت ملحوظ رہے گی-گورنمنٹ عالیہ کی اطاعت اور چیز ہے اور مذہبی اختلاف اور چیز ہے-بلکہ اس گورنمنٹ کے لئے شکر کی جگہ ہے کہ خدا نے اس کو ایسا اقبال بخشا ہے کہ صدہا مختلف طور کے مذہب اس کے زیر سایہ سکونت رکھتے ہین-

اور یہ گورنمنٹ اس وقت ایک ایسے بڑے درخت کی مانند ہے جس پر ہر ایک قسم کے پرند پناہ گزین ہین بعض عوام الناس کی یہ غلطی ہے کہ جو کہتے ہین کہ گورنمنٹ دراصل مشنریون کی طرف دار ہے- بلکہ گورنمنٹ نہ کسی کی طرف دار ہے اور نہ کسی کی مزاحم- اس پولیٹکل غلطی سے ہماری گورنمنٹ بہت دور ہے کہ وہ ایسے ملک مین جہان رعایا اپنے بادشاہ سے اختلاف مذہب رکھتی ہے- مذہبی امور مین کسی طرف داری کی رنگ آمیزی سے دخل دے یا کسی پیرایہ مین ایسے امور کی بنا پر اپنی ناراضگی ظاہر کرے- یہ سچ ہے کہ ہم نے شایع کردہ رسالہ مین حضرت مسیح کو انسان لکھا ہے اور آپ کی موت کی نسبت بھی بیان کیا گیا ہے- جو باعث اشتعال سول ہے لیکن جس حالت مین مسلمانون کا سارا قرآن اول سے آخر تک اس بات کی تعلیم دیتا ہے کہ حضرت مسیح ابن مریم محض ایک انسان تھا جو فوت ہوگیا- اور ان کو خدا سمجھنا انسانی غلطیون کا ایک نمونہ ہے جس کی صدہا نظیرین مسیح کے وجود سے بھی پہلے ہر ایک قوم مین پائی جاتی ہین تو پھر اس اعتقادی امر سے ہماری دانشمند گورنمنٹ کو کیا تعلق ہے دنیا مین ہر ایک کا جدا جدا خیال اور جدا جدا مذہب اور جدا جدا رائین ہین- پس اگر مشنری صاحبون نے حضرت مسیح کی خدائی دیکھ لی ہے اور کچھ ثبوت مل گیا ہے تو ان کی مہربانی ہوگی کہ بجائے بے جا جوش دکھلانے کے ایسے ثبوت کو پیش کر دین ثابت شدہ سچائی سے کون انکار کر سکتا ہے- لیکن ایسا کرنا مناسب نہین ہے کہ کسی ثابت شدہ حقیقت سے ناراض ہون- حکمت اور دانائی اسی سے بڑھتی ہے کہ جو بات ثابت ہوجائے اسکو قبول کرلین- یہ بھی تو انصافاً سوچنا چاہیئے کہ جیسا کہ ان کو یہ حق حاصل ہے کہ حضرت مسیح کی خدائی کا ثبوت دین ایسا ہی انکے مخالفین کو بھی حق پہونچتا ہے کہ وہ مخالفانہ ثبوت پیش کرین +

روحانی سچائیون مین ترقیات

ہر ایک ملک کی روحانی سچائیون مین ترقیات ان تین چیزون پر موقوف ہین -
(۱) اول یہ کہ سچائی اور دیانت کی طرف لوگون کو رغبت پیدا ہو- (۲) دوسری یہ کہ تحقیق اور تدقیق اور تفتیش کا شوق ہو- (۳) تیسری یہ کہ گورنمنٹ جسکے وہ ماتحت ہون وہ علم دوست

اور انصاف پسند ہو سو ہمارے خیال مین ہے کہ خدا کے فضل اور رحمت نے یہ تینون امور ہمارے ملک مین پیدا کر دئے ہین بہتیرے ایسے دل پیدا ہو گئے ہین کہ وہ سچائی سے محبت کرتے ہین اور اگر اس کو پا لین تو گو کیسی ہی تکالیف کا سامنا ہو مگر اس کو چھوڑنا ..... نہین چاہتے بہتیرے ایسے ہین کہ تحقیق اور تفتیش کے لئے ان کی دماغی قوتون کو ایک فطرتی مناسبت ہے۔ اور نہ صرف وہ روحانی سچائیون کو قبول کرتے ہین بلکہ وہ تحقیق اور تفتیش کی زندہ طاقت سے ایک سچائی کو بہت سے اختلافات کی تاریکیون سے کھینچ کر باہر لے آتے ہین۔ گورمنٹ برطانیہ جس کے ماتحت ہم لوگ ہین وسیع خیال اور علم دوست ہے اس کے حکام ایسے اعتدال سے رعایا کے ساتھ برتاؤ کرتے ہین کہ ان کی منصفانہ نیت کی وجہ سے خود بخود مخفی امور ظاہر ہوتے جاتے ہین اور اگر ایک حق الامر کو ایک مشنری کے مخالف بھی پائین تو کبھی اس کو قبول نہین کرتے اور اپنی عملی کارروائیون سے ظاہر کرتے ہین کہ وہ علم دوست اور انصاف پسند اور حق پژوہ انسان ہین یہ بےبنیاد خیال نہین بلکہ ہمارے پاس اس بات کے روشن ثبوت ہین کہ اس گورمنٹ کے حکام رعایا کی نسبت مذہبی تعصب کو ہرگز اپنے نزدیک نہین آنے دیتے اور پورے انصاف سے کام لیتے ہین +

مسیح موعود اور ڈاکٹر کلارک

اس جگہ ایک قصہ کو لکھنا جو ہمارا خود چشم دید ہے خالی از دلچسپی نہ ہوگا جس سے ثابت ہوتا ہے کہ انگریزی حکام سلطنت برطانیہ کے کسقدر حق پسندی کے عاشق ہین کہ انصاف پسندی کے جوش مین مذہبی تعلقات کی کچھ بھی پروا نہین رکھتے کچھ بہت عرصہ نہین گذرا کہ ہمارے اس فرقہ احمدیہ کے امام و پیشوا **مسیح موعود میرزا غلام احمد قادیانی** پر ایک مشنری صاحب نے اقدام قتل کے الزام سے ایک مقدمہ عدالت مین دائر کر دیا تھا۔ ابتدا اس کی یہ تھی کہ اس مقدمہ کے نام و نشان سے کتنے ہفتے پہلے مرزا صاحب موصوف نے ہم سب کو جو قادیان مین حاضر تھے جمع کیا اور فرمایا

کہ مجھے خدا سے اطلاع ملی ہے کہ ایک خطرناک مقدمہ ہماری نسبت ہونے والا ہے- اور ضرور ہے کہ ہم عدالت مین حاضر کئے جائین اور خوف و خطر مین پڑین- مگر آخر بریت اور نجات ہے- تب جماعت اس بات کی منتظر تھی کہ وہ کس قسم کا مقدمہ ہے کہ بہت خطرناک صورت مین پیدا ہوگا اچانک چند ہفتہ کے بعد حضرت موصوف بذریعہ پولیس عدالت مین بلائے گئے- تب معلوم ہوا کہ ایک صاحب ڈاکٹر مارٹن کلارک نام جو امرتسر مین مشنری کا کام کرتے ہین اور ایک معزز جنٹل مین ہین- انہون نے حضرت موصوف پر اپنی نسبت اقدام قتل کا مقدمہ دائر کیا ہے- بنیاد اس مقدمہ کی صرف اس بات پر تھی کہ ایک شخص عبدالحمید نام نے جس کو بار بار مسلمان اور عیسائی بننے کی عادت تھی ڈاکٹر مارٹن کلارک کو فریب دے کر اس پر یہ ظاہر کیا کہ گویا وہ ایک ہندو تھا اور اس کے پاس عیسائی بننے آیا ہے- اور پھر ڈاکٹر مذکور کے چند ماتحت عیسائیون کی ترغیب کے موافق جو محض فتنہ انگیزی اور شرارت اور بہتان کی راہ سے دی گئی تھی- یہ ظاہر کیا کہ دراصل مجھے مرزا صاحب قادیانی نے ڈاکٹر کلارک کے قتل کے لئے بھیجا تھا اور ان ترغیب دینے والون دیسی عیسائیون کو جن مین سے بعض واعظ انجیل بھی تھے- یہ موقعہ بھی ملا کہ وہی گواہ مقدمہ ہوئے اور جہانتک ان سے ہو سکا انہون نے زور سے گواہیان دے کر اس مقدمہ کو سچا بنانا چاہا اس موقعہ پر اگر حاکم بیدار مغز اور انصاف پسند اور محقق مزاج نہ ہوتا یا برخلاف اصول انصاف کے ایک معزز مشنری کی ایک ذرہ رعایت اسکے دل مین ہوتی تو ظلم کرنے کے لئے اچھا موقعہ تھا- مگر اس نے ایسا نہ کیا بلکہ پورے طور پر تحقیق و تفتیش کر کے اصلیت نکال لی اور ثابت کر دیا کہ مقدمہ محض جھوٹ بنایا گیا ہے- اس انصاف پسند حاکم کا ہم نام بھی بتلا دیتے ہین وہ ہین کپتان ڈگلس صاحب جو ضلع گورداسپور مین ڈپٹی کمشنر تھے اور اب دہلی مین ہین +

مشنری اور حکام

پس جب گورنمنٹ کے ایسے انصاف پسند حکام ہین کہ باوجودیکہ مقدمہ کرنے والا ایک مشنری ہے اور گروہ عیسائیون کا جو وہ بھی عیسائی اور واعظ انجیل

ہین۔ شہادت مین پیش ہوا ہے اور مقدمہ خون کا ہے اور اندرونی طور پر ایک مشنری اس بات کا خواہان ہے کہ کسی طرح ملزم سزایاب ہو لیکن حاکم نے اس تمام جماعت کی کچھ بھی پروا نہین کی اور فے الفور سمجھ لیا کہ جس پر مقدمہ کیا گیا ہے وہ چونکہ مشنریون کے عقاید کے برخلاف لکھتا ہے اس لئے معاملہ عداوت کا ہے اور اصلیت کو ایسے طور سے ظاہر کر دیا کہ کسی کو دم مارنے کی جگہ نہ رہی۔ پس یہی اسباب ہین جن کی وجہ سے انگریزی گورنمنٹ دلون کو اپنی طرف کھینچتی ہے۔ اس حاکم کی جوانمردی کو دیکھو کہ عدالت کے رو سے ایک مشنری اور اس کی جماعت کو ہمیشہ کے لئے یہ داغ لگا دیا کہ وہ ایک جھوٹا مقدمہ اقدام قتل کا عدالت مین لایا اور ذرا اس بات کا پاس نہین کیا کہ وہ عیسائی قوم کا ایک معزز مشنری ہے بس یہی وجوہ اس گورنمنٹ کے اقبال کی ہین کہ ایسے منصفانہ نمونے ان حکام مین پائے جاتے ہین ہمین اس بات کے معلوم کرنے سے بڑی خوشی ہوئی کہ اسی قسم کے نمونے والیسرائے حال یعنے لارڈ کرزن کے شہرۂ آفاق ہو رہے ہین۔ ایسے نمونون سے جسقدر رعایا کو سچے تعلقات ہمدردی اور خیرخواہی کے اپنی محسن گورنمنٹ سے پیدا ہوتے ہین ان کی تشریح کی ضرورت نہین۔ مذہبی امور مین چڑنا یا دل مین بغض پیدا کرنا ایسی گورنمنٹ سے ہزارہا کوس بعید ہے جسکے حوالہ خدا کی حکمت اور مصلحت نے کروڑہا انسان مختلف مذاہب اور مشارب کے کئے ہین اور جس کو اپنی سلطنت کی نیابت دے کر اقتدار کے تخت پر بٹھا دیا ہے ✣

خدا نے بھی اپنی حقیقی بادشاہت کے لئے یہی قانون مقرر کر رکھا ہے کہ ہر ایک قسم کے مذہب جن مین سے صرف ایک سچا اور باقی سب جھوٹے ہین اس کے سایۂ رحمانیت کے نیچے زندگی بسر کر رہے ہین۔ کسی اہل مذہب پر آسمان پر سے پتھر نہین برستے اور نہ عذاب نازل ہوتا ہے بلکہ اس کا سورج اور اس کا چاند اور عناصر اور اس کی تمام بنائی ہوئی چیزین سب بنی آدم کو تربیت اور پرورش کا حصہ پہنچا رہی ہین۔ اگر دنیا مین کسی باطل مذہب والی قوم پر خدا تعالے کی طرف سے کوئی عذاب نازل ہوا ہے تو وہ عذاب اس وجہ سے نازل نہین ہوا کہ

اس کا مذہب باطل ہے بلکہ ان لوگون کی بے شمار شوخیون اور شرارتون کی وجہ سے نازل ہوا ہے۔ خدا کا ہرگز یہ قانون نہین ہے کہ بطلان مذہب کی وجہ سے کسی قوم پر دنیا مین عذاب نازل کرے یا اپنی رحمت عامہ سے ان کو جواب دیدیوے یہی طریق عادل بادشاہون کا ہوتا ہے کہ وہ محض مذہب کے اختلاف کے خیال سے کوئی بدارادہ اپنے دل مین پیدا نہین کرتے اور مخلوق الہٰی کو جو ان کے زیر سایۂ زندگی بسر کرتی ہو خدا کی امانتین تصور کرتے ہین اس قسم کا چڑنا اور دل تنگی ظاہر کرنا بہت چھوٹے اور پست ہمت آدمیون کا کام ہے اختلاف رائے یا اختلاف مذہب ایک اور چیز ہے۔ اخلاق یا بنی نوع کے حقوق پر اسکا کوئی بد اثر نہین ہے۔ یہ دیکھنا چاہیئے کہ جو شخص اختلاف مذہب یا اختلاف رائے کے باعث سے چڑتا اور ناراض ہوتا ہے اگر اس کا یہ باعث ہے کہ جس بہشت یا جس نجات ابدی تک وہ پہنچنا چاہتا ہے۔ اس بہشت یا اس نجات کو وہ شخص قبول نہین کرتا تو اس حالت مین وہ شخص اور بھی رحم کے لایق ہے کہ وہ نجات جو اسکے لئے تیار کی گئی ہے وہ اس سے دور رہنا چاہتا ہے اور اگر ناراضگی کا یہ باعث ہے کہ وہ اس مذہب کو کیون قبول نہین کرتا جس مذہب کا یہ ناراض ہونے والا شخص پابند ہے تو اس سے بڑھکر کوئی ظلم نہین کیونکہ اس صورت مین یہ شخص اس مورد غضب کا خیرخواہ نہین ہے بلکہ تحکم کے طور پر اپنے مذہب کی پیروی کرانا چاہتا ہے +

مذہب کے رو سے سچا اصول یہی ہے اور اسی مین امن عامہ ہے کہ کسی پر اختلاف کی وجہ سے ناراض نہین ہونا چاہیئے اور خود یہ انسانیت سے بھی بعید ہے کہ اختلاف رائے کی وجہ سے اشتعال طبع پیدا ہو بلکہ ایسا شخص ایک قسم کی رگ دیوانگی اپنے اندر رکھتا ہے کہ جو شخص اس کی رائے کے مخالف ہو اس پر آثار درندگی ظاہر کرتا ہے اور بلاشبہ ایسا وجود خطرناک ہے۔ مثلاً اگر ایک شخص ہمارے نبی صلے اللہ علیہ وسلم کی نبوت کا منکر ہے اور اسپر یہ امر مشتبہ ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم درحقیقت سچے نبی اور خدا کی طرف سے ہین تو

ہمارے انسانی رحم کا یہ مقتضا ہونا چاہیئے کہ ہم نرمی اور ملائمت کے ساتھ اس سے پیش آویں اور کوشش کریں کہ اس کے شبہات دور ہو جاویں اور اس پر ثابت کریں کہ ہم... محبت سے نہ کسی دشمنی اور عناد سے اس کے ساتھ برتاؤ کرنا چاہتے ہیں اور ہم اسکے شبہات دور کرنے کے لئے بڑے ادب اور ہمدردی سے تیار ہیں لیکن ہم اگر ایسے اختلاف کی وجہ سے اس کو اپنا دشمن سمجھ لیں جیسا کہ اس زمانہ کے اکثر مسلمان مولوی یہی طریق رکھتے ہیں تو اس صورت میں ہماری درندگی بجائے فائدہ کے اس کو نقصان پہنچائے گی اور علاوہ مخالفت مذہب کے ہم اخلاقی حالت میں بھی بہت نیچے گرے ہوئے متصور ہونگے۔ کیونکہ ایک منکر جب تک کہ اس کے پاس ایک عقیدہ کے ماننے کی وجہ نہیں بلاشبہ حق رکھتا ہے کہ وہ انکار پر قائم رہے اور اسکے ساتھ بداخلاقی یہ بھی ایک قسم کا جبر ہے۔ جس کو عقل اور انصاف اور انسانی ہمدردی پسند نہیں کرسکتے اور جن لوگوں کے اخلاق پر مذہبی تعصب غالب ہے ان کو کسی طرح حقیقی اخلاق میں سے حصہ نہیں ہے۔ سو ایسے مسلمان میرے نزدیک سچے مسلمان نہیں ہیں جن کے اخلاق بشرط مناسبت رائے اور بشرط موافقت مذہب ہیں۔ اسی طرح میں ان عیسائی مشنریوں کے حالات کو بھی قابل اعتراض سمجھتا ہوں جو مذہبی تعصب کے جوش میں آکر ایک دم میں انجیل کی تمام تعلیم کو فراموش کر دیتے ہیں اور بجائے اس کے کہ اپنے دشمنوں سے پیار کریں جیسا کہ ان کو حکم ہے اس بات پر زور دیتے ہیں کہ گورنمنٹ دانشمند بھی انہی کی عادت اور رویہ کو اختیار کرے +

یہ عجیب بات ہے کہ جن انجیلی اخلاق کا مشنریوں کو وارث ہونا چاہیئے تھا وہ اخلاق انگریزی حکام دکھلاتے ہیں جیسا کہ ابھی ہم لکھ چکے ہیں کہ ایک مشنری صاحب نے ہمارے امام مسیح موعود پر اقدام قتل کا قابل شرم مقدمہ کھڑا کیا اور دوسرے مشنریوں کو بطور گواہ پیش کیا لیکن مجسٹریٹ ضلع نے جو کپتان ڈگلس تھے پورے غور اور توجہ سے اس امر کی حقیقت کھولدی اور صاف معلوم کر لیا کہ مشنری صاحب ایک جھوٹا مقدمہ ان کے پاس لائے

ہین اور اس مقدمہ کو خارج کیا۔اب اس جگہ طبعًا یہ سوال پیدا ہوتا ہے۔کہ کیون ڈاکٹر
مارٹن کلارک نے باوجود مشنری کہلانے کے ارتکاب ایسے امر کا کیا اور ناحق ایک
شخص کو جو محض معصوم اور بری تھا خون کے مقدمہ مین پھنسانا چاہا۔اور اس منصوبہ بازی
مین اپنے بیان اور اپنی کوشش اور اپنے گواہون کے پیش کرنے مین کسی طرح سے کوتاہی
نہین کی لیکن برعکس اس کے کپتان ڈگلس نے اس تمام تاریکی سے جو ان کے آگے
رکھی گئی تھی۔اس طرح پر اپنے تئین باہر نکال لیا جیسا کہ بجلی تاریک بادل مین سے باہر آتی
اور آسمان کو روشن کر دیتی ہے اسکا کیا سبب ہے۔اگر یہ فراست اور کانشنس کی چمک
جو کپتان ڈگلس کو دی گئی اس کا سبب انجیل کی پیروی تھی تو یہ راست بازی اور پاک
کانشنس ڈاکٹر کلارک اور اسکے رفیقون مین ہونی چاہیئے تھی جو دن رات انجیل پڑھنے
اور سناتے اور اس کی اشاعت مین سرگرم رہتے ہین۔ہم یقین نہین کر سکتے کہ کپتان ڈگلس
کو سرکاری کامون سے اسقدر فرصت ملتی ہو کہ وہ دس بیس مرتبہ تمام دن مین انجیل پڑھتے
ہون یا اس کا وعظ کرتے ہون پھر یہ دل کی صفائی ان مین کیونکر پیدا ہو گئی جو ایک پادری کو نصیب
نہین۔یہانتک کہ انہون نے ایک خون جیسے مقدمہ مین جس مین رعایت کرنے والے یا کسی
سفارش سے متاثر ہونے والے کو اپنے ہم مذہبون کو خوش کرنے کا خوب موقعہ ملتا ہے
ایک ذرہ کسی فریق کی رعایت نہ کی بلکہ سچائی اور عدالت کا پاس کیا اور مشنریون کی ایک
عظیم جماعت منہ دیکھتی رہ گئی اس سے صاف ظاہر ہے کہ یہ قوت راست پسندی اور حق
پژوہی کی پادریون کے ذریعہ سے کپتان ڈگلس مین نہین آئی تھی بلکہ اپنے مان اور باپ
کے ذریعہ سے تھی اور ایک فطرتی خوبی تھی کیونکہ اگر پادریون کے ذریعہ سے آئی ہوتی تو
کیا وجہ تھی کہ مشنری لوگ جو اس قوت کا منبع اور سرچشمہ تھے وہ اس سے محروم رہتے
چنانچہ ابھی ثابت ہو چکا ہے کہ کیونکر ڈاکٹر کلارک اور دوسرے مشنری ایک جھوٹے خون
کے مقدمہ کو عدالت کپتان ڈگلس مین لائے ایسا مقدمہ جو سراسر افترا اور قابل شرم

منصوبہ تھا۔

اس مقدمہ سے یہ مسئلہ حل ہوگیا کہ اکثر انگریز جو شریف اور منصف مزاج اس ملک مین آتے ہین ان کی شرافت ذاتی ہے نہ طفیلی جو پادریون کے ذریعہ سے ملی ہو ہان ایک یہ بھی باعث ہے کہ جب ایک بادشاہ صاف طبیعت اور حق پسندی کا مادہ اپنے اندر رکھتا ہے تو اس کی قوم کے لوگون اور اس کی مستعد رعایا پر ضرور اس کا اثر پیدا ہوتا ہے پس چونکہ ملکہ معظمہ مین بھی یہی خاصیت تھی کہ انہون نے رعایا پروری مین مذہبی بخل سے اپنے تئین پاک رکھا اور ان کے انصاف کو مذہبی اختلاف روک نہ سکا اسلئے ان کی خاصیت ان کے نیک فطرت حکام مین بھی آگئی۔ وہ نمونہ اپنی سیرت کا جو ملکہ معظمہ چھوڑ گئین سلطنت برطانیہ کے ہر ایک حاکم بلکہ اخبار نویسون کو بھی لازم ہے کہ اس نمونہ کی پیروی کرین اور ذرا توجہ کرکے دیکھین کہ حضرت ملکہ معظمہ نے اپنی بے تعصبی اور ہمدردی کا کیسا ثبوت دیا۔ کیا کوئی ثابت کر سکتا ہے کہ ملکہ معظمہ نے بھی رعایا کے مقابل پر مذہبی تعصب سے کام لیا بلکہ بجائے تعصب کے اس نے ایسا نیک برتاؤ اپنی رعایا سے کیا کہ ہر ایک مسلمان ان کی امن بخش حکومت سے فائدہ اٹھا کر یہ خیال کرتا رہا کہ ہم ایک مسلمان عادل بادشاہ کے زیر سایہ زندگی بسر کرتے ہین اور ایسا ہی ہر ایک ہندو یہ سمجھتا تھا کہ ایک اوتار ہمارا راجہ ہے ہمین ماننا پڑتا ہے کہ بلا شبہ اس ملکہ نے اجنبیت کو دور کر دیا تھا اور جیسا کہ ملکون کو مسخر کیا ویسا ہی دلون کو بھی مسخر کیا۔ اس سے عجیب قسم کی ہر دلعزیزی کے کام ظہور مین آئے۔ جب انہون نے اپنا مصاحب بنانے کے لئے منشی عبدالکریم کو منتخب کیا اور ایسا ہی اور کام بھی اسلام کے مفید کئے تب عجیب قسم کے خیالات مسلمانون مین پیدا ہوئے۔ جو سلطنت کے لئے نہایت مفید تھے۔ اور رعایا اور بادشاہ مین ایک روحانی تعلق پیدا کرتے تھے۔ بعض لوگ کہتے تھے کہ ملکہ معظمہ کو مسلمانون سے ایک خاص تعلق اور انس ہے اور بعض کہتے تھے کہ میان تعلق کیا دراصل ملکہ معظمہ درپردہ

مسلمان ہے جبھی تو ایک مسلمان کو اپنا مصاحب بنایا اور صاف ظاہر ہے کہ منشی عبد الکریم کو اپنی مصاحبت کی عزت بخشنا مشنریون کی رائے کے بالکل مخالف تھا - اور وہ لوگ ہرگز اس سے خوش نہین ہونگے کہ ایک مسلمان کو یہ قرب صحبت کا درجہ عطا کیا جائے ایسا ہی ملکہ معظمہ نے کئی ایسے کام کئے کہ ایک مذہبی انسان سے ایسا ظہور مین آنا بالکل غیر ممکن ہے +

غرض چونکہ انگریز ایسے انصاف پسند اور رعایا پرور بادشاہ کے زیر تربیت نشو و نما پانے والے تھے جیسے کہ ملکہ معظمہ تھین - اسی وجہ سے ان کو انصاف پسندی اور عدالت کا جوہر عطا کیا گیا - اور ملکہ معظمہ مین صرف انصاف پسندی کا ہی مادہ نہین تھا - بلکہ اُن کی فطرت مین ایک یہ بھی خاصیت تھی کہ رعایا کے قصور اور خطا کو حتے الوسع معاف کر دینے کے لئے ان کی طبیعت مائل ہوتی تھی - سنہ ۱۸۵۷ء + کے ایام مین جب ایک گروہ کثیر نمک حرام لوگون نے غدر برپا کیا اور جہالت اور شرارت سے ہزار ہا انگریزون اور ان کی عورتون اور ان کے بچون کو بے وجہ قتل کر ڈالا تو در حقیقت یہ ایک بڑا گناہ تھا جو رعیت سے ظہور مین آیا اور اس ملک کے لوگون کو نہایت شرمندگی سے اقرار کرنا پڑے گا کہ یہ ایک ایسی پلید حرکت تھی کہ اگر اس کے عوض مین کئی لاکھ انسان قتل کئے جاتے - خاص کر مولوی اور پنڈت جو مبدء فساد تھے تو وہ عین انصاف تھا - لیکن جب ایک مسودہ اسی قسم کی سزا کے لئے ملکہ معظمہ کے سامنے پیش کیا گیا اور دستخط کرنے کی التجا کی گئی تو آپ نے اس پر دستخط کرنے سے انکار کر دیا اور فرمایا کہ مجھ سے یہ سختی نہین ہو سکتی اور پھر جب عرض کیا گیا کہ یہ لوگ باغی ہین اور بغاوت کی سزا ئین مصلحت ملکی کی وجہ سے سخت ہوا

+ یہی غدر کے دن تھے جبکہ ہمارے امام مسیح موعود کے والد صاحب میرزا غلام مرتضےٰ رئیس قادیان نے پچاس گھوڑے اور پچاس سوار سے گورنمنٹ عالیہ کو مدد دی تھی اور اسی نازک موقعہ پر جبکہ وحشیانہ ہوا چل رہی تھی اپنے کثیر حصہ جائداد کو فروخت کر کے اور گھوڑے خرید کر اور سوار بہم پہنچا کر حق اخلاص خیر خواہی ادا کر دیا

ہوا کرتی ہین تو آپ نے جواب دیا اور فرمایا کہ یہ سچ ہے مگر مین عورت یا د شاہ ہون مین ایسا ہرگز نہین کرون گی۔ اب ذرا سوچنے کا مقام ہے کہ اگر خدا نے ملکہ معظمہ کے دل کو ایسے طور سے ہمدرد رعایا نہ بنایا ہوتا تو ۱۸۵۷ء مین جو کچھ ہندوستانیون سے بغاوت ظہور مین آئی تھی وہ ایک سخت سزا کے لایق تھے جس سے عمداً درگذر کی گئی +

ان سب باتون سے ہم یہ نتیجہ نکالتے ہین کہ گو بظاہر ملکہ معظمہ عیسائی مذہب رکھتی تھین مگر خدا نے ان کو مذہبی تعصبات اور مذہبی رنگ آمیزیون سے بالکل پاک رکھا تھا اور یہی وجہ ان کے اقبال اور شوکت اور شان کی تھی کہ ان کا دل شاہانہ ہمدردی رعایا سے پُر تھا۔ ان کی یہ شائستگی اور اخلاقی حالت پادریون کے ذریعہ سے نہین تھی بلکہ اپنے شریف آباؤ اجداد کے تخم سے اور اپنی فطرت کے گوہر تابان کی وجہ سے تھی۔ یہ تو ظاہر ہے کہ عیسائیون مین زیادہ تر انجیل پڑھنے والے مشنری لوگ ہین جن کی ہمیشہ یہ آرزو رہتی ہے کہ سرکاری سکولون اور کالجون مین بھی انجیل لازمی ٹھہرائی جائے۔ لیکن اگر ان کی روحانی حالتون کا مثلاً ملکہ معظمہ اور سلطنت کے دوسرے ارکان سے مقابلہ کیا جائے تو مجبوراً اقرار کرنا پڑے گا کہ ان مشنری لوگون کو ان خداداد اخلاق سے جو ملکہ معظمہ یا ان کے حکام کو عطا کیے گئے ہین کچھ بھی نسبت نہین۔ پس اگر یہ اخلاق فاضلہ انجیل کی وجہ سے ہوتے تو سب سے زیادہ پادریون مین ہونے چاہیئے تھے حالانکہ ان مین مفقود ہین اور عمدہ صفتین اکثر ایسے انگریزون مین دیکھنے مین آتی ہین کہ نہ تو وہ پادری ہین اور نہ ان کو پادریون کی صحبت کا بہت اتفاق ہوتا ہے +

انسانی سرشت مین اگرچہ بہت سی اعلے درجہ کی قوتین ودیعت رکھی گئی ہین لیکن دو قوتین گویا خاص علامت انسان ہونے کی ہین (۱) ایک یہ کہ اخلاقی حالت ایسے اعلے درجہ پر ہو کہ کوئی مذہبی بخل اور تعصب یا اعتقادی مخالفت اس مین رخنہ انداز نہ ہو سکے (۲) دوسری یہ کہ دماغی بیدار مغزی اور روشنی حواس اور تیزی عقل ایسے کمال پر ہو

جو تدابیر ملکی اور مصالح نگرانی رعایا مین بہت ہی کم غلطی کا اتفاق ہوا ب صاف ظاہر ہے کہ اگر ان دونون قوتون کو اکمل اور احسن درجہ پر پہونچانے کے لئے انجیل کی ضرورت ہے تو پھر یہ قبول کرلینا چاہئے کہ مشنریون سے بڑھ کر کوئی عیسائی ان دونون قوتون مین صاحب کمال نہین حالانکہ یہ صریح غلط ہے اگر مثلاً کسی بشپ کو گو کلکتہ کا ہی بشپ ہو بجائے لارڈ کرزن کے وایسرائے کیا جائے تو کیا کوئی عقل مان سکتی ہے کہ جس روشن دماغی اور وسعت اخلاق کی مدد سے لارڈ کرزن کام کر رہے ہین وہ بشپ بھی ایسا ہی کام کرسکے گا- ہرگز نہین بلکہ یہ لوگ ایسے ہین کہ ان کی سوچین بہت دور تک نہین جاسکتین اور ان کے اخلاق کا دائرہ نہایت محدود ہے اور ان کا اخلاقی اور ذہنی چشمہ تعصب اور کوتہ اندیشی کے کیچڑ سے محفوظ نہین ہے ✣

یہ لوگ اپنی نہایت سادہ طبعی سے خیال کرتے ہین کہ اب ایسا زمانہ آگیا ہے۔ کہ حضرت مسیح کی خدائی کو لوگ ہنسی خوشی سے قبول کرلین گے اور یہ نہین جانتے کہ زمانہ کے دماغی قوے اب اس دھوکے مین ہرگز آ نہین سکتے کہ ایک انسان کو خدا قرار دین- یہ عقیدہ جب یورپ کے لوگون کے گلے پڑگیا وہ اور زمانہ تھا اور اب یہ زمانہ اور ہے اور جس درجہ عقل اور فہم تک اب یورپ نے ترقی کر لی ہے- اگر اس پہلے زمانہ مین یہی ترقی ان کو... حاصل ہوتی تو وہ کبھی اس غلطی کی برداشت نہ کرسکتے- غرض یہ ثابت شدہ امر ہو کہ تمام سلسلہ مشنری صاحبون کا ان دونون قوتون مین عمدہ نمونہ اپنے اندر سے پیش نہین کر سکتا- لیکن دوسرے انگریز جو نہ مشنری ہین نہ واعظ انجیل وہ دماغی اور اخلاقی قوے کا عمدہ نمونہ دکھلاتے ہین کہ جس سے سلطنت کو قوت پہونچتی ہے- پھر ہم یہ بھی دیکھتے ہین کہ پادری صاحبان جس مسئلہ الوہیت مسیح پر زور لگاتے ہین ایک ذرہ ثبوت اسکا ان کے پاس نہین ہے- صرف رسم اور عادت کے رنگ مین یہ عقیدہ ان کو پیارا معلوم ہوتا ہے درحقیقت وہ خیالات جو عادت مین داخل ہو جاتے ہین اور پھر مصالح حمیت قومی کا ان پر رنگ

چڑھ جاتا ہے۔ ان کا دور کرنا نہایت ہی مشکل ہو جاتا ہے۔ خدا کا وجود در پردہ غیب ہے
اس سے ڈرنے والے وہی لوگ ہوتے ہین جو انصاف اور راست بازی کو اپنے اصول
مقرر کر لیتے ہین اور ان کا آرام اور ان کا بہشت اور ان کا ہر ایک سامان راحت سچائی
مین ہوتا ہے۔ اور باقی تمام لوگ تعصب مین مبتلا ہین وہ خدا کی پرستش نہین بلکہ رسم
اور عادات اور قوم کی پرستش کرتے ہین اور یہ اعتراض صرف عیسائیون پر نہین
بلکہ مسلمانون پر بھی یہی الزام عائد ہوتا ہے۔ جب تک انسان صرف ایک مذہبی رنگ
مین زندگی بسر کرتا ہے اور اس روح سے خالی ہے جو خدا کی طرف سے پھونکی جاتی ہے
خواہ وہ ایک پادری کی صورت مین ہے اور خواہ ایک مولوی کے پیرایہ مین اور خواہ ایک
پنڈت کی شکل مین وہ پاک زندگی سے بے بہرہ ہے اور اس سے تعصب کا الگ ہونا ایسا
مشکل ہے جیسا کہ ایک بدبودار مادہ سے بدبو کا دور ہو جانا اور اس کے اخلاق کا وسیع ہونا
اس سے بھی زیادہ تر دشوار ہے ❊

لیکن وہ شخص جس کی زندگی مذہبی رنگ پر نہین بلکہ علمی رنگ پر ہے وہ تعصب
سے دور ہوتا ہے اور اخلاق اس کے بہت وسیع ہوتے ہین اور عامہ خلائق کا وہ
ہمدرد ہوتا ہے۔ اب اس فرق کو خوب غور کر کے سمجھ لو ایسا نہ ہو کہ دھوکا کھاؤ اور فرق
یہ ہے کہ مذہبی رنگ کے انسان جیسا کہ اخلاقی حالت ان کی نہایت پست اور گری
ہوئی ہوتی ہے ایسا ہی وہ اکثر بہت ذلیل خیالات مین مبتلا ہوتے ہین اور کوئی واقعہ
کسی ایسی تبدیلی کا ان کو پیش نہین آتا جس سے وہ عوام الناس کے ہاتھ سے دکھ اٹھاوین
اور لعنت ملامت کا نشانہ بنین بلکہ وہ ہمیشہ رسمی عقائد اور اعمال کی بجا آوری مین قوم کے
غلام ہوتے ہین اور اپنی وجاہت اور عزت اور آمدنیون کو مدنظر رکھ کر اور قومی تعصب
کا بت اپنی آنکھون کے سامنے نصب کر کے ہر وقت اسی کو سجدہ کرتے ہین اور اسی کے
مناسب حال ان کا حرکت و سکون ہوتا ہے اور تمام عمر ان کو یہ موقعہ نہین ملتا کہ وہ کسی...

مقام مین عوام کی مخالفت کر سکین اور بسا اوقات ان کا کانشنس ان کو ملزم بھی کرتا ہے کہ جن عقیدون پر وہ اصرار کرتے ہین ان کے متعلق ان کے پاس کوئی دلیل نہین مگر پھر بھی وہ انکو چھوڑنا نہین چاہتے۔ وہ اس سچی تحقیق سے کام نہین لیتے۔ جو ایک دنیادار اپنے ادنےٰ درجہ کے دنیا کے امور مین اس سے کام لیتا ہے۔ بلکہ وہ روحانیت کی امنگ سے کوئی بھی کام نہین کرتے برخلاف اسکے علمی رنگ کا ایک انسان اپنے سچے جوش اور توجہ سے سچائی کو ہاتھ لگانا چاہتا ہے اور وہ اس بات کا شیدا ہوتا ہے کہ قوی دلائل کے ساتھ کوئی بات پیدا ہو ماسوا اس کے وہ تنگ اخلاق بھی نہین ہوتا۔ بلکہ علمی روشنی کے ذریعہ سے وہ دوسرون کو بھی روشن کرنا چاہتا ہے اسی وجہ سے قدرتی طور پر اس کے اخلاق نہایت وسیع ہوتے ہین اور جیساکہ ایک باپ بچون کے لئے اپنی پوری ہمدردی کو خرچ کرتا ہے ایسا ہی علمی رنگ کے انسان کا حال ہوتا ہے وہ بیہودہ اور بے دلیل باتون پر نہ آپ قائم ہوتا ہے اور نہ خواہش رکھتا ہے کہ کوئی دوسرا قائم ہو۔ بلکہ دلائل قاطعہ کا عاشق ہوتا ہے اور خاموشی کے ساتھ ان کو سنتا اور ان کو لینے کے لئے تیار ہوتا ہے +

مذہب کا علمی پیرایہ

یہ زمانہ جس مین ہم ہین بالطبع تقاضا کرتا تھا کہ بجائے مذہبی جھگڑون اور خرخشون کے جن کی محض قصّون کہانیون پر بنیاد ہے علمی سلسلہ قائم ہو کیونکہ جن قصّون کی بنیاد پر نوع انسان کے مذاہب نے اب تک عمر بسر کی ہے وہ قصّے انسانون کو کسی منزل تک نہین پہنچا سکے اور کسی سچائی کو روشن کر کے نہین دکھلا سکے بلکہ دنیا کو نرے مذہبی رنگ سے بہت نقصان پہونچا ہے اور ان کی اخلاقی حالتین نہایت پست ہو گئی ہین اور انسانیت کی ہمدردی بالکل جاتی رہی ہے۔ اور روحانیت کو نہایت درجہ صدمہ پہونچ گیا ہے اس لئے خدا تعالےٰ نے ایسے وقت مین جبکہ بہت سے زمینی امور بھی علمی رنگ مین آتے جاتے ہین۔ چاہا کہ مذہبی مباحث کو

بھی علمی رنگ مین ظاہر کرے سو اس کے لئے خدا تعالےٰ نے ہمارے امام مسیح موعود کو دنیا مین بھیجا تا تمام دنیا جن جن امور مین مذہبی مباحث کے پیرایہ مین باہم جنگ و جدل کر رہی ہے ان حقیقتون کو علمی رنگ مین کھول کر دکھلایا جاوے۔ اور خود اہل دنیا کو اس بات کی ضرورت محسوس ہو رہی ہے کہ جبکہ اس علمی ترقی کے زمانہ مین طبعی اور ہیئت نے بھی ایک چمک دار جامہ پہن لیا ہے تو چاہیئے کہ وہ مذہب جو دنیا کے تمام مذہبون مین سے درحقیقت سچائی اور خوبصورتی اپنے اندر رکھتا ہے وہ بھی علمی رنگ مین اپنی سچائی کا تاج مرصع اپنے سر پر رکھے اور شوکت بیان اور قوت برہان کی چست قمیص زیب تن کر کے دکھلاوے اور پھر قمیص کے نیچے کا حصہ ایک ایسی نورانی.... چادر سے پیرون تک ڈھکا ہوا ہو کہ کوئی برہنگی اس سے نظر نہ آسکے +

یہ یاد رکھنا چاہیئے کہ جب کبھی ایک دن مذہبون کی لڑائی کا خاتمہ ہوگا تو وہ علمی رنگ کے ظہور کے وقت مین ہوگا نہ کسی اور وقت مین اور ہر ایک مذہب جو علمی رنگ مین اپنی چمک دکھلائیگا وہی سچائی کا بادشاہ سمجھا جائے گا اور یقین سمجھو کہ وہ دن دور نہین ہین۔ بلکہ آگئے۔ اور انسانون کے دماغی قوے ایک نقطہ تک پہنچ گئے ہین کہ اب وہ علمی روشنی پر قصون کو ترجیح نہین دے سکتے۔ جو لوگ ان دنون مین اپنے دماغی قوے کو دنیا کے کامون مین خرچ کر رہے ہین وہ اپنے اندر اس بات کے لئے ایک مناسبت پیدا کرتے جاتے ہین۔ کہ اپنے دین و مذہب مین بھی انہی دماغی قوے سے کام لین سو امید رکھنی چاہیئے کہ یہی قوے جو ہر روز تیز کئے جاتے ہین کسی وقت دین کی اصلیت سمجھنے کیلئے بھی مفید ہون گے۔ غرض اب ایک ایسا زمانہ آگیا ہے جو دماغی قوے کو بیدار کر رہا ہے اور بڑی تیز حرکت کر کے انسانی حوائج کے ہر ایک امر کو علمی رنگ مین لانا چاہتا ہے۔ اور صریح معلوم ہوتا ہے کہ اس زمانہ مین خدا تعالےٰ کا یہی ارادہ ہے کہ سچا فیصلہ اور جھوٹے مبالغے درمیان سے دور کر کے علمی شہادتون سے ہر ایک امر کی اصلیت ظاہر کرے۔ اس زمانہ

مین انسانی چال چلن کی ہیکل اس بیمار سے مشابہ ہے جس کا کوئی عضو بیماری سے خالی نہ ہوا ور سر سے پیر تک انواع اقسام کے امراض کا مجموعہ ہو اسی طرح اکثر انسانون کے عقائد ایک طرف گندے اور خراب ہین اور ایک طرف اخلاقی حالت بھی درست نہین اور پھر معاملات بھی سراسر مغشوش اور فساد سے بھرے ہوئے ہین پس ایسی صورت مین یہ تمام تانا بانا جو بگڑ چکا ہے کیونکر درست ہو پس اس سوال کا جواب یہی ہے کہ بجز اسکے کہ مذہب کو علمی رنگ مین لایا جاوے اسوقت تک کسی صورت سے بھی اس گندے کیچڑ سے نجات ممکن نہین *

اور علمی رنگ سے مراد یہ ہے کہ ایسے صاف اور پاک دلائل جو محض بیہودہ قصّون پر مبنی نہ ہون تلاش کرکے اول مسئلہ خداشناسی کو غلطیون سے مبرّا کیا جائے اور پھر بعد اس کے اسی طرح حکیمانہ اصول کے موافق اخلاق اور معاملات پر نظر ڈالی جائے پس کچھ شک نہین کہ اس تنقیح اور تحقیق کے بعد تمام عقائد اور اخلاق اور معاملات یقینی نور کے ساتھ رنگین ہوجائینگے اور وہ کمزوری جو شک اور شبہ کی حالتین عقائد وغیرہ کے لئے ایک لازمہ ذاتی ہے وہ دور ہوجائے گی۔ زمانہ اس بات کا محتاج ہو رہا ہے کہ اسکے لئے کوئی ایسی راہ پیدا ہو جس پر قدم مارنے سے وہ نفسانی جذبات اور سفلی تاریکیون سے نجات پاوے اور سچی خداشناسی اور سچے اخلاق اور معاملات مین سچی امانت اور دیانت پیدا ہوجائے اور دیکھا جاتا ہے کہ ان ہر سہ قسم کی سچائیون کو چھوڑنے سے نوع انسان کو بہت نقصان پہنچتا ہے اور وہ ایک نہایت تاریک گڑھے کی طرف کھینچے جارہے ہین۔ ہر ایک قوم نے اپنے رنگ مین تاریکی سے حصہ لیا ہے۔ عیسائیون نے حضرت مسیح کو خدا بناکر توحید کے پاک چشمہ مین ہزارون من کیچڑ ڈال دیا ہے۔ ان مین جو عقلمند ہین وہ اس بات کو بخوبی سمجھتے ہونگے کہ انہون نے ایک عاجز انسان کو خدائے قادر قیوم کی جگہ دیکر ایک مخلوق فانی کو خدائے ازلی ابدی کے تخت پر بٹھا دیا ہے۔ مسلمانون نے اگرچہ اپنے

منہ سے یہ اقرار کیا ہے کہ وہ اس سچے خدا پر ایمان لاتے ہین جو ازلی ابدی غیر متبدل قادر
خدا ہے جو مرنے اور پیدا ہونے سے پاک ہے لیکن اکثر لوگون کی حالتین اس اقرار کے
مخالف ہین - اور اگرچہ ہمین اقرار کرنا پڑتا ہے کہ یہ عقیدہ اس سچائی کا مرکز ہے جو عنایت
ازلی سے محض اسلام کے حصہ مین ہی آئی ہے اور اسلام کی ہی یہ خوبی ہے تاہم افسوس
سے کہنا پڑتا ہے کہ اس زمانہ مین اکثر مسلمان جس خدا پر ایمان لانے کا دعوے کرتے ہین
درحقیقت اس پر ان کو ایمان نہین ہے نہ ان کو خدا پر بھروسہ ہے اور نہ دعا اور عبادات
مین خلوص اور اہتمام ہے اور نہ اس خدا کے وعدہ اور وعید پر یقین ہے بلکہ مین خیال
کرتا ہون کہ اگر یہ لوگ صرف ظنی طور پر ہی اس خدا کو شناخت کر لیتے تو بیشک انکے
اخلاق اور معاملات اور اعمال پاک ہو جاتے۔ اس لئے صرف ایک قوم اصلاح کی محتاج نہین
بلکہ یہ تمام قومین اس بات کی محتاج ہو رہی ہین کہ کسی رنگ مین پاک ہدایتین حاصل
کرین اور پھر خدا سے قوت پاکر سچائی اور راستبازی کا کامل طور پر جامہ پہن لیں ؛

ایسی اصلاح محض انسانی عقل کا کام نہین ہے کیونکہ اس کے ساتھ وہ روشنی نہین
ہے جو آسمان سے نازل ہوتی اور دلون کو آرام بخشتی ہے - اور نہ اس زمانہ مین فقط کسی
گذشتہ زمانہ کا حوالہ دینا کافی ہو سکتا ہے کیونکہ گذشتہ باتین جو اب محض بطور قصہ کے
پیش کیجاتی ہین اس وقت کام نہین کر سکتین - مذہب کی حقیقی عظمت وہ ہے جو موجود
ہو اور بدیہی طور پر دکھائی دے نہ یہ کہ وہ باتین محض باتین ہوں جو محض ایک قصہ کے رنگ مین
سنائی جاتی اور پیش کی جاتی ہین جس الحاد اور دہریت کے خطرناک طوفان مین موجودہ
مذاہب گرنا چاہتے ہین اس طوفان سے فقط گزشتہ قصے بچا نہین سکتے - کیونکہ وہ اپنے
اندر یقینی طور پر سچائی کی روشنی نہین رکھتے بلکہ ایک موجودہ تاریکی کے دور کرنے کے لئے
ایک موجودہ روشنی کی ضرورت ہے صرف روشنی کے نام سے تاریکی دور نہین ہو سکتی
جب تک اس روشنی کا وجود مرئی اور محسوس نہ ہو - لہذا اس زمانہ کی پر ظلمت حالت کو

ایک موجودہ روشنی کے ذریعہ سے تاریکی سے باہر لانا چاہئے۔ کسی عقیدہ کا واقعی طور پر یقین دل میں آجانا ہرگز ممکن نہیں جب تک کہ اس عقیدہ کے دلائل علمی رنگ میں بپایۂ ثبوت پہونچ نہ جائیں۔ یعنی ایسی عظمت جو محققوں کے دلوں کو اپنی طرف کھینچ لے ہرگز کسی عقیدہ میں پیدا نہیں ہوسکتی۔ جب تک کہ اس عقیدہ کی یقین پر بنا نہ ہو خاص کر اس زمانہ میں جب کہ بےقیدی اور الحاد کا خوفناک سیلاب ان پلوں کو توڑتا جاتا ہے جو محض قصّوں اور گذشتہ روایات کی اینٹوں سے بنائے گئے تھے۔

یہ ایک ایسا زمانہ ہے کہ صرف پرانے قصّے عجائب پیرایوں میں پیش کرنے اس میں کافی نہیں ہیں۔ انسانوں کے دماغی قوے اب اس غذا سے فائدہ نہیں اٹھا سکتے کہ جو اس سے پہلے مہیا کی جاتی تھی بلکہ ہر ایک شخص محسوس کر رہا ہے۔ کہ اب وہ علمی رنگ کی تحقیقاتوں کا محتاج ہے اور یہ خیال کہ ایسی تحقیقاتوں سے گورنمنٹ انگریزی ناراض ہے گورنمنٹ عالیہ کی صاف دلی پر بیہودہ بدظنی ہے۔ ہم یقیناً جانتے ہیں کہ گورنمنٹ اہل ہند کی وفاداری کو صدق دل سے تسلیم کرچکی ہے۔ بالخصوص ان خاندانوں کی نسبت جنہوں نے طوفان بغاوت کے زمانہ میں ثابت کر دیا کہ وہ اس دولت کے سچے خیر خواہ ہیں گورنمنٹ عالیہ کو کامل طور پر اطمینان ہے کہ وہ ایسے نہیں ہیں کہ ان سے کوئی حرکت بیوفائی کی صادر ہوسکے اور بلاشبہ گورنمنٹ عالیہ کے مدبّر ارکان ان پر نہ صرف نیک ظن رکھتے ہیں بلکہ اس دانا گورنمنٹ کو آیندہ بھی ان کی وفاداری پر بہت کچھ بھروسہ ہے۔ ہر ایک شخص جو آنکھوں سے کام لیتا ہے وہ چشم دید سے بڑھکر کسی دوسری شہادت کو معتبر نہیں سمجھتا گورنمنٹ کا وہ دفتر وہ تحریریں وہ حکام اب تک موجود ہیں جو بخوبی جانتے ہیں کہ میرزا غلام مرتضے صاحب رئیس قادیان جو ہمارے میرزا صاحب حضرت مرزا غلام احمد صاحب کے والد تھے کیسے وفادار اور سچے خیر خواہ رعایا میں سے تھے اور پھر آپ کے بھائی میرزا غلام قادر نے سنہ ۱۸۵۷ء

مین تموکے گذر کی لڑائی مین اپنی جان کو خطرہ مین ڈال کر گورنمنٹ پر ثابت کر دیا کہ وہ نہ محض مال سے بلکہ جان سے بھی گورنمنٹ کی مدد کے لئے ہر وقت تیار ہین۔ اور جانفشان مخلص ہین۔ چنانچہ حکام کی خوشنودی کی چٹھیات اب تک موجود ہین۔ پھر بعد اسکے پورے بائیس برس سے ہمارے امام اس خدمت مین لگے ہوئے ہین کہ پچاس کے قریب ایسی کتابین عربی اور فارسی اور اردو مین تالیف کی ہین جن مین بار بار مسلمانون کو اس گورنمنٹ کی اطاعت کی ترغیب دی ہے اور جہاد کی ممانعت کی ہے اور وہ کتابین نہ صرف برٹش انڈیا مین بلکہ تمام اسلامی ممالک مین شایع کردی ہین اور اسی مضمون کے اشتہار بھی شایع کئے ہین بلکہ اپنی جماعت کے اصولون اور عقاید مین یہ شرط داخل کردی ہے کہ وہ ہمیشہ اس گورنمنٹ کی سچی خیرخواہ رہے۔ ہر ایک جو آپ کی بیعت کرتا ہے اسکو اپنے اندر یہ تبدیلی کرنی پڑتی ہے کہ وہ درحقیقت اس گورنمنٹ کا سچا خیر خواہ بن جائے۔

تثلیث اور توحید

جہانتک مین سوچتا ہون ان لوگون کے لئے جو خدا تعالےٰ کے وجود کو مانتے اور اس کی ہستی اور اس کی تمام پاک صفات اور جزا سزا پر ایمان رکھتے ہین سب سے ضروری امر یہ ہے کہ وہ نجات کے صحیح طریقہ کو تلاش کرین اور اگر خدا کے قدیم قانون قدرت اور صحیفہ فطرت اور اس کی پاک کتابون کی تعلیم کی کھلی کھلی شہادتون سے اور نیز جو اس کی کتابون پر ایمان لانے والے فرقے ہین ان کی کثرت رائے سے اور دوسرے زندہ ثبوتون سے یہی ثابت ہوتا ہے کہ بغیر مسیح کے خون کے نجات نہین اور بغیر عقیدہ تثلیث کے رہائی نہین تو اس صورت مین بڑا گناہ ہوگا کہ اس عقیدہ کو قبول

اوّل قسط سلسلہ مضامین

نہ کیا جائے کیونکہ جس جگہ یہ تمام امور اکٹھے ہو گئے ممکن نہین کہ وہ امر غلط ہو۔ لہذا ضروری ہے کہ اسوقت ان پانچون پہلوؤن پر نظر ڈالین اور پھر جو نتیجہ نکل سکتا ہے معزز ناظرین کو اس سے اطلاع دیدین +

نجات اور لعنت

نجات کے بارے مین جس طریق کی طرف مسیحی واعظان دعوت کرتے ہین۔ وہ یہ ہے کہ نجات ان دو باتون پر موقوف ہے اول یہ کہ ایک شخص اس طرح پر تثلیث پر ایمان لاوے کہ باپ اور بیٹا اور روح القدس کو ایک وجود سمجھے اور پھر تین بھی اور ان کا تین ہونا عقیدہ رکھے اور پھر ایک بھی (۲) اور دوسری بات یہ کہ وہ اس بات پر ایمان لاوے کہ یسوع مسیح نے صلیب کے ذریعہ سے مرکر اس لعنت سے پورا حصّہ لیا جو شیطان اور اسکے گروہ کے لئے قدیم سے تیار کی گئی تھی اور اس طور سے اس پر ایمان لانے والے اس مہلک لعنت کے پھلون اور نتیجون سے بچائے گئے۔ جو کفر اور ظلم اور طرح طرح کی بدکاریون کا خیال دلون مین ڈالتی اور بے ایمانی کی راہ سکھاتی اور دلونکو اندھا کردیتی اور خدا سے بیزار اور جدا کر دیتی ہے اور ایسے لوگ جو اس لعنت سے حصہ لیتے ہین ان کے لئے یہ ضروری امر ہے کہ شیطان کے وارث ہوکر بے ایمان اور خدا سے برگشتہ ہوجائین اور ہمیشہ کے جہنم مین جائین کیونکہ لعنت شیطان کے منہ کا سیہ داغ ہے مگر یسوع مسیح نے دنیا سے یہ محبت کی کہ ایسی مہلک اور خطرناک لعنت جو ایمان کی دشمن ہے جسکے ایسے مہلک اور خطرناک نتیجے ہین اپنے باپ سے درخواست کرکے اپنے ہی دل پر وارد کرالی۔

یہ وہ دو باتین ہین جن پر مسیحی صاحبون کے عقیدہ کے رو سے نجات موقوف ہے لیکن افسوس کہ یہ دونون باتین ایسی ہین کہ نہ تو خدا کا قانون قدرت اور صحیفہ فطرت ان کا مصدق ہے اور نہ اس کی پاک کتابون مین ان کی کوئی گواہی پائی جاتی ہے اور نہ کوئی زندہ ثبوت ان کا مؤید ہے اور نہ اہل کتاب کی کثرت رائے نے ان کی سچائی پر مہر لگائی ہے +

قانون قدرت کی شہادت

اول تثلیث کو دیکھو تو خدا کا قانون قدرت بالکل اسکے مخالف ہے۔ خدا نے ہر ایک بسیط چیز کو کروی شکل پر پیدا کیا ہے جو توحید سے نہایت مناسب ہے دیکھو آفتاب ماہتاب ستارے زمین سب کروی شکل ہیں یہانتک کہ عناصر کی شکل بھی کروی ہی ثابت ہوتی ہے۔ اگر پانی کے ایک قطرہ کو دیکھو تو اس کو بھی کروی شکل کا ہی پاؤگے اب ظاہر ہے کہ اگر تثلیث کا مسئلہ صحیح ہوتا تو ہر ایک بسیط کی سہ گوشہ شکل ہونی چاہئے تھی اور ضروری تھا کہ آسمان کے ستارے اور زمین کے عناصر سب سہ گوشہ شکل رکھتے تا تثلیث پر ان کی دلالت ہوتی۔ یہ عجیب بات ہے کہ خدا تو اپنی ذات میں مثلث ہو۔ مگر اسکے ہاتھ سے نکلے ہوئے تمام بسائط ..... کروی شکل رکھیں۔ اب خوب غور کرلو کہ خدا کا قدیم قانون قدرت تثلیث کے عقیدہ کی کچھ بھی تائید نہیں کرتا بلکہ اس کی نفی کرتا ہے +

صحیفہ فطرت کی شہادت

اب جبکہ قانون قدرت سے تثلیث پر کوئی شہادت پیدا نہ ہوئی۔ تو ہم صحیفہ فطرت کو دیکھتے ہیں کہ کیا اس میں سے تثلیث پر کوئی گواہی ملتی ہے۔ تو فی الفور ثابت ہوتا ہے کہ صحیفہ فطرت بھی مسئلہ تثلیث کا ایسا ہی مخالف ہے جیسا کہ قانون قدرت حضرات عیسائی صاحبان اس بات کو مانتے ہیں بلکہ کتاب میزان الحق میں پادری ڈاکٹر فنڈل صاحب نے اس بات کا اقرار کرلیا ہے کہ اگر کسی جزیرہ میں ایسے لوگ موجود ہوں جن کو انسانی عقل دی گئی ہے اور تثلیث کی تعلیم ان تک نہیں پہونچی تو ان سے قیامت کو محض توحید کی بازپرس ہوگی تثلیث کی بازپرس نہیں ہوگی۔ اب دیکھئے کہ اگر انسان کے صحیفہ فطرت میں تثلیث کی شریعت موجود ہوتی تو ضرور ایسے لوگوں سے جو اس کے منکر ہیں اور عقل رکھتے ہیں گو تثلیث کی تعلیم ان تک نہیں پہونچی۔ خدا کا مواخذہ ہوتا۔ اگر صحیفہ فطرت میں صانع حقیقی کی طرف سے کوئی تثلیث کا نقش بھی موجود ہے تو کیا وجہ کہ اس پر عملدرآمد نہ کرنے سے بازپرس نہ ہو۔ ظاہر ہے کہ وہ شریعتیں جو انسان کو نبیوں کی معرفت ملی ہیں وہ باطنی شریعت کا ایک ظل ہیں۔ انسان کسی امر کے قبول کرنے کے

لیئے مکلف نہین ہو سکتا جس کا باطنی شریعت کے نقوش مین نام ونشان نہ ہو اور باطنی شریعت ہم کو صرف یہ سکھلاتی ہے کہ خدا وحدہ لاشریک ہے مگر اسکا مثلث یا مربع ہونا اور تین اقنوم سے مرکب ہونا یہ ایک ایسا امر ہے کہ انسانی فطرت پر کوئی نقش اس کا نمایان نہین یہی وجہ ہے کہ گو انسانون نے بیہودہ حیلہ جوئیون کے طور پر ہزارہا بلکہ لکھوکہا دیویان اور دیوتے اپنی طرف سے تراش لیئے ہین۔ مگر باوجود اسکے پھر بھی ان کو ماننا پڑا۔ کہ خدا ایک ہے۔ پس کیا وجہ کہ باوجود اسقدر وسیع شرک کے دلون نے کثرت معبودون پر آرام نہ کیا۔ اس کی یہی وجہ ہے کہ صحیفہ فطرت نے ان کو اس بات کے لیئے مجبور کیا کہ وہ خدائے واحد کو مان لین +

نبیون کی کتابون کی شہادت

اب جبکہ قانون قدرت اور صحیفہ فطرت دونون تثلیث کے منکر ثابت ہوئے تو یہ دیکھنا باقی رہا کہ نبیون کی پاک کتابون کی کھلی کھلی کیا تعلیم ہے۔ میری دانست مین .... بائیبل نے باوجود صدہا تغیر تبدل کے جو اس مین واقع ہوئے توحید کی تعلیم کو ایسے پورے طور پر انجام دیا ہے کہ توریت سے ملاکی نبی تک تمام کتابین توحید کی تعلیم پر زور دے رہی ہین اور اس سے پُر ہین۔ نمونہ کے طور پر دیکھو توریت۔ خروج ۳۴/۱۴ دانیال ۳/۲۸ یسعیاہ ۴۴/۶و۸ و یسعیاہ ۴۵/۵و۶ و ۴۴/۱۸ یرمیاہ ۱۰/۶ ہوسیہ ۱۳/۴ زبور ۸۶/۱۰ نحمیہ ۹/۶ تواریخ کی پہلی کتاب ۱۷/۲۰۔ ایسا ہی اور صدہا مقامات پر ان کتابون مین کھلی کھلی توحید کی تعلیم ہے اور اگر انجیل کی تعلیمون کو دیکھا جائے جسکے محرف کرنے مین سخت کوشش کی گئی ہے۔ تو ان مین بھی کھلی کھلی تعلیم توحید کی ہی ثابت ہوگی۔ اور تثلیث کا نام ونشان نہین ہوگا۔ ایک شخص جو خدا سے خوف کرتا اور کوئی حصہ حیا اور انصاف کا اپنے اندر رکھتا ہو وہ اگر ان تمام کتابون کی کھلی کھلی تعلیم جو توحید کے بارے مین ہے ترازو کے ایک پلہ مین رکھے اور دوسرے پلہ مین عیسائی مذہب کے وہ توہمات رکھے جو بعض پیشگوئیون کے غلط معنون سے یا انجیل کے بعض ان فقرون سے جو استعارات کے رنگ مین ہین

بنائے گئے ہین اور پھر ایک نظر اس ذخیرہ پر ڈالے جو توحید کا ذخیرہ ہے اور ایک نظر ان چند توہمات پر جو حضرت مسیح کے خدا بنانے کے لئے تراشے گئے ہین تو میری دانست مین وہ نہایت آسانی سے سمجھ جائے گا کہ خدا کی کتابون پر یہ امید رکھنا کہ تثلیث ثابت ہوگی ایسی ہی امید ہے کہ جیسے کوئی شخص ایک پھونک مار کر آفتاب کی روشنی دور کرنا چاہے کیا کوئی شخص یہ بات منہ پر لا سکتا ہے کہ جس صفائی اور تصریح اور تاکید اور بار بار کی وصیت سے صدہا مرتبہ توریت اور دوسرے نبیون کی کتابون مین توحید کی طرف بلایا گیا ہے وہی صفائی اور تصریح اور تاکید اور بار بار کی وصیت تثلیث کے بارے مین بھی پائی جاتی ہے - حاشا وکلّا ہرگز ہرگز نہین اور اگر یہ تاکید پائی جاتی ہے تو مین سب سے پہلے قبول کرون گا ورنہ ہمین نہین چاہئے کہ خدا سے بے خوف ہو کر محض توہمات کی بنیاد پر ان دلائل کو ہاتھ سے پھینک دین - جو قطعیۃ الدلالت ہین - اگر توہمات سے ہی کام لینا ہے تو پھر ان ہندوؤن کا کیا گناہ ہے جو راجہ رامچندر صاحب اور راجہ کرشن صاحب کو خدا بنائے بیٹھے ہین - اس قسم کے خداؤن کی دنیا مین کمی نہین - یہ کس قدر ظلم ہے کہ دوسرون کے حق مین ابن اللہ وغیرہ ہونیکے الفاظ یا اسی قسم کے اور استعارات جو بائیبل مین موجود ہین پائے جائین تو وہ لوگ سب انسان رہین - کوئی خدا نہ بنے لیکن جب وہی الفاظ بلکہ ان سے کمتر یسوع مسیح کے حق مین سمجھے گئے یا خیال کئے گئے اور وہ بھی صرف اعتقادی طور پر نہ قطعی فیصلہ سے تو ان سے حضرت مسیح خدا بن گئے اگر اسی طرح کسی کو خدا بنا سکتے ہین تو گو تانبے سے سونا بنانا محال ہی ہو مگر خدا بنانے کا نسخہ نہایت سہل ہے - لیکن کیا تم ایسے خدا پر بھروسہ کر سکتے ہو جسکو تم نے خود بنایا!!

اب جبکہ خدا کی کتابون سے بھی تثلیث کا کچھ پتہ نہ چلا تو آؤ ہم یہ بھی دیکھ لین کہ کیا اہل کتاب کی کثرت رائے نے تثلیث کو صحیح عقیدہ قرار دیا ہے - ظاہر ہے کہ

بائیبل کے اول وارث یہودی تھے اور ان مین ایک مستقل اور کامل شریعت لانے والا نبی موسےٰ تھا جس نے نہ صرف توریت کو بنی اسرائیل کے حوالہ کیا بلکہ خود تفسیر بن کر اسکے تمام معنے سمجھا بھی دیئے۔ اور توریت کی ہر ایک کتاب مین توحید کی تعلیم پر زور دیا گیا اور سخت تاکید کی گئی کہ ان تعلیمونکو حفظ کرو اور اپنی آستینونپر اور اپنی چوکھٹون اور اپنے دروازون کی پیشانیون پر لکھو اور ان کو ڈرایا گیا کہ اگر تم ان تعلیمون کو بھولوگے تو طرح طرح کی بیماریون اور زہرناک پھوڑون اور پھنسیون اور دوسری آفات ارضی و سماوی سے ہلاک کئے جاؤگے اور تم دیوانہ اور مجذوم ہوکر مروگے اور تعلیم پر توجہ دلانے کے لئے صرف دھمکی ہی نہین دی گئی بلکہ امیدین بھی دلائی گئین اور علاوہ اسکے یہ بھی انتظام کیا گیا کہ چودہ سو برس تک ان مین سلسلہ نبوت برابر چلا آیا ان پر بے نبی کے کوئی زمانہ نہ آیا اور خود حضرت موسیٰ نے ان کو اپنے مرنے کے وقت بیوہ عورت کی طرح نہین چھوڑا بلکہ خدا کے حکم سے بلا توقف یشوعا نبی کو اپنا قائم مقام کر دیا اور پھر یہ سلسلہ نبیون کا ایسا برابر ان کی محافظت کرتا آیا کہ دنیا مین اس کی کوئی بھی نظیر نہین۔ ذرا اپنے تعصبون سے خالی ہوکر سوچو کہ۔۔۔ کیا ممکن تھا کہ یہودی توریت کی تعلیم کو جو توریت کا اصل مقصود تھا جس کو انہون نے صدہا نبیون کی معرفت سنا تھا اور جس کی نسبت ہمیشہ انکو تازہ بتازہ سبق ملتا تھا۔ اور جس پر عملی طور پر ان کے باپ دادے پابند چلے آتے تھے ایسا بھول جاتے کہ تثلیث اور کفارہ سے بالکل انکاری ہو جاتے۔ خدا کی ذات اور صفات کی نسبت جو توریت کی تعلیم تھی وہ صرف قصون کے رنگ مین توریت مین نہین تھی بلکہ یہودیونکے دلون مین ڈالی گئی تھی۔ ان کے بچے اور بوڑھی عورتین بھی اس تعلیم سے خبر رکھتی تھین۔

جبکہ تثلیث اور کفارہ مسیح سے انکار کرنا ایسا سخت کفر ہے کہ جسکے ترک

کرنے مین ابدی جہنم کی سزا ہے تو کیونکر خیال مین آسکتا ہے کہ نبیون نے اس... عقیدہ کی تعلیم کو گول مول بیان کیا ہو بلکہ اس صورت مین بڑا فرض ان کا تو یہی ہونا چاہیئے تھا کہ وہ بار بار ایسے عقیدہ کو کھول کھول کر بیان کرتے اور کوئی ایسا لفظ منہ پر نہ لاتے جو اس عقیدہ کے منافی ہوتا پس یہ انہون نے کیا کیا کہ تمام کتابون کو توحید کی تعلیم سے بھر دیا جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ صرف توحید ہی یہودیون کے ذہن نشین ہوگئی اگر نبی لوگ تثلیث کی مسلسل تعلیم دیتے چلے آتے اور اپنی بعثت کی علت غائی اسی کو ٹھہراتے تو کیونکر ممکن تھا کہ یہودی اس تعلیم سے بے خبر رہ سکتے جبکہ اصل مدار نجات کا تثلیث اور خون مسیح تھا تو کچھ سمجھ مین نہین آتا کہ موسے اور دوسرے نبیون نے اس اہم مسئلہ کو کیون چھپایا اور شایع نہ کیا اور اگر شائع کیا تھا تو کیا وجہ کہ توریت مین اس تعلیم کا نام و نشان نہین پایا جاتا اور کیا وجہ کہ یہودیون کے تمام فرقے اس تعلیم سے ایسے بے خبر رہے جیسا کہ ایک مسلمان کا بچہ ہندوؤن کے دیوتا۔ پوجا کے طریقون اور بت پرستی کے منترون سے بیخبر ہوتا ہے - یہ بات کس کو معلوم نہین کہ یہودی نہ آج سے بلکہ قدیم سے تحریر اور تقریر کے ذریعہ سے یہی گواہی دیتے آئے ہین اور اب بھی دیتے ہین کہ ان کی کتابون مین تثلیث اور کفارہ کا نام و نشان نہین اور نہ خدا کے دنیا مین مجسم ہو کر آنے کی ان کو امید دلائی گئی ہے۔ فرض کیا کہ یہودی فاسق تھے ظالم تھے خونی تھے لیکن اسقدر بے انصافی نہین کہ ہم یہ رائے ظاہر کرین کہ انہون نے اتفاق کر کے تثلیث اور کفارہ کی تعلیم کو جو ان کے ایمان کا مدار ہونی چاہیئے تھی توریت مین سے نکالدیا اور بجائے اس کے ایک سادہ توحید جو بالکل قرآن کے موافق ہے توریت مین لکھدی +

ہم دیکھتے ہین کہ باوجود ہزارون اختلافات کے جو یہودیون مین پائے جاتے ہین اس بات مین ان کے تمام فرقے متفق ہین کہ کبھی ان کو تثلیث اور کفارہ کی تعلیم نہین دی گئی - ان دنون مین کئی فاضل یہودیون سے خط و کتابت کر کے ان سے یہ امر استفسار

کیا گیا کہ آپ لوگون کو جیسا کہ انجیل سے انکار رہے ویسا ہی قرآن سے بھی ہے اسلئے ہم آپ کو قسم دے کر پوچھتے ہین کہ کیا خدا کے بارے مین توریت کی تعلیم عیسائیون کے مسئلہ تثلیث اور کفارہ سے مشابہ ہے یا قرآن کی تعلیم سے مشابہ تو انہون نے بڑی صفائی سے جوابا خطوط بھیجے اور تحریر کیا کہ توریت مین خدا کے بارے مین سراسر خدا کی تعلیم ہے ایک حرف بھی توریت کی تعلیم کا ایسا نہین ہے کہ تثلیث اور کفارہ پر دلالت کرتا ہو اور لکھا کہ وہ تعلیم قرآن کی تعلیم کے بالکل موافق اور تثلیث اور کفارہ کی تعلیم سے بالکل مخالف اور منافی ہے اور توجہ دلائی کہ توریت موجود ہے - اور نبیون کی تمام کتابین موجود ہین خود دیکھ لو کہ ان مین تثلیث اور کفارہ کی تعلیم کہان اور کدھر ہے وہ چٹھیات ان کی ہمارے دفتر مین موجود ہین اور خود یہودی ہمارے اس برٹش انڈیا مین بکثرت پائے جاتے ہین ہر ایک براہ راست دریافت کر سکتا ہے +

بیشک ایک خدا خوف اور طالب حق آدمی کو اس موقعہ پر غافلانہ طور پر نہین گذرنا چاہئے یہ تو سب کو معلوم ہے کہ الہی مدرسہ مین سب سے پہلے تعلیم پانے والے یہودی ہین جو خدا کی قوم کہلاتے رہے ہین - پس اس سے زیادہ دنیا مین کونسا حیرت افزا واقعہ ہوگا کہ باوجود اسکے کہ توریت کی تعلیم کو تازہ کرنے کے لئے چودہ سو برس تک متواتر نبی آتے رہے اور کثرت انبیاء کی وجہ سے کسی اجتہاد کی بھی حاجت نہ ہوئی - مگر بھی یہودی تثلیث اور کفارہ کے مسئلہ سے بے خبر رہے اگر یہی مدار نجات تھا تو ان صدہا نبیون کی زندگی پر افسوس ہے جو یہودیون کی تعلیم کے لئے بھیجے گئے اور پھر ان کو اصل تعلیم سے بے خبر رکھتے رہے - کیا یہ مقام غور نہین کہ یہودیون مین ایک بھی کوئی ایسا فرقہ نہین کہ جس نے ایک ذرہ گمان بھی کیا ہو کہ ان کی نجات تثلیث اور کسی کی صلیبی موت پر موقوف ہے پھر مین یہ بھی کہتا ہون کہ اگر عیسائیون کے فرقے سب کے سب تثلیث کے قائل ہوتے تب بھی ایک

عیسائی کو خوش ہونے کے لئے کوئی بات ہاتھ مین ہوتی مگراب عیسائیونکے لئے کسقدر تلخی اور ناخوشی کا مقام ہے کہ اندرونی ثبوتن نے بھی ان پر خدا کی حجت پوری کر دی اور قرآن شریف کے نزول کے زمانہ مین بھی وہ فرقے موجود تھے جن کا قرآن شریف مین ذکر ہے +

اب جبکہ قانون قدرت اور صحیفہ فطرت اور یہودیون کی پاک کتابون اور یہودیون کی اتفاق رائے اور خود عیسائیون کے بعض فرقون کی شہادت سے بھی ثابت ہوا کہ تثلیث اور کفارہ مسیح کا مسئلہ نہ عقل سے ثابت ہے اور نہ نقل سے تو اب پانچوان امر یہ دیکھنا باقی رہا کہ کیا حضرت مسیح مین کوئی ایسی خاص بات ہے جس سے ان کی نسبت خدائی کا گمان پیدا ہو سکتا ہے - سو جہان تک انسانی طاقتین زور سے گواہی دے سکتی ہین - ہم اس گواہی کو پوری بصیرت اور پورے زور سے ادا کرتے ہین کہ کوئی بھی ایسا امر نہین جس سے حضرت مسیح کی کوئی خصوصیت ثابت ہو جو ان کی خدائی کا گمان پیدا کرتی ہو ہان بار بار انکی ولادت کو پیش کیا جاتا ہے مگر ہم تو اس پہلے انسان کو بھی خدا نہین کہہ سکتے جس کے باپ اور مان دونون نہ تھے اور ہم روز دیکھتے ہین کہ صدہا کیڑے بغیر ذریعہ مان باپ کے پیدا ہوتے رہتے ہین تو کیا ہم ان کو خدا قرار دیدین یا خدا کے بیٹے سمجھ لین - کیا کرین ہماری دانست مین تو قرآن نے حضرت مسیح اور انکی مان پر ایک بڑا احسان کیا ہے جو چھ سو برس کے بہتان کو اپنی تصدیق سے رد کر دیا اور حضرت مسیح کی ولادت کو اس طور سے مان لیا - جس سے حضرت مریم کی پردہ پوشی ہو گئی ورنہ یہودی اس ولادت کی نسبت جو کچھ کہتے ہین وہ اس لایق نہین کہ اس جگہ اس کا ذکر بھی کیا جائے - غرض حضرت مسیح کی ولادت مین کوئی خصوصیت نہین بلکہ یونانی اور ہندی طبیبون نے اس کی نظیرین دی ہین کہ کبھی انسان محض

مسیح کی ولادت مین کوئی خصوصیت نہین

ابن اللہ کی حقیقت

مان کے مادہ سے بغیر باپ کے نطفہ کے پیدا ہو سکتا ہے۔

ہان شاید کوئی یہ کہے کہ حضرت مسیح کا اپنے تیئن ابن اللہ کہنا انکی خدائی کی دلیل ہے تو اس کا یہ جواب ہے کہ توریت صدہا خدا کے بیٹون سے بھری ہوئی ہی بلکہ یعقوب کی نسبت یہ فقرہ ہے کہ اسرائیل میرا بیٹا بلکہ پہلوٹا ہے اور صرف خدا کے بیٹون کا ذکر نہین بلکہ بعض جگہ تو خدا کی لڑکیون کا بھی ذکر ہے اور ایک آیت مین یہ بھی ہے کہ تم سب خدا ہو اب اس بات کا کون فیصلہ کرے کہ وہ تمام بیٹے غیر حقیقی تھی مگر مسیح خدا کا حقیقی بیٹا تھا اصل بات یہ ہے کہ عیسائیون نے اس خیال مین بہت دھوکا کھایا ہے عارف جانتے ہین کہ یہ عادت الٰہی ہے کہ خدا اپنے جن خاص بندون سے پیار کرتا ہے کبھی ایسے الفاظ ان کے حق مین بیان کر دیتا ہی کہ ایک جاہل ان الفاظ کو دستاویز پکڑ کر بآسانی انکو خدا بنا سکتا ہے آدم کو بھی انجیل مین خدا کا بیٹا لکھا ہی۔ پس کیا وہ درحقیقت خدا کا بیٹا ہے۔ پہلا مقدمہ تو یہی پیش آیا ہے ذرا اسکا تو فیصلہ کرو۔

قرآن کریم کے الفاظ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حق مین

یہ تو ان انبیاء کا حال ہے جنکا ذکر توریت مین ہے اور اگر اسی طرح کوئی خدا بن سکتا ہے تو ہم اپنے نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کو قرآن شریف کے روسے بآسانی خدا ٹھہرا سکتے ہین کیونکہ اللہ تعالےٰ انکے حق مین فرماتا ہی ید اللہ فوق ایدیہم۔ یعنے یہ خدا کا ہاتھ ہے جو تمہارے ہاتھون پر ہے اس آیت مین اللہ تعالےٰ نے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ کو اپنا ہاتھ قرار دیا ہے اور پھر ایک اور آیت مین فرمایا ہے قل یا عبادی الذین اسرفوا علی انفسہم لا تقنطوا من رحمۃ اللہ ان اللہ یغفر الذنوب جمیعاً۔ یعنے کہہ اے میرے بندو تم رحمت الٰہی سے نومیدمت ہو تمہارے سب گناہ بخشے جائینگے اب اس آیت مین تمام دنیا کو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے بندے قرار دیا گیا اور نہ صرف یہی بلکہ ان کو گناہ بخشنے کا اختیار بھی دیا گیا اب بتاؤ اس سے زیادہ نقلی طور پر خدائی کا اور کیا ثبوت ہوگا۔ اسی طرح اور بہت سی آیات قرآن شریف کی ایسی ہین کہ اگر انکا

تو ان آیات سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدائی ایسی صفائی سے ثابت ہو سکتی ہے کہ ان کے مقابل پر حضرت مسیح کا ابن اللہ ثابت کرنا ایک باطل خیال ہے اور نہ صرف یہی بلکہ غلبہ اور قدرت جو الوہیت کی ضروری صفت ہے وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے وجود میں ہی پایا جاتا ہے۔ اس بات کو غور کرکے دیکھو کہ جب آنجناب نے دعوے نبوت کیا تو تمام قومیں آپ کی دشمن ہو گئی تھیں کیونکہ آپ دنیا کی تمام قوموں کو اسلام کی طرف دعوت کرتے تھے اس لئے تمام قوموں نے آپ کے نابود کرنے کا ارادہ کیا اور ایذا رسانی میں کسی نے کمی نہ رکھی بلکہ بعض بادشاہوں نے بھی کوشش کی کہ آپ کو گرفتار کرکے قتل کر دیں جس میں وہ نامراد رہے پھر وہ کیا راز تھا جس کی وجہ سے آپ تمام دشمنوں کے حملوں سے بچتے رہے؟ وہ آپ کے روح کا خدا سے ایک عمیق در عمیق تعلق تھا جو کسی انسان کو اس کی مانند نہ ہوا اور نہ ہوگا۔ آپ خدا کے لئے غیرتمند تھے اور خدا آپ کے لئے۔

صحابہ اور حواریوں کا مقابلہ

یہودا حواری نے صرف تیس روپیہ لیکر حضرت مسیح کو گرفتار کرا دیا جس سے ظاہر ہے کہ حواریوں پر حضرت مسیح کے تقوے کا کیا اثر تھا لیکن آنجناب کے اصحاب چونکہ آپ کو بالکل خدا کا مظہر دیکھتے تھے اسلئے برعکس یہودا حواری کے انہوں نے اپنے گھروں کے تمام عزیز مال آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے آگے رکھدئے اور انہوں نے اپنے پاک نبی کے سامنے وہ صدق دکھلایا جس کی نظیر دنیا میں ملنا مشکل ہے کون اس یقین کے سمندر کی پیمائش کرسکتا ہے جو ان کے دلوں میں موجیں مار رہا تھا گویا وہ آنحضرت کے چہرہ سے خدا کا چہرہ دیکھتے تھے مگر معلوم نہیں کہ حواریوں کے دلوں میں حضرت مسیح کی نسبت کیا خیالات تھے جو پطرس جیسے بہشت کی کنجیوں کے مالک نے بھی نہ ایک دفعہ بلکہ تین دفعہ حضرت مسیح پر لعنت بھیجی ایسا ہی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے قتل کیلئے ایک دنیا نے منصوبے کئے لیکن کچھ بھی نقصان نہ کرسکے بلکہ جس نے سر اٹھایا وہی مارا گیا۔

چنانچہ جب بدبخت خسرو پرویز شاہ ایران آنجناب کے خون کا پیاسا ہوا اور اپنے سپاہی گرفتاری کے لئے روانہ کر دئے تو ایک رات بھی اس پر گذرنے نہ پائی کہ خدا نے اس کی خبر لے لی حالانکہ ثابت نہیں کہ آپ نے اس ہلاکت کے لئے کوئی دعا بھی کی ہو بلکہ جب سپاہیوں نے پکڑنے کے لئے پیغام پہونچایا تو آپ نے انہیں فرمایا کہ یہ میرا کام نہیں ہے اسکا جواب خدا دے گا تب دوسری صبح کہدیا کہ آج میرے خداوند نے رات کو تمہارے خداوند کو قتل کر دیا دیکھو مظہر الوہیت اسے کہتے ہیں کہ ایک طرف تو خسرو پرویز نے آپ کی گرفتاری کا ارادہ کیا اور دوسری طرف آسمانی حکم سے بلا توقف ملک الموت اسکی جان لینے کے لئے ایران پہونچ گیا۔

اس واقعہ کے مقابل پر جب ہم حضرت مسیح کی گرفتاری کا واقعہ دیکھتے ہیں تو نہایت افسوس سے اقرار کرنا پڑتا ہے کہ یسوع مسیح کی ساری رات کی دعاؤں کا کچھ بھی اثر نہ ہوا ناحق بے آرام رہے اور نیند بھی ضایع کی اور صبح ہوتے ہی ان کی گرفتاری کے لئے رومی سلطنت کی پولیس کا ایک سپاہی قوم کے چند لوگوں کے ساتھ آیا اور یسوع مسیح کو گرفتار کر کے دن کے دس بجنے سے پہلے ہی حوالات میں جا کر داخل کر دیا۔ کیا یہی خدائی تھی جسکا یہ انجام ہوا ہم کسی شخص کا خدا سے کامل تعلق کس طرح اور کیونکر سمجھ لیں جب تک خدا کا فضل امتیاز کے ساتھ اسی دنیا میں اسپر نہ دیکھ لیں ۔ مسیح ...... وہ شخص ہے کہ جس نے دعائیں کیں اور باقرار حضرات مسیحیان وہ دعائیں قبول نہ ہوئیں اور حضرت سیدنا محمد صلے اللہ علیہ وسلم وہ مرد خدا ہے کہ جسکی تائید بغیر دعا کے بھی ہوتی رہی یہی وجہ ہے کہ جب اصحاب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے دیکھا کہ اس مرد کی تائید میں خدا کی مددیں بارش کی طرح برس رہی ہیں تو وہ اسپر فدا ہو گئے اور بھیڑ بکری کی طرح اس کی راہ میں ذبح کئے گئے اور صدق سے جانیں دیں اور اگر خدا کے دین میں کسی انسان کی پرستش جائز ہوتی تو وہ دنیا کے سب مصنوعی خداؤں میں سے

اسی برگزیدہ کو بڑا خدا سمجھتے اور اسی کی پرستش کرتے - جس ادب اور اطاعت کو انہون نے
ہمارے سید نبی اللہ کی نسبت اختیار کیا کبھی موسےٰ کی آنکھ نے نہین دیکھا اور نہ مسیحؑ کو
دیکھنا نصیب ہوا آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کے مقابل پر حواریون کی ایمانی کیفیت
اگر دیکھنی ہو تو یہودا کا نمونہ بار بار غور کر کے دیکھو اور اگر یہ نہین تو حواریون کے سردار
پطرس کی آخری گواہی انجیل مین پڑھ لو - یاد رہے کہ حواریون کے یہ ناحق کے خوف تھے
یہودیون نے کبھی ان کو ایک طمانچہ بھی نہین مارا تھا اور خود وہ لوگ حضرت مسیح کی اپنی ہی قوم تھے
اور وہ بھی بباعث گم ہو جانے اکثر فرقون کے بہت تھوڑے رہ گئے تھے اور ذلّت مین
بسر کرتے تھے تاہم حواری لوگ حضرت مسیح کی زندگی مین کوئی وفاداری کا کام دکھلا نہ سکے
کسی کی ذرہ سی جھڑکی سے بھی الگ ہونے کو تیار ہو جاتے تھے کیا یہی اثر اس شخص کے
وعظون کا ہونا چاہئیے جو خدائی کی قوتین لے کر ظاہر ہو - غرض خدائی جلال محمدی زندگی
سے ہی نمایان ہے نہ یہ کہ ادنے ادنے لوگون سے مار کھاتے پھرین اور کچھ بھی خدا کی
تائید ظاہر نہ ہو -

مسیح کے اخلاق [illegible]

اب ہم یہ دیکھنا چاہتے ہین کہ جبکہ امور متذکرہ بالا کے رو سے حضرت مسیح کی کوئی
خدائی کی خصوصیت ثابت نہ ہو سکی تو کیا آپ کے اخلاق کے رو سے آپ کی خدائی پر کوئی
دلیل قائم ہو سکتی ہے مگر افسوس کہ اس تلاش مین بھی ہم ناکام رہے اور ہماری راستپسندی
ہمین مجبور کرتی ہے کہ ہم گواہی دین کہ حضرت مسیح کا ایک نیک خلق بھی عقلی طور پر ثابت
نہین ہو سکتا کیونکہ اخلاق دو قسم کے ہین (۱) بعض دولت اور ثروت کی حالت مین
ثابت ہوتے ہین (۲) اور بعض ایسی حالت مین کہ اول عاجزانہ طور پر زندگی بسر...
کر کے دشمنون سے طرح طرح کے دکھ اٹھائین اور پھر انتقام لینے کے لئے پوری قدرت
پالین - سو مین دیکھتا ہون کہ ان دونون حصّون مین سے حضرت مسیح کے نصیب مین
کوئی بھی حصہ اخلاق کا نہین ہوا اگر وہ دولت اور ثروت کا زمانہ پاتے اور انواع اقسام کی

فیاضیان اور سخاوتین ان سے ظاہر ہوتین تو ہم کہہ سکتے کہ وہ بڑے سخی اور فیاض تھے جنہون نے اپنے وقت مین بیواؤن کو یتیمون کو مسکینون کو بھوکون کو قحط زدون کو اپنے مال سے مدد دی مگر اب ہم کس ثبوت کی بنا پر ان کا نام سخی یا جواد رکھین اور اگر وہ دکھ دیئے جانے کے بعد قدرت اور حکومت کا زمانہ پاتے اور اپنے دشمنون پر قابو پاکر پھر ان کو بخش دیتے اور انتقام نہ لیتے تو ہم کہہ سکتے تھے کہ وہ بڑے عفو اور درگذر کرنے والے تھے کہ دشمن پر قابو پاکر پھر بخش دیا مگر اب ہم گو ان سے محبت بھی رکھتے ہین اور موسےٰ کے سلسلہ مین سے ان کو ایک بزرگ نبی بھی سمجھتے ہین مگر ان کے خلق عفو اور درگذر کا ثبوت کیا دین۔ غرض حضرت مسیح کا کوئی خلق ثابت نہین اور تاریخی واقعات کے ذریعہ سے ایک ذرہ بھی اخلاقی نیکی ان کی ثابت نہین ہو سکتی یہ اور بات ہے کہ ہم اپنے نیک خیال سے ان کو اچھا اور بزرگ نبی سمجھتے ہین۔ ایسا خیال ہمارا محض ایمانی رنگ مین ہے نہ عرفانی۔ اور تحقیقی رنگ مین کیونکہ کوئی عقلی دلیل ہمارے ہاتھ مین نہین۔

آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے اخلاق فاضلہ

لیکن جب ان کے مقابل پر ہم آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے اخلاق پر نظر ڈالتے ہین تو اعلے درجہ کے ثبوت پر آنجناب کے دونون قسم کے اخلاق ہمین دکھائی دیتے ہین۔ عقل اور انصاف دونون ہمین مجبور کرتے ہین کہ ہم آپکے اخلاق فاضلہ کا اقرار کرلین کیونکہ آپ کی سخاوت کے متعلق بڑے بڑے کافرون نے گواہی دی ہے کہ اس شخص کا نظیر سخاوت مین دنیا مین نہین۔ چنانچہ صدہا کتابین ان واقعات سے بھری ہین اور جب آپنے برابر بیس برس تک دکھ اٹھا کر مکہ فتح کیا اور ان لوگون پر قابو پایا جو ہزارون خون ریزیون کی وجہ سے اس لائق تھے کہ ان کی بوڑھی اور جوان عورتین اور شیرخوار بچے مع انکے قتل کئے جاتے تو آپنے تمام لوگون کا گناہ بخش دیا اور کہا کہ آج مین تم سے وہ معاملہ کرتا ہون کہ جو یوسف نے قابو پانے کے بعد اپنے بھائیون سے کیا تھا جاؤ مین نے سب کو آزاد کر دیا یہ کہنا مکہ والون کے لئے بڑا نشان ہوا اور سچائی کے قبول کرنے کے لئے انکے دل اچھل پڑے۔ اور طاقت

بالاارادہ کھینچ کر رکھے گئی اور شام ہونے سے پہلے ہی سب نے اسلام قبول کرلیا اب دیکھو کیسی صفائی سے ثابت ہوا کہ اخلاق فاضلہ جو خدا کی صفات کے ظل ہوتے ہین یہ بھی آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم مین ہی ثابت ہین اور آپ صرف سخی اور کریم النفس ہی نہین ہین بلکہ حلیم اور پاک سینہ اور دشمنون کے گناہ بخشنے والے تھے غرض جنگون کے میدانون نے آپ کی شجاعت کو ثابت کیا اور داد و دہش نے آپ کی سخاوت ثابت کی اور دشمن پر قابو پا کر گناہ بخشدینے نے آپکا اعلے درجہ کا حلیم اور رحیم ہونا ثابت کردیا۔　　(باقی آیندہ)

بیسوین صدی کی عظیم الشان علمی دریافت

۱- پانچ سال سے زیادہ کا عرصہ منقضی ہوتا ہے کہ احمدی قوم نے اپنے امام کے ایما سے ایک عظیم الشان تحقیقات شروع کی وہ تحقیقات اب اس حد تک مکمل ہوگئی ہے کہ ہم اسکے نتیجہ کی اشاعت کے قابل ہوگئے ہین چنانچہ اسکا ایک حصہ کتاب کی صورت مین زیر طبع ہے اب ہم نے ارادہ کیا ہے کہ اس مضمون کو میگزین کے صفحات مین شایع کرین جسمین ہم یہ ظاہر کرین گے کہ عربی زبان ام الالسنہ ہے یا بالفاظ دیگر یون کہو کہ یہ ظاہر کرینگے کہ وہ زبانین جن کی نسبت خیال کیا گیا ہے کہ عربی سے ان کا کوئی تعلق نہین ہے وہ عربی ہی سے نکلی ہین

۲- ہم نتایج سے ناواقف نہین ہین جنپر زمانہ حال کے عالمان علم اللسان پہونچے ہین۔ ہم جانتے ہین کہ ان مین سے بہت سے ایسے ہین جو اولاً اس امر ہی کو تسلیم نہین کرتے کہ بولی کی اصلیت مین اتحاد ہے۔

اور پھر اس امر پر شبہات پیش کئے گئے ہین کہ سریانی اور دوسری زبانون خصوصاً آرین زبان مین باہم کوئی تعلق ممکن ہے یا نہین؟ ہم جانتے ہین کہ ہمارا یہ اعلان علم اللسان کے مطالعہ کرنیوالون اور دوسرے لوگون کے لئے عجیب اور حیرت افزا ہوگا۔ مگر ہم امید کرتے

ہین کہ ہمارا یہ دعوے محض اس بنا پر رد نہین کر دیا جاویگا کہ یہ اس تحقیقات کے مخالف ہے جو یورپ کے عالمان علم اللسان نے کی ہے - ہم خیال کرتے ہین کہ زبانون کے سیمٹیک سلسلے (سریانی) پر پوری توجہ نہین کی گئی اور خصوصاً اس شجرۃ اللسان کے اس بڑے ممبر کے متعلق جو علم اللسان کے متعلق بہت سے مغلق اور تاریک سوالات پر تنہا روشنی ڈالنے والا ہے اور یہ صرف اس لئے ہوا ہے کہ اس سوال کے حل کے لئے اصل مصالح مطلوب تھا جسکے نہ ہونے کی وجہ سے یہ سوال حل طلب رہا مگر اب کامل توجہ اور غائر مطالعہ کے بعد اس پر دہ روشنی ڈالی گئی ہے اور ہم امید کرتے ہین کہ اس کی جائز قدر کی جاوے گی-

۴- عربی لغت کی حیرت انگیز کثرت جو پیچیدہ اور باریک ضمائر انسانی کے لئے مفرد الفاظ پیش کرتی ہے اور نازک ترین خیالات کے اظہار کے لئے الگ اور مبین الفاظ کا ہونا درانحالیکہ یہ ان لوگون کی بولی ہے جن کا طرز تمدن نہایت ہی سادہ اور جو بالکل جاہل اور جنکے خیالات کا سلسلہ نہایت ہی محدود ہے) ایسے قابل غور امور ہین جنکو تمام عالمان علم اللسان نے تسلیم کرلیا ہے - مگر ان سب سے عجیب تر یہ امر ہے کہ جاہل بدوٗن کے مبین الفاظ علوم عالیہ کی صداقتون کے ان خزائن کو ظاہر کرتے ہین جن کی بابت ہمین علم نہین کہ کسقدر زمانہ دراز کے بعد وہ دنیا کو معلوم ہوئے ہین مذہبی نظر سے بھی یہ کچھ کم متعجب کرنے والی بات نہین ہے کہ تمام مقدس زبانون مین سے (وہ زبانین جن مین مذہبی قوانین اور شرائع دنیا پر ظاہر ہوئے) صرف عربی ہی ایک ایسی زبان ہے جو نشانات زندگی رکھنے والی زندہ زبان ہے اور یون یہ اس مذہب کی عظمت اور زندگی کا اظہار کرتی ہے جس کو یہ دنیا کے سامنے پیش کرتی ہے یعنے اسلام کی -

بحالیکہ دوسری تمام زبانون کی موت ان تمام اصولون کی بوسیدگی اور موت پر دلالت کرتی ہے جو وہ تعلیم دیتی ہین +

آؤ لوگو کہ یہیں نور خدا پاؤ گے　　　　لو تمہیں طور تسلی کا بتایا ہم نے

ریویو آف ریلیجنز

یعنی

دنیا کے مذاہب پر نظر

جلد اوّل　　　　بابت مارچ سنہ ۱۹۰۲ء　　　　نمبر ۳

فہرست مضامین

انجمن اشاعۃ اسلام قادیان نے اخبار الحکم و تفسیر القرآن کے کارخانہ انوار احمدیہ پریس میں شیخ یعقوب علی تراب احمدی مالک و مہتمم کارخانہ مذکور کے اہتمام میں چھپوا کر شائع کیا

دوسری مرتبہ فروری سنہ ۱۹۰۳ء ۔ چندہ سالانہ مع محصول ڈاک سنہ ۱۹۰۳ء کیلیے ولایتی کاغذ پر ے معمولی کاغذ پر عا

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اسلام

اس عنوان کے نیچے ہم اس عظیم الشان مضمون کو درج کرینگے جو حضرت میرزا غلام احمد صاحب رئیس قادیان کیطرف سے جلسہ اعظم مذاہب پر جو دسمبر ۱۸۹۶ء مین منعقد ہوا تہا پڑہا گیا۔ اس کانفرنس کے محرکون کیطرف سے مفصلہ ذیل پانچ سوال اس غرض کے لئے شائع ہوئے تہے کہ مختلف مذاہب کے علماء ان کے جوابات اپنے اپنے مذہب کے رو سے اس جلسہ مین پیش کرین۔

(۱) انسان کی جسمانی۔ اخلاقی اور روحانی حالتین۔

(۲) انسان کی زندگی کے بعد کی حالت یعنی عقبےٰ۔

(۳) دنیا مین انسان کی ہستی کی اصل غرض اور اس غرض کی تکمیل کے اسباب۔

(۴) کرم یعنے اعمال کا اثر دنیا و عاقبت مین۔

(۵) علم یعنے گیان اور معرفت کے ذرائع اور وسیلے

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہ ونصلی علے رسولہ الکریم

آج اس جلسہ مبارک مین جسکی غرض یہ ہے کہ ہر ایک صاحب جو بلائے گئے ہین سوالات مشتہرہ کی پابندی سے اپنے اپنے مذہب کی خوبیان بیان فرماوین۔ مین اسلام کی خوبیان بیان کرونگا اور اس سے پہلے کہ مین اپنے مطلب کو شروع کرون اسقدر ظاہر کر دینا مناسب سمجہتا ہون کہ مینے اسبات کا التزام کیا ہے کہ جو کچہہ بیان کرون خدا تعالیٰ کی پاک کلام قرآن شریف سے بیان

کرون کیونکہ میرے نزدیک یہ بہت ضروری ہے کہ ہر ایک شخص جو کسی کتاب کا پابند ہو اور اس کتاب کو ربانی کتاب سمجھتا ہو وہ ہر ایک بات مین اسی کتاب کے حوالہ سے جواب دے اور اپنی وکالت کے اختیارات کو ایسا وسیع نہ کرے کہ گویا وہ ایک نئی کتاب بنا رہا ہے سو چونکہ آج ہمین قرآن شریف کی خوبیون کو ثابت کرنا ہے اور اسکے کمالات کو دکھلانا ہے اسلئے مناسب ہے کہ ہم کسی بات مین اسکے اپنے بیان سے باہر نہ جائین اور اسی کے اشارہ یا تصریح کے موافق اور اسی کی آیات کے حوالہ سے ہر ایک مقصد کو تحریر کرین تا ناظرین کو موازنہ اور مقابلہ کرنے کیلئے آسانی ہو اور چونکہ ہر ایک صاحب جو پابند کتاب ہین اپنی اپنی الہامی کتاب کے بیان کے پابند ہین گے اور اسی کتاب کے اقوال پیش کرینگے اسلئے ہمنے اس جگہ احادیث کے بیان کو چھوڑ دیا ہے کیونکہ تمام صحیح حدیثین قرآن شریف سے ہی لی گئی ہین اور وہ کامل کتاب ہے جس پر تمام کتابون کا خاتمہ ہے۔ غرض آج قرآن شریف کی شان ظاہر ہونیکا دن ہے اور ہم خدا سے دعا مانگتے ہین کہ وہ اس کام مین ہمارا مددگار ہو آمین

سوال اول کا جواب

معزز ناظرین کو خیال رہے کہ اس مضمون کے ابتدائی صفحون مین بعض تمہیدی عبارتین ہین جو بظاہر غیر متعلق معلوم دیتی ہین مگر اصل جوابات کے سمجھنے کیلئے پہلے انکا سمجھنا نہایت ضروری ہے اس لئے صفائی بیان کیلئے قبل از شروع مطلب ان عبارتون کو لکھا گیا کہ تا اصل مطلب سمجھنے مین دقت نہ ہو۔

اب واضح ہو کہ پہلا سوال انسان کی طبعی اور اخلاقی اور روحانی حالتون کے بارے مین ہے سو جاننا چاہئے کہ خدا تعالی کے پاک کلام قرآن شریف نے ان تین حالتون کی اس طرح پر تقسیم کی ہے کہ ان تینون کے لئے علیحدہ علیحدہ تین مبدء ٹھہرائے ہین یا یون کہو کہ تین سرچشمے قرار دیئے ہین جن مین سے جدا جدا یہ حالتین نکلتی ہین۔

پہلا سرچشمہ جو تمام طبعی حالتون کا مورد اور مصدر رہے اسکا نام قرآن شریف نے نفس امارہ

رکھا ہے جیساکہ وہ فرماتا ہے اِنَّ النَّفْسَ لَاَمَّارَةٌ بِالسُّوْٓءِ یعنے نفس امّارہ مین یہ خاصیّت ہے کہ وہ انسان کو بدی کیطرف جو اسکے کمال کے مخالف اور اسکی اخلاقی حالتون کے برعکس ہے جھکاتا ہے اور ناپسندیدہ اور بد راہون پر چلانا چاہتا ہے غرض بے اعتدالیون اور بدیون کی طرف جانا انسان کی ایک حالت ہے جو اخلاقی حالت سے پہلے اسپر طبعًا غالب ہوتی ہے اور یہ حالت اسوقت تک طبعی حالت کہلاتی ہے جبتک کہ انسان عقل اور معرفت کے زیر سایہ نہین چلتا بلکہ چارپائون کیطرح کھانے پینے سونے جاگنے یا غصہ اور جوش دکھلانے وغیرہ امور مین طبعی جذبات کا پیرو رہتا ہے اور جب انسان عقل اور معرفت کے مشورہ سے طبعی حالتون مین تصرّف کرتا اور اعتدال مطلوب کی رعایت رکھتا ہے اس وقت ان تینون حالتون کا نام طبعی حالتین نہین رہتا بلکہ اس وقت یہ حالتین اخلاقی حالتین کہلاتی ہین جیساکہ آگے بھی کچھہ ذکر اسکا آئیگا۔

نفس امّارہ

اور اخلاقی حالتون کے سرچشمہ کا نام قرآن شریف مین نفس لوّامہ ہے جیساکہ قرآن شریف فرماتا ہے وَلَآ اُقْسِمُ بِالنَّفْسِ اللَّوَّامَةِ یعنے مین اس نفس کی قسم کھاتا ہون جو بدی کے کام اور ہر ایک بے اعتدالی پر اپنے تئین ملامت کرتا ہے یہ نفس لوّامہ انسانی حالتون کا دوسرا سرچشمہ ہے جس سے اخلاقی حالتین پیدا ہوتی ہین اور اس مرتبہ پر انسان دوسرے حیوانات کی مشابہت سے نجات پاتا ہے اور اس جگہ نفس لوّامہ کی قسم کھانا اس کو عزّت دینے کے لئے ہے گویا وہ نفس امّارہ سے نفس لوّامہ بنکر بوجہ اس ترقی کے جناب الٰہی مین عزّت پانے کے لائق ہو گیا اور اسکا نام لوّامہ اسلئے رکھا کہ وہ انسان کو بدی پر ملامت کرتا ہے اور اس بات پر راضی نہین ہوتا کہ انسان اپنے طبعی لوازم مین شتر بے مہار کیطرح چلے اور چارپائون کی سی زندگی بسر کرے بلکہ یہ چاہتا ہے کہ اس سے اچھی حالتین اور اچھے اخلاق صادر ہون اور انسانی زندگی کے تمام لوازم مین کوئی بے اعتدالی ظہور مین نہ آوے اور طبعی جذبات اور طبعی خواہشین عقل کے مشورہ سے ظہور پذیر ہون۔ پس چونکہ وہ بری حرکت پر ملامت کرتا ہے اسلئے اسکا نام نفس لوّامہ ہے یعنی بہت ملامت کرنے والا۔ اور نفس لوّامہ اگرچہ طبعی جذبات پسند نہین کرتا بلکہ اپنے تئین ملامت کرتا رہتا ہے لیکن نیکیون

نفس لوّامہ

کے بجالانے پر پورے طور سے قادر ہی نہین ہوسکتا اور کبھی نہ کبھی طبعی جذبات اسپر غلبہ کرجاتے ہین تب گرجاتا ہے اور ٹھوکر کھاتا ہے گویا وہ ایک کمزور بچہ کی طرح ہوتا ہے جو گرنا نہین چاہتا ہے مگر کمزوری کیوجہ سے گرتا ہے۔ پھر اپنی کمزوری پر نادم ہوتا ہے۔ غرض یہ نفس کی وہ اخلاقی حالت ہے جب نفس اخلاق فاضلہ کو اپنے اندر جمع کرتا ہے اور سرکشی سے بیزار ہوتا ہے مگر پورے طور پر غالب نہین آسکتا۔

نفس مطمئنہ

پھر ایک تیسرا چشمہ ہے جسکو روحانی حالتون کا مبدء کہنا چاہئے اس سرچشمہ کا نام قرآن شریف نے نفس مطمئنہ رکھا ہے جیسا کہ وہ فرماتا ہے۔ یاایتھا النفس المطمئنة ارجعی الی ربک راضیة مرضیة فادخلی فی عبادی وادخلی جنتی ۝ یعنے اے نفس آرام یافتہ جو خدا سے آرام پاگیا اپنے خدا کی طرف واپس چلا آ۔ تو اس سے راضی اور وہ تجھ سے راضی پس میرے بندون مین مل جا اور میرے بہشت کے اندر آجا۔ یہ وہ مرتبہ ہے جسمین نفس تمام کمزوریون سے نجات پاکر روحانی قوتون سے بھرجاتا ہے اور خدا تعالی سے ایسا پیوند کرلیتا ہے کہ بغیر اسکے جی ہی نہین سکتا اور جس طرح پانی اوپر سے نیچے کیطرف بہتا اور بسبب اپنی کثرت کے اور نیز روکون کے دور ہونیسے بڑے زور سے چلتا ہے اسی طرح وہ خدا کی طرف بہتا چلا جاتا ہے۔ اسی کیطرف اشارہ ہے جو اللہ تعالی فرماتا ہے کہ اے وہ نفس جو خدا سے آرام پاگیا اسی کیطرف واپس چلا آ۔ پس وہ اسی زندگی مین نہ موت کے بعد ایک عظیم الشان تبدیلی پیدا کرتا ہے اور اسی دنیا مین نہ دوسری جگہ ایک بہشت اسکو ملتا ہے اور جیسا کہ اس آیت میں لکھا ہے کہ اپنے رب کیطرف یعنے پرورش کرنیوالے کیطرف واپس آ ایسا ہی اس وقت یہ خدا سے پرورش پاتا ہے اور خدا کی محبت اسکی غذا ہوتی ہے اور اسی زندگی بخش چشمہ سے پانی پیتا ہے اسلئے موت سے نجات پاتا ہے جیسا کہ دوسری جگہ اللہ تعالی قرآن شریف مین فرماتا ہے قد افلح من زکٰھا وقد خاب من دسّٰھا ۝ یعنے جسنے ارضی جذبات سے اپنے نفس کو پاک کیا وہ بچ گیا اور ہلاک نہین ہوگا مگر جس نے ارضی جذبات مین جو طبعی جذبات ہین اپنے تئین چھپا دیا وہ زندگی سے ناامید ہوگیا۔

غرض یہ تین حالتین ہین جنکو دوسرے لفظون مین طبعی اور اخلاقی اور روحانی حالتین کہہ سکتے

ہیں اور چونکہ طبعی تقاضے افراط کے وقت بہت خطرناک ہو جاتے ہین اور بسا اوقات اخلاق
اور روحانیت کا ستیاناس کر دیتے ہین اسلئے خدا تعالیٰ کی پاک کتاب مین ان کو نفس امّارہ کی
حالتون سے موسوم کیا گیا۔ اگر یہ سوال ہو کہ انسان کی طبعی حالتون پر قرآن شریف کا کیا اثر ہے
اور وہ انکی نسبت کیا ہدائت دیتا ہے اور عملی طور پر کس حد تک اُن کو رکھنا چاہتا ہے تو واضح ہو کہ
قرآن شریف کے رو سے انسان کی طبعی حالتون کو اسکی اخلاقی اور روحانی حالتون سے نہائت
ہی شدید تعلقات واقع ہین یہان تک کہ انسان کے کہانے پینے کے طریقے بہی انسان کے
اخلاقی اور روحانی حالتون پر اثر کرتے ہین اور اگر ان طبعی حالتون سے شریعت کی ہدایتون کے
موافق کام لیا جائے تو جیسا کہ نمک کی کان مین پڑ کر ہر ایک چیز نمک ہی ہو جاتی ہے ایسا ہی
یہ تمام حالتین اخلاقی ہی ہو جاتی ہین اور روحانیت پر نہائت گہرا اثر کرتی ہین اسی واسطے
قرآن شریف نے تمام عبادات اور اندرونی پاکیزگی کے اغراض اور خشوع خضوع کے مقاصد مین
جسمانی طہارتون اور جسمانی آداب اور جسمانی تعدیل کو بہت ملحوظ رکہا ہے اور غور کرنیکے وقت
یہی فلاسفی نہائت صحیح معلوم ہوتی ہے کہ جسمانی اوضاع کا روح پر بہت قوی اثر ہے جیسا کہ ہم دیکہتے
ہین کہ ہمارے طبعی افعال گو بظاہر جسمانی ہین مگر ہماری روحانی حالتون پر ضرور ان کا اثر ہے
مثلاً جب ہماری آنکہین رونا شروع کرین اور گو تکلف سے ہی رووین مگر فی الفور ان آنسوؤن کا ایک
شعلہ اُٹھ کر دل پر جا پڑتا ہے تب دل بہی آنکہون کی پیروی کر کے غمگین ہو جاتا ہے ایسا ہی جب ہم
تکلف سے ہنسنا شروع کرین تو دل مین بہی ایک انبساط پیدا ہو جاتا ہے یہ بہی دیکہا جاتا ہے کہ جسمانی
سجدہ بہی روح مین خشوع اور عاجزی کی حالت پیدا کرتا ہے اسکے مقابل پر ہم یہ بہی دیکہتے
ہین کہ جب ہم گردن کو اونچی کہینچکر اور چہاتی کو اُبہار کر چلین تو یہ وضع رفتار ہم مین ایک قسم کا تکبر اور
خود بینی پیدا کرتی ہے تو ان نمونون سے پورے انکشاف کے ساتھ کہلتا ہے کہ بیشک جسمانی
اوضاع کا روحانی حالتون پر اثر ہے۔

ایسا ہی تجربہ ہم پر ظاہر کرتا ہے کہ طرح طرح کی غذاؤن کا بہی دماغی اور دلی قوتون پر ضرور
اثر ہے۔ مثلاً ذرہ غور سے دیکہنا چاہئے کہ جو لوگ کبہی گوشت نہین کہاتے رفتہ رفتہ انکی شجاعت کی

قوت کم ہوتی جاتی ہے یہانتک کہ نہایت دل کے کمزور ہو جاتے ہین اور ایک خداداد اور قابل تعریف قوت کو کھو بیٹھتے ہین اس کی شہادت خدا کے قانون قدرت سے اس طرح پر بھی ملتی ہے کہ چارپاؤن مین سے جس قدر گھاس خور جانور ہین کوئی بھی ان مین سے وہ شجاعت نہین رکھتا جو ایک گوشت خوار جانور رکھتا ہے۔ پرندون مین بھی یہی بات مشاہدہ ہوتی ہے پس اسمین کیا شک ہے کہ اخلاق پر غذاؤن کا اثر ہے۔ ہان جو لوگ دن رات گوشت خوری پر زور دیتے ہین اور نباتی غذاؤن سے بہت ہی کم حصہ رکھتے ہین وہ بھی حلم اور انکسار کے خلق مین کم ہو جاتے ہین اور میانہ روش کو اختیار کرنیوالے دونون خلق کے وارث ہوتے ہین اسی حکمت کے لحاظ سے خدا تعالی قرآن شریف مین فرماتا ہے کُلُوْا وَاشْرَبُوْا وَلَا تُسْرِفُوْا یعنے گوشت بھی کھاؤ اور دوسری چیزین بھی کھاؤ۔ مگر کسی چیز کی حد سے زیادہ کثرت نہ کرو تا اسکا اخلاقی حالت پر بداثر نہ پڑے اور تا یہ کثرت مضر صحت بھی نہ ہو اور جیسا کہ جسمانی افعال اور اعمال کا روح پر اثر پڑتا ہے ایسا ہی کبھی روح کا اثر بھی جسم پر جا پڑتا ہے۔ جس شخص کو کوئی غم پہنچے آخر وہ چشم پُر آب ہو جاتا ہے اور جسکو خوشی ہو آخر وہ تبسم کرتا ہے جس قدر ہمارا کھانا پینا سونا جاگنا حرکت کرنا۔ آرام کرنا غسل کرنا وغیرہ افعال طبعیہ ہین۔ یہ تمام افعال ضروری ہماری روحانی حالات پر اثر کرتے ہین ہماری جسمانی بناوٹ کا ہماری انسانیت سے بڑا تعلق ہے۔ دماغ کے ایک مقام پر چوٹ لگنے سے یکلخت حافظہ جاتا رہتا ہے اور دوسرے مقام پر چوٹ لگنے سے ہوش و حواس رخصت ہوتے ہین۔ وبا کی ایک زہریلی ہوا کسقدر جلدی سے جسم مین اثر کرکے پھر دل مین اثر کرتی ہے اور دیکھتے دیکھتے وہ اندرونی سلسلہ جسکے ساتھ تمام نظام اخلاق کا ہے درہم برہم ہونے لگتا ہے یہان تک کہ انسان دیوانہ سا ہو کر چند منٹ مین گذر جاتا ہے۔ غرض جسمانی صدمات بھی عجیب نظارہ دکھاتے ہین جن سے ثابت ہوتا ہے کہ روح اور جسم کا ایک ایسا تعلق ہے کہ اس راز کو کھولنا انسان کا کام نہین۔ اس سے زیادہ اس تعلق کے ثبوت پر یہ دلیل ہے کہ غور سے معلوم ہوتا ہے کہ روح کی مان جسم ہی ہے حاملہ عورتون کے پیٹ مین روح کبھی اوپر سے نہین گرتی بلکہ وہ ایک نور ہے جو نطفہ مین ہی پوشیدہ طور پر مخفی ہوتا ہے اور جسم کے نشو و نما کے ساتھ چمکتا جاتا ہے خدا تعالی کا پاک کلام ہمین سمجھاتا ہے کہ روح اس قالب مین سے ہی ظہور پذیر ہو جاتی ہے۔

جو نطفہ سے رحم مین تیار ہوتا ہے جیسا کہ وہ قرآن شریف مین فرماتا ہے ثُمَّ اَنْشَاْنَاہُ خَلْقًا اٰخَرَ فَتَبَارَکَ اللّٰہُ اَحْسَنُ الْخَالِقِیْنَ یعنے پہر ہم اِس جسم کو جو رحم مین تیار ہوا تہا ایک اور پیدائش کے رنگ مین لاتے ہین اور ایک اور خلقت اوسکی ظاہر کرتے ہین جو روح کے نام سے موسوم ہے اور خدا بہت برکتون والا ہے اور ایسا خالق ہے کہ کوئی اُسکے برابر نہین۔

اعمال کی روح

اور یہ جو فرمایا کہ ہم اسی جسم مین سے ایک اور پیدائش ظاہر کرتے ہین یہ ایک گہرا راز ہے جو روح کی حقیقت دکہلا رہا ہے اور ان نہایت مستحکم تعلقات کیطرف اشارہ کر رہا ہے جو روح اور جسم کے درمیان واقع ہین۔ اور یہ اشارہ ہمین اس بات کی بہی تعلیم دیتا ہے کہ انسان کے جسمانی اعمال اور اقوال بتمام طبعی افعال جب خدا تعالی کیلئے اور اسکی راہ مین ظاہر ہونے شروع ہون توان سے بہی یہی الہی فلاسفی متعلق ہے یعنی ان مخلصانہ اعمال مین بہی ابتدا ہی سے ایک روح مخفی ہوتی ہے جیسا کہ نطفہ مین مخفی تہی۔ اور جیسے جیسے ان اعمال کا قالب تیار ہوتا جاتا ہے وہ روح چمکتی جاتی ہے اور جب وہ قالب پورا تیار ہو چکتا ہے تو یکدفعہ وہ روح اپنی کامل تجلی کے ساتہ چمک اُٹھتی ہے اور اپنی روحی حیثیت سے اپنے وجود کو دکہا دیتی ہے اور زندگی کی صریح حرکت شروع ہو جاتی ہے جبہی کہ اعمال کا پورا قالب تیار ہو جاتا ہے معًا بجلی کیطرح ایک چیز اندر سے اپنی کہلی کہلی چمک دکہلانا شروع کر دیتی ہے یہ وہی زمانہ ہوتا ہے جسکی نسبت اللہ تعالی قرآن شریف مین مثالی طور سے فرماتا ہے فَاِذَا سَوَّیْتُہٗ وَنَفَخْتُ فِیْہِ مِنْ رُّوْحِیْ فَقَعُوْا لَہٗ سَاجِدِیْنَ یعنے جب مین اوسکا قالب بنا لیا اور تجلیات کے تمام مظاہر درست کر لئے اور اپنی روح اوسمین پہونک دی تو تم سب لوگ اسکے لئے زمین پر سجدہ کرتے ہوئے گر جاؤ۔ سو اس آیت مین یہی اشارہ ہے کہ جب اعمال کا پورا قالب تیار ہو جاتا ہے تو اس قالب مین وہ روح چمک اُٹھتی ہے جسکو خدا تعالی اپنی ذات کیطرف منسوب کرتا ہے کیونکہ دنیوی زندگی کی فنا کے بعد وہ قالب تیار ہوتا ہے اِسلئے الہی روشنی جو پہلے دہیمی تہی یکدفعہ بہڑک اُٹھتی ہے اور واجب ہوتا ہے کہ خدا کی ایسی شان کو دیکہہ کر ہر ایک سجدہ کرے اور اسکی طرف کہینچا جائے سو ہر ایک اس نور کو دیکہہ کر سجدہ کرتا ہے اور طبعًا اِس طرف آتا ہے بجز ابلیس کے جو تاریکی سے دوستی رکہتا ہے۔

پھر میں اسی بات کیطرف رجوع کر کے بیان کرتا ہوں کہ یہ بات نہایت درست اور صحیح ہے کہ روح ایک لطیف نور ہے جو اس جسم کے اندر ہی سے پیدا ہو جاتا ہے جو رحم میں پرورش پاتا ہے پیدا ہونے سے مراد یہ ہے کہ اول مخفی اور غیر محسوس ہوتا ہے پھر نمایاں ہو جاتا ہے اور ابتدا سے اسکا خمیر نطفہ میں موجود ہوتا ہے بیشک وہ آسمانی خدا کے ارادہ سے اور اسکے اذن اور اسکی مشیت سے ایک مجہول الکنہ علاقہ کے ساتھ نطفہ سے تعلق رکھتا ہے اور نطفہ کا وہ ایک روشن اور نورانی جوہر ہے نہیں کہہ سکتے کہ وہ نطفہ کی ایسی جزء ہے جیسا کہ جسم جسم کی جزء ہوتا ہے مگر یہ بھی نہیں کہہ سکتے کہ وہ باہر سے آتا ہے یا زمین پر گر کر نطفہ کے مادہ سے آمیزش پاتا ہے بلکہ وہ ایسا نطفہ میں مخفی ہوتا ہے جیسا کہ آگ پتھر کے اندر ہوتی ہے خدا کی کتاب کا یہ منشاء نہیں ہے کہ روح الگ طور پر آسمان سے نازل ہوتی ہے یا فضا سے زمین پر گرتی ہے اور پھر کسی اتفاق سے نطفہ کے ساتھ ملکر رحم کے اندر چلی جاتی ہے بلکہ یہ خیال کسیطرح صحیح نہیں ٹھہر سکتا اگر ہم ایسا خیال کریں تو قانون قدرت ہمیں باطل پر ٹھہراتا ہے ہم روز مشاہدہ کرتے ہیں کہ گندے اور باسی کھانوں میں اور گندے زخموں میں ہزارہا کیڑے پڑجاتے ہیں میلے کپڑوں میں صدہا جوئیں پڑجاتی ہیں انسان کے پیٹ کے اندر بھی کدو دانے وغیرہ پیدا ہو جاتے ہیں - اب کیا ہم کہہ سکتے ہیں کہ وہ باہر سے آتے ہیں یا آسمان سے اترتے کسی کو دکھائی دیتے ہیں - سو صحیح بات یہ ہے کہ روح جسم میں سے ہی نکلتی ہے اور اسی دلیل سے اسکا مخلوق ہونا بھی ثابت ہوتا ہے -

اب اس وقت ہمارا مطلب اس بیان سے یہ ہے کہ جس قادر مطلق نے روح کو قدرت کاملہ کے ساتھ جسم میں سے ہی نکالا ہے اسکا یہی ارادہ معلوم ہوتا ہے کہ روح کی دوسری پیدائش کو بھی جسم کے ذریعہ سے ہی ظہور میں لاوے - روح کی حرکتیں ہمارے جسم کی حرکتوں پر موقوف ہیں جس طرف ہم جسم کو کھینچتے ہیں روح بھی بالضرور پیچھے پیچھے کھنچی چلی آتی ہے اس لئے انسان کی طبعی حالتوں کیطرف متوجہ ہونا خدا تعالیٰ کی سچی کتاب کا کام ہے یہی وجہ ہے کہ قرآن شریف نے انسان کی طبعی حالتوں کی اصلاح کیلئے بہت توجہ فرمائی ہے اور انسان کا ہنسنا - رونا - کھانا - پینا - سونا - بولنا - چپ ہونا - بیوی کرنا - مجرد رہنا - چلنا - ٹھہرنا اور ظاہری پاکیزگی غسل وغیرہ کی

شرائط بجا لانا اور بیماری کی حالت اور صحت کی حالتیں خاص خاص امور کا پابند ہونا ان سب باتوں پر مد اُنتین لکھی ہین اور انسان کی جسمانی حالتون کو روحانی حالتون پر بہت ہی موثر قرار دیا ہے۔ اگران حالتون کو تفصیل سے لکھا جائے تو مین خیال نہین کرسکتا کہ اس مضمون کے سُنانے کیلئے کوئی وقت کافی ملسکے ؎

انسان کی ترقی کے تین طریق

مین جب خدا کے پاک کلام پر غور کرتا ہون اور دیکھتا ہوں کہ کیونکر اس نے اپنی تعلیمون مین انسان کو اسکی طبعی حالتوں کی اصلاح کے قواعد عطا فرماکر پھر آہستہ آہستہ اوپر کیطرف کھینچا ہے اور اعلیٰ درجہ کی روحانی حالت تک پہنچانا چاہا ہے تو مجھے یہ پُرمعرفت قاعدہ یون معلوم ہوتا ہے کہ اول خدا نے یہ چاہا ہے کہ انسان کو نشست برخاست اور کھانے پینے اور بات چیت اور تمام اقسام معاشرت کے طریق سکھلا کر اسکو وحشیانہ طریقون سے نجات دیوے اور حیوانات کی مشابہت سے تمیز کلی بخش کر ایک ادنےٰ درجہ کی اخلاقی حالت جس کو ادب اور شائستگی کے نام سے موسوم کرسکتے ہین سکھلاوے پھر انسان کی بیحرل عادات کو جنکو دوسرے لفظون مین اخلاق رزیلہ کہہ سکتے ہین اعتدال پر لاوے تا وہ اعتدال پاکر اخلاق فاضلہ کے رنگ مین آجائین مگر یہ دونون طریقے دراصل ایک ہی ہیں کیونکہ طبعی حالتوں کی اصلاح کے متعلق ہین صرف اعلیٰ اور ادنےٰ درجہ کے فرق نے ان کو دو قسم بنا دیا ہے اور اُس حکیم مطلق نے اخلاق کے نظام کو ایسے طور سے پیش کیا ہے کہ جس سے انسان ادنیٰ خلق سے اعلیٰ خلق تک ترقی کرسکے ؎

تیسرا مرحلہ

اور پھر تیسرا مرحلہ ترقیات کا یہ رکھا ہے کہ انسان اپنے خالق حقیقی کی محبت اور رضا مین محو ہوجائے اور سب وجود اسکا خدا کیلئے ہوجائے یہ وہ مرتبہ ہے جس کو یاد دلانیکے لئے مسلمانون کے دین کا نام اسلام رکھا گیا ہے کیونکہ اسلام اس بات کو کہتے ہین کہ بکلی خدا کیلئے ہوجانا اور اپنا کچھ باقی نہ رکھنا جیسا کہ اللہ جل جلالہ فرماتا ہے۔ بَلٰى مَنْ أَسْلَمَ وَجْهَهُ لِلّٰهِ وَهُوَ مُحْسِنٌ فَلَهُ أَجْرُهُ عِنْدَ رَبِّهِ وَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُونَ ٥ قُلْ إِنَّ صَلَاتِي وَنُسُكِي وَمَحْيَايَ وَمَمَاتِي لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ ٥ لَا شَرِيكَ لَهُ وَبِذٰلِكَ أُمِرْتُ وَأَنَا أَوَّلُ الْمُسْلِمِينَ ٥ وَأَنَّ هٰذَا صِرَاطِي مُسْتَقِيمًا فَاتَّبِعُوهُ وَلَا تَتَّبِعُوا السُّبُلَ فَتَفَرَّقَ بِكُمْ

عن سبیلہ۔ قُلْ اِنْ کُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰہَ فَاتَّبِعُوْنِیْ یُحْبِبْکُمُ اللّٰہُ وَیَغْفِرْ لَکُمْ ذُنُوْبَکُمْ وَاللّٰہُ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ۔ ترجمہ یعنے نجات یافتہ وہ شخص ہے جو اپنے وجود کو خدا کے لئے اور خدا کی راہ مین قربانی کیطرح رکھہ دے اور نہ صرف نیت سے بلکہ نیک کامون سے اپنے صدق کو دکھلاوے جو شخص ایسا کرے اسکا بدلہ خدا کے نزدیک مقرر ہو چکا اور ایسے لوگون پر نہ کچھہ خوف ہے اور نہ وہ غمگین ہونگے۔ کہہ میری نماز اور میری قربانی اور میرا زندہ رہنا اور میرا مرنا اُس خدا کے لئے ہے جسکی ربوبیت تمام چیزون پر محیط ہے کوئی چیز اور کوئی شخص اُسکا شریک نہین۔ اور مخلوق کو کسی قسم کی شراکت اسکی ساتھہ نہین۔ مجھے یہی حکم ہے کہ مین ایسا کرون اور اسلام کے مفہوم پر قائم ہونے والا یعنے خدا کی راہ مین اپنے وجود کی قربانی دینے والا سب سے اول مین ہون یہ میری راہ ہے سو آؤ میری راہ اختیار کرو اور اسکے مخالف کوئی راہ اختیار نہ کرو کہ خدا سے دور جا پڑوگے ان کو کہدے کہ اگر خدا سے پیار کرتے ہو تو آؤ میرے پیچھے ہو لو اور میری راہ پر چلو تا خدا بھی تمسے پیار کرے اور تمہارے گناہ بخشے اور وہ تو بخشندہ اور رحیم ہے۔

طبعی حالتون اور اخلاقی مین باہمی امتیاز

اب ہم انسان کے ان تین مرحلون کا جدا جدا بیان کرینگے لیکن اول یہ یاد دلانا ضروری ہے کہ طبعی حالتین جنکا سرچشمہ در حقیقت نفس امّارہ ہے خدا تعالی کے پاک کلام کے اشارات کے موافق اخلاقی حالتون سے کوئی الگ چیز نہین ہے کیونکہ خدا کے پاک کلام نے تمام نیچرل قوتون اور جسمانی خواہشون اور تقاضون کو طبعی حالات کی مد مین رکھا ہے اور وہی طبعی حالتین ہین جو بالارادہ ترتیب اور تعدیل اور موقع بینی اور محل پر استعمال کرنیکے بعد اخلاق کا رنگ پکڑ لیتی ہین ایسا ہی اخلاقی حالتین روحانی حالتون سے کوئی الگ باتین نہین ہین بلکہ وہی اخلاقی حالتین ہین جو پورے فنا فی اللہ اور تزکیہ نفس اور پورے انقطاع الی اللہ اور پوری محبت اور پوری محویت اور پوری سکینت اور اطمینان اور پوری موافقت باللہ سے روحانیت کا رنگ پکڑ لیتی ہین طبعی حالتین جب تک اخلاقی رنگ مین نہ آئین کسیطرح انسان کو قابل تعریف نہین بناتین کیونکہ وہ دوسرے حیوانات بلکہ جمادات مین بھی پائی جاتی ہین ایسا ہی مجرد اخلاق کا حاصل کرنا بھی انسان کو روحانی زندگی نہین بخشتا بلکہ ایک شخص خدا تعالی کے وجود سے بھی منکر رہ کر اچھے

اخلاق دکہلا سکتا ہے دل کا غریب ہونا یا دل کا حلیم ہونا یا مطیع کا ہونا یا ترک شر کرنا اور شریر کے مقابلہ پر نہ آنا یہ تمام طبعی حالتین ہین اور ایسی باتین ہین جو ایک نا اہل کو بہی حاصل ہو سکتی ہین جو اصل سرچشمہ نجات سے بے نصیب اور نا آشنا محض ہے اور بہت سے چارپائے غریب ہی ہوتے ہین او سدہے اور خوبند بہ ہونے سے صلحکاری بہی دکہلاتے ہین سوٹے پر سوٹا مارنے سے کوئی مقابلہ نہین کرتے مگر پہر بہی ان کو انسان نہین کہہ سکتے چہ جائیکہ ان خصلتون سے وہ اعلے درجہ کے انسان بن سکین۔ ایسا ہی بد سے بد عقیدہ والا بلکہ بعض بدکاریون کا مرتکب ان باتون کا پابند ہو سکتا ہے۔ ممکن ہے کہ انسان رحم مین اس حد تک پہنچ جائے کہ اگر اسکے اپنے ہی زخم مین کیڑے پڑین انکو بہی قتل کرنا روا نہ رکہے اور جانداروں کی پاسداری اس قدر کرے کہ جوئین جو سر مین پڑتی ہین یا وہ کیڑے جو پیٹ اور انتڑیون اور دماغ مین پیدا ہوتے ہین ان کو بہی آزار دینا نہ چاہئے بلکہ مین قبول کر سکتا ہون کہ کسیکا رحم اس حد تک پہنچے کہ وہ شہد کہانا ترک کر دے کیونکہ وہ بہت سی جانون کے تلف ہونے اور غریب مکہیون کو انکے استہان سے پراگندہ کرنے کے بعد حاصل ہوتا ہے اور مین مانتا ہون کہ کوئی مشک سے بہی پرہیز کرے کیونکہ وہ غریب ہرن کا خون ہے اور اس غریب کو قتل کرنے اور بچون سے جدا کرنے کے بعد میسر آسکتا ہے ایسا ہی مجہے اس سے بہی انکار نہین کہ کوئی موتیون کے استعمال کو بہی چہوڑ دے اور ابریشم کو پہننا بہی ترک کرے کیونکہ یہ دونون غریب کیڑون کے ہلاک کرنے سے ملتے ہین بلکہ مین یہانتک مانتا ہون کہ کوئی شخص دکہہ کے وقت جوکون کے لگانے سے بہی پرہیز کرے اور آپ دکہہ اٹہا لے اور غریب جوک کی موت کا خواہان نہ ہو۔ بالآخر اگر کوئی مانے یا نہ مانے مگر مین مانتا ہون کہ کوئی شخص اسقدر رحم کو کمال کے نقطہ تک پہنچا دے کہ پانی پینا چہوڑ دے اور اس طرح پانی کے کیڑون کے بچانیکے لئے اپنے تئین ہلاک کرے۔ مین یہ سب کچہہ قبول کرتا ہون لیکن مین ہرگز قبول نہین کر سکتا کہ یہ تمام طبعی حالتین اخلاق کہلا سکتی ہین یا صرف انہی سے وہ اندرونی گند دہوئے جا سکتے ہین جن کا وجود خدا کے ملنے کی روک ہے۔ مین کبہی باور نہین کرونگا کہ اس طرح کا غریب اور بے آزار بننا جسمین بعض چارپائون اور پرندون کا کچہہ نمبر بڑہا ہوا ہے اعلیٰ انسانیت کے حصول کا موجب ہو سکتا ہے بلکہ میرے نزدیک یہ قانون قدرت

سے لڑائی ہے اور رضا کے بھاری خلق کے برخلاف اور اس نعمت کو رد کرنا ہے جو قدرت نے ہمکو عطا کی ہے بلکہ وہ روحانیت ہر ایک خلق کو محل اور موقعہ پر استعمال کرنیکے بعد اور پھر خدا کی راہون مین وفاداری کے ساتھ قدم مارنے سے اور اسی کا ہو جانے سے ملتی ہے جو اسکا ہو جاتا ہے اسکی یہی نشانی ہے کہ وہ اُسکے بغیر جی ہی نہیں سکتا - عارف ایک مچھلی ہے جو خدا کے ہاتھ سے ذبح کی گئی اور اسکا پانی خدا کی محبت ہے -

اصلاح کے تین طریق

اب میں پہلے کلام کیطرف رجوع کرتا ہون - مین ابھی ذکر کر چکا ہون کہ انسانی حالتون کے سرچشمے تین ہین یعنے نفس امّارہ - نفس لوّامہ - نفس مطمئنّہ - اور طریق اصلاح کے بھی تین ہین - اول یہ کہ بے تمیز وحشیون کو اس ادنے خلق پر قائم کیا جائے کہ وہ کھانے پینے اور شادی وغیرہ تمدنی امور مین انسانیت کے طریقے پر چلین نہ ننگے پھرین اور نہ کتون کیطرح مردار خوار ہون اور نہ کوئی اور بے تمیزی ظاہر کرین یہ طبعی حالتون کی اصلاحون مین سے ادنی درجہ کی اصلاح ہے یہ اس قسم کی اصلاح ہے کہ اگر مثلاً پورٹ بلیر کے جنگلی آدمیون مین سے کسی آدمی کو انسانیت کے لوازم سکھلانا ہو تو پہلے ادنی ادنی اخلاق انسانیت . . . اور طریق ادب کی ان کو تعلیم دی جائے گی - دوسرا طریق اصلاح کا یہ ہے کہ جب کوئی ظاہری آداب انسانیت کے حاصل کر لیوے تو اسکو بڑے بڑے اخلاق انسانیت کے سکھلائے جائین اور انسانی قوا مین جو کچھ بھرا پڑا ہے ان سب کو محل اور موقعہ پر استعمال کرنیکی تعلیم دیجائے - تیسرا طریق اصلاح کا یہ ہے کہ جو لوگ اخلاق فاضلہ سے متصف ہو گئے ہیں ایسے خشک زاہدون کو شربت محبت اور وصل کا مزا چکھایا جائے یہ تین اصلاحین ہین جو قرآن شریف نے بیان فرمائی ہین -

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا اول اصلاح کی ضرورت کے وقت مبعوث ہونا

اور ہمارے سید و مولے نبی صلی اللہ علیہ وسلم ایسے وقت مین مبعوث ہوئے تھے جبکہ دنیا ہر ایک پہلو سے خراب اور تباہ ہو چکی تھی جیسا کہ اللہ تعالی فرماتا ہے ظَهَرَ الْفَسَادُ فِي الْبَرِّ وَالْبَحْرِ یعنی جنگل بھی بگڑ گئے اور دریا بھی بگڑ گئے یہ اشارہ اس بات کیطرف ہے کہ جو اہل کتاب کہلاتے ہین وہ بھی بگڑ گئے اور جو دوسرے لوگ ہین جنکو الہام کا پانی نہیں ملا وہ بھی بگڑ گئے ہین - پس قرآن شریف کا کام دراصل مردون کو زندہ کرنا تھا جیسا کہ وہ فرماتا ہے اِعْلَمُوْا اَنَّ اللّٰهَ يُحْيِ الْاَرْضَ بَعْدَ مَوْتِهَا

یعنے یہ بات جان لو کہ اب اللہ تعالیٰ سنئے سرے سے زمین کو بعد اس کے مرنیکے کے زندہ کرنے لگا ہے اس زمانہ مین عرب کا حال نہایت درجہ کی وحشیانہ حالت تک پہنچا ہوا تہا اور کوئی نظام انسانیت کا باقی نہین رہا تہا اور تمام معاصی اُن کی نظر مین فخر کی جگہ تہے ایک ایک شخص صد ہا بیویاں کر لیتا تہا۔ حرام کا کہانا ان کے نزدیک ایک شکار تہا ماؤن کے ساتھ نکاح کرنا حلال سمجہتے تہے اسی واسطے اللہ تعالیٰ کو کہنا پڑا حُرِّمَتْ عَلَيْكُمْ أُمَّهَاتُكُمْ یعنی آج ماٴئین تمہاری تمپر حرام ہوگئین۔ ایسا ہی وہ مُردار کہاتے تہے۔ آدم خور بہی تہے دُنیا کا کوئی بہی گناہ نہین جو نہین کرتے تہے۔ اکثر معاد کے منکر تہے۔ بہت سے اُن مین سے خدا کے وجود کے بہی قائل نہ تہے۔ لڑکیون کو اپنے ہاتہہ سے قتل کرتے تہے یتیمون کو ہلاک کر کے اُن کا مال کہاتے تہے بظاہر تو انسان تہے مگر عقلین مسلوب تہین نہ حیا تہی نہ شرم تہی نہ غیرت تہی۔ شراب کو پانی کی طرح پیتے تہے۔ جسکا زناکاری مین اول نمبر ہوتا تہا وہی قوم کا رئیس کہلاتا تہا۔ بےعلمی اسقدر تہی کہ اِردگرد کی تمام قومون نے انکا نام امی رکہہ دیا تہا۔ ایسے وقت مین اور ایسی قومون کی اصلاح کے لئے ہمارے سید و مولیٰ نبی صلی اللہ علیہ وسلم شہر مکہ مین ظہور فرما ہوئے۔ پس وہ تین قسم کی اصلاحین جنکا ہم ابہی ذکر کر چکے ہین انکا درحقیقت یہی زمانہ تہا۔ پس اسیوجہ سے قرآن شریف دنیا کی تمام ہدایتون کی نسبت اکمل اور اتم ہونیکا دعوےٰ کرتا ہے کیونکہ دُنیا کی اور کتابون کو ان تین قسم کی اصلاحون کا موقع نہین ملا اور قرآن شریف کو ملا اور قرآن شریف کا یہ مقصد تہا کہ حیوانون سے انسان بناوے اور انسان سے با اخلاق انسان بناوے اور با اخلاق انسان سے باخدا انسان بناوے اسی واسطے اِن تین امور پر قرآن شریف مشتمل ہے *

اور قبل اسکے کہ جو ہم اصلاحات ثلثہ مفصل بیان کرین یہ ذکر کرنا بہی ضروری سمجہتے ہین کہ قرآن شریف مین کوئی ایسی تعلیم نہین جو زبردستی ماننی پڑے بلکہ تمام قرآن کا مقصد صرف اصلاحات ثلثہ ہین اور اسکی تمام تعلیمون کا لب لباب یہی تین اصلاحین ہین اور باقی تمام احکام ان اصلاحون کے لئے بطور وسائل کے ہین اور جس طرح بعض وقت ڈاکٹر کو بہی صحت کے پیدا کرنیکے لئے کبہی چیرنے کبہی مرہم لگانے کی ضرورت پڑتی ہے ایسا ہی قرآنی تعلیم نے بہی انسانی ہمدردی کیلئے ان

قرآنی تعلیم صرف اصلاحات ثلثہ پر مشتمل ہے

لوازم کو اپنے محل پر استعمال کیا ہے اور اسکے تمام معارف یعنی گیان کی باتین اور وصایا او رسائل کا
اصل مطلب یہ ہے کہ انسانون کو انکی طبعی حالتون سے جو وحشیانہ رنگ اپنے اندر رکھتی ہین اخلاقی
حالتون تک پہونچاوے اور پھر اخلاقی حالتون سے روحانیت کے ناپیدا کنار دریا تک پہونچاوے
اور پہلے ہم بیان کر چکے ہین کہ طبعی حالات اخلاقی حالات سے کچھہ الگ چیز نہین
بلکہ وہی حالات ہین جو تعدیل اور موقع اور محل پر استعمال کرنیسے اور عقل کی تجویز اور مشورہ سے
کام مین لانے سے اخلاقی حالات کا رنگ پکڑ لیتے ہین اور قبل اسکے کہ وہ عقل اور معرفت
کی صلاح اور مشورہ سے صادر ہون گو وہ کیسے ہی اخلاق سے مشابہ ہون درحقیقت اخلاق
نہین ہوتے بلکہ طبیعت کی ایک بے اختیار رفتار ہوتی ہے جیسا کہ اگر ایک کُتّے یا ایک بکری سے
اپنے مالک کے ساتھہ محبت اور انکسار ظاہر ہو تو اس کُتّے کو خلیق نہین کہین گے اور نہ اس بکری
کا نام مہذب الاخلاق رکھین گے۔ اسی طرح ہم ایک بھیڑیئے یا شیر کو انکی درندگی کیوجہ سے
بد خلق نہین کہین گے بلکہ جیسا کہ ذکر کیا گیا اخلاقی حالت محل اور سوچ اور وقت شناسی کے
بعد شروع ہوتی ہے اور ایک ایسا انسان جو عقل و تدبیر سے کام نہین لیتا وہ ان شیر خوار
بچون کی طرح ہے جنکے دل اور دماغ پر ہنوز قوت عقلیہ کا سایہ نہین پڑا یا اُن دیوانون کیطرح
جو جوہر عقل اور دانش کو کھو بیٹھے ہین ظاہر ہے کہ جو شخص بچہ شیر خوار اور دیوانہ ہو وہ ایسی حرکات
بعض اوقات ظاہر کرتا ہے کہ جو اخلاق کے ساتھہ مشابہ ہوتی ہین مگر کوئی عقلمند ان کا نام اخلاق
نہیں رکھہ سکتا کیونکہ وہ حرکتین تمیز اور موقع بینی کے چشمے سے نہین نکلتین بلکہ وہ طبعی طور پر
تحریکون کے پیش آنے کے وقت صادر ہوتی جاتی ہین جیسا کہ انسان کا بچہ پیدا ہوتے ہی
ماں کی چھاتیوں کیطرف رخ کرتا ہے اور ایک مرغ کا بچہ پیدا ہوتے ہی دانہ چگنے کیلئے دوڑتا
ہے۔ جوک کا بچہ جوک کی عادتین اپنے اندر رکھتا ہے اور سانپ کا بچہ سانپ کی عادتین ظاہر
کرتا ہے اور شیر کا بچہ شیر کی عادتین دکھلاتا ہے۔ بالخصوص انسان کے بچہ کو غور سے دیکھنا چاہئیے
کہ وہ کیسے پیدا ہوتے ہی انسانی عادتین دکھلانا شروع کر دیتا ہے اور پھر جب برس ڈیڑھہ
برس کا ہوا تو وہ عادات طبعیہ بہت نمایان ہو جاتی ہین۔ مثلاً پہلے جس طور سے روتا تھا اب

طبعی حالتین تعدیل سے اخلاق مستقل ہو جاتی ہین

رونا بنسبت پہلے کے کسی قدر بلند ہو جاتا ہے ایسا ہی ہنسنا قہقہہ کی حد تک پہنچ جاتا ہے اور آنکھوں میں بھی عمداً دیکھنے کے آثار پیدا ہو جاتے ہیں اور اس عمر میں یہ ایک اور امر طبعی پیدا ہو جاتا ہے کہ اپنی رضامندی یا نارضامندی حرکات سے ظاہر کرتا ہے اور کسی کو مارتا اور کسی کو کچھ دینا چاہتا ہے مگر یہ تمام حرکات دراصل طبعی ہوتی ہیں۔ پس ایسے بچہ کی مانند ایک وحشی آدمی بھی ہے جسکو انسانی تمیز سے بہت ہی کم حصہ ملا ہے وہ بھی اپنے ہر ایک قول اور فعل اور حرکت اور سکون میں طبعی حرکات ہی دکھلاتا ہے اور اپنی طبیعت کے جذبات کا تابع رہتا ہے کوئی بات اسکے اندرونی قویٰ کے تدبر اور تفکر سے نہیں نکلتی بلکہ جو کچھ طبعی طور پر اسکے اندر پیدا ہوا ہے وہ خارجی تحریکوں کے مناسب حال نکلتا چلا جاتا ہے یہ ممکن ہے کہ اس کے طبعی جذبات جو اسکے اندر سے کسی تحریک سے باہر آتے ہیں وہ سب کے سب برے نہ ہوں بلکہ بعض انکے نیک اخلاق سے مشابہ ہوں لیکن عاقلانہ تدبر اور موقعہ شناسی کو ان میں دخل نہیں ہوتا اور اگر کسی قدر ہو بھی تو وہ بوجہ غلبہ جذبات طبعی قابل اعتبار نہیں ہوتا بلکہ جس طرف کثرت ہے اسی کو معتبر سمجھا جائے گا۔

(نفس لوّامہ)

غرض ایسے شخص کی طرف حقیقی اخلاق منسوب نہیں کر سکتے جس پر جذبات طبعیہ حیوانوں اور بچوں اور دیوانوں کی طرح غالب ہیں اور جو اپنی زندگی کو قریب قریب وحشیانہ کے بسر کرتا ہے بلکہ حقیقی طور پر نیک یا بد اخلاق کا زمانہ اس وقت سے شروع ہوتا ہے کہ جب انسان کی عقل خداداد پختہ ہو کر اس کے ذریعہ سے نیکی اور بدی یا دو درجہ کی نیکیوں یا بدیوں کے درجہ میں فرق کر سکے پھر اچھی راہ کے ترک کرنے سے اپنے دل میں ایک حسرت پاوے اور برے کام کے ارتکاب سے اپنے تئیں نادم اور پشیمان دیکھے یہ انسان کی زندگی کا دوسرا زمانہ ہے جسکو خدا کے پاک کلام قرآن شریف میں نفس لوّامہ کے نام سے تعبیر کیا ہے مگر یاد رہے کہ ایک وحشی کو نفس لوّامہ کی حالت تک پہونچانے کیلئے صرف سرسری نصائح کافی نہیں ہیں بلکہ ضروری ہوتا ہے کہ اسکو خدا شناسی کا اس قدر حصہ ملے جس سے وہ اپنی پیدائش بیہودہ اور لغو خیال نہ کرے تا معرفت الٰہی سے سچے اخلاق اس میں پیدا ہوں اسی وجہ سے خدا تعالیٰ نے ساتھ اسکے

سچے خدا کی معرفت کیلئے توجہ دلائی ہے اور یقین دلایا ہے کہ ہر ایک عمل اور خلق ایک نتیجہ
رکہتا ہے جو اس زندگی مین روحانی راحت یا روحانی عذاب کا موجب ہوتا ہی اور دوسری
زندگی مین کھلے کھلے طور پر اپنا اثر دکہائیگا۔ غرض نفس لوّامہ کے درجہ پر انسان کو عقل اور معرفت
اور پاک کانشنس سے اس قدر حصہ حاصل ہوتا ہے کہ وہ برے کام پر اپنے تئین ملامت کرتا ہے
اور نیک کام کا خواہشمند اور حریص رہتا ہے یہ وہی درجہ ہے کہ جسمین انسان اخلاق فاضلہ
حاصل کرتا ہے۔

خلق اور خُلق

اس جگہ بہتر ہوگا کہ مین خُلق کے لفظ کی بہی کسی قدر تعریف کردون سو جاننا چاہئے
کہ خَلق خا کی فتح سے ظاہری پیدائیش کا نام ہے اور خُلق خا کے ضمہ سے باطنی پیدائیش کا
نام ہے اور چونکہ باطنی پیدائیش اخلاق سے ہی کمال کو پہونچتی ہے نہ صرف طبعی جذبات سے
اسلئے اخلاق پر ہی یہ لفظ بولا گیا ہے طبعی جذبات پر نہین بولا گیا۔ اور پہر یہ بات بہی بیان کردینی
کے لائق ہے کہ جیسا کہ عوام الناس خیال کرتے ہین کہ خُلق صرف حلیمی اور نرمی اور انکسار ہی کا نام
ہے یہ انکی غلطی ہے بلکہ جو کچہہ بمقابلہ ظاہری اعضا کے باطن مین انسانی کمالات کی کیفیتین رکھی
گئی ہین ان سب کیفیتون کا نام خلق ہے مثلاً انسان آنکھ سے روتا ہے اور اس کے مقابل
پر دل مین ایک قوّت رقت ہے وہ جب بذریعہ عقل خداداد کے اپنے محل پر مستعمل ہو تو وہ ایک
خلق ہے۔ ایسا ہی انسان ہاتہون سے دشمن کا مقابلہ کرتا ہے اور اس حرکت کے مقابل پر
دل مین ایک قوّت ہے جسکو شجاعت کہتے ہین۔ جب انسان محل پر اور موقع کے لحاظ سے اُس
قوّت کو استعمال مین لاتا ہے تو اُس کا نام بہی خلق ہے۔ اور ایسا ہی انسان کبہی ہاتہون کے
ذریعہ سے مظلومون کو ظالمون سے بچانا چاہتا ہے یا ناداروں اور بہوکون کو کچہہ دینا چاہتا
ہے یا کسی اور طرح سے بنی نوع کی خدمت کرنا چاہتا ہے اور اس حرکت کے مقابل پر دل
مین ایک قوت ہے جسکو رحم بولتے ہین اور کبہی انسان اپنے ہاتہون کے ذریعہ سے ظالم کو
سزا دیتا ہے اور اس حرکت کے مقابل پر دل مین ایک قوّت ہے جسکو عفو اور صبر کہتے ہین
اور کبہی انسان بنی نوع کو فائدہ پہنچانے کے لئے اپنے ہاتہون سے کام لیتا ہے یا پیرون سے

یا دل اور دماغ سے اور انکی بہبودی کیلئے اپنا سرمایہ خرچ کرتا ہے تو اس حرکت کے مقابل پر دل میں ایک قوت ہے جسکو سخاوت کہتے ہین۔ پس جب انسان ان تمام قوتون کو موقع اور محل کے لحاظ سے استعمال کرتا ہے تو اس وقت انکا نام خُلق رکھا جاتا ہے اللہ جل شانہ ہمارے نبی صلے اللہ علیہ وسلم کو مخاطب کرکے فرماتا ہے اِنَّكَ لَعَلٰى خُلُقٍ عَظِيْمٍ یعنے تو ایک بزرگ خلق پر قائم ہے سو اسی تشریح کے مطابق اِسکے معنی ہین یعنے یہ کہ تمام قسمین اخلاق کی سخاوت۔ شجاعت۔ عدل۔ رحم۔ احسان۔ صدق۔ حوصلہ وغیرہ تجھ مین جمع ہیں۔ غرض جس قدر انسان کے دل مین قوتین پائی جاتی ہین جیسا کہ ادب۔ حیا۔ دیانت۔ مروت۔ غیرت۔ استقامت۔ عفت۔ زہادت۔ اعتدال۔ مواسات یعنی ہمدردی۔ ایسا ہی شجاعت۔ سخاوت۔ عفو۔ صبر۔ احسان۔ صدق۔ وفا وغیرہ جب یہ تمام طبعی حالتین عقل اور تدبّر کے مشورہ سے اپنے اپنے محل اور موقع پر ظاہر کیجائینگی تو سب کا نام اخلاق ہوگا اور یہ تمام اخلاق درحقیقت انسان کی طبعی حالتین اور طبعی جذبات ہین اور صرف اس وقت اخلاق کے نام سے موسوم ہوتے ہین کہ جب محل اور موقع کے لحاظ سے بالارادہ ان کو استعمال کیا جائے چونکہ انسان کے طبعی خواص مین سے ایک یہ بھی خاصہ ہے کہ وہ ترقی پذیر جاندار ہے اسلئے وہ سچے مذہب کی پیروی اور نیک صحبتون اور نیک تعلیموں سے ایسے طبعی جذبات کو اخلاق کے رنگ مین لے آتا ہے اور یہ امر کسی اور جاندار کے لئے نصیب نہین۔

اصلاح اول یعنی طبعی حالتیں

اب ہم منجملہ قرآن شریف کی اصلاحات ثلٰثہ کے پہلی اصلاح کو جو ادنٰے درجہ کی طبعی حالتون کے متعلق ہے ذکر کرتے ہین اور یہہ اصلاح اخلاق کے شعبون مین سے وہ شعبہ ہے جو ادب کے نام سے موسوم ہے یعنے وہ ادب جسکی پابندی وحشیون کو انکی طبعی حالتون

کہانے پینے اور شادی کرنے وغیرہ تمدنی امور مین مرکز اعتدال پر لاتی ہے اور اُس زندگی سے
نجات بخشتی ہے جو وحشیانہ اور چوپاؤن یا درندون کی طرح ہو جیسا کہ اِن تمام آداب کے بارے
میں اللہ جل شانہ قرآن شریف مین فرماتا ہے

حُرِّمَتْ عَلَيْكُمْ أُمَّهَاتُكُمْ وَبَنَاتُكُمْ وَأَخَوَاتُكُمْ وَعَمَّاتُكُمْ وَخَالَاتُكُمْ وَبَنَاتُ الْأَخِ وَبَنَاتُ
الْأُخْتِ وَأُمَّهَاتُكُمُ اللَّاتِي أَرْضَعْنَكُمْ وَأَخَوَاتُكُمْ مِنَ الرَّضَاعَةِ وَأُمَّهَاتُ نِسَائِكُمْ وَرَبَائِبُكُمُ
اللَّاتِي فِي حُجُورِكُمْ مِنْ نِسَائِكُمُ اللَّاتِي دَخَلْتُمْ بِهِنَّ فَإِنْ لَمْ تَكُونُوا دَخَلْتُمْ بِهِنَّ فَلَا جُنَاحَ
عَلَيْكُمْ وَحَلَائِلُ أَبْنَائِكُمُ الَّذِينَ مِنْ أَصْلَابِكُمْ وَأَنْ تَجْمَعُوا بَيْنَ الْأُخْتَيْنِ إِلَّا مَا قَدْ سَلَفَ ۚ
لَا يَحِلُّ لَكُمْ أَنْ تَرِثُوا النِّسَاءَ كَرْهًا ۖ وَلَا تَنْكِحُوا مَا نَكَحَ آبَاؤُكُمْ مِنَ النِّسَاءِ إِلَّا مَا قَدْ سَلَفَ ۚ
أُحِلَّ لَكُمُ الطَّيِّبَاتُ ۖ وَالْمُحْصَنَاتُ مِنَ الْمُؤْمِنَاتِ وَالْمُحْصَنَاتُ مِنَ الَّذِينَ أُوتُوا الْكِتَابَ
مِنْ قَبْلِكُمْ إِذَا آتَيْتُمُوهُنَّ أُجُورَهُنَّ مُحْصِنِينَ غَيْرَ مُسَافِحِينَ وَلَا مُتَّخِذِي أَخْدَانٍ ۗ
وَلَا تَقْتُلُوا أَنْفُسَكُمْ ۚ وَلَا تَقْتُلُوا أَوْلَادَكُمْ ۚ لَا تَدْخُلُوا بُيُوتًا غَيْرَ بُيُوتِكُمْ حَتَّىٰ تَسْتَأْنِسُوا
وَتُسَلِّمُوا عَلَىٰ أَهْلِهَا ۚ فَإِنْ لَمْ تَجِدُوا فِيهَا أَحَدًا فَلَا تَدْخُلُوهَا حَتَّىٰ يُؤْذَنَ لَكُمْ ۖ وَإِنْ قِيلَ
لَكُمُ ارْجِعُوا فَارْجِعُوا ۖ هُوَ أَزْكَىٰ لَكُمْ ۚ وَأْتُوا الْبُيُوتَ مِنْ أَبْوَابِهَا - وَإِذَا حُيِّيتُمْ بِتَحِيَّةٍ
فَحَيُّوا بِأَحْسَنَ مِنْهَا أَوْ رُدُّوهَا - إِنَّمَا الْخَمْرُ وَالْمَيْسِرُ وَالْأَنْصَابُ وَالْأَزْلَامُ رِجْسٌ مِنْ عَمَلِ
الشَّيْطَانِ فَاجْتَنِبُوهُ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُونَ - حُرِّمَتْ عَلَيْكُمُ الْمَيْتَةُ وَالدَّمُ وَلَحْمُ الْخِنْزِيرِ
وَمَا أُهِلَّ لِغَيْرِ اللَّهِ بِهِ وَالْمُنْخَنِقَةُ وَالْمَوْقُوذَةُ وَالْمُتَرَدِّيَةُ وَالنَّطِيحَةُ وَمَا أَكَلَ السَّبُعُ وَمَا ذُبِحَ
عَلَى النُّصُبِ يَسْأَلُونَكَ مَاذَا أُحِلَّ لَهُمْ قُلْ أُحِلَّ لَكُمُ الطَّيِّبَاتُ وَإِذَا قِيلَ لَكُمْ تَفَسَّحُوا
فِي الْمَجَالِسِ فَافْسَحُوا وَإِذَا قِيلَ انْشُزُوا فَانْشُزُوا - كُلُوا وَاشْرَبُوا وَلَا تُسْرِفُوا وَقُولُوا
قَوْلًا سَدِيدًا وَثِيَابَكَ فَطَهِّرْ وَالرُّجْزَ فَاهْجُرْ وَاغْضُضْ مِنْ صَوْتِكَ وَاقْصِدْ فِي مَشْيِكَ
تَزَوَّدُوا فَإِنَّ خَيْرَ الزَّادِ التَّقْوَىٰ وَإِنْ كُنْتُمْ جُنُبًا فَاطَّهَّرُوا وَفِي أَمْوَالِهِمْ حَقٌّ لِلسَّائِلِ وَ
الْمَحْرُومِ وَإِنْ خِفْتُمْ أَلَّا تُقْسِطُوا فِي الْيَتَامَىٰ فَانْكِحُوا مَا طَابَ لَكُمْ مِنَ النِّسَاءِ مَثْنَىٰ وَثُلَاثَ
وَرُبَاعَ وَإِنْ خِفْتُمْ أَلَّا تَعْدِلُوا فَوَاحِدَةً أَوْ مَا مَلَكَتْ أَيْمَانُكُمْ ذَٰلِكَ أَدْنَىٰ أَلَّا تَعُولُوا وَآتُوا النِّسَاءَ صَدُقَاتِهِنَّ نِحْلَةً

ترجمہ یعنے تمپر تمہاری مائین حرام کی گئین اور ایسا ہی تمہاری بیٹیان اور تمہاری بھنیں اور تمہاری پہوپھیان اور تمہاری خالائین اور تمہاری بھتیجیان اور تمہاری بھانجیان . . . اور تمہاری وہ مائین جنہون نے تمہین دودہ پلایا اور تمہاری رضاعی بہنین اور تمہاری بیویون کی مائین اور تمہاری بیویوں کے پہلے خاوند سے لڑکیان جن سے تم ہم صحبت ہوچکے ہو اور اگر تم ان سے ہم صحبت نہین ہوئے تو کوئی گناہ نہین اور تمہارے حقیقی بیٹون کی عورتین اور ایسے ہی دو بہنین ایک وقت مین یہ سب کام جو پہلے ہوتے تھے آج تم پر حرام کئے گئے - یہ بہی تمہارے لئے جائز نہ ہوگا کہ جبراً عورتون کے وارث بن جاؤ - یہ بہی جائز نہیں کہ تم ان عورتون کو نکاح مین لاؤ جو تمہارے باپونکی بیویاں تہین - جو پہلے ہوچکا سو ہوچکا پاک دامن عورتین تم مین سے یا پہلے اہلکتاب مین سے تمہارے لئے حلال ہین کہ ان سے شادی کرو لیکن جب مہر قرار پاکر نکاح ہوجائے بدکاری جائز نہین اور نہ چھپا ہوا یارانہ - عرب کے جاہلون میں جس شخص کے اولاد نہ ہوتی تہی بعض میں یہ رسم تہی کہ انکی بیوی اولاد کے لئے دوسرے سے آشنائی کرتی - قرآن شریف نے اس صورت کو حرام کردیا - مسافحت اسی بدرسم کا نام ہے - پہر فرمایا کہ تم خودکشی نہ کرو اپنی اولاد کو قتل نہ کرو اور دوسرے گہرون میں وحشیون کی طرح خود بخود بے اجازت نہ چلے جاؤ - اجازت لینا شرط ہے - اور جب تم دوسرے گہرون مین جاؤ تو داخل ہوتے السلام علیکم کہو اور اگر ان گہرون میں کوئی نہ ہو تو جب تک کوئی مالک خانہ تمہین اجازت نہ دے ان گہرون میں مت جاؤ - اور اگر مالک خانہ یہ کہے کہ واپس چلے جاؤ تو تم واپس چلے جاؤ - اور گہرون میں دیوارون پر سے کود کر نہ جایا کرو بلکہ گہرون مین ان گہرون کے دروازہ مین سے جاؤ - اور اگر کوئی تمہین سلام کہے تو اس سے بہتر اور نیک تر اسکو سلام کہو - شراب اور قماربازی اور بت پرستی اور شگون لینا یہ سب پلید اور شیطانی کام ہین ان سے بچو - مردار مت کہاؤ - خنزیر کا گوشت مت کہاؤ - بتون کے چڑھاوے مت کہاؤ - لاٹھی سے مارا ہوا مت کہاؤ - سینگ لگنے سے مرا ہوا مت کہاؤ - درندہ کا پہاڑا ہوا مت کہاؤ - بت پر چڑہایا ہوا مت کہاؤ کیونکہ یہ سب

مردار کا حکم رکھتے ہین اور اگر یہ لوگ پوچھین کہ پہر کہا ہین کیا۔ تو جواب یہ دے کہ دُنیا کی
تمام پاک چیزین کہاؤ صرف مردار اور مردار کے مشابہ اور پلید چیزین مت کہاؤ۔ اگر مجلسون
مین تمہیں کہا جائے کہ کشادہ ہو کر بیٹہو یعنے دوسرون کو جگہ دو تو جلد کشادہ جگہ کر دو تا دوسرے
بیٹہین۔ اور اگر کہا جائے کہ تم اُٹہ جاؤ تو پہر بغیر چون و چرا کے اُٹہ جاؤ۔ گوشت دال وغیرہ
سب چیزین جو پاک ہون بیشک کہاؤ مگر ایک طرف کی کثرت مت کرو اور اسراف اور
زیادہ خوری سے اپنے تئین بچاؤ۔ لغو باتین مت کیا کرو محل اور موقع کی بات کیا کرو۔ اپنے
کپڑے صاف رکہو۔ بدن کو اور گہر کو اور کوچہ کو اور ہر ایک جگہ کو جہان تمہاری نشست ہو
پلیدی اور میل کچیل اور کثافت سے بچاؤ یعنے غسل کرتے رہو اور گہرون کو صاف رکہنے کی
عادت پکڑو۔ نہ بہت اونچا بولا کرو نہ بہت نیچا درمیان کو نگاہ رکہو یعنے باستثناء وقت
ضرورت کے چلنے مین بہی نہ بہت تیز چلو اور نہ بہت آہستہ درمیان کو نگاہ رکہو۔ جب سفر
کرو تو ہر ایک طور پر سفر کا انتظام کر لیا کرو۔ اور کافی زاد راہ لے لیا کرو تا گداگری سے بچو۔
جنابت کی حالت مین غسل کر لیا کرو۔ جب روٹی کہاؤ تو سائل کو بہی دو اور کُتّے کو بہی ڈال دیا
کرو اور دوسرے پرند وغیرہ کو بہی اگر موقع ہو۔ یتیم لڑکیان جن کی تم پرورش کرو ان سے
نکاح کرنا مضایقہ نہین۔ لیکن اگر تم دیکہو کہ چونکہ وہ لاوارث ہین شاید تمہارا نفس انپر زیادتی
کرے تو مان باپ اور اقارب والی عورتین کرو جو تمہاری مؤدب رہین اور ان کا تمہین
خوف رہے ایک دو تین چار تک کر سکتے ہو بشرطیکہ اعتدال کرو اور اگر اعتدال نہ ہو تو
پہر ایک ہی پر کفایت کرو۔ گو ضرورت پیش آوے۔ چار کی حد لگا دی گئی ہے وہ اِس مصلحت
سے ہے کہ تا تم پرانی عادت کے تقاضے سے افراط نہ کرو۔ یعنے صدہا تک نوبت نہ پہنچاؤ
یا یہ کہ حرامکاری کی طرف جُہک نہ جاؤ اور اپنی عورتون کو مہر دو۔

غرض یہ قرآن شریف کی پہلی اصلاح ہے جسمین انسان کی طبعی حالتون کو وحشیانہ طریقون
سے کہینچکر انسانیت کے لوازم اور تہذیب کیطرف توجہ دلائی گئی ہے اِس تعلیم مین ابہی اعلے
اخلاق کا کچہہ ذکر نہین صرف انسانیت کے آداب ہین اور ہم لکہ چکے ہین کہ اس تعلیم کی یہ

ضرورت پیش آئی تہی کہ ہمارے نبی صلے اللہ علیہ وسلم جس قوم کی اصلاح کے لئے آئے تہے وہ وحشیانہ حالت مین سب قومون سے بڑھی ہوئی تہی کسی پہلو مین انسانیت کا طریق اِن مین قایم نہین رہا تہا پس ضرور تہا کہ سب سے پہلے انسانیت کے ظاہری ادب ان کو سکہلائے جاتے ۔

حرمت خنزیر

ایک نکتہ اس جگہ یاد رکہنے کے قابل ہے اور وہ نکتہ یہہ ہے کہ خنزیر جو حرام کیا گیا ہے خدا نے ابتدا سے اسکے نام مین ہی حرمت کیطرف اشارہ کیا ہے کیونکہ خنزیر کا لفظ خنز اور اَرْ سے مرکب ہے جسکے یہ معنے ہین کہ مین اسکو فاسد اور خراب دیکہتا ہون خنز کے معنے بہت فاسد اَرْ کے معنی دیکہتا ہون ۔ پس اس جانور کا نام جو ابتدا سے خدا تعالیٰ کیطرف سے اس کو ملا ہے وہی اسکی پلیدی پر دلالت کرتا ہے اور عجیب اتفاق یہ ہے کہ ہندی مین اس جانور کو سُوَر کہتے ہین یہ لفظ بہی سُو اور اَرْ سے مرکب ہے جسکے معنے یہ ہین کہ مین اس کو بہت برا دیکہتا ہون اور اس سے تعجب نہین کرنا چاہئے کہ سُو کا لفظ عربی کیونکر ہو سکتا ہے کیونکہ ہمنے اپنی کتاب منن الرحمٰن مین ثابت کیا ہے کہ تمام زبانون کی مان عربی زبان ہے اور عربی کے لفظ ہر ایک زبان مین نہ ایک دو بلکہ ہزارون ملے ہوئے ہین ۔ سو سوء عربی لفظ ہے اس لئے ہندی مین سوء کا ترجمہ بَدْ ہے پس اس جانور کو بد بہی کہتے ہین ۔ اسمین کچہ بہی شک معلوم نہین ہوتا ہے کہ اس زمانہ مین جبکہ تمام دنیا کی زبان عربی تہی اس ملک مین یہ نام اس جانور کا عربی مین مشہور تہا جو خنزیر کے نام کے ہم معنے ہے پہر اب تک یادگار باقی رہ گیا ۔ ہان یہ ممکن ہے کہ شاستری مین اسکے قریب قریب ہی لفظ متغیر ہوکر اور کچہ بن گیا ہو مگر صحیح لفظ یہی ہے کیونکہ اپنی وجہ تسمیہ ساتہہ رکہتا ہے جس پر لفظ خنزیر گواہ ناطق ہے اور یہ معنی جو اس لفظ کے ہین یعنے بہت فاسد اسکی تشریح کی حاجت نہین ۔ اس بات کا کس کو علم نہین کہ یہ جانور اول درجہ کا نجاست خور اور نیز بے غیرت اور دیوث ہے ۔ اب اسکے حرام ہونے کی وجہ ظاہر ہے کہ قانون قدرت یہی چاہتا ہے کہ ایسے پلید بد جانور کے گوشت کا اثر بہی بدن اور روح پر پلید ہی ہو کیونکہ

ہم ثابت کر چکے ہین کہ غذا اُن کا بہی انسان کے روح پر ضرور اثر ہے۔ پس ہمین کیا شک ہے
کہ ایسے بد کا اثر بہی بد ہی پڑے گا جیسا کہ یونانی طبیبون نے اسلام سے پہلے ہی یہ رائے ظاہر
کی ہے کہ اس جانور کا گوشت بالخاصیت حیا کی قوت کو کم کرتا ہے اور دیوثی کو بڑہاتا ہے
اور مردار کا کہانا بہی اسی لئے اس شریعت مین منع ہے کہ مردار بہی کہانے والے کو اپنے رنگ
مین لاتا ہے اور نیز ظاہری صحت کیلئے بہی مضر ہے اور جن جانورون کا خون اندر ہی رہتا ہے
جیسے گلا گہونٹا ہوا یا لاٹہی سے مارا۔ یہ تمام جانور درحقیقت مُردار کے حکم مین ہی ہین۔ کیا
مُردہ کا خون اندر رہنے سے اپنی حالت پر رہ سکتا ہے؟ نہین بلکہ وہ بوجہ مرطوب ہونیکے
بہت جلد گندہ ہوگا اور اپنی عفونت سے تمام گوشت کو خراب کریگا اور نیز خون کے کیڑے
جو حال کی تحقیقات سے بہی ثابت ہوئے ہین مر کر ایک زہرناک عفونت بدن میں پہیلادین گے۔

تثلیث اور توحید

یسوع کی خدائی پر اس پہلو سے بحث کہ اسکی عوت عام تھی یا خاص۔

پہر ہم حضرت مسیح کی خدائی کی کوئی جُز تلاش کرنیکے لئے یہ دیکہنا چاہتے ہین کہ کیا خدا کی
عام خدائی کی طرح اُن کی دعوت عام تہی یا ایک خاص گروہ تک محدود تھی ظاہر ہے کہ خدا
صرف یہودیون کا خدا نہین بلکہ تمام قومون یہودی۔ مجوسی۔ عیسائی۔ ہندو۔ ستارہ پرست
وغیرہ کا خدا ہے۔ اور جو شخص خدا کا پورا ظل ہوکر دنیا میں ہدایت کیلئے آتا ہے ضرور ہے کہ اُسکی
دعوت بہی عام ہو اور چاہیئے کہ اسکی فطرتی ہمدردی کا دائرہ اس قدر وسیع ہو جس قدر زمین پر
مختلف قومین وسعت کے ساتہہ موجود ہین۔ غرض مظہر کامل کیلئے یہ ضروری ہے کہ جیسے خدائی
عام ہے ویسا ہی اسکی دعوت بہی عام ہو۔ اب دیکہو یہ تعجب کی جگہ ہے یا نہین کہ دعوی تو خدائی

کا ہے مگر ہمت اس قدر منقبض اور مضمحل ہے کہ صرف ڈیڑھ قوم یہود تک جو بارہ قوموں میں سے
باقی رہ گئی تھی اور وہ بھی ذلیل اور پست حالت میں تھی صرف انہی تک حضرت مسیح اپنی خدائی کا
دائرہ محدود رکھنا چاہتے ہیں گویا رب العالمین کے مقابل پر ایک چھوٹی سی خدائی کی تجویز کی
گئی ہے۔ کیا خدا کی خدائی یہودیوں کے چند اجڑے ہوئے گھروں تک محدود تھی۔ میں کیونکر
مان سکتا ہوں کہ جو شخص اپنے تئیں اس خدا کا اوتار قرار دیتا ہے کہ جو دنیا کی تمام قوموں کا خدا ہے
اس کی ہمت اور نظر صرف اپنے چند آبائی شہروں تک ہی محدود رہے۔

دیکھو جو خدا کا پورا خلیفہ اور مظہر اتم تھا اس نے مسیح کی طرح نہیں کیا جو صرف گھروالوں
تک اپنی دعوت کو محدود رکھا ہو بلکہ ظاہر کر دیا کہ وہ بھی خدا کی طرح اپنی دعوت عام رکھتا ہے
ہم اس مقام میں کسی پر زبردستی نہیں کرینگے بلکہ صرف ہم حضرت مسیح اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
کی ہمت اور ہمدردی کا بالمقابل اندازہ دکھلانے کے لئے انجیل اور قرآن شریف میں سے دو
آیتیں لکھ دیتے ہیں تا ناظرین کو معلوم ہو کہ ان دونوں بزرگ نبیوں میں سے کون نبی صفت
علو ہمت اور عام ہمدردی کی بنا پر دعوت کیلئے اٹھا ہے اور کون نبی صرف اپنی خاندان
کے چند گھروں تک اپنی ہمت اور ہمدردی محدود رکھتا ہے اور ظاہر ہے کہ انسان کی پاک
فطرت اور پورا مظہر الہی ہونیکے لئے یہ بھی ایک پیمانہ ہے کہ بنی نوع کی ہمدردی کے بارہ
میں اسکی ہمت ایسی عالی اور اسکی خیرخواہی ایسی اتم اور اکمل ہو کہ کوئی فرد انسانی اور کوئی
قوم اسکے نیک ارادوں سے باہر نہ رہ سکے ایسا شخص درحقیقت خدا کا کامل مظہر اور کامل خلیفہ
ہوتا ہے جس کی بنی نوع کے لئے ہمدردی تمام انسانی روحوں پر محیط ہوتی ہے اور ایسی کامل
ہوتی ہے جو خدا کی ربوبیت اور رحیمیت کے دوش بدوش چلتی ہے سو اس عظیم الشان صفت کی
جب ہم حضرت مسیح میں تلاش کرتے ہیں تو چاروں انجیلوں کی تمام ورق گردانی کر کے صرف
یہی ایک آیت ملتی ہے کہ میں بجز بنی اسرائیل کی بھیڑوں کے اور کسی کی طرف نہیں بھیجا گیا۔
(متی ۱۵-۲۴) لیکن قرآن اس بات سے بھرا پڑا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے تمام نوع انسان
کی اصلاح کیلئے اپنے تئیں پیش کیا ہے جیسا کہ خدا نے فرمایا قُلْ یٰۤاَیُّهَا النَّاسُ اِنِّیْ رَسُوْلُ اللّٰهِ

اِلَیۡکُمۡ جَمِیۡعًا وَمَاۤ اَرۡسَلۡنٰکَ اِلَّا رَحۡمَۃً لِّلۡعٰلَمِیۡنَ - یعنے کہدے کہ مین تمام انسانون کی اصلاح کیلئے بہیجا گیا ہون - اور ہمنے تمام عالمون کے لئے تجہے ایک رحمت مجسم بناکر بہیجا ہی اب دیکہو کہ دعوت کے امر مین محمدی ہمت نے زمین کا کوئی ایسا کنارا چہوڑنا نہین چاہا جسمین کوئی فرقہ انسانون کا موجود ہو بلکہ تمام انس وجن کو ہدایت کے لئے بلایا ہے اور کسی سے بخل نہین کیا - پہر آنجناب کے مقابل پر اُس نبی کو دیکہو جسکی طرف خدائی کا دعویٰ منسوب کیا گیا ہے کہ اسرائیل کی بہیڑون سے باہر قدم رکہنا نہین چاہتا اور پہر حیرت پر حیرت یہ کہ اس فرض کو بہی تو پورا نہین کیا -

بنی اسرائیل کا تفرقہ

ظاہر ہے کہ حضرت مسیح کے ظہور سے بہت عرصہ پہلے بنی اسرائیل کے فرقے زمین پر متفرق ہو چکے تہے اور جنکی طرف حضرت مسیح بہیجے گئے تہے وہ سب اورشلیم مین موجود نہین تہے بلکہ ان کے بارہ فرقون مین سے دس فرقے دنیا کے مختلف مقامات اور بلاد مین بخت نصر کے حادثہ کے وقت پراگندہ ہو چکے تہے خود محقق عیسائی اس بات کے قایل ہین کہ بعض فرقے ان مین سے ایران کی طرف سے ہوکر افغانستان مین اقامت گزین ہو گئے تہے اور درحقیقت وہی لوگ ہین جو اب افغان کہلاتے ہین اور ان ملکون مین آباد ہین اور بعض فرقے ان مین سے ہندوستان مین سے ہوکر کشمیر کیطرف چلے گئے اور یہ ثابت شدہ امر ہے کہ کشمیری لوگ درحقیقت وہی اسرائیلی ہین جو طرح طرح کے انقلاب کے بعد آخر مسلمان ہو گئے اور پہر توریت کے آخری وعدہ کے موافق حق قبول کرنے کے بعد ان کو سلطنت بہی دی گئی جیسا کہ ظاہر ہے کہ افغانون مین بہی اب تک سلطنت اور حکمرانی پائی جاتی ہے اور کشمیری بہی بادشاہ رہے ہین - اور بعض یہود یونان کی طرف بہی چلے گئے تہے اور بعض تبت مین اور بعض چین تک بہی گئے - لیکن اُن کا گروہ کثیر افغانستان اور کشمیر مین رہا -

مسیح کا فرض تہا کہ متفرق بہیڑون کو جمع کرے

پہر اگر مسیح اس دعویٰ مین سچا تہا کہ وہ بنی اسرائیل کی متفرق بہیڑون کو جمع کرنے آیا ہے تو اس کا فرض تہا کہ صلیب کے واقعہ کے بعد ان تمام ملکون کی سیاحت کرتا جنمین یہود نے بود و باش اختیار کر لی تہی اور مناسب تہا کہ جب کہ وہ اورشلیم کے یہودیون کی اصلاح سے نومید ہو چکا تہا تو بلاتوقف صلیب سے نجات پاکر یا بقول عیسائیان دوبارہ زندگی حاصل کر کے ہندوستان مین آتا اور ایران

اور افغانستان کی سیر کرتا اور کشمیر میں جاتا اور اس ملک کے یہودیوں پر اتمام حجت کرتا اور اس حیات ابدی کی طرف اُن کو بلاتا جس سے یروشلیم کے یہودی بے نصیب رہے تھے اور اس طرح پر اپنا فرض پورا کرکے اُن کامل بندوں میں داخل ہوتا جو اپنی ذمہ داری کے کاموں کے لئے جان دینے تک بھی تیار ہوتے ہیں۔ یہ کس قسم کی دانشمندی تھی کہ فرض منصبی تو ابھی پورا نہیں کیا اور وہ بدقسمت قومیں جن کی اصلاح کے لئے آیا تھا ابھی اکثر اُن کے بلکہ قریباً تمام اُن کے بجز ایک قلیل فرقہ کے اُس کے آنے سے ہی بےخبر ہیں اور جھٹ آسمان پر جا بیٹھا کیا آسمان پر بھی کوئی یہودیوں کا فرقہ رہتا تھا جنکی اصلاح کے لئے آسمانی سفر بھی ضروری تھا اور جبکہ مسیح میں اس قدر قوت اور طاقت موجود تھی کہ وہ آسمان پر چڑھ گیا تو اس صورت میں ظاہر ہے کہ کشمیر کا سفر اس کے لئے کچھ مشکل نہ تھا بلکہ یہ ملک بلاد شام سے آب وہوا میں بہت ملتا تھا اور سچ تو یہ ہے کہ افغانستان میں جانا بھی کچھ دشوار نہ تھا پھر کیونکر اسکو یہ خیال آیا کہ اپنے فرض سے سبکدوش ہونے سے پہلے ہی لاکھوں یہودیوں کو بےخبر اور ناکام چھوڑ کر آسمان کی راہ لی تعجب کہ کیونکر اُس کا قدم آسمان کی طرف چلا اور کیونکر اس کی کانشنس نے قبول کر لیا کہ ایک گروہ کثیر یہودیوں کو جو صدہا سال سے اسکی انتظار کر رہے تھے اور دن رات اُس کے ظہور کے لئے دعائیں مانگتے تھے اور وطن سے بےوطن تھے بیکبارگی اوس نے فراموش کر دیا اور ایک ذرہ ہمدردی کی رگ جنبش میں نہ آئی۔

اِس میں کچھ شک نہیں کہ اگر وہ اپنا فرض منصبی ادا کر لیتا تو قابل تعریف ٹھیر جاتا۔ آسمان پر بھی سیّاح کہلاتا اور زمین پر تکالیف سفر کی وجہ سے قوم کی نظر میں سچا فدیہ ٹھیرتا ظاہر ہے کہ آسمان پر اس کا بیٹھنا نہ اسکے لئے مفید تھا اور نہ اس کی قوم کے لئے۔ سچا فدیہ یہی تھا کہ وہ یہودیوں کا پتہ لگا کر اُن دور دراز ملکوں تک سفر کرتا کہ جن ملکوں میں یہودیوں نے بود و باش اختیار کر لی تھی اور اس عظیم الشان فدیہ کی یادگار کے لئے نہایت مناسب اور موزون تھا کہ وہ اسی تلاش میں غیر ملک میں مرتا اور غیر ملک میں

اس کی قبر ہوتی تب ہر ایک عقلمند قائل ہوتا کہ درحقیقت اس نے قوم کی بھلائی کے لئے اپنی جان کو مشقت اور تکلیف مین ڈالکر اور آخر اسی راہ مین جان دے کر اُن کے لئے اپنے تئین کفارہ کیا۔ مگر یہ بیہودہ کفارہ سمجھہ مین نہین آتا کہ قوم کے تو لاکھون آدمی ہی اسکے وجود سے ہی بے خبر بیٹھے ہین مگر اس نے ایک لعنتی موت کو اپنے لئے پسند کیا ایسے کفارہ مین کوئی سچی فلاسفی مخفی نہین اگر زید کے سر مین سخت درد ہوتا ہو۔ اور بکر اس کی اس حالت سے گھبراکر ایک پتھر سے اپنا سر پھوڑ لے تو کوئی عقلمند اقرار نہین کریگا کہ بکر نے زید کی خیر خواہی کے لئے یہ فعل کیا اسیطرح مسیح کی حقیقی خیر خواہی یہودیوں کے حق مین اسی مین تھی کہ وہ تکالیف سفر اپنے پر گوارا کر لیتے اور سردی اور گرمی اور بھوک اور پیاس کی کچھ پروا نہ کر کے مختلف ملکوں کی راہ لیتے۔ اگر ایسا کرتے تو خدا کی راہ مین سچے شہید کہلاتے اور چونکہ مسیح کے لفظ کے ایک یہ بھی معنے ہین کہ بہت سیاحت کرنے والا لہٰذا وہ اس سیاحت سے ان معنون کے بھی مصداق ہو جاتے تب ہر ایک شخص آہ کھینچ کر کہتا کہ کاش مین بھی قوم کے لئے ایسی ہی تکالیف اٹھاکر قوم کے لئے فدیہ ہوتا جیسا کہ مسیح نے اٹھائین اور فدیہ ہوا اور آئندہ نسلون کے لئے یہ اس کا کارنامہ آب زر سے لکھنے کے لائق ہوتا کہ وہ قوم کی اصلاح اور دستگیری اور غمخواری کیلئے دور دراز ملکون مین گیا اور غربت اور مسافرت کی حالت مین جان دی اور وہین دفن ہوا اور اس صورت مین وہ ہجرت کی سنت قدیمہ کو بھی جو سنت انبیا ہے پورا کر لیتا بلکہ اپنے اس قول کے رو سے جو نبی بے عزت نہین مگر اپنے وطن مین آسمان اور زمین دونون جگہوں مین عزت پاتا۔ ہائے اس نے یہ کیا کیا کہ اپنے فرض منصبی کو ناتمام چھوڑ کر آسمان پر جا بیٹھا گویا بار نبوت سے گھبراکر گوشہ گزینی اور آرام پسندی اختیار کی جو طریق مردمی اور فتوت سے بہت بعید ہے۔

غرض حضرت مسیح کا اپنے فرض مذہبی سے قاصر رہنا اور اُن کے مقابل پر ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا تمام انسانون کو پورے جوش سے ہدایت کے لئے دعوت عام کرنا یہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت مسیح مین ایک ایسا فرق ہے جس سے بداہت معلوم ہوتا ہے کہ آنحضرت

صفت حضرت عامہ کا خصوصیت کے ساتھ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے وجود میں پائی جانا — پیغام پانا

صلے اللہ علیہ وسلم کی ذات مین صفت رحمت عامہ موجود تہی اور وہ تمام لیاقتین آپ کے
نفس نفیس مین جمع تہین جو دنیا کی تمام مختلف قومون کو دعوت حق کرنے کے لئے ایک کامل
مصلح مین ہونی چاہئین مگر حضرت مسیح کی فطرت مین نہ رحمت عامہ اور نہ باقی یہ تمام صفات
موجود تہین۔ یہی وجہ ہے کہ حضرت مسیح کی ہمت اپنی قوم کے پیش نظر کفار سے یعنی یہود
سے آگے نہ بڑھ سکی کیونکہ انکی فطرت مین آگے بڑہنے کے قولے موجود نہ تہے ناچار انہون
نے ایک تہوڑے سے اور مختصر کام پر ہی اپنی نبوت کو ختم کر دیا اور صاف اقرار کر دیا کہ مین صرف
یعقوب کی اولاد اور اپنے جدی لوگون کے لئے پیغام دعوت لیکر آیا ہون اور دنیا کی
قومون سے مجھے کچھ کام نہین لیکن ہمارے ہمت اور فطرت چونکہ تمام انسانی روحون سے
ہمدردی کا تعلق رکھتی تہی اور آنجناب کی وہ روح تہی جس سے تمام روحین فیضیاب ہونے
کے لئے پیدا کی گئی تہین لہذا اس عالی ہمت نے اسپر اکتفا نہ کیا کہ وہ صرف قریش تک
ہی اپنی رسالت کو محدود رکہتے یا محض عرب تک ہی اپنی دعوت کا انحصار کر لیتے بلکہ تمام نوع
انسان کو دین اسلام کیطرف بلایا اور یہ ثابت کر دیا کہ اس پاک اور کامل فطرت کو یہہ جوش
دیا گیا ہے کہ ہر ایک جو زمین پر رہنے والا ہے خواہ نوع انسان مین سے ہے یا نوع جن مین
سے وہ اسکے فیض عام سے فائدہ اٹہاوے۔

سچ تو یہ ہے کہ زمین کے تمام کنارون تک عام ہمدردی کا خیال دل میں بہر جانا اور
عام قومین جو دوسری قومون سے بکلی منقطع ہو کر اور علیحدہ علیحدہ مذہبون اور نامون سے
مخصوص ہو کر اپنی اپنی جگہ پر مستقل ہو چکی تہین سب کی اصلاح کا فکر کرنا اور سب کو نیکی اور
ہدایت کی طرف بلانا اس قسم کی دعوت عامہ کا منصب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے
کسی نبی کو نہین دیا گیا ان مین سے بعض کا تو وہ زمانہ تہا کہ ہنوز مختلف قومین دنیا مین آباد
نہین تہین اور بوجہ نہ پڑنے کسی تفرقہ قاطع کے تمام انسان ایک ہی قوم کے حکم مین تہے
اور بعض کا وہ زمانہ تہا کہ مختلف قومین آباد تو تہین مگر ایک کو دوسرے کی خبر نہ تہی یا خبر ہی تہی مگر
ملاقات باہمی سخت دشوار تھی سہل اور آسان نہ تہی ان دونون مذکورہ بالا صورتون مین غیر

دعوت عامہ کا منصب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے مخصوص ہونا۔

ممکن تہا کہ کسی نبی کی انبیاء گذشتہ مین سے کل قومون کیلئے دعوت عامہ ہوتی یا وہ دعوت کل قومون کیلئے دعوت کہلا سکتی پس جیسا کہ دوسرے نبیون کو جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے گذر چکے ہین تمام قومون کے لئے دعوت عامہ کا منصب نہین دیا گیا ایسا ہی حضرت مسیح کو بہی نہین دیا گیا بلکہ یہ منصب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے ہی خاص کیا گیا کیونکہ آپ ہی کی فطرت اس بوجھ کی متحمل ہوئی۔ اب جہان تک انسانون کے لئے خدا تعالی کی خدائی کا زمین پر دامن پہیلا ہوا ہے وہان تک ان تمام انسانون کے لئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت بہی عام ہے اور یہ ایک عظیم الشان خصوصیت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مین ہے جسمین کوئی دوسرا نبی شریک نہین۔

حضرت مسیح کی دعوت کا یہودیون تک محدود ہونا

ظاہر ہے کہ اگر حضرت عیسیٰ علیہ السلام خدا تعالی کا مظہر تام ہوتے یا یون کہو کہ خدا ہوتے تو یہ خصوصیت ان میں ہونی چاہئے تہی اور ہرگز ممکن نہ تہا کہ وہ اس ذات کامل کا روپ بن کر جس نے سب انسانون کیلئے اپنے سورج اور چاند اور دوسری مخلوقات کو پیدا کیا ہے ایسی کم ہمتی دکہلاتے کہ صرف یہودیون کے معدودے چند گھرون تک اپنی نبوت کو منحصر کر لیتے بلکہ چاہئے تہا کہ وہ یہ کہتے کہ جیسا کہ خدا تمام نوع انسان کا خدا ہے ایسا ہی مین بہی تمام نوع انسان کیلئے بہیجا گیا ہون اور یہ عذر کہ اگرچہ پہلے انہون نے یہی کہا تہا کہ میری رسالت بنی اسرائیل تک ہی محدود ہے اور مین خاص انہی کے لئے بہیجا گیا ہون مگر آخر کو انہون نے اس قول کی پابندی چہوڑ دی اور اپنے اس اقرار پر قائم نہ رہ سکے اور پہر دعوت عام کا دعوے کر دیا۔ یہ جواب ایسا ہے کہ بجز اسکے کہ ایک طور سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی ہجو کی جائے اور یہہ مان لیا جائے کہ انکی طبیعت کچھ ایسی واقعہ ہوئی تہی کہ انکو اپنے قول اور اقرار کا کچھ بہی پاس نہ تہا اور کچھ بھی اس جواب کا نتیجہ معلوم نہین ہوتا کیونکہ جب کہ خود بقول حضرت مسیح کے یہ بات فیصلہ پا چکی تہی کہ وہ صرف یہودیون کے لئے بہیجے گئے ہین کسی اور کے لئے تو پہر اس فیصلہ اور اس اقرار کے بعد ان کے لئے یہ گنجائش باقی نہین تہی کہ وہ پہلے بیان سے انکاری ہو کر یہ کہہ دیتے کہ مین نہ صرف بنی اسرائیل کیلئے بلکہ تمام دنیا کے

لئے بہیجا گیا ہون اس کی توضیح یہ مثال ہے کہ مثلاً فرض کرو کہ ایک گواہ خالد نامی نے حلف اوٹہاکر ایک جج کے سامنے اول یہ بیان کیا کہ زید نے جو ایک بڑا مالدار تہا ایک کروڑ روپیہ مجھے اس غرض سے حوالہ کیا تہا کہ مین اس روپیہ کی کوئی جائداد خرید کے بکر کو اسکی طرف سے دیدون اور وہ جائداد کا مالک واحد ہوگا اور اُس جائداد مین کسی اور شخص کو ایک پیسہ کا بہی حصہ دار قرار نہ دیا جائیگا۔ اور پہر اپنے تتمہ بیان مین لکہوایا کہ زید نے یون کہا تہا کہ وہ جائداد صرف بکر کے حوالہ نہین کی جائے گی بلکہ اسکے پچاس اور شخص بہی مالک ہونگے اور بکر کے شریک مساوی ہ کہ بکر اکیلا اور اُن سب کے یہ یہ نام ہین تواب بتلاؤ کہ کیا وہ جج اس مختلف بیان کو صحیح سمجھ لیگا اور پیش کردہ اشخاص کو بکر کے شریک قرار دیدے گا نہین بلکہ میں سچ سچ کہتا ہون کہ وہ اسی وقت اس کو حلف دروغی کے مقدمہ مین پھنسائے گا اور اس سے پوچھے گا کہ تیرے اِن دونون بیانون مین سے کونسا سچا اور کونسا جہوٹا ہے اور آخر قانون کی حد تک حلف دروغی مین اسکو سزا دیگا۔

پادریون نے حضرت مسیح کی طرف متناقض اقوال منسوب کئے

یہ حضرت عیسیٰ کی سخت بے ادبی ہے کہ نعوذ باللہ ایسے متناقض اقوال اُن کی طرف منسوب کئے جاتے ہین جو کسی عدالت مین پیش ہونے سے جرائم قابل سزا مین پہنسا دیتے ہین لیکن افسوس کہ حضرات پادری صاحبان کو اس حرص شدید کی وجہ سے کہ کسی طرح حضرت مسیح کو خدا مان لیا جائے یہ محسوس ہی نہین ہوتا کہ ان کی کلام مین امور متناقضہ اور متضادہ جمع ہوگئی ہین ایک بات کرتے ہین اور پہر اسی وقت دوسری بات اسکی ضد اور اسکی نقیض بیان کر دیتے ہین مثلاً ایک طرف تو یہ کہتے ہین کہ مسیح خدا کامل ہے اور پہر دوسری طرف یہ بہی کہہ دیتے ہین کہ وہ انسان کامل ہے اور نہین سوچتے کہ جب تمام انسانی لوازم انسانیت کا کمال ثابت کرنیکے لئے اُنکی ذات مین جمع ہونگے تو وہ الوہیت کے کمالات کے مخالف پڑینگے کیونکہ ایک طرف تو انسانی جہالتین اور انسانی سہو و نسیان اور انسانی شہوات کا طوفان حضرت مسیح کے نفس مین مان لیا جائے گا اور پہر اسی نفس کی نسبت یہ بہی عقیدہ رکہنا پڑیگا کہ وہ تمام جہالتون سے ازلی پاک اور تمام سہو و نسیان سے ازلی بریٔ اور اعلیٰ ہے پادری

صاحبون کے لئے ہرگز مناسب نہین ہے کہ اپنے غلط عقیدہ کو خواہ نخواہ صحیح ٹھہرانیکے لئے حضرت مسیح کے کلام کو تناقضات کا مجموعہ بناوین اور اس طرح پر یہودیون کو نکتہ چینی کے لئے مدد دین - یہ حضرت مسیح کی زندگی پر ظالمانہ حملہ ہے کہ انکی طرف اس دروغ بے فروغ کو منسوب کرین کہ اول مسیح ہونیکا دعوے کرتے ہی ایک مدت تک بلکہ صلیبی واقعہ تک بار بار کوچہ و بازار مین یہ سناتے رہے کہ مین بجز اسرائیل کی بھیڑون کے اور کسی کی طرف نہین بھیجا گیا اور پھر جب دیکھا کہ یہ بات تو بنتی نہین اور یہودی بھی مجھے قبول نہین کرتے اور انکی نسبت تو اب بکلی امید منقطع ہو چکی ہے تو اپنی ان تمام باتون کو فراموش کر کے کہ جو کہا کرتا تہا کہ مجھے دوسری قومون سے کچھ غرض و واسطہ نہین یہ شور مچانا شروع کر دیا کہ نہین بلکہ مین تو تمام قومون کے لئے بھیجا گیا ہون - اب دیکھو کہ اس تناقض کو جسکی نسبت سمجھہ سکتے ہین کہ اس کا ارتکاب کرانے والی ایک غرض نفسانی تہی حضرت مسیح کی طرف منسوب کرنا کس قدر اس غریب اور راستباز نبی پر ظلم شدید ہے -

دونون بیانون مین تطبیق

اگر بطور فرض مان لین کہ معاذ اللہ حضرت عیسٰی علیہ السلام کے مونہہ سے کوئی ایسا کلمہ نکلا تہا جس مین بظاہر اس قابل شرم تناقض کا وہم گذرتا تہا تو مناسب تہا کہ پاک دل محققین کیطرح ان دونون قسم کے کلمات مین جو اپنی ظاہری صورت مین ایک نادان کے نزدیک تناقض کا خیال پیدا کرتے تہے اور حضرت مسیح پر اعتراض کا موقع دیتے تہے ایسے معنون سے تطبیق کر دیتے کہ تناقض باقی نہ رہتا اور یہودیون کو ہنسنے کا موقع نہ ملتا چنانچہ بات بھی یہی تہی کہ حضرت عیسٰی علیہ السلام نے اول تو صاف صاف کہہ دیا کہ مین بجز اسرائیل کی بھیڑون کے اور کسی کیطرف نہین بھیجا گیا اور پھر جب کہ وہ یہودی جو یروشلیم مین اور اس کے گرد تہے شرارت اور بے ایمانی سے باز نہ آئے اور حضرت مسیح کو قبول نہ کیا تو پھر حضرت مسیح نے اپنا فرض منصبی پورا کرنیکے لئے اپنے پر یہ حق واجب اور فرض لازم دیکھا کہ ان یہودیون کیطرف توجہ کرین جو مختلف ملکون کی طرف جلاوطن ہو کر چلے گئے تہے جیسا کہ بعض یونانیون مین جا کر آباد ہو گئے تہے اور بعض ہندوستان اور کشمیر کی طرف چلے گئے تہے اور بعض

افغانستان مین سکونت پذیر ہو گئے تہے۔ اب دیکہو یہ معنے کیسے صاف اور سیدہے اور قریب قیاس ہین جن کے ماننے سے نہ تو کوئی تناقض لازم آتا ہے اور نہ مسیح جیسے راستباز نبی کے کلام مین کسی بناوٹ اور جدید منصوبہ کی بد بو آتی ہے اور دل خوب مان لیتا ہے کہ جب کہ حضرت مسیح کو معلوم تہا کہ وہ تمام یہودیوں کی اصلاح کے لئے مبعوث ہوئے ہین نہ صرف چند گہرون کے لئے تو یہ ان کا کام تہا اور ان کو کرنا چاہئیے تہا کہ جب کہ یروشلم کے یہودی سرکشی اور شرارت سے پیش آئے تہے اور ان سے امید ہدایت قطع ہو چکی تہی تو وہ تکالیف سیاحت اور سفر اپنے ذمہ لے کر ان یہودیون کی طرف متوجہ ہوتے جو دور دراز ملکون مین چلے گئے تہے اور اگر یہہ فرض کر لیا جائے کہ حضرت مسیح یروشلم کے یہودیون سے نومید ہو کر گم گشتہ یہودیون کے فرقون کی طرف متوجہ نہین ہوئے بلکہ اپنے پہلے قول اور اقرار کے مخالف اپنے حواریون کو یہ حکم کیا کہ اب تم غیر قومون کی طرف جاؤ اور ان کو اپنے دین کی دعوت کرو تو یہ ایک دوسرا اعتراض حضرت مسیح پر وارد ہوگا کہ جس حالت مین ابہی دس فرقے یہود کے ان کے وجود سے ہی بے خبر تہے جن تک اپنی دعوت کو پہنچانا مسیح کا اصل فرض تہا تو کیون اس فرض کو نظر انداز کر کے دوسری قومون کی طرف توجہ کی۔

غرض یہ بات کسی طرح ٹہیک نہین ہے کہ حضرت مسیح کی دعوت عام تہی اور جبکہ دعوت عام نہ تہی تو اس سے خدائی کا دعوے بداہت باطل ثابت ہوتا ہے اور ایسا ہی کفارہ کا مسئلہ کیونکہ خدا تمام قومون کا خدا ہے نہ صرف یہودیون کا اور وہ سب کے لئے نجات کے طریق ظاہر کرتا ہے نہ محض اسرائیل کی اولاد کے لئے پس اگر یہ بات سچ ہے کہ انسانون کی نجات بغیر کسی کے سولی ملنے کے غیر ممکن ہے تو اس صورت مین دوسری تمام مخلوقات کی نجات کے لئے کسی دوسرے مسیح کے خون کی اشد ضرورت ہے بلکہ دو مسیحون کی ضرورت (۱) ایک تو ایسا مسیح چاہئیے کہ جس فرض کو حضرت عیسٰے علیہ السلام ادہورا چہوڑ کر آسمان پر جا بیٹہے تہے یعنی یہود کے دوسرے فرقون کو حکم الٰہی پہنچانا جو ان کا فرض تہا اس فرض کو

وہ پورا کرے اور سیاحت اختیار کرکے جس قدر یہود غیر ملکون مین آباد ہین اُن کو خدا کا حکم پہنچاوے اور پھر ان کے لئے سولی ملجائے (۲) دوسرا وہ مسیح چاہئے جو دوسرے تمام انسانون کے لئے جو یہودی نہین ہین صلیب پر اپنی جان دیوے۔

یسوع کی خدائی پر بحث اس کی پیش کردہ معصومیت کے لحاظ سے

اب جبکہ دلائل مذکورہ بالا سے ثابت ہوگیا کہ حضرت مسیح علیہ السلام نے ہرگز یہ دعویٰ نہین کیا کہ میری دعوت تمام نوع انسان کے لئے عام ہے بلکہ یہ دعوے ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے کیا تو دعوت کے رو سے تو حضرت مسیح مین کوئی ایسی خصوصیت پائی نہ گئی جس سے انکی خدائی کا کچھ خیال پیدا ہوسکے اب ہمین یہ دیکھنا باقی رہا کہ کیا معصوم ہونے مین حضرت مسیح کی کوئی خصوصیت ہے تا یہ حجت پیش ہوسکے کہ وہی خصوصیت ان کی خدائی پر ایک دلیل ہے۔

پس واضح ہو کہ اس مقام مین حضرت مسیح کا اپنا ہی قول ایک فیصلہ کرنے والا قول ہے کیونکہ انجیل مین لکھا ہے کہ ایک نے آکے مسیح سے کہا اے نیک اُستاد مین کونسا نیک کام کرون کہ ہمیشہ کی زندگی پاؤن۔ اس نے اُسے کہا تو کیون مجھے نیک کہتا ہے نیک تو کوئی نہین مگر ایک یعنے خدا۔ دیکھو انجیل متی باب ۱۹-۱۷-آیت مذکورہ بالا سے صاف ظاہر ہے کہ مسیح نے نیک ہونے سے انکار کیا ہے اور اسکے معنے بجز اس کے اور کچھ نہین کہ مسیح اپنے تئین گنہگار سمجھتا تھا اور پادری صاحبون کی طرف سے اس جگہ یہ جواب ہے کہ چونکہ مسیح جانتا تھا کہ مین خدا ہون اس لئے اس طرز کی تقریر سے اس کا یہ منشا تھا کہ جو شخص مجھے انسان سمجھتا ہے وہ کیون مجھے نیک کہتا ہے کیا انسان نیک ہوسکتا ہے مگر ہر ایک عقلمند سمجھ سکتا ہے کہ یہ جواب ٹھیک نہین ہے کیونکہ اگر مسیح نے اپنی خدائی کا دعویٰ یہودیون کے آگے پیش کیا تھا تو ایسا دعوے کرنیوالا ان کے نزدیک کافر اور نہایت بدآدمی اور توریت کے رو سے

یسوع کا اپنا اقرار کہ مین نیک نہین

واجب القتل تہا تو پہر کیونکر ایک یہودی ایسے دعوے کو سنکر اسکو نیک کہہ سکتا تہا اور اگر اس یہودی نے خدائی کے دعوے کو مان لیا تہا تو پہر ایسی بات کہنے کا کوئی موقع نہین تہا کہ تو میری خدائی سے منکر ہو کر پہر مجھے کیوں نیک کہتا ہے یہ بات درحقیقت غیر معقول اور غیر ممکن ہے کہ ایک یہودی شخص نے اپنے کانون سے سُنا ہو کہ حضرت مسیح خدائی کا دعوے کرتے ہین اور پہر وہ ان کو نیک کہہ سکے یہودیون کا ہرگز یہہ مذہب نہین ہے کہ خدا کا دعوے کرنیوالا نیک ہو سکتا ہے پس جس یہودی نے حضرت مسیح علیہ السلام کو نیک کہا تہا اسکی نسبت پادری صاحبون کو بہرحال یہ فرض کرنا پڑے گا کہ وہ حضرت مسیح کی خدائی پر ایمان رکھتا تھا ورنہ وہ کیونکر ان کو نیک کہہ سکتا تہا تو اس صورت مین وہ توجیہ باطل ہو جائیگی جو پادری صاحبان اس آیت مین کرتے ہین پس کچہہ شک نہین کہ ایسے معنی مذکورہ بالا آیت کے محض بناوٹ سے کئے گئے ہین مسیح کے لفظ سے وہ معنے ہرگز ہرگز نہین نکلتے اور ایسی بیہودہ کہینچ تان سے مسیح کے معصوم بنانے کے لئے کوشش کرنا ہرگز کوئی منصف اور عقلمند پسند نہین کریگا۔

صاف ظاہر ہے کہ مسیح نے مذکورہ بالا آیت مین اپنے نیک ہونے سے سادہ اور سہل الفاظ مین انکار کیا ہے اور یہی الفاظ راستبازون کے محاورہ مین ہمیشہ سے داخل ہین کہ وہ اپنے تئین کمزور سمجہہ کر حقیقی نیکی خدا کی طرف منسوب کرتے ہین اور انکا یہی عقیدہ ہوتا ہے کہ حقیقی طور پر صرف خدا ہی نیک ہے اور تمام بندے اسی سے قوت پاکر نیک بنتے ہین نہ کہ خود بخود۔ اب کس قدر ظلم اور حق پوشی ہے کہ ایک سیدہے اور صاف اقرار کو جو راستبازون کی خو اور خلق کے سراسر مناسب حال ہے خدائی کے دعوی کی طرف کہینچا جائے۔ ظاہر ہے کہ یہی الفاظ قدیم سے راستبازون کے استعمال مین آتے رہے ہین اور ہر ایک قوم کے راستبازون کے مونہہ سے یہی کلمے نکلے ہین کہ وہ حقیقی نیکی کا سرچشمہ اپنے مولی کریم کو ہی ٹہراتے رہے ہین اور جب انکو نیک کہا جاتا تہا تو وہ انکسار کے طور پر اور اپنی کمزوری کو خیال کر کے یہی جواب دیتے رہے کہ حقیقی نیکی خدا کے

لئے مسلم ہے۔

مسیح کا انکسار

اب ایسے کلمات کو جو اپنی کمزوری اور خدا کی عظمت کے لئے وضع کئے گئے تھے متکبرانہ رنگ مین لے آنا اور اُن سے خدائی کا دعوے نکالنا عجیب طرح کا تحکم ہے۔ کیا ایک پاک کانشنس قبول کرسکتا ہے کہ نیک اُستاد کہنے سے مسیح کو یہ جوش آیا کہ لوگ مجھے خدا کرکے کیون نہین پکارتے حالانکہ آیت کے سیاق سباق سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ مسیح نے اس مقام مین اپنی فطرتی سعادت کی وجہ سے انکسار دکھلایا اور اِس شخص کو اس بات پر متنبہ کیا کہ حقیقی نیکی کا سرچشمہ خدا ہے اور جو کچھہ تو مجھہ مین نیکی دیکھتا ہے وہ میری طرف سے نہین بلکہ خدا کی طرف سے ہے۔ یہ ایک معرفت کا سبق تھا جو مسیح نے اسکو دیا نہ یہ کہ شیخی مین آکر نہائت تکبر سے اپنی خدائی کو پیش کیا۔ خدائی تو جو کچھہ تھی وہ روزانہ مصیبتون اور ناکامیون سے ظاہر تھی حاجت بیان نہ تھی پھر اسکے نہ ماننے سے ناراض ہونا اور چڑنا اور غصہ ہونا اخلاق سے بھی بہت بعید تھا اور سراسر بے وجہ تھا ہمیں پادری صاحبان معاف کرین اگر ان کو یہ بات تلخ معلوم ہو کہ جس شخص کو حفاظت خود اختیاری کی بھی طاقت نہین تھی جو خدائی کے ادنے لوازم میں سے ہے اور یہودیون نے جو خود کمزور اور ذلیل ہو رہے تھے اسکو پورے اقتدار سے تکلیفین پہنچا ئین اور جو کچھہ چاہا اس سے کیا تو کیا ایسے شخص کو عقل سلیم خدائے قادر مطلق کہہ سکتی ہے یا ایک عاجز انسان؟ کیا ہم خدا کی طرف یہ ذلتین منسوب کرسکتے ہین کہ وہ چند کمزور انسانون کے ہاتھہ سے پکڑا گیا اور حوالات مین کیا گیا اور ایک ضلع سے دوسرے ضلع مین اسکا چالان ہوا اور سپاہیون کے ہاتھہ سے اوس نے طمانچے کھائے اور ساری رات کی دعا قبول نہ ہوئی اور کیا عقل قبول کرسکتی ہے کہ جو شخص خود خدا تھا اُس کو بھی دعا کی حاجت تھی؟

اب خلاصہ کلام یہہ ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا جیسا کہ پادری صاحبان سمجھتے ہین معصوم ہونا بھی ثابت نہین ہوتا۔ اگر ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے استغفار سے گناہ گا

ہونے کے معنے نکالے جاتے ہین تو پہر حضرت مسیح کے اس اقرار سے کہ مجہے نیک مت کہو
بوجہ اولی گناہ گار ہونا ثابت ہوتا ہے بلکہ مسیح کی عملی حالتین انہین معنون پر روشنی ڈال کر حق
الیقین تک انکو پہنچاتی ہین۔ کیونکہ اول تو مسیح نے یوحنا کے ہاتہہ پر توبہ کا اصطباغ لیا جس
مین اعتراف گناہ کا ہے پس اصطباغ کیا لیا گویا گنہ گار ہونے پر مہر لگا دی۔ مگر ہمارے نبی
صلے اللہ علیہ وسلم نے کسی کے ہاتہہ پر توبہ نہین کی۔ یہ بات ایک بڑی غور کے لائق ہے کہ اگر
مسیح معصوم تہا تو اسے توبہ کی کیا ضرورت تہی دوسرے کی خدمت مین ایک ذلت کے ساتہہ
حاضر ہونا اور گناہ کا اقرار کرنا بجز اس صورت کے کب ہو سکتا ہے کہ انسان اپنے دل مین
محسوس کرتا ہو کہ مین گنہ گار ہون اور دوسرے یہ کہ مسیح پر اور اس کی والدہ پر دشمنون نے جو
یہودی ہین وہ سخت تر الزام لگائے ہین جن کے لکہنے سے بہی ہاتہہ کانپتا ہے بلکہ بعض الزام
تو ایسے ہین کہ مسیح نے اپنے ذمہ خود انکو قبول کر لیا ہے اور بعض ایسے ہین کہ انجیلون مین حواریون
نے ان پر گواہی دے دی ہے اور عیسائی مورخون نے ان کو مان لیا ہے اور یہودیون کی کتابون
اور تاریخون کے دیکہنے سے جو اعتراضات سے پہین مسیح کی عصمت کی نسبت اس قدر
اور مشکلات پیش آگئی ہین کہ افسوس سے کہنا پڑتا ہے کہ کاش پادری صاحبان خدا کے پاک
نبیون کی نکتہ چینی نہ کرتے اور توہین اور تحقیر اور عیب گیری نبی صلے اللہ علیہ وسلم سے مسلمانون
کا دل نہ دکہاتے تا مسلمان بہی یہودیون کی کتابون کی مدد سے اور خود انجیلون مین سے بہی
حضرت مسیح کے عیبون کی تفتیش نہ کرتے یہ گناہ درحقیقت پادری صاحبون کی گردن پر ہے
کہ وہ تمام مقدس اور راستبازون کی عیب گیری پر کمر بستہ ہو گئے اور طرح طرح کی بیجا تاویلون
بلکہ افتراؤن سے چاہا کہ خواہ نخواہ خدا تعالے کے پاک نبیون کو گنہ گار ٹہراوین اسلئے خدا نے
حضرت مسیح کو بہی نکتہ چینیون سے محفوظ نہ رکہا یہہ مقولہ نہایت سچ ہے بلکہ پادری صاحبون
کے حق مین یہ پیشگوئی ہے کہ عیب مت لگاؤ تا تمپر بہی عیب نہ لگایا جائے اور یاد رہے
کہ یہ طریق نبیون کی عیب گیری اور نکتہ چینی کا درحقیقت انیسوین صدی عیسوی کے پادریون
کو اس کا موجد کہنا چاہیئے مگر انہون نے اچہا نہین کیا کہ اس طریق پر حد سے زیادہ زور دیا اور

مسلمانون کے دلون کو حد سے زیادہ آزار پہنچا یا ہم سمجھ نہین سکتے کہ وہ کونسی عصمت اور پاک دامنی حضرت مسیح مین ہے جو ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم مین موجود نہین۔ مسیح کی سرگذشت مین گنہ کا اقرار بھی موجود ہے۔ گناہ گارون کی طرح توبہ بھی موجود ہے۔ اور گناہ گارون والے افعال بھی موجود ہین۔ اور اگر دشمن کی نکتہ چینی اور عیب گیری سے کوئی نبی خدا کا مجرم بن سکتا ہے تو جیسا کہ یہودیون کی کتابون سے ظاہر ہوتا ہے ایسی ہی نکتہ چینیون کے انبار در انبار حضرت مسیح کی زندگی مین بھی موجود ہین۔

شراب اور مسیح کا اسکو استعمال کرنا

مثلاً ایک شراب ہی کو دیکھو جو ام الخبائث ہے جس سے طرح طرح کے نفسانی جوش پیدا ہو کر کبھی انسان مرتکب فسق و فجور کا ہوتا ہے اور کبھی خون ریزی کا ارتکاب کرتا ہے اور بلاشبہ یہ تمام گناہون کی مان ہے مگر نہ صرف یہودیون کے اعتراضات سے بلکہ انجیل سے بھی ثابت ہے کہ حضرت مسیح تمام عمر اسکے مرتکب رہے اسی وجہ سے عیسائیون کی عشاء ربانی کی بھی یہ ایک جز ہے اور انجیل مین حضرت مسیح اقرار کرتے ہین کہ یوحنا شراب نہین پیتا تھا مگر اپنی نسبت مبالغہ سے کہا ؔ پیو کا لفظ استعمال کیا ہے غرض اس مین کسی کو بھی کلام نہین کہ یسوع مسیح شراب پیا کرتا تھا چنانچہ پرچہ اخبار ایپی فنی ۲۷۔ اپریل ۱۹۰۱ء مین بھی جو ایک مشہور پادریون کا پرچہ انگریزی زبان مین کلکتہ سے نکلتا ہے یہ عبارت ہے وہ مسیح گوشت بھی کھاتا تھا اور شراب بھی پیتا تھا۔ اور کتاب دانی ایل باب اول مین شراب کو ناپاک قرار دیا ہے اور لکھا ہے کہ دانی ایل اسکو ناپاک سمجھتا تھا لیکن اصل بات یہ ہے کہ شراب ایسی خبیث چیز ہے کہ اس کا پلید ہونا اس بات کا محتاج نہین کہ توریت یا انجیل یا کسی دوسرے صحیفہ مین اس کو پلید اور ناپاک لکھا ہو بلکہ اگر فرض کے طور پر کسی کتاب مے شراب کی تعریف کی ہو تو شراب اس سے قابل تعریف نہین ٹھہرے گی ہان اس کتاب پر اعتراض آئے گا کہ وہ خدا کی طرف سے نہین ہے جس چیز کے عیب اور مضرتین تجارب سے کھل گئے ہون اس مین ہم کسی کتاب کی شہادت کے محتاج نہین ہین ہزارون قسم کی زہرین اور خبیث چیزین دنیا مین موجود ہین جن کی مضرتین تجربہ نے ہم پر کھول دی ہین۔ پس ضرور نہین کہ ہم ان چیزون کو خبیث ٹھہرانے کے لئے آسمانی

کتابون کی ورق گردانی کرین ان سب مین سے اول درجہ پر شراب ہے۔ دنیا مین ہزارون شہادتین اس کی مضرت اور خباثت پر موجود ہین اُن سب کا لکھنا موجب تطویل ہے اسلئے ہم مناسب سمجھتے ہین کہ عیسائیون مین سے فقط ایک نامی انسان کی شہادت شراب کے بارے مین بیان کی جائے چنانچہ ہم ذیل مین اس شہادت کے لئے جناب وائیسرائے لارڈ کرزن کی سپیچ . . . تحریر کرتے ہین اور یہ وہ تقریر ہے جو وائیسرائے ممدوح نے بمقام سملہ ۷۔ جون ۱۹۰۱ء کو فوجی ٹمپرنس سوسائٹی کے جلسہ پر بیان فرمائی تھی چونکہ اس اسپیچ کا پڑھنا ناظرین کے لئے دلچسپی سے خالی نہیں اس لئے ہم اس کو بجنسہ نقل کر دیتے ہین اور وہ یہہ ہے۔

اب مین اس انجمن کی کارروائی اور اس کی ضرورت پر گفتگو کرتا ہون۔ فوج برطانیہ کے اعتدال یا غیر اعتدال کے جس پہلو کو دیکھو اس نے ضرور تغیرات کی کئی منزلین طے کی ہین۔ ہمین اُن سپاہیون کے واقعات یاد ہین جن کو ساتھہ لیکر ڈیوک آف ولنگٹن نے بہت سے میدان مارے تھے اُن مین چندان اعتدال یا پرہیزگاری نہ تہی۔ وہ ادنے درجہ کے لوگون مین سے بہرتی کئے جاتے تھے اور ان ایام مین یہ عجیب وہم پہیلا ہوا تہا کہ سب سے زیادہ شرابی سب سے عمدہ لڑنے والا ہوتا ہے اگرچہ بعد کے تمام تجارب نے اس امر کو غلط قرار دیا ہے۔ ڈیوک آف ولنگٹن نے کئی بار اس بات کو بیان کیا تہا اور وہ اپنے سپاہیون کی بہادری کی عزت کو ان کی بدیون کی نفرت کے ساتھہ پہلو بہ پہلو بیان کرتا تہا۔ لیکن وہ زمانہ اب گیا اور موجودہ زمانہ مین کوئی کمانڈر افسر تمکو ایسا نہ ملے گا جو یہ نہ کہے کہ بہت شراب پینے والا سپاہی اخلاقی طور پر موجب ذلت اور جنگی موقع پر خطرناک ہے۔ (نعرہ خوشی) ذرا لارڈ رابرٹ کی رپورٹ جنوبی افریقہ کی جنگ مین سپاہیون کے متعلق پڑھو وہان انہین مجبوراً بہی اور خوشی سے بہی شراب سے پرہیز رکھنا پڑا کیونکہ شراب ملتا ہی نہ تہا اور باوجود اس کے انہون نے مردانہ اور شریفانہ کارروائیان کین بلکہ انکی دلیری پر لارڈ رابرٹ نے کہا کہ مجھے خطرہ ہے کہ جس اعلیٰ درجہ کے یہ مرد میدان تھے اب ویسے نہ مین گے

کیونکہ وطن مین شراب پینے کے لئے بہت سی ترغیب انہین مجبور کرتی تہی۔ پس اب ہم ایک ایسے زمانہ مین آگئے ہین جس مین ہر ایک اس امر کو تسلیم کرتا ہے کہ پرہیز رکہنے والا سپاہی شرابی سے بہتر ہے اور اوسط درجہ کا شرابی سخت شرابی سے بہتر ہے اور ...... **بالکل نہ پینے والا سب سے بہتر ہے**۔ (نعرہ خوشی) اس امر سے تو کوئی انکار نہین کر سکتا لیکن صاحبان ہمین یہان بس نہین کرنی چاہئے۔ یہان تک تو صرف لفظی باتین تہین اب انکو حقیقی واقعات پر لگانا چاہئے۔ افلاطون کے امثال کو پڑہ کر خوش ہو لینا اور رٹتے ہی مین سمجہ لینا کہ ہم اپنا کام کر چکے کچہہ فائدہ نہین رکہتا۔ پلیٹ فارم پر کہڑے ہو کر صرف تقریر کرنا کہ اب ہماری فوج جنگ بلکلاوہ یا جنگ واٹرلو کے ایام سے بہتر ہے اور اسی کو اپنے مقصد کا انجام سمجہ لینا کچہہ مفید نہ ہوگا۔ نہ جرگ کے اور نہ کسی اور مقام کے سپاہیون کے لئے یہ بات مفید ثابت ہوگی کہ ان عمدہ خیالات پر خوشی کے نعرے مارے جائین اور بعد مین ان ساری تقریرون کو نہایت فیاضی کے ساتہہ رجمنٹ کے شراب خانہ کے خم مین ڈبو دیا جاوے۔ (نعرہ خوشی) پس ہمین واقعات کی طرف توجہ کرنی چاہئے اور صرف خیالات کے ساتہہ یا نقشون کے ساتہہ اپنے آپ کو دہوکا نہین دینا چاہئے کیونکہ اگر کوئی بات خیالات سے بڑہکر غلط ہو سکتی ہے تو وہ نقشون کے ہندسے ہین۔ پس مین صرف اتنے پر کہ گذشتہ تاریخ کی نسبت اب بہتر حالت ہے یہ نہین کہہ سکتا کہ اب سب کچہہ درست ہے اور نہ مین مجرمون اور اردلیون کے کمرون کے نقشجات کا کچہہ حوالہ دینا چاہتا ہون تاکہ ایسا نہ ہو کہ صرف نقشون کو دیکہہ کر خوش ہو جاؤن اور سمجہ لون کہ ہمنے لڑائی جیت لی ہے مجرمون کے نقشے نہ تو کافی ہو سکتے ہین اور نہ وہ غلطیون سے خالی ہین اور وہ کمان افسر بے وقوف ہوگا جو صرف نقشون کی صفائی پر بہروسہ کر کے یہ کہہ دے کہ اب شراب بہت نہین پی جاتی ہمین تسلیم کر لینا چاہئے اور اس انجمن کو بہی چاہئے کہ اس بات کو تسلیم کرے کہ اگرچہ شراب کے سبب سے جرم اب کم ہوتا ہے تاہم مین خیال کرتا ہون کہ یہ بہت زیادہ ہے اور اگرچہ شرابی اور بدانتظام تہوڑے ہین تاہم چاہئے کہ اور بہی تہوڑے ہوں اور کہ اب بہی رجمنٹون مین ایک بڑی تعداد ایسے آدمیون کی موجود ہے جو کہ عادتاً سخت شرابی

ہین۔ اگرچہ اُن سے کوئی جرم صادر نہ ہوا ہو اور اگرچہ وہ حد سے باہر نہ ہو گئے ہوں تاہم وہ حد پر پہنچ چکے ہین۔ اسکلے دن مجھے ایک انگریزی فوج کا نقشہ دکھایا گیا جسمین یہ لکھا تھا کہ صرف ایک رجمنٹ مین ایک مہینہ کے اندر (۲۰۸۰) دو ہزار اسی من شراب پیا گیا ہے اور اس رجمنٹ میں بیمارون اور نہ پینے والون کے سوائے کل ۸۰۰ آدمی ہین اس سے یہ اوسط نکلی کہ ہر ایک آدمی ہر روز قریبًا تین سیر شراب پیتا ہے اور اگر ان مین بعض آدمی تھوڑا پینے والے ہونگے تو پھر قیاس کیا جا سکتا ہے کہ بہت پینے والے کس کثرت سے پیتے ہونگے اس انجمن کو چاہئے کہ ایسے آدمیون کو اپنے مین ملائے۔ ہمین صرف یہی نہین چاہئے کہ جرم کے روکنے کی خاطر سخت شراب خوری کو بند کردین بلکہ ہمارا یہ منشاء ہے کہ ایسی شراب خوری کو بھی روکا جائے جس سے جسمانی اور اخلاقی قوی کو نقصان پہونچتا ہے۔ مین یقین کرتا ہون کہ اگر ہر ایک کمان افسر کو یہ کہا جائے کہ تمہاری حکومت تمہاری رجمنٹ کی پرہیزگاری سے جانچی جائیگی اور شراب خانہ کی رونق ایک خراب کرنیل کی نشانی ہوگی تو اس سے بہت فائدہ ہوگا۔ اور مین یہ تجویز ین کمانڈران چیف کے آگے باادب پیش کرتا ہون۔

اب صرف ایک اور امر باقی ہے جس کی طرف مین اس انجمن کو توجہ دلانا چاہتا ہون اور وہ ایک زیادہ وسیع خیالات کی بات ہے اور وہ یہ ہے کہ ہم سب کو برٹش تاج کے نائب یعنے وائسرائے ہند سے لیکر ایک معمولی سپاہی تک . . کس طرح اپنا رویہ رکھنا چاہئے۔ ہم سب کو چاہئے کہ اپنے وطن کی خاطر ایک نمونہ قایم کرین جو آدمی نیک نمونہ قائم کرتا ہے وہ اپنے فرض کو ادا کرتا ہے۔ لیکن شرابی کیا نمونہ قائم کرے اور کونسا نمونہ وہ قائم کرسکتا ہے وہ جو شراب کی عادت کو پاؤن کے نیچے کچل ڈالنے کی بجائے اُسکے آگے گرجاتا ہے وہ کیا نمونہ قائم کریگا۔ اس موقع پر یہ کہنا درست نہ ہوگا کہ دیسی سپاہی بھی شراب پیتے ہین کیونکہ ایک کا گناہ کرنا دوسرے کے واسطے موجب معذرت نہین ٹھہر سکتا۔"

اب اس تمام تقریر سے ظاہر ہے کہ عیسائی قوم مین شراب نے بڑی بڑی خرابیان پیدا کی ہین اور بڑی بڑی مجرمانہ حرکات ظہور مین آئی ہین لیکن تمام گناہون کا منبع اور مبدء

مسیح کی تعلیم اور اسکے اپنے حالات ہین۔ جس شخص کے نمونہ کو دیکھ کر پرہیزگاری مین لوگون نے ترقی کرنا تہا جب کہ وہی خود شراب کا مرتکب ہوا۔ پہران بیجا حرکات مین اورون کا کیا گناہ ہے اور جس حالت مین مسیحی لوگ یقیناً جانتے ہین کہ ہمارا رہبر اور ہادی شراب پینے کا شائق تہا بلکہ عشاء ربانی سے اس نے شراب خواری کو دین کی جزو ٹہرا دیا تہا تو اس صورت مین کسی دوسرے کی تقریر سے ان پر کیا اثر پڑ سکتا ہے اگر ایسی سیچون کے وقت ایک آیت بہی شراب کے حرام ہونے پر پیش ہو سکے جس کے نہ ملنے کا ہر ایک پرہیزگاری کے واعظ کو افسوس ہوگا تو ان سیچون مین سچائی کی روح پڑ جائے اور دلون پر ان کا فوق العادت اثر ہو لیکن جو لوگ جو عیسائی کہلاتے اور انجیل شریف پر فدا ہین جبکہ وہ شراب خوری کی انجیل مین ممانعت نہین پاتے بلکہ حضرت مسیح کو جس سے وہ پیار کرتے ہین خود اس کا مرتکب دیکہتے ہین تو کیونکر وہ شراب سے رک سکتے ہین انسان بالطبع اپنے ہادی اور پیشوا کی پیروی کرتا ہے اور اسکے نمونہ پر چلتا ہے پہر جبکہ مسیح نے شراب سے بچنے کا نمونہ نہین دکہلایا اور اسی وجہ سے اس کو کہاؤ پیو کہا گیا تو کیونکر عیسائیون کو شراب چہوڑنے کی طاقت مل سکتی ہے اب ہزار کوشش کرو بے فائدہ اور ہزار سعی کرو لا حاصل کیونکہ آپ لوگون کے پیشوا کی زندگی مین اس قسم کی پرہیزگاری اور معصومیت نہین۔ ہم قبول کرتے ہین کہ عیسائی قوم کی عصمت کو اس خانہ خراب شراب نے قوت غضبیہ اور شہویہ کے اشتعال دینے سے بڑا نقصان پہنچایا ہے لیکن ہم قبول نہین کر سکتے کہ عیسائیت کے دائرہ مین رہ کر ہر ایک طبیعت اور فطرت کا آدمی شراب سے کامل پرہیز کر سکتا ہے الا شاذ و نادر جو معدوم کے حکم مین ہے۔

شراب کی اجازت کا انجیل کی اخلاقی تعلیم پر اثر

ہمین افسوس سے کہنا پڑتا ہے کہ شراب کی اباحت نے انجیل کی تمام اخلاقی تعلیم کو بیکار کر دیا ہے مثلاً یہ سچ ہے کہ یہ فقرہ اپنی ظاہری صورت مین بہت عمدہ ہے کہ شر کا مقابلہ نکر اور اگر کوئی شخص تیری دائین گال پر طمانچہ مارے تو تو دوسری بہی پہیر دے۔ لیکن ہم پوچہتے ہین کہ ایک شراب خوار آدمی اس حکم کا پابند رہ سکتا ہے؟ کیا وہ ایک دانت نکالنے سے غصہ مین آکر چار دانت نہین نکال دیگا؟ ایسا ہی انجیل کا یہ فقرہ کہ جو شخص بیگانہ عورت کو شہوت کی

نظر سے دیکھتا ہے وہ دل مین اس سے زنا کر چکا- یہ دیکھنے مین تو اچھا ہے لیکن عقلمندون
مین سے کون ہے جو اس بات کو قبول کرے کہ ایک مئے خوار آدمی جب نشے سے بدست ہو
اور شہوت غالب اور نفس طالب ہو تو وہ ایسی حالت مین اپنی نظر پاک رکھ سکتا ہے نہین
بلکہ مین سچ سچ کہتا ہون کہ وہ نہ صرف میلے سے بدکاری مین مبتلا ہوگا بلکہ چونکہ وہ شراب سے
اندھا ہے لہذا وہ زنا بالجبر کا بھی مرتکب ہوگا- ایسی تعلیم جس نے گناہ سے تو منع کیا ہے لیکن
گناہ کے جو اصل موجبات ہین اُن کے بڑے چوڑے دروازے کھول دیئے ہین وہ حقیقی نیکی
پر قائم نہین کر سکتی-

ازدواج اور قرآن کریم کی تعلیم

اِس کے مقابل پر قرآن شریف نے ایک طرف تو شراب کی مذمتین بیان کرکے اور
پرہیزگاری کی دشمن ٹھہرا کر قطعی طور پر اس کو حرام کر دیا ہے اور پھر دوسری طرف آنکھ اور دل
کو محفوظ رکھنے کے لئے یہ بھی تعلیم دی ہے کہ ایک بیوی کرو یا دو یا تین یا چار لیکن حرامکاری
سے اپنے تئین بچاؤ کیونکہ جو شخص اپنے تئین پاک رکھنے کے لئے چند بیویون سے نکاح کرتا ہے
وہ اِس سے اچھی حالت مین ہے جو ایک بیوی رکھتا ہے مگر اُس سے موافقت نہین رکھتا اور
حرامکاری مین پڑتا یا ہمیشہ اپنی نظر ناپاک رکھتا ہے- جو شخص شراب نہین پیتا اور پھر ضرورت محسوس
کرکے ایک بیوی کے بیمار ہونے کی حالت مین یا کسی اور وجہ سے ناقابل اور موجب نفرت ہونے
کی حالت مین دوسری بیوی نکاح مین لاتا ہے اور دونون کے حقوق کی رعایت رکھتا ہے
وہ سچا پرہیزگار ہو کر فرشتون کی طرح زمین پر چلتا ہے اِس کا یہی ثبوت کافی ہے کہ اس قسم کے
لوگ کثرت کے ساتھ پرہیزگار پاؤ گے- میرے نزدیک اس شخص سے بڑھکر کوئی خطرناک حالت
مین نہین ہے جو ایک طرف تو شراب پیتا ہے جو شہوتون کو اُبھارتی اور جوش دیتی ہے اور دوسری
طرف اس کی کوئی بیوی نہین ہے جس سے وہ اُن متحرک شدہ شہوتون کو محل پر استعمال کر سکے-

اِسی وجہ سے مین اپنے سچے دل سے اپنے سید و مولے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو
بمقابل حضرت مسیح کے بہت پیار سے دیکھتا ہون اور معصومیت کے اعلےٰ اور اکمل مقام پر پاتا
ہون کیونکہ محسن حقیقی نے جو پرہیزگاری کے اسباب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو عطا کئے وہ حضرت

مسیح کو عطا نہین کئے گئے ہین۔ مین شریر انسانون کی طرح خواہ نخواہ کی رعائت نہین کرتا اور نہ کسی
خدا کے مقدس اور راستباز پر بیہودہ حملہ کرنا چاہتا ہون۔ لیکن مین نے خوب غور کرکے دیکھا
ہے اور جہان تک فکر کام دے سکتا ہے خوب سوچا ہے۔ میرے نزدیک جبکہ مسیح شراب سے
پرہیز رکھنے والا نہین تہا اور کوئی اسکی بیوی بہی نہین تہی تو گو مین مانتا ہون کہ خدا نے اس کو
بہی برے کامون سے بچایا۔ لیکن مین کیا کرون میرا تجربہ اس بات کو نہین مانتا کہ وہ عصمت مین
ایسا کامل ہو سکے جیسا کہ وہ دوسرا شخص کہ جو نہ شراب پیتا ہے اور نہ حلال وجہ کی عورتون سے
اسکو کچھ کمی ہے گو یہ جواب دیا جاتا ہے کہ مسیح کا یہ بہی ایک معجزہ تہا کہ باوجود شراب پینے اور باوجود
کسی بیوی کے نہ ہونے کے پہر بہی وہ پرہیزگاری پر قائم رہا۔ لیکن جب مین دیکھتا ہون کہ
شریر دشمنون نے انہی واقعات کو مد نظر رکھ کر مسیح پر یہہ الزام لگائے ہین کہ کیون اس نے مریم
نام ایک کنجری کو یہہ موقع دیا کہ اس نے اس کو چہوا اور اسکے سر پر اپنے ہاتہون سے تیل ملا اور
پیرون کو اپنے بالون سے پونچھا اور کیون اس نے ایک دوسری عورت کو جو فاحشہ کرکے مشہور
تہی جسکا نام بہی مریم تہا ہمیشہ اپنے پاس رہنے دیا۔ تو مجہے خیال آتا ہے کہ کاش ایسے معجزہ
سے مسیح اپنے تئین بچاتا تو اچہا ہوتا۔ مسیح کا یہ فرض تہا کہ ایسی عورتون کو جو حرامکاریون مین شہرت
پا چکی تہین اپنے پاس سے دفع کرکے حواریون میں ایک نیک نمونہ قائم کرتا۔ اب دشمنون
کا یہی تو اعتراض ہے کہ اس نے ایک فرض کے ادا کرنے مین اسی وجہ سے کمزوری دکہلائی
کہ وہ شراب کا عادی اور نعوذ باللہ اسکے شہوت انگیز جذبات مین گرفتار تہا۔ ایسا اعتراض
کرنے والے صرف یہودی ہی نہین بلکہ وہ بہی ہین جو عیسائی قوم مین سے ہین اور نہایت بیقیدی
سے ایسے اعتراض مسیح کے چال چلن پر کرکے پہر ان رسالون کو نہ صرف لنڈن کے بازارون
مین تقسیم کرتے بلکہ ہندوستان اور دوسرے ملکون مین بہی شایع کرتے ہین۔

مین دیکھتا ہون کہ اب انیس سو برس کے بعد عیسائی صاحبون کو محسوس ہوا ہے کہ شراب
پینا ایسا گناہ ہے جو اخلاق کو بگاڑتا اور پرہیزگاری کا ستیاناس کرتا ہے اور ان کے جنٹلمین اس
کوشش مین ہین کہ اس بدعادت کا اپنی قوم مین سے استیصال کرین۔ لیکن میرے خیال مین

ایسی کوشش کرنا مسیح سے آگے قدم رکہنا ہے یا ایک نئی انجیل بنانا۔ مین دیکہتا ہون کہ وہ سبق جو
زمانہ دراز کی شراب خواری سنے عیسائی صاحبون کو دیا ہے اور وہ مشکلات جو ان کو پیش آئی
ہین وہ قرآن شریف کی تعلیم کی طرف ان کو کہینچ رہی ہین۔ مجہے اس سے تعجب آتا ہے کہ جو شراب
خواری کا خوفناک نقشہ لارڈ کرزن نے اپنی اسپیچ مین کہینچا ہے وہی نقشہ نہایت موثر الفاظ مین
قرآن شریف مین ہم پاتے ہین لیکن فرق اتنا ہے کہ قرآنی نقشہ تو ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو خدا نے
سکہایا اور اس سپیچ کا نقشہ لارڈ کرزن کو زمانہ نے اور خرابیون کے مشاہدہ نے بتایا۔ لارڈ کرزن
نہایت مدبر اور اصلاح کے کامون مین سرگرم معلوم ہوتے ہین اور انکی سپیچ مین گورنمنٹ اور
قوم کی ہمدردی کی روح موجود ہے اگر ان کے لئے ممکن ہوتا تو وہ ایسی موثر سپیچ مین ضرور کوئی
انجیل کی آیت بہی یاد دلاتے اور اگر یہ سپیچ کسی افسر مسلمان کی طرف سے ہوتی تو وہ ضرور قرآنی آیات
سے دکہلاتا کہ کس قدر خدا شراب پینے والون پر ناراض ہے۔ بہرحال غنیمت ہے کہ ایسے
بیدار مغز اعلی افسر گورنمنٹ اور رعایا کے خیر خواہ نے تسلیم کر لیا ہے کہ درحقیقت شراب
مجرمانہ حرکات کی موجب ہوتی ہے اور اخلاقی اور روحانی قوٰی پر بہت برا اثر ڈالتی ہی۔

پس اس سے یہہ نتیجہ نکلتا ہے کہ وہ اخلاقی تعلیم بے فائدہ ہے جس مین شراب
کی ممانعت نہین۔ شراب خورون کو عفو اور درگذر کی تعلیم کرنا اور شہوت کی نظر سے
روکنا اس کی ایسی ہی مثال ہے کہ جیسے ہم ایک شخص کو ایک دوا سے بیہوش کردین
اور پہر اس سے ہوشمندون کے کام لینا چاہین۔ نبی کے لئے اہم امر یہ ہوتا ہے کہ وہ
گناہون کے اصل اسباب اور موجبات معلوم کر کے ان کے دور کرنے کے لئے کوشش
کرے اور جب وہ دور ہو جائین گے۔ تو خود گناہ کا سیلاب رک جائے گا۔ سو قرآن اور انجیل
مین یہ فرق ہے کہ انجیل نے تو گناہ کے علل اور اسباب سے نظر اندازی کر کے محض چند
اخلاقی فقرون کے بولنے سے لوگون کو خوش کرنا چاہا ہے اور قرآن نے حکیم حاذق اور
سچے ہمدرد کی طرح ان علل او اسباب اور موجبات کو درمیان سے اٹہانا چاہا ہے جو اخلاقی
خباثت کو پیدا کرتے ہین۔ پس اس جگہ ان لوگون کو غور کرنا چاہئے جو خواہ نخواہ انجیلی تعلیم

پر فخر کرتے اور اخلاقی خزانہ کی اس کو کنجی سمجھتے ہین۔ہم سچ سچ کہتے ہین کہ انجیلی تعلیم نے شراب کو حلال اور مباح کر کے اخلاقی حالات کو بڑا نقصان پہنچایا ہے۔رحم۔ انصاف راستبازی۔ پرہیزگاری۔جو کچھ عُمدہ صفتین ہین اُن سب کی شراب دشمن ہے۔پھر جب تک ایک گھر مین دشمن موجود ہے کیونکر توقع ہوسکتی ہے کہ اُس گھر والے اُس دشمن کے حملے سے بچ سکین۔

(باقی آئندہ)

آؤ لوگو کہ یہیں نورِ خدا پاؤ گے
لو تمہیں طورِ تسلی کا بتایا ہم نے

ریویو آف ریلجنز

یعنی

دنیا کے مذاہب پر نظر

جلد اول — اپریل سنہ ۱۹۰۲ء — نمبر (۴)

فہرست مضامین

انجمن اشاعت الاسلام قادیان

نے

انوار احمدیہ پریس قادیان دار الامان میں چھپوا کر
۳۰ جون کو شائع کیا

چندہ سالانہ معہ محصول ڈاک :- معمولی کاغذ پر (عہ) ٭ ولایتی کاغذ پر (للعہ) ٭

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

اسلام

(گذشتہ اشاعت سے آگے)

انسان کی اخلاقی حالتیں

دوسرا حصہ قرآنی اصلاح کا یہ ہے کہ طبعی حالتوں کو شرایط مناسب کے ساتھ مشروط کر کے اخلاق فاضلہ تک پہنچایا جائے سو واضح ہو کہ یہ حصہ بہت بڑا ہے اگر ہم اس حصہ کو تفصیل کیساتھ بیان کریں یعنے تمام وہ اخلاق اسجگہ لکھنا چاہیں جو قرآن شریف نے بیان کئے تو یہ مضمون اس قدر لمبا ہو جائیگا کہ وقت اس کے دسویں حصہ تک کو بھی کفایت نہیں کریگا اس لئے چند اخلاق فاضلہ نمونے کے طور پر بیان کئے جاتے ہیں *

اب جاننا چاہیئے کہ اخلاق دو قسم کے ہیں اوّل وہ اخلاق جن کے ذریعہ سے انسان ترک شر پر قادر ہوتا ہے۔ دوسرے وہ اخلاق جن کے ذریعہ سے انسان ایصال خیر پر قادر ہوتا ہے اور ترک شر کے مفہوم میں وہ اخلاق داخل ہیں جنکے ذریعہ انسان کوشش کرتا ہے کہ تا اپنی زبان یا اپنے ہاتھ یا اپنی آنکھ یا اپنے کسی اور عضو سے دوسرے کے مال یا عزت یا جان کو نقصان نہ پہنچاوے یا نقصان رسانی یا کسرشان کا ارادہ نہ کرے اور ایصال خیر کے مفہوم میں تمام وہ اخلاق داخل ہیں جنکے ذریعہ سے انسان کوشش کرتا ہے کہ اپنی زبان یا اپنے ہاتھ یا اپنے علم یا کسی اور ذریعہ سے دوسرے کے مال یا عزت کو فائدہ پہنچا سکے یا اسکے جلال یا عزت ظاہر کرنے کا ارادہ کر سکے یا اگر کسی نے اسپر کوئی ظلم کیا تھا تو جس سزا کا وہ ظالم مستحق تھا اس سے درگذر کر سکے اور اس طرح اس کو دکھ اور عذاب بدنی اور تاوان مالی سے محفوظ رہنے کا فائدہ پہنچا سکے یا اسکو ایسی سزا دے سکے جو حقیقت

ہیں اس کے لئے سراسر رحمت ہے +

اب واضح ہو کہ وہ اخلاق جو ترک شر کے لئے صانع حقیقی نے مقرر فرمائے ہیں وہ زبان عربی میں جو تمام انسانی خیالات اور اوضاع اور اخلاق کے اظہار کے لئے ایک ایک مفرد لفظ اپنے اندر رکھتی ہے چار ناموں سے موسوم ہیں۔ چنانچہ پہلا خلق احصان کے نام سے موسوم ہے اور اس لفظ سے مراد خاص وہ پاکدامنی ہے جو مرد اور عورت کی قوت تناسل سے علاقہ رکھتی ہے اور محصن یا محصنہ اس مرد یا اس عورت کو کہا جائیگا کہ جو حرام کاری یا اس کے مقدمات سے مجتنب رہ کر اس ناپاک بدکاری سے اپنے تئیں روکے۔ جس کا نتیجہ دونوں کے لئے اس عالم میں ذلت اور لعنت اور دوسرے جہان میں عذاب آخرت اور متعلقین کے لئے علاوہ بے آبروئی نقصان شدید ہے۔ مثلاً جو شخص کسی کی بیوی سے .... ناجائز حرکت کا مرتکب ہو یا مثلاً زنا تو نہیں مگر اس کے مقدمات مرد اور عورت دونوں سے ظہور میں آویں تو کچھ شک نہیں کہ اس غیرتمند مظلوم کی ایسی بیوی کو جو زنا کرانے پر راضی ہوگئی تھی یا زنا بھی واقع ہو چکا تھا طلاق دینی پڑیگی اور بچوں پر بھی اگر اس عورت کے پیٹ سے ہونگے بڑا تفرقہ پڑیگا اور مالک خانہ یہ تمام نقصان اس بدذات کی وجہ سے اٹھائیگا +

اس جگہ یاد رہے کہ یہ خلق جس کا نام احصان یا عفت ہے یعنی پاکدامنی یہ اسی حالت میں خلق کہلائیگا جبکہ ایسا شخص جو بدنظری یا بدکاری کی استعداد اپنے اندر رکھتا ہے۔ یعنی قدرت نے وہ قوے اس کو دے رکھے ہیں جن کے ذریعہ سے اس جرم کا ارتکاب ہو سکتا ہے۔ اس فعل شنیع سے اپنے تئیں بچائے اور اگر بباعث بچہ ہونے یا نامرد ہونے یا خوجہ ہونے یا پیر فرتوت ہونے کے یہ قوت اس میں موجود نہ ہو تو اس صورت میں ہم اس کو اس خلق سے جس کا نام احصان یا عفت ہے موصوف نہیں کر سکتے۔ ہاں یہ ضرور ہے کہ عفت اور احصان کی اس میں ایک طبعی حالت ہے مگر ہم بار بار لکھ چکے ہیں کہ طبعی حالتیں خلق کے نام سے موسوم نہیں ہو سکتیں بلکہ اس وقت خلق کی حد میں داخل کیجائینگی جبکہ عقل کے زیر سایہ ہو کر اپنے محل پر صادر ہوں یا صادر ہونے کی قابلیت پیدا کرلیں۔ لہذا جیسا کہ میں لکھ چکا ہوں بچے اور نامرد اور ایسے لوگ جو کسی تدبیر سے اپنے تئیں نامرد کرلیں اس خلق کا مصداق نہیں ٹھہر سکتے گو بظاہر عفت اور احصان کے رنگ میں اپنی زندگی بسر کریں بلکہ تمام صورتوں میں اُن کی عفت اور احصان کا نام طبعی حالت ہوگا نہ اور کچھ۔ اور چونکہ یہ ناپاک حرکت اور اس کے مقدمات جیسے مرد سے صادر ہو سکتے ہیں ویسے ہی عورت سے

بھی صادر ہو سکتے ہیں۔ لہذا خدا کی پاک کتاب میں دونو مرد اور عورت کیلئے یہ تعلیم فرمائی گئی ہے۔ قل للمؤمنین یغضوا من ابصارھم و یحفظوا فروجھم ذلک ازکی لھم وقل للمؤمنات یغضضن من ابصارھن و یحفظن فروجھن ولا یبدین زینتھن الا ما ظھر منھا ولیضربن بخمرھن علی جیوبھن ولا یضربن بارجلھن لیعلم ما یخفین من زینتھن و توبوا الی اللہ جمیعا ایھا المؤمنون لعلکم تفلحون ولا تقربوا الزنا انہ کان فاحشۃ وساء سبیلا۔ ولیستعفف الذین لا یجدون نکاحا۔ ورھبانیۃ ابتدعوھا ما کتبنٰھا علیھم فما رعوھا حق رعایتھا یعنے ایمانداروں کو جو مرد ہیں کہدے کہ آنکھوں کو نامحرم عورتوں کے دیکھنے سے بچائے رکھیں اور ایسی عورتوں کو کھلے طور سے نہ دیکھیں جو شہوت کا محل ہو سکتی ہوں اور ایسے موقع پر خوابیدہ نگاہ کی عادت پکڑیں اور اپنے ستر کی جگہ کو جس طرح ممکن ہو بچاویں ایسا ہی کانوں کو نامحرموں سے بچاویں یعنی بیگانہ عورتوں کے گانے بجانے اور خوش الحانی کی آوازیں نہ سنیں یہ طریق پاک نظر اور پاک دل رہنے کے لئے عمدہ طریق ہے۔ ایسا ہی ایماندار عورتوں کو کہدے کہ وہ بھی اپنی آنکھوں کو نامحرم مردوں کے دیکھنے سے بچائیں یعنی انکی پر شہوات آوازیں نہ سنیں اور اپنے ستر کی جگہ کو پردہ میں رکھیں اور اپنی زینت کے اعضا کو کسی غیر محرم پر نہ کھولیں اور اپنی اوڑھنی کو اس طرح سر پر لیں کہ گریبان سے ہو کر سر پر آجائے یعنے گریبان اور دونو کان اور سر اور کنپٹیاں سب چادر کے پردہ میں رہیں اور اپنے پیروں کو زمین پر ناچنے والوں کی طرح نہ ماریں یہ وہ تدبیر ہے کہ جسکی پابندی ٹھوکر سے بچا سکتی ہے۔ اور دوسرا طریق بچنے کے لئے یہ ہے کہ خدا تعالےٰ کی طرف رجوع کریں اور اس سے دعا کریں تا ٹھوکر سے بچاوے اور لغزشوں سے نجات دے۔ زنا کے قریب مت جاؤ یعنے ایسی تقریبوں سے دور رہو جن سے یہ خیال بھی دل میں پیدا ہو سکتا ہو اور ان راہوں کو اختیار نہ کرو جن سے اس گناہ کے وقوع کا اندیشہ ہو جو زنا کرتا ہے وہ بدی کو انتہا تک پہنچا دیتا ہے زنا کی راہ بہت بری راہ ہے یعنی منزل مقصود سے روکتی ہے اور تمہاری آخری منزل کے لئے سخت خطرناک ہے اور جس کو نکاح میسر نہ آوے چاہئے کہ وہ اپنی عفت کو دوسرے طریقوں سے بچاوے۔ مثلاً روزہ رکھے یا کم کھاوے یا اپنی طاقتوں سے تن آزار کام لے اور اور لوگوں نے یہ بھی طریق نکالے ہیں کہ وہ ہمیشہ عمداً نکاح سے دست بردار رہیں یا خوجے بنیں اور کسی طریق سے رہبانیت اختیار کریں مگر ہم نے انسان پر یہ حکم فرض نہیں کئے اسلئے وہ ان بدعتوں کو پورے طور پر نباہ نہ سکے۔ خدا کا یہ فرمانا کہ ہمارا یہ حکم نہیں کہ لوگ

خوجے نہیں۔ یہ اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ یہ اگر خدا کا حکم ہوتا تو سب لوگ اس حکم پر عمل کرنے کے مجاز بنتے تو اس صورت میں بنی آدم کی قطع نسل ہو کر کبھی کا دنیا کا خاتمہ ہو جاتا اور نیز اگر اس طرح پر عفت حاصل کرنی ہو کہ عضو مردی کو کاٹ دیں تو یہ درپردہ اس صانع پر اعتراض ہے جس نے وہ عضو بنایا اور نیز جبکہ ثواب کا تمام مدار اس بات پر ہے کہ ایک قوت موجود ہو اور پھر انسان خدا تعالے کا خوف کر کے اس قوت کے خراب جذبات کا مقابلہ کرتا رہے اور اس کے منافع سے فائدہ اٹھا کر دو طور کا ثواب حاصل کرے۔ پس ظاہر ہے کہ ایسے عضو کے ضائع کر دینے میں دونو ثوابوں سے محروم رہا ثواب تو جذبہ مخالفانہ کے وجود اور پھر اس کے مقابلہ سے ملتا ہے مگر جس میں بچہ کی طرح وہ قوت ہی نہیں رہی اسکو کیا ثواب ملیگا۔ کیا بچہ کو اپنی عفت کا ثواب ملسکتا ہے؟

ان آیات میں خدا تعالے نے خلق احصان یعنے عفت کے حاصل کرنے کیلئے صرف اعلیٰ تعلیم ہی نہیں فرمائی بلکہ انسان کو پاکدامن رہنے کیلئے پانچ علاج بھی بتلا دئے ہیں یعنی یہ کہ اپنی آنکھوں کو نامحرم پر نظر ڈالنے سے بچانا۔ کانوں کو نامحرموں کی آواز سننے سے بچانا۔ نامحرموں کے قصے نہ سننا۔ اور ایسی تمام تقریبوں سے جن میں اس بدفعل کا اندیشہ ہو اپنے تئیں بچانا۔ اگر نکاح نہ ہو تو روزہ رکھنا وغیرہ۔

اس جگہ ہم بڑے دعوے کیساتھ کہتے ہیں کہ یہ اعلےٰ تعلیم اُن سب تدبیروں کے ساتھ جو قرآن شریف نے بیان فرمائی ہیں صرف اسلام سے ہی خاص ہے۔ اور اس جگہ ایک نکتہ یاد رکھنے کے لائق ہے اور وہ یہ ہے کہ چونکہ انسان کی وہ طبعی حالت جو شہوات کا منبع ہے جس سے انسان بغیر کسی کامل تغیر کے الگ نہیں ہو سکتا یہی ہے کہ اسکے جذبات شہوت محل اور موقع پاکر جوش مارنے سے رہ نہیں سکتے یا یوں کہو کہ سخت خطرہ میں پڑ جاتے ہیں۔ اسلئے خدا تعالے نے ہمیں یہ تعلیم نہیں دی کہ ہم نامحرم عورتوں کو بلا تکلف دیکھ تو لیا کریں اور انکی تمام زینتوں پر نظر ڈال لیں اور ان کے تمام انداز ناچنا وغیرہ مشاہدہ کر لیں لیکن پاک نظر سے دیکھیں اور نہ یہ تعلیم ہمیں دی ہے کہ ہم ان بیگانہ جوان عورتوں کا گانا بجانا سن لیں اور ان کے حسن کے قصے بھی سنا کریں۔ لیکن پاک خیال سے سنیں بلکہ ہمیں تاکید ہے کہ ہم نامحرم عورتوں کو اور ان کی زینت کی جگہ کو ہرگز نہ دیکھیں نہ پاک نظر سے اور نہ ناپاک نظر سے اور ان کی خوش الحانی کی آوازیں اور انکے حسن کے قصے نہ سنیں نہ پاک خیال سے اور نہ ناپاک خیال سے

بلکہ ہمیں چاہئے کہ اُن کے سننے اور دیکھنے سے نفرت رکھیں جیسا کہ مردار سے تا ٹھوکر نہ کھاویں کیونکہ ضرور ہے کہ بے قیدی کی نظروں سے کسی وقت ٹھوکریں پیش آویں۔ سو چونکہ خدا تعالےٰ چاہتا ہے کہ ہماری آنکھیں اور دل اور ہمارے خطرات سب پاک ہیں اس لئے اس نے یہ اعلےٰ درجہ کی تعلیم فرمائی۔ اسمیں کیا شک ہے کہ بے قیدی ٹھوکر کا موجب ہو جاتی ہے اگر ہم ایک بھوکے کتے کے آگے نرم نرم روٹیاں رکھدیں اور پھر امید رکھیں کہ اُس کتے کے دلمیں خیال تک ان روٹیوں کا نہ آوے تو ہم اپنے اس خیال میں غلطی پر ہیں سو خدا تعالےٰ نے چاہا کہ نفسانی قوےٰ کو پوشیدہ کارروائیوں کا موقع بھی نہ ملے اور ایسی کوئی بھی تقریب پیش نہ آوے جس سے بدخطرات جنبش کر سکیں +

اسلامی پردہ کی یہی فلاسفی اور یہی ہدایت شرعی ہے۔ خدا کی کتاب میں پردہ سے یہ مراد نہیں کہ فقط عورتوں کو قیدیوں کی طرح حراست میں رکھا جائے یہ اُن نادانوں کا خیال ہے جن کو اسلامی طریقوں کی خبر نہیں بلکہ مقصود یہ ہے کہ عورت مرد دونوں کو آزاد نظر اندازی اور اپنی زینتوں کے دکھانے سے روکا جائے کیونکہ اس میں دونوں مرد اور عورت کی بھلائی ہے بالآخر یاد رہے کہ خوابیدہ نگاہ سے غیر محل پر نظر ڈالنے سے اپنے تئیں بچا لینا اور دوسری جایز النظر چیزوں کو دیکھنا اس طریق کو عربی میں غضِ بصر کہتے ہیں اور ہر ایک پرہیزگار جو اپنے دل کو پاک رکھنا چاہتا ہے اس کو نہیں چاہئے کہ حیوانوں کی طرح جس طرف چاہے بے محابا نظر اٹھا کر دیکھ لیا کرے۔ بلکہ اس کیلئے اس تمدنی زندگی میں غضِ بصر کی عادت ڈالنا ضروری ہے اور یہ وہ مبارک عادت ہے جس سے اس کی یہ طبعی حالت ایک بھاری خلق کے رنگ میں آجائیگی اور اسکی تمدنی ضرورت میں بھی فرق نہیں پڑیگا۔ یہی وہ خلق ہے جسکو احصان اور عفت کہتے ہیں +

دوسری قسم ترکِ شر کے اقسام میں سے وہ خلق ہے جس کو امانت و دیانت کہتے ہیں یعنے دوسرے کے مال پر شرارت اور بدنیتی سے قبضہ کر کے اسکو ایذا پہنچانے پر راضی نہ ہونا۔ سو واضح ہو کہ دیانت اور امانت انسان کی طبعی حالتوں میں سے ایک حالت ہے اسی واسطے ایک بچہ شیرخوار بھی جو بوجہ کم سنی اپنی طبعی سادگی پر ہوتا ہے اور نیز بباعث صغر سنی ابھی بری عادتوں کا عادی نہیں ہوتا۔ اسقدر غیر کی چیز سے نفرت رکھتا ہے کہ غیر عورت کا دودھ بھی مشکل سے پیتا ہے اور اگر بیہوشی کے زمانہ میں کوئی اور دایہ مقرر نہ ہو تو ہوش کے زمانہ میں اسکو دوسرے کا دودھ پلانا نہایت مشکل ہو جاتا ہے اور اپنی جان پر بہت تکلیف اٹھاتا ہے اور ممکن ہے کہ اس تکلیف سے مرنے کے قریب ہو جائے مگر دوسری عورت کے دودھ سے طبعاً

بیزار ہوتا ہے - اس قدر نفرت کا کیا بھید ہے؟ بس یہی کہ وہ والدہ کو چھوڑ کر غیر کی چیز کی طرف رجوع کرنے سے طبعاً متنفر ہے - اب ہم جب ایک گہری نظر سے بچہ کی اس عادت کو دیکھتے اور اسپر غور کرتے ہیں اور فکر کرتے کرتے اسکی اس عادت کی تہ تک چلے جاتے ہیں تو ہمپر صاف کھل جاتا ہے کہ یہ عادت جو غیر کی چیز سے اس قدر نفرت کرتا تاکہ اپنے اوپر مصیبت ڈال لیتا ہے یہی جڑ دیانت اور امانت کی ہے اور دیانت کے خلق میں کوئی شخص راستباز نہیں ٹھہر سکتا جبتک بچہ کی طرح غیر کے مال کے بارے میں بھی سچی نفرت اور کراہت اس کے دل میں پیدا نہ ہو جائے لیکن بچہ اس عادت کو اپنے محل پر استعمال نہیں کرتا اور اپنی بیوقوفی کے سبب سے بہت کچھ تکلیفیں اٹھالیتا ہے لہذا اس کی یہ عادت صرف ایک حالت طبعی ہے جسکو وہ بے اختیار ظاہر کرتا ہے اس لئے وہ حرکت اس کے خلق میں داخل نہیں ہو سکتی گو انسانی سرشت میں اصل جڑ خلق دیانت اور امانت کی وہی ہے جیساکہ بچہ اس غیر معقول حرکت سے متدین اور امین نہیں کہلا سکتا ایسا ہی وہ شخص بھی اس خلق سے متصف نہیں ہو سکتا جو اس طبعی حالت کو محل پر استعمال نہیں کرتا امین اور دیانتدار بننا بہت نازک امر ہے جبتک انسان اس کے تمام پہلو بجا نہ لاوے امین اور دیانتدار نہیں ہو سکتا - اسمیں اللہ تعالے نے نمونہ کے طور پر آیات مفصلہ ذیل میں امانت کا طریق سمجھایا ہے اور وہ طریق امانت یہ ہے

ولا تؤتوا السفهاء اموالكم التى جعل الله لكم قيما وارزقوهم فيها واكسوهم وقولوا لهم قولا معروفا ۔ وابتلوا اليتمى حتى اذا بلغوا النكاح فان انستم منهم رشدا فادفعوا اليهم اموالهم ولا تاكلوها اسرافا وبدارا ان يكبروا ومن كان غنيا فليستعفف ومن كان فقيرا فلياكل بالمعروف فاذا دفعتم اليهم اموالهم فاشهدوا عليهم وكفى بالله حسيبا ۔ وليخش الذين لو تركوا من خلفهم ذرية ضعافا خافوا عليهم فليتقوا الله وليقولوا قولا سديدا ۔ ان الذين ياكلون اموال اليتمى ظلما انما ياكلون فى بطونهم نارا وسيصلون سعيرا

ترجمہ یعنی اگر کوئی ایسا تم میں مالدار ہو جو صحیح العقل نہ ہو مثلاً یتیم یا نابالغ ہو اور اندیشہ ہو کہ وہ اپنی حماقت سے اپنے مال کو ضائع کر دیگا تو تم (بطور کورٹ آف وارڈس کے) وہ تمام مال اس کا متکفل کے طور پر اپنے قبضہ میں لے لو اور وہ تمام مال جسپر سلسلہ تجارت اور معیشت کا چلتا ہے ان بیوقوفوں کے حوالہ مت کرو اور اس مال میں سے بقدر ضرورت ان کے کھانے اور پہننے کیلئے دیدیا کرو اور ان کو اچھی باتیں قول معروف کی کہتے رہو یعنی ایسی باتیں جن سے اُن کی عقل اور تمیز بڑھے اور ایک طور سے ان کے مناسب حال انکی

تربیت ہو جائے اور جاہل اور ناتجربہ کار نہ رہیں اگر وہ تاجر کے بیٹے ہیں تو تجارت کے طریقے انکو سکھلاؤ اور اگر کوئی اور پیشہ رکھتے ہوں تو اس پیشہ کے مناسب حال انکو پختہ کر دو غرض ساتھ ساتھ تعلیم دیتے جاؤ اور اپنی تعلیم کو وقتاً فوقتاً امتحان بھی کرتے جاؤ کہ جو کچھ تم نے سکھلایا انہوں نے سمجھا بھی ہے یا نہیں پھر جب نکاح کے لایق ہو جائیں یعنی عمر قریباً اٹھارہ برس تک پہنچ جائے اور تم دیکھو کہ ان میں اپنے مال کے انتظام کی عقل پیدا ہو گئی ہے تو اُن کا مال اُن کے حوالہ کر دو۔ اور فضول خرچی کے طور پر اُن کا مال خرچ نہ کرو اور نہ اس خوف سے جلدی کر کے کہ اگر یہ بڑے ہو جائینگے تو اپنا مال لے لینگے اُن کے مال کا نقصان کرو جو شخص دولتمند ہو اسکو نہیں چاہیے کہ ان کے مال میں سے کچھ حق الخدمت لیوے لیکن ایک محتاج بطور معروف لے سکتا ہے عرب میں مالی محافظوں کیلیے یہ طریق معروف تھا کہ اگر یتیموں کے کارپرداز اُن کے مال میں سے لینا چاہتے تو حتی الوسع یہ قاعدہ جاری رکھتے کہ جو کچھ یتیم کے مال کو تجارت سے فائدہ ہوتا اسمیں سے آپ بھی لیتے راس المال کو تباہ نہ کرتے۔ سو یہ اسی عادت کی طرف اشارہ ہے کہ تم بھی ایسا کرو اور پھر فرمایا کہ جب تم یتیموں کو مال واپس کرنے لگو تو گواہوں کے روبرو اُن کو انکا مال دو اور جو شخص فوت ہونے لگے اور بچے اُس کے ضعیف اور صغیر السن ہوں تو اسکو نہیں چاہیے کہ کوئی ایسی وصیت کرے کہ جسمیں بچوں کی حق تلفی ہو جو لوگ ایسے طور سے یتیم کا مال کھاتے ہیں جس سے یتیم پر ظلم ہو جائے وہ مال نہیں بلکہ آگ کھاتے ہیں اور آخر جلانیوالی آگ میں ڈالے جائینگے *

اب دیکھو خدا تعالے نے دیانت اور امانت کے کس قدر پہلو تبلائے۔ سو حقیقی دیانت اور امانت وہی ہے جو ان تمام پہلوؤں کے لحاظ سے ہو اور اگر پوری عقلمندی کو دخل دیکر امانت داری میں تمام پہلوؤں کا لحاظ نہ ہو تو ایسی دیانت اور امانت کئی طور سے چھپی ہوئی خیانتیں اپنے ہمراہ رکھے گی اور پھر دوسری جگہ فرمایا۔ ولا تاکلوا اموالکم بینکم بالباطل وتدلوا بها الى الحکام لتاکلوا فریقاً من اموال الناس بالاثم وانتم تعلمون۔ ان الله یامرکم ان تودوا الامنت الى اهلها۔ ان الله لا یحب الخائنین۔ واوفوا الکیل اذا کلتم وزنوا بالقسطاس المستقیم ولا تبخسوا الناس اشیاءهم ولا تعثوا فی الارض مفسدین ولا تتبدلوا الخبیث بالطیب یعنے آپس میں ایک دوسرے کے مال کو ناجائز طور پر مت کھایا کرو اور نہ اپنے مال کو رشوت کے طور پر حکام تک پہنچایا کرو تا اسپر حکام کی اعانت سے دوسرے کے مالوں کو دبا لو۔

امانتوں کو اُن کے حق داروں کو واپس دیدیا کرو۔ خدا خیانت کرنے والوں کو دوست نہیں رکھتا جب تم ماپو تو پورا ماپو۔ جب تم وزن کرو تو پوری اور بے خلل ترازو سے وزن کرو۔ اور کسی طور سے لوگوں کو ان کے مال کا نقصان نہ پہنچاؤ اور فساد کی نیت سے زمین پر مت پھرا کرو یعنی اس نیت سے کہ چوری کریں یا ڈاکہ ماریں یا کسی کی جیب کتریں یا کسی اور ناجائز طریق سے بیگانہ مال پر قبضہ کریں اور پھر فرمایا کہ تم اچھی چیزوں کے عوض میں خبیث اور ردی چیزیں نہ دیا کرو یعنی جس طرح دوسروں کا مال دبا لینا ناجائز ہے اسی طرح خراب چیزیں بیچنا یا اچھی کے عوض میں بُری دینا بھی ناجائز ہے۔ ان تمام آیات میں خدا تعالےٰ نے تمام طریقے بددیانتی کے بیان فرمائے اور ایسا کلام کلی کے طور پر فرمایا جس میں کسی بددیانتی کا ذکر باہر نہ رہ جائے۔ صرف یہ نہیں کہا کہ تو چوری نہ کر۔ تا ایک نادان یہ نہ سمجھ لے کہ چوری میرے لئے حرام ہے مگر دوسرے ناجائز طریقے سب حلال ہیں اس کلمہ جامعہ کیساتھ تمام ناجائز طریقوں کو حرام ٹھہرانا یہی حکمت بیانی ہے غرض اگر کوئی اس بصیرت سے دیانت اور امانت کا خلق اپنے اندر نہیں رکھتا اور ایسے تمام پہلوؤں کی رعایت نہیں کرتا۔ وہ اگر دیانت و امانت کو بعض امور میں دکھلائے بھی تو یہ حرکت اس کی خلق دیانت میں داخل نہیں سمجھی جائے گی بلکہ ایک طبعی حالت ہو گی جو عقلی تمیز اور بصیرت سے خالی ہے ✦

تیسری قسم ترک شر کی اخلاق میں سے وہ قسم ہے کہ جس کو عربی میں ھُدنہ اور ھون کہتے ہیں یعنی دوسرے کو ظلم کی راہ سے بدنی آزار نہ پہنچانا اور بے شر انسان ہونا اور صلح کاری کے ساتھ زندگی بسر کرنا پس بلاشبہ صلح کاری اعلےٰ درجہ کا ایک خلق ہے اور انسانیت کیلئے ازبس ضروری اور اس خلق کے مناسب حال طبعی قوت جو بچہ میں ہوتی ہے جس کی تعدیل سے یہ خلق بنتا ہے الفت یعنی خوگرفتگی ہے یہ تو ظاہر ہے کہ انسان صرف طبعی حالت میں یعنے اس حالت میں کہ جب انسان عقل سے بے بہرہ ہو صلح کے مضمون کو سمجھ نہیں سکتا اور نہ جنگ جوئی کے مفہوم کو سمجھ سکتا ہے پس اس وقت جو ایک عادت موافقت کی اس میں پائی جاتی ہے وہی صلح کاری کی عادت کی ایک جڑ ہے لیکن چونکہ وہ عقل اور تدبر اور خاص ارادہ سے اختیار نہیں کی جاتی اس لئے خلق میں داخل نہیں بلکہ خلق میں تب داخل ہو گی کہ جب انسان بالارادہ اپنے تئیں بے شر بنا کر صلح کاری کے خلق کو اپنے محل پر استعمال کرے اور بے محل استعمال کرنے سے مجتنب رہے اس میں اللہ جل شانہٗ یہ تعلیم فرماتا ہے

واصلحوا ذات بینکم۔ الصلح خیر۔ وان جنحوا للسلم فاجنح لها وعباد الرحمٰن الذین یمشون علی الارض هونًا واذا مرّوا باللغو مرّوا کرامًا ادفع بالتی هی احسن فاذا الذی بینك وبینه عداوة کانه ولی حمیم۔ یعنے آپس میں صلح کاری اختیار کرو صلح میں خیر ہے جب وہ صلح کی طرف جھکیں تو تم بھی جھک جاؤ۔ خدا کے نیک بندے صلح کاری کے ساتھ زمین پر چلتے ہیں اور اگر کوئی لغو بات کسی سے سنیں جو جنگ کا مقدمہ اور لڑائی کی ایک تمہید ہو تو بزرگانہ طور پر طرح دیکر چلے جاتے ہیں اور ادنے ادنے بات پر لڑنا شروع نہیں کر دیتے یعنے جبتک کوئی زیادہ تکلیف نہ پہنچے اس وقت تک ہنگامہ پردازی کو اچھا نہیں سمجھتے اور صلح کاری کے محل شناسی کا یہی اصول ہے کہ ادنے ادنے باتوں کو خیال میں نہ لاویں اور معاف فرماویں۔ اور لغو کا لفظ جو اس آیت میں آیا ہے سو واضح ہو کہ عربی زبان میں لغو اس حرکت کو کہتے ہیں کہ مثلاً ایک شخص شرارت سے ایسی بکواس کرے یا بہ نیت ایذا ایسا فعل اس سے صادر ہو کہ دراصل اس سے کچھ ایسا حرج اور نقصان نہیں پہنچتا۔ سو صلحکاری کی یہ علامت ہے کہ ایسی بیہودہ ایذا سے چشم پوشی فرماویں اور بزرگانہ سیرت عمل میں لاویں لیکن اگر ایذا صرف لغو کی مد میں داخل نہ ہو بلکہ اس سے واقعی طور پر جان یا مال یا عزت کو ضرر پہنچے تو صلحکاری کے خلق کو اس سے کچھ تعلق نہیں بلکہ اگر ایسے گناہ کو بخشا جائے تو اس خلق کا نام عفو ہے جس کا انشاء اللہ تعالےٰ اس کے بعد بیان ہوگا اور پھر فرمایا کہ جو شخص شرارت سے کچھ یاوہ گوئی کرے تو تم نیک طریق سے صلحکاری کا اس کو جواب دو تب اس خصلت سے دشمن بھی دوست ہو جائیگا غرض صلحکاری کے طریق سے چشم پوشی کا محل صرف اس درجہ کی بدی ہے جس سے کوئی واقعی نقصان نہ پہنچتا ہو صرف دشمن کی بیہودہ گوئی ہو۔

چوتھی قسم ترک شر کی اخلاق میں سے رفق اور قول حسن ہے اور یہ خلق جس حالت طبعی سے پیدا ہوتا ہے اس کا نام طلاقت یعنی کشادہ روئی ہے بچہ جبتک کلام کرنے پر قادر نہیں ہوتا بجائے رفق اور قول حسن کے طلاقت دکھلاتا ہے یہی دلیل اس بات پر ہے کہ رفق کی جڑ جہاں سے یہ شاخ پیدا ہوتی ہے طلاقت ہے طلاقت ایک قوت ہے اور رفق ایک خلق ہے جو اس قوت کو محل پر استعمال کرنے سے پیدا ہو جاتا ہے اس میں خدا تعالےٰ کی تعلیم یہ ہے وقولوا للناس حسنًا۔ لا یسخر قوم من قوم عسٰی ان یکونوا خیرًا منهم ولا نساء من نساء عسٰی ان یکنّ خیرًا منهنّ ولا تلمزوا انفسکم ولا تنابزوا بالالقاب اجتنبوا کثیرًا من الظن ان بعض الظن اثم ولا تجسسوا ولا یغتب بعضکم بعضًا واتقوا الله ان الله تواب رحیم۔ ولا تقف ما لیس لك به علم ان السمع

و البصر و الفؤاد کل اولئک کان عنہ مسئولا۔ یعنے لوگوں کو وہ باتیں کہو جو واقعی طور پر نیک ہوں۔ ایک قوم دوسری قوم سے ٹھٹھا نہ کرے ہو سکتا ہے کہ جنسے ٹھٹھا کیا گیا ہے وہی اچھے ہوں۔ بعض عورتیں بعض عورتوں سے ٹھٹھا نہ کریں ہو سکتا ہے کہ جن سے ٹھٹھا کیا گیا ہے وہی اچھی ہوں اور عیب مت لگاؤ اپنے لوگوں کے برے برے نام مت رکھو۔ بدگمانی کی باتیں مت کرو اور نہ عیبوں کو کرید کرید پوچھو ایک دوسرے کا گلہ مت کرو۔ کسی کی نسبت وہ بہتان یا الزام مت لگاؤ جس کا تمہارے پاس کوئی ثبوت نہیں اور یاد رکھو کہ ہر ایک عضو سے مواخذہ ہوگا اور کان آنکھ دل ہر ایک سے پوچھا جائیگا +

ترک شر کے اقسام ختم ہو چکے اور اب ہم ایصال خیر کے اقسام بیان کرتے ہیں۔ دوسری قسم ان اخلاق کی جو ایصال خیر سے تعلق رکھتے ہیں پہلا خلق ان میں سے عفو ہے یعنی کسی کے گناہ کو بخش دینا اسمیں ایصال خیر یہ ہے کہ جو گناہ کرتا ہے وہ ایک ضرر پہنچاتا ہے اور اس لائق ہوتا ہے کہ اسکو بھی ضرر پہنچایا جائے۔ سزا دلائی جائے۔ قید کرایا جائے جرمانہ کرایا جائے یا آپ ہی اس پر ہاتھ اٹھایا جائے پس اس کو بخش دینا مناسب ہے تو اس کے حق میں ایصال خیر ہے۔ اسمیں قرآن شریف کی تعلیم یہ ہے۔۔۔ و الکاظمین الغیظ والعافین عن الناس ۔ و جزاء سیئۃ سیئۃ مثلھا فمن عفی و اصلح فاجرہ علی اللہ یعنے نیک آدمی وہ ہیں جو غصہ کھانے کے محل پر اپنا غصہ کھا جاتے ہیں اور بخشنے کے محل پر گناہ کو بخشتے ہیں۔ بدی کی جزا اسی قدر بدی ہے جو کیگئی ہو۔ لیکن جو شخص گناہ کو بخشدے اور ایسے موقع پر بخشے کہ اس سے کوئی اصلاح ہوتی ہو کوئی شر پیدا نہ ہوتا ہو یعنے عین عفو کے محل پر ہو نہ غیر محل پر تو اس کا وہ بدلہ پائیگا۔ اس آیت سے ظاہر ہے کہ قرآنی تعلیم یہ نہیں کہ خواہ نخواہ اور ہر جگہ شر کا مقابلہ نہ کیا جائے اور شریروں اور ظالموں کو سزا نہ دیجائے۔ بلکہ یہ تعلیم ہے کہ دیکھنا چاہیئے کہ وہ محل اور موقع گناہ بخشنے کا ہے یا سزا دینے کا ہے۔ پس مجرم کے حق میں اور نیز عامہ خلائق کے حق میں جو کچھ فے الواقع بہتر ہو وہی صورت اختیار کیجائے۔ بعض وقت ایک مجرم گناہ بخشنے سے اور بھی دلیر ہو جاتا ہے۔ پس خدا تعالےٰ فرماتا ہے کہ اندھوں کی طرح صرف گناہ بخشنے کی عادت مت ڈالو بلکہ غور سے دیکھ لیا کرو کہ حقیقی نیکی کس بات میں ہے آیا بخشنے میں یا سزا دینے میں۔ پس جو امر محل اور موقع کے مناسب ہو وہی کرو۔ افراد انسانی کے دیکھنے سے صاف ظاہر ہے کہ جیسے بعض لوگ کینہ کشی پر حریص ہوتے ہیں

یہانتک کے دادوں پرداداوں کے کینوں کو یاد رکھتے ہیں ایسا ہی بعض لوگ عفو اور درگذر کی عادت کو انتہا تک پہنچا دیتے ہیں اور بسا اوقات اس عادت کے افراط سے دیوثی تک نوبت پہنچ جاتی ہے اور ایسے قابل شرم حلم اور عفو اور درگذر اُن سے صادر ہوتے ہیں جو سراسر حمیت اور غیرت اور عفت کے برخلاف ہوتے ہیں بلکہ نیک چلنی پر داغ لگاتے ہیں اور ایسے عفو اور درگذر کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ سب لوگ توبہ توبہ کر اٹھتے ہیں۔ انہی خرابیوں کے لحاظ سے قرآن شریف میں ہر ایک خلق کیلئے محل اور موقع کی شرط لگادی ہے اور ایسے خلق کو منظور نہیں رکھا جو بے محل صادر ہو یاد رہے کہ مجرد عفو کو خلق نہیں کہہ سکتے بلکہ وہ ایک طبعی قوت ہے جو بچوں میں بھی پائی جاتی ہے بچہ کو جس کے ہاتھ سے چوٹ لگ جائے خواہ شرارت سے ہی لگے تھوڑی دیر کے بعد وہ اس قصہ کو بھلا دیتا ہے اور پھر اس کے پاس محبت سے جاتا ہے اور اگر ایسے شخص نے اس کے قتل کا بھی ارادہ کیا ہو تب بھی صرف میٹھی بات پر خوش ہو جاتا ہے پس ایسا عفو کسی طرح خلق میں داخل نہیں ہوگا خلق میں اس صورت میں داخل ہوگا جب ہم اس کو محل اور موقع پر استعمال کرینگے ورنہ صرف ایک طبعی قوت ہوگی۔ دنیا میں بہت تھوڑے ایسے لوگ ہیں جو طبعی قوت اور خلق میں فرق کر سکتے ہیں ہم بار بار لکھ چکے ہیں کہ حقیقی خلق اور طبعی حالتوں میں یہ فرق ہے کہ خلق ہمیشہ محل اور موقع کی پابندی اپنے ساتھ رکھتا ہے اور طبعی قوت بے محل ظاہر ہو جاتی ہے۔ یوں تو چارپایوں میں گائے بھی بے شر ہے اور بکری بھی دل کی غریب ہے مگر ہم ان کو اسی سبب سے ان خلقوں سے متصف نہیں کہہ سکتے کہ ان کو محل اور موقع کی عقل نہیں دی گئی۔ خدا کی حکمت اور خدا کی سچی اور کامل کتاب نے ہر ایک خلق کے ساتھ محل اور موقع کی شرط لگادی ہے۔

دوسرا خلق اخلاق ایصال خیر میں سے عدل ہے اور تیسرا احسان اور چوتھا ایتاء ذی القربٰے جیسا کہ اللہ جل شانہ فرماتا ہے۔ انّ اللّٰہ یأمرُ بالعدل والاحسان وایتاءِ ذی القربٰے وینھیٰ عن الفحشاءِ والمنکر والبغی۔ یعنی اللہ تعالےٰ کا یہ حکم ہے کہ نیکی کے مقابل پر نیکی کرو اور اگر عدل سے بڑھکر احسان کا موقع اور محل ہو تو وہاں احسان کرو اور اگر احسان سے بڑھکر قریبوں کی طرح طبعی جوش سے نیکی کرنے کا محل ہو تو وہاں طبعی ہمدردی سے نیکی کرو اور اس سے خدا تعالےٰ منع فرماتا ہے کہ تم حدود اعتدال سے آگے گذر جاؤ یا احسان کے بارے میں منکرانہ حالت تم سے صادر ہو جس سے عقل انکار کرے یعنی یہ کہ تم بے محل احسان کرو یا بر محل احسان کرنے سے دریغ کرو یا یہ

کہ تم محل پر ایتاء ذی القربےٰ کے خلق میں کچھ کمی اختیار کرو یا حد سے زیادہ رحم کی بارش کرو اس آیت کریمہ میں ایصال خیر کے تین درجوں کا بیان ہے اول یہ درجہ کہ نیکی کے مقابل پر نیکی کیجائے یہ تو کم درجہ ہے اور ادنےٰ درجہ کا بھلا مانس آدمی بھی یہ خلق حاصل کر سکتا ہے کہ اپنے نیکی کرنے والوں کے ساتھ نیکی کرتا رہے دوسرا درجہ اس سے مشکل ہے اور وہ یہ کہ ابتداءً آپ ہی نیکی کرنا اور بغیر کسی کے حق کے احسان کے طور پر اس کو فائدہ پہنچانا اور یہ خلق اوسط درجہ کا ہے۔ اکثر لوگ غریبوں پر احسان کرتے ہیں اور احسان میں یہ ایک مخفی عیب ہے کہ احسان کرنے والا خیال کرتا ہے کہ میں نے احسان کیا ہے اور کم سے کم وہ اپنے احسان کے عوض میں شکریہ یا دعا چاہتا ہے اور اگر کوئی ممنون منت اس کا مخالف ہو جائے تو اس کا نام احسان فراموش رکھتا ہے بعض وقت اپنے احسان کی وجہ سے اس پر فوق الطاقت بوجھ ڈال دیتا ہے اور اپنا احسان اس کو یاد دلاتا ہے جیساکہ احسان کرنے والوں کو خدا تعالےٰ متنبہ کرنے کے لئے فرماتا ہے۔ لا تبطلوا صدقٰتکم بالمن والاذٰی۔ یعنی اے احسان کرنے والو اپنے صدقات کو جن کی صدق پر بنا چاہیئے احسان یاد دلانے اور دکھ دینے کے ساتھ برباد مت کرو یعنی صدقہ کا لفظ صدق سے مشتق ہے پس اگر دل میں صدق اور اخلاص نہ رہے تو وہ صدقہ صدقہ نہیں رہتا بلکہ ایک ریاکاری کی حرکت ہو جاتی ہے غرض احسان کرنے والے میں یہ ایک خامی ہوتی ہے کہ کبھی غصہ میں آ کر اپنا احسان بھی یاد دلا دیتا ہے اسی وجہ سے خدا تعالےٰ نے احسان کرنے والوں کو ڈرایا۔ تیسرا درجہ ایصال خیر کا خدا تعالےٰ نے یہ فرمایا ہے کہ بالکل احسان کا خیال نہ ہو اور نہ شکر گزاری پر نظر ہو بلکہ ایک ایسی ہمدردی کے جوش سے نیکی صادر ہو جیساکہ ایک نہایت قریبی مثلاً والدہ محض ہمدردی کے جوش سے اپنے بیٹے سے نیکی کرتی ہے۔ یہ وہ آخری درجہ ایصال خیر کا ہے جس سے آگے ترقی کرنا ممکن نہیں لیکن خدا تعالےٰ نے ان تمام ایصال خیر کی قسموں کو محل اور موقع سے وابستہ کر دیا ہے اور آیت موصوفہ میں صاف فرمایا ہے کہ اگر یہ نیکیاں اپنے اپنے محل پر مستعمل نہیں ہونگی تو پھر یہ بدیاں ہو جائینگی۔ بجائے عدل فحشا بنجائیگا یعنے حد سے اتنا تجاوز کرنا کہ ناپاک صورت ہو جائے۔ اور ایسا ہی بجائے احسان کے منکر کی صورت نکل آئیگی یعنے وہ صورت جس سے عقل اور کانشنس انکار کرتا ہے اور بجائے ایتاء ذی القربےٰ کے بغی بنجائے گا یعنی وہ بے محل ہمدردی کا جوش ایک بُری صورت پیدا کریگا اصل میں بغی اس بارش کو کہتے ہیں جو حد سے زیادہ برس جائے اور کھیتوں کو تباہ کر دے اور حق واجب میں کمی رکھنے کو بغی کہتے ہیں اور یا حق واجب سے افزونی کرنا بھی بغی ہے غرض ان

تینوں میں سے جو محل پر صادر نہیں ہوگا وہی خراب سیرت ہو جائیگی - اسی لئے ان تینوں کے ساتھ موقع اور محل کی شرط لگا دی ہے اسجگہ یاد رہے کہ مجرد عدل یا احسان یا ہمدردی ذے القربیٰ کو خلق نہیں کہ سکتے بلکہ انسان میں یہ سب طبعی حالتیں اور طبعی قوتیں ہیں کہ جو بچوں میں بھی وجود عقل سے پہلے پائی جاتی ہیں مگر خلق کے لئے عقل شرط ہے اور نیز یہ شرط ہے کہ ہر ایک طبعی قوت محل اور موقع پر استعمال ہو +

اور پھر احسان کے بارے میں اور بھی ضروری ہدایتیں قرآن شریف میں ہیں اور سب کو الف لام کے ساتھ جو خاص کرنے کے لئے آتا ہے استعمال فرما کر موقع اور محل کی رعایت کی طرف اشارہ فرمایا ہے جیسا کہ وہ فرماتا ہے:- يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَنْفِقُوْا مِنْ طَيِّبٰتِ مَا كَسَبْتُمْ وَلَا تَيَمَّمُوا الْخَبِيْثَ مِنْهُ - لَا تُبْطِلُوْا صَدَقٰتِكُمْ بِالْمَنِّ وَالْاَذٰى كَالَّذِيْ يُنْفِقُ مَالَهٗ رِئَآءَ النَّاسِ - اَحْسِنُوْا اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُحْسِنِيْنَ - اِنَّ الْاَبْرَارَ يَشْرَبُوْنَ مِنْ كَاْسٍ كَانَ مِزَاجُهَا كَافُوْرًا ۔ عَيْنًا يَّشْرَبُ بِهَا عِبَادُ اللّٰهِ يُفَجِّرُوْنَهَا تَفْجِيْرًا ۔ وَيُطْعِمُوْنَ الطَّعَامَ عَلٰى حُبِّهٖ مِسْكِيْنًا وَّيَتِيْمًا وَّاَسِيْرًا ۔ اِنَّمَا نُطْعِمُكُمْ لِوَجْهِ اللّٰهِ لَا نُرِيْدُ مِنْكُمْ جَزَآءً وَّلَا شُكُوْرًا ۔ وَاٰتَى الْمَالَ عَلٰى حُبِّهٖ ذَوِي الْقُرْبٰى وَالْيَتٰمٰى وَالْمَسٰكِيْنَ وَابْنَ السَّبِيْلِ وَالسَّآئِلِيْنَ وَفِي الرِّقَابِ اِذَآ اَنْفَقُوْا لَمْ يُسْرِفُوْا وَلَمْ يَقْتُرُوْا وَكَانَ بَيْنَ ذٰلِكَ قَوَامًا - وَالَّذِيْنَ يَصِلُوْنَ مَآ اَمَرَ اللّٰهُ بِهٖٓ اَنْ يُّوْصَلَ وَيَخْشَوْنَ رَبَّهُمْ وَيَخَافُوْنَ سُوْٓءَ الْحِسَابِ - وَفِيْٓ اَمْوَالِهِمْ حَقٌّ لِّلسَّآئِلِ وَالْمَحْرُوْمِ - اَلَّذِيْنَ يُنْفِقُوْنَ فِي السَّرَّآءِ وَالضَّرَّآءِ - وَاَنْفِقُوْا مِمَّا رَزَقْنٰهُمْ سِرًّا وَّعَلَانِيَةً - اِنَّمَا الصَّدَقٰتُ لِلْفُقَرَآءِ وَالْمَسٰكِيْنِ وَالْعٰمِلِيْنَ عَلَيْهَا وَالْمُؤَلَّفَةِ قُلُوْبُهُمْ وَفِي الرِّقَابِ وَالْغٰرِمِيْنَ وَفِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَابْنِ السَّبِيْلِ فَرِيْضَةً مِّنَ اللّٰهِ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ - لَنْ تَنَالُوا الْبِرَّ حَتّٰى تُنْفِقُوْا مِمَّا تُحِبُّوْنَ - وَاٰتِ ذَا الْقُرْبٰى حَقَّهٗ وَالْمِسْكِيْنَ وَابْنَ السَّبِيْلِ وَلَا تُبَذِّرْ تَبْذِيْرًا ۔ وَبِالْوَالِدَيْنِ اِحْسَانًا وَّبِذِي الْقُرْبٰى وَالْيَتٰمٰى وَالْمَسٰكِيْنِ وَالْجَارِ ذِي الْقُرْبٰى وَالْجَارِ الْجُنُبِ وَالصَّاحِبِ بِالْجَنْۢبِ وَابْنِ السَّبِيْلِ وَمَا مَلَكَتْ اَيْمَانُكُمْ اِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ مَنْ كَانَ مُخْتَالًا فَخُوْرًا ۔ الَّذِيْنَ يَبْخَلُوْنَ وَيَاْمُرُوْنَ النَّاسَ بِالْبُخْلِ وَيَكْتُمُوْنَ مَآ اٰتٰهُمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ

ترجمہ یہ ہے کہ اے ایمان والو تم ان مالوں میں سے لوگوں کو بطریق سخاوت یا احسان یا صدقہ وغیرہ دو جو تمہاری پاک کمائی ہے یعنی جسمیں چوری یا رشوت یا خیانت یا غبن کا مال یا ظلم کے روپیہ کی آمیزش نہیں اور اور یہ قصد تمہارے دل سے دور رہے کہ ناپاک مال لوگونکو دو اور دوسری یہ بات ہے کہ اپنی خیرات اور مروت کو احسان رکھنے اور دکھ دینے کیساتھ باطل مت کرو یعنی اپنے ممنون منت کو کبھی یہ نہ جتلاؤ کہ ہمنے تجھے یہ دیا تھا اور نہ اس کو دکھ دو کیونکہ اسطرح تمہارا احسان باطل ہوگا اور نہ ایسا طریق پکڑو کہ تم اپنے مالونکو ریاکاری کیساتھ خرچ کرو۔ خدا کی مخلوق سے احسان کرو کہ خدا احسان کرنے والوں کو دوست رکھتا ہے جو لوگ حقیقی نیکی کرنے والے ہیں ان کو وہ جام پلائے جائینگے جنکی ملونی کافور کی ہوگی یعنی دنیا کی سوزشیں اور حسرتیں اور ناپاک خواہشیں ان کے دل سے دور کردی جائینگی۔ کافور کفر سے مشتق ہے اور کفر لغت عرب میں دبانے اور ڈھانکنے کو کہتے ہیں مطلب یہ کہ انکے جذبات ناجائز دبائے جائینگے اور وہ پاک باطن ہو جائینگے اور معرفت کی خنکی ان کو پہنچیگی پھر فرماتا ہے کہ وہ لوگ قیامت کو اس چشمہ کا پانی پئینگے جسکو وہ آج اپنے ہاتھ سے چیر رہے ہیں سمجھ بہشت کی فلاسفی کا ایک گہرا راز بتلایا ہے جسکو سمجھنا ہو سمجھ لے۔ اور پھر فرمایا ہے کہ حقیقی نیکی کرنیوالوں کی یہ خصلت ہے کہ وہ محض خدا کی محبت کیلئے وہ کھانے جو آپ پسند کرتے ہیں مسکینوں اور یتیموں اور قیدیونکو کھلاتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ہم تم پر کوئی احسان نہیں کرتے بلکہ یہ کام صرف اس بات کیلئے کرتے ہیں کہ خدا ہم سے راضی ہو اور اسکے منہ کیلئے یہ خدمت ہے ہم تم سے نہ تو کوئی بدلہ چاہتے ہیں اور نہ یہ چاہتے ہیں کہ تم ہمارا شکر کرتے پھرو یہ اشارہ اس بات کیطرف ہے کہ ایصال خیر کی تیسری قسم جو محض ہمدردی کے جوش سے ہے وہ طریق بجالاتے ہیں سچے نیکوں کی یہ عادت ہوتی ہے کہ خدا کی رضاجوئی کیلئے اپنے قریبوں کو اپنے مال سے مدد کرتے ہیں اور نیز اس مال میں سے یتیموں کے تعہد اور ان کی پرورش اور تعلیم وغیرہ میں خرچ کرتے رہتے ہیں اور مسکینوں کو فقر وفاقہ سے بچاتے ہیں اور اور مسافروں اور سوالیونکی خدمت کرتے ہیں اور ان مالونکو غلاموں کے آزاد کرانے کیلئے اور قرضدارونکو سبکدوش کرنے کیلئے بھی دیتے ہیں اور اپنے خرچوں میں نہ تو اسراف کرتے ہیں نہ تنگدلی کی عادت رکھتے ہیں اور میانہ روش چلتے ہیں پیوند کرنے کی جگہ پر پیوند کرتے ہیں اور خدا سے ڈرتے ہیں اور اُن کے مالوں میں سوالیوں اور بے زبانوں کا حق بھی ہے۔ بیزبانوں سے مراد کتوں بلیاں چڑیاں بیل گدھے بکریاں اور دوسری چیزیں ہیں وہ تکلیفوں اور کم آمدنی کی حالت میں اور قحط کے دنوں میں سخاوت سے دل تنگ نہیں ہوجاتے بلکہ تنگی کی حالت میں بھی اپنے مقدور کے موافق سخاوت کرتے رہتے ہیں وہ کبھی پوشیدہ خیرات کرتے ہیں اور کبھی ظاہر پوشیدہ اس لئے

کہ تا ریاکاری سے بچیں اور ظاہر اس لئے کہ تا دوسروں کو ترغیب دیں۔ خیرات اور صدقات وغیرہ پر جو مال دیا جائے اس میں یہ ملحوظ رہنا چاہیئے کہ پہلے جس قدر محتاج ہیں ان کو دیا جائے ہاں جو خیرات کے مال کا تعہد کریں یا اس کیلئے انتظام و اہتمام کریں ان کو خیرات کے مال سے کچھ مل سکتا ہے اور نیز کسی کو بدی سے بچانے کیلئے بھی اس مال میں سے دے سکتے ہیں ایسا ہی وہ مال غلاموں کے آزاد کرنے کیلئے اور محتاج اور قرضداروں اور آفت زدہ لوگوں کی مدد کیلئے بھی اور دوسری راہوں میں جو محض خدا کے لئے ہوں.... خرچ ہو گا تم حقیقی نیکی کو ہرگز نہیں پا سکتے جبتک کہ بنی نوع کی ہمدردی میں وہ مال خرچ نہ کرو جو تمہارا پیارا مال ہے غریبوں کا حق ادا کرو مسکینوں کو دو مسافروں کی خدمت کرو اور فضولیوں سے اپنے تئیں بچاؤ یعنے بیاہوں شادیوں میں اور طرح طرح کی عیاشی کی جگہوں میں اور لڑکا پیدا ہونے کی رسوم میں جو اسراف سے مال خرچ کیا جاتا ہے اس سے اپنے تئیں بچاؤ تم ماں باپ سے نیکی کرو اور قریبیوں سے اور یتیموں سے اور مسکینوں سے اور ہمسایہ سے جو تمہارا قریبی ہے اور ہمسایہ سے جو بیگانہ ہے اور مسافر سے اور نوکر اور غلام اور گھوڑے اور بکری اور بیل اور گائے سے اور حیوانات سے جو تمہارے قبضہ میں ہوں کیونکہ خدا کو جو تمہارا خدا ہے یہی عادتیں پسند ہیں وہ لاپرواہوں اور خود غرضوں سے محبت نہیں کرتا اور ایسے لوگوں کو نہیں چاہتا جو بخیل ہیں اور لوگوں کو بخل کی تعلیم دیتے ہیں اور اپنے مال کو چھپاتے ہیں یعنی محتاجوں کو کہتے ہیں کہ ہمارے پاس کچھ نہیں +

اور منجملہ انسان کی طبعی حالتوں کے وہ حالت ہے جو شجاعت سے مشابہ ہوتی ہے جیسا کہ شیرخوار بچہ بھی اسی قوت کی وجہ سے کبھی آگ میں ہاتھ ڈالنے لگتا ہے کیونکہ انسان کا بچہ بباعث فطرتی جوہر غلبہ انسانیت کے ڈرانے والے نمونوں سے پہلے کسی چیز سے بھی نہیں ڈرتا۔ اس حالت میں انسان نہایت بے باکی سے شیروں اور دوسرے جنگلی درندوں کا بھی مقابلہ کرتا ہے اور تن تنہا مقابلہ کیلئے کئی آدمیوں کے لڑنے کے لئے نکلتا ہے اور لوگ جانتے ہیں کہ بڑا بہادر ہے لیکن یہ صرف ایک طبعی حالت ہے کہ اور درندوں میں بھی پیدا ہوتی ہے بلکہ کتوں میں میں بھی پائی جاتی ہے اور حقیقی شجاعت جو محل اور موقع کے ساتھ خاص ہے اور جو اخلاق فاضلہ میں سے ایک خلق ہے وہ ان محل اور موقع کے امور کا نام ہے جنکا ذکر خدا تعالے کے پاک کلام میں اس طرح پر آیا ہے:۔

وَالصّٰبِرِیْنَ فِی الْبَاْسَآءِ وَالضَّرَّآءِ وَحِیْنَ الْبَاْس وَالَّذِیْنَ صَبَرُوا ابْتِغَآءَ وَجْهِ رَبِّهِمْ الَّذِیْنَ قَالَ لَهُمُ النَّاسُ اِنَّ النَّاسَ قَدْ جَمَعُوْا لَكُمْ فَاخْشَوْهُمْ فَزَادَهُمْ اِیْمَانًا وَّقَالُوْا حَسْبُنَا اللّٰهُ وَنِعْمَ الْوَكِیْلُ۔ وَلَا تَكُوْنُوْا كَالَّذِیْنَ خَرَجُوْا مِنْ دِیَارِهِمْ بَطَرًا وَّرِئَآءَ النَّاسِ یعنے بہادر

وہ ہیں کہ جب لڑائی کا موقع آپڑے یا انپر کوئی مصیبت پڑے تو بھاگتے نہیں ان کا صبر لڑائی اور سختیوں کے وقت میں خدا کی رضامندی کے لئے ہوتا ہے اور اس کے چہرہ کے طالب ہوتے ہیں نہ کہ بہادری دکھلانے کے انکو ڈرایا جاتا ہے کہ لوگ تمہیں سزا دینے کیلئے اتفاق کر گئے ہیں سو تم لوگوں سے ڈرو پس ڈرانے سے اور بھی انکا ایمان بڑھتا ہے اور وہ کہتے ہیں کہ خدا ہمیں کافی ہے یعنی اُن کی شجاعت درندوں اور کتوں کی طرح نہیں ہوتی جو صرف طبعی جوش پر مبنی ہو جس کا ایک ہی پہلو پر میل ہو بلکہ انکی شجاعت دو پہلو رکھتی ہے کبھی تو وہ اپنی ذاتی شجاعت سے اپنے نفس کے جذبات کا مقابلہ کرتے ہیں اور اسپر غالب آتے ہیں اور کبھی جب دیکھتے ہیں کہ دشمن کا مقابلہ قرین مصلحت ہے تو نہ صرف جوش نفس سے بلکہ سچائی کی مدد کیلئے دشمن کا مقابلہ کرتے ہیں مگر نہ اپنے نفس کا بھروسہ کر کے بلکہ خدا پر بھروسہ کر کے بہادری دکھاتے ہیں اور ان کی شجاعت میں ریاکاری اور خودبینی نہیں ہوتی اور نہ نفس کی پیروی بلکہ ہر ایک پہلو سے خدا کی رضا مقدم ہوتی ہے۔ ان آیات میں سمجھایا گیا ہے کہ حقیقی شجاعت کی جڑ صبر اور ثابت قدمی ہے اور ہر ایک جذبہ نفسانی یا بلا جو دشمنوں کی طرح حملہ کرے اسکے مقابلہ پر ثابت قدم رہنا اور بزدل ہو کر بھاگ نہ جانا یہی شجاعت ہے سو انسان اور درندہ کی شجاعت میں بڑا فرق ہے درندہ ایک ہی پہلو پر جوش اور غضب سے کام لیتا ہے اور انسان جو حقیقی شجاعت رکھتا ہے وہ مقابلہ اور ترک مقابلہ میں جو کچھ قرین مصلحت ہو وہ اختیار کر لیتا ہے ٭

اور منجملہ انسان کی طبعی حالتوں کے جو اُس کی فطرت کا خاصہ ہے سچائی ہے انسان جبتک کوئی غرض نفسانی اسکی محرک نہ ہو جھوٹ بولنا نہیں چاہتا اور جھوٹ کے اختیار کرنے میں ایک طرح کی نفرت اور قبض اپنے دل میں پاتا ہے اسی وجہ سے جس شخص کا صریح جھوٹ ثابت ہو جائے اس سے ناخوش ہوتا ہے اور اس کو تحقیر کی نظر سے دیکھتا ہے لیکن صرف یہی طبعی حالت اخلاق میں داخل نہیں ہو سکتی بلکہ بچے اور دیوانے بھی اس کے پابند رہ سکتے ہیں سو اصل حقیقت یہ ہے کہ جبتک انسان ان نفسانی اغراض سے علیحدہ نہ ہو جو راست گوئی سے روک دیتے ہیں تب تک حقیقی طور پر راستگو نہیں ٹھہر سکتا کیونکہ اگر انسان صرف ایسی باتوں میں سچ بولے جنمیں اس کا چنداں حرج نہیں اور اپنی عزت یا مال یا جان کے نقصان کے وقت جھوٹ بول جائے اور سچ بولنے سے خاموش رہے تو اسکو دیوانوں اور بچوں پر کیا فوقیت ہے۔ کیا پاگل اور نابالغ لڑکے بھی ایسا سچ نہیں بولتے دنیا میں ایسا کوئی بھی نہیں ہوگا کہ جو بغیر کسی تحریک کے خواہ نخواہ جھوٹ بولے پس ایسا سچ جو کسی نقصان کے وقت چھوڑا جائے حقیقی اخلاق میں ہرگز داخل نہیں ہوگا۔ سچ کے بولنے کا

بڑا بھاری محل اور موقع وہی ہے جسمیں اپنی جان یا مال یا آبرو کا اندیشہ ہو اس میں خدا کی یہ تعلیم ہے :-
فاجتنبوا الرجس من الاوثان واجتنبوا قول الزور - ولا یاب الشهداء اذا ما دعوا
ولا تکتموا الشهادة ومن یکتمها فانه اثم قلبه - واذا قلتم فاعدلوا ولو کان ذا قربیٰ
کونوا قوامین بالقسط شهداء لله ولو علی انفسکم او الوالدین والاقربین
ولا یجرمنکم شنان قوم علی الا تعدلوا - والصادقین والصادقات وتواصوا بالحق
وتواصوا بالصبر - لا یشهدون الزور - ترجمہ - بتوں کی پرستش اور جھوٹ بولنے سے پرہیز
کرو یعنی جھوٹ بھی ایک بت ہے جسپر بھروسا کرنے والا خدا کا بھروسا چھوڑ دیتا ہے سو جھوٹ بولنے سے خدا بھی
ہاتھ سے جاتا ہے اور پھر فرمایا کہ جب تم سچی گواہی کیلئے بلائے جاؤ تو جانے سے انکار مت کرو اور سچی گواہی کو
مت چھپاؤ اور جو چھپائیگا اس کا دل گنہگار ہے اور جب تم بولو تو وہی بات منہ پر لاؤ جو سراسر سچ اور عدالت
کی بات ہے اگرچہ تم اپنے کسی قریبی پر گواہی دو حق اور انصاف پر قائم ہو جاؤ اور چاہیے کہ ہر ایک گواہی تمہاری
خدا کیلئے ہو - جھوٹ مت بولو اگرچہ سچ بولنے سے تمہاری جانوں کو نقصان پہنچے یا اس سے تمہارے ماں باپ کو
ضرر پہنچے اور قریبیوں کو جیسے بیٹے وغیرہ کو - اور چاہیے کہ کسی قوم کی دشمنی تمہیں سچی گواہی سے نہ روکے سچے مرد
اور سچی عورتیں بڑے بڑے اجر پائینگے - ان کی عادت ہے کہ اوروں کو بھی سچ کی نصیحت دیتے ہیں اور جھوٹوں
کی مجلسوں میں نہیں بیٹھتے ؛

منجملہ انسان کے طبعی امور کے ایک صبر ہے جو اس کو ان مصیبتوں اور بیماریوں اور دکھوں پر کرنا پڑتا
ہے جو اسپر ہمیشہ پڑتے رہتے ہیں اور انسان بہت سے سیاپے اور جزع فزع کے بعد صبر اختیار کرتا ہے لیکن جاننا
چاہیے کہ خدا تعالیٰ کی پاک کتاب کے رو سے وہ صبر اخلاق میں داخل نہیں ہے بلکہ وہ ایک حالت ہے جو تھک
جانے کے بعد ضرورتاً ظاہر ہو جاتی ہے یعنی انسان کی طبعی حالتوں میں سے یہ بھی ایک حالت ہے کہ وہ مصیبت
کے ظاہر ہونیکے وقت پہلے روتا چیختا سر پیٹتا ہے آخر بہت سا بخار نکالکر جوش تھم جاتا ہے اور انتہا تک
پہنچکر پیچھے ہٹنا پڑتا ہے پس یہ دونوں حرکتیں طبعی حالتیں ہیں انکو خلق سے کچھ تعلق نہیں بلکہ اس کے
متعلق خلق یہ ہے کہ جب کوئی چیز اپنے ہاتھ سے جاتی رہے تو اس چیز کو خدا تعالیٰ کی امانت سمجھکر کوئی
شکایت منہ پر نہ لاوے اور یہ کہے کہ خدا کا تھا خدا نے لے لیا اور ہم اس کی رضاء کے ساتھ راضی ہیں
اس کے متعلق خدا تعالیٰ کا پاک کلام قرآن شریف ہمیں یہ تعلیم دیتا ہے :- ولنبلونکم

بِشَیْءٍ مِّنَ الْخَوْفِ وَالْجُوْعِ وَنَقْصٍ مِّنَ الْاَمْوَالِ وَالْاَنْفُسِ وَالثَّمَرَاتِ وَبَشِّرِ الصّٰبِرِیْنَ الَّذِیْنَ اِذَآ اَصَابَتْھُمْ مُّصِیْبَۃٌ قَالُوْٓا اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّآ اِلَیْہِ رٰجِعُوْنَ اُولٰٓئِکَ عَلَیْھِمْ صَلَوٰتٌ مِّنْ رَّبِّھِمْ وَرَحْمَۃٌ وَاُولٰٓئِکَ ھُمُ الْمُھْتَدُوْنَ - یعنے اے مومنو ہم تمہیں اس طرح پر آزماتے رہینگے کہ کبھی کوئی خوفناک حالت تم پر طاری ہوگی اور کبھی فقر و فاقہ تمہارے شامل حال ہوگا اور کبھی تمہارا مالی نقصان ہوگا اور کبھی جانوں پر آفت آئیگی اور کبھی اپنی محنتوں میں ناکام رہوگے اور حسب المراد نتیجے کوششوں کے نہیں نکلینگے اور کبھی تمہاری پیاری اولاد مرگی پس ان لوگوں کو خوشخبری ہو کہ جب ان کو کوئی مصیبت پہنچے تو وہ کہتے ہیں کہ ہم خدا کی چیزیں اور اس کی امانتیں اور اسکے مملوک ہیں پس حق یہی ہے کہ جسکی امانت ہے اس کی طرف رجوع کرے یہی لوگ ہیں جنپر خدا کی رحمتیں ہیں اور یہی لوگ ہیں جو خدا کی راہ کو پاگئے غرض اس خلق کا نام صبر اور رضا برضا الہی ہے اور ایک طور سے اس خلق کا نام عدل بھی ہے کیونکہ جب کہ خدا تعالے انسان کی تمام زندگی میں اس کی مرضی کے موافق کام کرتا ہے اور نیز ہزارہا باتیں اس کی مرضی کے موافق ظہور میں لاتا ہے اور انسان کی خواہش کے مطابق اسقدر نعمتیں اسکو دے رکھی ہیں کہ انسان شمار نہیں کر سکتا تو پھر یہ شرط انصاف نہیں کہ اگر وہ کبھی اپنی مرضی بھی منوانا چاہے تو انصاف منحرف ہو اور اس کی رضا کے ساتھ راضی نہ ہو اور چون و چرا کرے یا بیدین اور بے راہ ہو جائے ✦

اور منجملہ انسان کے طبعی امور کے جو اسکی طبیعت کے لازم حال ہیں ہمدردی خلق کا ایک جوش ہے قومی حمایت کا جوش بالطبع ہر ایک مذہب کے لوگوں میں پایا جاتا ہے اور اکثر لوگ طبعی جوش سے اپنی قوم کی ہمدردی کیلئے دوسروں پر ظلم کر دیتے ہیں گویا انہیں انسان نہیں سمجھتے سو اس حالت کو خلق نہیں کہ سکتے یہ فقط ایک طبعی جوش ہے اور اگر غور سے دیکھا جائے تو یہ حالت طبعی کوؤں وغیرہ پرندوں میں بھی پائی جاتی ہے کہ ایک کوے کے مرنے پر ہزارہا کوے جمع ہو جاتے ہیں لیکن یہ عادت انسانی اخلاق میں اسوقت داخل ہوگی جبکہ ہمدردی انصاف اور عدل کی رعایت سے محل اور موقع پر ہو اس وقت یہ ایک عظیم الشان خلق ہوگا جس کا نام عربی میں مواسات اور فارسی میں ہمدردی ہے اسی کیطرف اللہ جل شانہ قرآن شریف میں اشارہ فرماتا ہے:- تَعَاوَنُوْا عَلَی الْبِرِّ وَالتَّقْوٰی وَلَا تَعَاوَنُوْا عَلَی الْاِثْمِ وَالْعُدْوَانِ وَلَا تَھِنُوْا فِی ابْتِغَآءِ الْقَوْمِ وَلَا تَکُنْ لِّلْخَآئِنِیْنَ خَصِیْمًا وَلَا تُجَادِلْ عَنِ الَّذِیْنَ یَخْتَانُوْنَ اَنْفُسَھُمْ اِنَّ اللّٰہَ لَا یُحِبُّ مَنْ کَانَ خَوَّانًا اَثِیْمًا یعنے اپنی قوم کی ہمدردی اور اعانت فقط نیکی کے کاموں میں کرنی چاہیئے - اور ظلم اور زیادتی کے

کاموں میں اُنکی اعانت ہرگز نہیں کرنی چاہیئے اور قوم کی ہمدردی میں سرگرم رہو تھکومت اور خیانت کرنے والوں کی طرف سے مت جھگڑو جو خیانت کرنے سے باز نہیں آتے خدا تعالےٰ خیانت پیشہ لوگونکو دوست نہیں رکھتا +

تثلیث اور توحید

(گذشتہ اشاعت سے آگے)

یسوع کی عصمت پر دوسرا اعتراض

ایساہی یہودی آجتک یہ بھی کہتے ہیں کہ یسوع مسیح کا ایک یہ بھی توریت کے رو سے گناہ تھا کہ اس نے ماں کی بے عزتی کی - دیکھو متی باب ۱۲ - ۴۷ - وہ یہ بھی اسپر الزام رکھتے ہیں کہ وہ عمداً ایک بیگناہ کی نقصان رسانی کا مرتکب بھی ہوا دیکھو متی باب ۵ - ۱۳ - اُنکا یہ بھی اعتراض ہے کہ اسوجہ سے بھی توریت اُسکو گنہگار ٹھہراتی ہے کہ اُس نے اپنے شاگردوں کو حرام کا مال کھانیسے منع نہ کیا - دیکھو متی باب ۱۱ - ۱ - وہ بڑے دعوے اور اصرار سے اسلیئے بھی اسکو مجرم ٹھہراتے ہیں کہ اُس نے ایک بدکار اور فاحشہ عورت کو موقع دیا کہ اُسکے بعض عضا سے اپنے اعضا چھوئے اور اپنے مال حرام کا عطر اس کے سر پر ملے - دیکھو لوقا - باب - ۷ و ۳۸ - وہ یہ بھی کہتے ہیں کہ توریت کے رو سے نہایت سخت اور قابل نفرت اس سے یہ بھی گناہ ہوا کہ اُس نے خدا کی تحقیر کی اور اپنے تئیں اسکے برابر ٹھہرا کر اس کے نام کو بے عزت کیا پس وہ اس حرکت سے نہ صرف گنہگار بلکہ کافر اور واجب القتل ہو گیا - دیکھو یوحنا باب ۵ - ۱۸ - اُنکا ایک یہ بھی اعتراض ہے کہ مریم مگدلینی ایک عورت فاحشہ تھی کیوں یسوع نے اسکو اخیر تک اپنے پاس رکھا اور اپنے تئیں اسکی صحبت سے نہ بچایا - وہ لوگ اسکے گنہگار ہونے کا یہ بھی موجب ٹھہراتے ہیں کہ اُن کا قول ہے کہ ایک مرتبہ یسوع کسی بیگانہ عورت پر عاشق ہو گیا تھا اور قوم اسرائیل میں اس گناہ کی یہانتک شہرت ہوئی کہ ایک بزرگ نے جو مسیح کا استاد بھی تھا

اس سے وہ حرکت دیکھکر اور سخت ناراض ہوکر ہمیشہ کیلئے اس کو اپنے سے علیحدہ کر دیا دیکھو کتاب سیفر ٹولڈتھ جیسو یہودی لوگ اپنی شرارت اور خباثت سے یہ بھی الزام پیش کرتے ہیں کہ یسوع مسیح کی ماں پاکدامن نہیں تھی یعنے حضرت مسیح کی پیدایش نعوذ باللہ ناجائز ہے اور یہ امر مسیح معصوم ہونے کے برخلاف ہے۔ اسجگہ پادری صاحبوں کے لئے بڑی مشکل ہے کیونکہ جبکہ مان لیا گیا ہے کہ یسوع کی پیدایش اپنے باپ کی طرف سے نہیں تھی تو اس بات کا بار ثبوت عیسائیوں کے ذمہ ہے کہ روح القدس بھی عورتوں کو حاملہ کر دیا کرتا ہے اور جبتک نظیروں کے ساتھ اسکا شافی ثبوت پیش نہ کیا جائے تب تک معترضین کا حق ہے کہ اعتراض کریں +

ہندوؤں میں اس قسم کے افسانے بہت ہیں اور پورانوں میں اس قسم کے تذکرے پائے جاتے ہیں کہ بعض عورتوں کو چاند سے حمل ہوگیا تھا اور بعض کو سورج سے اور بعض کو اندر سے اور بعض کو کسی اور دیوتا سے لیکن وہ نظیریں بھی یقینی طور پر پیش کرنے کے لائق نہیں کیونکہ ہندوؤں میں نیوگ کی بھی رسم ہے جو مقدس مانی گئی ہے اور معلوم ہوتا ہے کہ انسانی فطرت کی حیا کے سبب سے نیوگ کی اولاد کو ان اجرام کیطرف منسوب کر دیا گیا ہوگا کیونکہ ہندوؤں کے نزدیک نیوگ کی رسم ایک بڑی مقدس رسم ہے اور گو دوسری قومیں اپنی اجنبیت کی وجہ سے اعتراض کریں مگر چونکہ یہ تمام کارروائی وید کے روسے ہے اسلئے ایک مہاتما آریہ اس بات سے کچھ بھی کراہت نہیں کرتا کہ کسی وقت اولاد کی ضرورت کی وجہ سے اپنی بیوی کو دوسرے سے ہم بستر کرا وے اور وہ بھاگوان اسطرح پر اجنبی مرد کے ذریعہ سے گیارہ تک اولاد نرینہ لے سکتی ہے مگر لڑکیاں حساب سے باہر ہیں گو بیس ہو جائیں۔ معلوم ہوتا ہے کہ وید کے اوائل زمانہ میں نیوگ میں یہ شرط تھی کہ اس دھرم ریت کے بجالانیوالا کوئی مقدس برہمن ہو اور استعارہ کے طور پر اسی کو سورج یا چاند یا اندر یا اور کوئی آسمانی دیوتا کہدیا کرتے تھے اور جاہلوں سے حقیقت کو چھپانے کیلئے قوم کے بزرگوں میں یہ ایک اصلاح تھی مگر پھر بعد اسکے نیوگ کا مسئلہ بہت وسیع کیا گیا اور برہمن کے لفظ میں بزرگ اور مقدس ہونے کی شرط نہ رہی بلکہ یہ لفظ عام قومیت پر اطلاق پا گیا اور اب بغیر شرط اعمال کے ایک خاص قوم کے لوگوں کو جو شاید ان بزرگوں کی اولاد ہیں برہمن کہا جاتا ہے اور انہی سے نیوگ کی رسم کرائی جاتی ہے اور کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ اس رسم کیلئے کسی دوسرے کو جو مضبوط جوان قابل حمل ٹھہرانے کے ہو انتخاب کیا جاتا ہے۔ ہندوؤں میں نیوگ کی رسم بکثرت رہی ہے اور اب بھی ہے مگر یہ کارروائی بہت پردہ سے اور احتیاط سے کیجاتی ہیں غرض ہندوؤں کے خاندانوں کی ایسی نظیروں میں کہ کوئی بچہ بغیر باپ کے پیدا ہوگیا بہت شبہ ہے اسلئے ہم ان سے جیسا کہ چاہئے فائدہ نہیں اٹھا سکتے اور یونانیوں میں بھی ایسے تذکرے ہیں مگر دراصل یونانی گویا یورپ کے ہندو ہیں بس کچھ شک نہیں کہ وہ بھی نیوگ

کی رسم کو پوشیدہ رکھکر ایسے بچوں کو دیوتاؤں کی طرف منسوب کرتے رہے ہیں یا یوں کہو کہ انہوں نے بھی مقدس انسانوں کو دیوتا ہی سمجھ لیا تھا۔ اور ہندوؤں میں تو ابتک یہ عام خیال کیا جاتا ہے کہ رشی رکھی سب پرمیشر کے ہی مورت ہیں اسی وجہ سے بہت سی عورتیں جگن ناتھ یا کاشی جی کے مندروں میں کسی مقدس برہمن سے اولاد لینے کیلئے پڑی رہتی ہیں اور بعض جوگی جو بڑے مرتاض اور سدہ گویا پرمیشر کا روپ کہلاتے ہیں وہ اجدھیا یا کاشی یا جگن ناتھ جی کے جنگلوں میں کسی تالاب یا کسی بھاری سرسبز درخت کے نیچے پرمیشر کے دھیان میں بیٹھے رہتے ہیں اور تپ میں سخت درجہ پر محو ہوتے ہیں اور ایسی انقطاع کی حالت انپر طاری ہوتی ہے کہ سچ مچ الیشر ہی کے اوتار نظر آتے ہیں اور وہ بدقسمت ہندو جن کو اولاد کی کمی ہے وہ وید کی آگیا سے ان دھرم مورت رشیوں کی خدمت میں اپنی جوان عورتیں ہر طرح سے آراستہ کر کے بھیجدیتے ہیں اور کسی کو خبر بھی نہیں ہوتی کہ چند دن میں ہی وہ عورتیں حاملہ ہو کر گھروں میں آجاتی ہیں اور شاید رام جنی کا لفظ جو ہندو مذہب کے طوائف پر بولا جاتا ہے اسکی اصلیت بھی یہی ہے کہ ان مقدسوں کو رام یعنے پرمیشر سمجھا جاتا ہے اور اسطرح کی ذریت رام جنی کہلاتی ہے +

غرض جس بات کی ہم تلاش میں تھے یعنے یہ کہ بغیر باپ کے پیدا ہونا اسکی نظیر یقینی طور پر ہندوؤں اور یونانیوں میں ہمیں نہیں ملسکی بلکہ اکثر یہ قصے استعاروں کے رنگ میں پائے گئے گو ممکن ہے کہ ایسا بھی ہو لیکن امکان ثبوت کے قائمقام نہیں ہوسکتا پھر جبکہ یہود اس قسم کی پیدایش کو مانتے نہیں اور عیسائیوں کے پاس اس قسم کے نظائر نہیں تو اس مسئلہ کے حل کرنے میں بڑی مشکلات کا سامنا ہے ۔ چونکہ مخالف کی نظر حضرت مسیح جیسے نبی کی پاک فطرت پر دھبہ لگاتی ہے اور معصوم ہونے کے دعوے کو سرے سے اڑا دیتی ہے اسلئے میرے خیال میں پادری صاحبوں کا یہ فرض ہے کہ سب سے پہلے اس مشکل پیش آمدہ سے کوئی رہائی کی راہ نکالیں ۔ اور یہ کہنا کہ مسیح خدا تھا اس کو باپ کی کیا حاجت تھی یہ دعوے پر دعوے ہے کیونکہ ابھی کہاں ثابت کیا گیا ہے کہ درحقیقت وہ خدا ہے کیا چند معمولی نشان جو محض قصوں کے رنگ میں پائے جاتے ہیں اور ایسے فوق العادت امور میں دوسرے نبی شریک بھی ہیں اُن قصوں سے خدائی ثابت ہو جائیگی ؟ ماسوا اس کے اگر فرض کے طور پر مان لیا جاوے کہ مسیح چونکہ خدا تھا اسلئے وہ بغیر باپ کے پیدا ہوسکتا تھا تو ساتھ ہی یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ پھر باوجود خدا ہونے کے اس کو ماں کی حاجت کیوں پڑی ۔ اور ایک منکر کہ سکتا ہے کہ جبکہ مسیح بغیر ماں کے پیدا نہیں ہوسکا تو اس سے قیاس کر سکتے ہیں کہ باپ بھی کہیں مخفی ہوگا اور چونکہ ہم کسی مخالف کا بغیر حجت قوی کے منہ نہیں بند کر سکتے اس لئے اس سوال کا ہمارے پاس کیا جواب ہے اگر کوئی یہ کہے کہ کیوں جائز نہیں کہ اندر اور چاند کی اولاد کی طرح اسجگہ بھی کوئی استعارہ ہی ہو اور

صدیقہ کے حمل کیلئے کوئی مخفی صدیق ہو اور ایک عیسائی کی طرف سے یہ جواب نیک نیتی سے نہیں ہو سکتا اور نہ بطور حجت صحیحہ کے قابل استدلال کہ قرآن نے حضرت مسیح کی ولادت کو بے پدر مان لیا ہے کیونکہ جس حالت میں قرآن کی وحی انکے نزدیک خدا کی طرف سے نہیں ہے بلکہ نعوذ باللہ انسانی افترا ہے تو کیا وہ انسانی افترا سے اپنی بات کو سرسبز کرنا چاہتے ہیں پس قرآن کی شہادت اُن کو کچھ بھی فائدہ نہیں دے سکتی بجز اس کے کہ وہ قرآنی وحی کو منجانب اللہ قبول کر لیں۔

اس مشکل کے حل کرنے کیلئے مسلمانوں میں سے ایک فرقہ نے جو نیچریوں کے نام سے مشہور ہیں یہ خیال کو ظاہر کیا ہے کہ درحقیقت عیسیٰ علیہ السلام اپنے باپ یوسف کے نطفہ سے تھے لیکن یہ خیال عقل اور نقل دونوں کے مخالف ہے کیونکہ اگر صرف اتنی ہی بات تھی کہ حضرت مسیح بھی اپنے چار اور بھائیوں کیطرح یوسف کے نطفہ سے پیدا ہوئے تھے تو عقل قبول نہیں کر سکتی کہ جو شور قیامت حضرت مریم کے سر پر یہودیوں نے مچایا جس کو قرآن شریف نے آیت وما کانت امك بغیا میں بیان فرمایا ہے وہ ایسی معمولی اور جائز پیدائش میں مچایا جاتا اور نقل سے اسلئے یہ خیال مخالف ہے کہ قرآن کی نص صریح سے ثابت ہوتا ہے کہ حضرت مریم ابھی پیٹ میں ہی تھیں کہ ان کی والدہ نے اپنے پر یہ نذر مان لی تھی کہ اس نے اپنے پیٹ کے بچے کو ہیکل یعنی خانہ خدا کی خدمت کے لئے تمام عمر تک وقف کر دیا ہے اور عہد کر لیا ہے کہ وہ بچہ جو پیٹ میں ہے ہمیشہ کیلئے دنیا کے تعلقات اور نیز تعلق بیوی یا میاں سے دست بردار رہیگا تو اس صورت میں کیونکر ممکن تھا کہ برخلاف عہد کے مریم صدیقہ کا ناطہ کسی شخص سے کیا جاتا بلکہ وہ پیدا ہونے پر نذر کے موافق ہیکل کے بزرگوں کے سپرد ہو چکی تھی اور ماں باپ قطعاً اس سے دست بردار ہو گئے تھے جیسا کہ آیت وکفلها زکریا سے ظاہر ہے یعنی بعد اس کے کہ وہ لڑکی ماں باپ نے ہیکل کے بزرگوں کے حوالہ کر دی ذکریا نبی اسکی پرورش کا متکفل ہو گیا اور یہودیوں میں یہ قدیم رواج تھا کہ اس طرح پر ہیکل کی خدمت کیلئے راہبانہ زندگی بسر کرنے والے لڑکے اور لڑکیاں ماں باپ کی نذر مقرر کرنے سے مقرر ہو جاتی تھیں۔ اسی قصہ کو قرآن شریف کی یہ دو آیتیں تصریح سے بیان کرتی ہیں۔ اور وہ یہ ہیں:-

اذ قالت امرأة عمران رب انی نذرت لك ما فی بطنی محررا فتقبل منی انك انت السمیع العلیم۔ دیکھو سورۃ آل عمران۔ یعنی وہ وقت یاد کر جبکہ عمران کی بی بی نے جناب الٰہی میں عرض کیا کہ اے میرے پروردگار میرے پیٹ میں جو بچہ ہے اسکو میں تعلقات زوجیت اور دوسرے کاروبار دنیا سے آزاد رکھکر تیری نذر کرتی ہوں پس میری نذر قبول کر تو سمیع علیم ہے۔ اس آیت میں دو لفظ قابل یاد داشت ہیں ایک

نذر اور دوسرا محرر۔ نذر کا لفظ اس چیز پر بولا جاتا ہے جس کو انسان اپنے دل میں کسی خاص شخص کیلئے مخصوص کر لیتا ہے اور محرر کا لفظ اسکی تاکید میں ہے جس سے یہ مطلب ہے کہ کسی طرح سے غیر کو اسمیں شراکت نہیں ہوگا یہانتک کہ والدین بھی ایسے بچہ سے اپنی اطاعت نہیں چاہتے اور نہ کسی اور کی قید اطاعت میں اسکو لاتے ہیں پس ان آیات سے صاف ثابت ہے کہ مریم کو نذر کے طور پر ہیکل کی خدمت کیلئے تا کہ بٹھایا گیا تھا اور چونکہ توریت میں حکم ہے کہ اپنی نذروں اور قسموں کو پورا کرو اسلئے والدین کا اختیار نہ تھا کہ وہ اپنی نذر کو توڑ کر مریم کا کسی سے ناطہ کر دیتے لہذا یہ خیال کہ مریم کا یوسف سے ناطہ ہو گیا تھا اور اس کے بعد یوسف سے حمل ہو گیا نہایت جاہلانہ خیال اور نص صریح قرآن کے مخالف ہے اور انجیل بھی اس خیال کی تکذیب کرتی ہے کیونکہ وہ انجیلیں جو حال میں لندن میں چھپی ہیں جو ان چار انجیلوں کے علاوہ ہیں ان میں بھی یہ نذر کا قصہ موجود ہے جو قرآن شریف سے مطابقت رکھتا ہے بلکہ ان میں لکھا ہے کہ نہ صرف ماں نے یہ نذر مانی تھی بلکہ مریم کے باپ نے بھی نذر مانی تھی اور خود مریم نے بھی بالغ ہو کر بنے سر اپنے اقرار اور عہد سے اس نذر کی تجدید کی تھی یعنے خدا کے آگے عہد کیا تھا کہ وہ مرتے دم تک خاوند نہیں کریگی اب اسجگہ طبعاً یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ باوجود اس کہ عہد اور نذر کے کہ مریم کے باپ اور ماں اور خود مریم کیطرف سے تھا پھر کیوں مریم نے خاوند کر لیا اور توریت کے حکم کو توڑ دیا +

اس سوال کا جواب کسی پادری صاحب نے صفائی سے نہیں دیا لیکن حال میں مجھے ایک فاضل یہودی کی کتاب ملی ہے جس نے صحیح طور پر اس عقدہ کو حل کر دیا ہے وہ کہتا ہے کہ اصل بات یہ ہے کہ مریم جب ہیکل کی خدمت کے لائق ہوئی تو کچھ مدت تو نیک نامی کے ساتھ خدمت میں مشغول رہی لیکن بالغ ہونے کیساتھ ہی کسی نامعلوم طریق سے اسکو حمل ہو گیا اور اسپر شبہات پیدا ہوئے اور یہودیوں نے ایک رومی سپاہی پر یہ الزام لگایا بہرحال جب وہ حاملہ پائی گئی تو ہیکل کے منتظم بزرگوں کو یہ امر بہت شاق گذرا اور انہوں نے اس حمل کے بعد مریم کو ہیکل کی خدمت پر رکھنا نامناسب تصور کیا اسلئے انہوں نے کوشش کر کے ایک بوڑھا آدمی بنی اسرائیل میں سے تلاش کیا جس کا نام یوسف تھا اور اسکو مجبور کیا کہ مریم کو اپنے نکاح میں لاوے وہ شخص بوڑھا بھی تھا اور وجہ معاش بھی نہایت قلیل تھی یعنے بڑھئی تھا اور اس کے گھر میں اسکی جورو بھی زندہ موجود تھی ان مشکلات کے سبب سے مریم کے جورو بنانے سے اس نے انکار کیا اور بزرگوں کی خدمتیں بادب عرض کی کہ میں بوڑھا ہوں اور میرے گھر میں ایک بیوی موجود ہے اور بچے بھی ہیں اسلئے مجھے اس نکاح سے معاف رکھا جائے مگر بزرگوں نے بہت اصرار کر کے بسرعت تمام مریم کا اس سے نکاح کرا دیا اور مریم کو ہیکل سے رخصت کر دیا تا خدا کے مقدس گھر پر نکتہ چینیاں نہ ہوں پھر کچھ تھوڑے دنوں کے بعد ہی وہ لڑکا

پیدا ہو گیا جس کا نام یسوع رکھا گیا۔ آجتک یہود اس بات کو نہیں مانتے کہ وہ لڑکا معجزہ کے طور پر پیدا ہوا تھا غرض اس یہودی فاضل کا یہ بیان ہے جو ہمنے لکھا اور اس بیان سے بخوبی سمجھ میں آسکتا ہے کہ کیوں ضرورت نکاح کی پڑی تھی اور اس کے مقابل پر جو انجیلوں میں یہ بیان ہے کہ گویا مریم صدیقہ کا معمولی طور پر جیسا کہ دنیا جہان میں دستور ہے یوسف سے ناطہ ہوا تھا یہ بالکل دروغ اور بناوٹ ہے بلکہ سچ بات یہی ہے کہ ہیکل کے منتظم بزرگوں نے ایک باکرہ عورت کے حمل کو دیکھکر اور دشمنوں کے اعتراض سے ڈر کر اور خاندان کی فضیحت سے اندیشہ کرکے پردہ پوشی کیلئے یہ تدبیر سوچی تھی اور ہر چند وہ جانتے تھے کہ ایسا نکاح توریت کے برخلاف ہے کیونکہ وہ عہد جو مریم کے تارک رکھنے میں خدا سے کیا تھا۔ وہ اسمیں ٹوٹتا تھا تاہم ننگ و ناموس کی مصلحت نے اور شماتت اعدا کے خوف نے ان کو اس کام کیلئے سخت مجبور کر دیا تھا اور ہر چند اس حمل کو اس طرح پوشیدہ کیا گیا تھا تاہم شریر یہودیوں نے جو اس خاندان کے دشمن تھے ناجائز طور پر شہرت دیدی تھی چنانچہ آجتک انہی خیالات سے وہ لوگ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے نام کو جو یسوع ہے یسو بولتے ہیں یعنی بغیر عین کے اور یہ ایک ایسا گندہ لفظ ہے جس کا ترجمہ کرنا ادب سے دور ہے اور میرے دلمیں گذرتا ہے کہ قرآن شریف نے جو حضرت مسیح علیہ السلام کا نام عیسیٰ رکھا وہ اسی مصلحت سے ہے کہ یسوع کے نام کو یہودیوں نے بگاڑ دیا تھا اور ایسے بد خطابوں سے ان کا یہ مطلب تھا کہ تا اپنی جبلی شرارتوں سے حضرت مسیح اور ان کی والدہ صدیقہ کے چال چلن پر ناجائز حملہ کریں اور اُن کو عصمت اور طہارت سے محروم قرار دیں پس جس نہایت مکروہ صورت پر حضرت عیسیٰ اور اُن کی والدہ پر بہتان لگائے گئے اور اُن کی عیب شماری کیگئی اسکی نظیر دوسرے تمام نبیوں میں نہیں پائی جاتی حضرت مریم صدیقہ اور اُن کے سعید لڑکے کو ایسے بہتانوں سے جو کچھ دل پر صدمہ پہنچا ہو گا اُس کا اندازہ ہر ایک شریف کر سکتا ہے ✣

انہی بہتانوں کیوجہ سے یہود پر یہ پھٹکار پڑی کہ جو عیب وہ حضرت مریم اور حضرت مسیح پر لگاتے تھے وہی عیب ان کے مردوں اور عورتوں میں پھیل گئے کیونکہ یہ سنت اللہ ہے کہ جو قوم کسی نبی پر کوئی عیب لگاتی ہے اس عیب میں خود گرفتار ہو جاتی ہے مثلاً یورپ کے پادریوں اور ان کے پیروؤں نے ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر فسق و فجور کا عیب لگایا تھا آخر یہ لوگ جسقدر استیفاء لذات اور ناجائز شہوات میں گرے اور جس قدر ایک گروہ کثیر یورپ کے مردوں اور عورتوں نے کھلی کھلی حرامکاری کے نمونے دکھلائے دوسرے ملکوں میں اسکی نظیر تلاش کرنا ایک عبث کوشش ہے غرض جو کچھ حضرت مسیح اور اُن کی والدہ کی نسبت یہود نامسعود نے ایک طومار عیبوں کا جمع کر رکھا ہے اور جیسا کہ اُن کی ساری زندگی گناہ سے بھری ہوئی زندگی قرار دی ہے یہ نظارہ پادریوں کیلئے ایک نہایت عبرت کا نظارہ ہے اور اس سے سمجھ آسکتا ہے کہ کیونکہ ہر ایک شخص کیلئے عیب جوئی کا میدان وسیع ہے۔ پھر ان خیالات

میں پڑنا کہ دوسرے تمام نبیوں کو گنہگار قرار دیں اور مسیح کا نام معصوم رکھیں گویا خود لوگوں کو اس طرف توجہ دلانا ہے کہ اٹھو تم بھی یسوع مسیح کے عیبوں کی تلاش کرو۔ وہ یاد رکھیں کہ اس غیر مہذب اور گندے طریق میں پڑکر اُن کو کامیابی نصیب نہیں ہوگی اور نہ یہ شریفوں اور نیک فطرت انسانوں کی عادت ہو سکتی ہے کہ خدا کے اُن مقدس نبیوں کو گالیاں دیں اور اُن کا نام فاسق اور فاجر رکھیں جن کو اُس قادر حقیقی نے کروڑہا مخلوقات کے پیشوا ٹھہرا کر جاہ و جلال کے تخت پر بٹھا دیا ہے خوب یاد رکھو کہ تم دوسرے نبیوں کو بدکہکر مریم کے بیٹے کو نیک نہیں بنا سکتے خدا کے تمام پاک نبی ایک وجود کے حکم میں ہیں جب وجود واحد میں سے ایک عضو کی صحت خراب ہو جائے تو سارے وجود کی صحت خراب ہو جاتی ہے کسی کا عیب مت تلاش کرو کہ وہی عیب تم پر لگایا جائیگا یہ گمان مت کرو کہ دوسرے نبیوں کو عیبناک ٹھہرا کر یسوع مسیح بے عیب ثابت ہو جائیگا بلکہ خدا کی غیرت جو اس کے پاک نبیوں کیلئے ہے وہ تمہیں دکھلائیگی کہ یسوع کے مخالفوں نے سب سے زیادہ اسکے عیب دکھلائے ہیں یہانتک کہ انہوں نے اسکی والدہ کی عزت پر حملہ کر کے یسوع کی ولادت کو بھی عیبناک صورت میں دکھلایا ہے پھر **معصوم** کیسا اور عصمت کس بات کی۔ یہ قرآن شریف کا مسیح اور اس کی والدہ پر **احسان** ہے کہ کروڑہا انسانوں کی یسوع کی ولادت کے بارے میں زبان بند کر دی اور اُن کو تعلیم دی کہ تم یہی کہو کہ وہ بے باپ پیدا ہوا تھا ورنہ اگر قرآن بھی وہی رائے حضرت مسیح کی ولادت اور ان کی ماں کی چال چلن کی نسبت ظاہر کرتا جو یہودیوں نے ظاہر کی تھی تو تمام دنیا اسی کثرت رائے کیطرف مائل ہو جاتی اور ضرورۃً اس کا نتیجہ یہ ہوتا کہ حضرت مسیح اور اُن کی ماں کی معصومیت ثابت کرنا ایک امر محال اور غیر ممکن ہو جاتا۔ اور گو اب بھی لوگوں کو اس جدید منطق کیطرف راہ نہیں کیونکر روح القدس کنواری عورتوں کو عطیہ حمل عطا کر دیا کرتا ہے اور نہ کسی کے پاس اس کی نظیریں ہیں لیکن چونکہ اسلام نے وحی الٰہی کی اطاعت سے اس قسم حمل کو مان لیا ہے اسلئے ایمانی رنگ میں کسی دلیل سے مسلمانوں کو قبول کرنا پڑا کہ ایسا ہی ہوگا *

اب ماحصل کلام یہ ہے کہ مسیح کا یہ کہنا کہ مجھے کیوں نیک کہتا ہے اس سے یہ مراد ہرگز نہیں ہو سکتی کہ مسیح اس طرح کی تعریف سے ناخوش تھا جبتک اس کو خدا خدا کر کے نہ پکارا جائے بلکہ ہر ایک پہلو انکسار کا نفس اسی پر گواہی دیتا ہے کہ مسیح نے خدا کی عصمت اور جلال کو یاد کر کے اور اپنی فطرتی کمزوریوں کو تصور میں لاکر نہ چاہا کہ اسکو نیک کہا جاوے۔ ہاں یہ ممکن ہے کہ مسیح نے اس کلمہ سے اُس نیک کہنے والے کو یہ بھی جتلایا ہو کہ جب کہ تم لوگ اپنے دلوں میں مجھے اچھا نہیں جانتے اور کہتے ہو کہ یہ شخص شراب خوار اور بے قید اور اجنبی

عورتوں سے تعلق رکھنے والا ہے اور ماں باپ کی عزت نہیں کرتا اور نہ سبت کی تعظیم کرتا ہے بلکہ میری ماں پر بھی ایسی ایسی تہمتیں لگاتے ہو تو پھر زبان سے مجھے نیک کہنا کیا فائدہ۔ زبان سے وہی بات کہو جو تمہارے دل میں ہے یہ خیال اسلئے قرین قیاس ہے کہ یہود ابتک مسیح کو اچھا نہیں جانتے جس شخص نے یہودیوں کی کتابیں دیکھی ہونگی یا ان کے علماء سے مسیح کے چال چلن کی نسبت کچھ استفسار کیا ہوگا وہ میرے اس بیان کی تصدیق کریگا کہ عیسائیوں نے جو کچھ ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی نسبت نکتہ چینی کی ہے وہ اس نکتہ چینی سے بہت ہی تھوڑی ہے جو یہودی لوگ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی نسبت کیا کرتے ہیں کوئی ایسا الزام جو تقویٰ اور نیک چلنی کے برخلاف ہو تصور میں نہیں آسکتا جو یہود نے حضرت مسیح اور ان کی ماں اور اُن کے حواریوں پر نہیں لگایا جس قدر گستاخی سے حضرت مسیح اور انکی ماں کی نسبت انہوں نے عیب شماری کی ہے ایک مسلمان کی قلم سے وہ باتیں نہیں نکل سکتیں لیکن یہودیوں کے اعتراضات کا توڑنا سہل بات نہیں وہ خدا کے مقدس کلام کو پیش کر کے لکھتے ہیں کہ ضرور تھا کہ سچے مسیح سے پہلے ایلیا نبی دوبارہ دنیا میں آجاتا جیسا کہ ملاکی کی کتاب میں بصراحت موجود ہے پھر ابن مریم سچا مسیح کیونکر ہو سکتا ہے کیونکہ اس کے آنے سے پہلے ایلیا آسمان سے نازل نہیں ہوا یہودی مسیح کی اس تاویل کو نہیں مانتے کہ ایلیا کے نزول سے مراد کوئی اور شخص ہے یعنے یوحنا جو ایلیا کے خو اور طبیعت پر آیا وہ کہتے ہیں کہ یہ ملحدانہ تاویل ہے اور ایک گناہ ہے جو اس سے ظہور میں آیا کیونکہ اس نے اپنے تئیں مسیح صادق ٹھہرانے کیلئے خدا کے کلام کی تحریف کی۔ ایک یہودی فاضل اپنی کتاب جو اس وقت میرے سامنے رکھی ہے لکھتا ہے کہ ہمارے لئے خدا کے سامنے یہ حجت بس ہے کہ خدا نے ملاکی نبی کے صحیفہ میں یہ خبر دی ہے کہ خود ایلیا نبی دوبارہ دنیا میں آئیگا۔ یہ نہیں کہا کہ اس کا مثیل آئیگا۔ پھر اُن کا ایک اور اعتراض یہ ہے کہ انجیلوں میں اس بات پر زور دیا گیا ہے کہ مریم روح القدس سے حاملہ پائی گئی مگر لیکن اعمال باب ۲-۳۰ میں لکھا ہے کہ خدا نے داؤد نبی سے قسم کھا کر کہا کہ مسیح تیری نسل سے ہو گا اگر مسیح روح القدس سے ہے تو داؤد کی نسل سے کیسے ہو سکتا ہے اور توریت سے ظاہر ہے کہ نسل مرد سے کہلاتی ہے +

یسوع کی عملی غلطیاں

اب اس امر کا لکھنا بھی اسجگہ غیر موزون نہ ہوگا کہ جس قدر مسیح کی عصمت اور راستبازی کے بارے میں یہودیوں نے نکتہ چینیاں کی ہیں عیسائی قوم کے بعض محققوں نے اُن سے کم نہیں کیں وہ کہتے ہیں کہ

انسان معصوم وہ ہوتا ہے کہ جو غلطی کرنے سے بھی معصوم ہو اور گناہ سے بھی معصوم ہو لیکن مسیح سے دونوں رنگ میں خلاف عصمت حرکات صادر ہوئی ہیں وہ اخیر عمر تک شراب پیتا رہا اور شراب پینے کا حامی تھا اور شراب پینے والی اور بدکار عورتوں کی اُس کے پاس آمد و رفت تھی وہ بعض ناکردہ گناہ لوگوں کی نقصان رسانی کا بھی موجب ہوا اور اُس نے شراب کو عشاء ربانی یعنے ایک مذہبی رسم میں داخل کر کے عیسائی مذہب میں ہمیشہ کیلئے برا نمونہ قائم کیا جس کا خمیازہ آج تک یورپ کی قوموں کو کھینچنا پڑا یعنے شراب کا رواج حد سے زیادہ ہو گیا۔ پس کیونکر کہہ سکتے ہیں کہ وہ گناہ سے معصوم تھا اور گنہگار نہ تھا ایسا ہی وہ خطا سے بھی معصوم نہ تھا چنانچہ ظاہر ہے کہ اُس نے محض اپنی ذاتی غرض پر نظر رکھکر الیاس کی دوبارہ آنے کی پیشگوئی کے حقیقی معنے ترک کر کے تاویل کے طور پر بیان کیا اور کہا کہ ایلیا خود نہیں بلکہ اس کی خو اور طبیعت پر کوئی اور آگیا ہے حالانکہ ملاکی نبی کے صحیفہ میں صاف لکھا تھا کہ مسیح سے پہلے ایلیا کا دوبارہ آنا ضروری ہے مسیح کو اس تاویل کی اسلئے حاجت پڑی کہ وہ حقیقی معنوں کے رو سے جو ظاہر الفاظ سے نکلتے ہیں سچا نبی بھی نہیں ٹھہر سکتا تھا چہ جائے کہ اُس کو خدا بنایا جاتا۔ پس اس صورت میں اگر مسیح کی نسبت بہت ہی نرمی اور نیک ظنی کیجائے تب بھی اقرار کرنا پڑتا ہے کہ یہودیوں کے مقابل پر مسیح نے صریح غلطی کی راہ اختیار کی ہے یا یوں کہو کہ خواہ نخواہ سچا مسیح بننے کیلئے ظاہر اور کھلے کھلے معنوں کو عمداً ترک کر دیا ہے اگر مسیح نے صحت نیت اور ایمانداری سے انہی معنوں کو صحیح سمجھا ہے یعنی یہ کہ حقیقی طور پر ایلیا کی آمد ثانی مراد نہیں ہے بلکہ کسی اور کا آنا مراد ہے تو پھر اُس نے اپنی آمد ثانی کے بارے میں یہی معنے کیوں بیان نہ کئے کہ وہ خود دوبارہ دنیا میں نہیں آئیگا بلکہ کوئی اور شخص جو اسکی خو اور طبیعت پر ہوگا آئیگا اب صاف ظاہر ہے کہ ایلیا کی آمد ثانی جس کے آجتک یہودی منتظر ہیں مسیح کے دعوے کو باطل کرتی تھی اور اسکو کاذب ٹھہراتی تھی اسلئے اس نے اپنے تئیں سچا مسیح بنانے کیلئے یہی مصلحت دیکھی کہ ایلیا کی حقیقی آمد ثانی سے انکار کر دے بجز اس کے اُسکے لئے کوئی اور راہ نہ تھی اور نہ یہ قدرت تھی کہ اس کو زندہ کر کے پیش کر سکتا لیکن اپنی آمد ثانی میں اُسکی ایک اور مصلحت تھی اور وہ یہ کہ مسیح کا یہ دعوے کہ داؤد کا تخت دوبارہ قائم کرنیکے لئے میں

٭ یہ مریم مگدلینی اور نیز اُس فاحشہ عورت کی طرف اشارہ ہے جس نے مسیح کے سر پر اپنا عطر ملا تھا اور نیز اس قصہ کی طرف اشارہ ہے جو یہودیوں میں مشہور ہے جو مسیح ایک دفعہ ایک عورت پر عاشق ہو گیا تھا اور اسکی وجہ سے بعض بزرگوں نے ہمیشہ کیلئے اس سے ترک ملاقات کر دی تھی دیکھو ایک یہودی فاضل کی تالیف سیفر ٹولڈتھ جیشو ٭

٭ انجیل سے مسیح کا شرابی اور جرائم پیشہ لوگوں کا یار ہونا ثابت ہے دیکھو انجیل متی باب ۱۱-۱۹ ٭

بھیجا گیا ہوں اُس وقت صحیح ثابت نہیں ہوا اور جس قدر لوگ اس دعوے کی امید پر اس کے ساتھ ہوئے تھے بہتیرے ان میں سے مرتد ہو گئے لہذا مسیح نے اپنی پہلی کلام کو بدلکر یہ کہنا شروع کیا کہ میری بادشاہت زمین کی نہیں بلکہ آسمان کی ہے اس سے بہتوں کی امیدیں ٹوٹ گئیں کیونکہ یہودی تو زمین کی بادشاہت کے بھوکے اور پیاسے تھے وہ آسمان کی محض ایک وہمی بادشاہت سے کیونکر تسلی پکڑ سکتے تھے وہ تو اسی امید پر جیتے تھے کہ ایسا مسیح اُن کی قوم میں سے ظاہر ہوگا کہ جو زمین پر ایک زبردست بادشاہت قائم کریگا اور ان کے دشمنوں کو ہلاک کر کے انکی ماتحتی سے انکو نجات دیگا۔ اب بجائے اس کے کہ انکی سالہا سال کی امیدیں پوری کیجاتیں حضرت مسیح اس طرح پر اُنکو تسلی دینے لگے کہ نجات دینے سے مراد گناہ سے نجات دینا ہے اور بادشاہت سے مراد آسمانی بادشاہت ہے اور ایلیا سے مراد یوحنا ہے جو اسکی خو اور طبیعت پر آگیا ان استعاروں پر ایمان لاؤ اور غیر قوموں کی ذرات غلامی کرو اور خوش رہو میں تمہارا ضرور منجی ہوں مگر روحانی طور پر اور ضرور بادشاہ ہوں مگر آسمانی طور پر۔ اب وہ بیچارے مصیبت کے مارے جو غیر طاقتوں کے پیروں کے نیچے کچلے گئے تباہ ہو گئے برباد ہو گئے ویران ہو گئے ملک سے جلاوطن کئے گئے غلام بنائے گئے ذلیل کئے گئے ایسے منجی کو کیا کرتے اور ان چند لفظوں پر کیونکر خوش ہو سکتے تھے کوئی عمدہ نمونہ بھی تو نظر کے سامنے نہ تھا حواری جنہوں نے اس منجی کو قبول کر لیا تھا وہ بھی طرح طرح کے لالچوں اور عیبوں میں گرفتار تھے جنہوں نے اس منجی پر ہی آخر کار لعنت بھیجی پھر جبکہ یہودیوں کو کوئی کارنمایاں کرشمہ نجات کا دکھائی نہ دیا تو پھر وہ کیونکر مسیح کو منجی ان لیتے انہوں نے بار بار عرض کی کہ حضرت ہمارے گناہوں کا آپ کچھ فکر نہ کریں اسکا ہم خود تدارک کر لینگے ہمارے لئے اس کوچہ کی رہنما توریت کافی ہے اور ہم یہ بھی جانتے ہیں کہ آپ اس کا کچھ زیادہ تر بندوبست کر ہی نہیں سکتے کیونکہ آپکے شاگردوں میں کوئی عمدہ نمونہ استقامت اور ترک دنیا کا ظاہر نہیں پھر ہمیں آپ روحانی نعمت کونسی دینگے ان باتوں کو جانے دیجئے ہم انکو قبول نہیں کر سکتے بلکہ ایسی بیہودہ باتوں سے قوم کو زیادہ تر نفرت ہوتی جاتی ہے اگر آپ سچے مسیح ہیں اور نوشتوں کے موافق ہمارے دردوں دکھوں کو دور کرنے آئے ہیں تو ہماری قومی کمزوری کا کچھ بندوبست کیجئے غیر طاقتوں کی ماتحتی سے ہمیں رہائی دیجئے جلاوطن شدہ فرقوں کو پھر وطن کا منہ دکھلائیے جسمانی مصیبتوں سے توریت کے وعدہ کے موافق مخلصی دلائیے اور موسیٰ کیطرح فرعونیوں پر ہاتھ صاف کیجئے پھر آپ ہمارے اور ہم تمہارے ہیں مگر ایسے مسیح کو ہم کیا کریں کہ جو ایک ذرہ بھی ہماری اُن مصیبتوں کو دور نہیں کر سکتا جنہوں نے اسرائیل کی قوم کو آگ کیطرح کھا لیا ہے اور لوہے کے تنور میں ڈال دیا ہے۔ یہ یہودیوں کا ایسا سوال تھا جس کا جواب مسیح کو کچھ بھی نہیں آیا مگر وہ دل میں محسوس کر گیا کہ اب میں انکے سامنے لاجواب ہوں تب اس نے چالاکی سے ایک تیسرا پہلو بدلا یعنے پہلے تو یہ کہا تھا کہ ابھی میں

داؤد کا تخت قائم کرونگا اور جب وہ بات غیر ممکن نظر آئی تو جھٹ کہدیا کہ میری بادشاہت آسمانی ہے اور جب یہود نے آسمانی بادشاہت پر بھی ہنسی کی تو اب تیسرا پہلو یہ بدلا کہ اب تو میں زمین کا بادشاہ ہو نہیں سکتا باپ کی یہی مصلحت ہے۔ مگر آخری زمانہ میں مَیں بڑے جلال کے ساتھ اترونگا اور اسرائیل کی قوم کو غیر طاقتوں سے نجات دونگا۔ اب جبکہ مسیح نے پیچھا چھوڑانے کیلئے دور کی ڈالدی اور دل میں یہ خیال کیا کہ اس قدر لمبے زمانہ کی کون تحقیقات کریگا مگر یہودی بھی ان باتوں کے اُستاد تھے اُنہوں نے تاڑ لیا کہ تو ٹالتا ہے تب انہوں نے بادب عرض کی جس کا یہ خلاصہ تھا کہ پس از انکہ من نمانم بچہ کار خواہی آمد۔ تب مسیح نے جھٹ ایک چوتھا پہلو بدل دیا کہ ابھی بعض تم میں سے زندہ ہونگے کہ میں آجاؤنگا اور تم ابن آدم کو آسمان کے بادلوں پر آتے دیکھوگے۔ تب یہودی اپنی درازی عمر کی خوشخبری پاکر خوش ہو گئے اور اسپر زیادہ بحث نہ کی کیونکہ انسان کا قاعدہ ہے کہ خوشامد کے لفظوں پر زیادہ جرح نہیں کرتا۔ غرض مسیح جیسا کہ انجیل میں اُستاد کہلاتا ہے اس حاضر جوابی میں استاد نکلا مگر افسوس کہ یہ پیشگوئی اس کی ایسا قابل شرم دروغ تھا جس کی تصریح کی بھی حاجت نہیں۔ غرض اس فرقہ کے اعتراضات میں سے ایک تو یہی اعتراض ہے جو بیان کیا گیا اور یہ فرقہ لندن میں موجود ہے جو فری تھنکر کہلاتے ہیں اور ہمیشہ اخبارات اور رسالے انہی مضمون کے شایع کرتے رہتے ہیں عیسائی دوسروں پر حملہ کرتے ہیں اور وہ عیسائیوں پر نہ اس بات پر زور دیتے ہیں کہ جبکہ مسیح الیاس کی آمد ثانی کی نسبت جو نص صریح صحیفہ ملاکی میں موجود ہے یہ کہتا ہے کہ وہ آمد حقیقی طور پر نہیں بلکہ اس سے مراد یوحنا نبی ہے جو ایلیا کی خو اور طبیعت پر آیا ہے تو مسیح کو مناسب تھا کہ اپنی آمد ثانی کو بھی اسی طور پر قرار دیتا مگر اُس نے ایسا نہیں کیا بلکہ دونوں موقع پر دو قسم کی مصلحت کو مدنظر رکھا ہے چونکہ ایلیا کی حقیقی طور پر آمد ثانی مسیح سے پہلے نہیں ہوتی اس لئے اسکو اپنی بات بنانے کیلئے کہنا پڑا کہ ایلیا سے مراد یوحنا ہے تا اپنا دعوےٰ برباد نہ ہو جائے لیکن دوسرے موقع پر جہاں اپنی آمد ثانی کا ذکر ہے یہودیوں کے آنسو پونچھنے منظور تھے تا وہ جسمانی طور پر جیسا کہ وہ انتظار کرتے تھے منجی سمجھ لیں لہذا یہی کہدیا کہ میں ہی آجاؤنگا اور یہ سراسر فریب کا طریق ہے کہ ایلیا کی آمد ثانی کے وقت کچھ کہا اور اپنی آمد ثانی کیوقت کچھ کہا اور دونوں پہلوؤں میں اپنا ہی فائدہ مدنظر رکھا۔ یہ تو اعتراض ہے مگر یاد رہے کہ مسیح کا ہرگز یہ دعوےٰ نہیں ہے بلکہ اس نے انجیل میں صاف طور پر اقرار کر دیا ہے کہ میری آمد ثانی بھی ایلیا یعنے الیاس کے مانند ہوگی دیکھو متی باب ۱۷ آیت ۱ سے بارہ تک اسمیں مسیح نے صاف اشارہ کر دیا کہ الیاس کو دو مرتبہ دکھ اٹھانا پڑا۔ ایک اپنی آمد اول میں دوسرے اپنی آمد ثانی میں جو بروزی رنگ میں تھی اور الیاس ہی دکھ اٹھائیگا صرف یہ فرق ہوگا کہ پہلے دکھ کے ساتھ محض صبر تھا اور دوسرے دکھ کیساتھ ظفر مقدر تھی۔ پھر آگے لکھا

کے ایک مقام میں لکھا ہے کہ مسیح چور کی طرح آئیگا دیکھو انجیل متی باب ۲۴ - آیت ۴۳ - اور ظاہر ہے کہ چور مُنہ چھپا کر آتا ہے اپنی وضع بدلا کر آتا ہے اور ۱ سلاطین ۲ سلاطین سے بخوبی ثابت ہوتا ہے کہ مسیح کو الیاس کے سوانح سے بہت ہی مشابہت تھی مثلاً جن معجزات سے مسیح کو خدا بنایا جاتا ہے اور وہی معجزات ایلیا نے بھی دکھلائے تھے بلکہ اس سے بھی بڑھکر کیونکہ ایلیاہ کے دشمن اس کی پیشگوئی اور بد دعا سے اسکی نظر کے سامنے ہلاک ہوتے رہے مگر مسیح ایسا نہیں کرسکا۔ پھر دوسری مشابہت یہ ہے کہ جیسا نادان لوگوں کا یہ خیال ہے کہ مسیح آسمان پر اٹھایا گیا یہی خیال ایلیا کی نسبت یہودیوں کا ہے کہ وہ آسمان پر اٹھایا گیا اور جیسا کہ مسیح کی نسبت کم فہم لوگ اب تک یہ کہ رہے ہیں کہ وہ آسمان سے پھر نازل ہوگا ایسا ہی یہودیوں کا ایلیا کی نسبت اعتقاد ہے کہ وہ بھی نازل ہوگا اور جیسا کہ مسیح کو دکھ دیا گیا اس کے قتل کا ارادہ کیا گیا ایسا ہی ایلیا کے ساتھ بھی کیا گیا اور جیسا کہ ایلیا کی آمد ثانی بروزی طور پر تھی ایسا ہی مسیح کی آمد ثانی بھی بروزی طور پر ہے اسی کی طرف مسیح متی باب ۱۷ آیت ۱۰ سے ۱۳ تک اشارہ کرتا ہے جس کا خلاصہ یہی ہے کہ جس طرح ایلیا نے اپنی آمد اول میں مخالفوں کے ہاتھ سے دکھ اٹھایا اور پھر آمد ثانی میں بروزی طور پر دکھ اٹھایا ایسا ہی مسیح کے ساتھ ہوا اور ہوگا گو آخر میں وہ فتحیاب ہوکر خدا کا جلال ظاہر کریگا غرض یہ اعتراض صحیح نہیں ہے کہ داؤد کا تخت قائم کرنیکی پیشگوئی جب صحیح نہ نکلی۔ تو مسیح نے اس غلطی کی پردہ پوشی کے لئے اپنی آمد ثانی کا وعدہ کیا گویا شاگرد کرنے والوں کو سراسر فریب سے یہ اطمینان دینا چاہا کہ گو میں اب داؤد کے تخت کو قائم نہیں کرسکا مگر آخری زمانہ میں میں دوبارہ آؤنگا اور پھر داؤد کا تخت قائم کرونگا کیونکہ جیسا کہ ہم ابھی بیان کرچکے ہیں مسیح نے ہرگز دعوےٰ نہیں کیا کہ فی الحقیقت میں ہی دوبارہ آجاؤنگا ایسا خیال کرنا حضرت مسیح پر سراسر تہمت ہے بلکہ انہوں نے یونس سے اپنے تئیں مشابہت دیکر یہ سمجھایا کہ میں قبر میں داخل ہونگا مگر نہ مُردہ بلکہ زندہ اور ایلیا سے اپنے تئیں مشابہت دیکر یہ سمجھایا کہ میری آمد ثانی ایلیا کی طرح ہوگی اور دونوں قسم کی آمد میں جاہل لوگ مجھ سے دشمنی کرینگے جیسا کہ ایلیا سے کی سو آج یہ سب باتیں پوری ہوگئیں کیونکہ جب کہ یہ راقم مسیح کی روح کے رنگ سے رنگین ہوکر اور اسکے لباس میں ظاہر ہوا تو نہ مسلمانوں نے مجھے قبول کیا نہ عیسائیوں نے اور میں کافر ٹھہرایا گیا اور قتل کے فتوے لکھے گئے ✣

یسوع کی تعلیم کی غلطیاں

اب پھر ہم اصل مطلب کی طرف رجوع کرکے لکھتے ہیں کہ عیسائی قوم کے نکتہ چینیوں نے جیسا کہ مسیح کو

اعمال کے رو سے غیر معصوم اور گنہگار ٹھہرانے کیلئے بہت کوشش کی ہے اور ایک بڑا ذخیرہ معائب کا اس کی نسبت طیار کیا ہے ایسا ہی اس امر کا بھی ثبوت دیا ہے کہ مسیح اپنے قول کے رو سے بھی معصوم نہیں تھا اور اس کی تعلیم ..... خطا سے پاک نہیں ہے مثلاً اُس نے اپنے تمام شاگردوں کو خصّی ہونیکی ترغیب دی اور ظاہر ہے کہ خدا نے ہرگز یہ ارادہ نہیں کیا کہ تمام انسان خصّی ہو کر سلسلہ دنیا کا ختم کر دیں سو اس سے ثابت ہے کہ مسیح اپنے قول کے رو سے ہرگز معصوم نہیں اور ایسی عقل اسکو ہرگز عطا نہیں کیگئی تھی جو غلطی سے اس کو بچاتی پس جس خدا نے اسکو غلطی سے نہیں بچایا کیونکر یقین ہو کہ اس کو گناہ سے بچایا ہوگا۔ اور مسیح خود اقرار کرتا ہے کہ معصوم العمل نہ ہونا ایسا خطرناک نہیں ہے جیسا کہ معصوم القول نہ ہونا جیسا کہ وہ کہتا ہے کہ جو چیز اندر جاتی ہے وہ انسان کو ناپاک نہیں کرتی بلکہ وہ ناپاک کرتی ہے جو اندر سے نکلتی ہے یعنی بے کلمے جو کفر اور فسق کی تعلیم دیتے ہیں حقیقی گنہ یہی ہے اور عملی گنہ انکی فرع ہیں +

ایسا ہی مسیح کی تعلیم کا ایک یہ بھی مسئلہ ہے کہ خدا پیٹ میں رہا۔ خدا پیدا ہوا۔ خدا نے بچہ دیا۔ خدا خود بچہ بن گیا۔ اور خدا بجز اسکے پورا خدا نہیں ہو سکتا جب تک کہ روح القدس اس سے شامل نہ ہو اور نیز یسوع ابن مریم بھی شامل نہ ہو اور جب یہ تینوں اکٹھے ہو جائینگے تب ان کو کہا جائیگا کہ یہ ایک خدا ہے ورنہ نہیں اب ظاہر ہے کہ یہ کس قدر بیہودہ گمان اور خطائی القول ہے اگر مسیح گناہ سے معصوم ہوتا تو ان بیہودہ باتوں سے بھی ضرور معصوم ہوتا کیونکہ اعمال میں نہ معصوم ہونیسے صرف اپنی ذات پر اثر بد پڑتا ہے لیکن اقوال میں نہ معصوم ہونے میں تمام دنیا پر اثر بد پڑتا ہے اور جو شخص اپنے اعمال میں معصوم نہیں وہ صرف آپ ہلاک ہوتا ہے اور جو شخص اپنے قول میں معصوم نہیں وہ نہ صرف اپنے تئیں ہلاک کرتا ہے بلکہ تمام بنی نوع کو ہلاک کرنا چاہتا ہے بلکہ قول کے گنہ بہ نسبت فعل کے گناہوں کے زیادہ سخت ہیں کیونکہ جھوٹا اور بیجا مبالغہ اور گالی اور لعنت اور بدزبانی اور کفر اور شرک اور جھوٹی گواہی یہ سب قولی گناہ ہیں اور کچھ شک نہیں کہ یہ فعلی گناہ سے بدرجہا بڑھکر ہیں ظاہر ہے کہ عملی گناہ کیلئے ہمیشہ کا جہنم نہیں مگر قولی گناہ کیلئے ہمیشہ جہنم ہے +

مذکورہ بالا عیسائیوں کا ایک یہ بھی اعتراض حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر ہے کہ یسوع مسیح کی یہ تعلیم جیسا کہ عیسائی صاحبان سمجھے بیٹھے ہیں کہ انسان اعمال سے نہیں بلکہ یسوع مسیح کے خون سے نجات پائیگا اس تعلیم نے کروڑہا بندوں پر گناہ کے دروازے کھول دئے ہیں اور فسق و فجور اور بے قیدی میں جو کچھ حالت یورپ کی ہو رہی ہے اور جس قدر اکثر اُن کے صلاحیت اور ضبط شہوات کے نقطہ سے دور نکل گئے ہیں حاجت بیان

نہیں یہانتک کہ اکثر گویے بھیڑیوں کی طرح بیگانہ عورتوں پر پڑتے اور گدوں کی طرح ہر ایک بدکاری کے مردار پر گرتے ہیں اگر یہ تعلیم صحیح ہوتی تو عملی طور پر ہر طبقہ کے عیسائیوں پر اس کا بہت نیک اثر پڑتا مگر اس تعلیم کی تحریک سے یورپ میں فسق و فجور کی ندیاں بہ گئی ہیں اور ہر ایک شخص جس پہلو سے گنہ کرنے کی قدرت اپنے اندر رکھتا تھا اُسی پہلو سے اپنے گنہ کو کمال تک پہنچا دیا ہے۔ شراب خوار تمام دنیا کے شراب خواروں سے سبقت لیگئے ہیں اور قمار باز تمام دنیا کے قمار بازوں سے اور بدکار مرد اور بدکار عورتیں تمام دنیا کے بدکار مردوں اور بدکار عورتوں سے۔ پس کچھ شک نہیں کہ اس تعلیم نے بدیوں کے کروڑہا درخت یورپ میں بو دئیے ہیں۔ پس جس شخص کے منہ سے یہ تعلیم نکلی ہے کیا اُس نے کوئی گنہ کا کام نہیں کیا اور ابھی تک اسکو معصوم ہی کہنا چاہئے نہیں بلکہ اُن زناکاروں کے گناہ سے لیکر جو مسیح کو پاکر اسپر ایمان لائے جنکا ذکر کارنتھیوں کے خط اول باب ۵ آیت ۱-۲-۶-اور باب ۶-آیت ۹-۱۲ میں بتصریح مندرج ہے اُن بدکار عورتوں اور مردوں تک جن کا گروہ کثیر حال کے زمانہ میں پیرس میں موجود ہے اور نیز لندن میں اور دوسرے یورپ کے حصوں میں سب کا مواخذہ اُس معلم سے ہے جس نے ایسی باتوں سے گناہ کرنے پر لوگوں کو دلیر کر دیا اور ابتدا دنیا سے تمام نبیوں نے بدیوں کا کفارہ نیکیوں کو ٹھہرایا تھا کیونکہ یہ مسئلہ تجربہ سے سچا ثابت ہوا ہے کہ روح کا نیکی کے کاموں میں قوت پانا بدی کی قوتوں کو کمزور کر دیتا ہے مگر مسیح یہ سچا مسئلہ سکھلا نہ سکا اس لئے یہ ایسا سنگین گناہ اس سے ظہور میں آیا ہے کہ عیسائی دنیا کے تمام گناہوں کی وہی جڑ ہے ♦

انجیلی عفو کی حقیقت

محقق عیسائیوں نے اپنی کتابوں میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے اقوال پر ایک یہ بھی اعتراض کیا ہے کہ ان کی یہ تعلیم کہ شر کا مقابلہ نہ کرو اور بہر حال ایک طمانچہ کھا کر دوسری گال بھی پھیر دینی چاہئے سخت قابل اعتراض اور عصمت سے دور ہے کیونکہ یہ ایک ایسا طریق ہے کہ ظالم کے اخلاق کو بگاڑتا اور مظلوم کو ناحق جان کے خطرہ میں ڈالتا ہے اور ایسی تعلیم دینے والا درحقیقت دو گناہ کا مرتکب ہے (۱) ایک کہ وہ شریروں کو بے سزا چھوڑ کر ظلم کو مدد دیتا ہے اور روا رکھتا ہے کہ زمین پر ظالم بکثرت ہو جائیں (۲) دوسرے یہ کہ وہ غریب مظلوموں پر دادرسی کا دروازہ بند کرنا چاہتا ہے اور اس طرح پر ایک عمدہ صفت عدل کا دشمن بنکر زمین پر بغاوت اور مفسدہ پھیلانا چاہتا ہے کیا ایسا شخص کل دنیا کی بہتری کا خواہاں ہو سکتا ہے جو انسانوں کے

ایک شریف طبقہ کو یہ نصیحت دیتا ہے کہ گو کوئی تمہاری جان پر حملہ کرے یا تمہاری عزت پر یا ٹھگ بازی اور دغا سے تمہارا مال لینا چاہئے بہرحال تمہیں چاہئیے کہ وہ حملہ ہونے دو اور مقابلہ نہ کرو ظاہر ہے کہ ایسی تعلیم سے شرفا کی بیویاں بھی امن سے گھروں میں نہیں بیٹھ سکتیں کیونکہ اس تعلیم کے رو سے جیسا کہ مرد ونکو شر کا مقابلہ نہیں کرنا چاہئیے ویسا ہی عورتونکو بھی ایسی تعلیم کو پادری صاحبان لوگوں کے سامنے پیش کرتے ہیں کہ بڑی عمدہ تعلیم ہے حالانکہ یہ تعلیم انتظام دنیا کی دشمن انصاف کی دشمن حقیقی پاکیزگی کے پھیلنے کی دشمن ہے کیا یہی تعلیم اس خدا کے منہ سے نکلی ہے جس کے قانون قدرت کے آئینہ میں صاف دکھائی دیتا ہے کہ وہ انصاف اور رحم دونوں کے سلسلہ کو اپنے اپنے محل پر مرعی رکھتا ہے اس کے کاموں میں جو دنیا میں نمایاں ہیں نہ صرف انتقام پر سارا مدار پایا جاتا ہے اور نہ صرف درگذر اور رحم پر بلکہ موقع اور محل کے لحاظ سے دونوں پر۔ کیا یہ سچ نہیں کہ خدا کا قول خدا کے فعل سے مطابق ہونا چاہئیے پھر یہ تعلیم جو حضرت مسیح نے دی ہے کیوں خدا کے قانون قدرت سے مطابق نہیں۔ کلیسیا کے بڑے بڑے بزرگ اور دیندار جو دوسرے مذاہب کی نکتہ چینیوں میں مصروف ہیں کیوں انجیل کی اس تعلیم پر غور نہیں کرتے جو غریبوں اور کمزوروں کو سکھاتی ہے جو تم ہر ایک ظلم کی برداشت کرو اور ظالموں کی سرکوبی کے لئے کوئی قانون پیش نہیں کرتی جو شخص دنیا کو ایسا سکھاتا اور ایسی تعلیم دیتا ہے کیا وہ کوئی گناہ نہیں کرتا آپ لوگ اس مقام میں کیوں اس منطق اور فلسفہ سے مدد نہیں لیتے جس میں عمریں بسر کی ہیں اگر کسی منطق سے یہ تعلیم صحیح ٹھہر سکتی ہے تو ہمیں بتا دیں جو لوگ سچائی سے پیار کرنے کا دعویٰ رکھتے ہیں وہ ہمیں دکھلا دیں کہ اس تعلیم میں کیا سچائی ہے کہ اپنی جان اور عزت اور مال کی نسبت کسی سے مقابلہ نہ کرو اور ہر ایک حملہ ہونے دو اور اگر سچائی تھی تو کیوں عیسائیوں نے اس پر عمل نہ کیا اس صورت میں یا تو وہ لوگ گنہگار ہوئے جو عمل کرنے سے قاصر رہے اور یا وہ گنہگار ہوا جس نے ایسی تعلیم پیش کی جس میں انکی اور انکی ذریت کی حق تلفی اور بربادی تھی اور پھر طرفہ تر یہ کہ ایک خفیف سزا سے درگذر کر کے ایک بڑی سزا کی دھمکی دی ہے مثلاً لکھا ہے کہ آنکھ کی نظر شہوت سے سارا بدن جہنم میں ڈالا جائیگا اب ایک طرف تو یہ منع کیا گیا ہے کہ ہر ایک قسم کے شر کا مقابلہ نہ کیا جائے بلکہ اس کو نہ روکا جائے جسمیں بدنظری کرنیوالوں اور عورتوں کی عفت پر حملہ کرنیوالوں کے شر بھی داخل ہیں جسکا مقابلہ یا روکنا ایک سچے عیسائی کیلئے حرام ہے۔ اور پھر دوسری طرف زناکار کی سزا ابدی جہنم لکھی ہے۔ اب ظاہر ہے کہ اگر تھوڑی سی دنیا کی سزا سے ایسے لوگوں کی سرکوبی کیجاتی تو وہ ہمیشہ کے جہنم سے بچ جاتے اور جرائم سے رک جاتے پس اس تعلیم نے جیسا کہ کمزوروں پر

سختی کی ہے ویسا ہی ظالموں پر بھی ایک قسم کا ظلم کیا ہے یہ تو عیسائی محققوں کے انجیل کی تعلیم پر اعتراض ہیں اور ہم اس بات کو دقعت کی نظر سے دیکھتے ہیں کہ عفو اور درگذر اچھے اخلاق ہیں لیکن نہ ہر جگہ اور ہر محل پر اس بارے میں قرآنی تعلیم سے بڑھکر دنیا میں کوئی تعلیم نہیں مثلاً دیکھو کہ انجیل کی اس تعلیم کے مقابل پر جسپر بڑے زور وشور سے آجکل یورپ میں اعتراض ہو رہے ہیں قرآنی تعلیم عفو یا انتقام کے بارے میں یہ ہے۔ جزاء سیئة سیئة مثلها فمن عفی واصلح فاجره علی اللہ یعنے انصاف یہی ہے کہ بدی کی اسی قدر سزا دیجائے جس قدر بدی کیگئی ہے لیکن جو شخص سزا دینے یا دلانے سے درگذر کرے اور اس درگذر سے کوئی اصلاح ہو یعنی درگذر کرنے سے مجرم پر نیک اثر پڑے اور کوئی فساد پیدا نہ ہو اور امن عامہ میں کوئی فتنہ برپا نہ ہو غرض درگذر عین محل پر ہو بے محل نہ ہو تو ایسا شخص خدا سے بڑا اجر پائیگا کیونکہ درگذر سے ایک جان کو بھی بچایا اور اسکی اخلاقی حالت کی بھی اصلاح کی اور پھر امن عامہ میں کوئی خلل نہ آنے دیا اور یہ امر صاف اور بدیہی ہے کہ گناہ کرنیوالے ایک ہی طبیعت کے نہیں ہوتے بعض ایسے ہوتے ہیں کہ اگر ان کا گناہ معاف کیا جائے۔ تو آئندہ کان کو ہاتھ لگاتے اور سدھر جاتے ہیں اور پھر ایسی بدی کے مرتکب نہیں ہوتے بلکہ ایسی صحبتوں سے مجتنب ہو جاتے ہیں اور وہ تھوڑے ہیں۔ اور بعض ایسے شریر ہوتے ہیں کہ گناہ معاف کرنے سے اور بھی گناہ پر دلیر اور خیرہ چشم ہو جاتے ہیں اور انکی لعنتی زندگی اور بھی خراب ہو جاتی ہے اور وہ اس طرح پر تمام لوگوں کے ایذا دینے کا موجب ٹھہر جاتے ہیں اور وہ بہت ہیں وہ اس سانپ کی طرح ہوتے ہیں کہ جو ایک شخص کو کاٹ کر اسی پر بس نہیں کرسکتا اور ہرگز نیک اور تائب نہیں بن سکتا بلکہ تمام عمر کیلئے یہ خاصیت اپنے اندر رکھتا ہے اور موقع پاکر پھر دوسرے کو کاٹتا ہے اور پھر تیسرے کو ایسا ہی ایک شہر کو خالی کرنا چاہتا ہے جب تک کہ اس کا سر کاٹ کر الگ نہ کر دیا جائے۔ بعض پادری صاحبان اس بات کو تو قبول کرتے ہیں کہ ہر جگہ عفو اور درگذر صحیح نہیں ہے بیشک اس سے مفاسد پیدا ہوتے ہیں مگر ساتھ ہی یہ جواب دیتے ہیں کہ انجیل کا اسجگہ یہ منشاء ہے کہ تم آپ سزا نہ دو بلکہ حاکموں سے دلاؤ تو گویا انجیل عیسائیوں کو یہ سکھلاتی ہے کہ جب تمہیں ایک گال پر طمانچہ ملا جائے تو مقدمہ سنگین بنانے کیلئے دوسری گال بھی پھیر دو اور جب دوسری گال پر طمانچہ خوب زور کا لگ جائے اور کوئی دانت بھی ٹوٹ جائے تو پھر ضرب شدید کا دعویٰ کرکے عدالت میں نالش کردو اور سزا دلاؤ اب بتلاؤ کہ اگر انجیل کا یہی منشاء ہے جیسا کہ پادری صاحبان بیان فرماتے ہیں تو گیا انجیل نے یہی اخلاق سکھلائے ہیں کہ اپنے تئیں درگذر کرنیوالا ظاہر کرکے دشمن کو سخت سزا کے قابل ٹھہرا دو اور ہرگز نہ چھوڑو یہ تو ایک مکاری

ہے کہ اس نیت سے نرمی اور درگذر کیجائے کہ کسی طرح مجرم کوئی مجرمانہ حرکت کر بیٹھے اور جب مجرمانہ حرکت
اس سے صادر ہو چکی تو پھر اسکو بذریعہ وارنٹ گرفتار کرا کر جیلخانہ میں پہنچایا جائے یہ خوب درگذر اور عفو ہے
اسوا اس کے اس صورت میں تو انجیلی تعلیم کا مآل یہ ہوگا کہ کسی طرح دغابازی سے مجرم کو پھنسا کر سزا کے لائق
اسکو کر دیا جائے حالانکہ ہم ابھی بیان کر چکے ہیں کہ اس بارے میں کامل تعلیم یہی ہے کہ نہ ہمیشہ مجرموں کو سزا
دی جائے اور نہ ہمیشہ درگذر کیجائے بلکہ محل اور موقع کو دیکھا جائے کہ اب قرین مصلحت کیا ہے اور بہتری
کس امر میں ہے درگذر میں یا انتقام میں۔ ہم اس بات کے تسلیم کرنے میں کوئی حرج نہیں سمجھتے کہ مسیح کی اس
تعلیم سے یہ غرض تھی کہ تا اُن یہودیوں کو جو سزا دینے پر بہت حریص تھے اس عادت سے روک دے لیکن اس
میں کچھ بھی شک نہیں کہ جیسا کہ یہودیوں نے ہر ایک موقع میں سزا دہی پر زور دے کر افراط کی راہ لی۔ ایسا
ہی حضرت مسیح نے ہر ایک موقع پر ترک سزا کی تعلیم دیکر تفریط کی راہ کو اختیار کر لیا اور چونکہ دونوں راہیں جادۂ
اعتدال سے منحرف تھیں اس لئے حکمت الٰہی نے تقاضا کیا کہ ایک تیسری راہ دنیا کو دکھائے جو حکمت اور
موقع شناسی کا سبق دیتی اور اعتدال اور میانہ روی کو سکھاتی ہے سو وہ راہ قرآن شریف لایا اور یہ داغ نہ
صرف انجیل پر بلکہ توریت پر بھی ہے کہ وہ دونوں اس روشن اور پرحکمت تعلیم کو پیش نہیں کر سکیں جو خدا
کی پاک اور زندہ کلام فرقان مجید نے پیش کی کیونکہ وہ دونوں کتابیں قانون مختص المقام یا قانون مختص
القوم کی طرح تھیں اور بنی اسرائیل کی افراط اور تفریط نے یہی چاہا تھا کہ ایک زمانہ میں قانون قصاص نہایت درجہ
کی سختی کیساتھ اُن کے لئے خدا کی طرف سے نازل ہوتا اور دوسرے زمانہ میں قانون ترک سزا نہایت درجہ کے
مبالغہ کیساتھ دیا جاتا۔ یہ ظاہر ہے کہ انسانی فطرتوں نے تہذیب اور شائستگی کیطرف آہستہ آہستہ ترقی کی ہے
پس یہ امر ایک ضروری اور بشری پیدائش کی راہ میں تھا کہ اول انسان جذبات نفس کے جوش کی وجہ سے انتقامی
شریعت کو زیادہ پسند کرتا اور پھر الٰہی شریعت سے متاثر ہو کر ترک جذبات کے اشتیاق سے ایسے قانون کی خواہش کرتا
جس میں عفو اور درگذر پر زور دیا گیا ہو اور آخر دونوں طریق افراط اور تفریط کو آزما کر حکمت اور موقع شناسی
کے قانون کو ان دونوں راہوں افراط اور تفریط پر ترجیح دیتا اور خدا سے ایسے قانون کی درخواست کرتا کہ نہ
تو خواہ نخواہ دانت کے عوض دانت نکالنا چاہتا ہے اور نہ ہر جگہ عفو اور درگذر کو پسند کرتا ہے۔ پس انسانی فطرتوں
کی درخواست کے مطابق تین کتابیں نازل ہوئیں (۱) توریت جو افراط کی طرف لے جاتی ہے (۲)
انجیل جو تفریط کی طرف کھینچتی ہے (۳) قرآن جو ہر ایک امر میں بین بین کی راہ اختیار کرتا اور توسط

اور اعتدال کا طریق سکھلاتا ہے ✤

آؤ لوگو کہ یہیں نورِ خدا پاؤ گے
لو تمہیں طورِ تسلی کا بتایا ہم نے

ریویو آف ریلیجنز

یعنی

دنیا کے مذاہب پر نظر

جلد اوّل — مئی سنہ ۱۹۰۲ء — نمبر (۵)

فہرست مضامین:-

عصمت انبیاء علیہم السلام

انجمن اشاعت الاسلام قادیان
نے
انوار احمدیہ پریس قادیان دارالامان میں چھپواکر
۱۹ جولائی سنہ ۱۹۰۲ء کو شائع کیا

چندہ سالانہ معہ محصول ڈاک:- معمولی کاغذ پر (عہ) ولایتی کاغذ پر (للعہ)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم
نحمدہ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

عصمتِ انبیا علیہم السلام

نجات اور شفاعت کی حقیقی فلاسفی

مذہبی مسائل میں سے نجات اور شفاعت کا مسئلہ ایک ایسا عظیم الشان اور مدار الہام مسئلہ ہے کہ مذہبی پابندی کے تمام اغراض اُسی پر جا کر ختم ہو جاتے ہیں۔ اور کسی مذہب کے صدق اور سچائی کے پرکھنے کے لئے وہی ایک ایسا صاف اور کھلا کھلا نشان جس کے ذریعہ سے پوری تسلی اور اطمینان سے معلوم ہو سکتا ہے کہ فلاں مذہب درحقیقت سچا اور منجانب اللہ ہے اور یہ بات بالکل راست اور درست ہے کہ جس مذہب نے اس مسئلہ کو صحیح طور پر بیان نہیں کیا یا اپنے فرقہ میں نجات یافتہ لوگوں کے موجود نمونے کھلے کھلے امتیاز کے ساتھ دکھلا نہیں سکا اُس مذہب کے باطل ہونے کے لئے کسی اور دلیل کی ضرورت نہیں مگر جس مذہب نے کمال صحت سے نجات کی اصل حقیقت دکھلائی ہے اور نہ صرف اس قدر بلکہ اپنے موجودہ زمانے میں ایسے انسان بھی پیش کئے ہیں جن میں کامل طور پر نجات کی روح پھونکی گئی ہے اُس نے مہر لگا دی ہے کہ وہ سچا اور منجانب اللہ ہے۔

یہ تو ظاہر ہے کہ ہر ایک انسان طبعاً اپنے دل میں محسوس کرتا ہے کہ وہ صدہا طرح کی غفلتوں اور پردوں اور نفسانی حملوں اور لغزشوں اور کمزوریوں اور جہالتوں اور قدم قدم پر تاریکیوں اور ٹھوکروں اور مسلسل خطرات اور وساوس کی وجہ سے اور نیز دنیا کی انواع واقسام کی آفتوں اور بلاؤں کے سبب سے ایک ایسے زبردست ہاتھ کا ضرور محتاج ہے جو اس کو ان تمام مکروہات سے بچاوے کیونکہ انسان

اپنی فطرت میں ضعیف ہے اور وہ کبھی ایک دم کے لئے بھی اپنے نفس پر بھروسہ نہیں کر سکتا کہ وہ خود بخود نفسانی ظلمات سے باہر آ سکتا ہے۔ یہ تو انسانی کانشنس کی شہادت ہے اور ماسوا اس کے اگر غور اور فکر سے کام لیا جاوے تو عقل سلیم بھی اسی کو چاہتی ہے کہ نجات کے لئے شفیع کی ضرورت ہے کیونکہ خدا تعالےٰ نہایت درجہ تقدس اور تطہر کے مرتبہ پر ہے اور انسان نہایت درجہ ظلمت اور معصیت اور آلودگی کے گڑھے میں ہے اور بوجہ فقدان مناسبت اور مشابہت عام طبقہ انسانی گروہ کا اس لائق نہیں کہ وہ براہ راست خدا تعالےٰ سے فیض پا کر مرتبہ نجات کا حاصل کر لیں۔ پس اس لئے حکمت اور رحمت الٰہی نے یہ تقاضا فرمایا کہ نوع انسان اور اللہ تعالےٰ امیں بعض افراد کاملہ جو اپنی فطرت میں ایک خاص فضیلت رکھتے ہوں درمیانی واسطہ ہوں اور وہ اس قسم کے انسان ہوں جن کی فطرت نے کچھ حصہ صفات لاہوتی سے لیا ہو اور کچھ حصہ صفات ناسوتی سے تا بباعث لاہوتی مناسبت کے خدا سے فیض حاصل کریں اور بباعث ناسوتی مناسبت کے اُس فیض کو جو اوپر سے لیا ہے نیچے کو یعنے بنی نوع کو پہنچاویں اور یہ کہنا واقعی صحیح ہے کہ اس قسم کے انسان بوجہ زیادت کمال لاہوتی اور ناسوتی کے دوسرے انسانوں سے ایک خاص امتیاز رکھتے ہیں گویا یہ ایک مخلوق ہی الگ ہے کیونکہ جس قدر ان لوگوں کو خدا کا جلال اور عظمت ظاہر کرنیکے لئے جوش دیا جاتا ہے اور جس قدر ان کے دلوں میں وفاداری کا مادہ بھرا جاتا ہے اور پھر جس قدر بنی نوع کی ہمدردی کا جوش ان کو عطا کیا جاتا ہے وہ ایک ایسا امر فوق العادت ہے جو دوسرے کے لئے اس کا تصور کرنا بھی مشکل ہے۔ ہاں یہ بھی یاد رکھنے کے لائق ہے کہ یہ تمام اشخاص ایک مرتبہ پر نہیں ہوتے بلکہ ان فطرتی فضائل میں کوئی اعلےٰ درجہ پر ہے کوئی اس سے کم اور کوئی اُس سے کم ۔

ایک سلیم العقل کا پاک کانشنس سمجھ سکتا ہے کہ شفاعت کا مسئلہ کوئی بناوٹی اور مصنوعی مسئلہ نہیں ہے بلکہ خدا کے مقرر کردہ انتظام میں اندر سے اس کی نظیریں موجود ہیں اور قانون قدرت میں اسکی شہادتیں صریح طور پر ملتی ہیں۔ اب شفاعت کی فلاسفی یوں سمجھنی چاہیئے کہ شفع لغت میں جفت کو کہتے ہیں پس شفاعت کے لفظ میں اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ وہ ضروری امر جو شفیع کی صفات میں سے ہوتا ہے یہ ہے کہ اُس کو دو طرفہ اتحاد حاصل ہو یعنے ایک طرف اُس کے نفس کو خدا تعالےٰ سے تعلق شدید ہو ایسا کہ گویا وہ کمال اتحاد کے سبب حضرت احدیت کے لئے بطور جفت اور پیوند کے ہو اور دوسری طرف اُسکو مخلوق سے بھی شدید تعلق ہو گویا وہ اُن کے اعضا کی ایک جز ہو۔ پس شفاعت کا امر مترتب ہونے

کے لئے درحقیقت یہی دو جز ہیں جن پر ترتب اثر موقوف ہے ٭

یہی راز ہے جو حکمت الٰہیہ نے آدم کو ایسے طور سے بنایا کہ فطرت کی ابتدا سے ہی اُس کی سرشت میں دو قسم کے تعلق قائم کر دیئے یعنی ایک تعلق تو خدا سے قائم کیا جیسا قرآن شریف میں فرمایا فاذا سویتہ ونفخت فیہ من روحی فقعوا لہ سٰجدین یعنے جب میں اس کو ٹھیک ٹھیک بنا لوں اور میں اپنی روح اسمیں پھونکدوں تو اے فرشتو اسی وقت تم سجدہ میں گر جاؤ ٭ مذکورہ بالا آیت سے

اس آیت میں ایک عمیق راز کی طرف اشارہ ہے۔ جو انتہائی درجہ کے کمال کا ایک نشان ہے اور وہ یہ کہ انسان ابتدا میں صرف صورت انسان کی ہوتی ہے مگر اندر سے وہ بیجان ہوتا ہے اور کوئی روحانیت اُس میں نہیں ہوتی اور اس صورت میں فرشتے اُس کی خدمت نہیں کرتے کیونکہ وہ ایک پوست بیمغز ہے لیکن بعد اس کے رفتہ رفتہ سعید انسان پر یہ زمانہ آجاتا ہے کہ وہ خدا سے بہت ہی قریب جا رہتا ہے تب جب ٹھیک ٹھیک ذوالجلال کی روشنی کے مقابل پر اس کا نفس جا پڑتا ہے اور کوئی حجاب درمیان نہیں ہوتا کہ اُس روشنی کو روک دے تو بلا توقف الوہیت کی روشنی جس کو دوسرے لفظوں میں خدا کی روح کہہ سکتے ہیں اس انسان کے اندر داخل ہو جاتی ہے اور وہی ایک خاص حالت ہے جسکی نسبت کلام الٰہی میں کہا گیا کہ خدا نے آدم میں اپنی روح پھونکدی اس حالت پر بغیر کسی تکلف سے ورنہ ایسے امر سے جو شریعت کے احکام کے رنگ میں ہوتا ہے فرشتوں کو یہ حکم ہوتا ہے کہ اسکے آگے سجدہ میں گریں یعنی کامل طور پر اسکی اطاعت کریں گویا وہ اسکو سجدہ کر رہے ہیں یہ حکم فرشتوں کی فطرت کے ساتھ لگا ہوا ہوتا ہے کوئی مستجدث امر نہیں ہوتا۔ پس ایسے شخص کے مقابل پر جسکا وجود خدا کی صورت پر آجاتا ہے خود فرشتے طبعاً محسوس کر لیتے ہیں کہ اب اسکی خدمت کے لئے ہمیں گرنا چاہیئے اور ایسے قصے درحقیقت قصے نہیں ہیں۔ بلکہ قرآن کریم میں عادات الٰہی اسی طرح واقع ہے کہ اُن قصوں کے نیچے کوئی علمی حقیقت ہوتی ہے پس اس جگہ یہی علمی حقیقت ہے کہ خدا تعالےٰ نے اس قصے کے پیرایہ میں ظاہر کرنا چاہا ہے کہ کامل انسان کی نشانی کیا ہے پس فرمایا کہ انسان کامل کی پہلی نشانی یہ ہے کہ انسانی خلقت کے کسی حصہ میں وہ کم نصیب نہو اور اس کے روحانی جسمانی اعضا نے بشری بناوٹ سے پورا حصہ لیا ہو اور کمال اعتدال پر اسکی فطرت واقع ہو (۲) اور دوسری یہ نشانی ہے کہ الٰہی روح نے اسکے اندر دخول کیا ہو (۳) اور تیسری یہ نشانی ہے کہ

صاف ثابت ہے کہ خدا نے آدم میں اُسکی پیدایش کے ساتھ ہی اپنی روح پھونک کر اسکی فطرت کو اپنے ساتھ ایک تعلق قائم کردیا۔ سو یہ اس لئے کیا گیا کہ تا انسان کو فطرتاً خدا سے تعلق پیدا ہو جاوے ایسا ہی دوسری طرف یہ بھی ضروری تھا کہ ان لوگوں سے بھی فطرتی تعلق ہو جو بنی نوع کہلائینگے کیونکہ جب کہ اُن کا وجود آدم کی ہڈی میں سے ہڈی اور گوشت میں سے گوشت ہوگا تو وہ ضرور اس روح میں سے بھی حصہ لینگے جو آدم میں پھونکی گئی۔ پس اسلئے آدم طبعی طور پر اُن کا شفیع ٹھیریگا۔ کیونکہ بباعث نفخ روح جو راستبازی آدم کی فطرت کو دی گئی ہے ضرور ہے کہ اسکی راستبازی کا کچھ حصہ اُس شخص کو بھی ملے جو اسمیں سے نکلا ہے جیسا کہ ظاہر ہے کہ ہر ایک جاندار کا بچہ اسکی صفات اور افعال میں سے حصہ لیتا ہے اور در اصل شفاعت کی حقیقت بھی یہی ہے کہ فطرتی وارث اپنے مورث سے حصہ لے کیونکہ ابھی ہم بیان کر چکے ہیں کہ شفاعت کا لفظ شفع کے لفظ سے نکلا ہے جو زوج کو کہتے ہیں پس جو شخص فطرتی طور پر ایک دوسرے شخص کا زوج ٹھیر جائیگا ضرور اسکی صفات میں سے حصہ لیگا۔

اسی اصول پر تمام سلسلہ خلقی توارث کا جاری ہے یعنے انسان کا بچہ انسانی قوے میں سے حصہ لیتا ہے اور گھوڑے کا بچہ گھوڑے کے قوے میں سے حصہ لیتا ہے اور اسی وراثت کا نام دوسرے لفظوں میں شفاعت سے فیضیاب ہونا ہے کیونکہ جبکہ شفاعت کی اصل شفع یعنے زوج ہے پس تمام مدار شفاعت سے فیض اُٹھانے کا اس بات پر ہے کہ جس شخص کی شفاعت سے آدمی مستفیض ہونا چاہتا ہے اس سے فطرتی تعلق اسکو حاصل ہوتا ہے جو کچھ اسکی فطرت کو دیا گیا ہے۔ اسکی فطرت کو بھی وہی ملے یہ تعلق جیسا کہ وہبی طور پر انسانی فطرت میں موجود ہے کہ ایک انسان دوسرے انسان

حاشیہ

فرشتے اسکو سجدہ کریں یعنے تمام فرشتے جو زمین اور آسمان کے کام میں لگے ہوئے ہیں اُس کے خادم ہوں اور اسکی منشا کے مطابق کام کریں۔ اصل بات یہ ہے کہ جب خدا تعالےٰ کسی بندہ کے ساتھ ہوتا ہے تو اس کا تمام لشکر ملائکہ کا بھی اُس شخص کے ساتھ ہو جاتا ہے اور اسکی طرف جھک جاتا ہے تب ہر ایک میدان میں اور ہر ایک مشکل کے وقت میں فرشتے اسکی مدد کرتے ہیں اور اُس کی اطاعت کیلئے ہر دم کمربستہ رہتے ہیں گویا وہ ہر وقت اسکے سامنے سجدہ میں ہیں کیونکہ وہ خدا کا خلیفہ ہے لیکن ان باتوں کو زمینی خیال کے لوگ سمجھ نہیں سکتے کیونکہ آسمانی روح سے انکو حصہ نہیں دیا گیا۔ منہ

کی جڑ ہے ایسا ہی کسی طور پر بھی یہ تعلق زیادت پذیر ہے یعنے جب ایک انسان یہ چاہتا ہے کہ جو فطرتی محبت اور فطرتی ہمدردی بنی نوع کی اس میں موجود ہے اسمیں زیادت ہو تو بقدر دائرہ فطرت اور مناسبت کے زیادت بھی ہو جاتی ہے اسی بنا پر قوت عشقی کا تموج بھی ہے کہ ایک شخص ایک شخص سے اسقدر محبت بڑھاتا ہے کہ بغیر اسکے دیکھنے کے آرام نہیں کر سکتا۔ آخر اسکی شدت محبت اس دوسرے شخص کے دل پر بھی اثر کرتی ہے اور جو شخص انتہا درجہ پر کسی سے محبت کرتا ہے وہی شخص کامل طور پر اور سچے طور پر اُسکی بھلائی بھی چاہتا ہے چنانچہ یہ امر سچوں کی نسبت انکی طرف سے مشہود اور محسوس ہے ✦

پس اصل جڑ شفاعت کی یہی محبت ہے جبکہ اسکے ساتھ فطرتی تعلق بھی ہو کیونکہ بجز فطرتی تعلق کے محبت کا کمال جو شرط شفاعت ہے غیر ممکن ہے اس تعلق کو انسانی فطرت میں داخل کرنے کیلئے حوّا کو علیحدہ پیدا نہ کیا بلکہ آدم کی پسلی سے ہی اسکو نکالا جیسا کہ قرآن شریف میں فرمایا ہے وَخَلَقَ مِنْهَا زَوْجَهَا یعنے آدم کے وجود میں سے ہی ہمنے اس کا جوڑا پیدا کیا جو حوّا ہے تا آدم کا یہ تعلق حوا اور اسکی اولاد سے طبعی ہو نہ بناوٹی اور یہ اسلئے کیا کہ تا آدم اولاد کے تعلق اور ہمدردی کو بقا ہو کیونکہ طبعی تعلق غیر منفک ہوتے ہیں مگر غیر طبعی تعلق کیلئے بقا نہیں ہے کیونکہ انمیں وہ باہمی کشش نہیں ہے جو طبعی میں ہوتی ہے۔ غرض خدا نے اسطرح پر دونوں قسم کے تعلق جو آدم کیلئے خدا سے اور بنی نوع سے ہونے چاہئے تھے طبعی طور پر پیدا کئے پس اس تقریر سے صاف ظاہر ہے کہ کامل انسان جو شفیع ہونیکے لائق ہو وہی شخص ہو سکتا ہے جس نے ان دونوں تعلقوں سے کامل حصہ لیا ہو اور کوئی شخص بغیر ان ہر دو قسم کے کمال کے انسان کامل نہیں کہلا سکتا اسی لئے آدم کے بعد بھی سنت اللہ اسی طرح پر جاری ہوئی کہ کامل انسان کیلئے جو شفیع ہو سکتا ہے یہ دونوں تعلق ضروری ٹھیرائے گئے یعنے ایک تعلق کہ انمیں آسمانی روح پھونکی گئی اور خدا نے ایسا اُنسے اتصال کیا کہ گویا انمیں اتر آیا اور دوسرے یہ کہ بنی نوع کی زوجیت کا وہ جوڑ جو حوّا اور آدم میں باہمی ہمدردی اور محبت کے ساتھ مستحکم کیا گیا تھا اُن میں سب سے زیادہ چمکایا گیا اسی تحریک سے انکو بیویوں کی طرف بھی رغبت ہوئی اور یہی ایک اول علامت اس بات کی ہے کہ اُن میں بنی نوع کی ہمدردی کا مادہ ہے اور اسی کی طرف یہ حدیث اشارہ کرتی ہے جسکے الفاظ یہ ہیں کہ خَیْرُکُمْ خَیْرُکُمْ بِاَهْلِهٖ یعنے تم میں سب سے زیادہ بنی نوع کیساتھ بھلائی کرنے والا وہی ہو سکتا ہے کہ پہلے اپنی بیوی کے ساتھ بھلائی کرے مگر جو شخص اپنی بیوی کیساتھ ظلم اور شرارت کا برتاؤ رکھتا ہے ممکن نہیں کہ وہ دوسروں کے ساتھ بھی بھلائی کر سکے کیونکہ خدا نے آدم کو پیدا کر کے سب سے پہلے آدم کی

محبت کا مصداق اسکی بیوی کو بھی بنایا ہے پس جو شخص اپنی بیوی سے محبت نہیں کرتا یا اسکی خود بیوی ہی نہیں وہ کامل انسان ہونیکے مرتبہ سے گرا ہوا ہے اور شفاعت کی دو شرطوں میں سے ایک شرط اسمیں مفقود ہے اس لئے اگر عصمت اسمیں پائی بھی جائے تب بھی وہ شفاعت کرنیکے لائق نہیں لیکن جو شخص کوئی بیوی نکاح میں لاتا ہے وہ اپنے لئے بنی نوع کی ہمدردی کی بنیاد ڈالتا ہے کیونکہ ایک بیوی بہت سے رشتوں کا موجب ہو جاتی ہے اور بچے پیدا ہوتے ہیں انکی بیویاں آتی ہیں اور بچوں کی نانیاں اور بچوں کے ماموں وغیرہ ہوتے ہیں اور اسطرح پر ایسا شخص خواہ نخواہ محبت اور ہمدردی کا عادی ہو جاتا ہے اور اسکی اس عادت کا دائرہ وسیع ہو کر سب کو اپنی ہمدردی سے حصہ دیتا ہے لیکن جو لوگ جوگیوں کی طرح نشو و نما پاتے ہیں انکو اس عادت کے وسیع کرنیکا کوئی موقع نہیں ملتا اس لئے انکے دل سخت اور خشک رہ جاتے ہیں +

عصمت اور شفاعت میں تعلق

یہ امر ظاہر ہے کہ عصمت کو شفاعت سے کوئی تعلق نہیں کیونکہ عصمت کا مفہوم صرف اس حد تک ہے کہ انسان گنہ سے بچے اور گنہ کی تعریف یہ ہے کہ انسان خدا کے حکم کو عمداً توڑ کر لائق سزا ٹھیرے پس صاف ظاہر ہے کہ عصمت اور شفاعت میں کوئی تلازم ذاتی نہیں کیونکہ تعریف مذکورہ بالا کے رو سے نابالغ بچے اور پیدائشی مجنوں بھی معصوم ہیں وجہ یہ کہ وہ اس لائق نہیں ہیں کہ کوئی گناہ عمداً کریں پس بلاشبہ وہ حق رکھتے ہیں کہ انکو معصوم کہا جائے مگر کیا وہ یہ بھی حق رکھتے ہیں کہ وہ انسانوں کے شفیع ہوں اور منجی کہلائیں پس اس سے صاف ظاہر ہے کہ منجی ہونے اور معصوم ہونے میں کوئی تعلق نہیں اور ہرگز عقل سمجھ نہیں سکتی کہ عصمت سے شفاعت کو کوئی حقیقی تعلق ہے ہاں عقل اس بات کو خوب سمجھتی ہے کہ شفیع کیلئے یہ ضروری ہے کہ مذکورہ بالا دو قسم کے تعلق اسمیں پائے جائیں اور عقل بلا تردد یہ حکم کرتی ہے کہ اگر کسی

حاشیہ ۱: جبکہ عقل اور انصاف کے رو سے گناہ کی تعریف یہ ہے کہ گناہ ایک فعل کو اُس وقت کہا جائیگا جبکہ ایک انسان اُس فعل کے ذریعہ سے خدا کے حکم کو توڑ کر سزا کے لائق ٹھیرے تو اُس صورت میں ضروری ہوا کہ گناہ کے صادر ہونے سے پہلے خدا کا حکم موجود ہو اور نیز اُس گناہ کے مرتکب کو وہ حکم پہنچ بھی گیا ہو اور نیز اس فعل کے مرتکب کی نسبت عقل تجویز کر سکتی ہو کہ اُس فعل کے ارتکاب سے درحقیقت وہ سزا کے لائق ٹھیر گیا ہے +

انسان میں یہ دو صفتیں موجود ہوں کہ ایک خدا سے تعلق شدید ہو اور دوسری طرف مخلوق سے بھی محبت اور ہمدردی کا تعلق ہو تو بلاشبہ ایسا شخص ان لوگوں کیلئے جنہوں نے عمداً اُسی سے تعلق نہیں توڑا دلی جوش سے شفاعت کریگا۔ اور وہ شفاعت اسکی منظور کیجائیگی کیونکہ جس شخص کی فطرت کو یہ دو تعلق دئے گئے ہیں ان کا لازمی نتیجہ یہی ہے کہ وہ خدا کی محبت تامہ کی وجہ سے اس فیض کو کھینچے اور پھر مخلوق کی محبت تامہ کی وجہ سے وہ فیض اُن تک پہنچائے اور یہی وہ کیفیت ہے جسکو دوسرے لفظوں میں شفاعت کہتے ہیں شخص شفیع کیلئے جیسا کہ ابھی مینے بیان کیا ہے ضروری ہے کہ خدا سے اسکو ایک ایسا گہرا تعلق ہو کہ گویا خدا اُس کے دل میں اُترا ہوا ہو اور اسکی تمام انسانیت مر کر بال بال میں لاہوتی تجلے پیدا ہوگئی ہو اور اُس کی روح پانی کی طرح گداز ہو کر خدا کی طرف بہ نکلی ہو اور اس طرح پر خدائی قرب کے انتہائی نقطہ پر جا پہنچی ہو اور اسی طرح شفیع کے لئے یہ بھی ضروری ہے کہ جسکے لئے وہ شفاعت کرنا چاہتا ہے اسکی ہمدردی میں اسکا دل ہاتھ سے نکلا جاتا ہو ایسا کہ عنقریب اس پر غشی طاری ہوگی اور گویا شدت قلق سے اُس کے اعضا اس سے علیحدہ ہوتے جاتے ہیں اور اُسکے حواس منتشر ہیں اور اسکی ہمدردی نے اسکو اس مقام تک پہنچایا ہو کہ جو باپ سے بڑھکر اور ماں سے بڑھکر اور ہر ایک غمخوار سے بڑھکر ہے پس جب یہ دونوں حالتیں اسمیں پیدا ہو جائینگی تو وہ ایسا ہو جائیگا کہ گویا وہ ایک طرف سے لاہوت کے مقام سے جفت ہے،

(مثالیں بطور استثنار) زید ایک ایسے دور دراز ملک میں ہے کہ خدا کی شریعت اس کو نہیں پہنچی پس اگر شریعت کے احکام میں سے کسی ایک حکم یا چند حکم کو زید نے توڑ دیا ہے تو اس خلاف ورزی احکام الٰہی سے وہ مجرم نہیں ہے کیونکہ شریعت پر اسکو اطلاع نہیں لیکن اگر زید عقل اور فہم رکھنے کی حالت میں بت پرستی کرنے لگے اور خدا کی توحید سے برگشتہ ہو جائے تو وہ باوجود اسکے کہ شریعت اسکو نہیں پہنچی تب بھی مجرم ہے کیونکہ جس توحید کو قرآن لایا ہے وہ عیسائیوں کی تثلیث کی طرح ایسا امر نہیں ہے جو انسانی فطرت میں منقوش نہ ہو بلکہ وہ روز ازل سے بشری فطرت میں منقوش ہے لہذا اسکی خلاف ورزی کے لئے شریعت کا پہنچنا ضروری نہیں صرف عقل انسانی کا پایا جانا ضروری ہے اور اگر شریعت موجود ہے اور ایک شخص کو پہنچ گئی ہے لیکن وہ نابالغ ہے یا مجنون ہے اور اس حالت میں وہ کسی ایسے فعل کا مرتکب ہوا ہے جو شریعت کی رو سے گناہ کہلاتا ہے تو وہ سزا کے لائق نہیں کیونکہ انسانی عقل اسکو دی نہیں گئی اسلئے وہ باوجود شریعت کے پھر بھی معصوم ہے ✦

اور دوسری طرف ناسوت کے مقام سے جفت - تب دونوں پلے میزان کے اسمیں مساوی ہونگے - یعنے وہ مظہر لاہوت کامل بھی ہوگا - اور مظہر ناسوت کامل بھی - اور بطور برزخ دونوں حالتوں میں واقع ہوگا - اس طرح پر . . . .

لاہوت
مقام شفیع
ناسوت

قرآن شریف سے ثبوت کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم انسان کامل تھے

اسی مقام شفاعت کیطرف قرآن شریف میں اشارہ فرماکر آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے انسان کامل ہونیکی شان میں فرمایا ہے دَنٰی فَتَدَلّٰی فَکَانَ قَابَ قَوْسَیْنِ اَوْ اَدْنٰی یعنے یہ رسول خدا کیطرف چڑھا اور جہانتک امکان میں ہے خدا سے نزدیک ہوا اور قرب کے تمام کمالات کو طے کیا اور لاہوتی مقام سے پورا حصہ لیا اور پھر ناسوت کی طرف کامل رجوع کیا یعنے عبودیت کے انتہائی نقطہ تک اپنے تئیں پہنچایا اور بشریت کے پاک لوازم یعنے بنی نوع کی ہمدردی اور محبت سے جو ناسوتی کمال کہلاتا ہے پورا حصہ لیا لہذا ایک طرف خدا کی محبت میں کمال تام تک پہنچا پس چونکہ وہ کامل طور پر خدا سے قریب ہوا اور پھر کامل طور پر بنی نوع سے قریب ہوا اس لئے دونوں طرف کے مساوی قرب کی وجہ سے ایسا ہوگیا جیسا کہ دو قوسوں میں ایک خط ہوتا ہے لہذا وہ شرط جو شفاعت کیلئے ضروری ہے اسمیں پائی گئی اور خدا نے اپنے کلام میں اسکے لئے گواہی دی کہ وہ اپنے بنی نوع میں اور اپنے خدا میں ایسے طور سے درمیان ہے جیسا کہ وتر دو قوسوں کے درمیان ہوتا ہے ۔

اور پھر ایک اور مقام میں آپکے الٰہی قرب کی نسبت یوں فرمایا قُلْ اِنَّ صَلٰوتِیْ وَنُسُکِیْ وَمَحْیَایَ وَمَمَاتِیْ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ یعنے لوگونکو اطلاع دیدے کہ میری یہ حالت ہے کہ میں اپنے وجود سے بالکل کھویا گیا ہوں میری تمام عبادتیں خدا کے لئے ہوگئی ہیں - یہ اسبات کی طرف اشارہ ہے کہ ہر ایک انسان جبتک وہ کامل نہیں خدا کے لئے خالص طور پر عبادت نہیں کرسکتا - بلکہ کچھ عبادت اسکی خدا کے لئے ہوتی ہے اور کچھ اپنے نفس کے لئے - کیونکہ وہ اپنے نفس کی عظمت اور بزرگی چاہتا ہے جیسا کہ خدا کی عظمت اور بزرگی کرنی چاہیئے اور یہی عبادت کی حقیقت ہے اور ایسا ہی ایک حصہ اسکی عبادت کا مخلوق کے لئے ہوتا ہے کیونکہ جس عظمت اور بزرگی اور قدرت اور تصرف کو خدا سے مخصوص کرنا چاہیئے اس عظمت اور قدرت

کا حصہ مخلوق کو بھی دیتا ہے۔ اسلئے جیسا کہ وہ خدا کی پرستش کرتا ہے نفس اور مخلوق کی بھی پرستش کرتا ہے بلکہ عام طور پر جمیع اسباب سفیلہ کو اپنی پرستش سے حصہ دیتا ہے کیونکہ خدا کے ارادہ اور تقدیر کے مقابل ان اسباب کو بھی کارخانہ محو واثبات میں دخیل سمجھتا ہے پس ایسا انسان خدا تعالےٰ کا سچا پرستار نہیں ٹھیر سکتا جو کبھی خدا کی عظمت کا اپنے نفس کو شریک ٹھیراتا ہے اور کبھی مخلوق اور کبھی اسباب کو بلکہ سچا پرستار وہ ہے جو خدا کی تمام عظمتیں اور تمام بزرگیاں اور تمام تصرف خدا ہی کو دیتا ہے نہ کسی اور کو۔ اور جب اس مرتبہ توحید پر انسان کی پرستش پہنچ جائے تب حقیقی طور پر وہ خدا کا پرستار کہلاتا ہے اور ایسا انسان جیسا کہ زبان سے کہتا ہے کہ خداوند وحدہٗ لاشریک ہے ایسا ہی وہ اپنے فعل سے یعنے اپنی عبادت سے بھی خدا کی توحید پر گواہی دیتا ہے پس اسی مرتبہ کاملہ کیطرف اشارہ کیے آیت مذکورہ بالا میں آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو فرمایا گیا کہ تو لوگوں کو کہدے کہ میری تمام عبادتیں خدا کے لئے ہیں یعنے نفس کو اور مخلوق کو اور اسباب کو میری عبادتیں سے کوئی حصہ نہیں۔

اور پھر بعد اس کے فرمایا کہ میری قربانی بھی خاص خدا کے لئے ہے اور میرا جینا بھی خدا کے لئے ہے اور میرا مرنا بھی خدا کے لئے۔ یاد رہے کہ نسیکہ لغت عرب میں قربانی کو کہتے ہیں اور لفظ نسک جو آیت میں موجود ہے اس کی جمع ہے اور نیز دوسرے معنے اسکے عبادت کے بھی ہیں پس اس جگہ ایسا لفظ استعمال کیا گیا جس کے معنے عبادت اور قربانی دونو پر اطلاق پاتے ہیں یہ اسبات کی طرف اشارہ ہے کہ کامل عبادت جس میں نفس اور مخلوق اور اسباب کو شریک نہیں ہیں درحقیقت ایک قربانی ہے اور کامل قربانی درحقیقت کامل عبادت ہے اور پھر بعد اسکے جو فرمایا کہ میرا جینا بھی خدا کیلئے ہے اور میرا مرنا بھی خدا کیلئے۔ یہ آخری فقرہ قربانی کے لفظ کی تشریح ہے تا کوئی اس وہم میں پڑے کہ قربانی سے مراد بکرے کی قربانی یا گائے کی قربانی یا اونٹ کی قربانی ہے اور تا اس لفظ سے کہ میرا جینا اور میرا مرنا خاص خدا کے لئے ہے۔ صاف طور پر سمجھا جائے کہ اس قربانی سے مراد روح کی قربانی ہے اور قربانی کا لفظ قرب سے لیا گیا ہے اور یہ اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ خدا کا قرب تب حاصل ہوتا ہے کہ جب تمام نفسانی قوے اور نفسانی جنبشوں پر موت آجائے غرض یہ آیت آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے قرب تام پر ایک بڑی دلیل ہے اور یہ آیت بتلا رہی ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم اسقدر خدا میں گم اور محو ہوگئے تھے کہ آپ کی زندگی کے تمام انفاس اور آپ کی موت محض خدا کیلئے ہوگئی تھی اور آپ کے وجود میں نفس اور مخلوق اور اسباب کا کچھ حصہ باقی نہیں رہا تھا۔ اور آپ کی روح خدا کے آستانہ پر ایسے اخلاص سے گری تھی کہ اسمیں غیر کی ایک ذرہ آمیزش نہیں رہی تھی پس اسطرح آپ نے اس

شرط کے ایک حصہ کو پورا کیا جو شفیع کیلئے ایک لازمی شرط ہے اور آخری فقرہ آیت مذکورہ بالا کا یہ ہے کہ میرا جینا اور مرنا اس خدا کے لئے ہے جو تمام جہان کی پرورش میں لگا ہوا ہے اسمیں یہ اشارہ ہے کہ میری قربانی بھی تمام جہان کی بھلائی کیلئے ہے ایسا ہی دوسرا حصہ شفاعت کا ہمدردی مخلوق ہے اور ہم پہلے لکھ چکے ہیں کہ آیت دَنٰی فَتَدَلّٰی کا دوسرا لفظ یعنے تَدَلّٰی اسی ہمدردی پر دلالت کرتا ہے یاد رہے کہ تدلّی کا مجرد دلو ہے اور دلو کہتے ہیں ڈول کو کوئیں کے اندر ڈبونا تا پانی اسکے اندر بھر جائے اور دوسرے معنے دلو کے یہ ہیں کہ کسیکو اپنا شفیع پکڑنا۔ پس تدلّی کے یہ معنی ہیں۔ کہ شفاعت کیلئے دور افتادہ لوگوں کی طرف بکمال ہمدردی و غمخواری توجہ کرنا اور اُن سے بہت نزدیک ہو کر اُن کا مکدر پانی اٹھانا اور پاک پانی اُن کو عطا کرنا +

اور چونکہ خدا سے محبت کرنا اور اسکی محبت میں اعلے مقام قرب تک پہنچنا ایک ایسا امر ہے جو کسی غیر کو اس پر اطلاع نہیں ہو سکتی اس لئے خدا تعالے نے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے ایسے افعال ظاہر کئے جنسے ثابت ہوتا ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے درحقیقت تمام چیزوں پر خدا کو اختیار کر لیا تھا اور آپ کے ذرہ ذرہ اور رگ اور ریشہ میں خدا کی محبت اور خدا کی عظمت ایسی رچی ہوئی تھی کہ گویا آپ کا وجود خدا کی تجلیات کے پورے مشاہدہ کے لئے ایک آئینہ کی طرح تھا۔ خدا کی محبت کاملہ کے آثار جسقدر عقل سوچ سکتی ہے وہ تمام آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم میں موجود تھے یہ ظاہر ہے کہ ایک شخص جو کسی دوسرے شخص سے محبت کرتا ہے وہ یا تو اسکے کسی احسان کیوجہ سے اُس سے محبت کرتا ہے اور یا اسکے حسن کیوجہ سے کیونکہ جب سے کہ انسان پیدا ہوا ہے اُسوقت سے آج تک تمام بنی آدم کا متفق علیہ یہ تجربہ ہے کہ احسان محبت کی تحریک کرتا ہے اور باوجود اسکے کہ بنی آدم اپنی طبائع میں بہت سا اختلاف رکھتے ہیں تاہم جمیع افراد انسانی کے اندر یہ خاصیت پائی جاتی ہے کہ وہ احسان سے ضرور بقدر اپنی استعداد کے متاثر ہو کر محسن کی محبت دل میں پیدا کر لیتے ہیں یہانتک کہ نہایت خسیس اور سنگدل اور کمینہ فرقہ انسانوں کا جو چور اور ڈاکو اور دیگر جرائم پیشہ لوگ ہیں جو بذریعہ مختلف قسم جرائم کے وجہ معاش پیدا کرتے ہیں وہ بھی احسان سے متاثر ہو جاتے ہیں مثلاً ایک چور جس کا نقب زنی کام ہے اگر اس کو رات کے وقت دو گھروں میں نقب لگانے کا موقع ملے اور ان دونوں میں سے ایک ایسا شخص ہو جو کبھی اس نے اسکے ساتھ نیکی کی تھی اور دوسرا محض اجنبی ہو تو اُس چور کی فطرت باوجود سخت ناپاک ہونے کے ہرگز اس بات کو پسند نہیں کریگی۔ کہ نقب کے وقت اجنبی کے گھر کو تو عمداً چھوڑ دے اور اس اپنے دوست کے

گھر میں نقب لگادے بلکہ انسان تو انسان حیوانات اور درندوں میں بھی یہ خاصیت پائی جاتی ہے کہ وہ احسان کرنیوالے پر حملہ نہیں کرتے چنانچہ اس بارہ میں کتے کی سیرت اور خصلت اکثر انسانوں کے تجربہ میں آچکی ہے کہ کسقدر وہ اپنے محسن کی اطاعت اختیار کرتا ہے پس اسمیں کچھ بھی شک نہیں کہ احسان موجب محبت ہے ایسا ہی حسن کا موجب محبت ہونا بھی ظاہر ہے کیونکہ حسن کے مشاہدے میں ایک لذت ہے اور انسان ایسی چیز کی طرف طبعاً میل کرتا ہے جس سے اسکو لذت پیدا ہوتی ہے اور حسن سے مراد صرف جسمانی نقوش نہیں ہیں کہ آنکھ ایسی ہو اور ناک ایسی ہو اور پیشانی ایسی ہو اور رنگ ایسا ہو بلکہ اُس کیلئے مراد ایک ذاتی خوبی اور ذاتی کمال اور ذاتی لطافت ہے جو کمال اعتدال اور بےنظیری سے ایسے مرتبہ پر واقع ہو جو اسمیں ایک کشش پیدا ہوجاوے پس تمام وہ خوبیاں جن کو انسانی فطرت تعریف میں داخل کرتی ہے حسن میں داخل ہوتی ہیں اور انسان کا دل ان کی طرف کھینچا جاتا ہے مثلاً ایک شخص ایک ایسا پہلوان بہادر سرآمد روزگار نکلا کہ کوئی شخص کشتی میں اُسکے ساتھ برابری نہیں کرسکتا اور نہ صرف اسیقدر بلکہ وہ شیروں کو بھی ہاتھ سے پکڑ لیتا ہے اور میدان جنگ میں اپنی شجاعت اور طاقت سے ہزار آدمی کو بھی شکست دیسکتا ہے اور ہزاروں دشمنوں کے محاصرہ میں آکر جان بچاکر نکلجاتا ہے تو ایسا شخص بالطبع دلونکو اپنی طرف کھینچیگا اور لوگ ضرور اُس سے محبت کرینگے اور گو لوگوں کو اسکی بےمثل پہلوانی اور شجاعت سے کچھ بھی فائدہ نہو بلکہ وہ کسی دور دراز ملک کا رہنے والا ہو جسکو دیکھا بھی نہ ہو یا اُس زمانہ سے وہ پہلے گذر چکا ہو مگر تاہم لوگ اسکے قصوں کو محبت سے سنینگے اور اُسکے ان کمالات کی وجہ سے اُس سے محبت کرینگے سو اس محبت کی کیا وجہ ہے؟!!

کیا اُس نے کسی پر احسان کیا ہے۔ ظاہر ہے کہ احسان تو اُس نے کسی پر نہیں کیا پس بجز حسن کے اُس کی کوئی اور وجہ نہیں پس کچھ شک نہیں کہ یہ تمام روحانی خوبیاں حسن ہیں اور اُس کا نام حسن الاخلاق اور حسن صفات ہی جو حسن اعضا کے مقابل پر واقع ہے اور احسان میں اور حسن اخلاق اور حسن صفات میں فرق ہے کہ کسی شخص کے نیک خلق یا نیک صفت کو اس وقت اور اُس شخص کی نسبت احسان کے نام سے موسوم کیا جائیگا جبکہ ایک شخص اس نیک خلق یا نیک صفت سے متمتع ہوجائے اور اُس سے کوئی فائدہ اٹھالے پس وہ شخص جو اس نیک خلق یا نیک صفت سے فائدہ اُٹھائیگا اسکی نسبت وہ نیک خلق یا نیک صفت احسان ہوگا جسکا ذکر بطور مدح اور شکر کے وہ کریگا لیکن دوسرے لوگوں کی نسبت وہ نیک خلق اُس کا حسن ہے

داخل ہوگا۔ مثلاً صفت فیاضی اور سخاوت اُس شخص کے حق میں احسان ہے جو فیضیاب ہے مگر دوسرے کی نظر میں حسن صفات سمجھا جائیگا +

غرض خدا کا قانون قدرت اور صحیفہ فطرت جس کا سلسلہ قدیم سے اور انسان کی بنیاد کے وقت سے چلا آتا ہے وہ ہمیں سکھاتا ہے کہ خدا کے ساتھ تعلق شدید پیدا ہونے کیلئے یہ ضروری ہے کہ اسکے احسان اور حسن سے تمتع اٹھایا ہو اور ابھی ہم لکھ چکے ہیں کہ احسان سے مراد خدا تعالےٰ کے اخلاقی نمونے ہیں جو کسی انسان نے اپنی ذات کی نسبت بچشم خود دیکھے ہوں مثلاً بیکسی اور عاجزی اور کمزوری اور یتیمی کیوقت میں خدا اُس کا متولی ہوا ہو اور حاجتوں اور ضرورتوں کے وقت میں خدا نے خود اُسکی حاجت برآری کی ہو اور سخت اور کمر شکن غموں کے وقت میں خدا نے خود اُسکی مدد کی ہو اور خدا کی طلبی کے وقت میں بغیر توسط کسی مرشد اور ہادی کے خود خدا نے اُسکی رہنمائی کی ہو اور حسن سے مراد بھی خدا تعالےٰ کی وہی صفات حسنہ ہیں جو احسانکے رنگ میں ملاحظہ ہوتی ہیں۔ مثلاً خدا کی قدرت کاملہ اور رفق اور وہ لطف اور وہ ربوبیت اور وہ رحم جو خدا میں پایا جاتا ہے اور وہ عام ربوبیت اسکی جو مشاہدہ ہو رہی ہے اور وہ عام نعمتیں اسکی جو انسانوں کے آرام کیلئے بکثرت موجود ہیں اور وہ علم اُس کا جسکو انسان نبیوں کے ذریعہ سے حاصل کرتا اور اُس کے ذریعہ سے موت اور تباہی سے بچتا ہے اور اسکی یہ صفت کہ وہ بیقراروں درماندوں کی دعائیں قبول کرتا ہے اور اُسکی یہ خوبی کہ جو لوگ اسکی طرف جھکتے ہیں وہ اُنسے زیادہ اُن کی طرف جھکتا ہے یہ تمام صفات خدا کی اُس کے حسن میں داخل ہیں اور پھر وہی صفات ہیں کہ جب ایک شخص خاص طور پر اُن سے فیضیاب بھی ہو جاتا ہے تو وہ اسکی نسبت احسان بھی کہلاتی ہیں گو دوسرے کی نسبت فقط حسن میں داخل ہیں اور جو شخص خدا تعالےٰ کی ان صفات کو جو درحقیقت اُس کا حسن اور جمال ہے احسان کے رنگ میں بھی دیکھ لیتا ہے تو اُس کا ایمان نہایت درجہ قوی ہو جاتا ہے اور وہ خدا کی طرف ایسا کھینچا جاتا ہے جیسا کہ ایک لوہا آہن ربا کی طرف کھینچا جاتا ہے اُس کی محبت خدا سے بہت بڑھ جاتی ہے اور اُس کا بھروسا خدا پر بہت قوی ہو جاتا ہے اور چونکہ وہ اسباب کو آزما لیتا ہے کہ اُس کی تمام بھلائی خدا میں ہے اسلئے اُس کی امیدیں خدا پر نہایت مضبوط ہو جاتی ہیں اور وہ طبعاً نہ کسی تکلف اور بناوٹ سے خدا کی طرف جھکا رہتا ہے اور اپنے تئیں ہر دم خدا سے مدد پانے کا محتاج دیکھتا ہے اور اس کی ان صفات کاملہ کے تصور سے یقین رکھتا ہے کہ وہ ضرور کامیاب ہوگا کیونکہ خدا کے فیض اور کرم اور جود کے

بہت سے نمونے اُس کا چشمدید مشاہدہ ہوتا ہے اسلئے اُس کی دعائیں قوت اور یقین کے چشمہ سے نکلتی ہیں اور اسکا عقد بہت نہایت مضبوط اور مستحکم ہوتا ہے اور آخر کار بمشاہدہ آلاء اور نعماء الٰہی کے نور یقین بہت زور کے ساتھ اس کے اندر داخل ہوجاتا ہے اور اسکی ہستی بکلی جل جاتی ہے اور بباعث کثرت تصور عظمت اور قدرت الٰہی کے اس کا دل خدا کا گھر ہوجاتا ہے اور جسطرح انسان کی روح اسکے زندہ ہونے کی حالت میں کبھی اسکے جسم سے جدا نہیں ہوتی اسی طرح خدائے قادر ذوالجلال کی طرف سے جو یقینی نور اُس کے اندر داخل ہوا ہے وہ کبھی اُس سے علیحدہ نہیں ہوتا اور ہر وقت پاک روح اسکے اندر جوش مارتی رہتی ہے اور اسی پاک روح کی تعلیم سے وہ بولتا اور حقائق اور معارف اس کے اندر سے نکلتے ہیں اور خدائے ذوالعزت والجبروت کا خیمہ ہر وقت اُسکے دل میں لگا رہتا ہے اور یقین اور صدق اور محبت کی لذت ہر وقت پانی کی طرح اسکے اندر بہتی رہتی ہے جس کی آبپاشی سے ہر ایک عضو اس کا سیراب نظر آتا ہے آنکھوں میں ایک جدا سیرابی مشہود ہوتی ہے پیشانی پر الگ ایک نور اس سیرابی کا لہراتا دکھائی دیتا ہے اور چہرہ پر محبت الٰہی کی ایک بارش برستی ہوئی محسوس ہوتی ہے اور زبان بھی اس نور کی سیرابی سے پورا حصہ لیتی ہے اسی طرح تمام اعضا پر ایک ایسی شگفتگی نظر آتی ہے جیسا کہ ابر بہار کے برسنے کے بعد موسم بہار میں ایک دلکش تازگی درختوں کی ٹہنیوں اور پتوں اور پھولوں اور پھلوں میں محسوس ہوتی ہے لیکن جس شخص میں یہ روح نہیں اتری اور یہ سیرابی اسکو حاصل نہیں اُس کا تمام جسم مردار کی طرح ہوتا ہے اور یہ سیرابی اور تازگی اور شگفتگی جس کی قلم تشریح نہیں کرسکتی یہ اس مردار دل کو مل ہی نہیں سکتی جسکو نور یقین کے چشمہ نے شاداب نہیں کیا بلکہ ایک طرح کی سڑی ہوئی بدبو اُس سے آتی ہے مگر وہ شخص جسکو نور دیا گیا ہے اور جسکے اندر یہ چشمہ پھوٹ نکلا ہے اس کی علامات سے یہ ایک علامت ہے کہ اُس کا جی ہر وقت یہی چاہتا ہے کہ ہر ایک بات میں اور ہر ایک قول میں اور ہر ایک فعل میں خدا سے قوت پاوے اسی میں اسکی لذت ہوتی ہے اور اسی میں اس کی راحت ہوتی ہے وہ اُس کے بغیر جی ہی نہیں سکتا۔ اور قوت پانے کے لئے جو الفاظ خدا کے کلام میں مقرر کئے گئے ہیں وہی ہیں جو استغفار کے نام سے مشہور ہیں ÷

استغفار

استغفار کے حقیقی اور اصلی معنے یہ ہیں کہ خدا سے درخواست کرنا کہ بشریت کی کوئی

کمزوری ظاہر نہو اور خدا فطرت کو اپنی طاقت کا سہارا دے اور اپنی حمایت اور نصرت کے حلقہ کے اندر لے لے یہ لفظ غفر سے لیا گیا ہے جو ڈھانکنے کو کہتے ہیں سو اسکے یہ معنے ہیں کہ خدا اپنی قوت کے ساتھ شخص مستغفر کی فطرتی کمزوری کو ڈھانک لے لیکن بعد اسکے عام لوگوں کیلئے اس لفظ کے معنے اور بھی وسیع کئے گئے اور یہ بھی مراد کہ خدا گناہ کو جو صادر ہو چکا ہے ڈھانک لے۔ لیکن اصل اور حقیقی معنے یہی ہیں کہ خدا اپنی خدائی کی طاقت کیساتھ مستغفر کو جو استغفار کرتا ہے فطرتی کمزوری سے بچاوے اور اپنی طاقت سے طاقت بخشے اور اپنے علم سے علم عطا کرے اور اپنی روشنی سے روشنی دے کیونکہ خدا انسان کو پیدا کر کے اُس سے الگ نہیں ہوا بلکہ وہ جیسا کہ انسان کا خالق ہے اور اُسکے تمام قویٰ اندرونی اور بیرونی کا پیدا کرنیوالا ہے ویسا ہی وہ انسان کا قیوم بھی ہے یعنے جو کچھ بنایا ہی اُس کو خاص اپنے سہارے سے محفوظ رکھنے والا ہے پس جبکہ خدا کا نام قیوم بھی ہے یعنے اپنے سہارے سے مخلوق کو قائم رکھنے والا۔ اسلئے انسان کے لئے لازم ہے کہ جیسا کہ وہ خدا کی خالقیت سے پیدا ہوا ہے ایسا ہی وہ اپنی پیدائش کے نقش کو خدا کی قیومیت کے ذریعہ سے بگڑنے سے بچاوے کیونکہ خدا کی خالقیت نے انسان پر یہ احسان کیا کہ اسکو خدا کی صورت پر بنایا۔ پس اسی طرح خدا کی قیومیت نے تقاضا کیا کہ وہ اس پاک نقش انسانی کو جو خدا کے دونوں ہاتھوں سے بنایا گیا ہے پلید اور خراب ہونے دے لہذا انسان کو تعلیم دی گئی کہ وہ استغفار کے ذریعہ سے قوت طلب کرے پس اگر دنیا میں گناہ کا وجود بھی نہ ہوتا تب بھی استغفار ہوتا کیونکہ در اصل استغفار اس لئے ہے کہ جو خدا کی خالقیت نے بشریت کی عمارت بنائی ہے وہ عمارت مسمار نہ ہو اور قائم رہے اور بغیر خدا کے سہارے کے کسی چیز کا قائم رہنا ممکن نہیں۔

پس انسان کیلئے یہ ایک طبعی ضرورت تھی جس کے لئے استغفار کی ہدایت ہے اسی کی طرف قرآن شریف میں یہ اشارہ فرمایا گیا ہے اَللّٰهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ الْحَیُّ الْقَیُّوْمُ یعنے خدا ہی ہے جو قابل پرستش ہے کیونکہ وہی زندہ کرنیوالا ہے اور اسی کے سہارے سے انسان زندہ رہ سکتا ہے یعنے انسان کا ظہور ایک خالق کو چاہتا تھا اور ایک قیوم کو۔ تا خالق اسکو پیدا کرے اور قیوم اسکو بگڑنے سے محفوظ رکھے سو وہ خالق بھی ہے اور قیوم بھی اور جب انسان پیدا ہو گیا تو خالقیت کا کام تو پورا ہو گیا مگر قیومیت کا کام ہمیشہ کیلئے ہے اسی لئے دائمی استغفار کی ضرورت پیش آئی غرض خدا کی ہر ایک صفت

کے لئے ایک فیض ہے اور استغفار صفت قیومیت کا فیض حاصل کرنیکے لئے ہے اسی کی طرف اشارہ سورہ فاتحہ کی اس آیت میں ہے اِیَّاکَ نَعْبُدُ وَ اِیَّاکَ نَسْتَعِیْنُ یعنے ہم تیری ہی عبادت کرتے ہیں اور تجھ سے ہی اس بات کی مدد چاہتے ہیں کہ تیری قیومیت اور ربوبیت ہمیں مدد دے اور ہمیں ٹھوکر سے بچاوے تا ایسا نہ ہو کہ کمزوری ظہور میں آوے اور ہم عبادت نہ کرسکیں ۔

اس تمام تفصیل سے ظاہر ہے کہ استغفار کی درخواست کے اصل معنی یہی ہیں کہ وہ اس لئے نہیں ہوتی کہ کوئی حق فوت ہوگیا ہے بلکہ اس خواہش سے ہوتی ہے کہ کوئی حق فوت نہو اور انسانی فطرت اپنے تئیں کمزور دیکھ کر طبعاً خدا سے طاقت طلب کرتی ہے جیسا کہ بچہ ماں سے دودھ طلب کرتا ہے پس جیسا کہ خدا نے ابتدا سے انسان کو زبان آنکھ دل کان وغیرہ عطا کئے ہیں ایسا ہی استغفار کی خواہش بھی ابتدا سے ہی عطا کی ہے اور اُسکو محسوس کرایا ہے کہ وہ اپنے وجود کے ساتھ خدا سے مدد پانے کا محتاج ہے اسکی طرف اس آیت میں اشارہ ہے وَاسْتَغْفِرْ لِذَنْبِکَ وَلِلْمُؤْمِنِیْنَ وَالْمُؤْمِنٰتِ یعنے خدا سے درخواست کر کہ تیری فطرت کو بشریت کی کمزوری سے محفوظ رکھے اور اپنی طرف سے فطرت کو ایسی قوت دے کہ وہ کمزوری ظاہر ہونے نہ پاوے اور ایسا ہی ان مردوں اور ان عورتوں کے لئے جو تیرے پر ایمان لاتے ہیں بطور شفاعت کے دعا کرتا رہ کہ تا جو فطرتی کمزوری سے اُنسے خطائیں ہوتی ہیں اُن کی سزا سے وہ محفوظ رہیں اور آئندہ زندگی ان کی گناہوں سے بھی محفوظ ہو جاوے یہ آیت معصومیت اور شفاعت کے اعلے درجہ کی فلاسفی پر مشتمل ہے اور یہ اس بات کی طرف اشارہ کرتی ہے کہ انسان اعلے درجہ کے مقام عصمت پر اور مرتبہ شفاعت پر تب ہی پہنچ سکتا ہے کہ جب اپنی کمزوری کے روکنے کے لئے اور نیز دوسروں کو گناہ کی زہر سے نجات دینے کے لئے ہر دم اور ہر آن دعا مانگتا رہتا ہے اور تضرعات سے خدا تعالےٰ کی طاقت اپنی طرف کھینچتا ہے اور پھر چاہتا ہے کہ اس طاقت سے دوسروں کو بھی حصہ ملے جو بوسیلہ ایمان اس سے پیوند پیدا کرتے ہیں معصوم انسان کو خدا سے طاقت طلب کرنے کی اس لئے ضرورت ہے کہ انسانی فطرت اپنی ذات میں تو کوئی کمال نہیں رکھتی بلکہ ہر دم خدا سے کمال پاتی ہے اور اپنی ذات میں کوئی قوت نہیں رکھتی بلکہ ہر دم خدا سے قوت پاتی ہے اور اپنی ذات میں کوئی کامل روشنی نہیں رکھتی بلکہ خدا سے اُس پر روشنی اترتی ہے اس میں اصل راز یہ ہے کہ کامل فطرت کو صرف ایک کشش دیجاتی ہے تاکہ وہ طاقت بالا کو اپنی طرف کھینچ سکے مگر طاقت کا خزانہ محض خدا کی ذات ہے اسی خزانہ سے فرشتے بھی اپنے لئے طاقت کھینچتے ہیں اور ایسا ہی انسان کامل بھی اسی سرچشمہ طاقت سے عبودیت کی نالی کے ذریعہ سے عصمت

اور فضل کی طاقت کھینچتا ہے لہذا انسانوں میں سے وہی معصوم کامل ہے جو استغفار سے الٰہی طاقت کو اپنی طرف کھینچتا ہے اور اس کشش کے لئے تضرع اور خشوع کا ہر دم سلسلہ جاری رکھتا ہے تا اُس پر روشنی اترتی رہے اور ایسے دل کو اس گھر سے تشبیہ دے سکتے ہیں جسکے شرق اور غرب اور ہر ایک طرف سے تمام دروازے آفتاب کے سامنے ہیں پس ہر وقت آفتاب کی روشنی اس میں پڑتی ہے لیکن جو شخص خدا سے طاقت نہیں مانگتا وہ اُس کوٹھڑی کی مانند ہے جسکے چاروں طرف سے دروازے بند ہیں اور جس میں ایک ذرہ روشنی نہیں پڑ سکتی پس استغفار کیا چیز ہے یہ اُس آلہ کی مانند ہے جس کی راہ سے طاقت اُترتی ہے تمام راز توحید اسی اصول سے وابستہ ہے کہ صفت عصمت کو انسان کی ایک مستقل جائداد قرار نہ دیا جائے بلکہ اسکے حصول کے لئے محض خدا کو سرچشمہ سمجھا جائے ذات باری تعالےٰ کو تمثیل کے طور پر دل سے مشابہت ہے جس میں مصفّٰی خون کا ذخیرہ جمع رہتا ہے اور انسان کامل کا استغفار اُن شرائین اور عروق کی مانند ہے جو دل کے ساتھ پیوستہ ہیں اور خون صافی اس میں سے کھینچتی ہیں اور تمام اعضا پر تقسیم کرتی ہیں جو خون کے محتاج ہیں +

ذنب اور جرم میں فرق

یہ کہنا بالکل غلطی ہے کہ آیت وَاسْتَغْفِرْ لِذَنْبِكَ میں ذنب کا لفظ موجود ہے جو گناہ کو کہتے ہیں کیونکہ ذنب اور جرم میں فرق ہے جرم کا لفظ تو ہمیشہ اسی گناہ کے لئے آتا ہے جو سزا کے لئے ہوتا ہے مگر ذنب کا لفظ بشریت کی کمزوری کیلئے بھی آجاتا ہے اسی لئے نبیوں پر انسانی کمزوری کی وجہ سے ذنب کا لفظ اطلاق پایا ہے مگر جرم کا لفظ اطلاق نہیں پایا اور خدا کی کتاب میں کسی نبی کو مجرم کے لفظ سے نہیں پکارا گیا اور نیز خدا کی کتاب میں یعنی قرآن کریم میں مجرم کیلئے تو جہنم کی وعید ہے یعنے خدا کی طرف سے عہد ہے کہ وہ جہنم میں ڈالا جائیگا مگر مذنب کے لئے کوئی وعید نہیں جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے مَنْ يَّاْتِ رَبَّهٗ مُجْرِمًا فَاِنَّ لَهٗ جَهَنَّمَ لَا يَمُوْتُ فِيْهَا وَلَا يَحْيٰ یعنے جو شخص خدا کے پاس مجرم ہو کر آئیگا۔ اس کی سزا جہنم ہے نہ اس میں مرے گا اور نہ زندہ رہیگا۔ سو اس جگہ خدا نے مُجْرِمًا کہا مُذْنِبًا نہیں کہا کیونکہ بعض صورتوں میں معصوم کو بھی مذنب کہ سکتے ہیں مگر مجرم نہیں کہ سکتے اس پر ایک اور دلیل ہے اور وہ یہ ہے کہ سورۃ آل عمران میں یہ آیت ہے وَاِذْ اَخَذَ اللّٰهُ مِيْثَاقَ النَّبِيّٖنَ لَمَآ اٰتَيْتُكُمْ مِّنْ كِتٰبٍ وَّحِكْمَةٍ ثُمَّ جَآءَكُمْ رَسُوْلٌ مُّصَدِّقٌ لِّمَا مَعَكُمْ لَتُؤْمِنُنَّ بِهٖ وَلَتَنْصُرُنَّهٗ ط قَالَ ءَاَقْرَرْتُمْ

وَاَخَذْتُمْ عَلٰى ذٰلِكُمْ اِصْرِيْ قَالُوْٓا اَقْرَرْنَا ۔ اس آیت سے بنص صریح ثابت ہوا کہ تمام انبیاء جن
میں حضرت مسیح بھی شامل ہیں مامور تھے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم پر ایمان لاویں اور انہوں نے اقرار کیا کہ
ہم ایمان لائے اور پھر جب آیت وَاسْتَغْفِرْ لِذَنْۢبِكَ وَلِلْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُؤْمِنٰتِ کو اُسکے ساتھ
ملاکر پڑھا جائے اور ذنب سے مراد نعوذ باللہ جرم لیا جائے تو حضرت عیسیٰ بھی اس آیت کے رو سے مجرم
ٹھیرینگے کیونکہ وہ بھی اس آیت کے رو سے ان مومنین میں داخل ہیں جو آنحضرت پر ایمان لائے پس بلاشبہ
وہ بھی مذنب ٹھیرے۔ یہ مقام عیسائیوں کو غور سے دیکھنا چاہیئے پس ان آیات سے بوضاحت تمام
ثابت ہوا کہ اس جگہ ذنب بمعنے جرم نہیں ہے بلکہ انسانی کمزوری کا نام ذنب ہے جو قابل الزام نہیں اور مخلوق
کی فطرت کے لئے ضروری ہے کہ یہ کمزوری اسمیں موجود ہو اور کمزوری کا نام اسلئے ذنب کہا ہے کہ انسان کی
فطرت میں طبعاً یہ قصور اور کمی واقع ہے تا وہ ہر وقت خدا کا محتاج رہے اور تا اس کمزوری کے دبانے کیلئے
ہر وقت خدا سے طاقت مانگتا رہے اور اسمیں کچھ شک نہیں کہ بشری کمزوری ایک ایسی چیز ہے کہ اگر خدا
کی طاقت اسکے ساتھ شامل نہ ہو تو نتیجہ اسکا بجز ذنب کے اور کچھ نہیں پس جو چیز موصل الے الذنب ہے
بطور استعارہ اسکا نام ذنب کہا گیا اور یہ محاورہ شائع متعارف ہے کہ جو اعراض بعض امراض کو پیدا کرتے ہیں
کبھی انہیں اعراض کا نام امراض رکھدیتے ہیں پس کمزوری فطرت بھی ایک مرض ہے جسکا علاج استغفار ہے

غرض خدا کی کتاب نے بشریت کی کمزوری کو ذنب کے محل پر استعمال کیا ہے اور خود گواہی دی ہے۔ کہ
انسان میں فطرتی کمزوری ہے۔ جیسا کہ وہ خود فرماتا ہے خُلِقَ الْاِنْسَانُ ضَعِيْفًا یعنے انسان کمزور پیدا کیا
گیا ہے یہی کمزوری ہے کہ اگر الٰہی طاقت اسکے شامل نہ ہو تو انواع اقسام کے گناہوں کا موجب ہو جاتی ہے
پس استغفار کی حقیقت یہ ہے کہ ہر وقت اور ہر دم اور ہر آن خدا سے مدد مانگی جائے اور اس سے درخواست
کیجائے کہ بشریت کی کمزوری جو بشریت کا ایک ذنب ہے جو اُس کے ساتھ لگا ہوا ہے ظاہر نہ ہو سو مداومت
استغفار دلیل اس بات پر ہے کہ اس ذنب پر فتح پائی اور وہ ظہور میں نہ آسکا اور خدا کا نور اترا اور اسکو دبالیا
اس جگہ یہ بات یاد رکھنے کے لائق ہے کہ استغفار کا لفظ غفر سے نکلا ہے اور اُسکے اصل معنے دبانے اور ڈھانکنے
کے ہیں یعنے یہ درخواست کرنا کہ بشریت کی کمزوری ظاہر ہو کر نقصان نہ پہنچاوے اور وہ ڈھکی رہے کیونکہ
بشر چونکہ خدا نہیں ہے اور نہ خدا سے مستغنی ہے اسلئے وہ اس بچہ کی طرح ہے جو ہر قدم میں ماں کا محتاج ہے
تا وہ اسکو گرنے سے بچاوے اور ٹھوکر سے محفوظ رکھے ایسا ہی یہ بھی ہر قدم میں خدا کا محتاج ہوتا ہے تا وہ

اسکو ٹھوکر اور لغزش سے بچاوے سو اسکے علاج کے لئے استغفار ہے ❖

اور کبھی یہ لفظ توسع کے طور پر ان لوگوں پر بھی اطلاق پاتا ہے جو اول کسی گناہ کے مرتکب ہو جاتے ہیں اور اسجگہ استغفار کے معنے یہ ہوتے ہیں کہ جو گناہ صادر ہو چکا ہے اسکی سزا سے خدا بچاوے لیکن یہ دوسرے معنے خدا کے مقرب لوگوں کے حق میں درست اور روا نہیں ہیں وجہ یہ کہ خدا نے تو پہلے سے ان پر ظاہر کیا ہوا ہوتا ہے کہ وہ کوئی سزا نہیں پائینگے اور جنت کے اعلےٰ مقام انکو ملینگے اور خدا کی رحمت کی گود میں وہ بٹھائے جائینگے اور نہ ایک دفعہ بلکہ صدہا دفعہ ایسے وعدے انکو دئے جاتے ہیں اور ان کو بہشت دکھلایا جاتا ہے پھر اگر وہ ان معنوں کے رو سے استغفار کریں کہ وہ اپنے گناہونکے سبب سے دوزخ میں نہ پڑیں تو ایسا استغفار تو خود انکے لئے ایک گناہ ہوگا کہ وہ خدا کے وعدوں پر یقین نہیں کرتے اور خدا کی رحمت سے اپنے تئیں دور سمجھتے ہیں پھر ایسا شخص جسکے حق میں خدا تعالےٰ یہ فرماوے وَمَآ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِيْنَ یعنے تمام دنیا کیلئے تجھے ہم نے رحمت کر کے بھیجا ہے اور تو رحمت مجسم ہے وہ اگر اپنی نسبت ہی یہ شک کرے کہ خدا کی رحمت میرے شامل ہوگی یا نہیں تو پھر دوسروں کے لئے کیونکر رحمت کا باعث ہوگا

یہ تمام قرینے اُن لوگوں کے لئے جو انصاف سے سوچتے ہیں صریح اس حقیقت کو کھولتے ہیں۔ کہ استغفار کے دوسرے معنے کو نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی طرف منسوب کرنا سخت خطا کاری اور شرارت ہے بلکہ معصوم کیلئے اول علامت یہی ہے کہ وہ سب سے زیادہ استغفار میں مشغول رہے اور ہر آن اور ہر حالت میں بشریت کی کمزوری سے محفوظ رہنے کے لئے خدا تعالےٰ اسے طاقت طلب کرتا ہے جسکو دوسرے لفظوں میں استغفار کہتے ہیں کیونکہ اگر ایک بچہ ہر وقت ماں کے ہاتھ کے سہارے سے چلتا ہے اور روا نہیں رکھتا کہ ایک سیکنڈ بھی ماں سے دور ہو وہ بچہ بلاشبہ ٹھوکر سے بچ رہیگا لیکن وہ بچہ جو ماں سے علیحدہ ہو کر چلتا ہے اور خود بخود کبھی کسی خوفناک زینہ پر چڑھتا ہے اور کبھی کسی خوفناک زینہ سے اترتا ہے وہ ضرور ایک دن گریگا اور اسکا گرنا سخت ہوگا۔ پس جسطرح خوش قسمت بچہ کے لئے یہی بہتر ہے کہ وہ اپنی پیاری ماں سے ہرگز علیحدگی اختیار نہ کرے اور ہرگز اسکی گود سے جدا نہ ہو اور اسکے دامن کو نہ چھوڑے یہی عادت اُن مبارک مقدسوں کی ہوتی ہے کہ وہ خدا کے آستانہ پر ایسے جا پڑتے ہیں جیسا کہ ماں کی گود میں بچے اور جیسا کہ ایک بچہ اپنا تمام کام اپنی ماں کی طاقت سے نکالتا ہے اور ہر ایک دوسرا بچہ جو اُس سے مخالفت کرتا ہے یا کوئی کتا اُسکے سامنے آتا ہے یا کوئی اور خوف نمودار ہوتا ہے یا کسی لغزش کی جگہ پر اپنے تئیں

پاتا ہے تو فی الفور اپنی ماں کو پکارتا ہے تا وہ جلد تر اسکی طرف دوڑے اور اُسکی آفت سے اُسکو بچاوے یہی حال اُن روحانی بچوں کا ہوتا ہے کہ بعینہ اپنے رب کو ماں کی طرح سمجھ کر اسکی طاقت کو اپنا ذخیرہ سمجھتے ہیں اور ہر وقت اور ہر دم اُسکی طاقتوں کو طلب کرتے رہتے ہیں اور جس طرح شیر خوار بچہ جب بھوک کے وقت اپنا منہ اپنی ماں کے پستان کے اوپر رکھدیتا ہے اور اپنی طبعی کشش سے دودھ کو اپنی طرف کھینچنا چاہتا ہے تو جبھی کہ ماں محسوس کرتی ہے کہ گریہ اور زاری کیساتھ اس بچہ کے نرم نرم ہونٹھ اسکے پستان پر جا لگے ہیں تو طبعاً اس کا دودھ جوش مارتا ہے اور اس بچہ کے منہ میں گرتا جاتا ہے یہی قانون ان بچوں کے لئے بھی ہے جو روحانی دودھ کے طالب اور جویاں ہیں +

ضرورت شفاعت

ممکن ہے کہ اس جگہ کوئی شخص یہ سوال بھی پیش کرے کہ انسان کو شفاعت کی کیوں ضرورت ہے اور کیوں جائز نہیں کہ ایک شخص براہ راست توبہ اور استغفار کر کے خدا سے معافی حاصل کرے۔ اس سوال کا جواب قانون قدرت خود دیتا ہے کیونکہ یہ بات مسلم ہے اور کسی کو اس سے انکار نہیں ہو سکتا کہ انسان بلکہ تمام حیوانات کی نسل کا سلسلہ شفاعت پر ہی چل رہا ہے کیونکہ ہم ابھی لکھ چکے ہیں۔ کہ شفاعت کا لفظ شفع سے نکلا ہے جسکے معنے ہیں جفت پس اس میں کیا شک ہو سکتا ہے کہ تمام برکات تناسل شفع سے ہی پیدا ہوئی ہیں اور ہو رہی ہیں ایک انسان کے اخلاق اور قوت اور صورت دوسرے انسان میں اسی ذریعہ سے آجاتے ہیں یعنے وہ ایک جوڑ کا ہی نتیجہ ہوتا ہے ایسا ہی ایک حیوان جو دوسرے سے پیدا ہوتا ہے مثلاً بکری بیل گدھا وغیرہ اور وہ تمام قوے جو ایک حیوان سے دوسرے میں منتقل ہوتے ہیں وہ بھی درحقیقت ایک جوڑ کا ہی نتیجہ ہوتا ہے۔ پس یہی جوڑ جب ان معنوں سے لیا جاتا ہے کہ ایک ناقص ایک کامل سے روحانی تعلق پیدا کر کے اسکی روح سے اپنی کمزوری کا علاج پاتا ہے اور نفسانی جذبات سے محفوظ رہتا ہے تب اس جوڑ کا نام شفاعت ہے جیسا کہ چاند سورج کے مقابل ہو کر ایک قسم کا اتحاد اور جوڑ اس سے حاصل کرتا ہے تو معاً اس نور کو حاصل کر لیتا ہے جو آفتاب میں ہے اور چونکہ اس روحانی جوڑ کو جو پر محبت دلوں کو انبیاء کے ساتھ حاصل ہوتا ہے اس جسمانی جوڑ سے ایک مناسبت ہے جو زید کو مثلاً اپنے باپ سے ہے اسلئے یہ روحانی فیضیاب بھی خدا کے نزدیک اولاد

کہلاتے ہیں اور اس تولد کو کامل طور پر حاصل کرنے والے وہی نقوش اور اخلاق اور برکات حاصل کر لیتے ہیں جو نبیوں میں موجود ہوتے ہیں پس درحقیقت یہی حقیقت شفاعت ہے اور جس طرح جسمانی شفع یعنے جوڑ کا یہ لازمہ ذاتی ہے کہ اولاد مناسب حال اُس شخص کے ہوتی ہے جس سے یہ جوڑ کیا گیا ہے ایسا ہی روحانی شفع کا بھی خاصہ ہے غرض یہی حقیقت شفاعت ہے کہ خدا کا قانون جسمانی اور روحانی اس طرح پر قدیم سے واقع ہے کہ تمام برکات جوڑے سے ہی پیدا ہوتی ہیں صرف یہ فرق ہے کہ ایک قسم کو شفع کہا گیا ہے اور دوسری قسم کا نام شفاعت کہا گیا ہے اور انسان کو جس طرح کہ سلسلہ تناسل کے محفوظ رکھنے کے لئے شفع کی ضرورت ہے ایسا ہی روحانیت کا سلسلہ باقی رکھنے کیلئے شفاعت کی ضرورت ہے اور خدا کے کلام نے دونوں کو بیان فرما دیا ہے۔ جیسا کہ ایک جگہ اللہ تعالےٰ قرآن شریف میں فرماتا ہے کہ خدا نے آدم کو جوڑا پیدا کیا اور پھر اس جوڑہ سے مخلوق مرد اور عورت پیدا کئے اور ایسا ہی فرماتا ہے کہ خدا نے زمین پر اپنا خلیفہ پیدا کیا جو آدم تھا جس میں خدائی روح تھی پھر وہ نور آدم سے دوسرے نبیوں میں منتقل ہو گیا اور ابراہیم اور اسحاق اور اسماعیل اور یعقوب اور موسےٰ اور داؤد اور عیسےٰ وغیرہم سب اس نور کے وارث ہوئے یہانتک کہ آخری وارث ہمارے نبی صلے اللہ علیہ وسلم مبعوث ہوئے پس ان تمام پاک نبیوں نے جیسا کہ آدم سے وراثت میں جسمانی نقوش پائے ایسا ہی بحیثیت خلیفہ ہونے آدم کے اُس سے خدائی روح بھی پائی پھر ان کے ذریعہ سے ومتاً فوقتاً اور لوگ بھی وارث ہوتے گئے۔

قرآن شریف سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت کا ثبوت

اور قرآن شریف میں آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی شفاعت کے بارہ میں مختلف مقامات میں ذکر فرمایا گیا ہے جیسا کہ ایک جگہ فرماتا ہے قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِیْ یُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ وَیَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوْبَكُمْ ترجمہ کہ اگر تم خدا سے محبت کرتے ہو تو آؤ میری پیروی کرو تا خدا بھی تم سے محبت کرے اور تمہارے گناہ بخشے اب دیکھو کہ یہ آیت کسقدر صراحت سے بتلا رہی ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے نقش قدم پر چلنا جسکے لوازم میں سے محبت اور تعظیم اور اطاعت آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم ہے اسکا ضروری نتیجہ ہے کہ انسان خدا کا محبوب بن جاتا ہے اور اسکے گناہ بخشے جاتے ہیں اگر کوئی گناہ کی زہر کھا چکا ہے تو محبت اور اطاعت اور پیروی کے تریاق سے اس زہر کا اثر جاتا رہتا ہے اور جس طرح بذریعہ دوا مرض سے ایک انسان پاک ہو سکتا ہے

ہے ایسا ہی ایک شخص گناہ سے پاک ہو جاتا ہے اور جس طرح نور ظلمت کو دور کرتا ہے اور تریاق زہر کا اثر زائل کرتا ہے اور آگ جلاتی ہے ایسا ہی سچی اطاعت اور محبت کا اثر ہوتا ہے دیکھو آگ کیونکر ایکدم میں جلا دیتی ہے بس اسی طرح پرجوش نیکی جو محض خدا کا جلال ظاہر کرنے کیلئے کیجاتی ہے وہ گناہ کا خس و خاشاک بھسم کرنے کیلئے آگ کا حکم رکھتی ہے جب ایک انسان سچے دل سے ہمارے نبی صلے اللہ علیہ وسلم پر ایمان لاتا ہے اور آپ کی تمام عظمت اور بزرگی کو مان کر پورے صدق و صفا اور محبت اور اطاعت سے آپکی پیروی کرتا ہے یہانتک کہ کامل اطاعت کی وجہ سے فنا کے مقام تک پہنچ جاتا ہے تب اس تعلق شدید کیوجہ سے جو آپکے ساتھ ہو جاتا ہے وہ الٰہی نور جو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم پر اترتا ہے اس سے یہ شخص بھی حصہ لیتا ہے تب چونکہ ظلمت اور نور کی باہم منافات ہے وہ ظلمت جو اسکے اندر ہے دور ہونی شروع ہو جاتی ہے یہانتک کہ کوئی حصہ ظلمت کا اسکے اندر باقی نہیں رہتا اور پھر اس نور سے قوت پاکر اعلےٰ درجہ کی نیکیاں اس سے ظاہر ہوتی ہیں اور اسکے ہر ایک عضو میں سے محبت الٰہی کا نور چمک اٹھتا ہے تب اندرونی ظلمت بکلی دور ہو جاتی ہے اور علمی رنگ سے بھی اسمیں نور پیدا ہو جاتا ہے اور عملی رنگ سے بھی نور پیدا ہو جاتا ہے آخر ان نوروں کے اجتماع سے گناہ کی تاریکی اسکے دل سے کوچ کرتی ہے یہ تو ظاہر ہے کہ نور اور تاریکی ایک جگہ جمع نہیں ہو سکتے لہٰذا ایمانی نور اور گناہ کی تاریکی بھی ایک جگہ جمع نہیں ہو سکتی اور اگر ایسے شخص سے اتفاقاً کوئی گناہ ظہور میں نہیں آیا تو اسکو اس اتباع سے یہ فائدہ ہوتا ہے کہ آئندہ گناہ کی طاقت اس سے مسلوب کیجاتی ہے اور نیکی کرنے کی طرف اسکو رغبت پیدا ہو جاتی ہے جیسا کہ اسکی نسبت اللہ تعالےٰ آپ قرآن شریف میں فرماتا ہے حَبَّبَ اِلَیْکُمُ الْاِیْمَانَ وَزَیَّنَہٗ فِیْ قُلُوْبِکُمْ وَکَرَّہَ اِلَیْکُمُ الْکُفْرَ وَالْفُسُوْقَ وَالْعِصْیَانَ یعنی خدا نے تم پر پاک روح نازل کرکے ہر ایک نیکی تمہیں پیاری لگائی اور کفر اور فسق اور عصیان تمہاری نظر میں مکروہ کیا۔

لیکن اگر اس جگہ یہ سوال ہو کہ وہ نور جو بذریعہ نبی علیہ السلام کے پیروی کرنے والے کو ملتا ہے جس سے گناہ کے جذبات دور ہو جاتے ہیں وہ کیا چیز ہے سو اس سوال کا یہ جواب ہے کہ وہ ایک پاک معرفت[1] ہے جسکے ساتھ کوئی تاریکی شک و شبہ کی نہیں اور وہ ایک پاک محبت[2] ہے جسکے ساتھ کوئی نفسانی غرض نہیں اور وہ ایک پاک لذت[3] ہے جو تمام لذتوں سے بڑھ کر ہے جسکے ساتھ کوئی کثافت نہیں اور وہ ایک زبردست کشش[4] ہے جس پر کوئی کشش غالب نہیں اور وہ ایک قوی لااثر تریاق[5] ہے جس سے تمام اندرونی زہریں دور ہوتی ہیں یہ پانچ چیزیں ہیں جو نور کے طور پر روح القدس کے ساتھ سچی پیروی کرنیوالے کے لیے نازل ہوتی ہیں پس ایسا

دل نہ صرف گناہ سے کنارہ کشی اختیار کرتا ہے بلکہ طبعاً اُس سے متنفر بھی ہو جاتا ہے ان پانچ چیزوں کی طاقت کا جدا جدا بیان تو بہت طول چاہتا ہے مگر صرف پاک معرفت کی خاصیتوں کا کسی قدر تفصیل سے بیان کرنا اس حقیقت کے سمجھنے کے لئے کافی ہے کہ کیونکر پاک معرفت گناہ سے روکتی ہے۔

یہ تو ظاہر ہے کہ انسان بلکہ حیوان بھی نقصان رساں چیز کی نسبت علم صحیح اور یقینی پاکر اُسکے نزدیک نہیں جا سکتا۔ چور کو اگر یہ اطلاع ہو کہ جس جگہ میں نقب لگانا چاہتا ہوں اسجگہ مخفی طور پر ایک جماعت کھڑی ہے جو عین نقب زنی کی حالت میں مجھے پکڑ لیگی تو وہ ہرگز اس بات پر جرأت نہیں کرسکتا کہ نقب لگاوے بلکہ اگر ایک پرند بھی اس بات کو تاڑ جاوے کہ یہ چند دانہ جو میرے لئے زمین پر پھیلائے گئے ہیں انکے نیچے دام ہے تو وہ ان دانوں کے نزدیک نہیں آتا ایسا ہی مثلاً اگر ایک نہایت عمدہ لطیف کھانا پکایا گیا ہو مگر کسی شخص کو یہ علم ہو جائے کہ اس کھانے میں زہر ہے تو وہ کبھی اُس کھانے کے نزدیک نہیں آتا پس ان تمام مشاہدات سے صاف ظاہر ہے کہ انسان جب ایک موذی اور نقصان رساں چیز کی نسبت پورا علم حاصل کرے تو کبھی اس چیز کی طرف رغبت نہیں کرتا بلکہ اسکی شکل سے بھاگتا ہے لہٰذا یہ امر قابل تسلیم ہے کہ اگر انسان کو کسی ذریعہ سے اس بات کا علم ہو جاوے کہ گناہ ایسی مہلک زہر ہے جو فی الفور ہلاک کرتی ہے تو بلاشبہ انسان بعد اس علم کے گناہ کا مرتکب ہرگز نہیں ہوگا۔

لیکن اس جگہ طبعاً یہ سوال پیش ہوتا ہے کہ وہ کونسا ذریعہ ہے کیا عقل وہ ذریعہ ہو سکتی ہے تو اس کا یہی جواب ہے کہ عقل ہرگز کامل ذریعہ نہیں ہو سکتی جبتک کوئی آسمانی مددگار نہ ہو۔ کیونکہ دل میں یقین ہونا کہ گناہ کے لئے واقعی ایک سزا ہے جس سے انسان بچ نہیں سکتا۔ یہ یقین کامل طور پر اس وقت ہو سکتا ہے کہ جب کامل طور پر معلوم ہو کہ خدا بھی ہے جو گناہ پر سزا دیسکتا ہے لیکن مجرد عقلمند جسکو آسمان سے کوئی روشنی نہیں ملی خدا تعالےٰ پر کامل طور پر یقین نہیں کرسکتا کیونکہ اُسنے خدا تعالےٰ کے کلام کو نہیں سنا اور نہ اُسکے چہرے کو دیکھا اسلئے اُسکو خدا تعالےٰ کی نسبت بشرطیکہ وہ زمین و آسمان کی مخلوقات پر غور کرکے صحیح نتیجہ تک پہنچ سکے صرف اسقدر علم ہو سکتا ہے کہ ان تمام مصنوعات کا کوئی صانع ہونا چاہیئے لیکن اس یقینی قطعی علم تک نہیں پہنچ سکتا کہ وہ صانع موجود بھی ہے اور ظاہر ہے کہ ہونا چاہیئے اور ہے میں بڑا فرق ہے یعنے جو شخص صرف اسیقدر علم رکھتا ہے کہ فقط ہونا چاہیئے کے مرتبہ پر آکر ٹھہر گیا ہے پھر ماوراء اسکے اسکی نظر کے سامنے تاریکی ہی تاریکی ہے وہ اُس شخص کی مانند اپنے علم کے رو سے

ہرگز نہیں کہ جو اس صانع حقیقی کی نسبت صرف یہ نہیں کہتا کہ ہونا چاہئے بلکہ اس نور کی شہادت سے جو اسکو دیا گیا ہے محسوس بھی کر لیتا ہے کہ وہ ہے بھی اور یہ نہیں کہ صرف وہ آسمانی نور سے خدا کی ہستی کا مشاہدہ کرتا ہے بلکہ اس آسمانی نور کی ہدایت سے اسکے ذہنی اور عقلی قوےٰ بھی ایسے تیز کئے جاتے ہیں کہ اس کا قیاسی استدلال بھی اعلےٰ سے اعلےٰ ہوتا ہے پس وہ دوہری قوت سے خدا تعالےٰ کے وجود پر یقین رکھتا ہے۔ اس جگہ آسمانی نور سے مراد یہ ہے کہ خدا تعالےٰ کا یقینی مکالمہ اسے نصیب ہوتا ہے یا صاحب مکالمہ سے نہایت شدید اور گہرا تعلق اسکو ہوتا ہے اور مکالمہ الٰہیہ سے یہ مراد نہیں ہے کہ عام لوگوں کی طرح ظنی طور پر وہ الہام کا دعوےٰ ہے کیونکہ ظنی الہام کچھ چیز نہیں ہے بلکہ وہ عقل سے بھی نیچے گرا ہوا ہے بلکہ اس سے یہ مراد ہے کہ درحقیقت وہ یقینی و قطعی طور پر خدا تعالےٰ سے ایسی پاک اور کامل وحی ہوتی ہے جسکے ساتھ آسمانی نشان ایک لازمی امر کیطرح ہوتے ہیں اور وہ وحی اپنی ذات میں نہایت شوکت اور عظمت رکھتی ہے اور اپنے پُررعب اور لذیذ الفاظ کیساتھ ایک فولادی میخ کی طرح دل کے اندر گھس جاتی ہے اور اسپر خدا کے نشانوں اور فوق العادت علامات کی ایک چمکتی ہوئی مُہر ہوتی ہے اور انسان کو خدا پر پورا یقین حاصل کرنے کے لئے یہ ایک پہلی ضرورت ہے کہ ایسی وحی سے بذات خود فیضیاب ہو یا ایک فیضیاب سے تعلق شدید رکھتا ہو جو روحانی تاثیر سے دلوں کو اپنی طرف کھینچنے والا ہو پس ہر ایک مذہب جو یہ تازہ بتازہ وحی جو زندہ نشان اپنے ساتھ رکھتی ہے پیش نہیں کرسکتا وہ ان بوسیدہ ہڈیوں کی مانند ہے جو خاک نے قریباً انکو خاک کی مانند کر دیا ہے اور ایسے مذہب سے ہرگز ممکن نہیں ہے کہ سچی تبدیلی پیدا کرسکے اور اسپر ناز اور فخر کرنے والے صرف وہی لوگ ہوسکتے ہیں جو محض باپ دادوں کی لکیر پر چلنا چاہتے ہیں اور حق جوئی کی انکی روح میں کوئی خواہش نہیں اور نہ ایسی خواہش کے وہ آرزومند ہیں۔ بلکہ شدت تعصب اور گمراہی کے پیارے انکی اندرونی حالت کی ایک یا پلٹ ہو رہی ہے انکو اس بات کی پروا نہیں کہ وہ کیونکر یقینی طور پر خدا پر ایمان لا سکتے ہیں اور وہ خدا کن صفات کا ہونا چاہئے جسپر یقینی ایمان آسکتا ہے اور وہ کونسے امور ہیں جو خدا تعالےٰ کی ہستی کی نسبت یقین پیدا کرسکتے ہیں اور نیز یقین کی علامات کیا ہیں جو صاحب یقین کیلئے بطور امتیازی نشان کے ہوتے ہیں یاد رہے کہ اگرچہ کوئی مذہب کسی حد تک معقولیت کے رنگ میں ہو اور ظاہری تہذیب اور شائستگی سے موصوف بھی ہو لیکن اسی حد تک نہیں کہا جائیگا کہ وہ مذہب خدا تعالےٰ کی ہستی اور اسکی صفات کی نسبت یقین کے مرتبہ تک پہنچاتا ہے بلکہ دنیا کے تمام مذہب اسوقت تک سراسر لغو اور بیفائدہ اور بیہودہ اور بیجان اور مردہ ہیں جبتک کہ ایک سالک کو یقین کے صافی چشمہ تک پہنچا دیں +

افسوس کہ اکثر لوگ نہیں سمجھتے کہ خدا کے وجود اور اسکی ہستی اور اسکی عظمت اور قدرت اور دیگر صفات حسنہ پر یقین لانا کیا چیز ہے بلکہ اگر انکی حالت پر افسوس سے یہ اے ظاہر کیجائے کہ وہ چشمۂ صافیہ یقین سے بے نصیب ہیں لہذا وہ سچی پاکیزگی سے بھی بے نصیب ہیں جو یقین کے بعد حاصل ہوتی ہیں تو وہ اس بات سے بہت غصہ کرتے ہیں اور جوش میں آ کر کہتے ہیں کہ کیا ہم خدا پر یقین نہیں رکھتے کیا ہم اسکو نہیں مانتے پس ان تمام باتوں کا یہی جواب ہے کہ درحقیقت نہ تم خدا پر یقین رکھتے ہو اور نہ اُسکو مانتے ہو افسوس کہ وہ نہیں سمجھتے کہ ہر ایک سوراخ پر جوان کو دلی یقین ہوتا ہے کہ اسمیں ایک زہریلہ سانپ ہے تو اسمیں اپنا ہاتھ نہیں ڈالتے کیونکہ اسمیں اپنی ہلاکت دیکھتے ہیں۔ لیکن ہر ایک گناہ دلیری سے کر لیتے ہیں وہ ایک ہلاہل زہر کو نہیں کھاتے کیونکہ جانتے ہیں کہ مر جاوینگے لیکن بڑے بڑے خوفناک جرائم اُنسے ظہور میں آتے ہیں بلکہ یقین تو یقین ظن غالب کے مرتبہ پر بھی وہ کسی ایسے فعل کا ارتکاب نہیں کرتے جس سے کسی ضرر کا احتمال ہے مثلاً وہ کسی ایسی چھت کے نیچے سونا پسند نہیں کرتے جسکا شہتیر کسیقدر ٹوٹ گیا ہے وہ کسی ایسے گاؤں میں رہنا نہیں چاہتے جسمیں ہیضہ یا طاعون شروع ہوگئی ہے پھر کیا باعث ہے کہ باوجود دعوے یقین کے خدا تعالے کے حکموں کو توڑتے ہیں پس یقیناً سمجھو کہ حق یہی بات ہے کہ درحقیقت اُن کو یقین نہیں بلکہ انکو یہ ظن غالب بھی نہیں کہ ایک مقتدر ذات موجود ہے جو ایک دم میں ہلاک کر سکتی ہے ✦

عیسائیوں کا خدا

آجکل یہ بیماری کسی خاص فرقہ سے مخصوص نہیں بلکہ جیسی عیسائیوں میں ہے ایسی ہی مسلمانوں میں بھی پائی جاتی ہے اور بقدر مراتب مشرقی لوگوں نے بھی اس سے حصہ لیا ہے جیسا کہ مغربی لوگوں نے مسلمانوں اور عیسائیوں میں فرق یہ ہے کہ مسلمان تو لاپروائی سے سچے اور قادر خدا سے غافل ہیں تاہم ہمیشہ خدا اپنا نور اُن پر ظاہر کرتا رہتا ہے اور ہر زمانہ میں انکو اپنی طرف کھینچتا ہے اور بعد سے سعادت کے فرزند اس نور سے حصہ لیتے ہیں لیکن عیسائی تو مدت ہوئی کہ اُس خدا کو کھو بیٹھے ہیں جسپر یقین آنیسے پاک تبدیلی پیدا ہوتی ہے اور اسکی عظمت اور جلال کے تصور سے درحقیقت گناہ سے سچی بیزاری پیدا ہو جاتی ہے اور یہ لوگ بجائے اُس حی قیوم کے ایک عاجز انسان کو جو مریم کا بیٹا اور یسوع کہلاتا ہے خدا قرار دیتے ہیں حالانکہ وہ نہ دعاؤں کا جواب دے سکتا ہے اور نہ خود کسی کو پکار سکتا ہے اور نہ کوئی اپنی عظمت اور قدرت

ظاہر کرسکتا ہے پس اسکے ذریعہ سے اگر سچی پاکیزگی حاصل ہو تو کیونکر ہو اُسکی قدرت کے نمونے جو کتابوں میں لکھے ہیں یہی ہیں جو اُسنے یہودیوں کے ہاتھ سے طرح طرح کے دکھ اٹھائے تمام رات کی دعا قبول نہ ہوئی ہاں پر قابل شرم الزام قائم ہوا اسکی مدافعت کسی خدائی چمکار سے نہ کرسکا اسکے معجزات میں اگر وہ صحیح بھی مان لیے جائیں کوئی ایسی خوبی نہیں جو دوسرے انبیاء کے معجزات میں نہو بلکہ ایلیا نبی کے معجزات اور اُس کا مردے زندہ کرنا بکمال قدرت مسیح کے معجزات سے بہت بڑھکر ہے ایسا ہی یسعیاہ نبی کے معجزات بھی درحقیقت بعض ایسے ہیں کہ مسیح کے معجزات کو اُنسے کچھ بھی نسبت نہیں اور حضرت مسیح کی پیشگوئیاں تو نہایت ردی حالتیں ہیں کہ بجائے اسکے کہ اُنسے کوئی نیک اثر پڑے انکو پڑھکر ہنسی آتی ہے کہ یہ کس قسم کی پیشگوئیاں ہیں کہ قحط پڑینگے زلزلے آئینگے لڑائیاں ہونگی حالانکہ ان پیشگوئیوں سے پہلے بھی ملک میں سب کچھ ہو رہا تھا پس ایسے خدا پر کیونکر کوئی ایمان لاوے ؛

یہ تو پہلے قصے ہیں خدا جانے ان واقعات میں سچ کس قدر ہے اور جھوٹ کسقدر لیکن اس زمانہ کے لوگوں کیلئے اس نئے خدا کے ماننے میں جس کا یہودیوں کی تعلیم میں بھی نام و نشان نہیں اور بھی مشکلات بڑھ گئے کیونکہ ان لوگوں نے نہ تو مردے زندہ ہوتے بچشم خود دیکھے اور نہ بیماریوں میں سے بھوتوں کا نکلنا بچشم خود مشاہدہ کیا اور نہ وہ دعوے پورے ہوئے جو انکی نسبت کئے گئے تھے یعنی یہ کہ اگر وہ کوئی زہر کھالیں تو اثر نہیں کریگی اور اگر ایک پہاڑ کو کہیں کہ ایک جگہ سے اٹھ جاوے تو وہ فی الفور اُٹھ جائیگا اور سانپوں کو اپنے ہاتھ میں پکڑینگے اور وہ نہیں کاٹینگے کیونکہ ہم دیکھتے ہیں کہ اکثر یورپ کے عیسائی خودکشی سے مرتے ہیں فی الفور انمیں زہر اثر کر جاتی ہے اور پہاڑ کا تو کیا ذکر اگر ایک لٹا پڑا ہوا جوتا ہو تو فقط حکم سے اسکو سیدھا نہیں کرسکتے جبتک ہاتھ ہلاکر سیدھا نہ کریں اور سانپ وغیرہ زہریلے جانوروں سے ہمیشہ مرتے رہتے ہیں اب اگر اسکے جواب میں یہ کہا جاوے کہ ان آیات کے حقیقی معنے مراد نہیں لینے چاہئے بلکہ اسجگہ مجازی معنے مراد ہیں مثلاً زہر سے یہ مراد ہے کہ وہ غصہ کھالیتے ہیں اور سانپوں سے یہ مراد کہ شریر انکو نقصان نہیں پہنچا سکتے تو قبل اسکے کہ ہم ان تاویلوں میں بھی گفتگو کریں ہم حق رکھتے ہیں کہ اسوقت یہ سوال پیش کردیں کہ جبکہ یہ تمام دعوے جو نشانوں کے لئے دئے گئے اور بار بار حضرت مسیح نے فرمایا کہ جو کچھ نشان میں دکھاتا ہوں میرے پیرو بھی وہی نشان دکھائینگے صرف استعارہ اور مجاز کے رنگ میں ہیں اور اصل نشان مراد نہیں ہیں تو اس سے قطعی طور پر ثابت ہوتا ہے کہ جو کچھ حضرت مسیح کیطرف معجزات منسوب کئے جاتے ہیں وہ بھی استعارہ کے رنگ میں ہیں کیونکہ

حضرت مسیح بار بار انجیلوں میں فرما چکے ہیں کہ جو کچھ میں معجزات دکھلاتا ہوں وہی معجزات میرے پیچھے پیرو بھی دکھلاتے رہینگے اب چونکہ ایسے معجزات کے مطالبہ کیوقت یہ جواب ملتا ہے کہ ان مقامات سے مراد معجزات نہیں ہیں بلکہ مسیحی لوگوں کی اخلاقی حالتیں مراد ہیں تو کیوں نہ کہا جائے کہ حضرت مسیح کے معجزات سے بھی ایسے ہی امور مراد ہیں نہ درحقیقت معجزات۔ غرض عیسائیوں کے لئے یہ سوال ایک سخت مصیبت کیجگہ ہے جس کا کوئی بھی جواب انکے پاس نہیں اب اگر اس مقام میں ذرا زیادہ سوچا جائے تو درحقیقت یہ ایک مصیبت نہیں بلکہ تین مصیبتیں ہیں (۱) ایک تو یہ کہ مسیح کا فرمانا کہ جو کچھ میں معجزات دکھلاتا ہوں وہی معجزات بلکہ اُن سے بڑھکر میرے پیرو دکھائینگے یہ بات صریح جھوٹی نکلی (۲) اس جھوٹ نے یہ بھی ثابت کر دیا کہ مسیح نے کبھی کوئی معجزہ نہیں دکھلایا کیونکہ اگر مسیح نے کوئی معجزہ دکھلایا تھا تو ضروری تھا کہ مسیح کے پیرو بھی معجزات دکھلانے پر قادر ہوتے (۳) اگر فرض محال کے طور پر یہ قبول بھی کر لیں کہ مسیح سے معجزات ظاہر ہوئے تھے اور ان عبارات کی کچھ پروا نہ کریں جہاں انجیلوں میں لکھا ہے کہ اس زمانہ کے حرامکار نشان مانگتے ہیں انکو کوئی نشان دکھلایا نہیں جائیگا تاہم ایسے معجزات سے جو پہلے نبیوں کے معجزات سے کچھ زیادہ نہیں ہیں بلکہ کم ہیں مسیح کی خدائی ثابت نہیں ہو سکتی +

پس جب کہ مسیح کی خدائی ایسی ہے کہ ایک سلیم العقل آدمی کو کسی طرح اس پر یقین نہیں آسکتا تو ایسی خدائی کیونکر گناہ سے روک سکتی ہے ہم پہلے لکھ چکے ہیں کہ وہ امر جو اول درجہ پر گناہ سے روکتا ہے وہ خدا تعالےٰ کے وجود پر یقین ہے یعنے یہ یقین کہ درحقیقت ایک خدا ہے جو گناہ کی سزا دیتا ہے مگر مسیح کی نسبت ایسا یقین کیونکر پیدا ہو بھلا کوئی ہمیں یہ تو بتلاوے کہ اسمیں اور اُن لوگوں میں جو مر چکے ہیں ما بہ الامتیاز کیا ہے ہم اور ہر ایک عقلمند خوب جانتا ہے کہ خدا میں اور مخلوق میں ایک ما بہ الامتیاز ضرور چاہئے لیکن اس جگہ اس ما بہ الامتیاز کا تو ذکر کیا یہاں تو اسقدر بھی ما بہ الامتیاز ثابت نہیں جو ایک مردہ انسان اور زندہ انسان میں ہو سکتا ہے افسوس کہ حضرات عیسائی صاحبان تو مسیح کی خدائی کے لئے شور و فریاد کر رہے ہیں لیکن ہم تو اسی قدر پر راضی ہو سکتے ہیں کہ وہ حضرت مسیح کو ایک زندہ انسان کے مرتبہ پر ثابت کر کے دکھلاویں ہمیں کسی مذہب سے بغض نہیں اگر ابن مریم خدا ہے تو ہم سب سے پہلے اسے قبول کرنیکو طیار ہیں اگر درحقیقت وہی شفیع ہے تو ہم چاہتے ہیں کہ اول المومنین ہم ہی ہوں لیکن محض باطل اور سراسر لغو اور جھوٹ کو ہم کیونکر قبول کر لیں۔ اگر خدا ایسا ہی کمزور اور عاجز ہونا چاہئے جیسا کہ یسوع ابن مریم ہے تو پھر ایسے خدا کے ماننے کی کچھ ضرورت نہیں اور نہ کسی طرح اُس پر

یقین آ سکتا ہے لیکن اگر یسوع مسیح ایسا خدا ہے کہ ہم ہی طرز سے اُسکو شناخت کر سکتے ہیں جس طرح خدا تعالےٰ ابتدائی زمانہ میں نبیوں کی معرفت اور خود بخود اپنے تئیں شناخت کراتا رہا ہے اور وہ بھی اس سے ناشناسا نہیں رہے جن کو آسمانی کتابیں نہیں پہنچیں تو ہم اُسکے قبول کرنیکے لئے تیار ہیں پس کیا زمین کے پردہ پر کوئی صاحب ایسے ہیں جو مسیح کا کوئی امتیازی نشان ہمکو دکھلاویں یعنے ہم اسکی آواز سن سکیں اور اسکی خدائی کے نشانوں کو ہم دیکھ سکیں کیونکہ ہم بار بار لکھ چکے ہیں کہ اگر اس سچے خدا پر بھی محض شکی ایمان ہو جو واقعی خدا ہو تب بھی ایسا ایمان گناہ ہونسے منجی نہیں ہو سکتا پھر ایسا مصنوعی خدا جو یہودیوں کے ہاتھ سے ماریں کھاتا رہا دل میں اگر محض شکی طور پر اُس خدا کی خدائی کا خیال جمایا جاوے۔ تو ایسا خیال کس مرض سے نجات دے گا۔

یہ یقینی امر ہے کہ وہ خدا جو درحقیقت خدا ہے اسپر ایمان لانا بھی اسی حالتیں گناہ سے چھوڑا سکتا ہے جبکہ وہ ایمان یقین کے درجہ پر پہنچگیا ہو تو پھر کسی انسان کو خدا بنانا اور اسکی خدائی پر یقینی دلائل پیش نکرنا کسقدر جائے شرم ہے اور درحقیقت ایسے لوگ راستی کے دشمن ہیں میں نہیں سمجھ سکتا کہ اُن لوگوں کو اس قابل شرم کارروائی کیلئے کونسی ضرورت پیش آئی تھی اور ازلی ابدی خدا کے ماننے میں کونسے نقصان محسوس ہوئے تھے جنکا تدارک اس مصنوعی خدا سے کیا گیا ہم گواہی دیتے ہیں کہ وہ سچا خدا جو آدم پر ظاہر ہوا اور پھر شیث پر اور پھر نوحؑ پر اور ابراہیمؑ پر اور موسےٰؑ اور تمام نبیوں پر یہانتک کہ ہمارے نبی صلے اللہ علیہ وسلم پر وہ ہمیشہ زندہ حی وقیوم ہے اور جیسا کہ وہ پہلے زمانوں میں نبیوں کی معرفت انا الموجود کہتا تھا اب بھی اسی طرح کہتا ہے اور جیسا کہ پہلے نبیوں نے اسکی باشوکت آوازیں سنیں اور اُسکے نشان دیکھے تھے اور جیسا کہ پہلے زمانوں میں وہ اپنے لوگوں کی دعائیں سنتا اور جواب دیتا تھا اب بھی وہ ہماری دعائیں سنتا اور جواب دیتا ہے اور جیسا کہ پہلے راستباز اس سے محبت کرنے اور چہرہ دیکھنے سے سچی پاکیزگی حاصل کرتے تھے ویسا ہی ہم بھی حاصل کر رہے ہیں پس اس قادر اور مقتدر خدا کو وہی چھوڑیگا جو سخت بدقسمت اور اندھا ہوگا ہم یقین کہتے ہیں کہ دنیا میں جسقدر جھوٹے طور پر خدا بنائے گئے ہیں جیسا کہ یسوع ابن مریم اور رام چندر اور کرشن اور بدھ وغیرہ یہ محض بے دلیل بنائے گئے ہیں اور اسکی ایسی ہی مثال ہے جیسا کہ ایک بکری کو انسان کہا جائے حالانکہ نہ وہ بولتی ہے اور نہ انسانوں کی طرح چل سکتی ہے اور نہ انسانونکی طرح اُسکی صورت ہے اور نہ انسانوں کی طرح عقل رکھتی ہے اور نہ کوئی علامت انسانیت کی اُسمیں پائی جاتی ہے۔ پس کیا تم ایک بکری کو انسان کہ

سکتے ہو حالانکہ بہت سی باتوں میں بکری کو انسان سے شراکت بھی ہے مثلاً بکری کھاتی ہے جیسا کہ انسان کھاتا ہے اور بکری پیشاب اور پاخانہ کرتی ہے جیسا کہ انسان کرتا ہے لیکن کیا کوئی بتا سکتا ہے کہ مسیح یا رامچندر وغیرہ کو خدا سے کوئی خاص شراکت ہے جو ثابت ہو سکے ۔

ان خداؤں کے بنائے جانے کی بجز اسکے اور کوئی وجہ نہیں ہے کہ بمقابل ایک تفریط کے افراط کا طریق اختیار کیا گیا ہے مثلاً راجہ راون نے جب ایک نہایت سختی سے راجہ رامچندر کی ذلت کی اور اسکی عورت کو بھگا لیجانے سے رامچندر کی تمام جماعت کو سخت صدمہ پہنچایا تو جو فریق راجہ رامچندر کا حامی تھا انہوں نے فی الفور راجہ راون کو انسانوں کی نسل سے خارج کیا اور راجہ رامچندر کو ایسے یقین کامل سے پرمیشر بنا دیا کہ ابتک تمام ہندو بجائے اپنے پرمیشر کا نام لینے کے رام رام ہی کیا کرتے ہیں بلکہ انکے سلام کا لفظ بھی رام رام ہی ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ عیسائیوں کو یسوع کے خدا بنانے میں ابھی اسقدر غلو نہیں جیسا کہ ہندوؤں کو رامچندر کے خدا بنانے میں غلو ہے یہانتک کہ ہندوؤں کو اپنے پرمیشر کا نام قریباً بھول ہی گیا ہے اور ہر ایک موقع پر کثرت استعمال رام رام کی ہے پس جس بمقابل غیرت اور غلو کیوجہ سے راجہ رامچندر کو خدا بنایا ہے انہیں اسباب سے یسوع ابن مریم کو بھی خدا بنایا گیا یعنے اول شریر یہودیوں نے حضرت مسیح کی ولادت کو ناجائز قرار دیا اور حضرت مریم کو آلودہ دامنی کا الزام لگایا اور پھر حضرت مسیح کے چال چلن پر بہت افترا کیا چنانچہ چند فاضل یہودیوں کی کتابیں جو اسوقت ہمارے مطالع میں ہیں انکے پڑھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ انہوں نے حضرت مسیح کی زندگی کا بہت برا نقشہ کھینچا ہے یہ کتابیں ان فاضل یہودیوں کی ان دنوں میں شام کے وقت ہمارے حلقہ میں محض اس غرض سے پڑھی جاتی ہیں کہ تا ہماری جماعت کو اس بات کا علم ہو جائے کہ آجکل بعض نادان پادری جسقدر ہمارے نبی صلے اللہ علیہ وسلم کی زندگی پر افترا اور بہتان کے طور پر حملے کرتے ہیں ان سے بدتر حملے حضرت مسیح کی زندگی پر کئے گئے ہیں یہانتک کہ بعض ایسے حملے ہیں جنکے لکھنے سے بھی شرم اور حیا مانع ہے انکی ماں پر نہایت ناپاک الزام ہے ایسا ہی انکی بعض دادیوں یعنے تمر اور راحب اور بنیت سبع پر حرامکاری کے الزام ہیں جنکو پادری صاحبان بھی قبول کرتے ہیں اور سب سے بدتر وہ الزام ہیں جو حضرت مسیح کے چال چلن پر ہیں اور یہ کہ انہوں نے کس طرح ہر ایک بات میں فریب سے کام لیا اور کیونکر خدا نے توریت کے وعدہ کے موافق انکو آخر کار بری موت دیدی یہ تمام ذلت اور اہانت اور تہمت کے ایسے الفاظ ہیں جو ایک مسلمان بغیر اسکے جو بے اختیار غصہ میں آجائے انکو پڑھ نہیں سکتا۔ پس جب اسقدر حضرت مسیح کی توہین کی گئی کہ جو ایک معمولی انسان کے درجہ پر ہے

بھی انکو گرایا گیا تو اس صورت میں یہ واقعہ ایک طبعی امر تھا کہ جو جماعت حضرت مسیح پر ایمان لائی تھی وہ رفتہ رفتہ افراط کی طرف مائل ہو جاتی لہذا پرجوش آدمی جنکو پہلے سے شرک سے پیار تھا بجز اسکے خوش نہو سکے کہ حضرت مسیح کو خدا بنا دیا جائے گویا کہ وہ اسطرح پر ان یہودیوں کے حملوں کا بدلا اتارنا چاہتے تھے۔ جو نہایت سختی سے حضرت مسیح پر کئے گئے تھے *

اور عجیب تر یہ بات ہے کہ جن انجیلوں سے عیسائی لوگ حضرت مسیح کی خدائی ثابت کرنا چاہتے ہیں انہیں انجیلوں کے حوالہ سے ایک فاضل یہودی نے اپنی کتاب میں ثابت کرنا چاہا ہے کہ نعوذ باللہ یہ انسان درحقیقت ایک دنیا پرست اور مکار تھا جس سے نہ کوئی معجزہ ہوا اور نہ کوئی پیشگوئی سچی نکلی اور وہ لکھتا ہے کہ انجیلوں میں بیان کیا جاتا ہے کہ گویا مسیح نے بہت سے معجزات یہودیوں کو دکھلائے۔ یہ قول خود انجیلوں کے ہی بیان سے جھوٹا ثابت ہوتا ہے کیونکہ انجیل کی گواہی سے ثابت ہے کہ جب بزرگان قوم یسوع سے کوئی معجزہ طلب کرتے تھے تو اُسکے جواب میں یسوع کا یہی طریق تھا کہ وہ ان بزرگوں کو گندی گالیاں دیکر یہی کہا کرتا تھا کہ ان کو کوئی نشان دکھلایا نہیں جائیگا اور پھر کہتا ہے کہ ہم اگر مان بھی لیں کہ بعض بیماروں کو اُسنے اچھا کیا تھا تو یہ کوئی مفید دلیل اسکی خدائی کیلئے نہیں کیونکہ اسی زمانہ اسکے مخالف بھی ایسے معجزات دکھلاتے تھے اور پھر کیا عقل قبول کر سکتی ہے کہ ایسے معجزات جنسے بہت بڑھکر اور نبی دکھلاتے رہے اُن سے یسوع کا خدا ہونا ثابت ہو جائیگا غرض جبکہ یہودیوں نے نہایت سختی سے حضرت مسیح کی توہین کی تو اسکا ایک ضروری نتیجہ تھا کہ اس تفریط کے مقابل پر افراط بھی کیجاتی پس جب افراط کا سیلاب عیسائیوں میں زور سے چلا اسی زمانہ میں حضرت مسیح کے خدا بنانے کیلئے بنیاد رکھی گئی یہ بات اسوقت بخوبی سمجھ میں آسکتی ہے جبکہ ایک طرف یہودیوں کے حملوں کو دیکھا جائے اور دوسری طرف ان حملوں سے بچنے کے لئے عیسائیوں کی مبالغہ آمیز باتوں کو غور سے سوچا جائے اب چونکہ یہودیوں کی کتابیں بھی اشاعت پا چکی ہیں اور بعض فاضل یہودیوں نے انکو فرانسیسی زبان میں شائع کیا ہے اور پھر انگریزی زبان میں بھی وہ چھپ گئی ہیں لہذا ان دنوں میں حق کے طالبوں کے لئے اصل حقیقت سمجھنے کے لئے نہایت آسانی ہو گئی ہے یہودیوں کے تمام فرقے اس بات پر متفق ہیں کہ جب سے کہ حضرت موسے کو توریت ملی اور پھر وقتاً فوقتاً نبی آتے رہے کسی نے تثلیث کی تعلیم نہیں دی بلکہ یہی تعلیم دیتے رہے کہ تمہارا خدا ایک ہے اور غائب ہے یہودیوں کا یہ بھی عذر ہے کہ جب موسے نے کوہ سینا پر خدا تعالے سے درخواست کی کہ اپنا چہرہ دکھلا تو خدا نے اُسوقت کیوں کہا کہ میرا چہرہ کوئی دیکھ نہیں سکتا چاہیئے تھا کہ خدا

اسوقت یسوع کی شکل دکھلا دیتا کہ میرا چہرہ یہ ہے غرض یہودیوں نے یہ ثابت کرنا چاہا ہے کہ عیسائی مذہب ایک ایسا مذہب ہے کہ توریت کے پرانے صحیفہ کو جسپر تمام نبیوں کی مہریں ہیں چاک کرنا چاہتا ہے اور توریت کا بنیادی پتھر جو توحید ہے اسکے استیصال کے وہ درپے ہے ⁂

الی اصل عیسائیوں نے ایسے خدا کو پیش کر کے کہ جسکی تعلیم خدا کی بابت ہرگز ہرگز توریت کی تعلیم کے مطابق نہیں اور نہ قرآن کے مطابق ہے ایک مکروہ بدعت کو دنیا میں پھیلانا چاہا ہے انکو اس بات کی کچھ بھی پروا نہیں کہ اس نئے عقیدہ نے اگر توریت اور دوسرے نبیوں کے صحیفوں کی مخالفت کی ہے تو بارے وہ عقل کے ذریعہ سے ہی ثابت کیا جاتا بلکہ انکو عقل کی راہ سے بھی عجیب لاپرواہی ہے گویا انکے نزدیک عقلی استدلال کی مذہب کو کوئی حکمرانی نہیں بلکہ انکے نزدیک عقل کو یہ حق حاصل نہیں کہ توحید اور تثلیث کے بارے میں اپنی کوئی شہادت دیسکے وہ دوسروں کی خردہ گیری اور نکتہ چینی کے بہت عادی ہیں مگر تعجب کہ اپنے عقیدہ کی نسبت وہ بھولکر بھی ایک غور کی نظر نہیں کرتے انکا اصلی کام یہ ہونا چاہئے تھا کہ حضرت مسیح کی خدائی کو جسکے توریت۔ قرآن۔ عقل تینوں مکذب ہیں اول ثابت کر لیتے اور پھر کفارہ اور نجات وغیرہ خود تراشیدہ باتوں پر زور دیتے مگر انھوں نے ایسا نہیں کیا اور اپنے عقیدہ کی اصل بنیاد کو نظر انداز کر کے بیہودہ باتوں میں پڑ گئے لیکن اسکے ساتھ میں یہ بھی بیان کرنا چاہتا ہوں کہ اس غلطی کی تہ میں ایک سچائی بھی مخفی ہے اور گو سچا توہمات کے حاشیہ سے اُس سچائی کا منہ کالا کر دیا گیا ہے کہ اب بجائے خوبصورتی کے ایک نہایت بد اور ڈراونی شکل نظر آتی ہے تاہم پھر بھی اس سیاہ بادل کے اندر ایک واقعی سچائی کی برقی روشنی ہے جو نہایت دھیمے طور پر اسکی مہلک تعلیم مسیح کو خدا بنانے وغیرہ میں محسوس ہو رہی ہے اور وہ یہ ہے کہ توریت سے ثابت ہوتا ہے کہ خدا نے انسان کو اپنی شکل پر پیدا کیا اور اپنا نور اسکے اندر رکھا اور اپنی روح اسمیں پھونکی اور یہی خبر قرآن شریف سے بھی ملتی ہے پس امر انسانی استعداد اور فطرت سے کچھ بڑھکر نہیں ہے کہ خدا اپنے بندہ کے صاف دل میں اسطور سے نزول جلال فرماوے کہ اسکی عظمت کا خیمہ اسکے دل میں قایم ہو جاوے اور بندہ کو خدا سے ایک ایسا تعلق پیدا ہو جاوے جیسا کہ مثلاً جب لوہے کو نہایت تیز اور بھڑکتی ہوئی آگ میں ڈالا جائے تو وہ ظاہر آگ کی صورت پر ہی نظر آ جاتا ہے مگر تاہم درحقیقت وہ لوہا ہے نہ آگ۔ پس درحقیقت یہی تعلق خدا کے کامل محبوں کو خدا سے ہو جاتا ہے اور وہ اپنے اندر محسوس کرنے لگتے ہیں کہ خدا اُن میں اترا ہے اور بسا اوقات اس عالم ایجاد میں بعض لوگوں کی زبان پر شطحیات بھی جاری ہو جاتی ہیں جیسے وہ لوگ اس الہی تعلق کو ایسے

رنگ سے بیان کرتے ہیں کہ عام آدمی اس دھوکے میں پڑتے ہیں کہ گویا وہ خدائی کا دعوے کرتا ہے قریباً اس قسم کے کلمات تمام الہٰی کتابوں میں پائے جاتے ہیں *

آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے اقوال و افعال

قرآن شریف میں ہمارے نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے قول و فعل کو اسی بنا پر خدا کا قول و فعل ٹھیرایا گیا ہے مثلاً قول کی نسبت یہ آیت ہے مَا یَنْطِقُ عَنِ الْھَوٰے اِنْ ھُوَ اِلَّا وَحْیٌ یُّوْحٰی یعنے اس نبی کا قول بشری ہوا و ہوس کے چشمہ سے نہیں نکلتا بلکہ اُس کا قول خدا کا قول ہے اب دیکھو کہ اس آیت کے رو سے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے کل اقوال خدا تعالےٰ کے اقوال ثابت ہوتے ہیں پھر اسکے مقابل پر ایک دوسری آیت ہے جس سے ثابت ہوتا ہے کہ آپ کے افعال بھی خدا تعالےٰ کے افعال ہیں جیسا کہ فرمایا ہے وَمَا رَمَیْتَ اِذْ رَمَیْتَ وَلٰکِنَّ اللّٰہَ رَمٰے یعنے جو کچھ تو نے چلایا یہ تو نے نہیں بلکہ خدا نے چلایا پس اس آیت سے ثابت ہوا کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے افعال بھی خدا کے افعال ہیں پس جس حالت میں آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے اقوال بھی خدا کے اقوال ہوئے اور افعال بھی خدا کے افعال ہوئے۔ تو اب عیسائی بتلائیں کہ انکے ہاتھ میں کیا عذر ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو خدا تعالےٰ قرار نہیں دیتے اور مسیح کی طرح آنجناب کو الوہیت کا کوئی اقنوم نہیں ٹھیراتے حالانکہ اسجگہ عملی طور پر ثبوت ہے اور وہ یہ کہ جیسا کہ خدا تعالےٰ اپنی ذات کیلئے غیرت رکھتا ہے اسی طرح خدا تعالےٰ آنجناب کے لئے غیرت دکھلاتا ہے چنانچہ جن لوگوں نے آنجناب کو دکھ دیا تھا اور ناحق کے خون کئے تھے اور آپ کو وطن سے نکالا تھا۔ خدا تعالےٰ نے آنجناب کو وفات نہیں دی جب تک کہ ان لوگوں کو عذاب کا مزا نہ چکھا لیا اور جن لوگوں نے ساتھ دیا تھا اُنکو تختوں پر بٹھا دیا تھا اب جب ہم آنجناب کے ان حالات کا یسوع مسیح کے حالات سے مقابلہ کرتے ہیں تو مجبوراً ہمیں اقرار کرنا پڑتا ہے کہ اللہ تعالےٰ نے عملی طور پر یسوع مسیح کے لئے کوئی اپنی تائید ظاہر نہ کی بلکہ اُلٹا یہودیوں کی تائید کرتا رہا یہانتک کہ انہوں نے یسوع کو صلیب پر چڑھا دیا اور بڑی بڑی ذلتیں

پہنچا ویں شخص پرویز نے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے قتل کے لئے جب ارادہ کیا تو ایک ہی رات میں خود قتل کیا گیا۔ لیکن جب یہودیونکی جھوٹی مخبری سے یسوع مسیح کی گرفتاری کا وارنٹ جاری ہوا تو صرف ایک دو سپاہیوں نے تین گھنٹہ کے اندر یسوع مسیح کو گرفتار کر کے حوالات میں داخل کر دیا اب کوئی سمجھ سکتا ہے کہ ایسے شخص کیساتھ کوئی الٰہی جلال بھی تھا جو باوجود تمام رات کی دعاؤنکے گرفتار ہونے سے بچ نہ سکا اور پھر جب ہم دیکھتے ہیں کہ ہمارے نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے قتل کے ارادہ پر جسقدر لوگ حملہ کی نیت پر آپکے گھر جمع ہوئے تھے اور گھر کا محاصرہ کر لیا تھا وہ باوجود سخت درسخت کوششونکے نامراد رہے اور بغیر اسکے جو آنجناب یسوع مسیح کی طرح تمام رات دعائیں کرتے عنایت ایزدی سے بچائے گئے اور اس جگہ سے روز روشن میں صاف نکل گئے اور کوئی آپکو دیکھ نہ سکا لیکن حضرت مسیح کی دردناک دعا ایلی ایلی لما سبقتانی جسپر ابتک یہودی ہنسی ٹھٹھا مارتے ہیں ایسی نامقبول ہوئی کہ باقرار عیسائیاں اس دعا کے بعد نتیجہ یہی نکلا کہ مصلوب ہو گئے یہ تو حضرت مسیح کی ذات کیساتھ خدا تعالے کے معاملات تھے پھر حواریونکے حالات بھی ایسے ہی ہیں انکو وعدہ دیا گیا تھا کہ ابھی تم زندہ ہوگے کہ میں واپس آؤنگا اب دیکھو یہ پیشگوئی کیسی صفائی سے جھوٹ نکلی اور دو ہزار برس ہونے لگے آپکا نام ونشان نہیں وہ تمام انتظار کرنیوالے ایسی حالت میں مرے کہ ہمیشہ یہود انسے ٹھٹھا کرتے رہے کہ تمہارا استاد کہاں دوبارہ آیا اور وہ ہمیشہ اس سوال سے شرمندہ رہے اور کوئی جواب نہ دیسکے انکو بارہ تختونکا وعدہ دیا گیا تھا مگر خود حضرت مسیح کی زندگی میں ایک حواری مرتد ہو گیا اور دوسرے نے بھی مرتد نکا سا کام کیا اور اس حساب سے تخت صرف دس رہ گئے حالانکہ پیشگوئی میں بارہ کا وعدہ تھا اور ہمارے نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے اس دنیا میں تختوں پر بیٹھنے کا اپنے اصحاب کو وعدہ دیا تھا۔ سو ہمارے مخالف بھی جانتے ہیں کہ وہ وعدہ سچا ہو گیا غرض حضرت مسیح کی تعلیم میں ان الفاظ سے جنسے انکو خدا بنایا جاتا ہے کوئی نادر اور عجیب لفظ نہیں اسلئے کہ اور نبیوں کی شان میں بھی اس قسم کے الفاظ بہت آئے ہیں آدم کو بھی خدا کا فرزند کہا گیا ہے اور اسرائیل کو بھی خدا کا فرزند کہا گیا بلکہ ایک جگہ لکھا ہے کہ تم سب خدا ہو مگر کیا ایسے لفظوں سے یہ نتیجہ نکال لینا چاہئے کہ جن لوگوں کے حق میں ایسے الفاظ استعمال پائے ہیں وہ درحقیقت خدا ہیں یا خدا کے بیٹے ہیں حضرت

مسیح نے بھی تو ایسے الفاظ استعمال کئے ہیں ❊

مسیح موعود کا ظہور

غرض بڑے افسوس سے کہنا پڑتا ہے کہ حضرت مسیح کے معاملہ میں ناحق ایک تنکے کا پہاڑ بنایا گیا ہے دیکھو میں بھی خدا سے الہام پاتا ہوں اور بیس برس سے زیادہ عرصہ سے خدا تعالےٰ مجھ سے ہم کلام ہے ڈیڑھ سو کے قریب نشان ظاہر ہوا ہے میں خدا تعالےٰ کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ اس قسم کے مردے کہ جو سنت اللہ کے رو سے زندہ ہوتے رہے ہیں وہ مجھ سے بھی زندہ ہوئے اسی طرح میں حلفاً کہ سکتا ہوں کہ دس ہزار سے زیادہ میری دعائیں قبول ہوئی ہیں اور جس قسم کے الفاظ انجیلوں میں یسوع مسیح کی نسبت ہیں جنسے انکی خدائی نکالی جاتی ہے انسے بہت بڑھکر خدا تعالےٰ کا کلام میری نسبت ہے اور ایسے کلمات بینے کتابونکے ذریعہ سے شائع بھی کردئے ہیں خدا نے میرا نام آدمؑ رکھا ہے خدا نے میرا نام ابراہیم رکھا ہے خدا نے میرا نام مسیح موعود رکھا ہے اور خبر دی ہے کہ وہ موعود جس کے انتظار میں تمام نبی گذر گئے ہیں وہ تو ہی ہے مگر باوجود اسکے میں یہ نہیں کہتا کہ میں خدا ہوں یا خدا کا بیٹا ہوں حالانکہ میری نسبت خدا کے کلام میں ایسے الفاظ بکثرت موجود ہیں جنکے ذریعہ سے مسیح ابن مریم کی نسبت بآسانی خدا کہلا سکتا ہوں مگر میں جانتا ہوں کہ یہ کفر ہے اسی لئے میں تمام دنیا سے زیادہ حیران ہوں کہ کونسی کوئی خاص فضیلت مسیح ابن مریم میں تھی جسکی وجہ سے اُسکو خدا بنایا گیا کیا اسکے کوئی خاص معجزات تھے مگر میں دیکھتا ہوں کہ اس سے بڑھکر یہاں معجزات ظاہر ہو رہے ہیں۔ کیا اسکی پیشگوئیاں اعلےٰ قسم کی تھیں مگر میں خلاف واقعہ کہونگا اگر یہ اقرار نہ کروں کہ جو پیشگوئیاں مجھے عطا کی گئی ہیں وہ مسیح ابن مریم سے بہت بڑھکر ہیں کیا میں یہ کہسکتا ہوں کہ انجیلوں میں مسیح ابن مریم کی شان میں بڑے اعلےٰ درجہ کے لفظ ہیں جن سے انکو خدا ماننا پڑتا ہے مگر میں اُس خدا کی قسم کھا کر کہتا ہوں جسکی جھوٹی قسم کھانا دنیا اور آخرت میں موجب لعنت ہے کہ وہ الفاظ جو خدا تعالےٰ کی طرف سے میری شان میں وارد ہوئے ہیں جنکی نسبت میں پھر قسم کھا کر کہتا ہوں کہ وہ خالص خدا کے الفاظ ہیں نہ انجیلوں کی طرح محرف۔ مبدل۔ مغیر۔ وہ ان الفاظ کی شان سے کہیں بڑھ کر ہیں جو مسیح ابن مریم کی نسبت پادری صاحبان انجیلوں میں دکھلاتے ہیں مگر کیا مجھے جائز ہے کہ میں بھی خدائی کا دعوےٰ کروں یا خدا کا بیٹا

کہلاؤں پس اسیطرح یقیناً سمجھو کہ مسیح ابن مریم بھی خدا کا بیٹا نہیں نہ خدا ہے میں مسیح محمدی ہوں اور وہ مسیح موسوی تھا۔ خدا کی تقدیر نے یہ مقدر کیا تھا کہ اسرائیلی سلسلہ کے آخر میں جس کی شریعت کی ابتدا موسیٰ سے ہے ایک مسیح آوے اور اُسکے مقابل پر یہ بھی مقدر کیا تھا کہ اسماعیلی سلسلہ کے آخر میں بھی جسکی شریعت کی ابتدا محمد مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وسلم سے ہے ایک مسیح آوے سو ایسا ہی ہوا۔ موسیٰ خدا کا بندہ اسرائیل کے لئے شریعت لایا خدا کو معلوم تھا کہ موسیٰ سے قریباً چودھویں صدی پر بنی اسرائیل شریعت کے حقائق اور رموز کو چھوڑ دینگے اور نیز اخلاقی حالت انکی بہت ابتر ہو جائیگی سو اسی غرض سے خدا نے حضرت موسے سے چودھویں صدی پر مسیح ابن مریم کو پیدا کیا اس ملک میں جس میں بنی اسرائیل کی سلطنت بھی باقی نہیں رہی تھی۔ سو جب توریت کتاب استثنا کے وعدہ کے مطابق دنیا میں مثیل موسے آیا یعنے حضرت محمد مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وسلم تو خدا نے آپکے بعد بھی جب چودھویں صدی پہنچی تو پہلے مسیح کی مانند ایک مسیح پیدا کیا اور وہ میں ہوں اور جسطرح مثیل موسے بہت سی باتوں میں موسے سے بڑھکر ہے ایسا ہی مثیل عیسٰے بھی بہت سی باتوں میں عیسے سے بڑھکر ہے اور یہ جزئی فضیلت ہے جسکو خدا چاہتا ہے دیتا ہے ﴿

عصمت کیونکر ثابت ہو سکتی ہے

اب میں دیکھتا ہوں کہ جس مسئلہ عصمت اور شفاعت کو عیسائیوں کی طرف سے باربار پیش کیا جاتا ہے وہ ایک سراسر دھوکا ہے جو عیسائیوں کو لگا ہوا ہے اگر معصوم کے یہ معنے ہیں کہ کوئی دشمن کسی کی عملی زندگی کی نسبت کوئی نکتہ چینی نہ کرے تو آؤ ہم یہود کی کتابیں دکھلاتے ہیں جنہوں نے حضرت مسیح اور ان کی ماں کے چال چلن پر بہت نکتہ چینی کی ہے اور اگر معصوم ہونے کے یہ معنے ہیں کہ کوئی شخص اپنے منہ سے یہ کہے کہ میں نیک ہوں تو آؤ ہم انجیل سے آپ لوگوں کو دکھلاتے ہیں کہ مسیح نے اقرار کیا ہے کہ میں نیک نہیں ہوں پس جبکہ خود مسیح ابن مریم کی عصمت کسی طور سے ثابت نہیں ہو سکتی بلکہ انجیلوں سے بعض حرکات اسکی عصمت کے برخلاف ثابت ہوتی ہیں جیسا کہ شراب پینا انجیل کے ابدی احکام حرمت خنزیر و ختنہ وغیرہ کا توڑنا ناحق دوسرے کے مالونکو نقصان پہنچانا۔ فقیہوں فریسیوں کو گالیاں دینا بدکار عورتوں کو جسم چھونے کا موقع دینا حرام کا تیل سر پر ملوانا۔ شاگردونکو غیر لوگوں کے کھیتوں سے خوشے توڑنے سے منع نہ کرنا۔ اب بتلاؤ کہ یہ تمام امور گناہ ہیں یا

نہیں اگر شراب پینا اچھا کام تھا تو یوحنا نے شراب پینے سے کیوں نفرت کی دانیال نے کہا کہ شراب پینے والوں پر آسمان کے دروازے بند رہتے ہیں۔ ختنہ جو ابدی حکم تھا اس سے کیوں روک دیا حالانکہ آجکل کی تحقیقات کے رو سے بھی وہ بہت سے امراض کو مفید ہے ایسا ہی سؤر ہمیشہ کے لئے حرام تھا اسکو کھانیکا کیوں فتوے دیا اور خود کہا کہ توریت منسوخ نہیں ہوئی۔ اور پھر آپ ہی اُسے منسوخ کیا اور یاد رکھنا چاہئے کہ مسیح ابن مریم کی عصمت انجیل کے رو سے ثابت کرنا ایسا ہی مشکل ہے جیسا کہ اس مسلول کی صحت ثابت کرنا جس کا مرض قبول اور دستونکی حالت تک پہنچ چکا ہے کیا ضروری نہ تھا کہ پہلے حضرت مسیح کی عصمت ثابت کر لیتے پھر دوسروں پر نکتہ چینی کرتے قرآن میں استغفار کا لفظ دیکھ کر فی الفور یہ دعوے کر دیا کہ اس سے گنہگار ہونا ثابت ہوتا ہے اور انجیل کے اس لفظ کو ہضم کر جانا کہ میں نیک نہیں کیا یہ ایمانداری ہے پھر ان سب باتوں کے بعد ہم یہ بھی دیکھتے ہیں کہ آخرت کا شفیع وہ ثابت ہو سکتا ہے جسنے دنیا میں شفاعت کا کوئی نمونہ دکھلایا ہو سو اس معیار کو آگے رکھ کر جب ہم موسےٰ پر نظر ڈالتے ہیں تو وہ بھی شفیع ثابت ہوتا ہے کیونکہ بارہا اُس نے اترتا ہوا عذاب دعا سے ٹال دیا اُسکی توریت گواہ ہے اسیطرح جب ہم حضرت محمد مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وسلم پر نظر ڈالتے ہیں تو آپ کا شفیع ہونا اجلےٰ بدیہیات معلوم ہوتا ہے کیونکہ آپکی شفاعت کا ہی اثر تھا کہ آپنے غریب صحابہ کو تخت پر بٹھا دیا اور آپکی شفاعت کا ہی اثر تھا کہ وہ لوگ باوجود اسکے کہ بت پرستی اور شرک میں نشو و نما پایا تھا ایسے موحد ہو گئے جنکی نظیر کسی زمانہ میں نہیں ملتی اور پھر آپکی شفاعت کا ہی اثر ہے کہ اب تک آپکی پیروی کرنے والے خدا کا سچا الہام پاتے ہیں خدا اُن سے ہم کلام ہوتا ہے مگر مسیح ابن مریم میں یہ تمام ثبوت کیونکر اور کہاں سے ملسکتے ہیں ہمارے سید و مولےٰ محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت پر اس سے بڑھکر اور زبردست شہادت کیا ہو گی کہ ہم اُس جناب کیواسطے سے جو کچھ خدا سے پاتے ہیں ہمارے دشمن وہ نہیں پا سکتے اگر ہمارے مخالف اس امتحان کی طرف آویں تو چند روز میں فیصلہ ہو سکتا ہے مگر وہ فیصلہ کے خواہاں نہیں ہیں وہ اسی خدا کو ماننے کے لئے ہمیں مجبور کرتے ہیں جو نہ بول سکتا ہے نہ دیکھ سکتا ہے اور نہ بتیں از وقت کچھ بتلا سکتا ہے مگر ہمارا خدا اُن سب باتوں پر قادر ہے۔ مبارک وہ جو ایسے کا طالب ہو

(باقی آیندہ)

آؤ لوگو کہ یہیں نورِ خدا پاؤ گے
لو تمہیں طور تسلی کا بتایا ہم نے

ریویو آف ریلجنز

یعنے

دنیا کے مذاہب پر نظر

جلد اوّل — جون سنہ ۱۹۰۲ء — نمبر (۶)

مضامین فہرست

انجمن اشاعت الاسلام قادیان

نے

انوار احمدیہ پریس قادیان دار الامان میں چھپوا کر

۳۰- اگست سنہ ۱۹۰۲ء کو شائع کیا

چندہ سالانہ معہ محصول ڈاک:- معمولی کاغذ پر (عہ) ولائتی کاغذ پر (للعہ)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم

اسلام

اخلاقی حالتیں
ہستی باری تعالیٰ

(رسالہ نمبر ۴ سے آگے)

منجملہ انسان کی طبعی حالتوں کے جو اس کی فطرت کو لازم پڑی ہوئی ہیں ایک برتر ہستی کی تلاش ہے جس کے لئے اندر ہی اندر انسان کے دل میں ایک کشش موجود ہے اور اس تلاش کا اثر اسی وقت سے ہونے لگتا ہے جبکہ بچہ ماں کے پیٹ سے باہر آتا ہے کیونکہ بچہ پیدا ہوتے ہی پہلے روحانی خاصیت اپنی جو دکھاتا ہے وہ یہی ہے کہ ماں کی طرف جھکا جاتا ہے اور طبعاً اپنی ماں کی محبت رکھتا ہے اور پھر جیسے جیسے حواس اس کے کھلتے جاتے ہیں اور شگوفہ فطرت اس کا کھلتا جاتا ہے یہ کشش محبت جو اس کے اندر چھپی ہوئی تھی اپنا رنگ روپ نمایاں طور پر دکھاتی چلی جاتی ہے۔ پھر تو یہ ہوتا ہے کہ بجز اپنی ماں کی گود کے کسی جگہ آرام نہیں پاتا اور پورا آرام اس کا اسی کے کنار عاطفت میں ہوتا ہے اور اگر ماں سے علیحدہ کر دیا جائے اور دور کر دیا جائے تو تمام عیش اس کا تلخ ہو جاتا ہے اور اگرچہ اس کے آگے نعمتوں کا ایک ڈھیر ڈالدیا جائے تب بھی وہ اپنی سچی خوشحالی ماں کی گود میں ہی دیکھتا ہے اور اس کے بغیر کسی طرح آرام نہیں پاتا سو وہ کشش محبت جو اس کو اپنی ماں کی طرف پیدا ہوتی ہے وہ کیا چیز ہے؟

درحقیقت یہ **وہی کشش** ہے جو معبود حقیقی کے لئے بچہ کی فطرت میں رکھی گئی ہے بلکہ ہر ایک جگہ جو انسان تعلق محبت پیدا کرتا ہے درحقیقت وہی کشش کام کر رہی ہے اور ہر ایک جگہ جو یہ عاشقانہ جوش دکھلاتا ہے

درحقیقت اسی محبت کا وہ ایک عکس ہے گویا دوسری چیزوں کو اٹھا اٹھا کر ایک گم شدہ چیز کی تلاش کر رہا ہے جس کا اب نام بھول گیا ہے سو انسان کا مال یا اولاد یا بیوی سے محبت کرنا یا کسی خوش آواز کے گیت کی طرف اسکی روح کا کھینچے جانا درحقیقت اسی گمشدہ محبوب کی تلاش ہے اور چونکہ انسان اس دقیق در دقیق ہستی کو جو آگ کی طرح ہر ایک میں مخفی اور سب پر پوشیدہ ہے اپنی جسمانی آنکھوں سے دیکھ نہیں سکتا اور نہ اپنی ناتمام عقل سے اس کو پا سکتا ہے اس لئے اس کی معرفت کے بارہ میں انسان کو بڑی بڑی غلطیاں لگی ہیں اور سہو کاریوں سے اُس کا حق دوسرے کو دیا گیا ہے خدا نے قرآن شریف میں یہ خوب مثال دی ہے کہ دنیا ایک ایسے شیش محل کی طرح ہے جس کی زمین کا فرش نہایت مصفا شیشوں سے کیا گیا ہے اور پھر ان شیشوں کے نیچے پانی چھوڑا گیا ہے جو نہایت تیزی سے چل رہا ہے۔ اب ہر ایک نظر جو شیشوں پر پڑتی ہے وہ اپنی غلطی سے ان شیشوں کو بھی پانی سمجھ لیتی ہے اور پھر انسان ان شیشوں پر چلنے سے ایسا ڈرتا ہے جیسا کہ پانی سے ڈرنا چاہئے حالانکہ وہ درحقیقت شیشے ہیں مگر صاف اور شفاف سو یہ بڑے بڑے اجرام جو نظر آتے ہیں جیسے آفتاب و ماہتاب وغیرہ یہ وہی صاف شیشے ہیں جن کی غلطی سے پرستش کی گئی اور ان کے نیچے ایک اعلےٰ طاقت کام کر رہی ہے جو ان شیشوں کے پردہ میں پانی کی طرح بڑی تیزی سے چل رہی ہے اور مخلوق پرستوں کی نظر کی یہ غلطی ہے کہ انہیں شیشوں کی طرف کام کو منسوب کر رہے ہیں جو ان کے نیچے کی طاقت دکھلا رہی ہے یہی تفسیر اس آیت کریمہ کی ہے اِنَّهٗ صَرْحٌ مُّمَرَّدٌ مِّنْ قَوَارِيْرَ۔ غرض چونکہ خدا تعالیٰ کی ذات باوجود نہایت روشن ہونے کے پھر بھی نہایت مخفی ہوتی ہے اس لئے اس کی شناخت کے لئے صرف یہ نظام جسمانی جو ہماری نظروں کے سامنے ہے کافی نہ تھا اور یہی وجہ ہے کہ ایسے نظام پر مدار رکھنے والے باوجودیکہ اس ترتیب ابلغ اور محکم کو جو صدہا عجائبات پر مشتمل ہے نہایت غور کی نظر سے دیکھتے رہے بلکہ ہیئت اور طبعی اور فلسفہ میں وہ مہارتیں پیدا کیں کہ گویا آسمان و زمین کے اندر دھس گئے مگر پھر بھی شکوک اور شبہات کی تاریکی سے نجات نہ پا سکے اور اکثر ان کے طرح طرح کی خطاؤں میں مبتلا ہو گئے۔ اور بیہودہ اوہام میں پڑ کر کہیں کے کہیں چلے گئے اور اگر ان کو اس صانع کے وجود کی طرف کچھ خیال بھی آیا تو بس اسی قدر کہ اس اعلیٰ اور عمدہ نظام کو دیکھ کر یہ ان کے دل میں پڑا کہ اس عظیم الشان سلسلہ کا جو پر حکمت نظام اپنے ساتھ رکھتا ہے کوئی پیدا کرنے والا ضرور چاہئے۔ مگر ظاہر ہے کہ یہ خیال ناتمام اور یہ معرفت ناقص ہے کیونکہ یہ کہنا کہ اس سلسلہ کے لئے ایک خدا کی ضرورت ہے اس دوسرے کلام سے ہرگز مساوی نہیں کہ وہ خدا درحقیقت ہے بھی۔ غرض یہ ان کی صرف قیاسی معرفت تھی جو دل کو اطمینان اور سکینت نہیں بخش سکتی

اور نہ شکوک کو بکلی دل پر سے اٹھا سکتی ہے اور نہ یہ ایسا پیالہ ہے جس سے وہ پیاس معرفت تامہ کی بجھ سکے جو انسان کی فطرت کو لگائی گئی ہے بلکہ ایسی معرفت ناقصہ نہایت پر خطر ہوتی ہے کیونکہ بہت شور ڈالنے کے بعد پھر آخر ہیچ اور نتیجہ ندارد ہے۔ غرض جب تک خود خدا تعالےٰ اپنے موجود ہونے کو اپنے کلام سے ظاہر نہ کرے جیسا کہ اُس نے اپنے کام سے ظاہر کیا تب تک صرف کام کا ملاحظہ تسلی بخش نہیں ہے مثلاً اگر ہم ایک ایسی کوٹھڑی کو دیکھیں جس میں یہ بات عجیب ہو کہ اندر سے کنڈیاں لگائی گئی ہیں تو اس فعل سے ہم ضرور اول یہ خیال کرینگے کہ کوئی انسان اندر ہے جس نے اندر سے زنجیر کو لگایا ہے کیونکہ باہر سے اندر کی زنجیروں کو لگانا غیر ممکن ہے لیکن جب ایک مدت تک بلکہ برسوں تک باوجود بار بار آواز دینے کے اس انسان کی طرف سے کوئی آواز نہ آوے تو آخر یہ رائے ہماری کہ کوئی اندر ہے بدل جائے گی اور یہ خیال کرینگے کہ اندر کوئی نہیں بلکہ کسی حکمت عملی سے اندر کی کنڈیاں لگائی گئی ہیں یہی حال ان فلاسفروں کا ہے جنہوں نے صرف فعل کے مشاہدہ پر اپنی معرفت کو ختم کر دیا ہے یہ بڑی غلطی ہے جو خدا کو ایک مردہ کی طرح سمجھا جائے جس کو قبر سے نکالنا صرف انسان کا کام ہے۔ اگر خدا ایسا ہے جو صرف انسانی کوشش نے اس کا پتہ لگایا تو ایسے خدا کی نسبت ہماری سب اُمیدیں عبث ہیں بلکہ خدا تو وہی ہے جو ہمیشہ سے اور قدیم سے آپ انا الموجود کہہ کر لوگوں کو اپنی طرف بلاتا رہا ہے یہ بڑی گستاخی ہوگی کہ ہم ایسا خیال کریں کہ اس کی معرفت میں انسان کا احسان اسپر ہے اور اگر فلاسفر نہ ہوتے تو گویا وہ گم کا گم ہی رہتا اور یہ کہنا کہ خدا کیونکر بول سکتا ہے کیا اس کی زبان ہے یہ بھی ایک بڑی بیباکی ہے کیا اس نے جسمانی ہاتھوں کے بغیر تمام آسمانی اجرام اور زمین کو نہیں بنایا۔ کیا وہ جسمانی آنکھوں کے بغیر تمام دنیا کو نہیں دیکھتا۔ کیا وہ جسمانی کانوں کے بغیر ہماری آوازیں نہیں سنتا۔ پس کیا یہ ضروری نہ تھا کہ اسی طرح وہ کلام بھی کرے یہ بات بھی ہرگز صحیح نہیں ہے کہ خدا کا کلام کرنا آگے نہیں بلکہ پیچھے رہ گیا ہے۔ ہم اس کے کلام اور مخاطبات پر کسی زمانہ تک مہر نہیں لگاتے بیشک وہ اب بھی ڈھونڈنے والوں کو الہامی چشمہ سے مالامال کرنے کو تیار ہے جیسا کہ پہلے تھا اور اب بھی اس کے فیضان کے ایسے دروازے کھلے ہیں جیسے کہ پہلے تھے۔ ہاں ضرورتوں کے ختم ہونے پر شریعتیں اور حدود ختم ہو گئیں اور تمام رسالتیں اور نبوتیں اپنے آخری نقطہ پر آکر جو ہمارے سید و مولے صلی اللہ علیہ وسلم کا وجود تھا کمال کو پہنچ گئیں۔ اس آخری نور کا عرب سے ظاہر ہونا بھی خالی حکمت سے نہ تھا عرب وہ بنی اسماعیل کی قوم تھی جو اسرائیل سے منقطع ہو کر حکمت الٰہی سے بیابان فاران میں ڈال دی گئی تھی اور فاران کے معنے ہیں دو فرار کرنے والے یعنے بھاگنے والے۔ پس جن کو حضرت ابراہیم نے بنی اسرائیل سے

علیحدہ کردیا تھا ان کا توریت کی شریعت میں کچھ حصہ نہیں رہا تھا جیسا کہ لکھا ہے کہ وہ اسحاق کے ساتھ حصہ نہیں پائیں گے۔ پس تعلق والوں نے انہیں چھوڑ دیا اور کسی دوسرے سے ان کا تعلق اور رشتہ نہ تھا۔ دوسرے تمام ملکوں میں کچھ کچھ رسوم عبادات اور احکام کی پائی جاتی تھیں جن سے پتہ لگتا ہے کہ کسی وقت ان کو نبیوں کی تعلیم پہنچی تھی۔ مگر صرف عرب کا ملک ہی ایک ایسا ملک تھا جو ان تعلیموں سے محض ناواقف تھا اور تمام جہان سے پیچھے رہا ہوا تھا اس لئے آخر میں اس کی نوبت آئی اور اس کی نبوت عام ٹھہری تا تمام ملکوں کو دوبارہ برکات کا حصہ دیوے اور جو غلطی پڑ گئی تھی اس کو نکال دے۔ پس ایسی کامل کتاب کے بعد کس کتاب کا انتظار کریں جس نے سارا کام انسانی اصلاح کا اپنے ہاتھ میں لے لیا اور پہلی کتابوں کی طرح صرف ایک قوم سے واسطہ نہیں رکھا بلکہ تمام قوموں کی اصلاح چاہی اور انسانی تربیت کے تمام مراتب بیان فرمائے وحشیوں کو انسانیت کے آداب سکھائے پھر انسانی صورت بنانے کے بعد اخلاق فاضلہ کا سبق دیا۔ یہ قرآن نے ہی دنیا پر احسان کیا کہ طبعی حالتوں اور اخلاق فاضلہ میں فرق کر کے دکھلایا اور جب طبعی حالتوں سے نکالکر اخلاق فاضلہ کے محل عالی تک پہنچایا تو فقط اسی پر کفایت نہ کی بلکہ اور مرحلہ جو باقی تھا یعنے روحانی حالتوں کا مقام اس تک پہنچنے کے لئے پاک معرفت کے دروازے کھولدیئے اور نہ صرف کھولدیئے بلکہ لاکھوں انسانوں کو اس تک پہنچا بھی دیا۔ اور اس طرح پر تینوں قسم کی تعلیم جس کا میں پہلے ذکر کر چکا ہوں کمال خوبی سے بیان فرمائی۔ پس چونکہ وہ تمام تعلیموں کا جن پر دینی تربیت کی ضرورتوں کا مدار ہے کامل طور پر جامع ہے اس لئے یہ دعویٰ اس نے کیا کہ میں نے دائرہ دینی تعلیم کو کمال تک پہنچایا جیسا کہ وہ فرماتا ہے اَلْیَوْمَ اَکْمَلْتُ لَکُمْ دِیْنَکُمْ وَاَتْمَمْتُ عَلَیْکُمْ نِعْمَتِیْ وَرَضِیْتُ لَکُمُ الْاِسْلَامَ دِیْنًا۔ یعنے آج میں نے دین تمہارا کامل کیا اور اپنی نعمت کو تم پر پورا کر دیا اور میں تمہارا دین اسلام ٹھہرا کر خوش ہوا یعنے دین کا انتہائی مرتبہ وہ امر ہے جو اسلام کے مفہوم میں پایا جاتا ہے یعنے یہ کہ محض خدا کے لئے ہو جانا اور اپنی نجات اپنے وجود کی قربانی سے چاہنا نہ اور طریق سے اور اس نیت اور اس ارادہ کو عملی طور پر دکھلا دینا یہ وہ نقطہ ہے جس پر تمام کمالات ختم ہوتے ہیں پس جس خدا کو حکیموں نے شناخت نہ کیا قرآن نے اس سچے خدا کا پتہ بتایا قرآن نے خدا کی معرفت عطا کرنے کے لئے دو طریق رکھے ہیں۔

اوّل وہ طریق جس کے رو سے انسانی عقل عقلی دلائل پیدا کرنے میں بہت قوی اور روشن ہو جاتی ہے اور انسان غلطی کرنے سے بچ جاتا ہے۔ دوسرا روحانی طریق جس کو ہم تیسرے سوال کے جواب میں عنقریب

انشاء اللہ تعالیٰ بیان کرینگے۔ اب دیکھو کہ عقلی طور پر قرآن شریف نے خدا کی ہستی پر کیا کیا عمدہ اور بے مثل دلائل دیئے ہیں جیسا کہ ایک جگہ فرماتا ہے رَبُّنَا الَّذِیْ اَعْطٰی کُلَّ شَیْءٍ خَلْقَهٗ ثُمَّ هَدٰی یعنے خدا وہ خدا ہے کہ جس نے ہر ایک شے کے مناسب حال اس کو پیدائش بخشی پھر اس شے کو اپنے کمالات مطلوبہ حاصل کرنیکے لئے راہ دکھلادی اب اگر اس آیت کے مفہوم پر نظر رکھکر انسان سے لیکر تمام بحری اور بری جانوروں اور پرندوں کی بناوٹ تک دیکھا جائے تو خدا کی قدرت یاد آتی ہے کہ ہر ایک چیز کی بناوٹ اس کے مناسب حال معلوم ہوتی ہے پڑھنے والے خود سوچ لیں کیونکہ یہ مضمون بہت وسیع ہے ✦

دوسری دلیل خدا تعالیٰ کی ہستی پر قرآن شریف نے خدا تعالیٰ کا علت العلل ہونا قرار دی ہے جیسا کہ وہ فرماتا ہے وَاَنَّ اِلٰی رَبِّكَ الْمُنْتَهٰی یعنے تمام سلسلہ علل و معلولات کا تیرے رب پر ختم ہو جاتا ہے تفصیل اس دلیل کی یہ ہے کہ نظر تعمق سے معلوم ہوگا کہ تمام موجودات علل و معلول کے سلسلہ سے مربوط ہے اسی وجہ سے دنیا میں طرح طرح کے علوم پیدا ہوگئے ہیں کیونکہ کوئی حصہ مخلوقات کا نظام سے باہر نہیں بعض بعض کے لئے بطور اصول اور بعض بطور فروع کے ہیں اور یہ تو ظاہر ہے کہ علت یا تو خود اپنی ذات سے قائم ہوگی یا اس کا وجود کسی دوسری علت کے وجود پر منحصر ہوگا اور پھر یہ دوسری علت کسی اور علت پر وعلیٰ ہذا القیاس اور یہ تو جائز نہیں کہ اس محدود دنیا میں علل و معلول کا سلسلہ کہیں جا کر ختم نہ ہو اور غیر متناہی ہو تو بالضرورت ماننا پڑا کہ یہ سلسلہ ضرور کسی اخیر علت پر جا کر ختم ہو جاتا ہے پس جس پر اس تمام سلسلہ کی انتہا ہے وہی خدا ہے آنکھ کھولکر دیکھ لو کہ آیت وَاَنَّ اِلٰی رَبِّكَ الْمُنْتَهٰی اپنے مختصر لفظوں میں کس طرح اس دلیل مذکور بالا کو بیان فرما رہی ہے جس کے یہ معنے ہیں کہ انتہا تمام سلسلہ کی تیرے رب تک ہے ✦

پھر ایک اور دلیل اپنی ہستی پر یہ دی جیسا کہ فرماتا ہے لَا الشَّمْسُ يَنْۢبَغِیْ لَهَاۤ اَنْ تُدْرِكَ الْقَمَرَ وَلَا الَّیْلُ سَابِقُ النَّهَارِ وَكُلٌّ فِیْ فَلَكٍ یَّسْبَحُوْنَ یعنے آفتاب چاند کو نہیں پکڑ سکتا اور نہ رات جو مظہر ماہتاب ہے دن پر جو مظہر آفتاب ہے کچھ تسلط کر سکتی ہے یعنے کوئی ان میں سے اپنی حدود مقررہ سے باہر نہیں جاتا اگر ان کا در پردہ کوئی مدبّر نہ ہو تو یہ تمام سلسلہ درہم برہم ہو جائے یہ دلیل ہیئت پر غور کرنے والوں کے لئے نہایت فائدہ بخش ہے کیونکہ اجرام فلکی کے اتنے بڑے عظیم الشان اور بیشمار گولے ہیں جن کے تھوڑے سے بگاڑ سے تمام دنیا تباہ ہو سکتی ہے یہ کیسی قدرت حق ہے کہ وہ آپس میں نہ ٹکراتے ہیں اور نہ بال بھر رفتار بدلتے اور نہ اتنی مدت تک کام دینے سے کچھ گھسے اور نہ ان کی کلوں پرزوں میں کچھ فرق آیا اگر سر پر کوئی محافظ نہیں تو

کیونکہ اتنا بڑا کارخانہ بیشمار برسوں سے خود بخود چل رہا ہے انہیں حکمتوں کی طرف اشارہ کرکے خداتعالیٰ دوسرے مقام میں فرماتا ہے اَفِی اللّٰہِ شَکٌّ فَاطِرِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ یعنے کیا خدا کے وجود میں شک ہو سکتا ہے جس نے ایسے آسمان اور ایسی زمین بنائی +

پھر ایک لطیف دلیل اپنی ہستی پر دیتا ہے اور وہ یہ ہے کُلُّ مَنْ عَلَیْھَا فَانٍ وَّیَبْقٰی وَجْہُ رَبِّکَ ذُوالْجَلَالِ وَالْاِکْرَامِ یعنے ہر ایک چیز معرض زوال میں ہے اور جو باقی رہنے والا ہے وہ خدا ہے جو جلال والا اور بزرگی والا ہے۔ اب دیکھو کہ اگر ہم فرض کرلیں کہ ایسا ہو کہ زمین ذرہ ذرہ ہو جائے اور اجرام فلکی بھی ٹکڑے ٹکڑے ہو جائیں اور ان پر معدوم کرنے والی ایک ایسی ہوا چلے جو تمام نشان ان چیزوں کے مٹا دے مگر پھر بھی عقل اس بات کو مانتی اور قبول کرتی ہے بلکہ صحیح کانشنس اس کو ضروری سمجھتا ہے کہ اس تمام نیستی کے بعد بھی ایک چیز باقی رہ جائے جس پر فنا طاری نہو اور تبدل اور تغیر کو قبول نہ کرے اور اپنی پہلی حالت پر باقی رہے پس وہی خدا ہے جو تمام فانی صورتوں کو ظہور میں لایا اور خود فنا کی دستبرد سے محفوظ رہا +

پھر ایک اور دلیل اپنی ہستی پر قرآن شریف میں پیش کرتا ہے اَلَسْتُ بِرَبِّکُمْ قَالُوْا بَلٰی یعنے میں نے روحوں کو کہا کہ کیا میں تمہارا رب نہیں؟ انہوں نے کہا کہ کیوں نہیں۔ اس آیت میں خداتعالیٰ قصہ کے رنگ میں روحوں کی اس خاصیت کو بیان فرماتا ہے جو ان کی فطرت میں اس نے رکھی ہوئی ہے اور وہ یہ ہے کہ کوئی روح فطرت کے رو سے خداتعالیٰ کا انکار نہیں کر سکتی صرف منکروں کو اپنے خیال میں دلیل نہ ملنے کی وجہ سے انکار ہے مگر باوجود اس انکار کے وہ اس بات کو مانتے ہیں کہ ہر ایک حادث کے واسطے ضرور ایک محدث ہے دنیا میں ایسا کوئی نادان نہیں کہ اگر مثلاً بدن میں کوئی بیماری ظاہر ہو تو وہ اس بات پر اصرار کرے کہ درپردہ اس بیماری کے ظہور کی کوئی علت نہیں اگر یہ سلسلہ دنیا کا علل اور معلول سے مربوط نہ ہوتا تو قبل از وقت یہ بتا دینا کہ فلاں تاریخ طوفان آئیگا یا آندھی آئیگی یا خسوف ہوگا یا کسوف ہوگا یا فلاں وقت بیمار مر جائیگا یا فلاں وقت تک ایک بیماری کے ساتھ فلاں بیماری لاحق ہو جائیگی یہ تمام باتیں غیر ممکن ہو جائیں پس ایسا محقق اگرچہ خدا کے وجود کا اقرار نہیں کرتا مگر ایک طور سے تو اس نے اقرار کر ہی دیا کہ وہ بھی ہماری طرح معلولات کے لئے علل کی تلاش میں ہے یہ بھی ایک قسم کا اقرار ہے اگرچہ کمال اقرار نہیں ماسوائے اس کے اگر کسی ترکیب سے ایک منکر وجود باری کو ایسے طور سے بیہوش کیا جائے کہ وہ اس سفلی زندگی کے خیالات سے بالکل الگ ہو کر اور تمام ارادوں سے معطل رہ کر اعلیٰ ہستی کے قبضہ میں ہو جائے تو وہ اس صورت میں خدا کے وجود کا اقرار کرے گا۔

انکار نہیں کریگا جیسا کہ اس پر بڑے بڑے مجربین کا تجربہ شاہد ہے سو ایسی حالت کی طرف اس آیت میں اشارہ ہے اور مطلب آیت یہ ہے کہ انکار وجود باری صرف سفلی زندگی تک ہے ورنہ اصل فطرت میں اقرار بھرا ہوا ہے +

صفات باری تعالیٰ

یہ دلائل وجود باری پر ہیں جو ہم نے بطور نمونہ کے لکھدیئے بعد اس کے یہ بھی جاننا چاہئے کہ جس خدا کی طرف ہمیں قرآن شریف نے بلایا ہے اس کی اس نے یہ صفات لکھی ہیں +

هُوَ اللّٰهُ الَّذِیْ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ عٰلِمُ الْغَیْبِ وَ الشَّهَادَةِ هُوَ الرَّحْمٰنُ الرَّحِیْمُ مٰلِكِ یَوْمِ الدِّیْنِ اَلْمَلِكُ الْقُدُّوْسُ السَّلٰمُ الْمُؤْمِنُ الْمُهَیْمِنُ الْعَزِیْزُ الْجَبَّارُ الْمُتَكَبِّرُ هُوَ اللّٰهُ الْخَالِقُ الْبَارِئُ الْمُصَوِّرُ لَهُ الْاَسْمَآءُ الْحُسْنٰى یُسَبِّحُ لَهٗ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ وَ هُوَ الْعَزِیْزُ الْحَكِیْمُ عَلٰی كُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ مٰلِكِ یَوْمِ الدِّیْنِ اُجِیْبُ دَعْوَةَ الدَّاعِ اَلْحَیُّ الْقَیُّوْمُ قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ اَللّٰهُ الصَّمَدُ لَمْ یَلِدْ وَ لَمْ یُوْلَدْ وَ لَمْ یَكُنْ لَّهٗ كُفُوًا اَحَدٌ ۔ یعنے وہ خدا جو واحد لاشریک ہے جس کے سوا کوئی بھی پرستش اور فرمانبرداری کے لایق نہیں یہ اس لئے فرمایا کہ اگر وہ لاشریک نہ ہو تو شاید اس کی طاقت پر دشمن کی طاقت غالب آجائے اس صورت میں خدائی معرض خطرہ میں رہے گی اور یہ جو فرمایا کہ اس کے سوا کوئی پرستش کے لایق نہیں اس سے یہ مطلب ہے کہ وہ ایسا کامل خدا ہے جس کی صفات اور خوبیاں اور کمالات ایسے اعلیٰ اور بلند ہیں کہ اگر موجودات میں سے بوجہ صفات کاملہ کے ایک خدا انتخاب کرنا چاہیں یا دل میں عمدہ سے عمدہ اور اعلیٰ سے اعلیٰ خدا کی صفات فرض کریں تو سب سے اعلیٰ جس سے بڑھ کر کوئی اعلیٰ نہیں ہو سکتا وہی خدا ہے جس کی پرستش میں ادنے کو شریک کرنا ظلم ہے پھر فرمایا کہ عالم الغیب ہے یعنے اپنی ذات کو آپ ہی جانتا ہے اس کی ذات پر کوئی احاطہ نہیں کر سکتا ہم آفتاب اور ماہتاب اور ہر ایک مخلوق کا سراپا دیکھ سکتے ہیں مگر خدا کا سراپا دیکھنے سے قاصر ہیں پھر فرمایا کہ وہ عالم الشہادۃ ہے یعنے کوئی چیز اس کی نظر سے پردہ میں نہیں ہے۔ یہ جائز نہیں کہ وہ خدا کہلا کر پھر علم اشیاء سے غافل ہو وہ اس عالم کے ذرہ ذرہ پر اپنی نظر رکھتا ہے لیکن انسان نہیں رکھ سکتا وہ جانتا ہے کہ کب اس نظام کو توڑ دیگا اور قیامت برپا کر دے گا اور اس کے سوا کوئی نہیں جانتا کہ ایسا کب ہو گا سو وہی خدا ہے جو ان تمام وقتوں کو جانتا ہے۔ پھر فرمایا کہ هُوَ الرَّحْمٰنُ یعنی وہ جانداروں کی ہستی اور ان کے اعمال سے پہلے

محض اپنے لطف سے نہ کسی غرض سے اور نہ کسی کے عمل کی پاداش میں ان کے لئے سامان راحت میسر کرتا ہے جیسا کہ آفتاب اور زمین اور دوسری تمام چیزوں کو ہمارے وجود اور ہمارے اعمال کے وجود سے پہلے ہمارے لئے بنایا۔ اس عطیہ کا نام خدا کی کتاب میں رحمانیت ہے اور اس کام کے لحاظ سے خدا تعالیٰ رحمٰن کہلاتا ہے پھر فرمایا کہ الرحیم یعنے وہ خدا نیک عملوں کی نیک تر جزا دیتا ہے اور کسی کی محنت کو ضایع نہیں کرتا اور اس کام کے لحاظ سے رحیم کہلاتا ہے اور یہ صفت رحیمیت کے نام سے موسوم ہے اور پھر فرمایا مَالِكِ يَوْمِ الدِّينِ یعنے وہ خدا ہر ایک کی جزا اپنے ہاتھ میں رکھتا ہے اس کا کوئی ایسا کارپرداز نہیں جس کو اُس نے زمین و آسمان کی حکومت سونپ دی ہو اور آپ الگ ہو بیٹھا ہو اور آپ کچھ نہ کرتا ہو وہی کارپرداز سب کچھ جزا سزا دیتا ہو یا آئندہ دینے والا ہو اور پھر فرمایا اَلْمَلِكُ الْقُدُّوْسُ یعنے وہ خدا بادشاہ ہے جس پر کوئی داغ عیب نہیں یہ ظاہر ہے کہ انسانی بادشاہت عیب سے خالی نہیں اگر مثلاً تمام رعیت جلا وطن ہو کر دوسرے ملک کی طرف بھاگ جاوے تو پھر بادشاہی قایم نہیں رہ سکتی یا اگر مثلاً تمام رعیت قحط زدہ ہو جائے تو پھر خراج شاہی کہاں سے آئے اور اگر رعیت کے لوگ اس سے بحث شروع کر دیں کہ تجھ میں ہم سے زیادہ کیا ہے تو وہ کونسی لیاقت اپنی ثابت کرے پس خدا تعالیٰ کی بادشاہی ایسی نہیں ہے وہ ایک دم میں تمام ملک کو فنا کرکے اور مخلوقات پیدا کر سکتا ہے اگر وہ ایسا خالق اور قادر نہ ہوتا تو پھر بجز ظلم کے اس کی بادشاہت چل نہ سکتی کیونکہ وہ دنیا کو ایک مرتبہ معافی اور نجات دیکر پھر دوسری دنیا کہاں سے لاتا کیا نجات یافتہ لوگوں کو دنیا میں بھیجنے کے لئے پھر پکڑتا اور ظلم کی راہ سے اپنی معافی اور نجات دہی کو واپس لیتا تو اس صورت میں اس کی خدائی میں فرق آتا اور دنیا کے بادشاہوں کی طرح داغدار بادشاہ ہوتا جو دنیا کے لئے قانون بناتے ہیں بات بات میں بگڑتے ہیں اور اپنی خود غرضی کے وقتوں پر جب دیکھتے ہیں کہ ظلم کے بغیر چارہ نہیں تو ظلم کو شیر مادر سمجھ لیتے ہیں۔ مثلاً قانون شاہی جائز رکھتا ہے کہ ایک جہاز کو بچانے کے لئے ایک کشتی کے سواروں کو تباہی میں ڈال دیا جائے اور ہلاک کیا جائے مگر خدا کو تو یہ اضطرار پیش نہیں آنا چاہئے پس اگر خدا پورا قادر اور عدم سے پیدا کرنے والا نہ ہوتا تو یا تو وہ کمزور راجوں کی طرح قدرت کی جگہ ظلم سے کام لیتا اور یا عادل بن کر خدائی ہی کو الوداع کہتا بلکہ خدا کا جہاز تمام قدرتوں کے ساتھ سچے انصاف پر چل رہا ہے۔ پھر فرمایا اَلسَّلَامُ یعنے وہ خدا جو تمام عیبوں اور مصائب اور سختیوں سے محفوظ ہے بلکہ سلامتی دینے والا ہے اس کے معنے بھی ظاہر ہیں کیونکہ وہ آپ ہی مصیبتوں میں پڑتا لوگوں کے ہاتھ سے مارا جاتا اور اپنے ارادوں میں ناکام رہتا تو پھر اس بد نمونہ کو دیکھ کر

کس طرح دل تسلی پکڑتے کہ ایسا خدا ہمیں ضرور مصیبتوں سے چھڑادیگا۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ باطل معبودوں کے بارہ میں فرماتا ہے اِنَّ الَّذِیْنَ تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ لَنْ یَّخْلُقُوْا ذُبَابًا وَّلَوِ اجْتَمَعُوْا لَهٗ۔ وَاِنْ یَّسْلُبْهُمُ الذُّبَابُ شَیْــٴًـا لَّا یَسْتَنْقِذُوْهُ مِنْهُ ضَعُفَ الطَّالِبُ وَالْمَطْلُوْبُ مَا قَدَرُوا اللّٰهَ حَقَّ قَدْرِهٖ اِنَّ اللّٰهَ لَقَوِیٌّ عَزِیْزٌ ۔ الجزو نمبر ۱۷۔ سورہ حج ۔ جن لوگوں کو تم خدا بنائے بیٹھے ہو وہ تو ایسے ہیں کہ اگر سب ملکر ایک مکھی پیدا کرنا چاہیں تو کبھی پیدا نہ کرسکیں اگرچہ ایک دوسرے کی مدد بھی کریں بلکہ اگر مکھی ان کی چیز چھین کر لیجائے تو انہیں طاقت نہیں ہوگی کہ وہ مکھی سے چیز واپس لے سکیں ان کے پرستار عقل کے کمزور اور وہ طاقت کے کمزور ہیں کیا خدا ایسے ہوا کرتے ہیں خدا تو وہ ہے کہ سب قوتوں والوں سے زیادہ قوت والا اور سب پر غالب آنے والا ہے نہ اس کو کوئی پکڑ سکے نہ مار سکے ایسی غلطیوں میں جو لوگ پڑتے ہیں وہ خدا کا قدر نہیں پہچانتے اور نہیں جانتے خدا کیسا ہونا چاہئے اور پھر فرمایا کہ خدا امن کا بخشنے والا اور اپنے کمالات اور توحید پر دلائل قایم کرنے والا ہے یہ اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ سچے خدا کو ماننے والا کسی مجلس میں شرمندہ نہیں ہوسکتا اور نہ خدا کے سامنے شرمندہ ہوگا کیونکہ اس کے پاس زبردست دلائل ہوتے ہیں لیکن بناوٹی خدا کا ماننے والا بڑی مصیبت میں ہوتا ہے وہ بجائے دلائل بیان کرنے کے ہر ایک بیہودہ بات کو راز میں داخل کرتا ہے تا ہنسی نہ ہو اور ثابت شدہ غلطیوں کو چھپانا چاہتا ہے ۔

اور پھر فرمایا کہ اَلْمُهَیْمِنُ الْعَزِیْزُ الْجَبَّارُ الْمُتَكَبِّرُ ۔ یعنے وہ سب کا محافظ ہے اور سب پر غالب اور بگڑے ہوئے کاموں کا بنانیوالا ہے اور اس کی ذات نہایت ہی مستغنی ہے اور فرمایا هُوَ اللّٰهُ الْخَالِقُ الْبَارِئُ الْمُصَوِّرُ لَهُ الْاَسْمَآءُ الْحُسْنٰى یعنے وہ ایسا خدا ہے کہ جسموں کا بھی پیدا کرنے والا اور روحوں کا بھی پیدا کرنے والا رحم میں تصویر کھینچنے والا ہے تمام نیک نام جہانتک خیال میں آسکیں سب اسی کے نام ہیں اور پھر فرمایا یُسَبِّحُ لَهٗ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَهُوَ الْعَزِیْزُ الْحَكِیْمُ ۔ یعنے آسمان کے لوگ بھی اس کے نام کو پاکی سے یاد کرتے ہیں اور زمین کے لوگ بھی۔ اس آیت میں اشارہ فرمایا کہ آسمانی اجرام میں آبادی ہے اور وہ لوگ بھی پابند خدا کی ہدایتوں کے ہیں اور پھر فرمایا عَلٰى كُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ ۔ یعنے خدا بڑا قادر ہے یہ پرستاروں کے لئے تسلی ہے کیونکہ اگر عاجز ہو اور قادر نہ ہو تو ایسے خدا سے کیا امید رکھیں اور پھر فرمایا رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ مٰلِكِ یَوْمِ الدِّیْنِ اُجِیْبُ دَعْوَةَ الدَّاعِ اِذَا دَعَانِ ۔ یعنے وہی خدا ہے جو تمام عالموں کا پرورش کرنے والا رحمن رحیم اور جزا کے دن کا آپ مالک ہے اس اختیار کو کسی کے ہاتھ نہیں دیا

ہر ایک پکارنے والے کی پکار کو سننے والا اور جواب دینے والا یعنے دعاؤں کا قبول کرنے والا اور پھر فرمایا اَلْحَیُّ الْقَیُّوْم یعنے ہمیشہ رہنے والا اور تمام جانوں کی جان اور سب کے وجود کا سہارا یہ اس لئے کہا کہ وہ ازلی ابدی نہ ہو تو بھی اس کی زندگی کے بارہ میں بھی دھڑکا رہے گا کہ شاید ہم سے پہلے فوت نہ ہو جائے اور پھر فرمایا کہ وہ خدا اکیلا خدا ہے نہ وہ کسی کا بیٹا اور نہ کوئی اس کا بیٹا اور نہ کوئی اس کے برابر اور نہ کوئی اس کا ہم جنس +

اور یاد رہے کہ خدا تعالیٰ کی توحید کو صحیح طور پر ماننا اور اس میں زیادت یا کمی نہ کرنا یہ وہ عدل ہے جو انسان اپنے مالک حقیقی کے حق میں بجا لاتا ہے یہ تمام حصہ اخلاقی تعلیم کا ہے جو قرآن شریف کی تعلیم میں سے درج ہوا ہے اس میں اصول یہ ہے کہ خدا تعالیٰ نے تمام اخلاق کو افراط اور تفریط سے بچایا ہے اور ہر ایک خلق کو اس حالت میں خلق کے نام سے موسوم کیا ہے کہ جب اپنی واقعی اور واجب حد سے کم و بیش نہ ہو تو ظاہر ہے کہ نیکی حقیقی وہی چیز ہے جو دو حدوں کے وسط میں ہوتی ہے یعنی زیادتی اور کمی یا افراط اور تفریط کے درمیان ہوتی ہے ہر ایک عادت جو وسط کی طرف کھینچے اور وسط پر قائم کرے وہی خلق فاضل کو پیدا کرتی ہے محل اور موقعہ کا پہچاننا ایک وسط ہے مثلاً اگر زمیندار اپنا تخم وقت سے پہلے بونے یا وقت کے بعد دونوں صورتوں میں وہ وسط کو چھوڑتا ہے نیکی اور حق اور حکمت سب وسط میں ہے اور وسط موقعہ بینی میں یا یوں سمجھو کہ حق وہ چیز ہے کہ ہمیشہ دو متقابل باطلوں کے وسط میں ہوتا ہے اور اس میں کچھ شک نہیں کہ عین موقعہ کا التزام ہمیشہ انسان کو وسط میں رکھتا ہے اور خداشناسی کے بارہ میں وسط کی شناخت یہ ہے کہ خدا کی صفات بیان کرنے میں نہ تو نفی صفات کے پہلو کی طرف جھک جائے اور نہ خدا کو جسمانی چیزوں کا مشابہ قرار دے یہی طریق قرآن شریف نے صفات باری تعالیٰ میں اختیار کیا ہے چنانچہ وہ یہ بھی فرماتا ہے کہ خدا سنتا جانتا بولتا کلام کرتا ہے۔ اور پھر مخلوق کی مشابہت سے بچانے کے لئے یہ بھی فرماتا ہے لَیْسَ کَمِثْلِہٖ شَیْءٌ فَلَا تَضْرِبُوْا لِلّٰہِ الْاَمْثَالَ یعنے خدا کی ذات اور صفات میں کوئی اس کا شریک نہیں اس کے لئے مخلوق سے مثالیں مت دو سو خدا کی ذات کو تشبیہ اور تنزیہہ کے بین بین رکھنا یہی وسط ہے غرض اسلام کی تعلیم میانہ روی کی تعلیم ہے سورہ فاتحہ بھی میانہ روی کی ہدایت فرماتی ہے کیونکہ خدا تعالیٰ فرماتا ہے غَیْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَیْھِمْ وَلَا الضَّآلِّیْنَ مغضوب علیہم سے وہ لوگ مراد ہیں جو خدا تعالیٰ کے مقابل پر قوت غضبی کو استعمال کر کے قوی سبعیہ کی پیروی کرتے ہیں اور ضالین سے وہ مراد ہیں جو قوی بہیمیہ کی پیروی کرتے ہیں اور میانہ طریق وہ ہے جس کو لفظ اَنْعَمْتَ عَلَیْھِمْ سے یاد فرمایا ہے غرض اس مبارک امت کے لئے قرآن شریف میں وسط کی ہدایت ہے توریت میں خدا تعالیٰ نے

انتقامی امور پر زور دیا تھا اور انجیل میں عفو اور درگذر پر زور دیا تھا اور اس امت کو موقعہ شناسی اور وسط کی تعلیم ملی چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے وَكَذٰلِكَ جَعَلْنٰكُمْ اُمَّةً وَّسَطًا یعنے ہم نے تم کو وسط پر عمل کرنے والے بنایا اور وسط کی تعلیم تمہیں دی سو مبارک وہ جو وسط پر چلتے ہیں خَيْرُ الْاُمُوْرِ اَوْسَطُهَا۔

روحانی حالتیں

تیسرا حصہ یعنے یہ کہ **روحانی حالتیں کیا ہیں**۔ واضح رہے کہ ہم پہلے اس سے بیان کر چکے ہیں کہ بموجب ہدایت قرآن شریف کے روحانی حالتوں کا منبع اور چشمہ نفس مطمئنہ ہے جو انسان کو با اخلاق ہونے کے مرتبہ سے باخدا ہونے کے مرتبہ تک پہنچاتا ہے جیسا کہ اللہ جل شانہ فرماتا ہے يٰۤاَيَّتُهَا النَّفْسُ الْمُطْمَئِنَّةُ ارْجِعِيْۤ اِلٰى رَبِّكِ رَاضِيَةً مَّرْضِيَّةً فَادْخُلِيْ فِيْ عِبٰدِيْ وَادْخُلِيْ جَنَّتِيْ۔ یعنے اے نفس خدا کے ساتھ آرام یافتہ اپنے رب کی طرف واپس چلا آ وہ تجھ سے راضی اور تو اس سے راضی پس میرے بندوں میں داخل ہو جا اور میرے بہشت کے اندر آ۔ اس جگہ بہتر ہے کہ ہم روحانی حالتوں کے بیان کرنے کے لئے اس **آیت کریمہ** کی تفسیر کسی قدر توضیح سے بیان کریں پس یاد رکھنا چاہئے کہ اعلیٰ درجہ کی روحانی حالت انسان کی اس دنیوی زندگی میں یہ ہے کہ خدا تعالیٰ کے ساتھ آرام پا جائے اور تمام اطمینان اور سرور اور لذت اس کی خدا میں ہی ہو جائے۔ یہی وہ حالت ہے جس کو دوسرے لفظوں میں **بہشتی زندگی** کہا جاتا ہے اس حالت میں انسان اپنے کامل صدق اور صفا اور وفا کے بدلہ میں ایک نقد بہشت پا لیتا ہے اور دوسرے لوگوں کی **بہشت موعود** پر نظر ہوتی ہے اور یہ **بہشت موجود** میں داخل ہوتا ہے اسی درجہ پر پہنچ کر انسان سمجھتا ہے کہ وہ عبادت جس کا بوجھ اس کے سر پر ڈالا گیا ہے درحقیقت وہی ایک ایسی غذا ہے جس سے اس کی روح نشو و نما پاتی ہے اور جس پر اس کی روحانی زندگی کا بڑا بھاری مدار ہے اور اس کے نتیجہ کا حصول کسی دوسرے جہان پر موقوف نہیں ہے اسی مقام پر یہ بات حاصل ہوتی ہے کہ وہ ساری ملامتیں جو نفس لوامہ انسان کا اس کی ناپاک زندگی پر کرتا ہے اور پھر بھی نیک خواہشوں کو اچھی طرح ابھار نہیں سکتا اور بری خواہشوں سے حقیقی نفرت نہیں دلا سکتا اور نہ نیکی پر ٹھہرنے کی پوری قوت بخش سکتا ہے اس پاک تحریک سے بدل جاتی ہیں جو نفس مطمئنہ کے نشو و نما کا آغاز ہوتی ہے اور اس درجہ پر پہنچکر وقت آجاتا ہے کہ انسان پوری افلاح حاصل کرے اور اب تمام نفسانی جذبات خود بخود افسردہ ہونے شروع ہو جاتے ہیں اور روح پر ایک ایسی طاقت افزا ہوا چلنی لگتی ہے جس سے انسان پہلی کمزوریوں کو ندامت کی نظر سے دیکھتا ہے اس وقت انسانی سرشت پر ایک بھاری انقلاب آتا ہے اور عادات میں ایک تبدل عظیم پیدا

ہوتا ہے اور انسان اپنی پہلی حالتوں سے بہت ہی دور جا پڑتا ہے دھویا جاتا ہے اور صاف کیا جاتا ہے اور خدا نیکی کی محبت کو اپنے ہاتھ سے اس کے دل میں لکھ دیتا ہے اور بدی کا گند اپنے ہاتھ سے اس کے دل سے باہر پھینک دیتا ہے سچائی کی فوج سب کی سب دل کے شہرستان میں آجاتی ہے اور فطرت کے تمام برجوں پر راستبازی کا قبضہ ہو جاتا ہے اور حق کی فتح ہوتی ہے اور باطل بھاگ جاتا ہے اور اپنے ہتھیار پھینک دیتا ہے۔ اس شخص کے دل پر خدا کا ہاتھ ہوتا ہے اور ہر ایک قدم خدا کے زیر سایہ چلتا ہے چنانچہ خدا تعالیٰ آیات ذیل میں انہیں امور کی طرف اشارہ فرماتا ہے۔ اُولٰٓئِكَ كَتَبَ فِیْ قُلُوْبِهِمُ الْاِیْمَانَ وَ اَیَّدَهُمْ بِرُوْحٍ مِّنْهُ وَ زَیَّنَهٗ فِیْ قُلُوْبِكُمْ وَ كَرَّهَ اِلَیْكُمُ الْكُفْرَ وَ الْفُسُوْقَ وَ الْعِصْیَانَ اُولٰٓئِكَ هُمُ الرّٰشِدُوْنَ ۔ فَضْلًا مِّنَ اللّٰهِ وَ نِعْمَةً وَ اللّٰهُ عَلِیْمٌ حَكِیْمٌ ۔ جَآءَ الْحَقُّ وَ زَهَقَ الْبَاطِلُ اِنَّ الْبَاطِلَ كَانَ زَهُوْقًا ۔ یعنے خدا نے مومنوں کے دل میں ایمان کو اپنے ہاتھ سے لکھ دیا ہے۔ اور روح القدس کے ساتھ ان کی مدد کی اے مومنو ایمان کو تمہارا محبوب بنا دیا اور اس کا حسن و جمال تمہارے دل میں بٹھا دیا اور کفر اور بدکاری اور معصیت سے تمہارے دل کو نفرت دیدی اور بری راہوں کا مکروہ ہونا تمہارے دل میں جما دیا یہ سب کچھ خدا کے فضل اور رحمت سے ہوا۔ حق آیا اور باطل بھاگ گیا اور باطل کب حق کے مقابل ٹھہر سکتا تھا غرض یہ تمام اشارات اس روحانی حالت کی طرف ہیں جو تیسرے درجہ پر انسان کو حاصل ہوتی ہے اور سچی بینائی انسان کو کبھی نہیں مل سکتی جب تک یہ حالت اس کو حاصل نہو اور یہ جو خدا تعالیٰ فرماتا ہے کہ میں نے ایمان ان کے دل میں اپنے ہاتھ سے لکھا اور روح القدس سے ان کی مدد کی یہ اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ انسان کو سچی طہارت اور پاکیزگی کبھی حاصل نہیں ہو سکتی جب تک آسمانی مدد اس کے شامل حال نہو نفس لوامہ کے مرتبہ پر انسان کا یہ حال ہوتا ہے کہ بار بار توبہ کرتا اور بار بار گرتا ہے بلکہ بسا اوقات اپنی صلاحیت سے نا امید ہو جاتا ہے اور اپنی مرض کو ناقابل علاج سمجھ لیتا ہے اور ایک مدت تک ایسا ہی رہتا ہے اور پھر جب وقت مقدر پورا ہو جاتا ہے تو رات یا دن کو ایک دفعہ ایک نور اسپر نازل ہوتا ہے اور اس نور میں الٰہی قوت ہوتی ہے اس نور کے نازل ہونے کے ساتھ ہی ایک عجیب تبدیلی اس کے اندر پیدا ہو جاتی ہے اور غیبی ہاتھ کا ایک قوی تصرف محسوس ہوتا ہے اور ایک عجیب عالم سامنے آجاتا ہے اس وقت انسان کو پتہ لگتا ہے کہ خدا ہے اور آنکھوں میں وہ نور آجاتا ہے جو پہلے نہیں تھا لیکن اس راہ کو کیونکر حاصل کریں اور اس روشنی کو کیونکر پاویں۔ سو جاننا چاہئے کہ اس دنیا میں جو دار الاسباب ہے ہر ایک معلول کے لئے ایک علت ہے اور ہر ایک حرکت کے لئے

ایک محرک ہے اور ہر ایک علم حاصل کرنیکے لئے ایک راہ ہے جس کو صراط مستقیم کہتے ہیں دنیا میں کوئی بھی ایسی چیز نہیں جو بغیر پابندی ان قواعد کے مل سکے جو قدرت نے ابتدا سے اس کے لئے مقرر کر رکھے ہیں قانون قدرت بتلا رہا ہے کہ ہر ایک چیز کے حصول کے لئے ایک صراط مستقیم ہے اور اس کا حصول اسی پر قدرتاً موقوف ہے مثلاً اگر ہم ایک اندھیری کوٹھری میں بیٹھے ہوں اور آفتاب کی روشنی کی ضرورت ہو تو ہمارے لئے یہ صراط مستقیم ہے کہ ہم اس کھڑکی کو کھولدیں جو آفتاب کی طرف ہے تب یکدفعہ آفتاب کی روشنی اندر آکر ہمیں منور کر دے گی سو ظاہر ہے کہ اسی طرح خدا کے سچے اور واقعی فیوض کے پانے کے لئے بھی کوئی کھڑکی اور پاک روحانیت کے حاصل کرنے کے لئے کوئی خاص طریق ہوگا **اور وہ یہ ہے** کہ روحانی امور کے لئے صراط مستقیم کی تلاش کریں جیسا کہ ہم اپنی زندگی کے تمام امور میں اپنی کامیابیوں کے لئے صراط مستقیم کی تلاش کرتے رہتے ہیں مگر کیا وہ یہ طریق ہے کہ ہم صرف اپنی ہی عقل کے زور سے اور اپنی ہی خود تراشیدہ باتوں سے خدا کے وصال کو ڈھونڈیں کیا محض ہماری ہی اپنی منطق اور فلسفہ سے اس کے وہ دروازے ہم پر کھلتے ہیں جن کا کھلنا اس کے قوی ہاتھ پر موقوف ہے یقیناً سمجھو کہ یہ بالکل صحیح نہیں ہے ہم اس حَیّ وقَیّوم کو محض اپنی ہی تدبیروں سے ہرگز نہیں پاسکتے بلکہ اس راہ میں صراط مستقیم صرف یہ ہے کہ پہلے ہم اپنی زندگی معہ اپنی تمام قوتوں کے خدا تعالیٰ کی راہ میں وقف کر کے پھر خدا کے وصال کے لئے دعا میں لگے رہیں تا خدا کو خدا ہی کے ذریعہ سے پاویں اور سب سے زیادہ پیاری دعا جو عین محل اور موقعہ سوال کا ہمیں سکھاتی ہے اور فطرت کے روحانی جوش کا نقشہ ہمارے سامنے رکھتی ہے وہ دعا ہے جو خدائے کریم نے اپنی پاک کتاب قرآن شریف میں یعنے **سورہ فاتحہ** میں ہمیں سکھائی ہے اور وہ یہ ہے بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ۝ تمام پاک تعریفیں جو ہو سکتی ہیں اُس اللہ کے لئے ہیں جو تمام جہانوں کا پیدا کرنے والا اور قائم رکھنے والا ہے اَلرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ وہی خدا جو ہمارے اعمال سے پہلے ہمارے لئے رحمت کا سامان میسر کرنے والا ہے اور ہمارے اعمال کے بعد رحمت کے ساتھ جزا دینے والا ہے مٰلِكِ يَوْمِ الدِّيْنِ ۝ وہ خدا جو جزا کے دن کا وہی ایک مالک ہے کسی اور کو وہ دن نہیں سونپا گیا۔ اِيَّاكَ نَعْبُدُ وَاِيَّاكَ نَسْتَعِيْنُ ۝ اے وہ جو ان تعریفوں کا جامع ہے ہم تیری ہی پرستش کرتے ہیں اور ہم ہر ایک کام میں توفیق تجھ ہی سے چاہتے ہیں اس جگہ ہم کے لفظ سے پرستش کا اقرار کرنا اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ ہمارے تمام قوے تیری پرستش میں لگے ہوئے ہیں اور تیرے آستانہ پر جھکے ہوئے ہیں کیونکہ انسان باعتبار اپنے اندرونی قوے کے ایک جماعت اور ایک امت ہے اور اس طرح پر

تمام قوے کا خدا کو سجدہ کرنا یہی وہ حالت ہے جس کو اسلام کہتے ہیں اِھْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِیْمَ صِرَاطَ الَّذِیْنَ اَنْعَمْتَ عَلَیْھِمْ ہمیں اپنی سیدھی راہ دکھا اور اسپر ثابت قدم کرکے ان لوگوں کی راہ دکھلا جن پر تیرا انعام واکرام ہے اور تیرے مورد فضل وکرم ہو گئے ہیں غَیْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَیْھِمْ وَلَا الضَّآلِّیْنَ ۔ اور ہمیں ان لوگوں کی راہوں سے بچا جن پر تیرا غضب ہے اور جو تجھ تک نہیں پہنچ سکے اور راہ کو بھول گئے امین۔ اے خدا ایسا ہی کر۔ یہ آیات سمجھا رہی ہیں کہ خدا تعالیٰ کے انعامات جو دوسرے لفظوں میں فیوض کہلاتے ہیں انہیں پر نازل ہوتے ہیں جو اپنی زندگی کی خدا کی راہ میں قربانی دیکر اور اپنا تمام وجود اس کی راہ میں وقف کرکے اور اس کی رضا میں محو ہو کر پھر اس وجہ سے دعا میں لگے رہتے ہیں کہ تا جو کچھ انسان کو روحانی نعمتوں اور خدا کے قرب اور وصال اور اس کے مکالمات اور مخاطبات میں سے مل سکتا ہے وہ سب ان کو ملے اور اس دعا کے ساتھ اپنے تمام قوے سے عبادت بجالاتے ہیں اور گناہ سے پرہیز کرتے اور آستانہ الٰہی پر پڑے رہتے ہیں اور جہانتک ان کے لئے ممکن ہے اپنے تئیں بدی سے بچاتے ہیں اور غضب الٰہی کی راہوں سے دور رہتے ہیں سو چونکہ وہ ایک اعلیٰ ہمت اور صدق کیساتھ خدا کو ڈھونڈتے ہیں اس لئے اس کو پالیتے ہیں اور خدا تعالیٰ کی پاک معرفت کے پیالوں سے سیراب کئے جاتے ہیں۔ اس آیت میں جو استقامت کا ذکر فرمایا یہ اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ سچا اور کامل فیض جو روحانی عالم تک پہنچاتا ہے کامل استقامت سے وابستہ ہے اور کامل استقامت سے مراد ایک ایسی حالت صدق ووفا ہے جس کو کوئی امتحان ضرر نہ پہنچا سکے یعنے ایسا پیوند ہو جس کو نہ تلوار کاٹ سکے نہ آگ جلا سکے اور نہ کوئی دوسری آفت نقصان پہنچا سکے عزیزوں کی موتیں اس سے علیحدہ نکر سکیں۔ پیاروں کی جدائی اس میں خلل انداز نہو سکے بے آبروئی کا خوف کچھ رعب نہ ڈال سکے ہولناک دکھوں سے مارا جانا ایک ذرہ دل کو نہ ڈرا سکے سو یہ دروازہ بہت تنگ ہے اور یہ راہ نہایت دشوار گذار ہے کس قدر مشکل ہے آہ صد آہ اسی کی طرف اللہ جلشانہ ان آیات میں اشارہ فرماتا ہے قُلْ اِنْ کَانَ اٰبَآؤُکُمْ وَاَبْنَآؤُکُمْ وَاِخْوَانُکُمْ وَاَزْوَاجُکُمْ وَعَشِیْرَتُکُمْ وَاَمْوَالُ نِ اقْتَرَفْتُمُوْھَا وَتِجَارَۃٌ تَخْشَوْنَ کَسَادَھَا وَمَسٰکِنُ تَرْضَوْنَھَآ اَحَبَّ اِلَیْکُمْ مِّنَ اللّٰہِ وَرَسُوْلِہٖ وَجِھَادٍ فِیْ سَبِیْلِہٖ فَتَرَبَّصُوْا حَتّٰی یَاْتِیَ اللّٰہُ بِاَمْرِہٖ وَاللّٰہُ لَا یَھْدِی الْقَوْمَ الْفٰسِقِیْنَ ۔ یعنے ان کو کہدے کہ اگر تمہارے باپ اور تمہارے بیٹے اور تمہارے بھائی اور تمہاری عورتیں اور تمہاری برادری اور تمہارے وہ مال جو تم نے محنت سے کمائے ہیں اور تمہاری سوداگری جس کے بند ہونے کا تمہیں خوف ہے اور تمہاری حویلیاں جو تمہارے دل پسند ہیں

خدا سے اور اسکے رسول سے اور خدا کی راہ میں اپنی جانوں کو لڑانے سے زیادہ پیارے ہیں تو تم اس وقت تک منتظر رہو کہ جبتک خدا اپنا حکم ظاہر کرے اور خدا بدکاروں کو کبھی اپنی راہ نہیں دکھائیگا - ان آیات سے ظاہر ہوتاہے کہ جو لوگ خدا کی مرضی کو چھوڑ کر اپنے عزیزوں اور اپنے مالوں سے پیار کرتے ہیں وہ خدا کی نظر میں بدکار ہیں وہ ضرور ہلاک ہونگے کیونکہ اُنھوں نے غیر کو خدا پر مقدم رکھا یہی وہ تیسرا مرتبہ ہے جس میں وہ شخص باخدا بنتاہے جو اس کے لئے ہزاروں بلائیں خریدے اور خدا کی طرف ایسے صدق اور اخلاص سے جھک جائے کہ خدا کے سوا کوئی اس کا نہ رہے گویا سب مر گئے پس سچ تو یہ ہے کہ جبتک ہم خود نہ مریں زندہ خدا نظر نہیں آسکتا خدا کے ظہور کا دن وہی ہوتاہے کہ جب ہماری جسمانی زندگی پر موت آوے ہم اندھے ہیں جبتک غیر کے دیکھنے سے اندھے نہ ہو جائیں ہم مردہ ہیں جبتک خدا کے ہاتھ میں مردہ کی طرح نہ ہو جائیں جب ہمارا مُنہ ٹھیک ٹھیک اسکے محاذات میں پڑیگا تب وہ واقعی استقامت جو تمام نفسانی جذبات پر غالب آتی ہے ہمیں حاصل ہوگی اس سے پہلے نہیں اور یہی وہ استقامت ہے جس سے نفسانی زندگی پر موت آجاتی ہے ہماری استقامت یہ ہے کہ جیسا وہ فرماتاہے کہ بَلٰی مَنْ اَسْلَمَ وَجْهَهٗ لِلّٰهِ وَهُوَ مُحْسِنٌ یعنے یہ کہ قربانی کی طرح میرے آگے گردن رکھدو ایسا ہی ہم اس وقت درجہ استقامت حاصل کرینگے کہ جب ہمارے وجود کے تمام پُرزے اور ہمارے نفس کی تمام قوتیں اسی کام میں لگ جائیں اور ہماری موت اور ہماری زندگی اسی کے لئے ہو جائے جیسا کہ وہ فرماتاہے قُلْ اِنَّ صَلٰوتِیْ وَنُسُکِیْ وَمَحْیَایَ وَمَمَاتِیْ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ یعنے کہ میری نماز اور قربانی اور میرا زندہ رہنا اور میرا مرنا سب خدا کے لئے ہے اور جب انسان کی محبت خدا کے ساتھ اس درجہ تک پہنچ جائے کہ اس کا مرنا اور جینا اپنے لئے نہیں بلکہ خدا ہی کے لئے ہو جائے تب وہ خدا جو ہمیشہ سے پیار کرنے والوں کے ساتھ پیار کرتا آیا ہے اپنی محبت کو اسپر اتارتاہے اور اندونوں محبتوں کے ملنے سے انسان کے اندر ایک نور پیدا ہوتاہے جس کو دنیا نہیں پہچانتی اور نہ سمجھ سکتی ہے اور ہزاروں صدیقوں اور برگزیدوں کا اسی لئے خون ہوا کہ دنیا نے ان کو نہیں پہچانا وہ اسی لئے مکار اور خود غرض کہلائے کہ دنیا کے نورانی چہرہ کو دیکھ نہ سکی جیسا کہ فرماتاہے یَنْظُرُوْنَ اِلَیْكَ وَهُمْ لَا یُبْصِرُوْنَ یعنے وہ جو منکر ہیں تیری طرف دیکھتے تو ہیں مگر تو انہیں نظر نہیں آتا غرض جب وہ نور پیدا ہوتا ہے تو اس نور کی پیدائش کے دن سے ایک زمینی شخص آسمانی ہو جاتاہے وہ جو ہر ایک وجود کا مالک ہے اس کے اندر بولتاہے اور اپنی الوہیت کی چمکیں دکھلاتاہے اور اس کے دل کو کہ جو پاک محبت سے بھرا ہوا ہے اپنا تخت گاہ بناتاہے اور جب ہی سے کہ یہ شخص ایک نورانی تبدیلی پاکر ایک نیا آدمی ہو جاتاہے وہ اس کے لئے ایک نیا

خدا ہو جاتا ہے اور نئی عادتیں اور نئی سنتیں ظہور میں لاتا ہے یہ نہیں کہ وہ نیا خدا ہے یا عادتیں نئی ہیں مگر خدا کی عام عادتوں سے وہ الگ عادتیں ہوتی ہیں جو دنیا کا فلسفہ ان سے آشنا نہیں اور یہ شخص جیسا کہ اللہ جلشانہ نے فرمایا ہے وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَّشْرِيْ نَفْسَهُ ابْتِغَاءَ مَرْضَاتِ اللّٰهِ وَاللّٰهُ رَءُوْفٌ بِالْعِبَادِ ۔ یعنی انسانوں میں وہ اعلیٰ درجہ کے انسان ہیں جو خدا کی رضا میں کھوئے جاتے ہیں وہ اپنی جان بیچتے ہیں اور خدا کی مرضی کو مول لیتے ہیں یہی وہ لوگ ہیں جن پر خدا کی رحمت ہے ایسا ہی وہ شخص جو روحانی حالت کے مرتبہ تک پہنچ گیا ہے خدا کی راہ میں فدا ہو جاتا ہے خدا تعالیٰ اس آیت میں فرماتا ہے کہ تمام دکھوں سے وہ شخص نجات پاتا ہے جو میری راہ میں اور میری رضا کی راہ میں جان کو بیچ دیتا ہے اور جانفشانی کے ساتھ اپنی اس حالت کا ثبوت دیتا ہے کہ وہ خدا کا ہے اور اپنے تمام وجود کو ایک ایسی چیز سمجھتا ہے جو طاعت خالق اور خدمت مخلوق کے لئے بنائی گئی ہے اور پھر حقیقی نیکیاں جو ہر ایک قوت سے متعلق ہیں ایسے شوق و ذوق و حضور دل سے بجا لاتا ہے کہ گویا وہ اپنی فرمانبرداری کے آئینہ میں اپنے محبوب حقیقی کو دیکھ رہا ہے اور ارادہ اس کا خدا تعالیٰ کے ارادہ سے ہمرنگ ہو جاتا ہے اور تمام لذت اس کی فرمانبرداری میں ٹھہر جاتی ہے اور تمام اعمال صالحہ نہ مشقت کی راہ سے بلکہ تلذذ اور احتظاظ کی کشش سے صادر ہونے لگتے ہیں **وہ نقد بہشت** ہے جو روحانی انسان کو ملتا ہے اور وہ بہشت جو آئندہ ملے گا وہ درحقیقت اسی کی اظلال و آثار ہے جس کو دوسرے عالم میں قدرت خداوندی جسمانی طور پر متمثل کرکے دکھلائے گی اسی کی طرف اشارہ ہے۔ وَلِمَنْ خَافَ مَقَامَ رَبِّهٖ جَنَّتٰنِ ۔ وَسَقٰهُمْ رَبُّهُمْ شَرَابًا طَهُوْرًا ۔ اِنَّ الْاَبْرَارَ يَشْرَبُوْنَ مِنْ كَاْسٍ كَانَ مِزَاجُهَا كَافُوْرًا ۔ عَيْنًا يَّشْرَبُ بِهَا عِبَادُ اللّٰهِ يُفَجِّرُوْنَهَا تَفْجِيْرًا ۝ يُسْقَوْنَ فِيْهَا كَاْسًا كَانَ مِزَاجُهَا زَنْجَبِيْلًا ۔ عَيْنًا فِيْهَا تُسَمّٰى سَلْسَبِيْلًا ۔ اِنَّآ اَعْتَدْنَا لِلْكٰفِرِيْنَ ۝ سَلٰسِلَا۠ وَاَغْلٰلًا وَّسَعِيْرًا ۔ وَمَنْ كَانَ فِيْ هٰذِهٖٓ اَعْمٰى فَهُوَ فِي الْاٰخِرَةِ اَعْمٰى وَاَضَلُّ سَبِيْلًا ۔ یعنی جو شخص خدا تعالیٰ سے خائف ہے اور اس کی عظمت و جلال کے مرتبہ سے ہراسان ہے اسکے لئے دو بہشت ہیں ایک یہی دنیا اور دوسری آخرت اور ایسے لوگ جو خدا میں محو ہیں خدا نے ان کو وہ شربت پلایا ہے جس سے ان کے دل اور خیالات اور ارادات کو پاک کر دیا نیک بندے وہ شربت پی رہے ہیں جس کی ملونی کافور ہے وہ اس چشمہ سے پیتے ہیں جس کو وہ آپ ہی چیرتے ہیں اور میں پہلے بھی بیان کر چکا ہوں کہ کافور کا لفظ اسواسطے اس آیت میں اختیار فرمایا گیا ہے کہ لغت عرب میں کفر دبانے اور ڈھانکنے کو کہتے ہیں سو یہ اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ انہوں نے ایسے خلوص سے انقطاع اور رجوع الی اللہ کا پیالہ پیا ہے کہ دنیا کی محبت

بالکل ٹھنڈی ہوگئی ہے یہ قاعدہ کی بات ہے کہ تمام جذبات دل کے خیال سے ہی پیدا ہوتے ہیں اور جب دل
ان نالایق خیالات سے بہت ہی دور چلا جائے اور کچھ تعلقات ان سے باقی نہ رہیں تو وہ جذبات بھی آہستہ
آہستہ کم ہونے لگتے ہیں یہانتک کہ نابود ہو جاتے ہیں سو اس جگہ خداتعالیٰ کی یہی غرض ہے اور وہ اس آیت
میں یہی سمجھاتا ہے کہ جو اس کی طرف کامل طور سے جھک گئے وہ نفسانی جذبات سے بہت ہی دور نکل گئے ہیں
اور ایسے خدا کی طرف جھکے کہ دنیا کی سرگرمیوں سے ان کے دل ٹھنڈے ہوگئے اور ان کے جذبات ایسے دب گئے
جیسا کہ کافور زہریلے مادوں کو دبا دیتا ہے اور پھر فرمایا کہ وہ لوگ اس کافوری پیالہ کے بعد وہ پیالے پیتے ہیں جن کی
ملونی زنجبیل ہے اب جاننا چاہئے کہ زنجبیل دو لفظوں سے مرکب ہے یعنے زناء اور جبل سے اور زنا لغت عرب
میں اوپر چڑھنے کو کہتے ہیں اور جبل پہاڑ کو اسکے ترکیبی معنے یہ ہیں کہ پہاڑ پر چڑھ گیا اب جاننا چاہئے کہ انسان
پر ہر ایک زہریلی بیماری کے فرو ہونے کے بعد اعلیٰ درجہ کی صحت تک دو حالتیں آتی ہیں ایک وہ حالت جبکہ
زہریلے مواد کا جوش بکلی جاتا رہتا ہے اور خطرناک مادوں کا جوش رو باصلاح ہو جاتا ہے اور سمی کیفیات کا حملہ
بخیر و عافیت گذر جاتا ہے اور ایک مہلک طوفان جو اٹھا تھا نیچے دب جاتا ہے لیکن ہنوز اعضا میں کمزوری
باقی ہوتی ہے کوئی طاقت کا کام نہیں ہو سکتا ابھی مردہ کی طرح افتان و خیزان چلتا ہے اور دوسری وہ حالت ہے
کہ جب اصلی صحت عود کر آتی اور بدن میں طاقت بھر جاتی ہے اور قوت کے بحال ہونے سے یہ حوصلہ پیدا ہو جاتا
ہے کہ بلا تکلف پہاڑ کے اوپر چڑھ جائے اور نشاط خاطر سے اونچی گھاٹیوں پر دوڑتا چلا جائے سو سلوک کے تیسرے
مرتبہ میں یہ حالت میسر آتی ہے ایسی حالت کی نسبت اللہ تعالیٰ آیت موصوفہ میں اشارہ فرماتا ہے کہ انتہائی
درجہ کے باخدا لوگ وہ پیالے پیتے ہیں جن میں زنجبیل ملی ہوئی ہے یعنے وہ روحانی حالت کی پوری قوت پاکر
بڑی بڑی گھاٹیوں پر چڑھ جاتے ہیں اور بڑے مشکل کام ان کے ہاتھ سے انجام پذیر ہوتے ہیں اور خدا کی
راہ میں حیرت ناک جانفشانیاں دکھلاتے ہیں +

اس جگہ یہ بھی واضح رہے کہ علم طب کے رو سے زنجبیل وہ دوا ہے جس کو ہندی میں سونٹھ کہتے ہیں وہ
حرارت غریزی کو بہت قوت دیتی ہے اور دستوں کو بند کرتی ہے اور اس کا نام زنجبیل اسی واسطے نام رکھا گیا
ہے کہ گویا وہ کمزور کو ایسا قوی کرتی ہے اور ایسی گرمی پہنچاتی ہے جس سے وہ پہاڑوں پر چڑھ سکے ان متقابل
آیتوں کے پیش کرنے سے جن میں ایک جگہ کافور کا ذکر ہے اور ایک جگہ زنجبیل کا۔ خداتعالیٰ کی یہ غرض ہے
کہ تا اپنے بندوں کو سمجھائے کہ جب انسان جذبات نفسانی سے نیکی کی طرف حرکت کرتا ہے تو پہلے پہل اس حرکت

کے بعد یہ حالت پیدا ہوتی ہے کہ اسکے زہریلے مواد نیچے دبائے جاتے ہیں اور نفسانی جذبات رو بکمی ہونے لگتے ہیں جیساکہ کافور زہریلے مواد کو دبالیتا ہے اسی لئے وہ ہیضہ اور محرقہ تپوں میں مفید ہے اور پھر جب زہریلے مواد کا جوش بالکل جاتا رہے اور ایک کمزور صحت جو ضعف کے ساتھ ملی ہوئی ہوتی ہے حاصل ہو جائے تو پھر دوسرا مرحلہ یہ ہے کہ وہ ضعیف بیمار زنجبیل کے شربت سے قوت پاتا ہے اور زنجبیلی شربت خدا تعالیٰ کے حسن و جمال کی تجلی ہے جو روح کی غذا ہے جب اس تجلی سے انسان قوت پکڑتا ہے تو پھر بلند اور اونچی گھاٹیوں پر چڑھنے کے لایق ہو جاتا ہے اور خدا تعالیٰ کی راہ میں ایسی حیرتناک سختی کے کام دکھلاتا ہے کہ جب تک یہ عاشقانہ گرمی کسی کے دل میں نہ ہو ہرگز ایسے کام دکھلا نہیں سکتا سو خدا تعالیٰ نے اس جگہ ان دو حالتوں کے سمجھانے کے لئے عربی زبان کے دو لفظوں سے کام لیا ہے ایک کافور سے جو نیچے دبانے والے کو کہتے ہیں اور دوسرے زنجبیل سے جو اوپر چڑھنے والے کو کہتے ہیں اور اس راہ میں یہی دو حالتیں سالکوں کے لئے واقعہ ہیں باقی حصہ آیت کا یہ ہے۔ اِنَّآ اَعْتَدْنَا لِلْکٰفِرِیْنَ سَلٰسِلَاۡ وَاَغْلٰلًا وَّسَعِیْرًا یعنے ہم منکروں کے لئے جو سچائی کو قبول کرنا نہیں چاہتے زنجیریں تیار کر دی ہیں اور طوق گردن اور ایک افروختہ آگ کی سوزش۔ اس آیت کا مطلب یہ ہے کہ جو لوگ سچے دل سے خدا تعالیٰ کو نہیں ڈھونڈتے اُن پر خدا کی طرف سے رجعت پڑتی ہے وہ دنیا کی گرفتاریوں میں ایسے مبتلا رہتے ہیں کہ گویا پابزنجیر ہیں اور زمینی کاموں میں ایسے نگونسار ہوتے ہیں کہ گویا ان کی گردن میں ایک طوق ہے جو ان کو آسمان کی طرف سر نہیں اُٹھانے دیتا اور ان کے دلوں میں حرص و ہوا کی ایک سوزش لگی ہوئی ہوتی ہے کہ یہ مال حاصل ہو جائے اور یہ جایداد مل جائے اور فلاں ملک ہمارے قبضہ میں آجائے اور فلاں دشمن پر ہم فتح پا جائیں اس قدر روپیہ ہو اتنی دولت ہو سو چونکہ خدا تعالیٰ ان کو نالایق دیکھتا ہے اور بُرے کاموں میں مشغول پاتا ہے اسلئے یہ تینوں بلائیں ان کو لگا دیتا ہے اور اس جگہ اس بات کی طرف بھی اشارہ ہے کہ جب انسان سے کوئی فعل صادر ہوتا ہے تو اسی کے مطابق خدا بھی اپنی طرف سے ایک فعل صادر کرتا ہے مثلاً انسان جس وقت اپنی کوٹھڑی کے تمام دروازوں کو بند کر دے تو انسان کے اس فعل کے بعد خدا تعالیٰ کا یہ فعل ہو گا کہ وہ اس کوٹھڑی میں اندھیرا پیدا کر دیگا کیونکہ جو امور خدا تعالیٰ کے قانون قدرت میں ہمارے کاموں کے لئے بطور ایک نتیجہ لازمی کے مقرر ہو چکے ہیں وہ سب خدا تعالیٰ کے فعل ہیں وجہ یہ کہ وہی علت العلل ہے ایسا ہی اگر مثلاً کوئی شخص زہر قاتل کھالے تو اس کے اس فعل کے بعد خدا تعالیٰ کا یہ فعل صادر ہو گا کہ اسے ہلاک کر دیگا ایسا ہی اگر کوئی ایسا بیجا فعل کرے

جو کسی متعدی بیماری کا موجب ہو تو اس کے اس فعل کے بعد خدا تعالیٰ کا یہ فعل ہوگا کہ وہ متعدی بیماری اس کو پکڑے گی۔ پس جس طرح ہماری دنیوی زندگی میں صریح نظر آتا ہے کہ ہمارے ہر ایک فعل کے لئے ایک ضروری نتیجہ ہے اور وہ نتیجہ خدا تعالیٰ کا فعل ہے ایسا ہی دین کے متعلق بھی یہی قانون ہے جیسا کہ خدا تعالیٰ ان دو مثالوں میں صاف فرماتا ہے اَلَّذِیْنَ جَاھَدُوْا فِیْنَا لَنَھْدِیَنَّھُمْ سُبُلَنَا۔ فَلَمَّا زَاغُوْا اَزَاغَ اللّٰہُ قُلُوْبَھُمْ یعنے جو لوگ اس فعل کو بجا لائے کہ انہوں نے خدا تعالیٰ کی جستجو میں پوری پوری کوشش کی تو اس فعل کے لئے لازمی طور پر ہمارا یہ فعل ہوگا کہ ہم ان کو اپنی راہ دکھا دینگے اور جن لوگوں نے کجی اختیار کی اور سیدھی راہ پر چلنا نہ چاہا تو ہمارا فعل ان کی نسبت یہ ہوگا کہ ہم ان کے دلوں کو کج کر دینگے اور پھر اس حالت کو زیادہ توضیح دینے کے لئے فرمایا مَنْ کَانَ فِیْ ھٰذِہٖٓ اَعْمٰی فَھُوَ فِی الْاٰخِرَۃِ اَعْمٰی وَاَضَلُّ سَبِیْلًا یعنے جو شخص اس جہان میں اندھا رہا وہ آنے والے جہان میں بھی اندھا ہی ہوگا بلکہ اندھوں سے بدتر یہ اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ نیک بندوں کو خدا کا دیدار اسی جہان میں ہو جاتا ہے اور وہ اسی جگہ میں اپنے اس پیارے کا درشن پا لیتے ہیں جسکے لئے وہ سب کچھ کھوتے ہیں غرض مفہوم اس آیت کا یہی ہے کہ بہشتی زندگی کی بنیاد اسی جہان سے پڑتی ہے اور جہنمی نابینائی کی جڑ بھی اسی جہان کی گندہ اور کورانہ زیست ہے اور پھر فرمایا وَبَشِّرِ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ اَنَّ لَھُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِیْ مِنْ تَحْتِھَا الْاَنْھٰرُ۔ یعنے جو لوگ ایمان لاتے اور اچھے عمل بجا لاتے ہیں وہ ان باغوں کے وارث ہیں جن کے نیچے نہریں بہ رہی ہیں اس آیت میں خدا تعالیٰ نے ایمان کو باغ کے ساتھ مشابہت دی جس کے نیچے نہریں بہتی ہیں پس واضح رہے کہ اس جگہ ایک اعلیٰ درجہ کی فلاسفی کے رنگ میں بتلایا گیا ہے کہ جو رشتہ نہروں کا باغ کے ساتھ ہے وہی رشتہ اعمال کا ایمان کے ساتھ ہے پس جیسا کہ کوئی باغ بغیر پانی کے سرسبز نہیں رہ سکتا ایسا ہی کوئی ایمان بغیر نیک کاموں کے زندہ ایمان نہیں کہلا سکتا اگر ایمان ہو اور اعمال نہ ہوں تو وہ ایمان ہیچ ہے اور اگر اعمال ہوں اور ایمان نہ ہو تو وہ اعمال ریاکاری ہیں اسلامی بہشت کی یہی حقیقت ہے کہ وہ اس دنیا کے ایمان اور عمل کا ایک ظل ہے وہ کوئی نئی چیز نہیں جو باہر سے آکر انسان کو ملے گی بلکہ انسان کی بہشت انسان کے اندر ہی سے نکلتی ہے اور ہر ایک کی بہشت اسی کا ایمان اور اسی کے اعمال صالحہ ہیں جنکی اسی دنیا میں لذت شروع ہو جاتی ہے اور پوشیدہ طور پر ایمان اور اعمال کے باغ نظر آتے ہیں اور نہریں بھی دکھائی دیتی ہیں۔ لیکن عالم آخرت میں یہی باغ کھلے طور پر محسوس ہونگے خدا کی پاک تعلیم ہمیں یہی بتلاتی ہے کہ سچا اور پاک اور مستحکم اور کامل ایمان جو خدا اور اس کے ارادوں کے متعلق ہو وہ بہشت خوشنما اور بارور درخت ہے

اور اعمال صالحہ اس بہشت کی نہریں ہیں جیسا کہ وہ فرماتا ہے ضَرَبَ اللّٰہُ مَثَلًا کَلِمَۃً طَیِّبَۃً کَشَجَرَۃٍ طَیِّبَۃٍ اَصْلُھَا ثَابِتٌ وَّ فَرْعُھَا فِی السَّمَآءِ تُؤْتِیْٓ اُکُلَھَا کُلَّ حِیْنٍ یعنے وہ ایمانی کلمہ جو ہر ایک افراط تفریط اور نقص اور خلل اور کذب اور ہزل سے پاک اور من کل الوجوہ کامل ہو اس درخت کے ساتھ مشابہ ہے جو ہر ایک عیب سے پاک ہو جس کی جڑ زمین میں قایم اور شاخیں آسمان میں ہوں اور اپنے پھل کو ہمیشہ دیتا ہو اور کوئی وقت اسپر نہیں آتا کہ اس کی شاخوں میں پھل نہ ہوں۔ اس بیان میں خدا تعالیٰ نے ایمانی کلمہ کو ہمیشہ پھلدار درخت سے مشابہت دیکر تین علامتیں اس کی بیان فرمائیں (۱) اول یہ کہ جڑ اس کی جو اصل مفہوم سے مراد ہے انسان کے دل کی زمین میں ثابت ہو یعنے انسانی فطرت اور انسانی کانشنس نے اس کی حقانیت اور اصلیت کو قبول کر لیا ہو (۲) دوسری علامت یہ کہ اس کلمہ کی شاخیں آسمان میں ہوں یعنے معقولیت اپنے ساتھ رکھتا ہو اور آسمانی قانون قدرۃ جو خدا کا فعل ہے اس فعل کے مطابق ہو مطلب یہ کہ اس صحت اور اصلیت کے دلائل قانون قدرۃ سے مستنبط ہو سکتے ہوں اور نیز یہ کہ وہ دلائل ایسے اعلےٰ ہوں کہ گویا آسمان میں ہیں جن تک اعتراض کا ہاتھ نہیں پہنچ سکتا (۳) تیسری علامت یہ ہے کہ وہ پھل جو کھانے کے لایق ہے دائمی اور غیر منقطع ہو یعنے عملی مزاولت کے بعد اس کی برکات و تاثیرات ہمیشہ اور ہر زمانہ میں مشہود اور محسوس ہوتی ہوں یہ نہیں کہ کسی خاص زمانہ تک ظاہر ہو کر پھر آگے بند ہو جائیں اور پھر فرمایا مَثَلُ کَلِمَۃٍ خَبِیْثَۃٍ کَشَجَرَۃٍ خَبِیْثَۃِ ۣاجْتُثَّتْ مِنْ فَوْقِ الْاَرْضِ مَا لَھَا مِنْ قَرَارٍ یعنے پلید کلمہ اس درخت کے ساتھ مشابہ ہے جو زمین میں اکھڑا ہوا ہو یعنے فطرت انسانی اسکو قبول نہیں کرتی اور کسی طور سے وہ قرار نہیں پکڑتا نہ دلائل عقلیہ کے رو سے نہ قانون قدرت کے رو سے صرف قصہ اور کہانی کے رنگ میں ہوتا ہے اور جیسا کہ قرآن شریف نے عالم آخرت میں ایمان کے پاک درختوں کو انگور اور انار اور عمدہ عمدہ میووں سے مشابہت دی ہے اور بیان فرمایا ہے کہ اس روز وہ ان میووں کی صورت میں متمثل ہونگے اور دکھائی دینگے ایسا ہی بے ایمانی کے خبیث درخت کا نام عالم آخرت میں زقوم رکھا ہے جیسا کہ فرماتا ہے اَذٰلِكَ خَیْرٌ نُّزُلًا اَمْ شَجَرَۃُ الزَّقُّوْمِ اِنَّا جَعَلْنٰھَا فِتْنَۃً لِّلظّٰلِمِیْنَ اِنَّھَا شَجَرَۃٌ تَخْرُجُ فِیْٓ اَصْلِ الْجَحِیْمِ طَلْعُھَا کَاَنَّہٗ رُءُوْسُ الشَّیٰطِیْنِ اِنَّ شَجَرَتَ الزَّقُّوْمِ طَعَامُ الْاَثِیْمِ کَالْمُھْلِ یَغْلِیْ فِی الْبُطُوْنِ کَغَلْیِ الْحَمِیْمِ ذُقْ اِنَّكَ اَنْتَ الْعَزِیْزُ الْکَرِیْمُ یعنے تم بتلاؤ کہ بہشت کے باغ اچھے ہیں یا زقوم کا درخت جو ظالموں کے لئے ایک بلا ہے وہ ایک درخت ہے

جو جہنم کی جڑ میں سے نکلتا ہے یعنے تکبر اور خود بینی سے پیدا ہوتا ہے یہی دوزخ کی جڑ ہے اس کا شگوفہ ایسا ہی جیسا کہ شیطان کا سر شیطان کے معنے ہیں ہلاک ہونے والا یہ لفظ شیط سے نکلا ہے۔ پس حاصل کلام یہ ہے کہ اس کا کھانا ہلاک ہونا ہے اور پھر فرمایا کہ زقوم کا درخت ان دوزخیوں کا کھانا ہے جو عمداً گناہ کو اختیار کر لیتے ہیں وہ کھانا ایسا ہے جیسا کہ تانبا گلا ہوا کھولتے ہوئے پانی کی طرح پیٹ میں جوش مارنے والا پھر دوزخی کو مخاطب کرکے فرماتا ہے کہ اس درخت کو چکھ تو عزت والا اور بزرگ ہے یہ کلام نہایت غضب کا ہے اس کا ماحصل یہ ہے کہ اگر تو تکبر نہ کرتا اور اپنی بزرگی اور عزت کا پاس کرکے حق سے مُنہ نہ پھیرتا تو آج یہ تلخیاں تجھے اٹھانی نہ پڑتیں یہ آیت اس بات کی طرف بھی اشارہ کرتی ہے کہ دراصل یہ لفظ زقوم کا ذق اور ام سے مرکب ہے اور ام اِنَّكَ اَنْتَ الْعَزِيْزُ الْكَرِيْمُ کا ملخص ہے جس میں ایک حرف پہلے کا اور ایک حرف آخر کا موجود ہے اور کثرت استعمال نے ذال زا کے ساتھ بدل دیا ہے اب حاصل کلام یہ ہے کہ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے اسی دنیا کے ایمانی کلمات کو بہشت کے ساتھ مشابہت دی ایسا ہی اسی دنیا کے بے ایمانی کے کلمات کو زقوم کے ساتھ مشابہت دی اور اس کو دوزخ کا درخت ٹھہرایا اور ظاہر فرما دیا کہ بہشت اور دوزخ کی جڑ اسی دنیا سے شروع ہوتی ہے جیسا کہ دوزخ کے باب میں ایک اور جگہ فرماتا ہے نَارُ اللّٰهِ الْمُوْقَدَةُ الَّتِىْ تَطَّلِعُ عَلَى الْاَفْئِدَةِ۔ یعنے دوزخ وہ آگ ہے جو خدا کا غضب اور اس کا منبع ہے اور گناہ سے بھڑکتی ہے اور پہلے دل پر غالب ہوتی ہے یہ اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ اس آگ کی اصل جڑ وہ غم اور حسرتیں اور درد ہیں جو دل کو پکڑتے ہیں کیونکہ تمام روحانی عذاب پہلے دل سے ہی شروع ہوتے ہیں اور پھر تمام بدن پر محیط ہو جاتے ہیں اور پھر ایک جگہ فرمایا وَقُوْدُهَا النَّاسُ وَالْحِجَارَةُ یعنے جہنم کی آگ کا ایندھن جس سے وہ آگ ہمیشہ افروختہ رہتی ہے دو چیزیں ہیں ایک وہ انسان جو حقیقی خدا کو چھوڑ کر اور اور چیزوں کی پرستش کرتے ہیں یا ان کی مرضی سے ان کی پرستش کیجاتی ہے جیسا کہ فرمایا اِنَّكُمْ وَمَا تَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ حَصَبُ جَهَنَّمَ یعنے تم اور تمہارے معبود باطل جو انسان ہو کر خدا کہلاتے رہے جہنم میں ڈالے جائینگے (۲) دوسرا ایندھن جہنم کا بت ہیں مطلب یہ ہے کہ ان چیزوں کا وجود نہ ہوتا تو جہنم بھی نہ ہوتا سو ان تمام آیات سے ظاہر ہے کہ خدا تعالیٰ کے پاک کلام میں بہشت اور دوزخ اس جسمانی دنیا کی طرح نہیں ہے بلکہ ان دونوں کا مبدء اور منبع روحانی امور ہیں ہاں وہ چیزیں دوسرے عالم میں جسمانی شکل پر نظر آئیں گی مگر اس جسمانی عالم سے نہیں ہونگی اب ہم پھر اصل مطلب کی طرف عود کرکے

کہتے ہیں کہ خدا کے ساتھ روحانی اور کامل تعلق پیدا ہونے کا ذریعہ جو قرآن شریف نے ہمیں سکھلایا ہے **اسلام** اور دعاء **فاتحہ** ہے یعنی اول اپنی تمام زندگی خدا کی راہ میں وقف کر دینا اور پھر اس دعا میں لگے رہنا جو سورۂ فاتحہ میں مسلمانوں کو سکھائی گئی ہے تمام اسلام کا مغز یہ دونوں چیزیں ہیں۔ اسلام اور دعاء فاتحہ دنیا میں خدا تک پہنچنے اور حقیقی نجات کا پانی پینے کے لئے یہی ایک اعلیٰ ذریعہ ہے جو قانون قدرت نے انسان کی اعلیٰ ترقی اور وصال الٰہی کے لئے مقرر کیا ہے اور وہی خدا کو پاتے ہیں کہ جو اسلام کے مفہوم کی روحانی آگ میں داخل ہوں اور دعاء فاتحہ میں لگے رہیں اسلام کیا چیز ہے وہی جلتی ہوئی آگ جو ہماری سفلی زندگی کو بھسم کر کے اور ہمارے باطل معبودوں کو جلا کر سچے اور پاک معبود کے آگے ہماری جان اور ہمارے مال اور ہماری آبرو کی قربانی پیش کرتی ہے ایسے چشمہ میں داخل ہو کر ہم ایک نئی زندگی کا پانی پیتے ہیں اور ہماری تمام روحانی قوتیں خدا سے یوں پیوند پکڑتی ہیں جیسا کہ ایک رشتہ دوسرے رشتہ سے پیوند کیا جاتا ہے بجلی کی آگ کی طرح ایک آگ ہمارے اندر سے نکلتی ہے اور ایک آگ اوپر سے ہم پر اترتی ہے ان دونوں شعلوں کے ملنے سے ہماری تمام ہوا و ہوس اور غیر اللہ کی محبت بھسم ہو جاتی ہے اور ہم اپنی پہلی زندگی سے مر جاتے ہیں اس حالت کا نام قرآن شریف کے رو سے اسلام ہے

اسلام سے ہمارے نفسانی جذبات کو موت آتی ہے اور پھر دعا سے ہم از سر نو زندہ ہوتے ہیں اس دوسری زندگی کے لئے الہام الٰہی ہونا ضروری ہے اسی مرتبہ پر پہنچنے کا نام لقاء الٰہی ہے یعنے خدا کا دیدار اور خدا کا درشن۔ اس درجہ پر پہنچکر انسان کو خدا سے وہ اتصال ہوتا ہے کہ گویا وہ اس کو آنکھ سے دیکھتا ہے اور اس کو قوت دیجاتی ہے اور اس کے تمام حواس اور تمام اندرونی قوتیں روشن کی جاتی ہیں اور پاک زندگی کی کشش بڑے زور سے شروع ہو جاتی ہے اسی درجہ پر آ کے خدا انسان کی آنکھ ہو جاتا ہے جس کے ساتھ وہ دیکھتا ہے اور زبان ہو جاتا ہے جس کے ساتھ وہ بولتا ہے اور ہاتھ ہو جاتا ہے جس کے ساتھ وہ حملہ کرتا ہے اور کان ہو جاتا ہے جس کے ساتھ وہ سنتا ہے اور پیر ہو جاتا ہے جس کے ساتھ وہ چلتا ہے اسی درجہ کی طرف اشارہ ہے جو خدا فرماتا ہے یَدُ اللّٰهِ فَوْقَ اَیْدِیْهِمْ یہ اس کا ہاتھ خدا کا ہاتھ ہے جو ان کے ہاتھوں پر ہے اور ایسا ہی فرماتا ہے وَمَا رَمَیْتَ اِذْ رَمَیْتَ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ رَمٰى یعنے جو تو نے چلایا تو نے نہیں بلکہ خدا نے چلایا غرض اس درجہ پر خدا کے ساتھ کمال اتحاد ہو جاتا ہے اور خدا تعالےٰ کی پاک مرضی روح کے رگ و ریشہ میں سرایت کر جاتی ہے اور اخلاقی طاقتیں جو کمزور تھیں اس درجہ میں محکم پہاڑوں کی طرح نظر آتی ہیں عقل اور فراست نہایت لطافت پر آ جاتی ہے یہ معنے اس آیت کے ہیں جو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے وَاَیَّدَهُمْ بِرُوْحٍ مِّنْهُ اس مرتبہ میں محبت اور عشق کی نہریں ایسے طور سے جوش مارتی ہیں جو خدا کے لئے مرنا

اور خدا کے لئے ہزاروں دکھ اٹھانا اور بے آبرو ہونا ایسا آسان ہو جاتا ہے کہ گویا ایک ہلکا سا تنکا توڑنا ہے خدا کی طرف کھینچا چلا جاتا ہے اور نہیں جانتا کہ کون کھینچ رہا ہے ایک غیبی ہاتھ اس کو اٹھائے پھرتا ہے اور خدا کی مرضیوں کو پورا کرنا اس کی زندگی کا اصل الاصول ٹھہر جاتا ہے اس مرتبہ میں خدا بہت ہی قریب دکھائی دیتا ہے جیسا کہ اس نے فرمایا ہے نَحْنُ اَقْرَبُ اِلَیْهِ مِنْ حَبْلِ الْوَرِیْدِ کہ ہم اس سے اس کی رگ جان سے بھی زیادہ نزدیک ہیں ایسی حالت میں اس مرتبہ کا آدمی ایسا ہوتا ہے کہ جس طرح پھل پختہ ہو کر خود بخود درخت پر سے گر جاتا ہے اسی طرح اس مرتبہ کے آدمی کے تمام تعلقات سفلی کالعدم ہو جاتے ہیں اس کا اپنے خدا سے ایک گہرا تعلق ہو جاتا ہے اور وہ مخلوق سے دور چلا جاتا اور خدا کے مکالمات اور مخاطبات سے شرف پاتا ہے اس مرتبہ کے حاصل کرنے کیلئے اب بھی دروازے کھلے ہیں جیسا کہ پہلے کھلے ہوئے تھے اور اب بھی خدا کا فضل یہ نعمت ڈھونڈنے والوں کو دیتا ہے جیسا کہ پہلے دیتا تھا مگر یہ راہ محض زبان کی فضولیوں کے ساتھ حاصل نہیں ہوتی اور نقطہ بے حقیقت باتوں اور لافوں سے یہ دروازہ نہیں کھلتا چاہنے والے بہت ہیں مگر پانے والے کم اس کا کیا سبب ہے یہی کہ یہ مرتبہ سچی سرگرمی سچی جانفشانی پر موقوف ہے باتیں قیامت تک کیا کرو کیا ہو سکتا ہے صدق سے اس آگ پر قدم رکھنا جس کے خوف سے اور لوگ بھاگتے ہیں اس راہ کی پہلی شرط ہے اگر عملی سرگرمی نہیں تو لاف زنی ہیچ ہے وَاِذَا سَاَلَکَ عِبَادِیْ عَنِّیْ فَاِنِّیْ قَرِیْبٌ اُجِیْبُ دَعْوَۃَ الدَّاعِ اِذَا دَعَانِ فَلْیَسْتَجِیْبُوْا لِیْ وَلْیُؤْمِنُوْا بِیْ لَعَلَّهُمْ یَرْشُدُوْنَ ۔ یعنے اگر میرے بندے میری نسبت سوال کریں کہ وہ کہاں ہے تو ان کو کہہ کہ وہ تم سے بہت ہی قریب ہے۔ میں دعا کرنے والے کی دعا سنتا ہوں پس چاہئے کہ وہ دعاؤں سے میرا وصل ڈھونڈیں اور مجھ پر ایمان لاویں تا کامیاب ہوویں +

دَافِعُ الْبَلَاءِ وَمِعْیَارُ اَہْلِ الْاِصْطِفَاءِ

از حضرت میرزا غلام احمد صاحب مسیح موعود و مہدی مسعود

تمہید

جس پیغام کو ہم اس وقت اپنے عزیزان ملک کے پاس اس رسالہ کے ذریعہ سے پہنچانا چاہتے ہیں اس کی نسبت ہمیں انبیاء علیہم السلام کے قدیم تجربہ کے رو سے یہ ثابت ہے کہ سردست اس ہماری ہمدردی کا قدر بھی ہو گا کہ پھر دوبارہ ہم اسلام کے مولویوں اور عیسائی مذہب کے پادریوں اور ہندو مذہب کے پنڈتوں سے گالیاں سنیں اور طرح طرح کے رنج دہ خطابوں سے یاد کئے جاویں اور ہمیں پہلے سے خوب معلوم ہے کہ ایسا ہی ہو گا لیکن ہم نے نوع انسان کی ہمدردی کو اس بات سے مقدم رکھا ہے کہ عام بدزبانی سے ہم ستائے جائیں کیونکہ باوجود اس کے یہ بھی احتمال ہے کہ ان صدہا اور ہزارہا گالیاں دینے والوں میں سے بعض ایسے بھی پیدا ہو جائیں کہ ایسے وقت میں کہ جب آسمان پر سے ایک آگ برس رہی ہے بلکہ لگے جاڑے میں تو اور بھی زیادہ برسنے کی توقع ہے اس رسالہ کو غور سے پڑھیں اور اس اپنے ناصح شفیق پر جلد ناراض نہ ہوں اور جس نسخہ کو وہ پیش کرتا ہے اس کو آزمالیں کیونکہ اس ہمدردی کے صلہ میں کوئی اجرت یا پاداش ان سے طلب نہیں کی گئی محض سچے خلوص اور نیک نیتی سے انسانوں کی جان چھوڑانے کے لئے ایک آزمودہ اور پاک تجویز پیش کی گئی ہے پس جس حالت میں لوگ بیماریوں میں علاج کی غرض سے بعض جانوروں کا پیشاب بھی پی لیتے ہیں اور بہت سی پلید چیزوں کو استعمال کر لیتے ہیں تو اس صورت میں ان کا کیا حرج ہے کہ اپنی جان چھوڑانے کے لئے اس پاک علاج کو اپنے لئے اختیار کر لیں اور اگر وہ نہیں کرینگے تب بھی بہرحال اس مقابلہ کے وقت میں ایک دن ان کو معلوم ہو گا کہ ان تمام مذاہب میں سے کونسا ایسا مذہب ہے جس کا شفاعت کرنا اور منجی کے بزرگ لفظ کا مصداق ہونا ثابت ہو سکتا ہے سچے منجی کو ہر ایک شخص چاہتا ہے اور اس سے محبت کرتا ہے پس بلاشبہ اب دن آگئے ہیں کہ ثابت ہو کہ سچا منجی کون ہے ہم مسیح ابن مریم کو بے شک ایک راستباز آدمی جانتے ہیں کہ اپنے زمانے کے

اکثر لوگوں سے البتہ اچھا تھا واللہ اعلم۔ مگر وہ حقیقی منجی نہیں تھا یہ اس پر تہمت ہے کہ وہ حقیقی منجی تھا حقیقی منجی ہمیشہ اور قیامت تک نجات کا پھل کھلانے والا وہ ہے جو زمین حجاز میں پیدا ہوا تھا اور تمام دنیا اور تمام

+ یاد رہے کہ یہ جو ہم نے کہا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اپنے زمانہ کے بہت لوگوں کی نسبت اچھے تھے۔ یہ ہمارا بیان محض نیک ظنی کے طور پر ہے ورنہ ممکن ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے وقت میں خدا تعالیٰ کی زمین پر بعض راستباز اپنی راستبازی اور تعلق باللہ میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے بھی افضل اور اعلیٰ ہوں کیونکہ اللہ تعالیٰ نے حضرت عیسیٰ کی نسبت فرمایا ہے وَجِیْھًا فِی الدُّنْیَا وَالْاٰخِرَۃِ وَمِنَ الْمُقَرَّبِیْنَ ؁ جس کے یہ معنے ہیں کہ اس زمانہ کے مقربوں میں سے یہ بھی ایک تھے اس سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ وہ سب مقربوں سے بڑھکر تھے بلکہ اس بات کا امکان نکلتا ہے کہ بعض مقرب ان کے زمانہ کے ان سے بہتر تھے۔ ظاہر ہے کہ وہ صرف بنی اسرائیل کی بھیڑوں کے لئے آئے تھے اور دوسرے ملکوں اور قوموں سے ان کو کچھ تعلق نہ تھا پس ممکن بلکہ قریب قیاس ہے کہ بعض انبیاء جو لَمْ نَقْصُصْ میں داخل ہیں وہ ان سے بہتر اور افضل ہوں گے اور جیسا کہ حضرت موسیٰ کے مقابل پر آخر ایک انسان نکل آیا جس کی نسبت خدا نے عَلَّمْنَاہُ مِنْ لَّدُنَّا عِلْمًا فرمایا تو پھر حضرت عیسیٰ کی نسبت جو موسیٰ سے کمتر اور اس کی شریعت کے پیرو تھے اور خود کوئی کامل شریعت نہ لائے تھے۔ اور ختنہ اور مسائل فقہ اور وراثت اور حرمت خنزیر وغیرہ میں حضرت موسیٰ کی شریعت کے تابع تھے۔ کیونکر کہہ سکتے ہیں کہ وہ بالاطلاق اپنے وقت کے تمام راستبازوں سے بڑھکر تھے جن لوگوں نے ان کو خدا بنایا ہے جیسے عیسائی یا وہ جنہوں نے خواہ نخواہ خدائی صفات انہیں دی ہیں جیسا کہ ہمارے مخالف اور خدا کے مخالف نام کے مسلمان وہ اگر ان کو اوپر اُٹھاتے اُٹھاتے آسمان پر چڑھا دیں یا عرش پر بٹھا دیں یا خدا کی طرح پرندوں کا پیدا کرنے والا قرار دیں تو ان کو اختیار ہے۔ انسان جب حیا اور انصاف کو چھوڑ دے تو جو چاہے کہے اور جو چاہے کرے لیکن مسیح کی راستبازی اپنے زمانہ میں دوسرے راستبازوں سے بڑھ کر ثابت نہیں ہوتی بلکہ یحییٰ نبی کو اس پر ایک فضیلت ہے کیونکہ وہ شراب نہیں پیتا تھا اور کبھی نہیں سُنا گیا کہ کسی فاحشہ عورت نے آکر اپنی کمائی کے مال سے اسکے سر پر عطر ملا تھا یا ہاتھوں اور اپنے سر کے بالوں سے اسکے بدن کو چھوا تھا یا کوئی بے تعلق جوان عورت اسکی خدمت کرتی تھی اسی وجہ سے خدا نے قرآن میں یحییٰ کا نام حصور رکھا مگر مسیح کا یہ نام نہ رکھا کیونکہ ایسے قصے اس نام کے رکھنے سے مانع تھے اور پھر یہ کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے یحییٰ کے ہاتھ پر جسکو عیسائی یوحنا کہتے ہیں جو پیچھے ایلیا بنایا گیا اپنے گناہوں سے توبہ کی تھی اور ان کے خاص مریدوں میں داخل ہوئے تھے اور یہ بات حضرت یحییٰ کی فضیلت کو بداہت ثابت کرتی ہے کیونکہ بمقابل اسکے یہ ثابت نہیں کیا گیا کہ یحییٰ نے بھی کسی کے ہاتھ پر توبہ کی تھی پس اس کا معصوم ہونا بدیہی امر ہے اور مسلمانوں میں یہ جو مشہور ہے کہ عیسیٰ اور اسکی ماں مس شیطان سے پاک ہیں اسکے معنے نادان لوگ نہیں سمجھتے اصل بات یہ ہے کہ پلید یہودیوں نے حضرت عیسیٰ اور ان کی ماں پر سخت ناپاک الزام لگائے تھے اور دونوں کی نسبت نعوذ باللہ شیطانی کاموں کی تہمت لگاتے تھے سو اس افترا کا رد ضروری تھا پس اس حدیث کے اس سے زیادہ کوئی معنے

زمانوں کی نجات کیلئے آیا تھا اور اب بھی آیا مگر بروز کے طور پر۔ خدا اسکی برکتوں سے تمام زمین کو متمتع کرے آمین۔

خاکسار مرزا غلام احمد از قادیان

طاعُون

چو آمد از خدا طاعون بہ بیں از چشم اکرامش ۔۔۔ تو خود ملعونی اے فاسق چرا ملعون نہی نامش

زمان توبہ و وقت صلاح و ترک خبث است ایں ۔۔۔ کسے کو بر بدی چسپد نہ بینم نیک انجامش

اس ہولناک مرض کے بارے میں جو ملک میں پھیلتی جاتی ہے لوگوں کی مختلف رائیں ہیں ڈاکٹر لوگ جن کے خیالات فقط جسمانی تدابیر تک محدود ہیں اس بات پر زور دیتے ہیں کہ زمین میں محض قدرتی اسباب سے ایسے کیڑے پیدا ہو گئے ہیں کہ اوّل چوہوں پر اپنا بد اثر پہنچاتے ہیں* - اور پھر انسانوں میں سلسلہ موت کا جاری ہو جاتا ہے اور مذہبی خیالات سے اس بیماری کو کچھ تعلق نہیں بلکہ چاہئے کہ اپنے گھروں اور نالیوں کو ہر ایک قسم کی گندگی اور عفونت سے بچاویں اور صاف رکھیں اور فنائل وغیرہ کے ساتھ پاک کرتے رہیں اور مکانوں کو آگ سے گرم رکھیں اور ایسا بنا دیں جن میں ہوا بھی پہنچ سکے اور روشنی بھی اور کسی مکان میں اس قدر لوگ نہ رہیں کہ ان کے مُنہ کی بھاپ اور پاخانہ پیشاب وغیرہ سے کیڑے بکثرت پیدا ہو جائیں اور ردّی غذائیں نہ کھائیں اور سب سے بہتر علاج یہ ہے کہ ٹیکا کرا لیں- اور اگر مکانوں میں چوہے مردہ پاویں تو ان مکانوں کو چھوڑ دیں اور بہتر ہے کہ باہر کھلے میدانوں میں رہیں اور میلے کچیلے کپڑوں سے پرہیز کریں اور اگر کوئی شخص کسی متاثر اور آلودہ مکان سے ان کے شہر یا گاؤں میں آوے تو اس کو اندر نہ آنے دیں اور اگر کوئی ایسے گاؤں یا شہر کا اس مرض سے بیمار ہو جائے تو اس کو باہر نکالیں اور اس کے اختلاط سے پرہیز کریں- پس طاعون کا علاج ان کے نزدیک جو کچھ ہے یہی ہے یہ تو دانشمند ڈاکٹروں اور طبیبوں کی رائے ہے جس کو ہم نہ تو ایک کافی اور مستقل علاج کے رنگ میں سمجھتے ہیں اور نہ محض بے فائدہ قرار دیتے ہیں- کافی اور مستقل علاج اس لئے نہیں سمجھتے کہ

---

* طبابت کے قواعد کے رو سے طاعون کی بیماری کی شناخت کے لئے ضروری ہے کہ جس بد قسمت گاؤں یا شہر میں یا اس کے کسی حصہ میں یہ مہلک بیماری پھوٹ پڑے اس میں کئی روز پہلے اس سے مرے ہوئے چوہے پائے جائیں پس اگر مثلاً محض تپ سے کسی گاؤں میں چند موت کی وارداتیں ہو جائیں اور چوہے مرے نہ دیکھے جائیں تو وہ طاعون نہیں ہے بلکہ محرقہ کی قسم کا ایک مہلک تپ ہے۔ منہ-

تجربہ بتلا رہا ہے کہ بعض لوگ باہر نکلنے سے بھی مرے ہیں اور بعض صفائی کا التزام رکھتے رکھتے بھی اس دنیا سے رخصت ہوگئے اور بعض نے بڑی امید سے ٹیکا لگوایا اور پھر قبر میں جا پڑے۔ پس کون کہہ سکتا ہے کہ کون ہمیں تسلّی دیسکتا ہے کہ یہ تمام تدبیریں کافی علاج ہیں بلکہ اقرار کرنا پڑتا ہے کہ گو یہ تمام طریقے کسی حد تک مفید ہیں لیکن یہ ایسی تدبیر نہیں ہے جس کو طاعون کو ملک سے دفع کرنے کے لئے پوری کامیابی کہہ سکیں +

اسی طرح یہ تدبیریں محض بے فائدہ بھی نہیں ہیں کیونکہ جہاں جہاں خدا کی مرضی ہے وہاں وہاں ان کا فائدہ بھی محسوس ہو رہا ہے مگر وہ فائدہ کچھ بہت خوشی کے لائق نہیں مثلاً گو سچ ہے کہ اگر مثلاً سو آدمی نے ٹیکا لگوایا ہے اور دوسرے اسی قدر لوگوں نے ٹیکا نہیں لگوایا ہے تو جنہوں نے ٹیکا نہیں لگوایا ان میں موتیں زیادہ پائی گئیں اور ٹیکا والوں میں کم لیکن چونکہ ٹیکے کا اثر غایت کار دو مہینے یا تین مہینے تک ہے اس لئے ٹیکے والا بھی بار بار خطرہ میں پڑیگا جب تک اس دنیا سے رخصت نہ ہو جائے صرف اتنا فرق ہے کہ جو لوگ ٹیکا نہیں لگواتے وہ ایک ایسے مرکب پر سوار ہیں کہ جو مثلاً چوبیس گھنٹہ تک ان کو دار الفنا تک پہنچا سکتا ہے اور جو لوگ ٹیکا لگواتے ہیں گویا ایسے آہستہ رو ٹٹو پر چل رہے ہیں کہ جو چوبیس دن تک اسی مقام میں پہنچا دیگا بہرحال یہ تمام طریقے جو ڈاکٹری طور سے اختیار کئے گئے ہیں نہ تو کافی اور پوری تسلی بخش ہیں اور نہ محض نکمے اور بے فائدہ ہیں اور چونکہ طاعون جلد جلد ملک کو کھاتی جاتی ہے اسلئے بنی نوع کی ہمدردی اسی میں ہے کہ کسی اور طریق کو سوچا جائے جو اس تباہی سے بچا سکے +

اور مسلمان لوگ جیسا کہ میاں شمس الدین سکرٹری انجمن حمایت اسلام لاہور کے اشتہار سے سمجھا جاتا ہے جس کو انہوں نے ماہ حال یعنے اپریل ۱۹۰۲ء میں شایع کیا ہے اس بات پر زور دیتے ہیں کہ تمام فرقے مسلمانوں کے شیعہ سنی مقلد اور غیر مقلد میدانوں میں جاکر اپنے اپنے طریقہ مذہب میں دعائیں کریں اور ایک ہی تاریخ میں اکٹھے ہو کر نماز پڑھیں تو بس یہ ایسا نسخہ ہے کہ معاً اس سے طاعون دور ہو جائے گی مگر اکٹھے کیونکر ہوں اس کی کوئی تدبیر نہیں بتلائی گئی ظاہر ہے کہ فرقہ وہابیہ کے مذہب کے رو سے تو بغیر فاتحہ خوانی کے نماز درست ہی نہیں پس اس صورت میں انکے ساتھ حنفیوں کی نماز کیونکر ہو سکتی ہے کیا باہم فساد نہیں ہوگا۔ ماسوا اسکے اس اشتہار کے لکھنے والے نے یہ ظاہر نہیں کیا کہ ہندو اس مرض کے دفع کے لئے کیا کریں کیا ان کو اجازت ہے یا نہیں کہ وہ بھی اس وقت اپنے بتوں سے مدد مانگیں۔ اور عیسائی کس طریق کو اختیار کریں اور جو فرقے حضرت حسین یا علی رضی اللہ عنہ کو قاضی الحاجات سمجھتے ہیں اور محرم* میں

*حاشیہ۔ یہ محرم کا مہینہ بڑا مبارک مہینہ ہے ترمذی میں اسکی فضیلت کی نسبت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ حدیث لکھی ہے کہ

تعزیوں پر ہزاروں درخواستیں مرادوں کے لئے گذارا کرتے ہیں اور یا جو مسلمان سید عبد القادر جیلانی کی پوجا کرتے ہیں یا جو شاہ مدار یا سخی سرور کو پوجتے ہیں وہ کیا کریں اور کیا اب یہ تمام فرقے دعائیں نہیں کرتے بلکہ ہر ایک فرقہ خوف زدہ ہو کر اپنے اپنے معبود کو پکار رہا ہے شیعوں کے محلوں کی سیر کرو کوئی ایسا گھر نہیں ہوگا جس کے دروازہ پر یہ شعر چسپاں نہیں ہوگا

لی خمسة اطفی بھا حرّ الوباء الحاطمة ＊ المصطفٰی والمرتضی وابناھما والفاطمة

میرے استاد ایک بزرگ شیعہ تھے ان کا مقولہ تھا کہ وبا کا علاج فقط تولّا اور تبرّی ہے یعنے ائمہ اہل بیت کی محبت کو پرستش کی حد تک پہنچا دینا اور صحابہ رضی اللہ عنہم کو گالیاں دیتے رہنا اس سے بہتر کوئی علاج نہیں اور میں نے سنا ہے کہ بمبئی میں جب طاعون شروع ہوئی ہے تو پہلے لوگوں میں یہی خیال پیدا ہوا تھا کہ یہ امام حسین کی کرامت ہے کیونکہ جن ہندوؤں نے شیعہ سے کچھ تکرار کیا تھا ان میں طاعون شروع ہو گئی تھی پھر جب اسی مرض نے شیعہ میں بھی قدم رنجہ فرمایا تب تو یا حسین کے نعرے کم ہو گئے ＊

یہ تو مسلمانوں کے خیالات ہیں جو طاعون کے دور کرنے کے لئے سوچے گئے ہیں اور عیسائیوں کے خیالات کے اظہار کے لئے ابھی ایک اشتہار پادری وائیٹ برخیٹ صاحب اور ان کی انجمن کی طرف سے نکلا ہے اور وہ یہ کہ طاعون کے دور کرنے کے لئے اور کوئی تدبیر کافی نہیں بجز اسکے کہ حضرت مسیح کو خدا مان لیں اور ان کے کفارہ پر ایمان لے آویں ＊

اور ہندوؤں میں سے آریہ دھرم کے لوگ پکار پکار کر کہہ رہے ہیں کہ یہ بلائے طاعون وید کے ترک کرنے کی وجہ سے ہے تمام فرقوں کو چاہئے کہ ویدوں کی ستّ ودیا پر ایمان لاویں اور تمام نبیوں کو نعوذ باللہ مفتری قرار دیں تب اس تدبیر سے طاعون دور ہو جائے گی ＊

اور ہندوؤں میں سے جو سناتن دھرم فرقہ ہے اس فرقہ میں دفع طاعون کے بارہ میں جو رائے ظاہر کیگئی ہے اگر ہم پرچہ اخبار عام نہ پڑھتے تو شاید اس عجیب رائے سے بیخبر رہتے اور وہ رائے یہ ہے کہ یہ بلائے طاعون گائے کی وجہ سے آئی ہے۔ اگر گورنمنٹ یہ قانون پاس کر دے کہ اس ملک میں گائے ہرگز ہرگز ذبح نہ کی جائے تو پھر دیکھئے کہ طاعون کیونکر دفع ہو جاتی ہے بلکہ اسی اخبار میں ایک جگہ لکھا ہے کہ ایک شخص نے گائے کو بولتے سنا کہ وہ کہتی ہے کہ میری وجہ سے ہی اس ملک میں طاعون آیا ہے ＊

اب اے ناظرین خود سوچ لو کہ اس قدر متفرق اقوال اور دعاوی سے کس قول کو دنیا کے آگے صریح اور بدیہی طور پر فروغ ہو سکتا ہے یہ تمام اعتقادی امور ہیں اور اس نازک وقت میں جب تک کہ دنیا ان عقائد کا

فیصلہ کرے خود دنیا کا فیصلہ ہو جائے گا۔ اسلئے وہ بات قبول کے لایق ہے جو جلد تر سمجھ میں آسکتی ہے اور جو اپنے ساتھ کوئی ثبوت رکھتی ہے سو میں وہ بات مع ثبوت پیش کرتا ہوں۔ چار سال ہوئے کہ میں نے ایک پیش گوئی شایع کی تھی کہ پنجاب میں سخت طاعون آنے والی ہے اور میں نے اس ملک میں طاعون کے سیاہ درخت دیکھے ہیں جو ہر ایک شہر اور گاؤں میں لگائے گئے ہیں اگر لوگ توبہ کریں تو یہ مرض دو جاڑوں سے بڑھ نہیں سکتی خدا اس کو رفع کر دے گا مگر بجائے توبہ کے مجھ کو گالیاں دی گئیں اور سخت بدزبانی کے اشتہار شایع کیے گئے جس کا نتیجہ طاعون کی یہ حالت ہے جو اب دیکھ رہے ہو۔ خدا کی وہ پاک وحی جو میرے پر نازل ہوئی اس کی یہ عبارت ہے

إِنَّ اللّٰهَ لَا يُغَيِّرُ مَا بِقَوْمٍ حَتّٰى يُغَيِّرُوْا مَا بِأَنْفُسِهِمْ إِنَّهُ اٰوَى الْقَرْيَةَ یعنے خدا نے یہ ارادہ فرمایا ہے کہ اس بلائے طاعون کو ہرگز دور نہیں کرے گا جب تک لوگ ان خیالات کو دور نہ کرلیں جو ان کے دلوں میں ہیں یعنے جبتک وہ خدا کے مامور اور رسول کو مان نہ لیں تب تک طاعون دور نہیں ہوگی اور وہ قادر خدا قادیان کو طاعون کی تباہی ✝ سے محفوظ رکھے گا تا تم سمجھو کہ قادیان اسی لئے محفوظ رکھی گئی کہ وہ خدا کا رسول اور فرستادہ قادیان میں تھا۔

✝ حاشیہ۔ اٰوٰی عربی لفظ ہے جس کے معنے ہیں تباہی اور انتشار سے بچانا اور اپنی پناہ میں لے لینا۔ یہ اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ طاعون کی قسموں میں سے وہ طاعون سخت بربادی بخش ہے جس کا نام طاعون جارف ہے یعنے جھاڑ دینے والی جس سے لوگ جابجا بھاگتے ہیں اور کتوں کی طرح مرتے ہیں یہ حالت انسانی برداشت سے بڑھ جاتی ہے پس اس کلام الہی میں یہ وعدہ ہے کہ یہ حالت کبھی قادیان پر وارد نہیں ہوگی اسی کی تشریح یہ دوسرا الہام کرتا ہے کہ لولا الاکرام لھلک المقام یعنے اگر مجھے اس سلسلہ کی عزت ملحوظ نہ ہوتی تو میں قادیان کو بھی ہلاک کر دیتا اس الہام سے دو باتیں سمجھی جاتی ہیں (۱) اول یہ کہ کچھ حرج نہیں کہ انسانی برداشت کی حد تک کبھی قادیان میں بھی کوئی واردات شاذ و نادر کے طور پر ہو جائے جو بربادی بخش نہ ہو اور موجب فرار و انتشار نہ ہو کیونکہ شاذ و نادر معدوم کا حکم رکھتا ہے (۲) دوسری یہ کہ یہ امر ضروری ہے کہ جن دیہات اور شہروں میں بمقابلہ قادیان کے سخت سرکش اور شریر اور ظالم اور بدچلن اور مفسد اور اس سلسلہ کے خطرناک دشمن بستے ہیں ان شہروں یا دیہات میں ضرور بربادی بخش طاعون پھوٹ پڑے گی یہانتک کہ لوگ بے حواس ہو کر ہر طرف بھاگیں گے ہم نے اٰوٰی کا لفظ جہانتک وسیع ہے اس کے مطابق یہ معنے کر دیئے ہیں اور ہم دعوی سے لکھتے ہیں کہ قادیان میں کبھی طاعون جارف نہیں پڑے گی جو گاؤں کو ویران کرنے والی اور کھا جانے والی ہوتی ہے مگر اس کے مقابل پر دوسرے شہروں اور دیہات میں جو ظالم اور مفسد ہیں ضرور ہولناک صورتیں پیدا ہونگی۔ تمام دنیا میں ایک قادیان ہے جس کے لئے یہ وعدہ ہوا فالحمد للّٰہ علٰی ذٰلک۔ یاد رہے کہ خدا تعالی بیٹوں سے پاک ہے نہ اس کا کوئی شریک ہے اور نہ بیٹا ہے اور نہ کسی کو حق پہنچتا ہے کہ وہ یہ کہے کہ میں خدا ہوں یا خدا کا بیٹا ہوں۔ لیکن یہ فقرہ اس جگہ قبیل مجاز اور استعارہ میں سے ہے۔ خدا تعالی نے قرآن شریف میں

اب دیکھو تین برس سے ثابت ہو رہا ہے کہ وہ دونو پہلو پورے ہو گئے یعنے ایک طرف تمام پنجاب میں طاعون پھیل گئی اور دوسری طرف باوجود اسکے کہ قادیاں کے چاروں طرف دو دو میل کے فاصلہ پر طاعون کا زور ہو رہا ہے مگر قادیاں طاعون سے پاک ہے بلکہ آج تک جو شخص طاعون زدہ باہر سے قادیاں میں آیا وہ بھی اچھا ہو گیا کیا اس سے بڑھ کر کوئی اور ثبوت ہوگا کہ جو باتیں آج سے چار برس پہلے کہی گئی تھیں وہ پوری ہو گئیں بلکہ طاعون کی خبر آج سے بائیس برس پہلے براہین احمدیہ میں بھی دیگئی ہے* اور یہ علم غیب بجز خدا کے کسی اور کی طاقت میں نہیں۔ پس اس بیماری کے دفع کے لئے وہ پیغام جو خدا نے مجھے دیا ہے وہ یہی ہے کہ لوگ مجھے سچے دل سے مسیح موعود مان لیں اگر میری طرف سے بھی بغیر کسی دلیل کے صرف دعویٰ ہوتا جیسا کہ میاں شمس الدین سکرٹری انجمن حمایت اسلام لاہور نے اپنے اشتہار میں یا پادری وائٹ برخیٹ صاحب نے اپنے اشتہار میں کیا ہے تو میں بھی ان کی طرح ایک فضول گو ٹھہرتا لیکن میری وہ باتیں ہیں جن کو میں نے قبل از وقت بیان کیا اور آج وہ پوری ہو گئیں اور پھر اس کے بعد ان دنوں میں بھی خدا نے مجھے خبر دی چنانچہ وہ عزوجل فرماتا ہے:۔ مَاکَانَ اللّٰہ لیعذبھم وانت فیھم انہ اوی القریۃ لولا الاکرام لھلک المقام۔ انی انا الرحمٰن دافع الاذی۔ انی لایخاف لدی المرسلون۔ انی حفیظ۔ انی مع الرسول اقوم۔ والوم من یلوم۔ افطر واصوم۔ غضبت غضبا شدیدا۔ الامراض تشاع والنفوس تضاع۔ الا الذین اٰمنوا ولم یلبسوا ایمانھم بظلم اُولٰٓئِکَ لھم الامن وھم مھتدون

بقیہ حاشیہ صفحہ ۲۲ کا:۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ کو اپنا ہاتھ قرار دیا اور فرمایا یَدُ اللّٰہِ فَوْقَ اَیْدِیْھِمْ ایسا ہی بجائے قُلْ یَا عِبَادَ اللّٰہ کے قُلْ یَا عِبَادِیْ بھی کہا اور یہ بھی فرمایا فاذکروا اللّٰہ کذکرکم اٰباءکم پس اس خدا کے کلام کو ہشیاری اور احتیاط سے پڑھو اور از قبیل متشابہات سمجھ کر ایمان لاؤ اور اسکی کیفیت میں دخل نہ دو اور حقیقت کو حوالہ بخدا کرو اور یقین رکھو کہ خدا اتخاذ ولد سے پاک ہے تاہم متشابہات کے رنگ میں بہت کچھ اس کے کلام میں پایا جاتا ہے پس اس سے بچو کہ متشابہات کی پیروی کرو اور ہلاک ہو جاؤ اور میری نسبت بینات میں سے یہ الہام ہے جو براہین احمدیہ میں درج ہے قل انما انا بشر مثلکم یوحٰی الی انما الٰھکم الٰہ واحد والخیر کلہ فی القراٰن۔ منہ

* حاشیہ۔ آج سے دس برس پہلے ایک سبز اشتہار میں جو میری طرف سے شایع ہوا تھا طاعون کی خبر دیگئی تھی اور وہ یہ ہے۔ اصنع الفلک باعیننا ووحینا ان الذین یبایعونک انما یبایعون اللّٰہ ید اللّٰہ فوق ایدیھم یعنی ایک کشتی میرے حکم اور آنکھوں کے روبرو بنا جو آنیوالی مری سے بچائیگی جو لوگ تجھ سے بیعت کرتے ہیں وہ مجھ سے بیعت کرتے ہیں یہ تیرا ہاتھ نہیں بلکہ میرا ہاتھ ہے جو ان کے ہاتھوں پر ہے [illegible] اور وہ یہ ہے ولا تخاطبنی فی الذین ظلموا انھم مغرقون یعنی جو لوگ ظلم [illegible]

انا ناتی الارض ننقصها من اطرافها۔ انی اجھز الجیش فاصبحوا فی دارھم جاثمین۔ سنریھم
آیاتنا فی الآفاق وفی انفسھم نصر من اللہ و فتح مبین۔ انی بایعتک بایعنی ربی۔ انت منی
بمنزلۃ اولادی* انت منی و انا منک۔ عسیٰ ان یبعثک ربک مقاما محمودا۔ الفوق
معک والتحت مع اعدائک فاصبر حتی یاتی اللہ بامرہ۔ یاتی علی جھنم زمان لیس فیھا
احد۔ ترجمہ خدا تعالیٰ ایسا نہیں کہ قادیاں کے لوگوں کو عذاب دے حالانکہ تو ان میں رہتا ہے وہ اس گاؤں کو
طاعون کی دستبرد اور اس کی تباہی سے بچا لیگا۔ اگر تیرا پاس مجھے نہ ہوتا اور تیرا اکرام مد نظر نہ ہوتا تو میں اس
گاؤں کو ہلاک کر دیتا۔ میں رحمان ہوں جو دکھ کو دور کرنے والا ہے۔ میرے رسولوں کو میرے پاس کچھ خوف اور غم نہیں
میں نگہ رکھنے والا ہوں۔ میں اپنے رسول کیساتھ کھڑا ہونگا اور اس کو ملامت کرونگا جو میرے رسول کو ملامت
کرتا ہے۔ میں اپنے وقتوں کو تقسیم کر دونگا کہ کچھ حصہ برس کا تو میں افطار کرونگا یعنی طاعون سے لوگوں کو ہلاک کرونگا
اور کچھ حصہ برس کا میں روزہ رکھونگا یعنے امن رہیگا اور طاعون کم ہو جائیگی یا بالکل نہیں رہیگی۔ میرا غضب بھڑک رہا
ہے بیماریاں پھیلیں گی اور جانیں ضایع ہونگی۔ مگر وہ لوگ جو ایمان لائینگے اور اُن کے ایمان میں کچھ نقص نہیں ہوگا
وہ امن میں رہینگے اور انکو مخلصی کی راہ ملے گی۔ یہ خیال مت کرو کہ جرائم پیشہ پیچھے ہوئے ہیں ہم ان کی زمین کے قریب
آتے جاتے ہیں۔ میں اندر ہی اندر اپنا لشکر تیار کر رہا ہوں یعنی طاعونی کیڑوں کو پرورش دے رہا ہوں پس وہ اپنے
گھروں میں ایسے سو جائینگے جیسا کہ ایک اونٹ مر رہ جاتا ہے۔ ہم ان کو اپنے نشان پہلے تو دور دور کے لوگوں
میں دکھائینگے اور پھر خود انہی میں ہمارے نشان ظاہر ہونگے۔ یہ دن خدا کی مدد اور فتح کے ہونگے میں نے تجھ سے
ایک خرید و فروخت کی ہے یعنی ایک چیز میری تھی جس کا تو مالک بنایا گیا اور ایک چیز تیری تھی جس کا میں مالک
بن گیا تو بھی اس خرید و فروخت کا اقرار کر اور کہہ دے کہ خدا نے مجھ سے خرید و فروخت کی۔ تو مجھ سے ایسا ہے جیسا کہ
اولاد۔ تو مجھ میں سے ہے اور میں تجھ میں سے ہوں وہ وقت قریب ہے کہ میں ایسے مقام پر تجھے کھڑا کرونگا کہ دنیا تیری
حمد و ثنا کرے گی۔ فوق تیرے ساتھ ہے اور تحت تیرے دشمنوں کے ساتھ۔ پس صبر کر جب تک کہ وعدہ کا دن آجائے
طاعون پر ایک ایسا وقت بھی آنے والا ہے کہ کوئی بھی اس میں گرفتار نہیں ہوگا یعنے انجام کار خیر و عافیت ہے۔

* حاشیہ مدت ہوئی کہ پہلے اس سے طاعون کے بارے میں حکایۃً عن الغیر خدا نے مجھے یہ خبر دی تھی یا مسیح الخلق عدوانا
مگر آج کہ ۲۱۔ اپریل ۱۹۰۲ء ہے اسی الہام کو پھر اس طرح فرمایا گیا یا مسیح الخلق عدوانا لن تری من بعد موادنا
وفسادنا یعنے اے خدا کے مسیح جو مخلوق کی طرف بھیجا گیا ہے ہماری جلد خبر لے اور ہمیں اپنی شفاعت سے بچا تو اس کے بعد

اب اس تمام وحی سے تین باتیں ثابت ہوتی ہیں (۱) اول یہ کہ طاعون دنیا میں اس لئے آئی ہے کہ خدا کے
مسیح موعود سے نہ صرف انکار کیا گیا بلکہ اُس کو دکھ دیا گیا اس کے قتل کرنے کے لئے منصوبے کئے گئے اس کا نام
کافر اور دجال رکھا گیا پس خدا نے نہ چاہا کہ اپنے رسول کو بغیر گواہی چھوڑے اس لئے اس نے آسمان اور
زمین دونوں کو اس کی سچائی کا گواہ بنا دیا۔ آسمان نے کسوف خسوف سے گواہی دی جو رمضان میں ہوا
اور زمین نے طاعون کے ساتھ گواہی دی تا کہ خدا کا وہ کلام پورا ہو جو براہین احمدیہ میں ہے اور وہ یہ ہے
قل عندی شہادۃ من اللہ فھل انتم تؤمنون۔ قل عندی شہادۃ من اللہ فھل
انتم تسلمون + یعنے میرے پاس خدا کی گواہی ہے پس کیا تم ایمان لاؤ گے یا نہیں اور پھر میں کہتا ہوں
کہ میرے پاس خدا کی گواہی ہے۔ پس کیا تم قبول کرو گے یا نہیں۔ پہلی گواہی سے مراد آسمان کی گواہی ہے جسمیں
کوئی جبر نہیں اس لئے اس میں تؤمنون کا لفظ استعمال کیا گیا اور دوسری گواہی زمین کی ہے یعنے طاعون
کی جس میں جبر موجود ہے کہ خوف دیکر اس جماعت میں داخل کرتی ہے اس لئے اس میں تسلمون کا لفظ استعمال
کیا گیا (۲) دوسری بات جو اس وحی سے ثابت ہوتی وہ یہ ہے کہ یہ طاعون اس حالت میں فرد ہوگی جبکہ لوگ
خدا کے فرستادہ کو قبول کر لیں گے اور کم سے کم یہ کہ شرارت اور ایذا اور بدزبانی سے باز آجائیں گے کیونکہ براہین احمدیہ
میں خدا تعالیٰ فرماتا ہے کہ میں آخری دنوں میں طاعون بھیجوں گا تا کہ میں ان خبیثوں اور شریروں کا منہ
بند کر دوں جو میرے رسول کو گالیاں دیتے ہیں اصل بات یہ ہے کہ محض انکار اس بات کا موجب نہیں ہوتا
کہ ایک رسول کے انکار سے دنیا میں کوئی تباہی بھیجی جائے بلکہ اگر لوگ شرافت اور تہذیب سے خدا کے رسولوں کا
انکار کریں اور دست درازی اور بدزبانی نہ کریں تو ان کی سزا قیامت میں مقرر ہے اور جس قدر دنیا میں
رسولوں کی حمایت میں مری بھیجی گئی ہے وہ محض انکار سے نہیں بلکہ شرارتوں کی سزا ہے اسی طرح اب بھی

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۲۵۳ کا) بلا ہمارے خبیث مادوں کو نہیں دیکھے گا اور نہ ہمارا کچھ فساد باقی رہیگا یعنے ہم سیدھے ہو جاوینگے اور گندہ
دہانی اور بدزبانی چھوڑ دینگے یہ خدا کا کلام براہین احمدیہ کے اس الہام کے مطابق ہے کہ آخری دنوں میں ہم لوگوں پر طاعون بھیجیں گے جیسا کہ فرمایا کذٰلک منّنا
علیٰ یوسف لنصرف عنہ السوء والفحشاء یعنے ہم طاعون کے ساتھ اس یوسف پر یہ احسان کرینگے کہ بدزبان لوگوں کا منہ بند کرینگے
تا کہ وہ ڈر کر گالیوں سے باز آجائیں۔ انہی دنوں کے متعلق خدا کا یہ کلام ہے جسمیں زمین کی کلام سے مجھے اطلاع دیگئی اور وہ یہ ہے یا ولی اللہ
کنت لا اعرفک یعنے اے خدا کے ولی میں اس سے پہلے تجھے نہیں پہچانتی تھی اسکی تفصیل یہ ہے کہ کشفی طور پر زمین میرے سامنے
کیگئی اور اس نے یہ کلام کیا کہ میں اب تک تجھے نہیں پہچانتی تھی کہ تو ولی الرحمان ہے۔ منہ۔

جب لوگ بدزبانی اور ظلم اور تعدی اور اپنی خباثتوں سے باز آجائیں گے اور شریفانہ برتاؤ ان میں پیدا ہو جائیگا تب یہ تنبیہہ اٹھالی جائیگی مگر اس تقریب پر بہت سے سعادت مند خدا کے رسول کو قبول کر لیں گے اور آسمانی برکتوں سے حصہ لینگے اور زمین سعادت مندوں سے بھر جائے گی (۳) تیسری بات جو اس وحی سے ثابت ہوئی ہے وہ یہ ہے کہ خدا تعالیٰ بہر حال جبتک کہ طاعون دنیا میں رہے گو ستر برس تک رہے قادیاں کو اس کی خوفناک تباہی سے محفوظ رکھے گا کیونکہ یہ اس کے رسول کا تخت گاہ ہے اور یہ تمام امتوں کے لئے نشان ہے۔

اب اگر خدا تعالیٰ کے اس رسول اور اس نشان سے کسی کو انکار رہا اور خیال ہو کہ فقط رسمی نمازوں اور دعاؤں سے یا مسیح کی پرستش سے یا گائے کے طفیل سے یا ویدوں کے ایمان سے باوجود مخالفت اور دشمنی اور نافرمانی اس رسول کے طاعون دور ہو سکتی ہے تو یہ خیال بغیر ثبوت کے قابل پذیرائی نہیں۔ پس جو شخص ان تمام فرقوں میں سے اپنے مذہب کی سچائی کا ثبوت دینا چاہے اس کے لئے اب بہت عمدہ موقع ہے گویا خدا کی طرف سے تمام مذاہب کی سچائی یا کذب پہچاننے کے لئے ایک نمائش گاہ مقرر کی گئی ہے اور خدا نے سبقت کر کے اپنی طرف سے پہلے قادیاں کا نام لے دیا ہے اب اگر آریہ لوگ وید کو سچا سمجھتے ہیں تو ان کو چاہئے کہ بنارس کی نسبت جو ویدکے درس کا اصل مقام ہے ایک پیشگوئی کر دیں کہ ان کا پرمیشر بنارس کو طاعون سے بچائے گا۔ اور سناتن دہرم والوں کو چاہئے کہ کسی ایسے شہر کی نسبت جس میں گائیاں بہت ہوں مثلاً امرت سر کی نسبت پیشگوئی کر دیں کہ گئو کے طفیل اسمیں طاعون نہیں آئیگی اگر اسقدر گئو اپنا معجزہ دکھادے تو کچھ تعجب نہیں کہ اس معجزہ نما جانور کی گورنمنٹ جان بخشی کر دے۔ اسی طرح عیسائیوں کو چاہئے کہ کلکتہ کی نسبت پیشگوئی کر دیں کہ اس میں طاعون نہیں پڑے گی کیونکہ لارڈ بشپ برٹش انڈیا کا کلکتہ میں رہتا ہے۔ اسی طرح میاں شمس الدین اور ان کی انجمن حمایت اسلام کے ممبروں کو چاہئے کہ لاہور کی نسبت پیشگوئی کر دیں کہ وہ طاعون سے محفوظ رہیگا اور منشی الہی بخش اکونٹنٹ جو الہام کا دعوی کرتے ہیں ان کے لئے بھی یہی موقعہ ہے کہ اپنے الہام سے لاہور کی نسبت پیشگوئی کر کے انجمن حمایت اسلام کو مدد دیں اور مناسب ہے کہ عبد الجبار اور عبد الحق شہر امرتسر کی نسبت پیشگوئی کریں۔ اور چونکہ فرقہ وہابیہ کی اصل جڑ دلی ہے اسلئے مناسب ہے کہ نذیر حسین اور محمد حسین دلی کی نسبت پیشگوئی کریں۔ کہ وہ طاعون سے محفوظ رہے گی پس اس طرح سے گویا تمام پنجاب اس مہلک مرض سے محفوظ ہو جائیگا اور گورنمنٹ کو بھی مفت میں سبکدوشی ہو جائیگی۔ اور اگر ان لوگوں نے ایسا نہ کیا تو پھر یہی سمجھا جائیگا کہ سچا خدا وہی خدا ہے جس نے قادیاں میں اپنا رسول بھیجا ✤

اور بالآخر یاد رہے کہ اگر یہ تمام لوگ جن میں مسلمانوں کے ملہم اور آریوں کے پنڈت اور عیسائیوں کے

پادری داخل ہیں چپ رہے تو ثابت ہو جائے گا کہ یہ سب لوگ جھوٹے ہیں اور ایک دن آنیوالا ہے جو قادیان سورج کی طرح چمک کر دکھلادیگی کہ وہ ایک سچے کا مقام ہے۔ بالآخر میاں شمس الدین صاحب کو یاد رہے کہ آپنے جو اپنے اشتہار میں آیت امن یجیب المضطر لکھی ہے اور اس سے قبولیت دعا کی امید نکالی ہے یہ امید صحیح نہیں ہے کیونکہ کلام الٰہی میں لفظ مضطر سے وہ ضرر یافتہ مراد ہیں جو محض ابتلا کے طور پر ضرر یافتہ ہوں۔ نہ سزا کے طور پر لیکن جو لوگ سزا کے طور پر کسی ضرر کے تختہ مشق ہوں وہ اس آیت کے مصداق نہیں ہیں ورنہ لازم آتا ہے کہ قوم نوح اور قوم لوط اور قوم فرعون وغیرہ کی دعائیں اس اضطرار کے وقت میں قبول کیجاتیں مگر ایسا نہیں ہوا اور خدا کے ہاتھ نے ان قوموں کو ہلاک کر دیا اور اگر میاں شمس الدین کہیں کہ پھر ان کے مناسب حال کونسی آیت ہے تو ہم کہتے ہیں کہ یہ آیت مناسب حال ہے کہ مَا دُعَاءُ الْكٰفِرِيْنَ اِلَّا فِيْ ضَلٰلٍ ٭

اور چونکہ احتمال ہے کہ بعض غبی الطبع اس اشتہار کا اصل منشا سمجھنے میں غلطی کھائیں اسلئے ہم مکرراً اپنے فرض دعوت کا اظہار کر دیتے ہیں اور وہ یہ ہے کہ یہ طاعون جو ملک میں پھیل رہی ہے کسی اور سبب سے نہیں بلکہ ایک ہی سبب سے ہے اور وہ یہ کہ لوگوں نے خدا کے اس موعود کے ماننے سے انکار کیا ہے جو تمام نبیوں کی پیشگوئی کے موافق دنیا کے ساتویں ہزار میں ظاہر ہوا ہے اور لوگوں نے نہ صرف انکار بلکہ خدا کے اس مسیح کو گالیاں دیں کافر کہا اور قتل کرنا چاہا اور جو کچھ چاہا اس سے کیا اس لئے خدا کی غیرت نے چاہا کہ ان کی اس شوخی اور بے ادبی پر ان پر تنبیہہ نازل کرے اور خدا نے پہلے پاک نوشتوں میں خبر دی تھی کہ لوگوں کے انکار کی وجہ سے ان دنوں میں جب مسیح ظاہر ہو گا ملک میں سخت طاعون پڑے گی سو ضرور تھا کہ طاعون پڑتی اور طاعون کا نام طاعون اسلئے رکھا گیا کہ یہ طعن کرنے والوں کا جواب ہے۔ اور بنی اسرائیل میں ہمیشہ طعن کے وقت میں ہی پڑا کرتی تھی۔ اور طاعون کے لغت عرب میں معنے ہیں بہت طعن کرنے والا یہ اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ یہ طاعون طعن تشنیع کی ابتدائی حالت میں نہیں پڑتی بلکہ جب خدا کے مامور اور مرسل کو حد سے زیادہ ستایا جاتا ہے اور توہین کیجاتی ہے اس وقت پڑتی ہے۔ سوائے عزیزو اس کا بجز اس کے کوئی بھی علاج نہیں کہ اس مسیح کو سچے دل اور اخلاص سے قبول کر لیا جاوے۔ یہ تو یقینی علاج ہے اور اس سے کمتر درجہ کا یہ علاج ہے کہ اس کے انکار سے مُنہ بند کر لیا جائے اور زبان کو بدگوئی سے روکا جائے اور دل میں اس کی عظمت بٹھائی جائے اور میں سچ سچ کہتا ہوں کہ وہ وقت آتا ہے بلکہ قریب ہے کہ لوگ یہ کہتے ہوئے کہ یَا مَسِیْحَ الْخَلْقِ عَدْوَانَا میری طرف دوڑیں گے یہ جو میں نے ذکر کیا ہے یہ خدا کا کلام ہے اس کے یہ معنے ہیں کہ اے جو خلقت کے لئے مسیح کر کے بھیجا گیا ہے ہماری اس مہلک

بیماری کے لئے شفاعت کرے تم یقیناً سمجھو کہ آج تمہارے لئے بجز اس مسیح کے اور کوئی شفیع نہیں باستثناء آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور یہ شفیع آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے جدا نہیں ہے بلکہ اس کی شفاعت درحقیقت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ہی شفاعت ہے اے عیسائی مشنریو اب ربنا المسیح مت کہو اور دیکھو کہ آج تم میں ایک ہے جو اس مسیح سے بڑھ کر ہے۔ اور اے قوم شیعہ اس پر اصرار مت کرو کہ حسین تمہارا منجی ہے کیونکہ میں سچ سچ کہتا ہوں کہ آج تم میں ایک ہے جو اس حسین سے بڑھ کر ہے اور اگر میں اپنی طرف سے یہ باتیں کہتا ہوں تو میں جھوٹا ہوں لیکن اگر میں ساتھ اس کے خدا کی گواہی رکھتا ہوں تو تم خدا سے مقابلہ مت کرو ایسا نہ ہو کہ تم اس سے لڑنے والے ٹھہرو۔ اب میری طرف دوڑو کہ وقت ہے جو شخص اس وقت میری طرف دوڑتا ہے میں اس کو اس سے تشبیہ دیتا ہوں کہ جو عین طوفان کے وقت جہاز پر بیٹھ گیا۔ لیکن جو شخص مجھے نہیں مانتا میں دیکھ رہا ہوں کہ وہ طوفان میں اپنے تئیں ڈال رہا ہے اور کوئی بچنے کا سامان اس کے پاس نہیں۔ سچا شفیع میں ہوں جو اس بزرگ شفیع کا سایہ ہوں اور اس کا ظل جس کو اس زمانہ کے اندھوں نے قبول نہ کیا اور اس کی بہت ہی تحقیر کی یعنے حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم۔ اس لئے خدا نے اس وقت اس گناہ کا ایک ہی لفظ کے ساتھ پادریوں سے بدلہ لے لیا کیونکہ عیسائی مشنریوں نے عیسیٰ بن مریم کو خدا بنایا اور ہمارے سید و مولےٰ حقیقی شفیع کو گالیاں دیں اور بدزبانی کی کتابوں سے زمین کو نجس کر دیا اس لئے اس مسیح کے مقابل پر جس کا نام خدا رکھا گیا خدا نے اس امت میں سے مسیح موعود بھیجا جو اس پہلے مسیح سے اپنی تمام شان میں بہت بڑھ کر ہے اور اس نے اس دوسرے مسیح کا نام غلام احمد رکھا تاکہ یہ اشارہ ہو کہ عیسائیوں کا مسیح کیسا خدا ہے جو احمد کے ادنےٰ غلام سے بھی مقابلہ نہیں کر سکتا۔ یعنے وہ کیسا مسیح ہے جو اپنے قرب اور شفاعت کے مرتبہ میں احمد کے غلام سے بھی کمتر ہے۔ اے عزیزو! یہ بات غصہ کرنے کی نہیں اگر اس احمد کے غلام کو جو مسیح موعود کر کے بھیجا گیا ہے تم اس پہلے مسیح سے بزرگتر نہیں سمجھتے اور اسی کو شفیع اور منجی قرار دیتے ہو تو اب اپنے اس دعویٰ کا ثبوت دو اور جیسا کہ اس احمد کے غلام کی نسبت خدا نے فرمایا انہ اوی القریۃ لولا الاکرام لھلک المقام جس کے یہ معنے ہیں کہ خدا نے اس شفیع کی عزت ظاہر کرنے کے لئے اس گاؤں قادیاں کو طاعون سے محفوظ رکھا جیسا کہ دیکھتے ہو کہ وہ پانچ چھ برس سے محفوظ چلی آتی ہے اور نیز فرمایا کہ اگر میں اس احمد کے غلام کی بزرگی اور عزت ظاہر نہ کرنا چاہتا تو آج قادیاں میں بھی تباہی ڈال دیتا ایسا ہی آپ بھی اگر مسیح ابن مریم کو درحقیقت شفیع اور منجی قرار دیتے ہیں تو قادیاں کے مقابل پر آپ بھی کسی اور شہر کا پنجاب کے

شہروں میں سے٭ نام لے دیں کہ فلاں شہر ہمارے خداوند مسیح کی برکت اور شفاعت سے طاعون سے پاک رہیگا اور اگر ایسا نہ کر سکیں تو پھر آپ سوچ لیں کہ جس شخص کی اسی دنیا میں شفاعت ثابت نہیں وہ دوسرے جہان میں کیونکر شفاعت کرے گا۔ اور میاں شمس الدین صاحب یاد رکھیں کہ ان کا اشتہار محض بے سود ہے اور کوئی فائدہ اس پر مرتب نہیں ہوگا اور علاج یہی ہے جو ہم نے لکھا ہے وہ یاد کریں کہ پہلے اس سے انسانی گورنمنٹ میں وہ اور ان کی انجمن میرا مقابلہ کرکے ذلت اُٹھا چکی ہے کہ انہوں نے مؤلف امہات المومنین کی نسبت گورنمنٹ سے سزا طلب کی اور میں نے اس سے منع کیا آخر میری رائے ہی صحیح ہوئی اسی طرح اب بھی جو کچھ انہوں نے آسمانی گورنمنٹ میں میموریل بھیجنا چاہا ہے وہ بھی محض بے سود اور لغو اور بے اثر ہے۔ جیسا کہ پہلا میموریل تھا۔ سچا میموریل یہی ہے جو ہم نے مرتب کیا ہے آخر آپ کو یہی ماننا پڑیگا +

٭ مثلاً قادیان یا بٹالہ کا نام لے دیں۔ منہ۔

آؤ لوگو کہ یہیں نورِ خدا پاؤ گے ✤ لو تمہیں طور تسلی کا بتایا ہم نے

ریویو آف ریلیجنز

یعنی

دنیا کے مذاہب پر نظر

جلد اوّل — اگست ۱۹۰۲ء — نمبر ۸

فہرست مضامین

انجمن اشاعت اسلام قادیان نے انوار احمدیہ پریس قادیان دار الامان میں باہتمام شیخ یعقوب علی (تراب) احمدی مالک مطبع چھپوا کر ۲۰ اکتوبر ۱۹۰۲ء کو شائع کیا۔

قیمت ۱۰

الہٰی کاغذ ۲ للعہ

مدرسہ تعلیم الاسلام قادیان کی کتابین

مندرجہ ذیل کتابین مدرسہ تعلیم الاسلام سے مل سکتی ہین۔

شروح ترمذی صحاح ستہ کی مشہور کتاب ترمذی کی چار عظیم الشان شرحین جلد اول و دوم قیمت فی جلد للعہ دونون جلد کے خریدار سے بحساب سے فی جلد۔ کتب فروشون کو دوسری کتابون کے معاوضہ پر دیجا سکتی ہے۔

مسک العارف۔ مولوی سید محمد احسن صاحب کی تصنیف جسمین ان پیشگوئیونکا واقع ہونا ثابت کیا گیا ہے جو مسیح موعود کے زمانہ کے متعلق حدیثون مین آئی ہین۔ اس کتاب کی اصل کتاب ۸ر رکھی گر اب اسکی قیمت مین بہت تخفیف کر کے صرف ۱ر قیمت کر دیگئی ہے تا جو احباب وسعت رکھتی ہین متعدد جلدین خرید کر مفت تقسیم کر کے ثواب حاصل کرین۔ محصول ڈاک ار

یسرنا القرآن نیا قاعدہ جس سے بچہ نہایت آسانی سے چھ سات ماہ مین قرآن شریف ختم کر سکتا ہے قیمت ۲ر محصول ڈاک ار

قاعدہ عربی و اردو مصنفہ نواب محمد علی خان صاحب قیمت ار محصول ڈاک ۔ر

سلسلہ دینیات کا پہلا نمبر نئی تصنیف بچون کو ارکان اسلام اور نماز سکھانے کیلئے قیمت ۔ر محصول ڈاک ۔ر

سرمہ چشم آریہ مشہور تصنیف حضرت مسیح علیہ السلام آریون کی اعتراضون کا جواب قیمت ۱۲ر محصول ڈاک ار

سیرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام مولوی عبد الکریم صاحب کی مشہور تصنیف جسکو پڑھ کر کئی آدمیون نے حضرت مسیح علیہ السلام کے دعوے کی تصدیق کی۔ ۱۲۸ صفحے قیمت ۸ر محصول ڈاک ار

اسلام اور اس کی حقیقت یعنی حضرت مسیح موعود کی وہ تقریر جو جلسہ اعظم مذاہب لاہور پر سنائی گئی تھی جیبی تقطیع پر قیمت ۴ر ہر ایک شخص کے پاس اسکی ایک کاپی ہونی چاہیے۔

درثمین جدید کامل۔ نہایت خوبصورت جیبی تقطیع پر حضرت اقدس کے اردو اور فارسی اشعار کا مجموعہ قیمت بغیر جلد ۵ر مجلد ۷ر محصول ڈاک ار

نشان آسمانی قیمت ۳ر

اجرومیہ قیمت ۰ر

جو اصحاب متعدد جلدین خریدنا چاہین وہ کمیشن وغیرہ کے متعلق خط و کتابت سے دریافت کر سکتے ہین۔

ان کتابون کے علاوہ انجمن حمایت اسلام لاہور کے اردو۔ فارسی اور دینیات کے سلسلہ کی تمام کتابین اور منشی ذکاء اللہ کے اردو سلسلہ کی کتابین اور مدرسون کی پڑھائی کی بعض دوسری کتابین اصل قیمت پر مل سکتی ہین قیمت پیشگی آنی چاہیئے یا بذریعہ ویلیو پے ایبل طلب کی جاوین۔ درخواستین مولوی شیر علی صاحب کے نام [illegible] آنی چاہئین

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم

اسلام

گذشتہ اشاعت سے آگے

دنیا مین زندگی کی مدعا کیا ہین اور اُن کا حصول کس طرح ہوتا ہے

اس سوال کا جواب یہ ہے کہ اگرچہ مختلف الطبائع انسان اپنی کوتہ فہمی یا پست ہمتی سے مختلف طور کے مدعا اپنی زندگی کیلئے ٹھہراتے ہین اور فقط دنیا کے مقاصد اور آرزوؤن تک چلکر آگے ٹھہر جاتے ہین۔ مگر وہ مدعا جو خدا تعالے اپنی پاک کلام مین بیان فرماتا ہے وَمَا خلقت الجن والانس الا لیعبدون یعنے مین نے جن اور انسان کو اسی لئے پیدا کیا ہے کہ وہ مجھے پہچانین اور میری پرستش کرین پس اس آیت کی رو سے اصل مدعا انسان کی زندگی کا خدا کی پرستش اور خدا کی معرفت اور خدا کے لیے ہو جانا ہے یہ تو ظاہر ہے کہ انسان کو یہ مرتبہ حاصل نہین ہے کہ اپنی زندگی کا مدعا اپنے اختیار سے آپ مقرر کرے۔ کیونکہ انسان نہ اپنی مرضی سے آتا ہے اور نہ اپنی مرضی سے واپس جائیگا۔ بلکہ وہ ایک مخلوق ہے اور جس نے اسے پیدا کیا اور تمام حیوانات کی نسبت عمدہ اور اعلے قوے اس کو عنایت کئے۔ اسی نے اس کی زندگی کا ایک مدعا ٹھہرا رکھا ہے خواہ کوئی انسان اس مدعا کو سمجھے یا نہ سمجھے مگر انسان کی پیدایش کا مدعا بلاشبہ خدا کی پرستش اور خدا کی معرفت اور خدا مین فانی ہو جانا ہی ہے جیسا کہ اللہ تعالے قرآن شریف مین ایک اور جگہ فرماتا ہے ان الدین عند اللہ الاسلام۔ ذلک الدین القیم فطرة اللہ التی فطر الناس علیہا یعنے وہ دین جس مین خدا کی معرفت صحیح اور اس کی پرستش احسن طور پر ہے وہ **اسلام** ہے اور اسلام انسان کی فطرت مین رکھا گیا ہے اور خدا نے انسان کو اسلام پر

پیدا کیا- اور اسلام کیلئے پیدا کیا ہے یعنے یہ چاہا ہے کہ انسان اپنے تمام قوےٰ کے ساتھ اس کی پرستش اور اطاعت اور محبت مین لگ جائے اسی وجہ سے اس قادر کریم نے انسان کو تمام قوےٰ اسلام کے مناسب حال عطا کئے ہین- ان آیتون کی تفصیل بہت بڑی ہے اور ہم کسی قدر پہلے سوال کے تیسرے حصہ مین لکھ بھی چکے ہین- لیکن اب ہم مختصر طور پر صرف یہ ظاہر کرنا چاہتے ہین- کہ انسان کو جو کچھ اندرونی اور بیرونی اعضاء دیئے گئے ہین یا جو کچھ قوتین عنایت ہوئی ہین **اصل مقصود** اُن سے خدا کی معرفت اور خدا کی پرستش اور خدا کی محبت ہے- اسی وجہ سے انسان دنیا مین ہزارون شغلون کو اختیار کر کے پھر بھی بجز خدا کے اپنی سچی خوشحالی کسی مین نہین پاتا- بڑا دولتمند ہو کر بڑا عہدہ پا کر بڑا تاجر بن کر بڑی بادشاہی تک پہنچکر بڑا فلاسفر کہلا کر آخر ان دنیوی گرفتاریون سے بڑی حسرتون کے ساتھ جاتا ہے اور ہمیشہ دل اس کا دنیا کے استغراق سے اسکو ملزم کرتا رہتا ہے- اور اس کے مکرون اور فریبون اور ناجائز کامون مین کبھی اس کا کانشنس اس سے اتفاق نہین کرتا- ایک دانا انسان اس مسئلہ کو اس طرح بھی سمجھ سکتا ہے کہ جس چیز کے قوےٰ ایک اعلےٰ سے اعلےٰ کام کر سکتے ہین اور پھر آگے جا کر ٹھہر جاتے ہین وہی اعلےٰ کام اس کی پیدائش کی علت غائی سمجھی جاتی ہے مثلاً بیل کا کام اعلےٰ سے اعلےٰ قلبہ رانی یا آبپاشی یا باربرداری ہے- اس سے زیادہ اس کی قوتون مین کچھ ثابت نہین ہوا- سو بیل کی زندگی کا مدعا یہی تین چیزین ہین- اس سے زیادہ کوئی قوت اس مین پائی نہین جاتی- مگر جب ہم انسان کی قوتون کو ٹٹولتے ہین کہ ان مین اعلےٰ سے اعلےٰ کونسی قوت ہے تو یہی ثابت ہوتا ہے کہ خدائے اعلےٰ برتر کی اس مین تلاش پائی جاتی ہے یہانتک کہ وہ چاہتا ہے کہ خدا کی محبت مین ایسا گداز اور محو ہو کہ اسکا اپنا کچھ بھی نہ رہے- سب خدا کا ہو جائے وہ کھانے اور سونے وغیرہ طبعی امور مین دوسرے حیوانات کو اپنا شریک غالب رکھتا ہے- صنعت کاری مین بعض حیوانات اس سے بہت بڑھے ہوئے ہین بلکہ شہد کی مکھیان بھی ہر ایک پھول کا عطر نکالکر ایسا شہد نفیس پیدا کرتی ہین کہ ابتک اس صنعت مین انسان کو کامیابی نہین ہوئی پس ظاہر ہے کہ انسان کا اعلےٰ کمال خدا تعالےٰ کا وصال ہے لہذا اس کی زندگی کا اصل مدعا یہی ہے کہ خدا کیطرف اسکے دل کی کھڑکی کھلے- ہان اگر یہ سوال ہو کہ یہ مدعا کیونکر اور کس طرح حاصل ہو سکتا ہے اور کن وسائل سے انسان اس کو پا سکتا ہے- پس واضح ہو کہ سب سے بڑا وسیلہ جو اس مدعا کے پانے کے لئے شرط ہے وہ یہ ہے کہ خدا تعالےٰ کو صحیح طور پر پہچانا جائے اور سچے خدا پر ایمان لایا جائے کیونکہ اگر پہلا قدم ہی غلط ہے اور کوئی شخص مثلاً کسی پرند یا چرند یا عناصر یا انسان کے بچہ کو خدا سمجھ بیٹھا ہے تو پھر دوسرے قدمون مین اسکے راہ راست پر چلنے کی کیا امید ہے سچا خدا اسکے ڈھونڈنے والونکو مدد دیتا ہے- مگر مردہ مردہ کو کیونکر مدد دے سکتا ہے اس مین اللہ جلشانہ نے خوب تمثیل فرمائی ہے اور وہ یہ ہے:- له دعوة الحق والذين يدعون من دونه لا يستجيبون لهم بشيء الا كباسط كفيه الى الماء ليبلغ فاه وما هو ببالغه وما دعاء الكفرين الا في ضلال + یعنے دعا کرنے کے لائق وہی سچا خدا ہے

جو ہر ایک بات پر قادر ہے اور جو لوگ اس کے سوا اوروں کو پکارتے ہیں وہ کچھ بھی ان کو جواب نہیں دے سکتے۔ ان کی مثال ایسی ہے کہ جیسا کوئی پانی کی طرف ہاتھ پھیلا دے کہ اے پانی میرے منہ میں آجا تو کیا وہ اس کے منہ میں آجائیگا۔ ہرگز نہیں سو جو لوگ سچے خدا سے بیخبر ہیں ان کی تمام دعائیں باطل ہیں۔ دوسرا وسیلہ خدا تعالےٰ کے اس حسن و جمال پر اطلاع پانا ہے جو باعتبار کمال تام کے اس میں پایا جاتا ہے کیونکہ حسن ایک ایسی چیز ہے جو بالطبع دل اس کیطرف کھینچا جاتا ہے اور اسکے مشاہدہ سے طبعاً محبت پیدا ہوتی ہے تو حسن ذات باری تعالےٰ اس کی وحدانیت اور اس کی عظمت اور بزرگی اور صفات ہیں۔ جیسا کہ قرآن شریف نے یہ فرمایا ہے۔ قل ھو اللہ احد اللہ الصمد لم یلد ولم یولد ولم یکن لہ کفوا احد یعنے خدا اپنی ذات اور صفات اور جلال میں ایک ہے کوئی اس کا شریک نہیں سب اسکے حاجتمند ہیں ذرہ ذرہ اس سے زندگی پاتا ہے وہ کل چیزوں کے لیئے مبدء فیض ہے اور آپ کسی سے فیضیاب نہیں وہ نہ کسی کا بیٹا ہے اور نہ کسی کا باپ۔ اور کیونکر ہو کہ اس کا کوئی ہم ذات نہیں قرآن نے بار بار خدا کا کمال پیش کر کے اور اس کی عظمتیں دکھلا کے لوگوں کو توجہ دلائی ہے کہ دیکھو ایسا خدا دلوں کا مرغوب ہے نہ کہ مردہ اور کمزور اور کم رحم اور کم قدرت ؁

تیسرا وسیلہ جو مقصود حقیقی تک پہنچنے کے لیئے دوسرے درجے کا زینہ ہے خدا تعالےٰ کے احسان پر اطلاع پانا ہے۔ کیونکہ محبت کی محرک دو ہی چیزیں ہیں حسن یا احسان اور خدا تعالیٰ کی احسانی صفات کا خلاصہ سورہ فاتحہ میں پایا جاتا ہے جیسا کہ وہ فرماتا ہے:۔ الحمد للہ رب العلمین الرحمن الرحیم ملک یوم الدین کیونکہ ظاہر ہے کہ احسان کامل اس میں ہے کہ خدا تعالےٰ اپنے بندوں کو محض نابود سے پیدا کرے اور پھر ہمیشہ اس کی ربوبیت انکے شامل حال ہو اور وہی ہر ایک چیز کا آپ سہارا ہو۔ اور پھر اس کی تمام قسم کی رحمتیں اس کے بندوں کیلئے ظہور میں آئی ہوں اور اس کا احسان بے انتہا ہو جسکا کوئی شمار نہ کر سکے۔ سو ایسے احسانوں کو خدا تعالےٰ نے بار بار جتلایا ہے جیسا کہ ایک اور جگہ فرماتا ہے:۔ وان تعدوا نعمۃ اللہ لا تحصوھا یعنے اگر خدا تعالیٰ کی نعمتوں کو گننا چاہو تو ہرگز نہیں گن سکو گے ؁

چوتھا وسیلہ خدا تعالےٰ نے اصل مقصود کے پانیکے لیئے دعا کو ٹھہرایا ہے جیسا کہ وہ فرماتا ہے ادعونی استجب لکم یعنے تم دعا کرو میں قبول کرونگا۔ اور بار بار دعا کیلئے رغبت دلائی ہے تا انسان اپنی طاقت سے نہیں بلکہ خدا کی طاقت سے پاوے ؁

پانچواں وسیلہ اصل مقصود کے پانیکے لیئے خدا تعالےٰ نے مجاہدہ ٹھہرایا ہے یعنے اپنا مال خدا کی راہ میں خرچ کرنیکے ذریعہ سے اور اپنی طاقتوں کو خدا کی راہ میں خرچ کرنیکے ذریعہ سے اور اپنی جان کو خدا کی راہ میں خرچ کرنیکے ذریعہ سے اور اپنی عقل کو خدا کی راہ میں خرچ کرنیکے ذریعہ سے اسکو ڈھونڈا جائے جیسا کہ وہ فرماتا ہے جاھدوا باموالکم

وانفسکم و مما رزقنٰھم ینفقون ۔ والذین جاھدوا فینا لنھدینھم سبلنا ٭

یعنے اپنے مالون اور اپنی جانون اور اپنے نفسون کو معہ ان کی تمام طاقتون کے خدا کی راہ مین خرچ کرو۔ اور جو کچھ ہم نے عقل اور علم اور فہم اور ہنر وغیرہ تم کو دیا ہے وہ سب کچھ خدا کی راہ مین لگاؤ۔ جو لوگ ہماری راہ مین ہر ایک طور سے کوشش بجا لاتے ہین ہم ان کو اپنی راہین دکھادیا کرتے ہین ٭

چھٹا وسیلہ اصل مقصود کو پانیکے لئے استقامت کو بیان فرمایا گیا ہے یعنی اس راہ مین درماندہ اور عاجز نہو اور تھک نہ جائے اور امتحان سے ڈر نہ جائے جیساکہ اللہ تعالے فرماتا ہے۔ ان الذین قالوا ربنا اللہ ثم استقاموا تتنزل علیھم الملٰئکۃ الا تخافوا ۲۴ یعنے وہ لوگ جنہون نے کہاکہ ہمارا رب اللہ ہے اور باطل خداؤن سے الگ ہوگئے پھر استقامت اختیار کی یعنے طرح طرح کی آزمایشون اور بلا کے وقت ثابت قدم رہے ان پر فرشتے اترتے ہین کہ تم مت ڈرو اور مت غمگین ہو اور خوش ہو۔ اور خوشی مین بھر جاؤ کہ تم اس خوشی کے وارث ہوگئے جس کا تمہین وعدہ دیا گیا ہے ہم اس دنیوی زندگی مین اور آخرت مین تمہارے دوست ہین اس جگہ ان کلمات سے یہ اشارہ فرمایا کہ استقامت سے خدا تعالی کی رضا حاصل ہوتی ہے۔ یہ سچ بات ہے کہ استقامت فوق الکرامت ہے۔ کمال استقامت یہ ہے کہ چارونطرف بلاؤن کو محیط دیکھین اور خدا کی راہ مین جان اور عزت اور آبرو کو معرض خطر مین پاوین۔ اور کوئی تسلی دینے والی بات موجود نہو۔ یہانتک کہ خدا تعالی بھی امتحان کے طور پر تسلی دینے والے کشف یا خواب یا الہام کو بند کردے اور ہولناک خوفون مین چھوڑدے اسوقت نامردی نہ دکھلاوین اور بزدلون کی طرح پیچھے نہ ہٹین اور وفاداری کی صفت مین کوئی خلل پیدا نکرین۔ صدق اور ثبات مین کوئی رخنہ نہ ڈالین۔ ذلت پر خوش ہوجائین۔ موت پر راضی ہوجائین اور ثابت قدمی کیلئے کسی دوست کا انتظار نکرین کہ وہ سہارا دے نہ اسوقت خدا کی بشارتون کے طالب ہون کہ وقت نازک ہے اور باوجود سراسر بیکس اور کمزور ہونیکے اور کسی تسلی کے نہ پانیکے سیدھے کھڑے ہوجائین اور ہرچہ بادا باد کہکر گردن کو آگے رکھدین اور قضاء و قدر کے آگے دم نہ مارین اور ہرگز بیقراری اور جزع فزع نہ دکھلاوین جبتک کہ آزمایش کا حق پورا ہو جائے یہی استقامت ہے جس سے خدا ملتا ہے یہی وہ چیز ہے جس کی رسولون اور نبیون اور صدیقون اور شہیدون کی خاک سے ابتک خوشبو آرہی ہے اسی کیطرف اللہ جلشانہ اس دعا مین اشارہ فرماتا ہے۔ اھدنا الصراط المستقیم صراط الذین انعمت علیھم یعنے اے ہمارے خدا ہمین استقامت کی راہ دکھلا وہی راہ جس پر تیرا انعام اکرام مترتب ہوتا ہے اور تو راضی ہوجاتا ہے اور اسی کی طرف اس دوسری آیت مین اشارہ فرمایا:۔ ربنا افرغ علینا صبرا و توفنا مسلمین۔ اے خدا اس مصیبت مین ہمارے دل پر وہ سکینت نازل کر

ولا تحزنوا وابشروا بالجنۃ التی کنتم توعدون ۝ نحن اولیاؤکم فی الحیٰوۃ الدنیا وفی الاخرۃ -

جس سے صبر آ جائے اور ایسا کہ ہماری موت اسلام پر ہو۔ جاننا چاہئیے کہ دکھوں اور مصیبتوں کے وقت میں خدا تعالےٰ اپنے پیارے بندوں کے دل پر ایک نور اتارتا ہے جس سے وہ قوت پا کر نہایت اطمینان سے مصیبت کا مقابلہ کرتے ہیں اور حلاوت ایمانی سے ان زنجیروں کو بوسہ دیتے ہیں جو اس کی راہ میں ان کے پیروں میں پڑیں جب باخدا آدمی پر بلائیں نازل ہوتی ہیں اور موت کے آثار ظاہر ہو جاتے ہیں تو وہ اپنے رب کریم سے خواہ نخواہ کا جھگڑا شروع نہیں کرتا کہ مجھے ان بلاؤں سے بچا کیونکہ اسوقت عافیت کی دعا میں اصرار کرنا خدا تعالےٰ سے لڑائی اور موافقت تامہ کے مخالف ہے بلکہ سچا محب بلا کے اترنے سے اور آگے قدم رکھتا ہے اور ایسے وقت میں جان کو ناچیز سمجھ کر اور جان کی محبت کو الوداع کہکر اپنے مولے کی مرضی کا بکلی تابع ہو جاتا ہے اور اس کی رضا چاہتا ہے اسی کے حق میں اللہ تعالےٰ فرماتا ہے:۔ ومن الناس من یشرے نفسہ ابتغاء مرضات اللہ واللہ رؤف بالعباد یعنی خدا کا پیارا بندہ اپنی جان خدا کی راہ میں دیتا ہے اور اسکے عوض میں خدا کی مرضی خرید لیتا ہے وہی لوگ ہیں جو خدا کی رحمت خاص کے مورد ہیں غرض وہ استقامت جس سے خدا ملتا ہے اس کی یہی روح ہے جو بیان کی گئی جس کو سمجھنا ہو سمجھے۔

ساتواں وسیلہ اصل مقصود کے پانیکے لئے راستبازوں کی صحبت اور انکے کامل نمونوں کو دیکھنا ہے۔ پس جاننا چاہئیے کہ انبیاء کی ضرورتوں میں سے ایک یہ بھی ضرورت ہے کہ انسان طبعاً کامل نمونہ کا محتاج ہے اور کامل نمونہ شوق کو زیادہ کرتا ہے اور ہمت کو بڑھاتا ہے اور جو نمونہ کا پیرو نہیں وہ سست ہوتا ہے اور بہک جاتا ہے اسی کیطرف اللہ جلشانہ اس آیت میں اشارہ فرماتا ہے کونوا مع الصادقین صراط الذین انعمت علیہم یعنی تم ان لوگوں کی صحبت اختیار کرو جو راستباز ہیں ان لوگوں کی راہیں سیکھو جن پر تم سے پہلے فضل ہو چکا ہے۔

آٹھواں وسیلہ خدا تعالیٰ کیطرف سے پاک کشف اور پاک الہام اور پاک خوابیں ہیں چونکہ خدا تعالیٰ کیطرف سفر کرنا ایک نہایت دقیق در دقیق راہ ہے اور اسکے ساتھ طرح طرح کے مصائب اور دکھ لگے ہوئے ہیں اور ممکن ہے کہ انسان اس نادیدہ راہ میں بھول جائے یا ناامیدی طاری ہو اور آگے قدم بڑھانا چھوڑ دے۔ اسلئے خدا تعالیٰ کی رحمت نے چاہا کہ اپنی طرف سے اس سفر میں ساتھ ساتھ اسکو تسلی دیتی رہے اور اسکی دلدہی کرتی رہے اور اس کی کمر ہمت کو باندھتی رہے اور اسکے شوق کو زیادہ کرے۔ سو اس کی سنت اس راہ کے مسافروں کے ساتھ اسطرح پر واقعہ ہے کہ وہ وقتاً فوقتاً اپنے کلام اور الہام سے انکو تسلی دیتا اور انپر ظاہر کرتا ہے کہ میں تمہارے ساتھ ہوں تب وہ قوت پا کر بڑے زور سے اس سفر کو طے کرتے ہیں چنانچہ اس بارہ میں وہ فرماتا ہے لہم البشرے فی الحیوۃ الدنیا وفی الاخرۃ اسی طرح اور بھی کئی وسائل ہیں جو قرآن شریف نے بیان فرمائے ہیں مگر افسوس اندیشہ طول کیوجہ سے انکو بیان نہیں کر سکتے۔

مسٹر واخ اور ریویو آف ریلیجنز
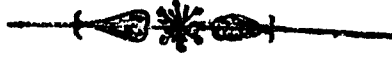
سیالکوٹ سکاچ مشن ہوس سے پادری واخ صاحب ہمین غیظ وغضب کیحالت مین ایک خط تحریر فرماتے ہین - ان کا اعتراض ہے کہ ماہ اپریل کے پرچہ مین بعض باتین عیسائیت کے بارے مین غلط لکھی گئی ہین چنانچہ معترض صاحب ایسی غلطیون کی فہرست دینے کے بعد یون رقمطراز ہین کہ "یہ امور ایک ایسے شخص کی قلم سے نکلے ہین جو عیسائیت کے حالات لکھنے کے قابل نہین اور بہتر ہوگا کہ ان کی تردید معہ ایک معذرت نامہ کے بہت جلد شایع کردیجائے"!

نیز پادری صاحب نے بڑی مہربانی سے اپنا ایک مطبوعہ لکچر الوہیت مسیح پر ہمین بھیجا ہے جو حسب معمول ابن مریم کی مفروضہ الوہیت کے تایدی دلایل پیش کرنے سے تا آخر مثل بائبل عاجز وخاموش ہے - تردید ومعافی کی درخواست پر ہمین مسٹر واخ کو یہ سخت مایوس کرنیوالا جواب دینا پڑیگا کہ ان کی یہ خواہش جلدبازی پر مبنی ہونیکے باعث ہماری قبولیت واتفاق سے دور جا پڑی ہے اگر وہ ذرا غور سے ہمارے میگزین کو پڑھتے تو انہین بآسانی پتہ لگجاتا کہ ہمارا مدعا ان الزامات کا حوالہ دینے سے جو یسوع کے دشمنون اور دیگر بے تعصب نکتہ چینون نے یسوع کی ذات کیطرف منسوب کئے ہین کیا تھا -

ذیل مین ہم مسٹر واخ کی پیش کردہ غلطیون کی فہرست درج کرتے ہین :---

"صفحہ ۱۵۱ - یسوع شراب پینے کا حامی تھا اور اسنے ایسا برا نمونہ قائم کیا جس سے عیسائی اقوام مین شراب پینے کا رواج حد سے زیادہ ہوگیا" (اردو میگزین صفحہ ۱۶۱)

"صفحہ ۱۵۶ - یسوع نے اپنے تمام شاگردون کو خصی ہونے کی ترغیب دی" (اردو صفحہ ۱۶۷)

"صفحہ ۱۵۷ - خدا پیدا ہوا خدا نے بچہ دیا" (اردو صفحہ ۱۶۷ - ۱۶۸)

"صفحہ ۱۵۷ - خدا بجز اس کے پورا خدا نہین ہوسکتا جبتک کہ روح القدس اس سے شامل ہو اور نیز یسوع ابن مریم شامل نہ ہو اور جب یہ تینون اکٹھے ہوجائینگے تب انکو کہا جائے گا کہ یہ ایک خدا ہے ورنہ نہین"

(اردو میگزین صفحہ ۱۶۸)

"صفحہ ۱۵۹ - لامحدود خدا کی جسمانی موت"

"صفحہ ۱۶۱ - اسی وعظ مین ہم پڑھتے ہین کہ انکھ کی نظر شہوت سے سارا بدن جہنم مین ڈالا جائیگا" (اردو صفحہ ۱۷۱)

پیشتر ازین کہ ہم ان بیانات اور مسٹر داخ کے ان سعی انکاری ہونے پر کچھ تحریر کرین ہمین ضروری معلوم ہوتا ہے کہ ان مواقع کا ذکر کیا جائے جنکے متعلق ہم نے مذکورہ بالا امور اپنے پرچہ مین پیش کیے تھے

صفحہ ۱۵۸ مین توضیحاً ہم نے لکھا تھا کہ:-

وہ یاد رکھین کہ اس غیر مہذب اور گندے طریق مین پڑکر انکو کامیابی نصیب نہین ہوگی اور نہ یہ شریفون اور نیک فطرت انسانون کی عادت ہوسکتی ہے کہ خدا کے ان مقدس نبیون کو گالیان دین اور ان کا نام فاسق اور فاجر رکھین جنکو اس قادر حقیقی نے کروڑہا مخلوقات کے پیشوا ٹھہرا کر جاہ و جلال کے تخت پر بٹھا دیا ہے۔ خوب یاد رکھو کہ تم دوسرے نبیون کو بد کہکر مریم کے بیٹے کو نیک نہین بنا سکتے خدا کے تمام پاک نبی ایک وجود کے حکم مین ہین جب وجود واحد مین سے ایک عضو کی صحت خراب ہو جائے تو سارے وجود کی صحت خراب ہو جاتی ہے۔ کسی کا عیب مت تلاش کرو کہ وہی عیب تم پر لگایا جائیگا یہ گمان مت کرو کہ دوسرے نبیون کو عیبناک ٹھہرا کر یسوع مسیح بے عیب ثابت ہو جائیگا بلکہ خدا کی غیرت جو اسکے پاک نبیون کے لیئے ہے وہ تمہین دکھلائے گی کہ یسوع کے مخالفون نے سب سے زیادہ اسکے عیب دکھلائے ہین یہانتک کہ انہون نے اس کی والدہ کی عزت پر حملہ کرکے یسوع کی ولادت کو بھی عیبناک صورت مین دکھلایا ہے۔

بعد ازان صفحہ ۱۶۰ مین ہم نے لکھا تھا کہ عیسائیون نے جو کچھ ہمارے نبی صلے اللہ علیہ وسلم کی نسبت نکتہ چینی کی ہے وہ اس نکتہ چینی سے بہت ہی تھوڑی ہے جو یہودی لوگ حضرت عیسے علیہ السلام کی نسبت کیا کرتے ہین کوئی ایسا الزام جو تقوے اور نیک چلنی کے برخلاف ہو تصور مین نہین آسکتا جو یہود نے حضرت مسیح اور ان کی ماں اور ان کے حواریون پر نہین لگایا۔

یہودیون کے چند الزامات پر غور کرنیکے بعد ہم نے اعلے عیسائی محققین کے بڑے مضبوط اعتراضات کا حوالہ دیا تھا جو اپنے اعتراضات کے جوابات نہ پاکر آخرکار مجبوراً استاد اور اس کی تعلیم دونون سے منکر ہوگئے چنانچہ ان کے بعض اعتراضات جو انہون نے یسوع کے چالچلن اور اسکی تعلیم پر کیے ہین ہم صفحہ ۱۷۱ و دیگر صفحات مین لکھ چکے ہین۔

اول الذکر کے بیان مین ہم نے کہا تھا کہ:-

لیکن مسیح سے دو نورنگ مین خلاف عصمت حرکات صادر ہوئی ہین۔ وہ اخیر عمر تک شراب پیتا رہا اور شراب پینے کا حامی تھا اور شراب پینے والی اور بدکار عورتون کی اس کے پاس آمد و رفت تھی وہ بعض

[illegible] صفحہ [illegible] - [illegible]

+ یہ مریم مگدلینی اور نیز اس فاحشہ عورت کیطرف اشارہ ہے جس نے مسیح کے سر پر اپنا عطر ملا تھا اور [illegible]

ناکردہ گناہ لوگون کی نقصان رسانی کا بھی موجب ہوا اور اس نے شراب کو عشاء ربانی یعنے ایک مذہبی رسم مین داخل کر کے عیسائی مذہب مین ہمیشہ کے لیئے یہ نمونہ قائم کیا جس کا خمیازہ آج تک یوروپ کی قومون کو کھینچنا پڑا یعنے شراب کا رواج حد سے زیادہ ہو گیا پس کیونکر کہہ سکتے ہین کہ وہ گناہ سے معصوم تھا اور گنہگار نہ تھا+

جو بیانات ہم نے یہان نقل کیئے ہین ان مین سے صرف بعض کا انکار مسٹر واخ نے کیا ہے جیسا کہ اسکے اعتراض نمبر ۱ سے ظاہر ہے جس سے ہم نہایت آسانی سے اس نتیجہ پر پہونچتے ہین کہ ان بیانات کا باقی حصہ جس پر مسٹر واخ نے کوئی اعتراض نہین کیا۔ اسکے نزدیک بالکل صحیح ہے۔ اگر یہ حال ہے تو ہمارے خیال مین برائی کا دھبہ یسوع کی شہرت پر ویسے کا ویسا ہی موجود ہے اور مسٹر واخ نے بحیثیت واعظ انجیل یسوع اپنا فرض ادا کرنے مین خاک بھی کامیابی حاصل نہین کی کیونکہ جو شخص اخیر عمر تک شراب پیتا ہے اور بدکار عورتون اور گنہ گارون اور شرابیون کی نہ صرف اسکے پاس آمد و رفت ہو بلکہ ایک گہرا میل جول ہو وہ کسی قوم کا رہبر نہین ہو سکتا اور نہ اسکا نمونہ قابل تقلید ہو سکتا ہے+ باقی ماندہ بیانات جو مسٹر واخ کی نظر مین قابل اعتراض ہین وہ بھی اسی رنگ مین لکھے گئے تھے+

مثلاً صفحہ ۱۶۷ مین ہم نے لکھا تھا کہ "عیسائی قوم کے نکتہ چینون نے جیسا کہ مسیح کو اعمال کی رو سے غیر معصوم اور گنہ گار ٹھہرانے کیلیئے بہت کوشش کی ہے اور ایک بڑا ذخیرہ معائب کا اس کی نسبت تیار کیا ہے۔ ایسا ہی اس امر کا بھی ثبوت دیا ہے کہ مسیح اپنے قول کے رو سے بھی معصوم نہین تھا اور اس کی تعلیم خطا سے پاک نہین۔ مثلاً اس نے اپنے تمام شاگردون کو خصی ہونے کی ترغیب دی اور اس حکم کی تعمیل اسکے بعض پہلے نیک شاگردون نے کر کے بھی دکھلا دی" اب اس جگہ پر بھی بیان کے ایک حصہ پر یعنی جو یسوع کے اپنے شاگردونکو خصی ہونے کی تعلیم دینے کے متعلق ہے پادری واخ کو اعتراض سوجھا ہے لیکن دوسرے حصہ کو جہان لکھا ہے کہ عیسائیت کے ابتدائی زمانہ مین بعض یسوع کے نقش قدم پر چلنے والے بزرگ عیسائیون نے اس تعلیم کو عملی طور پر بھی کر دکھایا پادری صاحب چپکے سے ہضم کر گئے ہین۔ شائد پادری صاحب کو اپنے مذہبی بزرگون مین سے کسی کا قصہ یاد آگیا ہوگا جس نے ایسی نا معقول حرکت کی ہو۔

ہم نے یہ طویل عبارات اسواسطے نقل کی ہین تاکہ ناظرین کو معلوم ہو جائے کہ ہمارا مدعا ان اعتراضات کا وارد دینے سے کیا تھا جو خود عیسائی دنیا نے یسوع کے چال چلن اور تعلیم کیطرف منسوب کئے ہین۔ ہم نے

یہ طریق اس لیئے اختیار نہین کیا تھا کہ نعوذ باللہ حضرت عیسے کو ایک برا آدمی ثابت کیا جاوے کیونکہ ہم اس کو خدا کا ایک راستباز رسول سمجھتے ہین اور اس کی نسبت یہ حسن ظن رکھتے ہین کہ وہ اپنے زمانہ کے لوگون مین ایک نیک آدمی تھا جو قوم بنی اسرائیل کی اصلاح کیلئے مبعوث کیا گیا تھا۔ ہمارا مطلب صرف عیسائی مشنریون کو شرم دلانا اور ان کے ان شرمناک حملون کی اصلیت ظاہر کرنا تھا جو وہ خدا کے پاک مرسلین کے چال چلن پر کرتے ہین اور پھر ساتھ اسکے بیہودہ طور پر یسوع کو بڑھا کر خدا بناتے ہین حالانکہ اگر انہین اصولون کے لحاظ سے جنسے وہ خود دوسرے انبیا علیہم السلام پر حملہ کرتے ہین یسوع کا امتحان کیا جائے تو وہ دیگر انبیا سے زیادہ سیاہ کردار نظر آئیگا۔ ہزارون کتابین پیغمبر اسلام صلے اللہ علیہ وسلم کی توہین مین شائع کی گیئن اور انکو سخت سے سخت گالیان نکالی گیئن تاہم مسٹر واخ اور اسکے دیگر ہم پیشہ اصحاب کو کبھی یہ خیال نہ گذرا کہ مسلمانونکو جو دکھ اس طرح پر دیا جارہا ہے یہ بھی کسی معافی کا مقتضی ہے لیکن اگر یسوع کی نسبت کچھ کہا جائے تو یسوع کا گلہ غصہ مین بھر کر اسکی تردید و معافی کا طالب ہوتا ہے۔ انکو چاہیئے کہ پہلے ان دشنام دہیون کی تردید کرین جو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے حق مین کی گئی ہین اور مسلمانون سے معافی مانگین اسکے بعد ہمین ضرورت نہوگی کہ یسوع پر ان الزامات کا حوالہ دین جو روزمرہ لنڈن اور دیگر مسیحی بلاد کے گلی کوچون مین شائع کیئے جاتے ہین۔ اس بات سے ہمین انکار نہین کہ ہر پیغمبر کی زندگی کے حالات ایسے ہین جنکے مطالعہ سے اندھے نکتہ چینیون اور حرف گیرون کو اس کی پاکیزگی پر حملہ کرنیکا موقع ملا لیکن ہم عیسائی مشنریون کے دلپر یہ سچائی نقش کر دینا چاہتے ہین کہ یسوع کی زندگی مین ایسے پہلو بکثرت ہین جن کی بنا پر بے رعایت محققین نے اسے ملزم گردانا ہے۔ اس امر کے اظہار کے لیے ہم نے ان الزامات کا حوالہ دیا تھا جو یسوع کے حق مین ایسے شخصون نے لگائے ہین جو کسی زمانہ مین اسکے پیرو تھے اور جنہون نے اسی بنا پر جماعت بعد جماعت اس مذہب کو الوداع کہی ہے۔

یہ تو ہمنے اصلیت کا اظہار کیا ہے اور اگر ہماری پوچھو تو ہمارے خیال مین جو اعتراضات مسٹر واخ کو غلط نظر آئے ہین انکی صحت پر بمشکل حرف زنی کیجا سکتی ہے وہ سبکے سب نئے عہدنامے اور مسیحی تعلیم کے اصولوں پر مبنی ہین مثلاً ہم نے لکھا تھا کہ یسوع اخیر عمر تک شراب پیتا رہا اب اس مین کیا غلطی ہے۔ عیسائی ہفتہ وار اخبار ایپیفینی نے اپنے پرچہ مطبوعہ ۲۷۔ اپریل سنہ ۱۹۱۱ء مین اس بات کا اقرار کیا ہے کہ مسیح گوشت کھاتا اور مے بھی پیتا تھا۔

اب ہم بائیبل کی شہادت پر غور کرتے ہین۔ انجیل متی کے ۱۱ باب کی ۱۸ و ۱۹۔ آیات مین لکھا ہے "کیونکہ یوحنا کھاتا پیتا نہین۔۔ ابن آدم کھاتا پیتا آیا اور وے کہتے ہین دیکھو ایک کھاؤ اور شرابی اور محصول لینے والون اور گنہگارون کا یار۔ اور انجیل لوقا کے ۷ باب کی ۳۳ و ۳۴ آیات مین لکھا ہے "کیونکہ یوحنا بپتسمہ دینے والا آیا جو نہ روٹی کھاتا اور نہ

ابن آدم آیا جو کھاتا پیتا ہی اور تم کہتے ہو کہ دیکھو ایک بڑا کھاؤ اور مےخوار اور محصول لینے والون اور گنہگارون کا دوست - ان آیات مین یسوع نے صاف صاف اپنی شرابخواری کا اقرار کیا ہی اور نیز ان لوگون کی شہادت کا بھی ذکر کر دیا جو ظاہرا کثرت مے نوشی کے باعث اسکو شرابی کے نام سے یاد کیا کرتے تھے - اسکو تعبیر کہنا کہ ہان اگرچہ یسوع شراب پیا کرتا تھا لیکن اسکا پینا اعتدال کی حد تک تھا محض ایک دعوے بے دلیل ہی - اناجیل کے الفاظ اسکے مقابلہ دعوے کے موید ہین - یہودیون نے اسے مے خوار یعنی شرابی کہا لیکن اسنے بجائے اپنی بریت ظاہر کرنیکے ملزم ہونا پسند کیا اور بجائے اپنا اعتدال جتانے کے خود اپنی شرابخواری کی تصدیق کی - ہمیشہ ساری دنیا کا تجربہ اس امر کا شاہد ہے کہ اکثر شرابی حد اعتدال سے گذر جاتے ہین اور خواہ وے سوچ سمجھکر قدم رکھین تو بھی یقیناً کثرت مےخواری کے گڑھے کے کنارے تک پہونچے ہوئے ہوتے ہین - اگر پادری وانخ صاحب اسکو ہمارے اس دعوے کا کافی ثبوت نہین مانتے کہ یسوع شراب پینے کا حامی تھا تو ہم انکو یسوع کے سب سے پہلے معجزے کیطرف متوجہ کرتے ہین -

یہ معجزہ قانا ئے گلیل کی ایک شادی مین کیا گیا اور یوحنا کی انجیل کے دوسرے باب مین یہ واقع مندرج ہی معلوم ہوتا ہے کہ دولہا نے براتیونکے لئے شراب کافی مہیا کی تھی لیکن جب ذخیرہ ختم ہو گیا تو مخمور جماعت نے اور شراب کیلئے شور مچایا یسوع نے جو مع اپنے شاگردونکے اس جماعت مین شامل تھا اسموقع کو غنیمت جانکر پانی کے چھ مٹکون (کل ۱۶۲ گیلن) کی اعلی شراب بنا ڈالی اور اس طریقہ سے تمام براتیون کو بذات خود شراب بنا کر مخمور کیا - جب یسوع کی نوساختہ شراب مجلس کے سردار کے سامنے لائی گئی تو اس نے دلہا کو بلایا اور اسے کہا کہ "ہر شخص پہلے اچھی مے خرچ کرتا ہے اور ناقص سوقت تک کہ جب پیکے چکے گئے پر تونے اچھی مے ابتک رکھ چھوڑی ہے" میر مجلس کے ان الفاظ سے ظاہر ہے کہ لوگ پیشتر بھی مخمور تھے جبکہ یسوع نے بڑی فیاضی سے ۱۶۲ گیلن شراب جو اکیلی تمام جماعت کے مخمور کرنیکے لئے کافی تھی اور انکے لئے مہیا کر دی - مسٹر وانخ سوچکر جواب دے کہ کیا یہ کام اس شخص کا ہے نہین جو شراب پینے کا حامی ہی ہم نے اپنے خیال مین مناسب نکتہ چینی سے بڑھکر قدم نہین مارا جب ہم نے یسوع کو شراب پینے کا حامی ٹھہرایا - عیسائیون کی خاص مذہبی رسم عشائے ربانی مین شراب کے داخل کرنیسے مسیحی جماعت کے اخلاق کو ہمیشہ کیلئے نقصان پہونچا ہی - ایکطرف تو انکے قابل تقلید استاد یسوع کا نمونہ اور عملدرآمد ہے اور دوسری طرف اسنے شراب کو عشائے ربانی کا جزو بنانے کی صریح تعلیم دی - پس انہین وجوہات کے سبب ہم نے لکھا تھا کہ عیسائی اقوام مین کثرت شراب خوری کا رواج حد سے زیادہ بڑھ گیا - اگر اب بھی مسٹر وانخ اسے غلط سمجھے تو وہ براہ مہربانی ہمارے سامنے ایسے وجوہات پیش کرے جنسے عیسائی اقوام کی شرابخوار بن گئی جیسا کہ بڑے بڑے عیسائی خود تسلیم کرتے ہین - مسٹر وانخ کا دوسرا اعتراض ہمارے اس بیان پر ہے کہ یسوع نے اپنے شاگردونکو جھوٹ کی تعلیم دی - ہم پادری صاحب سے سفارش کرتے ہین کہ وہ انجیلی مطالعہ کو ذرا زیادہ وقت دیا کرین اور اس موقعہ کو بغور

پڑھیں جہاں لکھا ہے کہ "اگر تیری داہنی آنکھ تیرے ٹھوکر کھانیکا باعث ہو تو اسے نکالدے اور اپنے پاس سے پھینکدے۔ یا اگر تیرا دہنا ہاتھ تیرے لئے ٹھوکر کھانیکا باعث ہو تو اسے کاٹ ڈال اور اپنے پاس سے پھینکدے کیونکہ ترے انگوں میں سے ایک کا نہ رہنا تیرے لئے اس سے بہتر ہے کہ تیرا سارا بدن جہنم میں ڈالا جائے" (متی ۵ باب ۲۹ و ۳۰ آیات)۔

ان اعضا کے جو انسان کی ٹھوکر کا باعث ہو سکتے ہیں کاٹ ڈالنے کا یہ حکم ٹھیک زنا سے منع کرنے کے بعد دیا گیا ہے اور پھر اس سے آگے اور بھی صاف الفاظ میں یہ کہا گیا ہے "کیونکہ بعضے خوجے ہیں جو ماں کے پیٹ ہی سے ایسے پیدا ہوئے اور بعضے خوجے ہیں جنہیں لوگوں نے خوجہ بنایا اور بعضے خوجے ہیں جنہوں نے آسمان کی بادشاہت کیلئے اپنے آپکو خوجہ بنایا" (انجیل متی ۱۹ باب ۱۲ آیت) نیز مسٹر وارخ کو معلوم ہو کہ بعض پہلے مشہور مسیحیوں نے ان احکام کے صریح و صاف معانی کی تعمیل بھی کر دکھائی

تیسرا اعتراض مسٹر وارخ کا اس فقرہ پر ہے جو ہمنے لکھا تھا کہ عیسائیوں کے اصول کے بموجب خدا پیدا ہوا اور خدا نے بچہ دیا اگر عیسائی تعلیم سلیس الفاظ میں ادا کیجاویگی باعث مسٹر وارخ کو خوفناک کفر کی صورت میں نظر آئے تو ہمارا اس میں کیا قصور ہو سکتا ہے۔ کیوں اس قسم کی تعلیم دینے والی کتاب کو مردود نہیں سمجھا جاتا۔ مسٹر وارخ کو چاہیئے کہ کم سے کم ذیل کی آیات اپنی بائبل سے مٹاویں خواہ انکے اور بھائی اس تجویز کو پسند کریں یا نکریں:۔ (۱) تو میرا بیٹا ہے۔ آج ہی تو مجھ سے پیدا ہوا (زبور $\frac{۲}{۷}$) (۲) اکلوتا خدا سے پیدا ہوا ہوا بیٹا جو خدا کی گود میں ہے (یوحنا $\frac{۱}{۱۸}$) (۳) کیونکہ خدا نے جہان کو ایسا پیار کیا کہ اس نے اپنا اکلوتا اپنے سے پیدا ہوا ہوا بیٹا بخشا یوحنا $\frac{۳}{۱۶}$ (۴) چنانچہ دوسرے زبور میں لکھا ہے کہ تو میرا بیٹا ہی آج ہی تو مجھ سے پیدا ہوا (اعمال $\frac{۱۳}{۳۳}$) (۵) کیونکہ اس نے فرشتوں میں سے کس کو کبھی کہا کہ تو میرا بیٹا ہی میں آج ہی تیرا باپ ہوا (عبرانیوں $\frac{۱}{۵}$) (۶) اور کلام یہ تو ظاہر ہے کہ آج کے دن سے ازلیت مراد نہیں تا عیسائی یہ کہکر پیچھا چھوڑالیں کہ چونکہ یسوع خدا کا ازلی بیٹا ہے اسلئے یہ ایک ازلی راز ہے جو انسان کی سمجھ سے باہر ہے۔ جس موقعہ پر نیا عہدنامہ کہتا ہے کہ خدا کے بچہ پیدا ہوا جو خود خدا تھا تو پادری وارخ ان الفاظ کے معانی سمجھنے کی ذرا بھی کوشش نہیں کرتے لیکن جب یہ دکھایا جاتا ہے کہ اگر ان الفاظ کو توریت کے دیگر اصطلاحات کی طرح استعارے کے رنگ میں نہ لیا جاوے تو انکا صاف اور سیدھا مفہوم انسانی طریق تولید کا سا ایک طریقہ ٹھہرتا ہے اور اگر استعارے کے رنگ میں لیا جاوے تو یسوع کی خدائی کو جواب ملتا ہے تو پادری صاحبان کے نزدیک یہ کلام سخت کفر ہو جاتا ہے جسکے لئے انجیل کے واعظ رنج و غضب میں بھر کر ہمیں ٹاٹ اور راکھ میں بٹھا کر توبہ کرانے پر آمادہ ہو جاتے ہیں۔ پادری وارخ کو یہ بھی خیال رہے کہ انکے عقیدہ کے رو سے مریم کو روح القدس کے ذریعہ جو وہ بھی خدا ہی حمل ہوا تھا۔ یہ عجیب اتصال خود اس امر پر شاہد ہے کہ عیسائی عقیدہ کے بموجب ولد نے ضرور اس کا رکن والد یعنی خدا کی فطرت سے کچھ حصہ لیا تھا۔ اگرچہ یسوع جو مریم کے پیٹ سے پیدا ہوا فقط ایک معمولی انسان تھا تو کنواری کو حاملہ کرنیکے لئے مقدم الفر

سے درمیان مین کیون دخل دیا گیا پادری صاحب اس بات کو کفر نہین سمجھتے کہ خدا خود حمل دینے کیلئے ایک کنواری کے پاس آسمان سے اترے

ہم نے عیسائیونکی اختراعی تثلیث کا ذکر بھی کیا تھا اسمین نقص صرف یہ تھا کہ ہمنے اس معما کو صاف اور سیدھے الفاظ مین بیان کیا تھا جو پادری صاحب کو مقدس راز کی تحریف کے رنگ مین نظر آئے لیکن پادریصاحب کو یاد رہے کہ یہ عیسائی اصول کی ہی بیہودگی ہے جو قابل الزام ٹھہرتی ہے بیان کرنیوالے بے قصور ہین اگر اسکے خیال مین ہم نے اصول تثلیث کو محرف کر کے پیش کیا ہے تو وہ براہ مہربانی معقولیت سے ہمین یہ اصول سمجھا دے اور اسطرح اپنے آپکو عیسائی علم الٰہیات مین سب سے بڑا فاضل ثابت کر دکھائے کیونکہ جب سے یہ اختراع دنیا مین رائج ہوئی ہے۔ اس تاریخ سے لیکر آجتک یہ تعلیم پشت بہ پشت ایک ایسے راز کی صورت مین چلی آئی ہے جسمین دخل دینا انسانی عقل سے باہر اور کفر خیال کیا گیا ہے کیونکہ انسانی رگ و ریشہ تصور ہی نہین کر سکتا کہ کس جمع کے قاعدہ سے ۱+۱+۱=۱ ہو سکتا ہے۔

اسکے بعد پادری صاحب ہمارے اس فقرہ یعنی لامحدود خدا کی جسمانی موت پر اعتراض کرتے ہوئے کہتے ہین کہ یہ عیسائی مذہب کا سچا نقشہ پیش نہین کیا گیا یہ کیسا قابل افسوس امر ہے کہ ایسے لوگ جو اپنے مذہب کے اصولون سے خود ایسے ناواقف ہون دوسرونکے پاس تبلیغ کیلئے بھیجے جاتے ہین۔ عیسائیت کی یہ ایک مسلم تعلیم ہے کہ چونکہ انسان کے گناہ لامحدود ہین اسلئے صرف کوئی لامحدود ہی انکا کفارہ ہو سکتا ہے لہذا خدا کے بیٹے کی موت کی ضرورت ہے۔ اگر انسان یسوع مرے تو کفارہ کیونکر ہوا اگر کبھی انسان کی موت دنیا کی گناہون کا کفارہ ہو سکتی تو ابن خدا کے مجسم ہونیکی ضرورت ہی کیا تھی۔ ہم اسجگہ پادریصاحب کو نجات کے عہد کے اس اختصار کیطرف توجہ دلاتے ہین جو کتاب کانفیشن آف فیتھ (عیسائی مذہب کے اصول کی مسلمہ کتاب) مین درج ہے عنوان ۲ کا دوسرا فقرہ یون ہے "کفارے کے عہد نامے کا خلاصہ یہ ہے خدا نے گنہگار اور کھوئی ہوئی نسل انسانی مین سے ایک معین تعداد کو اپنی منشا سے اپنے فضل عظیم کے جلال کیخاطر چن کر دنیا کے آغاز سے پہلے اپنے اکلوتے بیٹے کو جو بمنزلہ ہوا تھا اس شرط پر دیا کہ اگر وہ اسطرح ذلت اختیار کرے کہ انسانی ذات کو قبول کرے یعنی ایک روح اور ایک جسم جسکا اسکی الٰہی ذات کیساتھ ذاتی تعلق ہو اور پھر انکی طرف سے ضامن ہو کر شریعت کی ماتحتی اختیار کرے اور انکی خاطر انصاف کو پورا کر کے اور انکی نام سے تابعداری اختیار کرے یہانتک کہ صلیب کی لعنتی موت کو اٹھا دے تو وہ ان تمام کو گناہ اور موت سے چھوڑا لیگا اور نجات دیگا" اور پھر آگے چلکر "یہ شرط خدا کے بیٹے نے دنیا کے آغاز سے پہلے قبول کر لی اور وقت کے پورا ہونے پر وہ دنیا مین آیا اور کنواری مریم کے پیٹ سے پیدا ہوا"۔ یہ مسلم عیسائی عقائد ہین اور جو عبارت یہان نقل کی گئی ہے وہ خود پادری صاحب کے دو اعتراضونکا دندان شکن جواب دیتی ہے کیونکہ یہان صاف لکھا ہے کہ خدا کا بیٹا کنواری کے پیٹ سے پیدا ہوا اور صلیب کی لعنتی موت سے مرا۔ کیا اب بھی پادریصاحب کی تشفی نہین ہوئی کہ عیسائی اصول کے مطابق خود خدا ہی پیدا ہوا تھا اور خدا ہی لعنتی موت مرا۔ اب صرف ایک قضیہ قابل توجہ باقی ہے جہان سٹرواخ نے انجیل کی اس تعلیم سے کہ آنکھ کے ٹھوکر سے تمام بدن جہنم مین ڈالا جائیگا صاف کانون پر ہاتھ دھر کر انکار کیا ہے۔ اسکے متعلق ہم بغیر کسی زائد تشریح کے انجیل متی کے پانچوین باب کی ۲۸ و ۲۹ آیات نقل کرتے ہین:- "جو کسی شہوت سے

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

ندوۃ العلما کیطرف ایک خط

ندوۃ العلماء کے ناظم معین منشی غلام حسین عارف صاحب کی طرف سے ہمارے پاس ایک اعلان پہنچا ہے جس سے معلوم ہوا کہ اب کے دسمبر مین یہ گروہ کلکتہ مین فراہم ہوگا۔ اس مین مختصراً ندوہ کی غرضین بھی لکھی ہین اور ایک خط بھی آیا ہے جس مین چاہا گیا ہے کہ حضرت خلیفۃ المسیح موعود علیہ السلام آنے والے اجلاس مین شریک ہون مین آپ کے قابل قدر اخبار کی وساطت سے جناب ناظم معین صاحب اور ان کے ذریعہ اور تقریب سے ندوہ کے حامیون کی خدمت مین کچھ عرض کرنا چاہتا ہون امید ہے کہ آپکا محسن القوم جریدہ میری چند سطرون کو اپنے اندر جگہ دیکر مجھے شکرگذار بنائے گا +

ندوۃ العلماء ہو یا خطرناک اخراجات کا بوجھ قوم پر ڈالنے والی ایجوکیشنل کانفرنس یا کوئی انجمن ہو افراد ہون یا مجموعے ہون جن لوگون کو قوم کی ترقی اور اصلاح کی دھن لگی ہوئی ہے اور سچی گدازش اور قوم کی پستی کے احساس نے انہین بیقرار کر رکھا ہے۔ انہین سب سے پہلے یہ سوچنا چاہئیے کہ وہ کس قوم کی اصلاح کے درپے ہین اور وہ کونسا تاگا ہے جو اس سے نکلگیا ہے جس سے اسکا شیرازہ

داہو گیا اور سارا تانا بانا ادھڑ گیا ہے اور یہ قوم کبھی اوج عروج پر تھی تو کن مضبوط چٹانون پر اسکا پیر جم گیا تھا اور کیا کلید تھی جو اس کے ہاتھ آگئی تھی جس سے قدرت کے مدتون کے دفینون کے قفل کھول لئے تھے اور پھر اس امر مین پاک دل سے غور کرنی چاہیئے کہ آیا اس قوم کے مرض الفلاح مین یورپ کا تعلیمی کورس بالذات کار آمد ہے ؟

مسلمان ایک قوم ہین جن کے لئے سب سے پہلے یہ کوشش کی گئی کہ ابراہیمی قبلہ کو بچائین اس کے بیئے قوم کے بنانے والے نے عجیب عجیب تدابیر اور کار روائیان کین ایک کنکریلے بیابان مین جہان مختلف رنگون کے پتھر تھے اس نے بڑی صاف اور سیدھی سڑک بنانیکا ارادہ کیا تیرہ برس تک اسے مختلف رکون کے ہٹانےمین لگے ان جلیل القدر رزولیوشنون کو غور سے پڑھو جو کئی اجلاسون مین پیش اور پاس ہوئے کسی مین یہ ہے کہ آلہ باطلہ اٹھا دیئے جائین یہ انسانی ترقی کی راہ مین روک ہین اور پیش ہو کر ملاء اعلے کے اتفاق سے پاس ہوا کہ ایک ہستی کی پرستش ہو جو تمام محامد عالیہ اور اسماء حسنی کی جامع اور تمام نقائص اور رذائل اور عیوب سے پاک ہے تمام تعلقات سے بڑھکر اس سے تعلق پیدا کیا جائے۔ تمام اندرونی اور بیرونی قوی اور اعضاء حنیفیت کے رنگ مین رنگین ہو کر اسکے حضور مین جھکجائین کسی رزلیوشن کا مفہوم ہے کہ حرامکاری۔ حرامخواری۔ ہر قسم کے ظاہری اور باطنی فواحش اور بدعہدی اور غداری اور بغاوت اور چوری اور فساد کی راہین انسان کو تباہ کرنے والی چیزین ہین ان کا انسداد کیا جائے کسی رزولیوشن کا یہ مقصد ہے کہ نصرانیت نور حق کے پانے اور سچی فلاح اور صلاح کے حاصل کرنیمین خطرناک روک ہے اس کا مسئلہ ابن خدا ہونے کا اور اس کا کفارہ اور تثلیث ایسے ہولناک اور خطرناک مفاسد ہین کہ آسمان اس سے پھٹ جائین اور زمین شق ہو جائے اور پہاڑ چور چور ہو کر گر پڑین اور اس کی تعلیم اور اس کے نتائج تمام نبیون کی تعلیم اور ساری سنت بازیون کی برہمزن ہین اس غول سے راہ صاف کیجائے کسی مین مذکور ہے کہ اس اعتقاد کو کہ خدا انسان سے کلام نہین کرتا اور اس پر اپنا زندہ نور بخش اور تازہ بتازہ تسلی بخشنے والا کلام نہین اتارتا اور انسان کی روح مین اپنے وصال کی فطری تڑپ پیدا کر کے بھی کبھی ایسی عادت نہین رکھتا کہ اس کے آگے منہ

سے نقاب اٹھائے اور انسان آسمان کے نور کی تائید اور فوق العادت کھڑکیون کے کھلنے کے بغیر اپنی مادی تلاش اور محدود قوے سے کُرید کُرید کر مصنوعات مین سے آخر صانع کا کھوج لگا لیتا ہے - غرض بڑے زور سے یہ رزولیوشن پاس ہوتا ہے کہ اس ناپاک برہمو پنے کی بیخ کنی کیجائے اور کہین بڑی قوت اور پورے زور سے یہ طے ہوتا ہے کہ ابراہیم کے طریق اور ملت کو اختیار کیا جائے اس لئے کہ آغاز عالم سے سارے راستبازون اور منعم علیہم کی وہی راہ ہے - اسی پر اسماعیل اسحاق یعقوب - یوسف - موسے - داؤد - سلیمان - اور تمام برگزیدہ لوگ چلکر کامیاب ہوئے - غرض قوم بنانے کے لئے اور اس راہ کی روکون کو دور کرنے کے لئے یہ تدبیرین ہین جو اس جہان کی انجمن کے احکم الحاکمین پریزیڈنٹ کو سوجھین اور بنی آدم کے سچے خیرخواہ اور کامل مصلح محمد مصطفے علیہ الصلوۃ والسلام کے ذریعہ عمل مین آئین +

تیرہ برس تک تو بظاہر یہ رزولیوشن تھیوریون کے رنگ اور وزن مین تھے مگر آگے چلکر ایک اور میدان (مدینہ طیبہ) مین ان پر عملدرآمد شروع ہوا باطل معبودون اور ہاتھون کی کاریگریون کے پرستار اور مددگار کاٹ ڈالے گئے - ناپاک یہودیت جو ہر ایک تازہ راستی کو بدعت سمجھتی اور اصلاح کے موجدون اور راستبازی کے ناصرون کی جانی دشمن تھی تباہ کر دی گئی اور اصلاح و ترقی کی نئی بنائی ہوئی مملکت کے آس پاس سے اس کے منحوس وجود کے خار و خس کو صاف کر دیا گیا اور سب سے آخری اور سب سے زیادہ مفید کام جس سے حقیقی ترقیون اور فلاح کے چشمے بہ نکلے یہ کیا گیا کہ بیت اللہ کو تمام نار استیون اور بطلانون کے ریپریزنٹیٹوز (مظاہر و مجالی) سے جو اگرچہ گنتی مین تین سو ساٹھ تھے مگر قیامت تک کے نئے نئے پیدا ہونے والے جھوٹے مذہبون اور مشربون اور سکولون اور تھیورون کے جامع اور جڑ تھے پاک اور خالی کیا گیا +

یہ ساری کارروائیان درحقیقت مبادی تھین اور انسانی فطرتون کے تیار کرنے اور ایک بڑے مقصد کے حاصل کرنے کے قابل انہین بنانیکے لئے ایک بڑے کاری مسہل کے قائمقام تھین اسکے بعد وہ قوانین اور قواعد شروع ہوئے جنہون نے اس کس مپرس اور متفرق اور امی قوم کو تہذیب اور تمدن اور سیاست کے ثمرات سے برخوردار کیا اور ان تمام عقائد اور ایمانیات کو جو

سر السر اور جذر قلب سے تعلق رکھتے تھے عملی رنگ مین ظاہر کیا۔ پانچ وقت کی نمازون کی پابندی کرائی گئی جس سے حقوق الہی کی پوری علمی اور عملی حفاظت ہوگئی پھر زکوۃ کا حکم دیا گیا اور ہر قسم کی صدقات و مبرات کا امر ہوا جن سے حقوق عباد کی رعایت مرعی رکھی گئی۔ اس کونسٹرکشن کے بعد ایک اور ڈسٹرکشن شروع ہوا جو اس پہلے ڈسٹرکشن سے کسی طرح کم نہ تھا۔ یہ مقابلہ اور مجادلہ تھا۔ ان ڈاکوون کے ساتھ جو نظام سوسائٹی کو کسی زمانہ مین آرام اور ضبط سے قائم رہنے نہین دیتے یعنی میخوری اور قمار بازی کی ممانعت کی گئی۔ ان دو اخلاقی عیبون کو صلاح کاری اور تقوے اور طہارت اور امن عامہ کا سخت دشمن سمجھا گیا اس لئے ضروری ہوا کہ اس تازہ قوم کو جو سارے جہان کے لئے قیامت تک نمونہ ٹھہرنے والے تھے ان عیوب سے پاک کیا جائے +

ان تمام باتون مین غور کرنے کے بعد اصول سیاست مدن کے بڑے سے بڑے واقف کو بھی شرح صدر سے اس امر کا سمجھنا ناممکن ہے کہ کیونکر ایک شخص اس حیثیت کا جو ہمارے ہادی کامل علیہ الصلوۃ والسلام کی تھی ایسے وقت اور ایسی قوم مین ایسا کامیاب ہوا کہ جس کامیابی کی نظیر آغاز آفرینش سے اب تک کسی مصلح کی تاریخ اور سوانح مین پائی نہین جاتی۔ ایک مادی یورپین کسی ایک شاخ علم مین ماہر کیون نہ ہو جب آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی لائف مین ان حیرت انگیز کارروائیون اور انقلاب انگیزیون کو پڑھتا اور پاتا ہے اور اگر مردم خوار متعصب نہ ہو تو فیاضی سے آپ کو بڑا مدبر اور عقلمند اور مصلح قوم مان لیتا ہے اور حقیقت مین اس پر کیا موقوف ہے سپرٹ آف اسلام کا معتزلی مصنف اور علی گڈھ سکول کا بانی بھی اس سے زیادہ نہ کہہ سکتا اور نہ سمجھ سکتا ہے اسلئے کہ خدا کے صاف اور صریح تکلیم اور انسانی قوے سے بڑھکر اور خارج وحی اور آواز پر ان کا یقین نہین مگر حقیقت الامر یہ ہے کہ قوم کے بنانے کے لئے جیسے کہ وہ بنگئے مادی اور زمینی عقل اور انسانی تدبیرین اور حیلے اور جوڑ توڑ کام نہین دے سکتے قوانین اور قواعد کا دینا اور بات ہے اور ان پر عملدرآمد کرا دینا اور بات۔ اور جب یہ دیکھا جائے کہ کن مالوف اور معتاد باتون سے چھوڑایا گیا۔ شرابخواری۔ قماربازی اور عیاشی اور بے باک اور آزاد زندگی اور ہر قسم کی بدکاری عشق بدنظری جو برسون سی شیر مادر کی طرح

لوگون کی محبوب و مطلوب تھی ان باتون سے انہین روکا گیا اور پانچ نمازون کی پابندی اور روزون
کی پابندی اور عضو عضو پر تقوے اور عصمت اور طہارت کی قید لگا دی گئی تمام اختلافون اور نزاعون
اور خونریزیون کو جو جنگجو قومون کا دلپسند مشغلہ ہوا کرتی ہین دور کرنے کا حکم دیکر پر زور الفاظ مین
تاکید ہوئی وَاعْتَصِمُوا بِحَبْلِ اللّٰهِ جَمِيعًا وَّلَا تَفَرَّقُوا غرض ان باتون کو دیکھکر عقل کرید
کرید کر بیکار ہو جاتی ہے اور کبھی حکم نہین لگا سکتی کہ یہ کام کسی انسان محض کا ہے یعنی یہ کام ایسے انسان
سے پورا ہو سکتا ہے جو اپنی سوچ بچار اور جوڑ توڑ اور منصوبون کے سہارے سے اٹھتا بیٹھتا ہے
پاک اور صاف عقل اس اعتراف پر مجبور ہو جاتی ہے کہ خدائے مقتدر کی تائید اور سماوی نصرتون
کے بغیر اتنی بڑی تبدیل اور انقلال ممکن نہین۔ ایسی اصلاح اور تبدیل اسی انسان کا کام ہے جو
پرلے درجہ کی قدسی قوت رکھتا ہو۔ اس کی جان ساری دنیا سے زیادہ مزکی اور مطہر ہو۔ ایک
طرف ساری آلایشون اور کدورتون اور زنگون سے جو دنیوی علائق اور آلودگیون کا لازمی نتیجہ
ہین پاک ہوکر اللہ تعالے کے ساتھ سچا اور دائمی اور وفادارانہ پیوند رکھتا ہو اور دوسری طرف مخلوق
کے ساتھ ان کی صلاح و فلاح کے لئے بے ریا اور بیغرض کامل محبت اور تعلق رکھتا ہو یعنی اس کی
دونون جہتین پوری درست اور ہر ایک قسم کے رخنہ سے محفوظ ہون۔ انسان کامل ہو اور اہل زمین
کے مصالح اور مفاد سے سچی دلچسپی رکھتا ہو اور آسمانی تعلق اور الہی قرب سے کامل حصہ رکھتا ہو ممکن
ہے کہ آج کل کے خشک لفاظ جو آسمان سے قطع تعلق کرکے زمین کے کیڑے بن گئے اور اپنے ہی منصوبون
ہر ایک قسم کی قومی ترقی موقوف سمجھتے ہین اور ہر امر کیلئے یورپ کا اسوہ اور نمونہ چاہتے ہین اس
بات کو استعجاب یا استخفاف کی نگہ سے دیکھین۔ مگر بات اسی طرح ہے اور عنقریب افصح الموذین دکھا
دیگا کہ حق اور حکمت وہی راہ ہے جو پیش کی گئی ہے لیکن یہان ایک بات بہت تحقیق کے قابل ہے
اور فطرت سلیم مین بے اختیار یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ یہ لانظیر اطاعت جو قوم نے دکھائی اور اپنے
مالوفات کو چھوڑ کر اس راہ کی پوری پیروی کی جو ہادی نے انہین دکھائی اور مختلف رائون اور مشربون کے
لوگ اس کی آواز پر ایک ہو گئے اور اپنے ارادون اور رائون اور مذہبون اور مشربون اور نفسانی

جذبات اور اختلافات کو اس کے امر پر قربان کر دیا بجز کامل اور زندہ ایمان کے اور ایک جان گداز رعب اور سطوت کے جسکے ساتھ عجیب خوف اور خشیت ملی ہوئی ہو یہ اطاعت ناممکن ہے پس یہ کامل ایمان اور زندہ یقین جس سے ان کی پہلی ہستی اور رہوا پر موت آگئی اور تمام روکین جو معاصی اور ذنوب سے پیدا ہوتی تھین خار و خس کی طرح جل گئین کیونکر اور کس راہ سے انہین حاصل ہوا اس کے اسباب مین غور کرنے سے صاف معلوم ہو جاتا ہے کہ امام مفترض الطاعت ہادی کامل علیہ الصلوٰۃ والسلام کی زندگی مین دو خصوصیتین تھین جن کی تحریک اور تاثیر سے یہ دولت قوم کو ملی +

اول پورا اور سچا نمونہ جو تعلیم آپ نے دی اسپر چلکر دکھایا - قرآن کریم کے اوامر کی پابندی کامل طرح خود کی اور اس کی نواہی سے اجتناب کیا - اس بات نے لازماً دو عظیم الشان فائدے قوم کو پہنچائے - ایک یہ کہ اصحاب کے دلون مین یہ یقین شرح صدر سے پلایا گیا کہ وہ اوامر اور نواہی ضرور خدا تعالےٰ کیطرف سے ہین اور وہ کلام لاریب قاہر و مقتدر خدا کا کلام ہے جس مین وہ مذکور ہین - اسلئے کہ انسان کے جذبات اور قوے کی بناوٹ ایسی بنائی نہین گئی کہ خود تراشیدہ باتون اور نفس کے سر جوش کی ایسی کامل پابندی کرے کہ تنہائی کی گھڑیون مین اور میدان مین کبھی بھی بال بھر انحراف ان کی بجا آوری سے نہ کرے اور زندگی کے تمام واقعات مین اس امر کا صاف صاف ثبوت دے کہ ان احکام کی تعمیل اور عدم تعمیل کی صورت مین اسے جانگداز خوف اور روح افزا امید شامل حال رہتے ہین - اس عاشق عارف اور اس امر کو محسوس کرنے والے صحابی کے یہ اشعار پڑھ لو اور سوچو کہ کس احساس اور اہتزاز نے اسکے منہ سے نکلوائے - جب اس نے رات کے آخری حصہ مین اتفاق سے اپنے محبوب و مولے کو مسجد مبارک مین تہجد پڑھتے دیکھا اور رسول اللہ کو خدا کے احکام کی تعمیل مین سرگرم پایا تو کس جوش سے کہا +

وفینا رسول اللہ یتلوا کتابہ ... اذا انشق معروف من الفجر ساطع
یبیت یجافی جنبہ عن فراشہ ... اذا استثقلت بالمشرکین المضاجع
ارانا الھدی بعد العمی فقلوبنا ... بہ موقنات ان ما قال واقع

دوسرا فائدہ یہ ہوا کہ آپ کے اسوہ حسنہ کے اتباع کا فوق العادت جوش ان مین پیدا ہوا درحقیقت اس سے زیادہ مؤثر کوئی بات نہین ہوتی کہ بانی اور مصلح کی رفتار اور گفتار مین پوری سطابقت اور مصالحت ہو۔ صحابہ کے چال چلن کا اور اپنے مولے سے لانظیر عشق کا اور اپنے عہدیت کے کامل ایفا کا جو نمونہ ہم دیکھتے ہین وہ کیون دوسری قوم مین پایا نہین جاتا وہ نمونہ حضرت موسی علیہ السلام کی قوم نے دکھایا۔ چنانچہ یہ ثابت شدہ حقیقت ہے کہ وہ بات بات مین بگڑتے اور اپنے نبی کی مخالفت کرتے تھے اور اکثر کوسنے بھی لگ جاتے تھے اور نہ ہی حضرت مسیح کے شاگردون نے دکھایا جنہون نے آخری نازک وقت مین بھی بیوفائی اور غدر کا ثبوت دیا۔ غرض کیا وجہ ہے کہ کسی مرشد کے خدام نے ایسا حیرت انگیز نمونہ کبھی نہین دکھایا۔ اسکا صاف صاف جواب یہی ہے کہ قرآن کریم کی اخلاقی اور تمدنی اور سیاسی تعلیم پر ہمارے ہادی کامل علیہ السلام نے جیسے خود چلکر اور اسے اپنی زندگی کی تمام رفتار اور تحریکات کا دستور العمل بناکر دکھایا اور خدا کیطرف سے آپ کو عمل اور اظہار عمل کے موقعے بھی میسر آگئے ویسے کسی کو بھی بخشے نہین گئے اور آپ کے اخلاق اور اعمال کے تمام مختلف شعبے جو بالقوہ آپ کی پاک ذات مین مخفی اور مرکوز تھے مکی اور مدنی دو متضاد اور متخالف زمانون کی تحریکات کیوجہ سے پوری طرح ظہور مین آگئے اس سے آپ مین قوت قدسی اور عقد ہمت اور تزکیہ اور تطہیر کی طاقت تمام راست بازون سے زیادہ پیدا ہوگئی جو قوم بنانے کے لئے ایک مصلح مین سب سے زیادہ ضروری شے ہوتی ہے اور اسی نمونہ اور اظہار سے قوم مین سچا خلوص اور وفاداری اور اطاعت پیدا ہوئی +

دوسری خصوصیت جس سے زندہ ایمان اور منور یقین دلون مین پیدا ہوا قرآن کریم کا اس صراط مستقیم کو مخصوصاً اختیار کرنا تھا جس کی سخت ضرورت اس کتاب کو تھی جسے ابدتک زندہ اور مبارک رہنا تھا اور جو خدا نمائی اور خدا بینی اور گناہ سوزی اور پاک سازی کا ایک ہی ذریعہ تھا وہ تھی مقتدر نشان اور قاہرانہ پیشگوئیان جو غیب پر مشتمل تھین جو اپنے اپنے وقتون پر بڑے جلال اور کمال سے پوری ہوئین تمام قرآن کریم ان زبردست پیشگوئیون سے بھرا ہوا ہے اس وقت محل و وقت

نہین کہ اس اجمال کی تفصیل کی جائے ان امور پر ہم نے اپنے بہت سے خطبون اور تقریرون مین بحث کی ہے خداوند حکیم علیم کا زندہ اور آخری کتاب مین اس معجزہ اور خرق عادت کو اختیار کرنا اور دوسرے تمام مادی اور مخلوق کے عمل اور صناعت سے ملتبس اور مشابہ ہوجانیوالے معجزات کو ترک کردینا اس حکمت پر مبنی ہے کہ سچا اور جاودانی علمی معجزہ جو علوم کی گھمسان لڑائی مین کامیاب ہوسکتا ہے یہی نشان ہین جو غیبی مقتدرانہ پیشگوئیون کے رنگ مین ظاہر ہوتے ہین +

علوم و فنون کی اعلے سے اعلے ترقی کا زمانہ اس سے بہتر کوئی فوق العادت چیز نہین پا سکتا کہ جسکی آگے سر تسلیم خم کردے - انجیل کیون ایک تنکے کی طرح علوم جدیدہ کی رَوْ کے آگے بہ نکلی - اور اس کا سارا شیرازہ کھلگیا اور کیون ہندوؤن کا مذہب آج بازیچہ طفلان بن گیا اسی لئے کہ اس اول الذکر کتاب نے ایسے معجزات پر اپنے صدق کا مدار رکھا جس سے بڑھکر آج یورپ دکھا رہا ہے اور وہ مادی سطح اور انسانی وسعت کے دائرہ سے اوپرا ور باہر نہین اور ہندو مذہب کا سارا دار و مدار افسانون اور کھیلون پر ہے جو علم اور فضل کی روشنی کے مقابل پاش پاش ہوجاتے ہین - اقتداری پیشگوئیان جو عظیم الشان غیب پر مشتمل ہوتی ہین حقیقی معجزات ہین جن کی مثل لانے پر بشر محض کبھی قادر نہین ہوسکتا اور دوسرا کوئی ذریعہ اس پرحجاب جہان مین نہین جس سے خدا کی ہستی اور کامل صفات پر ایمان آسکے - خدا تعالے کا کامل تصرف اور تدبیر اور تقلیب ادر ذرات کائنات کو اپنی مشیت اور ارادہ کے موافق تصریف و تصرف مین رکھنا اور اس کا صفت تکلم اور سمع اور بصر اور بندون کے ساتھ تعلق کی صفت سے موصوف ہونا غرض خدا تعالے کی ان صفات پر یقین کبھی حاصل نہین ہوسکتا جبتک اقتداری پیشگوئیان سامنے نہ کی جائین اور پھر وقتون پر حسب مصالح الٰہیہ پوری نہون - گناہ سوز فطرت جو حرام کاریون اور بیباکیون اور گستاخیون اور رندیون اور قلاشیون اور عیاشیون اور اباحتی چالون کی زندگی پر موت وار د کردے کبھی حاصل نہین ہوسکتی جبتک خدا کی غیرت پر اور اس کی حرام کارون کو بھسم کردینے والی آگ پر سچا ایمان نہ ہوا ور دل بول اٹھے کہ وہ زندہ اور غیور خدا ہے اور اس کا غضب مجرمون اور عاصیون کے حق مین تیز دو دھاری تلوار ہے اور یہ ایمان

مل نہین سکتا جب تک اس کے وجود اور قائم اور قیوم اور حی مقتدر ہونے کا یقین نہ آجائے
اور اس کے لئے وہی ذریعہ اقتداری پیشگوئی ہے توریت نے بھی یہی نشان بتایا تھا کہ سچا نبی
وہ ہوگا جس کے منہ کی باتین سچی نکلین گی اور قرآن حکیم نے توحقیت کا مدار بالکل ان ہی آیات پر
رکھا ہے ؛

غرض نفسون اور خواہشون کے خلاف ایک تعلیم کا منوا دینا اور اس پر عمل کرا دینا اور ہزارہا
ناپاک عیبون اور رہزنون اور کیسہ بُرون کا راہ سے صاف کر دینا آسان بات نہین کیسی صاف
بات ہے کہ اصل مقصود تو خدا کی کتاب کا وہ اخلاقی تعلیم تھی جس پر انسان کی صلاح و فلاح کا
دار و مدار ہے پھر غیب کی قادرانہ پیشگوئیان کرنا اور اپنے مخالفون کی ہلاکت اور اپنی نصرت کی
ہمیشہ خبر دینا اور اپنی چال اور اس پر ضرورتی نصرت اور تائید آسمانی کے مترتب ہونیکی شہادت
کے لئے دوسرے منعم علیہم گروہ یعنی نبیون کی سیرت اور کامیابی کو پیش کرنا جیسا کہ کتاب اللہ ان
واقعات سے بھری ہوئی ہے اس کا مطلب کیا ہے - بات یہی ہے کہ انسان کی فطرت بغیر انذار
اور تبشیر کے کسی کام کے کرنے یا اس سے ہٹنے کیطرف مائل نہین ہو سکتی - یہ ایک ایسا تقاضا ہے - جو
خالق فطرت نے انسان کی جبلت مین رکھدیا ہے - اسی غرض کے پورا کرنے کے لئے بہت زیادہ
حصہ خدا کی حکیم کتاب کا منصور و موئید نبیون کے قصص اور مقتدرانہ پیشگوئیون سے بھرا ہوا ہے
جن سطحی خیال کے فیلسوفون نے پہلے زمانون مین اور ان کی کورانہ تقلید سے حال کے لوگون نے
معجزات سے انکار کیا ہے انہون نے خدا کے کلام کے اس پر حکمت نظام مین غور نہین کی - اور
سخت نادانی اور دلیری سے کہدیا کہ قرآن کریم مین نہ تو کوئی معجزہ ہے اور نہ کوئی غیب کی پیشگوئی
ہے اور زیادہ تر افسوس کی یہ بات ہے کہ وہ اگلی مردہ اور بے برکت کتابون مین اور قرآن مین
کوئی مابہ الامتیاز نہین بتا سکے - مجرد تعلیم پر تو وہ ناز نہین کر سکتے تھے اس لئے کہ وہ خوب جانتے
تھے کہ اخلاقی تعلیم کے متفرق اجزا العلوم قدامت کے صحیفون مین بھی موجود ہین - انسان کی
سطح سے بالاتر ہونے اور آسمانی ہونے کی ایک ہی قطعی دلیل تھی - اقتداری پیشگوئی - جو علوم

غیب پرمشتمل ہو اس کا انہون نے انکار کر دیا۔ ایک ظالم نے یہان تک لکھدیا کہ الم غلبت الروم فی ادنی الارض وھم من بعد غلبھم سیغلبون فی بضع سنین میں کوئی پیشگوئی نہین آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے پارسی اور رومی طاقتون کی قوت کا اندازہ کرکے پولیٹیشنون کیسی اٹکل سے یہ بات کہدی کاش وہ ستمگر قرآن کریم کے الفاظ مین غور کرتا تو اس کی سمجھ مین یہ بات بہت جلد آجاتی کہ خدا کا کلام اس کی پست اور سفلی اٹکل سے بالاتر ہے۔ اور اس نے یومئذ یفرح المومنون بنصر اللہ سے اس پیشگوئی کو دوہری پیشگوئی کرکے دکھانا چاہا ہے کہ یہ پیشگوئی غلبہ روم کی فارس پر انسانی اٹکل نہین بلکہ خدائے غیب دان مقتدر کے منہ کی بات ہے اس لئے کہ جہان یہ فرمایا کہ رومی غالب آئینگے معًا فرمایا کہ اسی تاریخ کو بیکس مظلوم مسلمان ظالم قریش پر منصور و مظفر ہوکر خوش و خورم ہونگے +

(اس پر دیکھو ہمارا مضمون قرآن کریم کی پیشگوئیون کی حقیقت پر الحکم نمبر ۲۰-۲۱ و ۲۲ مین)

غرض یہی سچے معجزات ہین جن پر عقل کا سائنس کا اور قانون قدرت کا کوئی اعتراض وارد نہین ہو سکتا اور یہی ذریعے ہین جن کی شوکت اور اقتدار کی عظمت کے مقابل خم ہوکر انسان گناہون کی ناپاک زندگی سے نکل سکتا اور خدا تعالے کے ساتھ ایمان کی پاک زندگی کے زیور سے آراستہ ہو سکتا ہے +

حاصل کلام خاتم النبیین صلے اللہ علیہ وسلم نے اس تدریجی تعلیم سے اور ان مقتدر ہتھیارون کے استعمال سے ایک قوم بنائی جو تین صدیون تک صراط مستقیم پر رہی اور آخر قانون قدرت کے مقتضا سے طبعی طور پر انقلاب آیا پہلے مذہب اور اخلاق مین پھر لازمًا حکومت اور سیاست مین خوفناک تغیر پیدا ہوا اور آج یہ حال ہے جسے ہم دیکھ رہے ہین اور اب علی گڈہ سکول اور ندوہ کوشش کرتے ہین کہ اس کی وہی صورت و شکل بنا دین جو پہلے تھی مگر خدا کیلئے ان سکولون کے انصار اور مؤیدین غور کرین کہ کیا وہ ان ہی پگڈنڈیون پر قدم مار رہے ہین جن پر اس قوم کے پہلے بانی نے مارا اور انکے ہاتھون مین وہ ذریعے اور ہتھیار ہین جن کی ترغیب و ترہیب سے قوم کو

اس تعلیم پر مجبور یا مائل کر دین جسے وہ چھوڑ بیٹھے ہین یہ تو مسلم بات ہے اور اس کے ثبوت مین دلائل لانے کی کوئی ضرورت نہین کہ مسلمانون کی تباہی حد سے نکل گئی ہے اور اب پھر یہ اُسی آگ کے گڑھے کے کنارہ پر کھڑے ہو گئے ہین جس سے ایک مبارک اور مقتدر ہاتھ نے انہین پہلے چھوڑایا تھا - وہی اختلاف - وہی نزاعین اور وہی مفاسد - ہوا بالکل نکل چکی ہے ایمان اور مذہب اور عصبیت جو ایک ہی روح و روان اور سٹیم ان مین تھا وہ بھی ٹھنڈا پڑ گیا ہے وہی عیاشی اور فسق و فجور - شراب خوری - قمار بازی اور کاہلی ان مین آگئی ہے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے اتباع کی عظمت - قرآن کی عزت اور خود خدا تعالے کی جبروت اور وقعت دلون سے اٹھ گئی ہے ان باتون کی تفصیل کی کوئی ضرورت نہین ہے دل سے یا زبان سے بولنے والے سب کے سب وہ عیوب بیان کرتے ہین جو فی الواقع ہین اور اس قوم مین پیدا ہو جاتے ہین جو خدا کی حجت نیرہ کے ہوتے ہوئے اسکے خلاف چلنے سے خدا کی نظرون سے گر جاتے ہین ایجوکیشنل کانفرنس نے بڑی کامیابی حاصل کر لی سیکڑون کو نہین ہزارون کو بی اے - ایم اے بنالیا ڈپٹی کلکٹر اور اکسٹرا اسسٹنٹ کمشنر بنالیا اور اس کی خواہش اور دلی آرزو کے موافق قوم نیم یورپین بھی بن گئی اس لئے کہ پورے یورپین بن جانے سے تو وہ بھی مایوس ہین اور پیر بابا تو سرے سے مدت ہوئی جنازہ بھی پڑھ چکے تھے - مگر سوال یہ ہے کہ کیا وہ امید کرتے ہین اور ایسی امید کرنے کے وجوہ ان کے پاس ہین کہ وہ وہ قوم بن جائین گے جسکے بنانے کے لئے محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم مبعوث ہوئے تھے اور اس کے لئے وہ تدابیر اختیار کی گیئن جو اوپر ذکر ہو چکی ہین - اس قوم کو یا قومون کو مسلمانون کے لئے اسوہ قرار دینا اور رات دن انہی کی باتون اور فعلون کو ان کی آنکھون کے سامنے مزین کرنا جس کی نگاہ زمین کی سطح تک محدود و مقصود ہے اور مادی لذت اور عیش اور بطن اور فرج کی شہوتون کے دائرہ سے ان کی ہمت باہر نہین جاتی اور آسمان کیطرف کبھی نظر اٹھا کر نہین دیکھتے سراسر غلطی ہے مسلمانونکو یہ سکھایا گیا ہے کہ دین کو دنیا پر مقدم رکھین اور ان مادہ پرست قومون کی نہائیت نظر یہ ہے ان ھی الا حیوتنا الدنیا

نموت و نحیا وما نحن بمبعوثین ان کی رات دن کی کوشش ان کے

صنائع۔ ان کی ملک گیری کے منصوبے اور کارروائیاں سب سے اصل غرض یہی ہے کہ رذیل اور سفلہ خواہشین پوری ہون اگر کچھ لوگ ان مین ایسے بھی ہین جو ملک گیری اور صنائع کے شغلون مین مبتلا لوگون سے ذرا اونچا قدم اٹھاتے اور دکھلاتے ہین کہ وہ آسمانی زندگی بسر کرتے ہین تو وہ بدقسمتی سے ایک مردہ انسان کی خدائی پر قناعت کئے بیٹھے ہین بڑا زور دیا جا رہا ہے۔ ہائی ایجوکیشن پر اور کیا کچھ اس کی خاطر کیا جا رہا ہے۔ بہت خوب اس کی ضرورت سہی اور واقعی ضرورت ہے مگر کیا یہ حق نہین کہ ایک طرف سے بالکل ذہول ہو گیا ہے یا دانستہ یا اضطراراً پہلو تہی کیا گیا ہے۔ ان مجلسون نے سب سے پہلے اس اصل کو ضروری سمجھا ہے اور اس پر ایسا قوی ایمان رکھتے ہین جیسا راستباز خدا کے کلام پر کہ کسی کے ذاتی افعال سے تعرض نہو شرائع حقہ کی پابندی صوم وصلوٰۃ کا التزام فسق وفجور سے اجتناب تقوے وطہارت اور تعظیم شعائر اللہ کو اختیار کرنا۔ مجالسون اور کانفرنسون مین ان باتون کا ذکر حرام ہے جسمون اور قالبون کا اجتماع ایک مکان مین ہوا ور ضرور ہو۔ روحون مین خواہ کیسے ہی مختلف درجہ اور نوع کے میلان اور جذبات ہون ایک بیباک زناکار ایک رزولیوشن پیش کرے اور دوسرا آب آتشین سے مست ہوا ہوا خواہ اسوقت اس کے منہ سے نجاست کی بدبو آتی ہوا ور پاؤن مرکز پر ٹھہر نہ سکتے ہون اس کی تائید کر دے۔ ایک ایسا شخص جو اسلام کی سچائی اور پابندی سے کوئی نسبت نہ رکھتا ہو مادی خیال کا آدمی ہو۔ دہریہ ہو کوئی ہو نام ہو مسلمانون کا سادہ مجلس کا صدر بن جائے۔ شرط یہ ہے کہ کلب من کلاب الدنیا ضرور ہو اور جیفۂ دنیا سے اسے کافی حصہ ملا ہوا ہو۔ مین پوچھتا ہون اور ہر خدا ترس حق پرست کے دل مین ضرور یہ سوال پیدا ہونا چاہیئے کہ کیا اس قوم کا آغاز اور ابتدا ایسے ہی بانیون اور مقدسون اور مویدون اور ناصرون سے ہوئی ہے اور کیا یہی فلاح وصلاح کے ہین جو اب اختیار کئے گئے ہین۔ اور سب سے زیادہ ضروری بات جو مدار ہے تمام کامیابیون کی اتفاق اور وحدت ہی اسکا ابتک کوئی وجود نہین اور نہ اس کے اشراط و آثار پائے جاتے

ہین۔ ندوۃ العلما خدا کے لئے غور کرے کہ کیا اس کا پاؤن بھی ان ہی آثار پر پڑا ہے جو ایجوکیشنل کانفرنس یا علی گڈھ اسکول کے رہرو زمین پر لگا گئے ہین یا اس بزرگ انجمن نے کوئی اور راہ اختیار کی ہے اور اگر کوئی اور راہ ہے تو وہ کیا ہے مین ان کو اور تمام سچے مسلمانون کو توجہ دلاتا ہون اس اعلان کے مقصد سوم و چہارم و پنجم و ششم کیطرف جو ندوۃ العلما کیطرف سے ۱۲- نومبر ۱۹۰۱ء مین شایع ہوا۔ مقصد سوم ندوہ کی عبارت یہ ہے "اخلاق نبوی کی کامل تعلیم و تربیت کی جائے جس سے ہمارے اطوار اور چال چلن درست ہون آپس کی پھوٹ کی جگہ قوت متفقہ سے کام لیا جائے" (۴) فروعی اور جزئی اختلاف جس نے اسلام کی مضبوط اور مستحکم عمارت کی جڑ کھوکھلی کردی مہذب الفاظ اور مہذب پیرایہ مین ظاہر کیا جائے۔" (۵) احقاق حق اور ابطال باطل نہایت نرمی اور سہولت سے کیا جائے فتنہ اور فساد کی نوبت نہ آئے" (۶) "وہ خطہ جہان اسلام کا نور دھندلکے مین پڑا ہوا ہے اور جہان اسلام کی حقیقت اور حقانیت سے لوگون کے دماغ ابتک منور نہین ہوئے وہان دکھایا جائے کہ اسلام کیا ہے اور اس کے فیوض و برکات کیا ہین" کیا یہ باتین اور یہ مقاصد سرسبز ہو سکتے ہین ان تجویزون سے اور ان خود تراشیدہ منصوبون سے جو اختیار کئے گئے ہین۔ اخلاق نبوی کس ذریعہ اور اسوہ سے سکھائے جائینگے۔ کون مردمزکی اور مطہر اور صاحب قوت قدسیہ اور صاحب نشان و علامات ہے جو ان اخلاق کو سکھائے۔ کیا ممکن ہے کہ ان اخلاق سے متخلق ہوئے بغیر اور ان صفات کاملہ حسنہ سے متصف ہوئے بدون کوئی دوسرون کے تزکیہ اور تعلیم کا متکفل ہوسکے اخلاق مین وہ سب شیئے داخل ہین جو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی ذات پاک مین دکھائے گئے اور جو قوم بننے کے لئے ضروری اور بنیادی پتھر تھے۔ اور جیسا ہم بیان کرچکے ہین۔ آپ کو علمی اور عملی رنگ مین خدائے حکیم نے وہی اخلاق اور صفات بخشے جو اس جہان کے انتظام اور اصلاح کے لئے ضروری اور دوسرے عالم کی تیاری اور اہلیت کے حاصل

کرنے کے لیئے موزون اور مناسب تھے۔ اب بڑا سوال یہ ہے کہ ندوہ کن کو یا کس کو پیش کرتا ہے
جو محمدیت کے بروز اور مظہر ہونے کا مدعی ہے اور اگر یہ اصطلاح گران معلوم ہو تو یون سہی کہ آپ کا
سچا خلیفہ کونسا ہے جسے پیش نظر رکھکر ندوہ کو امید دلائی گئی ہے کہ وہ مقصد اس سے حاصل
ہو جائے گا۔ فروعی اور جزئی اختلافات اور نزاعین مٹائی جائیں یہ کیونکر اور کس ذریعہ سے
یا کس کے ذریعہ سے۔ کیا کوئی ایسی پر رعب مگر دلکش آواز رکھتا ہے جو قوم کے خطرناک
جھگڑون مین بہت جلد در آکر زور سے کہے اَلِی الجاھلیۃ وانا فیکم
اور اس آواز کے سنتے ہی سب جوش سرد پڑ جائین اور تلوارین میانون مین کرلیجائین
اور مفارقت اور مباغضت، معانقہ اور مصافحہ سے بدل جائے۔ عادت اللہ نے دکھایا ہے
کہ ایک وجود مفترض الطاعت اور مطاع باذن اللہ کے سوا کبھی اس آگ پر پانی نہین پڑا
جس نے کبھی ہزارون خاندانون کو راکھ کرڈالا تھا اور اب پھر ہماری قوم کے خرمن مین لگ
رہی ہے۔ بہتون نے منہ کی پھونکون سے اور بعضون نے آستینون سے اس آگ کو بجھانا چاہا
مگر خدا کا قانون قدرت کسی کے لیئے کیونکر بدلجاتا۔ وہ کیونکر بجھتی جب تک آسمانی پانی اسپر نہ پڑتا
جس کی فطرت آتش کشی کے لیئے بنائی گئی ہے اور جسکے برسنے کے بعد بھی اور صاف آواز
آتی ہے وکنتم علی شفا حفرۃ من النار فانقذکم منھا اور فاصبحتم
بنعمتہ اخوانا+ یاد رکھو اگر آج زہر وہی پھیلی ہوئی ہے۔ اگر وہی مفاسد اور عیوب
قوم مین پیدا ہو گئے ہین جو اس وقت تھے جبکہ پاک اور مقدس ہادی صلے اللہ علیہ وسلم مبعوث
ہوا تو آج بھی پھر اسی کے دوبارہ آنے کی ضرورت ہے۔ پھر اسی سلسلہ کی ضرورت ہے۔ جو
اس وقت اصلاح قوم کے لیئے قائم ہوا اور جس نے اپنی عملی کامیابی پر مہر لگادی عجیب بات
ہے اور ہمارے علما پر اور بھی تعجب ہے کہ وہ کیون اس سہل بات کو نہین سوچتے کہ اتنا تو سب
تسلیم کرچکے ہین کہ اس جاہلیت نے پھر دوبارہ دنیا مین سر نکالا ہے مسجدون اور خانقاہون مین
عجائب خانون کی طرح انسانون کے ڈھچر بھرے ہوئے ہین مگر روح نہین خدا تعالیٰ پہ وہ ایمان نہین وہ راستی

اور تقوے و طہارت نہین- وہ شریعت حقہ کی پابندی نہین- بیباکی- اباحت- دہریت اور فسق کا مرض عالگیر وبا ہو رہا ہے پھر باوجود اس بات کے تسلیم کرنے کے اور مرض کے مشخص ہو جانیکے الٹا علاج کیون کیا جاتا ہے کیون اسی پہلے نسخہ کیطرف توجہ نہین کیجاتی +

اور اگر یہ مقصود ہے اس اختلاف کے مٹانے سے کہ سب لوگ نفاق اور مداہنہ سے زندگی بسر کرین اور عقائد اور ایمانیات کی عصبیت اور جوش کی گردن مار دین- ایک محمود آباد کا راجہ سینہ مین خدا کے قدوسیون کا بغض اور عداوت اور جوش تبرا لیکر ندوہ کا پریزیڈنٹ ہو اور وہان ان قدوسیون کے ذکر سے زبان آشنا نہ ہو تو کامیابی معلوم- بڑی غلطی ہے یورپ کی نظیر کو پیش کرنا- ان لوگون کا معاملہ اور ہے اور تمہارا معاملہ جن کو روشن کتاب اور باہرہ حجت دی گئی اور ہے تم اس کتاب کے اصول کو قائم کرنے اور نبی کریم کی سچی عزت کو بحال کرنے کے بغیر سرسبز نہو سکو گے ان بہروپون اور نقالیون سے یقیناً خدا کا غضب بھڑکے گا- سب سے پہلے مداہنہ کی تدبیر پر عمل کرنیکا میلان اس شخص مین پیدا ہونا چاہیئے تھا اور تمہارے علمی زعم کے موافق اسے ضروری تھا جسکو غیور خدا نے کہا ودوا لو تدھن فیدھنون مین ندوہ کے اس عالمانہ فقرہ کا مطلب سمجھ نہین سکا کہ "فروعی اور جزئی اختلاف کو مہذب الفاظ اور مہذب پیرایہ مین ظاہر کیا جائے"، مسلمانون کے عقائد اور مذہب اور ایمان کی دلون مین پکی ہوئی باتون پر کچھ لکھا جائے اور پھر ایک قوم بن جائین اور اشتعال مین نہ آئین- یا منت سماجت کرکے اور ہاتھ جوڑکے ہر ایک مذہب اور مشرب کو کہدیا جائے کہ عیسی بدین خود موسی بدین خود- وہ کونسے الفاظ ہین اور مہذب الفاظ جنسے مثلاً منکران خلفاء راشدین کو سمجھایا جائیگا کہ تمہاری راہ درست نہین اور اور تم خدا کے فعل اور قول کا خلاف کرتے ہو جبکہ وعدہ استخلاف سے جو خدا کا قول ہے اور حضرت صدیق کو خلیفہ بلا فصل بنا دینے سے جو خدا کا فعل ہے منہ پھیرتے ہو یا فریق ثانی کو کہا جائے گا کہ امامت بلا فصل لاریب حق حضرت علی کا تھا مگر وہ ناتوان تھے بیکس تھے ناچار ان کا حق غصب کیا گیا اور ایسا ہی مقلدون اور غیر مقلدون کے نزاع کا فیصلہ کیا جائے گا- اور وہ کون سی مہذب

الفاظ ہین مثلاً جن کی وساطت سے بڑی ملائمت اور ملاطفت کے ساتھ ایک خوفناک سکول کی پیرو یا مداح ذریت کو کہا جائے گا کہ نمازون کی پابندی ضروری شے ہے اور روزے خدا تعالےٰ کا فرض ہین انسان مسلم پر۔ اور سچی طہارت اور تقوے اور خشیت اور انابت ایک مسلمان کا تمغہ ہین یہ اباحتی اور بے قید زندگی جو تم نے اختیار کر رکھی ہے اور صورت وسیرت سنت حقہ محمدیہ کے خلاف بنا رکھی ہے یہ مناسب نہین*۔ مین باادب ندوہ کے محترم علما سے پوچھتا ہون کہ وہ اسلوب اور منہاج تو ازراہ کرم بیان فرمائین جن سے وہ فروعی اور جزئی اختلاف کو مٹائینگے کیا اس لفظی تجویز کو پیش کرنے اور پاس کرنے کے وقت ان کی ضمیرون نے یقین کر لیا کہ یہ مبارک تجویز ہے اور ضرور عمل مین آجائے گی اور اس تاریکی کے وقت مین یہ تجویز نور کا کام دے گی پھر اس بیچدار بات کا مطلب سوا اسکے کیا ہو سکتا ہے کہ جزئی فروعی اختلافات کا مذکور ہی درمیان نہ آنے پائے مگر یہ ناممکن ہے اور ابد تک ناممکن ہے پھر کیا ندوہ یقین کرتا ہے کہ ایک عالم یا عالمون کے اپنے منصوبے اور جوڑ توڑ ایسے تتر بتر ہو چکے ہوئے گلہ کو ایک میدان مین ایک عصا کی نیچے فراہم کرینگے۔ اور کیا کوئی اس کی نظیر ہے۔ اسلام اور مسلمانان کی تاریخ مین بجز اس مبارک قرن کے جس مین لامعلوم زمانون کے مختلف الآراء دشمن جانی دوست بن گئے اور اگر واقعی یہ

* مین ناصران ندوہ کو متوجہ کرتا ہون مسٹر شاہدین بیرسٹر ایٹ لا کی اس لکچر کی طرف جو آپ نے علیگڈہ کالج کی انی کے جلسہ پہلا ہور مین دیا اور جسے مختصراً سول ملٹری گزٹ نے ۱۰ جولائی سنہ ۱۹ کے پرچہ مین چھاپا ہے اس پر مسٹر نو مسلمانون کی قربت کا تبیت کنندہ اور قابل فخر نمونہ کہا گیا ہے اس بڑے آدمی کو ایک کمشنل کانفرنس کی بھی اپنی اعلیٰ پاک مسند پیشگی دی اور بہت ناز کیا۔ خدا کا خدا کے برگزیدہ رسول محمد مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وسلم کا۔ تمام اخیار اور ابرار امت کا اور یا آخر دین حق کی عزت کا واسطہ دیکر مین ندوہ کی خدمت مین عرض کرتا ہون کہ اس لکچر کو پڑھین اور غور کرین کہ کیا اسلام کی عزت اور نبی عربی علیہ الصلوٰۃ والسلام کی کہوئی ہوئی عزت ان لکچرارون اور قوم کے حامیون سے بحال ہو گی اور کیا ندوہ اس لکچرار کے فعل اور قول سے متفق ہے اور اگر مخالف ہے تو اسکا اثر قوم کی نئی ذریت کے دلونسے مٹانے کیلئے اس نے کیا انتظام کیا ہے اور کیا اس اجلاس مین اسپر نوٹس لیا جائیگا اور اگر دانستہ سہو سے کام لینا ہے تو پھر وہ جلسہ اسکا کام

احساس ندوہ کے دردمند دل کو ہوا ہے کہ اس اختلاف سے اسلام کی جڑ کھوکھلی ہوگئی ہے تو اسکے علاج اور تدارک مآفات کے لئے سچی اور حقیقی راہ پر قدم مارنے کی فکر کرے اور اگر علی گڈہ کے کانفرنس کی طرح رزولیوشن بازی ہی مقصود ہے تو وہ جانے اور اس کا کام۔ پانچوان مقصد بھی مین نہین سمجھ سکتا کہ جذبات کے مغلوب اور پرجوش لوگ کیونکر اس کام سے عہدہ برآ سکتے ہین۔ اس مقصد کا اور چھٹے مقصد کا انجام اور مطلب ایک ہی ہے۔ احقاق حق اور ابطال باطل کیا شے ہے اور کن ذریعون سے ہو سکتا ہے۔ ندوہ نے بیان نہین کئے۔ اور ممکن ہے بلکہ یقین ہے کہ ان مشکلات پر کبھی غور بھی نہ کی ہوگی جو اس راہ مین راست بازون کو پیش آتی ہین آج وہ کون حق ہے جسے وہ پیش کرنا چاہتے ہین اور وہ کونسا باطل ہے جس کو تباہ اور نابود کرنا چاہتے ہین سب سے بڑا اور اعلے حق یہی ہے کہ خدا کی صفات کاملہ مین کسی مخلوق کو شریک نہ سمجھا جائے اور خاتم النبین صلے اللہ علیہ وسلم کی شان کو خدا کے بعد تمام مخلوقات سے برتر مانا جائے۔ لاانتہا مسلمانون نے حضرت عیسے کو ابدی زندہ اور محیی اور ممیت اور شافی اور غیب دان خدا تعالے کی طرح مان رکھا ہے اور یون اس کی الوہیت کو تسلیم کر کے نصرانیون کے شرک عظیم کی مدد کر رہے ہین اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی سخت اہانت اور تذلیل کی جاتی ہے کہ وہ مردہ زیر زمین مدفون ہین اور حضرت عیسے زندہ آسمان پر موجود ہین۔ عیسائیون کے ہاتھ مین یہ کاری حربہ خود مسلمانون نے دیا ہے جس سے عیسائی ان کو ذبح کر رہے ہین چنانچہ تھوڑے دن ہوئے لاہور کے بشپ بہادر نے اپنے ایک لیکچر مین جس کے سامعین سیکڑون مسلمان تھے مسلمانون پر خود ان کے اس مسلمہ مسئلہ سے حجت ملزمہ قائم کی اور کہا کہ ایک مٹی مین مل گئے ہوئے انسان مین اور آسمان بلند پر بیٹھے ہوئے وجود مین کوئی فرق بھی تو ہے؟ اور آخر اس سے مسیح کی الوہیت پر اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی توہین پر استدلال کیا اور اس اعتقاد کے رکھنے والون مین سے ایک نے بھی اٹھکر اس کے دانت نہ توڑے اور مسیح کی عزت اور رسول کامل خاتم النبین کی ذلت کو شیر مادر کی طرح پی گئے۔ ہان تو کیا ندوہ تیار ہے کہ اس حق کا احقاق کرے۔ اور بڑا باطل اس وقت حضرت مسیح کی زندگی کا اعتقاد ہے جس سے کروڑون آدمیون نے انہین خدا

بنا رکھا ہے اور اس اعتقاد کی اشاعت مین حد سے زیادہ جوش اس انسان کی پرستار قوم کے دلین ڈالا گیا ہے سب سے بڑا فتنہ جس کی نسبت قرآن نے کپکپا دینے والے الفاظ مین خبر دی کہ:۔ تَكَادُ السَّمٰوٰتُ يَتَفَطَّرْنَ مِنْهُ وَتَنْشَقُّ الْاَرْضُ وَتَخِرُّ الْجِبَالُ هَدًّا اَنْ دَعَوْا لِلرَّحْمٰنِ وَلَدًا ؁ اور بڑا بھاری مفسدہ جس نے پاکیزگیون اور راستیون یا یون کہو کہ اسلام کی جڑ کھوکھلی کر دی ہے یہ فتنہ عیسے پرستی کا ہے اور اس کی جڑ ہے عیسی کی زندگی یعنی جسد عنصری کے ساتھ زندہ آسمان پر جانا اس کا مان لینا۔ اس کی جڑ کاٹنا اسلام کو سرسبز کرنا مسیح کو مردہ ثابت کرنا اسلام مین تازہ روح پھونکنا ہے۔ کیا ندوہ واقف نہین یا کم سے کم کوئی ایک فرد اس کا تو ضرور واقف ہوگا کہ چھ کروڑ سے زیادہ رسالے اور کتابین عیسی پرست یا مردہ پرست قوم نے اسلام اور پیغمبر خدا علیہ الصلوۃ والسلام کی توہین و تذلیل و تفسیق مین لکھی ہین اور یہ دجل اور سفید جھوٹ کنواریون کے خدرون تک مین داخل ہو گیا ہے اور ایک آشوب رستخیز اس سے برپا ہو گیا ہی کیا ندوہ اس باطل کے زہریلے سانپ کا سر کچلنے کو تیار ہے۔ پھر بہت عظیم الشان حق یہ ہی کہ خدا تعالے کی ذات مین کوئی نقص اور عیب روا رکھا نہ جائے اس کی پاک ذات کی نسبت اعتقاد رکھا جائے کہ وہ ہمیشہ سے متکلم اور مدبر بالارادہ اور متصرف اور سمیع و بصیر ہے اس کی صفت تکلم پر کسی زمانہ مین مہر نہین لگ سکتی اسلئے کہ یہ اس کی شان مین منقصت کو روا رکھنا ہی اس نے اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيمَ صِرَاطَ الَّذِينَ اَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ ؁ کی دعا مین صاف اشارہ فرمایا ہے کہ منعم علیہم جماعت کے تمام کمالات کے دروازے سدا کھلے رہین گے اور تاکید فرمائی ہے کہ سب مسلمان یہ دعا مانگا کرین اور بڑا انعام اسکا وہ فیوض اور برکات ہین جن کا نام ہی مکاشفہ اور وحی اور رویائے صادقہ اور یہی ورثہ ہے ان لوگون کا جن پر انعام کیا گیا۔ اس لئے کہ اس انعام کے بغیر وہ یقین اور زندہ ایمان مل نہین سکتا جو گناہ کے پرزور جذبات پر انسان کو غالب کر دے اور اگر ایک طرف تو ان فیوض پر مہر لگ چکی تھی اور خدا تعالی کی وہ صفات اس حد تک پہونچ کر ساکن ہو گئی یقین تو پھر یہ دعا نعوذ باللہ ایک دھوکا اور جھوٹے دل خوش کن الفاظ سے زیادہ

نہین ہوگی اور یہ منقصت ہے صفات باری تعالےٰ مین۔ اور یہ اعتقاد کرنا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر نبوت ختم اور اس کے ساتھ آپ کے تمام فیوض اور برکات بھی منقطع ہوگئین اور آیندہ کیلئے نعوذ باللہ دوسرے لوگون اور مذہبون کی طرح آپ کی نبوت بھی مرگئی اور آپ کی صفات عالیہ اور برکات اسنی کی قائم مقامی یا مظہر و بروز کی راہ بالکل مسدود ہوگئی اس دعا اہدنا الصراط المستقیم کی تکذیب ہوگی اور خدا تعالےٰ کی پاک اور کامل صفات کی سخت ہتک ہوگی اور بڑا بھاری حق یہ ہے کہ خدا تعالےٰ کے ملائکہ واقعی خارج مین ایک مخلوق ہے جسے خدا نے ایمانیات مین داخل کیا ہے اور جبرئیل علیہ السلام ملکہ انسانی یا ایک قوت قوائے انسانی مین سے نہین بلکہ ایک جدا مخلوق ہے اور قانون قدرت کے موافق خدا کے یہ وسائط ہین اور یہ روحانی وسائط ایسے ہی ہین جیسے جسمانی عالم مین خدا کے فیوض اور فضلون کے پہنچانے کے لئے قوائے طبعی مثلاً چاند سورج ستارے اور دیگر مادی اشیاء وسائط ہین اور یہ وسائط خدا تعالیٰ کی صفات کاملہ اور توحید کی شان پر کوئی زد اور حملہ نہین اور بڑا حق یہ ہے کہ دعا حق ہے اور ایک سبب قوی ہے منجملہ ان اسباب کے جو مقاصد و مطالب کے برلانے کیلئے خدا تعالےٰ نے حسب قانون قدرت بنائے ہوئے ہین اور دعا لاریب ایک علت قویہ ہے معلولات کے لئے اور بقول ایک سطحی خیال کے زمینی آدمی کے نری خوش کن خشک عبادت نہین۔ اور مثلاً بڑا حق یہ ہے کہ خدا کے مرسلون اور مامورون اور مبعوثون کی صدق کے بڑے بھاری نشان اور علامت معجزات اور خوارق آیات ہین اور وہ ہین اقتداری پیشگوئیان جو علوم غیبیہ پر مشتمل ہوتی ہین اور بے ان کے خدا کا مخفی اور نہان در نہان چہرہ اس جہان مین کبھی نظر نہین آسکتا۔ کیا ندوہ تیار ہے کہ ان حقون کا احقاق کرے اور ان کے مبطلون کا سر کچلے۔ بہت خوب اگر ایسے بھاری کام کا بیڑا ندوہ نے اٹھایا ہے تو خدا مبارک کرے مگر افسوس ابتک تو ندوہ کی رفتار اس راہ پر نظر نہین آتی جو احقاق حق اور ابطال باطل کی ایک ہی مستقیم راہ ہے۔ پھر سوال یہ ہے کہ کیا دکھا کر احقاق حق اور ابطال باطل کرینگے اور ان خطون مین جہان ابتک اسلام کا نور نہین گیا کونسی فضیلت اسلام کی اور دوسرے مذاہب باطلہ

اور اس مین مابہ الامتیاز پیش کرین گے۔ تمام مذاہب باطلہ یہ عقیدہ رکھتے ہین کہ ان کے مذاہب اور مذاہب کے انصار وخدام اقتداری نشان دکھانے سے قاصر ہین اور وہ اسی یقین کو شایع کرتے ہین کہ خوارق عادت کا وجود پچھلے زمانون کے لئے تھا۔ اب نہ کوئی اس کی ضرورت ہے اور نہ کسی مین قدرت ہے اور اس وقت تمام مسلمان بھی یہی اعتقاد رکھتے ہین کہ کمالات نبوت سب ختم ہوگئے۔ اب نہ تو غیب کے حقایق پر مشتمل اقتداری پیشگوئی کوئی کرسکتا ہے اور نہ ہی اس کی راہ مفتوح ہے۔ خدا کی صفت کلام اور وحی اور الہام پر مہر لگ چکی ہے۔ ایک نیچری پیر مرد بھی اس حقیقت حقہ سے منکر ہے جو کہتا ہے کہ کمالات نبوت مین کسی کو سچا جانشین ماننا شرک فی النبوت ہے اور درحقیقت نبوت کو خشک بے اثر غیر متعدی اور مردہ مان کر شرک عظیم کا مرتکب ہوچکا ہے اور اپنی تحریرون مین مجنون اور نبی کے تخیلات مین کوئی واضح فارق اور علمی امتیاز نہ دکھا سکنے سے اس بات کا مجرم ٹھہر گیا ہے کہ نبی کو فوق عادت پایہ کا انسان ثابت نہین کرسکا ویسے ہی اہل حدیث اور دیگر مسلمان قولاً یا عملاً اس کے منکر ہین اور بڑے جوش سے اقرار کرتے ہین کہ خلافت محمدیہ یا بروز محمدی یا زندہ نبوت بے معنی اور بے ضرورت باتین ہین۔ دوسرے مذاہب مثلاً عیسائی اور آریہ بھی اپنے مذہب کی صداقت اور حقیت کے لئے دلایل دیتے اور ہزارون صفحے سیاہ کرتے ہین اور تقریرون مین بھی ان کی زبانین تھکنے مین نہین آتین اسی طرح مسلمان بھی لفظی دلائل اور مباحث پر اکتفا کرنے کے بغیر اور کوئی چارہ نہین دیکھتے۔ اب سوال یہ ہے کہ اسلام مین اور ان مذاہب مین مابہ الامتیاز کیا ہے جیسے بے فیض اور خشک اور بے برکت وہ مذاہب باطلہ ہین ویسا ہی اس رنگ مین اسلام ہوا۔ ایک ہی مابہ الامتیاز تھا یعنی زندہ خدا کا زندہ نشان جس کے دکھانے کی توفیق باطل کے پرستار ہاتھون کو کبھی نہین دی گئی اور نہ دیجائے گی جیسا کہ خدا کی پر حکمت کتاب فرماتی ہے عَالِمُ الْغَيْبِ فَلَا يُظْهِرُ عَلَىٰ غَيْبِهِ أَحَدًا إِلَّا مَنِ ارْتَضَىٰ مِن رَّسُولٍ ٭ سو اس کے وجود سے تمام بے برکت اور استخوان پرست قومون کی طرح محرکان ندوہ اور دیگر مسلمان بھی منکر ہین۔ جبکہ یہ حال ہے تو

اب مین ندوہ سے باادب عرض کرتا ہون کہ کیا آپ یورپ مین سید احمد خان والا اسلام پیش کرینگے جس مین خدا کو محض عضو بیکار اور معطل دکھایا گیا ہے۔ وحی سے انکار۔ دعا سے انکار۔ ملائکۃ اللہ سے انکار اور خدا کی پیشگوئیون اور خوارق عادات سے انکار ہے۔ اور قرآن کریم کو ایک روکھی اور پھیکی کتاب ثابت کیا گیا ہے۔ یا کیا آپ اہل حدیث والا اسلام پیش کرین گے جیسا کہ اہلحدیث کے ایک ایڈوکیٹ نے لاہور کے جلسہ اعظم مذاہب مین کہا اور افسوس سے اعتراف کیا کہ اب اسلام مین کوئی ایسا شخص نہین جو کوئی مقتدرانہ نشان دکھا سکے اور خرق عادات امور اس کے ہاتھ پر ظاہر ہون اس طرح اس نے اسلام کو پورا بے برکت اور بے اثر ثابت کیا۔ یا آپ ان سجادہ نشینون اور فقرا اور صوفیون کا اسلام پیش کرین گے جنہون نے باوجود اقرار کرنے ختم نبوت کے ہزارون نبوتین تراش لی ہوئی ہین اور خاتم النبین کی سنت ثابتہ صحیحہ حقہ کو چھوڑ کر لاانتہا بدعات کے بتون کو سجدہ کر رہے ہین۔ پھر مین باادب پوچھتا ہون کہ ازراہ کرم اتنا تو فرمائین کہ وہ کونسا مابہ الامتیاز نور آپ کے پاس ہے جسے لیکر آپ ان خطون مین جائین گے جہان اب تک اسلام کا نور نہین پہونچا اور لوگ شناخت کرلین گے کہ آپ لاریب ایک صادق اور زندہ اور بابرکت مذہب لائے ہین اور یقین کرلین گے کہ ان کے مذاہب اس کے مقابل مردہ اور لاشے ہین۔ کیا آپ حنفی مذہب کی اشاعت کرین گے یا مالکی کی۔ شافعی کی یا حنبلی کی پھر یہ بھی لازم ہوگا کہ ساتھ چشتی مشرب کی تائید ہو یا نقشبندی کی یا قادری کی یا اور دیگر مشربون کی۔ پھر یا سنیون کے یہ مجموعے ساتھ لے جائین گے یا شیعون کے قصص و روایات کے مؤلفات غرض اس قدر اختلافات مین آپ مین کس فرد یا قوم نے کوئی روشن فیصلہ کی راہ تیار کی ہے جسے غیر قومون کے آگے پیش کرین گے۔ اور اگر ندوہ کے پاس ہنوز تاریک اور بے مغز لفظ ہی ہین اور تحیر کے ورطہ مین غوطے کھا رہے تو کیا وہ ایک صادق اور حقیقی رہبر کی آواز سننے کیلئے تیار ہین جو خدا کی طرف سے حکم اور مامور ہو کر ان اختلافات کی نار سے بچاتا اور قرآن کریم کا وہی پہلا حبل متین ہاتھ مین دیتا اور ایک قوم بناتا ہے۔ ندوہ کو معلوم ہوگا کہ آج کل امریکہ مین

ایک شخص جان الگزینڈر ڈوئی نام دعوے کرتا ہے کہ وہ الیاس ہے وہ دوا کا منکر ہے اسکا گمان ہے کہ وہ دعا سے لوگون کو اچھا کرتا ہے وہ اپنے اخبار اور رسائل مین جن کے بہت سے نمبر ہمارے پاس موجود ہین ہزارون آدمیون کی شہادتین درج کرتا ہے جو اس کے زعم مین اس کی دعا کے وسیلہ مختلف بیماریون سے اچھے ہوئے۔ یہ شخص دوسرے عیسائیون کی طرح پورا ظالم مشرک ہے اور مردہ خدا کی الوہیت اور کفارہ کیطرف دعوت کرتا ہے اور اپنے باطل کو زینت دار الفاظ سے سجاتا ہے۔ عجیب بات یہ ہے کہ بیماریان بھی وہ پیش کرتا ہے جو نہائت خفیف اور آسان علاج پذیر ہین اور اپنی دعا کو ان کا چارہ کار ریتا ہے اب کون فیصلہ کرے کہ فلان شخص درحقیقت اس کی دعا سے اچھا ہوا یا یون ہی خودبخود صحت یاب ہو گیا۔ اب اس قوم کے باطل کا ابطال کس ذریعہ سے ہو سکتا ہے اور کونسا مذہب حق ان کے مذہب کے مقابل پیش کیا جا سکتا ہے جس کی نسبت صریح دعوے ہو سکے کہ یہ واقعی مذہب حق ہے اور اس کی سچائی کا یہ معیار اور اس مین اور اس کے غیر مین یہ مابہ الامتیاز ہے اسکا جواب بجز اس کے اور کچھ نہین ہو سکتا کہ مقتدر خدا کا زندہ طریق ثابت کرنے کے لئے ازبس ضروری ہے کہ یہ دکھایا جائے کہ اس کے فیوض اور برکات زندہ اور دائمی ہین اور اس امر کا ثبوت بجز اقتداری اور قاہرانہ پیشگوئیون اور خوارق عادت امور کے اور کچھ نہین٭

کیا ندوہ کے علم مین کوئی ایسا شخص ہے جو یہ دعوے کرتا ہے کہ اسلام زندہ مذہب ہے اسلام کا خدا زندہ۔ اسلام زندہ۔ اسلام کا نبی کریم زندہ۔ اسلام کا مرکز بیت اللہ زندہ۔ اسلام کی بولی عربی زندہ۔ قرآن نے جو معجزات اور خوارق اور پیشگوئیون کا علم بیان کیا ہے اس کا سلسلہ اب تک زندہ ہے اور قیامت تک زندہ رہے گا۔ یہ بات کسی کتاب کے مردہ اور بے برکت اور

٭ آخر غیرت الہٰی نے اس سیاہ دل مشرک کے چارہ کار کے لئے اپنے صادق خلیفہ حضرت مسیح موعود کی دلین جوش ڈالا آپ نے ایک بڑا زبردست اشتہار اسلام کی حقیت اور نصرانیت کے بطلان کے اظہار کیلئے لکھکر اس باطل کے پرستار کو مقابلہ کیلئے بلایا ہے اور لکھا ہے کہ ہم دونو مین سے جو کاذب ہوگا وہ صادق کے سامنے ہلاک ہوگا۔ کیا ندوہ اس حربہ کے سوا کوئی اور حربہ باطل کے مقابل پیش کر سکتا ہے۔

مسوخ و مجذوم ہونے کے نشانون سے ہے کہ اس کے مندرجہ معجزات اور خوارق بطور قصہ اور کتھا کے رہگئے اور اب ان کا نمونہ دنیا مین موجود نہین اور درحقیقت قابل تمسخر اور مضحکہ کے وہ مذہب اور کتاب ہے جو یہ دعوے کرے کہ اس کے برکات پہلے تو تھے مگر پھر بند ہوگئے ہین اور اس وقت نہ تو کوئی موجود ہے اور نہ ایسا شخص کبھی پیدا ہو سکتا ہے جو ان برکات اور انعامات کا حصہ دار ہوا اور دوسرون کو دے سکے اور دشمنان اسلام کو دکھا سکے جو پہلے راستبازون کو دی گیئین۔ افسوس رونے اور دانت پیسنے کا مقام ہے کہ ایک مردہ اور جلد فنا ہو جانے والی اور مسوخ ہو جانے والی کتاب توریت کے اتباع اور فیض تعلیم سے بیسیون راستباز اور منعم علیہم موسے (علیہ السلام) کی مانند ہوئے اور خدا نے ان سب برکات و فیوض کا وارث انہین کیا جو حضرت موسے کو دی تھین مگر خاتم النبیین محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے انفاس قدسیہ اور خاتم الکتب قرآن کریم کی یہ تاثیر اور یہ برکت کہ بدقسمتی سے وہ سارا سلسلہ ہی ختم ہوگیا اس لیئے کہ نبوت پر مہر لگ گئی۔ اور اس طرح وحی کا تار بند ہوگیا پیشگوئیون اور خوارق عادات کا اظہار بند ہوگیا۔ مصالح الہیہ سے شریعت تو تکمیل پاکر ختم اور بند ہو چکی تھی اور ضرور تھا کہ ایسا ہی ہوتا مگر انعامات اور برکات اور فیوض پر کیون مہر لگ گئی اللہ اللہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم خاتم النبیین کیا ہوئے آپ کے ساتھ ہی سارا تانا بانا فیوض و برکات کا ادھڑ گیا۔ اس صورت مین خدا تعالے کے اس قول کے اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَإِنَّا لَهُ لَحٰفِظُوْنَ کیا معنے ہوئے کیا آپ حفاظت سے لفظون کی حفاظت مراد لیتے ہین اور اس سے آگے تجاوز نہین کرتے اگر یہی مراد ہے تو وہ موجود ہے پھر اس کے ہوتے قوم کیون بگڑی اور کیون لفظون کی ذاتی تاثیر نے خود بخود قوم پر وہی اثر نہ کیا جو اسوقت نظر آگیا اور ایک زمانہ اسکا گواہ ہوگیا جبکہ قرآن کے عمل کا نمونہ صاحب کشش وجود موجود تھا۔ ایسا نہین بلکہ حفاظت سے مراد اس کی صورت اور سیرت۔ الفاظ اور معانی اور برکات اور تاثیرات اور فیوض سب کی حفاظت ہے۔ مطلب یہ ہے کہ جس زمانہ مین انسانون کی ایسی حالت ہوگئی کہ بالکل

کی ہستی کا انکار ہو جائے اس کی صفات پر اعتراض ہون اور زمانہ پر فسق اور فجور اور بطلان اور شیطان کا سیاہ سایہ پڑجائے اور تمام صداقتین اور حقایق حقہ استخفاف اور انکار کی نگ سے دیکھے جایئن اور پست ہمت سفیہ دشمن قرآن پر زبان طعن دراز کرین اس وقت ایسا آدمی ضرور مبعوث ہوگا جو باطل کے ہر قسم کے حملہ کو دفع کرے گا اور اسلام کی کھوئی ہوئی عزت کو بحال کرے گا - اور یون اس ذکر کی حفاظت ہوگی - ہان تو مین پوچھتا ہون کہ ندوۃ العلما کوئی ایسا شخص دکھا سکتا ہے جس کو یہ اقتدار بخشا گیا ہو اس لئے کہ حق کا احقاق اور باطل کا ابطال اور غیر خطون اور ملکون مین نور اسلام کا پہونچانا تو ایسے ہی شخص کا کام ہے - خشک لفاظ اور بے برکت ملا مولوی اور مبتدع صوفی کا تو کام نہین جبکہ ندوہ کے علم اور رسائی مین ایسا شخص نہین تو اس نے ان مقاصد کی ترتیب کے وقت کیا سوچا کیا اتنے پر قناعت کرلی کہ شہر بشہر چند خشک اور بے برکت آدمیون کا اکٹھا ہو جانا ہی اس کام کو پورا کردے گا - افسوس ندوہ کی حقیقی مان ایجوکیشنل کانفرنس نے بھی ان تیرہ یا کم وبیش برسون مین بے شمار رزولیوشن پاس کئے اور بیشمار روپیہ برباد کیا مگر اصل مرض کی تشخیص اور حقیقی علاج کی تلاش مین ایک قدم بھی نہ اٹھایا قوم کو بیمار مانا اور مرض یہ قرار دیا کہ انگریزی اعلٰے تعلیم کے نہ ہونے سے یہ مریض ہلاکت کے قریب آگیا ہے اس کا علاج علی گڈھ کا کالج یا ایسے انسٹیٹیوشن کے سوا نہین - اور اس طرف کبھی التفات نہین کیا کہ خدا کو ناراض کرکے - یعنی حجت نیرہ کے ہوتے ہوئے قرآن کریم کے موجود ہوتے فسق فجور کی راہون کو اختیار کرکے اور شریعت حقہ کی پابندی سے منہ پھیر کر قوم کا یہ حال ہوگیا ہے اور ضروری تھا کہ ایسا ہوتا - اس لئے کہ سورہ فاتحہ کے اخیر مین مغضوب علیہم کے لفظ مین اشارہ ہو چکا تھا کہ ضالین یعنی نصاریٰ کے استیلا اور فتنہ کے وقت مسلمانون کی حالت علمی اور عملی اور اخلاقی اور سیاسی بالکل یہود کی حالت کی مانند ہو جائیگی چنانچہ خدا کے زندہ کلام کی یہ پیشگوئی صاف طور پہ پوری ہوگئی اور اب کون کہہ سکتا ہے کہ قوم کے ادبار اور نکبت کی حالت ہر رنگ مین مضروب الذلت قوم یہود کی مانند نہین غرضیکہ دہریت

اور بالکل رو بدنیا اور آسمان سے قطعاً منقطع قوموں کی طرح محمدن (اس بے ادبی اور گستاخی سے خدا کی پناہ) ایجوکیشنل کانفرنس علی گڑھ نے قوم کی تباہی کے محض زمینی اور مادی اسباب قرار دیئے اور مسٹر گلیڈسٹون کی طرح معمولی اور ظاہری علت پر سر جھکا دیا۔ اگر میرے اس بیان میں اعتدا ہے تو مجھ سے زیادہ شکر گذار نہ ہوگا کہ جناب سید مہدی علی صاحب خدا کے حضور میں کھڑا ہونیکے ہول کو مدنظر رکھکر حقیقت حقہ کے منہ سے نقاب کھولیں اور بالبداہت اسے ذہن میں رکھ لیں کہ ہم ان کے اجلاسوں کے مختلف پریذیڈنٹوں اور بہت سے محرکوں اور مویدوں کے حال و قال سے ناواقف نہیں۔ سوال یہ ہے کہ آیا یہ لوگ اپنے تقوے و طہارت اور اتباع اور رعایت حقوالله و حقوق العباد کے لحاظ سے وہ لوگ ہیں جو قوم کے شیرازہ کے لئے ناقابل نقض تاگا بن سکتے ہیں اور یہی لوگ اس زمانہ میں صحابہ کا بروز ہیں؟ میں یقین کرتا ہوں کہ میں نے مختصراً بیان کر دیا ہے کہ جب تک قوم کو ابراہیمی قبلہ کیطرف متفق کر کے متوجہ نہ کیا جائے اور سب سے پہلے یہ کام کیا جائے تب تک کچھ نہ ہوگا اور میں نے دکھا دیا ہے کہ پہلے جب یہ قوم بنی تھی تو کن ذرائع اور اسباب سے بنی تھی اور اس کی اصلاح کے لئے کیا قانون بنایا گیا اور کیسا با برکت اور زندہ نمونہ اس قوم کے سامنے پیش ہوا اور اس متقن اور ہادی کو کیا صفات اور خصائص دیے گئے تھے جنسے قوم میں سچی اور لانظیر اطاعت کا مادہ پیدا ہوا۔ اگرچہ ان میں ہر ایک بات طبعاً تفصیل اور بسط چاہتی تھی مگر مجھے مصلحت نے اختصار اور اجمال پر مجبور کیا۔ میں یقین کرتا ہوں کہ اسکے بعد ضرور یہ نتیجہ پیدا ہوتا ہے کہ کارکنوں پر ایک مایوسی کا عالم طاری ہو سکتا ہے کہ اب کیا کیا جاوے اور قوم کی اصلاح کے لئے ان صفات کا آدمی کہاں سے لایا جاوے۔ لہذا میں زیادہ دیر تک اس دلکش آمیز بیان کو معرض تحریر میں لانا نہیں چاہتا اور معاً سنا دینا چاہتا ہوں کہ خدا تعالے نے اپنے وعدہ کے موافق منہاج نبوت پر ایک سلسلہ قائم کر دیا ہے یا صاف لفظوں میں یوں کہا جائے کہ جیسا کہ زندہ خدا کی زندہ کتاب قرآن حکیم نے سورۂ جمعہ میں فرمایا تھا وَآخَرِينَ مِنْهُمْ لَمَّا يَلْحَقُوا بِهِمْ یعنی وہ رسول پاک جو امیوں میں مبعوث ہوا اور ان کا مزکی کیا

اور کتاب اور حکمت انہین سکھائی وہ ایک اور قوم کا بھی ویسا ہی معلم اور مزکی ہوگا جو ہنوز صحابہ مین شامل نہین اور اس غرض کے ملئے اس کی بعثت ثانی ہوگی۔ اب اس وعدہ کے موافق آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم دوبارہ دنیا مین تشریف لائے ہین یا یون کہو کہ حضرت غلام احمد قادیانی کے بروز مین جلوہ گر ہوئے ہین یا یون سمجھو کہ خداوند علیم حکیم نے حضرت غلام احمد قادیانی کو وہی خو بو وہی برکات وہی انعامات اور وہی معجزات دیکر مبعوث فرمایا ہے از بسکہ زمانہ بگاڑ اور فساد مین اپنی اسی پہلی حالت پر آگیا بلکہ زیادہ فساد کی طرف جھک گیا تھا اور اسی تعلیم کی اسی قوت قدسی کی۔ ان ہی فیوض و برکات کی۔ ان ہی معجزات اور خوارق عادات کی اور مقتدرانہ پیشگوئیون کی ضرورت تھی اس لئے غیور خدا نے اس پاک اصل کے سچے ظل اور خلیفہ کو جو اسکی اتباع اور اسکے نام مین فانی ہو چکا ہوا ہے اور اپنا کچھ نہین رکھتا اور اس کی تعزیت اور توقیر اور تبجیل مین رات دن کوشش کرتا ہے وہ ساری قدرتین اور طاقتین دیکر دنیا مین بھیجا تاکہ از سرنو خدا کی حمد سے دنیا بھر جائے اور زہریلے سانپ کی کچلیان نکال ڈالی جائین۔ سب سے پہلے اس شخص نے اور اسی نے یہ اصطلاح نکالی کہ جیسا خدا تعالے زندہ اور قیوم ہے قرآن کریم بھی زندہ رسول ہے۔ یعنی اسلام مین اور دیگر باطل مذاہب مین بڑا بین مابہ الامتیاز یہی ہے کہ جن قدرتون اور طاقتون اور معجزہ نمائیون کا دعوے کسی زمانہ مین ان مذہبون نے کیا تھا اور اب وہ بے دست و پا اور بے برکت اور مردہ ہوگئے ہین قرآن کریم کا حال ان کے خلاف ہے۔ اس مین یہ برکت اور تاثیر اور روح حیات ہے کہ جن کمالات اور اقتدارات کا دعوے اس کے برکات کی وساطت سے ایک زمانہ مین آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے کیا تھا وہ تاثیرین اور برکات اور فیوض اور نشانات ابتک موجود ہین اور وہ قرآن کے سچے متبع کے ہاتھ پر ظاہر ہوتے ہین اسلئے کہ اگر نعوذ باللہ یہ بات نہو تو پھر اس مین اور دوسری مردہ کتابون مین کوئی فرق نہ ہوگا یہ پہلا شخص ہے جس نے خدا کی اور تمام نبیون کی اور نبیونکی خصوصیات کی یعنی وحی کی مکاشفہ کی۔ رویا صالحہ کی۔ استجابت دعا کی۔ اور پیشگوئیون کی کھوئی ہوئی عظمت اور عزت بحال کی۔ اور

قرآن کی جبروت کا سکہ دنیا مین بٹھادیا اور سارے جہان مین ہزارون اشتہار دیئے کہ اسوقت زندہ مذہب صرف اسلام ہے
اور اس دعوے کے ثبوت مین وہ باذن اللہ تمام وہ برکات اور انعامات اور فیوض دکھا سکتا ہے جو گذشتہ راستبازونکو دیئے گئے
اور اب بجز اسلام کے اور کسی مذہب مین ان کا نام ونشان نہین - یہ پہلا شخص ہے جس نے عیسائی مذہب اور دوسرے
ایسے باطل طریقونکے استیصال کیلئے یہ حربہ نکالا کہ زندہ اور سچی اور خدا کی کتاب کا یہ نشان ہے کہ وہ دعوے بھی آپ ہی
کرے اور اس دعوے پر دلیل بھی اپنے اندر سے دے - اسی سے انجیل کی - وید کی اور تمام ایسی مردہ کتابون کی عزت کی جڑ کٹ
گئی - یہ پہلا شخص ہے جس نے اسوقت کی ساری قومون پر نصرانیون پر - آریون پر - برہموون پر - نیچریون پر خدا تعالے کی حجت
ملزمہ پوری کی - یہ پہلا شخص ہے جسنے اپنی بیعت مین یہ عظیم الشان فقرہ رکھا جو اسکے ہر ایک پیرو کو اقرار بیعت کیوقت منہ سے
نکالنا اور اسپر عمل کرنا ضروری ہوتا ہے کہ مین دین کو دنیا پر مقدم رکھونگا - جسطرح خدا نے قرآن کریم مین دو باتین رکھی تھین
جنکے ذریعہ سے وہ بابرکت اور ابدی کتاب ٹھہری یعنی عجیب تعلیم و تعلیم کی حفاظت کیلئے اقتداری پیشگوئیان - وہی انعام اور
برکت کا خلعت اسے پہنایا گیا جبکہ تعلیم مین یہ دعوے تھا کہ اسپر چلنے سے خدا خوش ہوتا ہے اور اسکے پیروونکو اس جہان کی اور
آیندہ کی خوشحالی ملتی ہے اور اسکے خلاف کرنے یا انکار سے خدا کا غضب نازل ہوگا اور راستی کے دشمن تباہ ہو جائینگے اور وہان دوسرے
عالم مین دوزخمین جلین گے - اس لحاظ سے ضروری تھا کہ وہ انذار و تبشیر کے وعدے اس جہان مین بھی پورے ہوتے اور یون آخرت
کے عالم اور اسکے ایلام اور انعام کے ثبوت کیلئے بطور توطیہ اور تمہید کے ٹھہر جاتے - لاجرم خدا کے مبشر وعدونکے مطابق گمنام اور
ریگستان کے رہنے والے کسرے اور قیصر کے خزائن اور ممالک اور انکے سونے کے کنگنون اور مصر و شام کے حور و قصور اور
انہار اور غلمان کے مالک اور وارث ہوئے اسلئے کہ اس تمہید اور مقدمہ سے مہر لگ جائے اس دوسرے عالم کے مواعید صادقہ
پر اور آپکے اعدا تباہ ہو گئے اور اس دنیا کی نار یعنی جنگ کا ہیزم خشک بنگئے اسلئے کہ سچے ثابت ہو جائین اس عالم کے تمام خوفناک
وعید - اگر یہ دو باتین نہ ہوتین تو غیب الغیب خدا کی صفات یعنی اس کی قدرتون اور ارادون پر ایمان اور اس دوسرے دار الجزا اور
عالم اور اسکے حالات اور کیفیات پر یقین کبھی پیدا نہ ہوتا - توریت اور انجیل اور وید اور دوسری مردہ کتابون مین یہی نقص تھا
اور انہی دو باتون کی کمی تھی جسکی وجہ سے یہود قیامت کے منکر ہو گئے اور آخر پچھلی دو قومین بھی جیسی اصل مین ایک تھین عمداً اور
دوسرے جہان کو پس پشت ڈالنے مین بھی ایک ہو گئین اسی طرح اور اسی رنگ مین قرآن کی عزت کیلئے اسلام کی سچائی کو اس جہان کے
دیدہ و دانا منکرون پر ظاہر کرنے کیلئے خدا تعالے نے محمد احمد صلے اللہ علیہ وسلم کے حقیقی بروز احمد قادیانی کے ہاتھ پر نشان ظاہر کئے چونکہ دو
قومین اسوقت سخت حملہ اور مخالفانہ رو اسلام پر کرتی اور پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم اور قرآن کی دلکو لیکیا دینے والی توہین کرتی تھین

اور خدا اور اسکے سچے وعدون اور وعیدون سے نہین انکار رہتا ان پر قیامت تک حجت پوری کرنیکے لئے بعد اتمام حجت کے یعنی اسلام کی تعلیم حق اور عجیب کو پیش کرنیکے بعد انکے دو فردون یا ظلم اور شرک کے پرستارونکی نسبت موت کی پیشگوئی کی اور آخر خدا کے قہر کی بجلی نے آتھم اور لیکھرام کے خرمن ہستی کو جلا کر اس ہمارے زمانہ مین اسلام اور بانی اسلام کی صداقت اور حقیت پر ویسی مہر لگادی جیسے کہ اس خیر القرون مین بدر کی پیشگوئی کے پورا ہونیسے لگی اور اسطرح ثابت ہوگیا کہ قرآن کریم کی تعمیل کے اقرار اور انکار مین وہی پہلے کی زندہ اور قاہرانہ تاثیر اور برکت موجود ہے اسبات نے ایک عالم کو دکھا دیا کہ اسوقت ایک شخص ہی جو دشمنونکے مقابل اسلام کی عزت کو قائم رکھسکتا ہے + غرض جو مقاصد اور اغراض ندوۃ العلما نے اپنے اعلان مین لکھے ہین اور الفاظ مین انکے پورا ہونیکے لئے تڑپ اور گدازش ظاہر کی ہی اور دردناک الفاظ مین ظاہر کیا ہی کہ اسلام کی جڑ کھوکھلی ہوگئی ہی اب حضرت غلام احمد قادیانی کے ذریعہ سے انکے پورا ہونیکی سبیل خدا تعالے نے نکالی ہے۔ حضرت مرزا غلام احمد قادیانی کو خدا نے اندرونی اصلاح کیلئے مہدی موعود یعنی آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے کمالات بطور ظل کے دیکر بھیجا ہے اور بیرونی حملونکے دفاع اور ان کے مفاسد کی اصلاح کیلئے زمانہ موجودہ کی اقتضا کے موافق آپکا نام مسیح موعود رکھا ہی اب آپکے وجود پاک مین وہ امام مفترض الطاعۃ موجود ہوگیا ہی جسکے علم کے نیچے متفرق اور منتشر فرقے اکٹھے ہوکر دنیوی اور دینی ترقی کرسکتے ہین۔ اس امین اور مامون پریزیڈنٹ کی صدارت کے نیچے کسی ممبر کی جرأت نہین کہ اختلاف اور نزاع کی آگ کو بھڑکا سکے۔ دنیا کو ایک ایسے عظیم انجمن کی ضرورت تھی جو مختلف گاڑیون کو کھینچ سکتا سو اب وہ آسمان سے نازل ہوگیا ہے اب تمام برکات اور انعامات قوم کو اسیکے ذریعہ حاصل ہوسکتے ہین اور وہ تمام روکین اور موانع دور ہوسکتے ہین جو قوم کی ترقی روحانی اور جسمانی کی راہ مین ہین + ندوۃ العلما اور دیگر انجمنونکا فرض ہے کہ اس نادر انسان کی آواز پر کان لگائین بے التفاتی اور اعراض کرنیسے وہ خدا کے نزدیک سخت ملزم ہونگے۔ ایک لاکھ تک اس سلسلہ کے خدام کی نوبت پہونچگئی ہی اور بہت سی کتابین عربی مین فارسی مین اردو مین انگریزی مین اور لاکھون اشتہار اسکی تائید مین شائع ہوئے ہین۔ قوم کے لیڈرون پر فرض ہی کہ حضرت مرزا غلام احمد مسیح موعود و مہدی مسعود کے دعاوی اور دلائل مین غور کرین اور پھر یا تو تائید کرین اور اس پاک سلسلہ مین داخل ہوکر قوم کی ترقی کی فکر کرین یا اسکے استیصال کیلئے زور لگائین اسلئے کہ اسلام کے ہزارون فرد دن بدن اس مین داخل ہوتے جاتے ہین اور اس سلسلہ کا دعوےٰ ہے کہ بدون اسکے نہ اس جہان کی فلاح ہی اور نہ اس عالم مین نجات ہی اور یون ان دعاوی سے یہ سلسلہ دوسرے سلسلونکی راہ مین سخت ٹھوکر اور روک ہو رہا ہے۔ اسکی تائید یا تردید سے اعراض اور تغافل کرنا مروّت سے بعید ہی۔ خدا کرے کہ ندوہ اور دیگر انجمنین اسطرف توجہ کرین اور اہل المومنین بنکر دوسرے لوگونکے لئے بلکہ سارے جہان کیلئے سنت حسنہ کی بنیاد ڈالنے والے ہون آمین +

عاجز عبد الکریم

ریویو آف ریلیجنز

یہ عجیب و غریب ماہواری مذہبی رسالہ قادیان ضلع گورداسپور سے ہر مہینہ کی بیس تاریخ کو نکلتا ہی اسکے مضامین جو تمام مذاہب باطلہ کی تردید اور اصول حقہ اسلام کی تائید مین ہوتے ہین عموماً حضرت اقدس میرزا غلام احمد صاحب قادیانی مسیح موعود و مہدی مسعود کی قلم سے نکلتی ہین۔ عیسائیون آریون برہموؤن فلسفیون وغیرہ کے ہر ایک اعتراض کا جو وہ مذہب اسلام پر کرتے ہین جواب دیتا ہے۔ اس رسالے کو یہ فخر بھی حاصل ہے کہ زبان انگریزی مین دنیا کے سامنے انگلستان امریکہ وغیرہ مین جاتا ہے اور اسلئے اسکی مضامین مخصوصاً اس قسم کے ہوتے ہین جنسے اسلام کا چمکتا ہوا چہرہ نظر آوے اور اسکا رعب لوگون پر قایم ہو۔ اور اسکی متعلق ہر ایک قسم کے شکوک و شبہات دور کیے جاوین۔

قیمت { انگریزی رسالہ سالانہ مع محصولڈاک ؏ نمونے کا پرچہ ۸ ؍
اردو رسالہ معمولی کاغذ ... ؏ ولایتی کاغذ ... للعہ } وہ ؍ و ۶ ؍ پر

علی الترتیب ملتا ہی بغیر وصولی قیمت کے رسالہ کسی صاحب کے نام جاری نہین ہو سکتا۔ جو صاحب منی آرڈر کے ذریعہ قیمت ارسال نہ فرماوین انکو چاہیے کہ اپنی درخواست کے ساتھ اطلاع بھیجدین کہ پہلا پرچہ بذریعہ وی پی بھیجا جاوے۔

(۲) یہ رسالہ تجارتی اشتہارات کے لئے بھی کہلا ہی بشرطیکہ وہ ہر ایک قسم کے فحش سے اور مبالغہ سے پاک ہون۔ اُجرت اشتہارات کا نقشہ حسب ذیل ہے۔

	پورا صفحہ	نصف صفحہ	چوتھائی صفحہ
سالانہ	للعہ	؏عہ	؏عہ
ششماہی	؏عہ	؏عہ	عہ
سہ ماہی	؏عہ	عہ	۸عہ
ایک بار	؎	للعہ	؎

نوٹ۔ یہ رسالہ اخبار الحکم (جو مہینے مین چار بار قادیان سے نکلتا ہی) سے ایک بالکل الگ اور نرالی طرز کا رسالہ ہے جس مین

خریداران رسالہ کے نام ضروری اطلاع

۱۔ خریداران کو خط و کتابت مین اور ترسیل زر کے وقت نمبر کا ضرور حوالہ دینا چاہیئے۔ اس سے پہلے بھی اس امر کی اطلاع دیجاچکی ہے لیکن اسکی طرف کافی توجہ نہین کیگئی۔ اس رسالہ کے خریدارون کے ہاتھ مین پہونچنے کے بعد جو صاحب اس قاعدہ کی پابندی کو مدنظر نہ رکھین گے انکی عدم تعمیل کی شکایت بیجا نہ ہوگی۔

۲۔ جن اصحاب کو وقت پر رسالہ نہ پہونچے انکو فی الفور دفتر مین اس امر کی اطلاع دینی چاہیئے۔ بعض صاحب کئی کئی ماہ بعد پچھلے نمبر طلب کرتے ہیں جس کی تعمیل دفتر مین بعض وقت مشکل ہوجاتی ہے۔

محمد علی
منیجر رسالہ

میرے پاس ایک سرمہ ہے جو ہر ایک قسم کی چشم امراض کے لئے تاثیر اکسیر کا حکم رکھتا ہے آباو اجداد سے یہ سرمہ استعمال میں ہے [illegible]

آؤ لوگو کہ یہیں نور خدا پاؤ گے ✢ لو تمہیں طور تسلی کا بتایا ہم نے

ریویو آف ریلیجنز

یعنی

دنیا کے مذاہب پر نظر

جلد اول — ستمبر ۱۹۰۲ء — نمبر ۹

فہرست مضامین

انجمن اشاعت اسلام قادیان نے انوار احمدیہ پریس قادیان دارالامان میں باہتمام شیخ یعقوب علی تراب احمدی مالک مطبع چھپوا کر ۲۰ نومبر ۱۹۰۲ء کو شایع کیا۔

رسالہ ہذا کے متعلق ایک نئی تجویز

ابتدا مین جب انگریزی کیساتھ اردو رسالہ شایع کرنیکی تجویز ہوئی تھی تو بعض امور کو مدنظر رکھکر مجلس منتظمہ نے یہ فیصلہ کیا تھا کہ اردو رسالہ انگریزی سے دو ماہ بعد نکلا کرے چنانچہ اسی تجویز کیمطابق پہلا نمبر جو جنوری سنہ ۱۹۰۲ء مین نکلنا چاہئے تھا مارچ سنہ ۱۹۰۲ء مین شایع ہوا لیکن تجربہ سے یہ معلوم ہوا ہے کہ یہ توقف اردو رسالہ کے مفید بنانے مین ایک بڑی روک ہے۔ اور اردو خوان احباب کو مضامین بجائے تازہ بتازہ ملنے کے بالکل باسی ہو کر ملتے ہین اسلئے مجلس منتظمہ نے یہ فیصلہ کیا ہے کہ نئے سال کی ابتدا سے اردو اور انگریزی کے نمبر اکٹھے شایع ہوا کرین ہم امید کرتے ہین کہ خریداران میگزین اس تجویز کو بہت پسند کرین گے۔ اور ایک اور فایدہ انگریزی اور اردو کے نمبرون کے اکٹھا کرنیمین یہ ہوگا کہ جو صاحب چاہین گر وہ اردو سے انگریزی اور انگریزی سے اردو ترجمہ مین اس سے فایدہ اٹھا سکینگے + اس تجویز کیمطابق ضروری ہے کہ جنوری سنہ ۱۹۰۳ء کے نمبر کیساتھ نومبر سنہ ۱۹۰۲ء اور دسمبر سنہ ۱۹۰۲ء کا نمبر بھی شایع ہو جاوے اسلئے خریداران رسالہ کیخدمت مین اطلاعًا التماس ہے کہ سنہ ۱۹۰۲ء کا چندہ دسمبر کے پرچے کے ساتھ ختم ہو جائیگا اور جنوری سنہ ۱۹۰۳ء کا پرچہ نئے سال کے چندے مین محسوب ہوگا +

محمد علی عفی عنہ منیجر رسالہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم

ڈوئی کی اس پیشگوئی کا جواب جو اس نے تمام مسلمانوں کی ہلاکت کیلئے کی ہے

ہر ایک کو جو حق کا طالب ہے معلوم ہو کہ یہ قدیم سے سنت اللہ ہے کہ جب زمین پر بدعقیدگی اور بداعمالی پھیل جاتی ہے اور لوگ اس سچے خدا کو چھوڑ دیتے ہین جو آدم پر ظاہر ہوا اور پھر شیث پر اور پھر نوح پر اور ایسا ہی ابراہیم پر اور اسماعیل پر اور اسحاق پر اور یعقوب پر اور یوسف پر اور موسے پر اور آخر مین جناب سیدالرسل محمد مصطفے صلے اللہ علیہ وسلم پر تو ایسے زمانہ مین جبکہ شرک اور ناپاکی اور بدکاری اور دنیا پرستی اور غافلانہ زندگی سے زمین ناپاک ہو جاتی ہے خداتعالی کسی بندہ کو مامور کرکے اور اپنی طرف سے اس مین روح پھونک کر دنیا کی اصلاح کے لیئے بھیجدیتا ہے اور اس کو اپنی عقل مین سے عقل بخشتا ہے اور اپنی طاقت مین سے طاقت اور اپنے علم مین سے علم عطا کرتا ہے اور خدا کی طرف سے ہونے کا اس مین یہ نشان ہوتا ہے کہ دنیا اس کا مقابلہ نہین کر سکتی اگر معارف حقایق کے رو سے کوئی شخص اس کے مقابل پر آوے تو وہی حقائق اور معارف مین غالب آتا ہے اور اگر اعجازی نشانون کا مقابلہ ہو تو غلبہ اسی کو ہوتا ہے اور اگر کوئی اس طور سے اس کے ساتھ بالمقابل یا بطور خود مباہلہ کرے کہ جو شخص ہم دونون مین سے جھوٹا ہے وہ پہلے مرجائے تو ضرور اس کا دشمن پہلے مرتا ہے اب اس زمانہ مین جب خدا نے دیکھا کہ زمین بگڑ گئی اور کروڑہا مخلوقات نے شرک کی راہ اختیار کرلی اور چالیس کروڑ سے بھی زیادہ ایسے لوگ دنیا مین پیدا ہوگئے کہ ایک عاجز انسان مریم کے بیٹے کو خدا بنا رہے ہین اور ساتھ ہی شراب خواری اور بیقیدی اور دنیا پرستی اور غافلانہ زندگی انتہا تک پہونچ گئی تو خداتعالے نے مجھے اس کام کے لئے مامور کیا کہ تا مین ان خرابیون کی اصلاح کرون سو اب تک میرے ہاتھ پر ایک لاکھ کے قریب انسان بدی سے اور بدعقیدگی اور بداعمالی سے

توبہ کر چکا ہے اور ڈیڑھ سو سے زیادہ نشان ظاہر ہو چکا ہے جس کے اس ملک میں کئی لاکھ انسان گواہ ہیں اور
مین بھیجا گیا ہون کہ تا زمین پر دوبارہ توحید کو قائم کرون اور انسان پرستی یا سنگ پرستی سے لوگون کو
نجات دیکر خدائے واحد لاشریک کی طرف ان کو رجوع دلاؤن اور اندرونی پاکیزگی اور راستبازی کیطرف
ان کو توجہ دون چنانچہ مین دیکھتا ہون کہ لوگون مین ایک تحریک پیدا ہو گئی ہے اور ہزارہا لوگ میرے
ہاتھ پر توبہ کرتے جاتے ہین اور آسمان سے ہوا بھی ایسی چل رہی ہے کہ اب توحید کے موافق طبیعتین ہوتی
جاتی ہین اور صریح معلوم ہوتا ہے کہ اب خدا تعالےٰ کا یہ ارادہ ہے کہ انسان پرستی کو دنیا سے معدوم کردے
اس ارادہ کے پورا کرنے کے لئے صدہا اسباب پیدا کئے گئے ہین افسوس کہ مخلوق پرست لوگ جن سے
مراد میری اس جگہ وہ عیسائی ہین جو مریم کے صاحبزادہ کو خدا جانتے ہین ابھی اپنے مشرکانہ مذہب کی اس
ترقی پر خوش نہین ہوئے جو اب تک ہو گئی ہے بلکہ وہ چاہتے ہین کہ تمام دنیا حقیقی خدا کو چھوڑ کر اس ضعیف
اور عاجز انسان کو خدا کرکے مانے جس کو ذلیل یہودیون نے پکڑ کر صلیب پر کھینچا تھا اس خواہش کا بجز
اس کے اور کوئی سبب نہین کہ مخلوق پرستی کی عادت نہایت بد عادت ہے جس مین گرفتار ہو کر پھر انسان
دیکھتا ہوا اندھا ہو جاتا ہے مگر پادریون کی اس قدر دلیری بہت ہی قابل تعجب ہے کہ وہ نہین چاہتے کہ روے
پر ایک بھی ایسا شخص رہے کہ وہ اس اصلی خدا کو ماننے والا ہو جو ابن مریم اور اس کی ماں کے پیدا ہونے
سے بھی پہلے ہی موجود تھا بلکہ وہ چاہتے ہین کہ کل دنیا اور کل نوع انسان جو آسمان کے نیچے ہے ابن مریم
کو ہی خدا سمجھ لے اور اسی کو اپنا معبود اور خالق اور خداوند اور منجی مان لے اور مین دیکھتا ہون کہ ان کے ارادون
کے مقابل پر خدائے ذوالجلال نے بہت صبر کیا ہے اس کی عزت ایک عاجز بندہ کو دی گئی اس کے جلال کو
خاک مین ملایا گیا مگر اس نے اب تک صبر کیا کیونکہ جیسا کہ وہ غیور ہے ویسا ہی وہ صابر بھی ہے ان ظالم
مخلوق پرستون نے تمام خدائی صفات یسوع ابن مریم کو دیدیئے اب ان کی نظر مین جو کچھ ہے یسوع ہے
اس کے سوا کوئی خدا نہین۔ اب سچے خدا کی مثال یہ ہے کہ ایک امیر نے اپنے عزیزون کے لیئے ایک نہایت
عمدہ گھر بنایا اور اس کے ایک حصہ مین ایک بستان سرائے تیار کیا جس مین طرح طرح کے پھول اور پھل اور
سایہ دار درخت تھے اور اس گھر کے ایک حصہ مین اپنے ان عزیزون کو رکھا اور ایک حصہ مین اپنا مال و
حشمت اور قیمتی اسباب مقفل کیا اور ایک حصہ بطور سرائے کے مسافرون کے لئے چھوڑا لیکن جب مالک
چند روز کے لئے سیر کو گیا تو ایک شوخ دیدہ اجنبی نے اس کے اس گھر پر جو بطور سرائے کے تھا دخل اور

تصرف کر لیا اور تمام گھر بجز چند حجرون کے جس مین اس مالک کے عزیز تھے یا جن مین اس مالک کا قیمتی اسباب مقفل تھا خود بخود استعمال مین لانے لگا اور اس سرائے کو اپنا گھر بنا لیا اور پھر اسی پر کفایت نہ کی بلکہ اس گھر سے اس مالک کے عزیزون کو نکالدیا اور مقفل مکانون کے قفل توڑ دیئے اور تمام اسباب پر اپنا قبضہ کر لیا اب مالک جو صرف اس گھر کا مالک نہین بلکہ اس ملک کا بادشاہ بھی ہے جب اس شہر مین آئے گا اور اس ظلم اور شوخی کو دیکھے گا تو کیا کرے گا اس کا یہی جواب ہے کہ جو کچھ مقتضا اس کی سلطنت اور غیرت اور جبروت کا ہے سب کچھ عمل مین لائے گا اور اس گھر کو اس ظالم سے خالی کرا کر پھر اپنے مظلوم عزیزون کو اس مین داخل کرے گا اور وہ تمام مال جو غصب کیا گیا ان کو دے گا اور وہ مسافرخانہ بھی انہین کو عطا کریگا تا آیندہ ان کی مرضی کے برخلاف کوئی اس مین زیادہ ٹھہر نسکے۔ اسی طرح اب وہ زمانہ آگیا ہے کہ تمام مذہبی جھگڑون کا فیصلہ کر دیوے۔ انسانون مین بہت سی لڑائیان ہوئین بہت سے جنگ ہوئے لیکن ان کے جنگون یا جہادون سے یہ جھگڑا فیصلہ نہ ہو سکا آخر ان کی تلوارین ٹوٹ کر رہ گئین اس سے انسانون کو یہ سبق ملا کہ مذہبی جھگڑون کا تلوار فیصلہ نہین کر سکتی لیکن ہم جانتے ہین کہ اب آسمانی فیصلہ نزدیک ہے کیونکہ خدائے غیور کی زمین پر نہایت تحقیر ہو رہی ہے ہر ایک عیسائی مشنری یہ جوش اپنے دل مین رکھتا ہے کہ وہ خدا جس کی نسبت توریت مین ابتک صحیح تعلیم موجود ہے اس کو بالکل معطل کر کے ابن مریم کو اس کا تخت دیا جائے اور دنیا مین ایک بھی اس خدا کا نام لیوا نہ ہو اور ہر ایک قوم کے منہ سے اور ہر ایک ملک سے یہی آواز نکلے کہ یسوع مسیح خدا اور رب العالمین اور خداوندون کا خداوند ہے اور یہ صرف آرزو نہین بلکہ یسوع کو خدا بنانے کے لیے جس قدر روپیہ صرف کیا گیا ہے جس قدر کتابین لکھی گئی ہین جس قدر ہر ایک تدبیر کی گئی دنیا کی ابتدا سے آج تک اس کی نظیر موجود نہین اور افسوس کہ ایک مدت سے مسلمانون کی یہ عادت ہے کہ معقول اور سیدھے طور پر اس مذہب کا مقابلہ نہین کرتے بلکہ اگر خاص مجمعون مین کبھی یہ ذکر آتا ہے تو بڑا ذریعہ اپنی ترقی کا جہاد کو ٹھہراتے ہین اور ایک ایسے زمانہ کے منتظر ہین کہ گویا اس وقت ان کا کوئی مہدی اور مسیح تلوار سے تمام قومون کو نابود کر دے گا گویا وہ اعتراض جو نادانون نے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی تلوار پر کیا تھا اس کا جواب بھی آخر کار تلوار ہی ہوگا میری دانست مین یہی سبب مسلمانون کے تنزل کا ہے کہ انسانی رحم کی قوت ان کے دلون سے بہت گھٹ گئی ہے مین ہر ایک مسلمان کو ایسا نہین سمجھتا لیکن مین اس سے انکار نہین کر سکتا کہ کروڑہا انسان ابھی ان مین ایسے موجود ہین کہ

بنی نوع کے خون کے پیاسے ہین مجھے تعجب ہے کہ کیا وہ پسند کرتے ہین کہ ان کو کوئی قتل کر دے اور ان کے یتیم بچے اور ان کی بیوہ عورتین بیکسی کی حالت مین رہ جائین پھر وہ دوسرون کی نسبت ایسا کرنا کیون روا رکھتے ہین مجھے یقین ہے کہ اگر یہ مرض مسلمانون کے لاحق حال نہ ہوتی تو وہ تمام یورپ کے دلون کو فتح کر لیتے ہر ایک پاک کانشنس گواہی دیسکتا ہے کہ عیسائی مذہب کچھ بھی چیز نہین انسان کو خدا بنا دینا کسی عقلمند کا کام نہین یسوع مسیح مین اور انسانون کی نسبت ایک ذرہ خصوصیت نہین بلکہ بعض انسان اس سے بہت بڑھکر گذرے ہین اور اب بھی یہ عاجز اسی لیئے بھیجا گیا ہے کہ تا خدائے قادر لوگون کو دکھلاوے کہ اسکا فضل اس عاجز پر اس مسیح سے بڑھکر ہے اور پھر یہ غلطیان کہ گویا یسوع مسیح اب تک زندہ ہے اور گویا وہ آسمان پر ہے اور گویا وہ سچ مچ مردے زندہ کیا کرتا تھا اور اس کے مرنے پر یروشلم کے تمام مردے جو آدم کے وقت سے لیکر مسیح کے وقت تک مر چکے تھے زندہ ہوکر شہر مین آ گئے تھے یہ سب جھوٹی کہانیان ہین جیسا کہ ہندوؤن کے پورانون مین ہین اور سچ صرف اس قدر ہے کہ اس نے بھی بعض معجزات دکھلائے جیسا کہ نبی دکھلاتے تھے اور جیسا کہ اب خدا تعالےٰ اس عاجز کے ہاتھ پر دکھلا رہا ہے مگر مسیح کے کام تھوڑے تھے اور جھوٹے ان مین بہت ملا یا گیا یہ کس قدر قابل شرم جھوٹ ہے کہ وہ زندہ ہوکر آسمان پر چڑھ گیا مگر اصل حقیقت صرف اس قدر ہے کہ وہ صلیب پر مرا نہین واقعات صاف گواہی دیتے ہین کہ مرنے کی کوئی بھی صورت نہین تھی تین گھنٹہ کے اندر صلیب پر سے اتار ا گیا- شدت درد سے بیہوش ہو گیا خدا کو منظور تھا کہ اس کو یہودیون کے ہاتھ سے نجات دے اس لیئے اس وقت بباعث کسوف خسوف سخت اندھیرا ہو گیا یہودی ڈر کر اس کو چھوڑ گئے اور یوسف نام ایک پوشیدہ مرید کے وہ حوالہ کیا گیا اور دو تین روز ایک کوٹھے مین جو قبر کے نام سے مشہور کیا گیا رکھکر آخر افاقہ ہونے پر ملک سے نکلگیا اور نہایت مضبوط دلائل سے ثابت ہو گیا ہے کہ پھر وہ سیر کرتا ہوا کشمیر مین آیا باقی حصہ عمر کا کشمیر مین بسر کیا سری نگر محلہ خان یار مین اس کی قبر ہے افسوس خواہ نخواہ افترا کے طور پر آسمان پر چڑھایا گیا اور آخر قبر کشمیر مین ثابت ہوئی اس بات کے ایک دو گواہ نہین بلکہ بیس ہزار سے زیادہ گواہ ہین +

اس قبر کے بارے مین ہم نے بڑی تحقیق سے ایک کتاب لکھی ہے جو عنقریب شایع کی جائے گی مجھے اس قوم کے مشنریون پر بڑا ہی افسوس آتا ہے جنہون نے فلسفہ طبعی ہیئت سب پڑھکر ڈبو دیا ہے اور خواہ نخواہ ایک عاجز انسان کو پیش کرتے ہین کہ اس کو خدا مان لو چنانچہ حال مین ملک امریکہ مین یسوع مسیح کا

ایک رسول پیدا ہوا ہے جس کا نام ڈوئی ہے اس کا دعوے ہے کہ یسوع مسیح نے بحیثیت خدائی دنیا مین اسکو بھیجا ہی تا سب کو اس بات کیطرف کھینچے کہ بجز مسیح کے اور کوئی خدا نہین مگر یہ کیسا خدا ہے کہ یہودیوں کے ہاتھ سے اپنے تئین بچا نہ سکا ایک دغا باز شاگرد نے اس کو پکڑوا دیا اس کا کچھ بندوبست نہ کرسکا انجیر کے درخت کیطرف دوڑا گیا اور یہ خبر نہ ہوئی کہ اس پر پھل نہین اور جب قیامت کے بارے مین اس سے پوچھا گیا کہ کب آئے گی تو بے خبری ظاہر کی اور لعنت جس کے یہ معنے ہین کہ دل ناپاک ہوجائے اور خدا سے بیزار ہوجائے اور خدا سے اور اس کی رحمت سے دور جا پڑے وہ اسپر پڑی اور پھر وہ آسمان کی طرف اس لئے چڑھا کہ باپ اس سے بہت دور تھا کروڑہا کوس سے بھی زیادہ دور تھا اور یہ دوری کسی طرح دور نہین ہوسکتی تھی جبتک وہ مع جسم آسمان پر نہ چڑھتا دیکھو کس قدر کلام کا تناقض ہے ایک طرف تو یہ کہتا ہے کہ مین اور باپ ایک ہین اور ایکطرف کروڑہا کوس کا سفر کرکے اس کے ملنے کو جاتا ہے جبکہ باپ اور بیٹا ایک تھے تو اس قدر مشقت سفر کی کیون اٹھائی جہان ہوتا وہین باپ بھی تھا دونو ایک جو ہوئے اور پھر وہ کس کے دہنے ہاتھ بیٹھا۔ اب ہم ڈوئی کو مخاطب کرتے ہین جو یسوع مسیح کو خدا بناتا اور اپنے تئین اس کا رسول قرار دیتا ہے اور کہتا ہے کہ توریت استثنا ۱۸ باب آیت پندرہ کی پیشگوئی میرے حق مین ہے اور مین ہی ایلیا اور مین ہی عہد کا رسول ہون نہین جانتا کہ یہ مصنوعی خدا اس کا موسے کے کبھی خواب خیال مین بھی نہین تھا موسے نے بنی اسرائیل کو یہی بار بار کہا کہ خبردار کسی مجسم چیز انسان یا حیوان کو خدا قرار نہ دینا نہ آسمان پر سے نہ زمین سے۔ خدا نے تم سے باتین کین مگر تم نے اس کی کوئی صورت نہین دیکھی تمہارا خدا صورت اور تجسم سے پاک ہے مگر اب ڈوئی موسے کے خدا سے برگشتہ ہوکر وہ خدا پیش کرتا ہے جسکے چار بھائی اور ایک مان ہے اور بار بار اپنے اخبار مین لکھتا ہے کہ اسکے خدا یسوع مسیح نے اس کو خبر دی ہے کہ تمام مسلمان تباہ اور ہلاک ہوجائینگے اور دنیا مین کوئی زندہ نہین رہے گا بجز ان لوگون کے جو مریم کے بیٹے کو خدا سمجھ لین اور ڈوئی کو اس مصنوعی خدا کا رسول قرار دین ہم ڈوئی کو ایک پیغام دیتے ہین کہ اس کو تمام مسلمانون کے مارنے کی کیا ضرورت ہے وہ غریب مریم کے عاجز بیٹے کو خدا کیونکر مان لین بالخصوص اس زمانہ مین جبکہ ڈوئی کے خدا کی قبر بھی اس ملک مین موجود ہے اور ان مین وہ مسیح موعود بھی موجود ہے جو چھٹے ہزار کے اخیر اور ساتوین ہزار کے سر پر ظاہر ہوا جس کے ساتھ بہت سے نشان ظہور مین آئے اور ڈوئی کا یہ الہام کہ تمام مسلمان ہلاک ہوجائین گے

اور وہی لوگ باقی رہین گے جو یسوع مسیح کو خدا مانین گے اور ساتھ ہی ڈوئی کو بھی اس خدا کا رسول مان لین گے اس الہام کے رو سے تو باقی عیسائیون کی بھی خیر نہین کیونکہ گو وہ مریم کے صاحبزادہ کو خدا مانتے ہین مگر یہ جھوٹا رسول جو ڈوئی ہے ابتک انہون نے تسلیم نہین کیا اور ڈوئی نے صاف طور پر یہ الہام شائع کر دیا ہے کہ صرف یسوع مسیح کو خدا ماننا کافی نہین جب تک ڈوئی کو بھی ساتھ ہی نہ مان لین اور چاہیئے کہ صاف اقرار کرے کہ ڈوئی ایلیا اور ڈوئی عہد کا رسول اور ڈوئی کے حق مین ہی وہ پیشگوئی ہے جو توریت استثنا باب ۱۸- آیت پندرہ مین ہے تب بچین گے ورنہ ہلاک ہو جائینگے غرض ڈوئی بار بار لکھتا ہے کہ عنقریب یہ سب لوگ ہلاک ہو جائین گے بجز اس گروہ کے جو یسوع کی خدائی مانتا ہے اور ڈوئی کی رسالت- اس صورت مین یورپ اور امریکہ کے تمام عیسائیون کو چاہیئے کہ بہت جلد ڈوئی کو مان لین تا ہلاک نہ ہو جائین اور جبکہ انہون نے ایک نا معقول امر کو مان لیا ہے یعنے یسوع مسیح کی خدائی کو تو چلو یہ دوسرا نا معقول امر بھی مان لو کہ اس خدا کا ڈوئی رسول ہے +

رہے مسلمان سو ہم ڈوئی صاحب کی خدمت مین باادب عرض کرتے ہین کہ اس مقدمہ مین کروڑہا مسلمانون کے مارنے کی کیا حاجت ہے ایک سہل طریق ہے جس سے اس بات کا فیصلہ ہو جائے گا کہ آیا ڈوئی کا خدا سچا خدا ہے یا ہمارا خدا وہ بات یہ ہے کہ وہ ڈوئی صاحب تمام مسلمانون کو بار بار موت کی پیشگوئی نہ سناوین بلکہ ان مین سے صرف مجھے اپنے ذہن کے آگے رکھکر یہ دعا کر دین کہ ہم دونون مین سے جو جھوٹا ہے وہ پہلے مرجائے کیونکہ ڈوئی یسوع مسیح کو خدا جانتا ہے مگر مین اس کو ایک بندہ عاجز مگر نبی جانتا ہون اب فیصلہ طلب یہ امر ہے کہ دونون مین سے سچا کون ہے چاہیئے کہ اس دعا کو چھاپ دے اور کم سے کم ہزار آدمی کی اس پر گواہی لکھے اور جب وہ اخبار شائع ہو کر میرے پاس پہونچے گی تب مین بھی بجواب اس کے یہی دعا کرونگا اور انشاءاللہ ہزار آدمی کی گواہی لکھدونگا اور مین یقین رکھتا ہون کہ ڈوئی کے اس مقابلہ سے اور تمام عیسائیون کے لئے حق کی شناخت کے لیئے ایک راہ نکل آئے گی مین نے ایسی دعا کے لئے سبقت نہین کی بلکہ ڈوئی نے کی اس سبقت کو دیکھ کر غیور خدا نے میرے اندر یہ جوش پیدا کیا اور یاد رہے کہ مین اس ملک مین معمولی انسان نہین ہون مین وہی مسیح موعود ہون جس کا ڈوئی انتظار کر رہا ہے صرف یہ فرق ہے کہ ڈوئی کہتا ہے کہ مسیح موعود پچیس برس کے اندر اندر پیدا ہو جائیگا اور مین بشارت دیتا ہون کہ وہ مسیح پیدا ہو گیا اور وہ مین ہی ہون صدہا نشان زمین سے اور آسمان سے

میرے لئے ظاہر ہو چکے ایک لاکھ کے قریب میرے ساتھ جماعت ہے جو زور سے ترقی کر رہی ہے ڈوئی بیہودہ باتیں اپنے ثبوت میں لکھتا ہے کہ میں نے ہزارہا بیمار توجہ سے اچھے کئے ہیں ہم اس کا جواب دیتے ہیں کہ کیوں پھر اپنی لڑکی کو اچھا نہ کر سکا اور وہ مر گئی اور ابتک اس کے فراق میں روتا ہے اور کیونکر اپنے اس مرید کی عورت کو اچھا نہ کر سکا جو بچہ جن کر مر گئی اور اس کی بیماری پر بلایا گیا مگر وہ گذر گئی یاد رہے کہ اس ملک کے صدہا عام لوگ اس قسم کے عمل کرتے ہیں اور سلب امراض میں بہتوں کو مشق ہو جاتی ہے اور کوئی ان کی بزرگی کا قائل نہیں ہوتا پھر امریکہ کے سادہ لوحوں پر نہایت تعجب ہے کہ وہ کس خیال میں پھنس گئے کیا ان کے لئے مسیح کو ناحق خدا بنانے کا بوجھ کافی نہ تھا کہ یہ دوسرا بوجھ بھی انہوں نے اپنے گلے ڈال لیا اگر ڈوئی اپنے دعوے میں سچا ہے اور درحقیقت یسوع مسیح خدا ہے تو یہ فیصلہ ایک ہی آدمی کے مرنے سے ہو جائیگا۔ کیا حاجت ہے کہ تمام ملکوں کے مسلمانوں کو ہلاک کیا جائے لیکن اگر اس نے اس نوٹس کا جواب نہ دیا اور یا اپنے لاف و گزاف کے مطابق دعا کر دی اور پھر دنیا سے قبل میری وفات کے اٹھایا گیا تو یہ تمام امریکہ کے لئے ایک نشان ہوگا مگر یہ شرط ہے کہ کسی کی موت انسانی ہاتھوں سے نہ ہو بلکہ کسی بیماری سے یا بجلی سے یا سانپ کے کاٹنے سے یا کسی درندہ کے پھاڑنے سے ہو اور ہم اس جواب کے لئے ڈوئی کو تین ماہ تک مہلت دیتے ہیں اور دعا کرتے ہیں کہ خدا سچوں کے ساتھ ہو آمین ؎

یاد رہے کہ صادق اور کاذب میں فیصلہ کرنے کے لئے ایسے امور ہرگز معیار نہیں ٹھہر سکتے جو دنیا کی قوموں میں مشترک ہیں کیونکہ کم و بیش ہر ایک قوم میں وہ پائے جاتے ہیں انہیں امور میں سے طریق سلب امراض بھی ہے یہ طریق نامعلوم وقت سے ہر ایک قوم میں رائج ہے ہندو بھی ایسے کرتب کیا کرتے ہیں اور یہودیوں میں بھی یہ طریق چلے آتے ہیں اور مسلمانوں میں بھی بہت سے لوگ سلب امراض کے مدعی ہیں اور سچ بات یہ ہے کہ اس طریق کو حق اور باطل کے فیصلہ کرنے کے لئے کوئی دخل نہیں کیونکہ اہل حق اور اہل باطل دونوں اس میں دخل پیدا کر سکتے ہیں چنانچہ انجیلوں سے بھی ثابت ہے کہ جب حضرت عیسے اس طریق توجہ سے بعض امراض کو اچھا کرتے تھے تو ان کی زندگی میں ہی ایسے لوگ بھی موجود تھے کہ ان کے مرید اور حواری نہ تھے مگر اسی طرح امراض کو اچھا کر لیتے تھے جیسا کہ حضرت عیسے کر لیتے تھے اور اسوقت ایک تالاب بھی ایسا تھا جس میں غوطہ لگا کر اکثر امراض اچھی ہو جاتی تھیں

سو یہ شوق توجہ اور سلب امراض کی جو عام طور پر قومون کے اندر پائی جاتی ہے یہ سچے مذہب کے لیئے
کامل شہادت نہین ٹھہر سکتی ہان اس صورت مین کامل شہادت ٹھہر سکتی ہے کہ دو فریق جو اپنے اپنے
مذہب کی سچائی کے مدعی ہین وہ چند بیمار مثلاً بیس بیمار قرعہ اندازی سے باہم تقسیم کرلین اور پھر ان
دونون مین سے جسکے بیمار فریق مقابل سے بہت زیادہ اچھے ہوجائین اس کو حق پر سمجھا جائے گا چنانچہ
گذشتہ دنون مین ایسا ہی مین نے اس ملک مین اشتہار دیا تھا مگر کسی نے اس کا مقابلہ نکیا مگر
مین سچ سچ کہتا ہون کہ اگر ڈوئی یا اور کوئی ڈوئی کا ہمجنس اس مقابلہ کے لیئے میرے مقابل آئے تو میرا
خدا اس کو سخت ذلیل کرے گا کیونکہ وہ جھوٹا ہے اور اس کا خدا بھی محض باطل کا پتلا ہے لیکن افسوس
کہ اس قدر دوری مین یہ مقابلہ میسر نہین آسکتا مگر خوشی کی بات ہے کہ ڈوئی نے خود یہ طریق فیصلہ
پیش کیا ہے کہ مسلمان جھوٹے ہین اور ہلاک ہوجائینگے اس طریق فیصلہ مین ہم اس قدر ترمیم کرتے
ہین کہ تمام مسلمانون کو نشانہ بنانے کی ضرورت نہین اس طرح پر تو ڈوئی کے ہاتھ مین مکار لوگون کی
طرح یہ عذر باقی رہ جائے گا کہ مسلمان ہلاک نہ ہون گے مگر پچاس یا ساٹھ یا سو برس کے بعد اتنے
مین ڈوئی خود مرجائے گا تو کوئی اس کی قبر پہ جاکر اسکو ملزم کرے گا کہ تیری پیشگوئی جھوٹی نکلی پس
اگر ڈوئی کی سیدھی نیت ہے اور وہ جانتا ہے کہ یہ سبق درحقیقت مریم کے صاحبزادہ نے ہی اسکو
دیا ہے جو اسکے نزدیک خدا ہے تو یہ ٹھگون والا طریق اس کو اختیار نہین کرنا چاہیئے کہ اس سے کوئی
فیصلہ نہین ہوگا بلکہ طریق یہ ہے کہ وہ اپنے مصنوعی خدا سے اجازت لیکر میرے ساتھ اس بارے مین
مقابلہ کرے۔ مین ایک آدمی ہون جو پیرانہ سالی تک پہونچ چکا ہون میری عمر غالباً چھیاسٹھ سال
سے بھی کچھ زیادہ ہے اور ذیابیطس اور اسہال کی بیماری بدن کے نیچے کے حصہ مین اور دوران سر اور
کمی دوران خون کی بیماری بدن کے اوپر کے حصہ مین ہے اور مین دیکھتا ہون کہ میری زندگی میری صحت
سے نہین بلکہ میرے خدا کے حکم سے ہے۔ پس اگر ڈوئی کا مصنوعی خدا کچھ طاقت رکھتا ہے تو ضرور میرے
مقابل اس کو اجازت دیگا اگر تمام مسلمانون کے ہلاک کرنیکے عوض مین صرف میرے ہلاک کرنے سے
ہی کام ہوجائے تو ڈوئی کے ہاتھ مین ایک بڑا نشان آجائے گا پھر لاکھون انسان مریم کے بیٹے کو خدا
مان لین گے اور نیز ڈوئی کی رسالت کو بھی اور مین سچ سچ کہتا ہون کہ اگر تمام دنیا کے مسلمانون کی نفرت
عیسائیون کے خدا کی نسبت ترازو کے ایک پلہ مین رکھی جائے اور دوسرے پلہ مین میری نفرت رکھی جائے

تو میری نفرت اور بیزاری عیسائیون کے بناوٹی خدا کی نسبت تمام مسلمانون کی نفرت سے وزن مین زیادہ نکلے گی*

مین سب پرندون سے زیادہ کبوتر کا کھانا پسند کرتا ہون کیونکہ وہ عیسائیون کا خدا ہے معلوم نہین کہ ڈوئی کی اس مین کیا رائے ہے کیا وہ بھی اس کی نرم نرم ہڈیان دانتون کے نیچے چباتے ہین یا خدائی کی مشابہت کی وجہ سے اس پر کچھ رحم کرتے اور اس کی حرمت کے قائل ہین اس ملک کے ہندوون نے جب سے گائے کو پرمیشر کا اوتار مانا ہے تب سے وہ گائے کو ہرگز نہین کھاتے پس وہ ان عیسائیون سے اچھے رہے جنہون نے اس کبوتر کی کچھ عظمت نہ کی جس کی شبیہ مین ان کا وہ خدا ظاہر ہوا جس نے مسیح کو آسمان سے آواز دی کہ تو میرا پیارا بیٹا ہے پس اس رشتہ کے لحاظ سے جیسا کہ سمجھا جاتا ہے کبوتر مسیح کا باپ ہوا گویا خدا کا باپ ٹھہرا مگر تب بھی عیسائیون نے اس کے کھانے سے پرہیز نہین کیا حالانکہ وہ اس لائق تھا کہ اس کو خداوند خداوند کہا جاتا خصوصاً جبکہ توریت مین یہ کہا کہ آدم کو مین نے اپنی صورت مین پیدا کیا تبھی سے انسان کا گوشت انسانون پر حرام کیا گیا ہے پھر کیا وجہ اور کیا سبب کہ کبوتر جو عیسائیون کے خدا کا باپ ہے جس نے مسیح کو بیٹے کا خطاب دیا وہ کھایا جاتا ہے اور نہ صرف کھایا جاتا بلکہ اس کے گوشت کی تعریف بھی کی جاتی ہے جیسا کہ انسکلوپیڈیا صفحہ ۸۰ جلد ۱۹ مین لکھا ہے کہ کبوتر کا گوشت تمام پرندون سے زیادہ لذیذ ہوتا ہے جن لوگون کو کبوتر کی قسم فروٹ پجن کھانیکا اتفاق خوش قسمتی سے ہوا ہے انہون نے یہ شہادت دی ہے اور یہود کی شریعت کے مطابق جسکو بکرا ذبح کرنیکی توفیق نہ ہو وہ کبوتر ذبح کرے لوقا ۲۴ اور مریم نے بھی دو کبوتر ذبح کئے تھے کیونکہ وہ غریب تھی لوقا ۲۴ - اب دیکھو ایک طرف تو کبوتر کو خدا بنایا اور ایکطرف کبوتر پر ہمیشہ چھری پھیر دیجاتی ہے - مسیح تو صرف ایکدفعہ صلیب پر چڑھکر تمام عیسائیون کا شفیع بن گیا مگر بیچارہ کبوتر کو اس شفاعت سے کچھ حصہ نہ ملا جس کی بوٹی بوٹی ہمیشہ دانتون کے نیچے پیسی جاتی ہے چنانچہ ہم نے بھی کل ایک سفید کبوتر کھایا تھا لہذا روح القدس کی تائید سے یہ تحریک پیدا ہوئی اور انسکلوپیڈیا مین جو پانچ سو قسم کبوتر کی لکھی ہے یہ بھی میری رائے مین ناقص ہے کیونکہ اس مین اس کبوتر کو شامل نہیں کیا گیا جس کی شبیہ مین عیسائیون کا خدا ظاہر ہوا تھا اس لئے اس بیان کی یون تصحیح کرنی چاہیئے کہ کبوتر کی اقسام ۵۰۱ ہین اور اس کی تصریح کر دینی چاہیئے کہ یہ ایک نئی قسم وہ داخل کی گئی ہے جس مین خدا مسیح پر نازل ہوا تھا*

مین ایسے شخص کا سخت دشمن ہون کہ جو کسی عورت کے پیٹ سے پیدا ہو کر پھر خیال کرتا ہے کہ مین خدا ہون گو مین مسیح ابن مریم کو اس تہمت سے پاک قرار دیتا ہون کہ اس نے کبھی خدائی کا دعوے کیا تاہم مین دعوے کرنے والے کو تمام گنہگارون سے بدتر سمجھتا ہون مین جانتا ہون اور مجھے دکھایا گیا ہے کہ مسیح ابن مریم اس تہمت سے بری اور راستباز ہے اور اس نے کئی دفعہ مجھ سے ملاقات کی لیکن ہر ایک دفعہ اپنی عاجزی اور عبودیت ظاہر کی ایک دفعہ مین نے اور اس نے عالم کشف مین جو گویا بیداری کا عالم تھا ایک جگہ بیٹھکر ایک ہی پیالہ مین گائے کا گوشت کھایا اور اس نے اپنی فروتنی اور محبت سے میرے پر ظاہر کیا کہ وہ میرا بھائی ہے اور مین نے بھی محسوس کیا کہ وہ میرا بھائی ہے تب سے مین اس کو اپنا ایک بھائی سمجھتا ہون سو جو کچھ مین نے دیکھا ہے اس کے موافق میرا یہی عقیدہ ہے کہ وہ میرا بھائی ہے گو مجھے حکمت اور مصلحت الہی نے اس کی نسبت زیادہ کام سپرد کیا ہے اور اس کی نسبت زیادہ فضل اور کرم کے وعدے دئے ہین مگر پھر بھی مین اور وہ روحانیت کے رو سے ایک ہی جوہر کے دو ٹکڑے ہین اسی بنا پر میرا آنا اسی کا آنا ہے جو مجھ سے انکار کرتا ہے وہ اس سے بھی انکار کرتا ہے اس نے مجھے دیکھا اور خوش ہوا پس وہ جو مجھے دیکھتا اور ناخوش ہوتا ہے وہ ہم مین سے نہین ہے نہ مجھ مین سے اور نہ مسیح ابن مریم مین سے ۔ اور مسیح ابن مریم مجھ مین سے ہے اور مین خدا سے ہون مبارک وہ جو مجھے پہچانتا ہے اور بدقسمت وہ جس کی آنکھون سے مین پوشیدہ ہون +

مسیح موعود اور ڈاکٹر لیفرائے
یا
اسلام اور عیسائیت

ہمارے بعض احباب نے یہ خواہش ظاہر کی ہو کہ مندرجہ ذیل خط وکتابت جو دو سال سے کچھ زائد عرصہ ہوا مسلمانون کی ایک منتخب کمیٹی اور لاہور کے بشپ کے مابین ایک مجوزہ مذہبی مباحثہ کے متعلق ہوئی تھی جس مین

لیڈر وہ دو اشخاص تھے جن کا نام عنوان مین درج ہے میگزین مین شایع کر دین - اس قسم کے مباحثہ کا خیال خود پادری لیفرائے کی طرف سے ہی پیدا ہوا تھا کیونکہ پادری صاحب نے سنہ ۱۹۰۵ء کے موسم سرما کے اخیر مین مسلمانون کو انہین مضامین پر جن کا چیلنج مین ذکر ہے لیکچر دینے کے لیئے مخاطب کیا تھا ہم یہ بحث کرنا نہین چاہتے کہ آیا پادری صاحب نے اس اپنے بلند مقدس مرتبہ سے نیچے اتر کر ایک معمولی مباحث کی حیثیت اختیار کرنے مین اور اس طرح پر روح القدس کے احکام کے خلاف عمل کرنے مین کوئی اچھا کام کیا یا نہین لیکن ہم یہ جتانا ضروری سمجھتے ہین کہ جب پادری صاحب نے یہ دیکھا کہ میدان مباحثہ مین کوئی نامور مخالف موجود نہین تو بڑی دلیری سے مذہب اسلام پر حملہ کیا لیکن جبھی کہ ان کو یہ معلوم ہوا کہ اس چیلنج کو جو وہ جلدبازی سے مسلمانون کو دے چکے تھے قبول کرکے اور انہیں مضامین پر جو وہ خود مسلمانون کے بالمقابل پیش کر چکے تھے بحث کرنیکے لئے عیسائیت کا ایک نامور مخالف میدان مباحثہ مین کھڑا ہو گیا ہی تو بشپ صاحب نے بہتری اسی مین سمجھی کہ مباحثے سے انکار کر دین اور میدان مقابلہ سے گریز کر کے اپنے عہدہ کی علو مین پناہ چاہی ہمارے خیال مین ہر ایک سچائی کا طالب مندرجہ ذیل خط و کتابت کے مطالعہ کے بعد ہماری مذکورہ بالا بیان کی تصدیق کرے گا - اہل اسلام نے جو چیلنج بشپ صاحب کو دیا وہ ذیل مین لکھا جاتا ہے +

"۸ - جون سنہ ۱۹۰۶ء

"بخدمت رائٹ ریورنڈ جارج لیفرائے ڈی ڈی بشپ صاحب لاہور"

بعد آداب نیازمندانہ بکمال ادب خدمت عالی مین یہ گذارش ہے کہ چونکہ یہ مختصر زندگی دنیا کی بہت جلد اپنے دورہ کو پورا کر رہی ہے اور عنقریب وہ زمانہ آتا ہے کہ ہمارے وجود کا نام و نشان بھی نہ ہوگا اس لیئے ہم لوگون کے دلون مین یہ غم دامنگیر ہے کہ کسی طرح راست روی اور سچی خوشحالی کے ساتھ یہ سفر انجام پذیر ہو اور اس مذہب پر خاتمہ ہو کہ جو درحقیقت خدا تعالٰے کی مرضی کے موافق ہے اور اگر ہم حق پر نہین ہین تو ہمارے دل اس سچائی کے قبول کرنے کے لیئے تیار ہین جو روشن دلیلون کے ساتھ پیش کی جائے :- اور اگر کوئی بزرگ مرد میدان بن کر عیسائی مذہب کی حقانیت ہم پر ثابت کرے تو اس احسان سے بڑھکر ہمارے نزدیک کوئی احسان نہین ہوگا - اس تحقیق کے لیئے ہمارا دل درد مند ہے

اور ہم دلی شوق سے چاہتے ہین کہ اسلام اور عیسائی مذہب کا ایک مقابلہ ہو کر ہم اس رسول صادق کے آستانہ پر اپنا سر رکھین جو پاکیزگی اور خوبی اور الہی طاقت اور اخلاقی کمالات مین تمام نوع انسان سے سبقت لیجانے والا ثابت ہو جائے اور اس دن سے جو آپ نے بمقام لاہور اس مضمون پر تقریر کی کہ نبی معصوم اور زندہ رسول کون ہے ہمارے دل بول اٹھے کہ اس ملک مین آپ ہی ایک ہین جو عیسائی مذہب مین جلیل القدر فاضل ہین تب سے ہمارے دل مین یہ خیال پیدا ہوا ہے کہ اس کام کے لئے عیسائی صاحبون مین سے آپ سے بہتر اور کوئی نہین ملے گا۔ کیونکہ آپ کے معلومات بہت وسیع معلوم ہوتے ہین اور آپ عربی اور فارسی اور اردو مین عمدہ دخل رکھتے ہین آپ کے اخلاق بھی بہت پسندیدہ اور بزرگانہ ہین۔ اور دوسری طرف مسلمانون کے اہل علم کیطرف جو ہم نے نظر کی تو ہماری رائے مین اس کام کے لئے مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کے برابر اور کوئی نہین ہے جو مسیح موعود ہونے کا نہ صرف دعوے کرتے ہین بلکہ بہت سے قطعی دلائل سے ثابت کر دیا ہے کہ یہ وہی ہین جن کے دنیا مین آنے کا انجیل اور قرآن مین وعدہ ہے جس کو دنیا کے مختلف حصون مین قریباً تیس ہزار لوگون نے تسلیم کر لیا ہے۔ غرض اس وقت پنجاب اور ہندوستان کے تمام فاضل اور اہل علم عیسائیون مین سے آپ کا وجود از بس غنیمت ہے اور مسلمانون مین سے مرزا صاحب موصوف ہین جو خدا کے انتخاب کردہ اور مسوح ہین۔ ہماری خوش قسمتی ہے کہ ایسا عمدہ موقع ہمین پیش آگیا ہے کہ ایک طرف تو آپ موجود ہین اور دوسری طرف وہ جو خدا کا مسیح کہلاتا ہے +

"اسی بنا پر ہم لوگون کی طرف سے جنکے نام نیچے لکھے گئے ہین یہ درخواست ہے کہ چند مختلف فیہ مسائل مین آپ اور جناب مسیح موصوف باہم مباحثہ کرین۔ اور حضرت مسیح موعود اس بات کو قبول فرماتے ہین کہ پانچ مسائل مین باہم تحریری بحث ہو جائے اور وہ یہ ہیں :۔

"۱۔ ان دونون نبیون یعنے حضرت مسیح علیہ السلام اور جناب محمد مصطفٰے صلے اللہ علیہ وسلم مین سے کس نبی کی نسبت اس کی کتاب کی رو سے اور نیز دوسرے دلائل سے ثابت ہے کہ وہ کامل طور پر معصوم ہے +

"۲۔ ان دونون بزرگوار نبیون علیہم السلام مین سے کونسا وہ نبی ہے جسکو اس کی کتاب وغیرہ

دلائل کے رو سے زندہ رسول کہہ سکتے ہین جو الٰہی طاقت اپنے اندر رکھتا ہے۔
۳- ان دونون بزرگوار نبیون علیہما السلام سے کونسا وہ نبی ہے جس کو اس کی آسمانی کتاب وغیرہ دلائل کے رو سے شفیع کہہ سکتے ہین۔
۴- ان دونون مذہبون عیسائیت اور اسلام مین سے کونسا وہ مذہب ہے جس کو ہم زندہ مذہب کہہ سکتے ہین۔
۵- ان دونون تعلیمون انجیلی تعلیم اور قرآنی تعلیم مین سے کونسی وہ تعلیم ہے جس کو ہم اعلیٰ اور سچی تعلیم کہہ سکتے ہین اور تعلیم مین توحید اور تثلیث کی بحث بھی داخل ہے۔
یہ پانچ سوال ہین جن مین بحث ہوگی۔ اس بحث کے لیئے شرائط مندرجہ ذیل کی پابندی ضرور ہوگی +
۱- شرط اول یہ کہ ہر ایک امر کی بحث کے متعلق جو مندرجہ بالا پانچ نمبرون مین لکھے گئے ہین ایک ایک دن خرچ ہوگا یعنے یہ کہ کل بحث پانچ دن مین ختم ہوگی +
۲- شرط دوم یہ ہے کہ ہر ایک فریق کو اپنے اپنے بیان کیلیئے پورے تین تین گھنٹے موقع دیا جائے گا اور اس طرح پر ہر ایک دن کا جلسہ چھ بجے صبح سے بارہ بجے تک پورا ہو جائے گا +
۳- شرط سوم یہ ہے کہ ہر ایک فریق محض اپنے نبی یا کتاب کی نسبت ثبوت دیگا دوسرے فریق کے نبی یا کتاب کی نسبت حملہ کرنے کا مجاز نہین ہوگا کیونکہ ایسا حملہ محض فضول اور بسا اوقات دل شکنی کا موجب ہوتا ہے اور مقابلہ کرنے کے وقت پبلک کو خود معلوم ہو جائیگا کہ کس کا ثبوت قوی اور کس کا ثبوت ضعیف اور کمزور رہے۔ ہان ہر ایک فریق کو اختیار ہوگا کہ جس جس موقعہ حملہ کا احتمال ہے ان احتمالی سوالات کا اپنے بیان مین آپ جواب دیدے۔
۴- بحث تحریری ہوگی مگر تحریر کا یہ طریق ہوگا کہ ہر ایک فریق کے ساتھ ایک کاتب ہوگا۔ وہ بولتا جائے گا اور کاتب لکھتا جائے گا اور ہر ایک کے پاس ایک ایسا شخص بھی ہوگا کہ مضمون ختم ہونے کے بعد حاضرین کو سنا دیا کرے گا اور سنانے کے بعد ایک نقل اس کی بعد دستخط فریق مخالف کو دیجائے گی۔
۵- یہ بحث بمقام لاہور ہوگی اور آپ کے اختیار مین رہے گا کہ جہان چاہین اس بحث

کے لئے مجلس منعقد فرمالین اور جیسا چاہین مناسب انتظام کر لین۔

۶۔ جب اس بحث کے دن ختم ہو جائین گے تو دونون فریق مین سے ایک فریق یا دونون اس مضمون کو بصورت رسالہ چھاپ کر شائع کر دین گے اور کسی کو اختیار نہین ہوگا کہ اپنی طرف سے بعد مین کچھ ملا دے۔

یہ شرائط ہین جو ہم نے حضرت مرزا صاحب مسیح موعود سے منظور کرا لئے ہین۔ اور چونکہ یہ شرائط بہت صاف اور سراسر انصاف پر مبنی ہین۔ لہذا امید ہے کہ جناب بھی ان کو منظور فرما کر مطلع فرمائین گے کہ ایسی بحث کے لئے کب اور کس مہینے مین آپ تیار ہین ہم درخواست کنندون کی طرف سے التجا اور ادب کے ساتھ یہ گذارش ہے کہ جناب ضرور اس طریق بحث کو منظور فرمائین۔ اور ہم حضرت عیسے مسیح علیہ السلام کی عزت کا واسطہ جناب کی خدمت مین ڈالکر یہ عاجزانہ سوال کرتے ہین کہ جناب اس مقبول اور پیارے نبی کے نام پر ہماری یہ درخواست منظور فرما کر بذریعہ اشتہار مطبوعہ منظوری سے مطلع فرمائین۔ اس درخواست مین کوئی فوق الطاقت یا بیہودہ امر نہین اور طریق بحث سراسر مہذبانہ اور سراپا نیک نیتی اور طلب حق پر مبنی ہے اور باین ہمہ جبکہ جناب جیسے ایک بزرگ صاحب مرتبہ کو حضرت یسوع مسیح علیہ السلام کی قسم دی گئی ہے۔ تو اس لئے ہم سائلون کو بکلی یقین ہے کہ جناب اس عاجزانہ درخواست کو گو کیسی ہی کم فرصتی ہو بہر حال بغیر کسی تنسیخ یا ترمیم کے حضرت مسیح کے نام کی عزت کے لئے ضرور منظور فرمائین گے۔ کیونکہ ہم جانتے ہین کہ اگر ایسی منصفانہ درخواست ہم لوگون سے حضرت مسیح کی عزت کا واسطہ درمیان لاکر کیجائے تو ہم سخت گناہ اور سوء ادب سمجھین گے کہ اس درخواست کو منظور نکرین تو پھر آپ کو تو حضرت مسیح علیہ السلام کی محبت کا بہت دعویٰ ہے جسکے امتحان کا ہم غریبون کو یہ پہلا موقع ہے۔ زیادہ کیا تکلیف دین صرف جواب کے منتظر ہین اور جواب بنام مولوی محمد علی صاحب ایم اے ایل ایل بی وکیل بمقام قادیان ضلع گورداسپور آنا چاہیئے کیونکہ وہی اس مجلس کے سکرٹری ہین اور درخواست کرنے والونکے نام یہ ہین "

ہم افسوس کرتے ہین کہ ہمارے پاس کافی جگہ نہین کہ ان تمام دستخطون کو جو چیلنج کے ساتھ تھے۔ اس جگہ نقل کرین۔

پایونیر نے اس کے متعلق یہ الفاظ لکھے تھے:۔

"اس چٹھی پر بہت دستخط ہین جن مین سے پہلے چند اس امر کے ظاہر کرنے کے لیئے کافی ہونگے کہ کس قدر عام اور وسیع دلچسپی اور انتظار کے ساتھ مسلمان اس مقابلہ کو دیکھنا چاہتے ہین"

اس چیلنج کے جواب مین بشپ صاحب نے مندرجہ ذیل خط لکھا۔

"ہار ونگٹن شملہ ۱۲- جون سنہ ۱۹۰۶ء

"جناب من - مجھے ایک چھپی ہوئی چھٹی جسپر آپ کے اور کئی اور معزز اشخاص کے دستخط تھے ملی ہے جس مین مجھ سے یہ درخواست کی گئی ہے کہ مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کے ساتھ اسلام اور عیسویت کے بعض اصولون پر ایک کھلے مباحثہ کے لیئے مین کوئی وقت اور جگہ مقرر کردون مین افسوس کرتا ہون کہ مین آپ کی اس تجویز کو قبول نہین کرسکتا اور اس کے بڑے بڑے وجوہات یہ ہین۔

"۱- جس قسم کے دوستانہ تعلقات کی آپ کے مجوزہ مباحثہ مین ضرورت ہوگی۔ اس قسم کے تعلقات کے ساتھ مین مرزا غلام احمد صاحب کو ملنے سے انکار کرتا ہون۔ مرزا صاحب نے اپنے آپ کو مسیح کہنے کی جرأت کرکے بغیر ایک ذرہ استحقاق کے ایسا نام اختیار کیا ہے جس سے ہم عیسائی پکارے جاتے ہین اور جس کو ہم نہائت درجہ کی عزت اور ادب سے دیکھتے ہین۔ اور اس طرح پر انہون نے سخت ہتک اور بے عزتی اس کی کی ہے جس کو مین اپنا خداوند اور مالک سمجھکر پرستش کرتا ہون تو پھر کس طرح ممکن ہے کہ مین مرزا صاحب کو دوستانہ تعلقات کے ساتھ مل سکون ٭

"۲- آپ اپنی چٹھی مین اشارہ کرتے ہین کہ تمام بحثون مین میری یہ خواہش ہی ہے کہ ان کو نرمی کے ساتھ کیا جائے اور ان لوگون کے خیالات کو جن کے ساتھ عقائد مین اختلاف کرنے پر مین مجبور ہون ادب کی نگاہ سے دیکھا جائے مین سچ سچ کہتا ہون کہ اس قاعدہ پر عمل کرنا اور کوئی ایسے لفظ نہ کہنا جو جائز طور پر ان لوگون کے خیالات کو دکھ پہونچانے والے ہون جو مجھ سے اختلاف

رکھتے ہین یہی ہمیشہ سے میری سچی خواہش رہی ہے لیکن جب مین ان تحریرون کو جو مرزا صاحب نے وقتاً فوقتاً عیسائی مذہب پر لکھی ہین پڑھتا ہون اور دیکھتا ہون کہ کسقدر سختی اور بدزبانی کے ساتھ وہ ان واقعات کی طرف اشارہ کرتے ہین جو ہمارے خداوند یسوع مسیح کی نسبت ان چار انجیلون مین مرقوم ہین جن کو ہم عیسائی خداوند تعالے کے پاک کلام کا حصہ سمجھتے اور اس کی تعظیم کرتے ہین تو مین صرف یہ نتیجہ نکال سکتا ہون کہ مرزا صاحب اپنے مخالف کے ساتھ مباحثہ مین اس نرمی اور ادب کے معیار کو مدنظر نہین رکھتے جو ہمیشہ سے میرا مقصد رہا ہے اسلئے اس دلیل پر بھی مین مرزا صاحب کو برابری کے تعلقات کے ساتھ نہین مل سکتا +

"۳- جیسا کہ آپ مجھے یقین دلاتے ہین مرزا صاحب کے بہت سارے پیرو ہون گے مگر اس سے کوئی شخص انکار نہین کر سکتا کہ انکے مسیح ہونے کے دعوے کو اس صوبہ کے بکثرت مسلمان رد کرتے اور اس کی تحقیر کرتے اور اس پر استہزا کرتے ہین اس لئے جس حالت مین کہ مین خواہ ذاتی طور پر کیسا ہی ناقابل ہون ایک حد تک عیسائی قوم کا وکیل ہون اس عہدہ کے سبب سے جو مجھے حاصل ہے مرزا صاحب کسی طرح پر بھی مسلمانون کے وکیل نہین ہو سکتے تو پھر کس طرح مین مباحثہ مین انکو اپنے برابر سمجھ سکتا ہون +

"۴- یہ یاد رکھنا ضروری ہے کہ جب سے مین اس ضلع کا بشپ ہوا ہون میرا پہلا اور زیادہ ضروری کام یہ ہے کہ عیسائی کلیسیا کی حاجتون کی طرف توجہ کرون اور پوری کوشش کرون کہ اس کو مضبوط کیا جائے اور خدا تعالے پر سچے ایمان اور زندگی کی پاکی مین اس کو اندر سے بنایا جائے اور اس لئے ایک معمولی واعظ کا کام (یعنے ایسے شخص کا جو اپنا وقت وعظ کرنے مین اور ان لوگون کو جو اب عیسائی مذہب سے باہر ہین عیسائی مذہب پر ایمان لانے کے لئے ترغیب دینے مین صرف کرتا ہے) میرے وقت اور خیالات مین صرف ایک چھوٹے درجہ کا کام ہے اس مین شک نہین کہ یہ ایک ایسا کام ہے جس سے مجھے بہت تعلق ہے اور جس مین مین خوشی کے ساتھ شامل ہوتا ہون لیکن جب خدا نے ایک اور طرح پر اپنی خدمت کرنے کو مجھے بلا لیا ہے تو مجھے اس کی آواز کی پیروی کرنی چاہئے اس لئے مین اپنے اصل کام مین سے اس قدر حصہ وقت کا نہین دے سکتا جس کی آپ کے مجوزہ مباحثہ کے لئے ضرورت ہوگی +

"۵- بالآخر مین یہ بیان کرنا ضروری سمجھتا ہون کہ ایسے مذہبی مباحثہ سے جو نتائج حاصل ہو سکتے ہین ان کو مین اور آپ ایک بڑے فرق کی نگاہ سے دیکھتے ہین آپ تو اپنی چٹھی مین یہ خواہش ظاہر کرتے ہین کہ اس تحقیقات کے نتیجہ پر ہم اس مقدس نبی کے آگے سر جھکا دین جو دل کی پاکیزگی فضیلت قوت قدسی اور اخلاقی راستبازی مین سب دنیا سے بڑھ کر ہے دوسرے الفاظ مین آپ اس بات کو ممکن سمجھتے ہین کہ محض عقلی دلائل کے ذریعہ سے سچے مذہب کا راستہ اور ایک مذہب کی دوسرے مذہب پر فضیلت معلوم ہو سکتی ہے مین یقین رکھتا ہون کہ یہ خیال اصولاً غلط ہے اور خدا تعالے کے پاک کلام کی تعلیم کے خلاف ہے اور اس ملک کے اکثر لوگون کے دلون مین اس خیال کے غلبہ نے سخت نقصان پایا ہے۔ اس لئے مین اپنے کسی فعل سے اس کو ٹھیک ماننا یا اس کی تائید کرنی نہین چاہتا ہم یقین رکھتے ہین کہ مذہب صرف عقل سے ہی مدد نہین مانگتا بلکہ انسان کے سارے قوے سے یعنی اس کی مرضی سے احساسات سے اس کی اخلاقی خواہشات سے اس کی ایمانی حیثیت سے یا مختصر الفاظ مین اس کے دل اور دماغ سے ہمارے خداوند یسوع مسیح کی تعلیم مین خدا اور اس کے سچے مذہب کا علم اس قدر عقلی قوی کی تیزی سے متعلق نہین جیسا کہ دل کی پاکیزگی اور زندگی کے افعال مین اس کی سچی فرما[illegible]ری کے ساتھ ہے جیسا کہ موقع پر مسیح کہتا ہے "مبارک ہین وے جو دل کے پاک ہین کیونکہ وے خدا کو دیکھین گے" (متی ۵:۸) پھر ایک اور موقع پر جو میرے خیال مین اس امر پر بڑی روشنی ڈالتا ہے وہ کہتا ہے "اگر کوئی آدمی اس کی مرضی کرنا چاہتا ہے (یعنی خدا کی مرضی) تو وہ تعلیم کو جان لے گا کہ آیا یہ خدا کی طرف سے ہے یا مین اپنی طرف سے باتین کرتا ہون" یوحنا ۷:۱۷۔ میرا اپنا پکا ایمان ہے کہ کسی آدمی کو سچے خدا کا زندہ علم حاصل نہین ہو سکتا مگر اس کی روح القدس کی مدد سے اور یہ کہ ایسی مدد جیسا کہ مین پہلے بھی کہہ چکا ہون توبہ کرنے والون اور دل کے پاکون اور فروتنون اور راستبازون کو دیجاتی ہے نہ ان لوگون کو جن کے عقلی قوے تیز ہون اور جو مذہبی مباحثہ مین پورے اتر سکین یہ بالکل سچ ہے کہ مین اس بات کو بہت پسند کرتا ہون کہ دونون مذہبون یعنی عیسائیت اور اسلام کے پیرو ایک دوسرے کو جانین اور ایک دوسرے کے عقائد کو اس سے بہتر سمجھین جیسا کہ گذشتہ مین حالت رہی ہے یہی وجہ ہے کہ کیون مین خوش ہوتا ہون کہ ایک طرف تو آپ کے مذہب کی ان تحریرون کو مطالعہ کرون جو مجھے اس کے سچے مضامین اور تعلیمون سے اچھی طرح سے آگاہ کر سکین اور دوسری طرف ایسے لیکچر دون جیسے کہ

ابھی مین نے لاہور مین دیئے جن کے ذریعہ سے حاضرین کو ایسے سوال کرنے کا موقع دیا جائے جن سے وہ مذہب کے اصولون کو بہ نسبت سابق اچھی طرح سے اور زیادہ صفائی کے ساتھ سمجھ سکین مگر یہ مین خیال کرتا ہون آپ دیکھ لین گے ایسی بات نہین ہے جیسا کہ ایک ایسے مباحثہ مین شامل ہونا جسکا مسلم نتیجہ یہ ہو کہ جو لوگ اس مباحثہ مین شریک ہون وہ اس مذہب کو اختیار کر لین جس کے خدا کی طرف سے ہونے کا دعوے اس وقت قطعی طور پر ثابت ہو جائے میرے لئے یہ ممکن نہین کہ کسیوقت بھی کسی مباحثہ مین اس شرط پر شامل ہو سکون اگرچہ یہ چھٹی چھپی ہوئی نہین مگر آپ کو پورا اختیار ہے کہ اس کو چھاپ لین یا ایسی طرح پر استعمال کرین جیسا کہ آپ پسندیدہ سمجھین مین خیال کرتا ہون کہ میرا معاملہ مسلمان شرفا کے ساتھ ہے اور اس لئے اگر یہ چھٹی چھاپی جائے گی تو ساری کی ساری اور بغیر کسی تبدیلی کے چھاپی جائیگی"

"آپ کا تابعدار دستخط جی - اے - لاہور"

اس کے جواب مین مسلمانون کی کمیٹی نے مفصلہ ذیل چھٹی بشپ کو لکھی کہ وہ اپنے فیصلہ پر زیادہ غور کرے +

قادیان مورخہ ۱۰ - جولائی ۱۹۰۰ء

"جناب من - آپکا جواب جس مین آپنے مرزا غلام احمد صاحب رئیس قادیان کے ساتھ ایک پسندیدہ مباحثہ مین شامل ہونے سے انکار کیا کمیٹی کو سنایا گیا جنہون نے اس پر بہت اظہار افسوس کیا - جو دلائل آپ پیش کرتے ہین وہ صرف بعض غلط فہمیون اور غلطیون کا نتیجہ ہین اور مجھے ہدایت کی گئی کہ ان کی مفصل تردید ایک رسالہ کی صورت مین لکھون جو عنقریب شایع کیا جائے گا اگر آپ کی طرف سے اس درخواست کا جواب ایسا ہی مایوسی دینے والا ہوا جیسا کہ پہلی چھٹی کا مگر اس رسالہ کو چھپوانے سے پہلے یہ مناسب خیال کیا گیا ہے کہ آپ کو ایسے مباحثہ کی ضرورت کیطرف مزید توجہ دلائی جائے جس کے کثرت سے مسلمان خواہان ہین کیا مسلمان اور کیا عیسائی دونون قومین مباحثہ کی تجویز کی منظوری کو دیکھنا چاہتی تھین اور بہت سے اینگلو انڈین اخبارات نے صرف اس مین دلچسپی ہی ظاہر نہین کی بلکہ صاف صاف اپنی رائے بھی ظاہر کی کہ یہ مباحثہ کی تجویز خواہ کسی پہلو سے اسپر نظر کیجائے یعنی مجوز مباحثین کی بڑی شہرت علمی فضیلت اور وسیع اثر کے لحاظ سے چیلنج دینے والی کمیٹی کی عمومیت کے لحاظ سے مباحثہ مین جو سوال پیش ہونے والے تھے انکے لحاظ سے شرائط مباحثہ کے اعلے درجہ کے منصفانہ ہونے کے لحاظ سے

اور اس مفید نتیجہ کے لحاظ سے جس کی امید کیجاتی تھی غرضکہ ہر ایک طرح سے اس قابل تھی کہ آپ بلاتغیر شرائط اس کو منظور کرتے جن مسلمانون نے آپ کو خطاب کیا تھا وہ ملک کے مختلف حصون سے تھے اور ذی ثروت اور اعلے درجہ کی تعلیم رکھنے والے تھے جن کی درخواست پر آپ کو بہت توجہ کرنی چاہئے تھی تجویز کرنے مین خلوص دل اور نیک نیتی سے یہ مقصد مدنظر رکھا گیا تھا کہ عام لوگون کو اس شک سے باہر نکالا جائے جس مین وہ سچے مذہب کے متعلق پڑے ہوئے ہین مباحثہ کی شرائط ایسی منصفانہ تھین جیسے کہ خواہش کیجا سکتی ہے کیونکہ مخالفانہ حملون کی اس مین اجازت نہ تھی آپ کا ایک عرصہ دراز کے لئے اس ملک مین بطور مشنری کے کام کرنا مشرقی لوگون کے طریقون مذہبون اور زبانون کے ساتھ واقفیت رکھنا۔ لاہور مین جو آپ نے لیکچر دئے تھے ان مین اپنے دلائل کی تردید کو جو مسلمانون کی طرف سے ہوئی تھی حوصلہ کے ساتھ سننا اور ان تمام واقعات کو آپکے موجودہ بلند مرتبہ سے اور بھی وقعت ملجانا ان تمام باتون نے مسلمانون کو یقین دلادیا تھا کہ مباحثہ کے میدان مین عیسائیت کی طرف سے آپ بہترین وکیل ہوسکتے ہین اور پھر آپ کی طرف سے اس ابتدائی کارروائی کا ہونا جس مین آپ نے مسلمانون کو اپنے پیغمبر کی عصمت اور زندگی بمقابلہ یسوع مسیح کے ثابت کرنے کو بلایا جو ایک ایسا مباحثہ تھا جس مین مسلمانون کی طرف سے نہ تو اچھی طرح سے تیاری ہوسکتی تھی اور نہ ان کو کافی وقت مل سکتا تھا اور نہ اپنا اچھا وکیل پیش کرسکتے تھے یہ اور بھی مسلمانون کی ترغیب کا باعث ہوا کہ آپ کو ایک ایسے مباحثہ کی طرف بلایا جائے جس مین دونون مذہبون کی اور ان کے بانیون کی فضیلتون کا زیادہ مناسب طور پر اور زیادہ انصاف سے امتحان ہوسکے یہ امر بھی قابل توجہ ہے کہ اسلام کے جس وکیل کو آپ کے مقابل پر انہون نے پیش کیا تھا وہ کوئی عام ملاؤن یا واعظون مین سے نہ تھا کیونکہ ان کی طرف سے ایسا معمولی حریف پیش کرنا گویا آپ کی قابلیت کی تحقیر کرنا ہوتا بلکہ جیسا آپ کی حیثیت اور قابلیت اعلے درجہ کی تھی ویسا ہی آپ کے بالمقابل جو حریف پیش کیا گیا وہ بھی ایک اعلے درجہ کی شہرت اور حیثیت والا آدمی تھا جس پر اس وقت اس کے مسیح موعود کے دعوے کرنے کے سبب تمام ہندوستان کی نظر تھی اور جس کے فرقہ نے باوجود اندرونی اور بیرونی سخت درجہ کی مخالفت کے ایک حیرت انگیز ترقی کر دکھائی تھی جب دنیا کے دو سب سے بڑے مذہبون کے دو ایسے مشہور وکیل موجود ہون تو مناسب نہین کہ عوام کو ان سوالون کے متعلق تاریکی مین چھوڑا جائے جو ہر ایک زمانہ مین بڑے بڑے آدمیون

کے مدنظر رہے ہین اگرچہ آپ عیسائی کلیسیا کی اندر سے مرمت کو اپنا اصل فرض سمجھتے ہین مگر اس سے آپ انکار نہ کرسکین گے کہ ہر ایک نیک عیسائی کا اصلی فرض ان لوگون کو زندگی اور روشنی کی طرف لانے کا ہونا چاہیئے جو اس کی رائے مین موت اور تاریکی کے گڑھے مین گرے ہوئے ہین۔ اور جو اس لیئے ان لوگون کی نسبت جو بپتسمہ لے چکے ہین سخت بڑی خطرناک حالت مین ہین بپتسمہ والے تو آپکے نزدیک دوزخ سے بچ گئے مگر بے بپتسمہ کو عیسائی عقیدہ کے رو سے ہمیشہ کے لیئے دوزخ اور سزا مین ڈالا جائیگا اب مین آپکے کانشنس کو اپیل کرتا ہون کہ ان دونون کامون مین سے آپکے نزدیک کونسا زیادہ ضروری ہے آیا ان لوگون کی حاجتون کی طرف توجہ کرنا جو خطرون سے نکل چکے ہین یا ان لوگون کا ہاتھ پکڑنا جو موت اور تاریکی کے گڑھے مین گر رہے ہین کیا آپ مباحثہ کی تجویز کو اس دلیل پر رد کرسکتے ہین کہ آپ اپنی ساری زندگی مین سے ایسے نیک کام کے لیئے پانچ دن بھی علیحدہ نہین کرسکتے۔ پھر آپ مرزا غلام احمد صاحب کو اس وجہ پر دوستانہ تعلقات کے ساتھ ملنے سے انکار کرتے ہین کہ انہون نے ایک ایسا نام اختیار کیا ہے جس کی عیسائی لوگ اپنا خداوند اور مالک سمجھکر عزت اور عبادت کرتے ہین اگر امر واقع یہی ہوتا جیسا آپ نے خیال کیا ہے تو دشمنی اور دوستانہ تعلقات کے قطع کے لیئے یہ کوئی دلیل نہین ہوسکتی کیونکہ آپ کی مقدس بائیبل تو یہ سکھاتی ہے کہ دشمنون سے بھی پیار کرو۔

"اپنے مذہبی مخالف کے ساتھ اس قسم کا سلوک کسی مذہب کے پیرؤون کی طرف سے بھی نہین ہونا چاہیئے۔ چہ جائیکہ عیسائی مذہب کے پیرؤون کی طرف سے ہو اور پھر ان مین سے مخصوصاً کلیسیا کے ایک ایسے بڑے بزرگ کیطرف سے جس کا فرض صرف یہی نہین کہ وہ خود ہی متی باب ۵- آیت ۴۴ پر عمل کرے بلکہ یہ بھی کہ وہ یہ تعلیم دوسرے عیسائیون کو سکھائے بلکہ غیر عیسائیون کو بھی اس کا وعظ کرے مگر مین آپ کو یقین دلاتا ہون کہ مرزا صاحب یہ نہین کہتے کہ وہ سچ مچ یسوع مسیح ہین بلکہ ان کا دعوے یہ ہے کہ وہ بروزی طور پر اس نبی کے رنگ مین آئے ہین اور جس طرح پر اس نے تعلیم دی تھی اسی طرح تعلیم دیتے ہین جیسا کہ اس سے پہلے بھی یوحنا الیاس کے رنگ مین بروزی طور پر آچکا ہے علاوہ ازین مسلمان حضرت عیسے کو ایک سچا اور بزرگ نبی سمجھتے ہین اور مرزا صاحب جو اپنے زمانہ مین اول المسلمین ہین ان سب سے بڑھکر ان کو ایسا سمجھتے ہین حالانکہ کروڑہا دوسرے لوگ جن کا مذہب نہ عیسویت

اور نہ اسلام ہے اس کو نبی بھی نہین سمجھتے اور اس طرح پر اس کے مرتبہ کی بڑی حقارت کرتے ہین اور مین سمجھتا ہون کہ آپ ایسے لوگون سے کثرت سے ملتے بھی ہون گے مگر مین یہ خیال نہین کرتا کہ آپ نے ان کی نسبت کبھی ایسا بغض اور عداوت کا خیال ظاہر کیا ہو جیسا کہ آپ نے اپنی چٹھی مین جو میرے نام تھی مرزا صاحب کی نسبت ظاہر کیا ہے لیکن اس جگہ مین آپ کو ایک اور بڑے ضروری امر کیطرف توجہ دلانا چاہتا ہون جب اس بات کا ذکر مرزا صاحب کے سامنے ہوا اور ان سے دریافت کیا گیا کہ کیا جس طرح پر بشپ صاحب آپ سے دوستانہ تعلقات کے ساتھ ملنے سے انکار کرتے ہین آپ بھی بشپ صاحب کی نسبت ایسا ہی خیال رکھتے ہین تو انہون نے مفصلہ ذیل جواب دیا:—

"مین دنیا مین کسی کو اپنا دشمن نہین سمجھتا مین آدمیون کے ساتھ بغض نہین رکھتا بلکہ ان جھوٹے عقیدون کے ساتھ جو وہ رکھتے ہین انسانون کے متعلق میرے خیالات پرلے درجہ کی ہمدردی اور نیک نیتی کے ہین تو پھر کس طرح مین ایسے شخص کو اپنا دشمن سمجھ سکتا ہون جو اپنے ہم مذہبون مین معزز مانا گیا ہے اور علاوہ ازین اپنے عہدہ اور تعلیم کے لحاظ سے قابل عزت ہے مین اس سے محبت رکھتا ہون اگرچہ مین اس کے اصولون کو پسند نہین کرتا مگر میری نفرت ان عقائد کے ساتھ صرف اسی قدر ہے جہانتک کہ خدا تعالی کی صفات انسانون کیطرف منسوب کی گئی ہین اور انسانی نقص اور کمزوریان رب العالمین کیطرف منسوب کیجاتی ہین مین بشپ صاحب کو دوستانہ تعلقات کے ساتھ ملنے سے نفرت نہین رکھتا کیونکہ ممکن ہے کہ کوئی فریق دوسرے سے کوئی فائدہ حاصل کرے کیونکہ ضروری ہے کہ نیک نیتی کا بیج پھل دے مصلح یا واعظ ہونے کی حیثیت مین جو انسان کو فرائض ادا کرنے پڑتے ہین ان سب سے بڑھکر ضروری امر یہ ہے کہ جو لوگ اس کے ساتھ عقائد مین اختلاف رکھتے ہون وہ ان کے ساتھ بڑی خوشی سے ملے حق بات یہ ہے کہ مین نہ صرف اپنی مجددیت کے کام کو ہی چھوڑنے والا ہونگا بلکہ اخلاقی قوانین کو بھی سخت صدمہ پہونچانے والا تصور کیا جاؤنگا اگر مین ان لوگون کو اپنا دشمن سمجھ لون جن کے ساتھ اس وجہ سے کہ وہ بدقسمتی سے غلطیون مین پڑ گئے ہین مجھے ہمدردی اور رحم سے کام لینا چاہیئے اگر مین اس کے برعکس کرون تو مین ایک بڑے کثیر گروہ کو ان مقدس اور اعلے درجہ کی سچائیون سے محروم رکھنے والا ٹھہرونگا جو میرا فرض ہے کہ سب کو بتاؤن کوئی شخص کسی ایسے آدمی کے ساتھ نیکی نہین کر سکتا جس کو وہ اپنا دشمن سمجھتا ہو مگر مین سچ سچ کہتا ہون کہ اگر مجھے کہین ایسا موقع ملے

کہ جب مین بشپ صاحب کے ساتھ نیکی بھی اور بدی بھی کرنے کی طاقت رکھتا ہون تو مین اس کے ساتھ ایسی نیکی کرون گا جو تمام دنیا کو حیرت مین ڈالدے۔ لوگون کو پاکیزگی کے راستہ کیطرف بلانے کی طاقت اور ان کی تبدیلی کے لئے سچا جوش سچی محبت سے پیدا ہوتے ہین دشمنی عقل کو تاریک کر دیتی ہے اور ہمدردی کو نابود کر دیتی ہے۔ قرآن شریف رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی نسبت کہتا ہے عزیز علیہ ما عنتم حریص علیکم اور پھر ایک دوسری جگہ پر لعلک باخع نفسک الا یکونوا مومنین جس کا ترجمہ یہ ہے کہ ہم نے تمہارے پاس ایک نبی بھیجا ہے جس کا دل تمہاری ہمدردی سے ایسا بھرا ہوا ہے کہ تمہارے غم اور تکلیفین اس کو ایسا ہی رنج پہونچاتی ہین گویا کہ وہ اسی کا رنج اور تکلیفین ہین اور تمہاری بہتری اور خوشحالی کے لئے وہ بڑی خواہش رکھتا ہے اور دوسری آیت کا مطلب یہ ہے اے نبی کیا تو اپنے آپ کو ہلاک کر دے گا اس غم کے لئے کہ یہ لوگ سچائی کو قبول نہین کرتے۔ آخری آیت اس سچی قربانی کی طرف اشارہ کرتی ہے جو خدا تعالے کے مرسل لوگون کی اصلاح کیلئے کرتے ہین یہ وہ آیتین ہین جن پر مین عمل کرتا ہون اور اس سے ہر ایک شخص آسانی سے سمجھ سکتا ہے کہ ان لوگون کی طرف جو اپنے آپ کو میرا دشمن سمجھتے ہین میرے خیالات کیسے ہونے چاہئیں۔" قبل اسکے کہ مین اس چٹھی کو بند کرون مین آپ کو یہ بھی یقین دلانا چاہتا ہون کہ اگرچہ مباحثہ کی درخواست پر صرف مرزا صاحب کے ہی چند پیرؤون کے دستخط تھے مگر تمام مسلمان عام طور پر اس کی منظوری کے منتظر ہین مذہب کے اصل اصولون کے ساتھ مرزا صاحب کا دوسرے مسلمانون سے اختلاف نہین بلکہ اختلاف صرف ایسی باتون مین ہے جیسا کہ ہر ایک بڑے مذہب کے مختلف فرقون مین ہوا کرتا ہے اور خود عیسائیت سب سے بڑھکر ان اختلافون کو اپنے اندر رکھتی ہے اگر آپ اس امر کو بڑی وقعت دیتے ہین تو ہزار ہا تعلیم یافتہ مسلمان جو مرزا صاحب کے پیرو نہین درخواست مباحثہ پر دستخط کرنے پر تیار ہین ترجمہ کی کاپیون کے ساتھ جو آپ نے مانگی تھین مین اپریل ماہ گذشتہ کا انڈین ڈیلی ٹیلیگراف بھی آپ کو بھیجتا ہون جس نے اس چیلنج پر ریمارک کئے ہین مین امید کرتا ہون کہ اپنے جواب پر دوبارہ غور کرنیکے بعد آپ کسی بہتر نتیجہ پر پہونچین گے اور اس قدر منتظر دلونکو جو اس کی منظوری کے منتظر ہین مایوس نہ کرینگے۔"

دستخط محمد علی سکرٹری

مگر بشپ صاحب منظوری کے لئے رضامند نہ ہوئے اور جواب مین لکھا "کہ مجھے آپ کی چھٹی مورخہ ۱۰ ماہ حال پہنچ گئی ہے مگر جو وجوہات پہلی چھٹی مین میرزا غلام احمد صاحب کے ساتھ مباحثہ کرنے سے انکار پر مین دیچکا ہون ان کو نہ اب مین بدلتا ہون اور نہ ان پر کچھ ایزادی کرتا ہون آپ نے اپنی پہلی چھٹی کی جو زائد کاپیان بھیجی ہین ان کے لئے آپ کا شکریہ ادا کرتا ہون" دستخط جی۔ اے لاہور

چیلنج پر اور ڈاکٹر لیفرائے کے انکار پر معزز انگریزی اخبارات نے جو رائے دی وہ اس خط وکتابت کی دلچسپی کو اور بھی بڑھاتی ہے مگر ہمارے پاس اس قدر جگہ نہین کہ سب اخبارات کو نقل کرسکین اس لئے دونون صورتون مین ایک ایک مثال پر اکتفا کیا جاتا ہے۔ پائونیر نے جب چیلنج کو شایع کیا تو یہ پر معنی فقرہ اس کے اوپر لکھا تھا "بیشک اگر ڈاکٹر لیفرائے مقابلہ کرنا منظور کرے تو یہ مباحثہ نہایت ہی دلچسپ ہوگا" انڈین ڈیلی ٹیلیگراف جون ۱۹۰۲ء کے پرچہ مین یون لکھتا ہے۔

"ہم کسی دوسرے صفحہ پر ایک نہایت ہی دلچسپ مذہبی چیلنج جو مسلمانون کے اس فرقہ کیطرف سے جو میرزا غلام احمد صاحب قادیانی کے پیرو ہین لاہور کے بشپ کے نام دیا گیا ہے نقل کرتے ہین اس کی دلچسپی کی بڑی وجہ یہ بھی ہے کہ نہایت سنجیدگی اور نیک نیتی کے ساتھ پیش کیا گیا ہے مرزا غلام احمد صاحب قادیانی قادیان کے رئیس ہین اور اس چیلنج مین ظاہر کیا گیا ہے کہ وہ نہ صرف مسیح موعود ہونے کا دعوے ہی کرتے ہین بلکہ اس دعوے کو مضبوط اور قاطع دلیلون کے ساتھ ثابت کر دکھایا ہے اور اپنے آپ کو وہ موعود ثابت کیا ہے جسکے آنے کی پیشگوئیان قرآن مجید اور بائبل مین بیان کی گئی ہین معلوم ہوتا ہے کہ اس مشہور شخص کے پیرو دنیا کے مختلف حصون مین تیس ہزار کے قریب ہین* اور ان کے دوست اور مرید دل سے چاہتے ہین کہ وہ لاہور کے بشپ کے ساتھ جس کے لیکچرون نے مسلمانون کو قائل کردیا ہے۔ کہ وہ اپنے مذہبی علوم مین لاثانی ہے مذہب اسلام اور عیسائیت کی سچائی پر ایک فاضلانہ اور معقول بحث کرین۔ بشپ کا وسیع علم اور تجربہ اور اس کی عربی۔ فارسی اور اردو سے واقفیت اور اس کے ہمدردانہ اور عمدہ اخلاق بھی بطور وجوہات بیان کئے گئے ہین کہ کیون خصوصاً اسی کو اسلام کے اس پہلوان کے ساتھ مباحثہ کے لئے بلایا گیا چیلنج سارے کا سارا نہایت مودبانہ الفاظ مین ہے اور صاف معلوم ہوتا ہے کہ اس تجویز کے مجوز بڑی بھی خواہش اس امر کی رکھتے ہین کہ عیسائیت اور اسلام کے (نہ اسلام اور عیسائیت) کے بالمقابل فضائل اور خوبیون پر ایک باقاعدہ اور عمدہ مباحثہ ہو جس مین

* یہ تعداد اب ایک لاکھ سے اوپر ہے ۱۲

دونون فریق کے لئے منصفانہ شرطین پیش کی گئی ہین اور چیلنج دینے والے جن کی تعداد بہت بڑی ہی ہندوستان کے مختلف حصون سے ہین اور بشپ کو یسوع مسیح کے نام مین قسم دیکر امید رکھتے ہین کہ اس مباحثہ پر رضامند ہوجائے گا ہماری رائے ہے کہ بشپ اگر اس چیلنج کو منظور کرلے تو بہت اچھا ہوگا خودبخود ایک ایسی بڑائی اختیار کرلینا جو مباحثہ کے لئے بھی جھک نہین سکتی اس کی غلطی ہوگی کیونکہ پھر چیلنج دینے والے یہ کہنے کے حقدار ہون گے کہ چونکہ فریق ثانی نے اپنے مقدمہ کو لو ڈیفنڈ نہین کیا اس لئے اس کی عدم پیروی کے سبب سے فیصلہ ان کے حق مین ہونا چاہیئے اور اس طرح پر وہ فتح کے دعویدار ہونگے نیز یہ امر کہ مرزا غلام احمد قادیانی وہ موعود شخص نہین ہی جس کی آمد کے متعلق قرآن شریف اور بائیبل مین پیشگوئیان ہین بشپ کے مقابلہ کرنے سے انکار کے لئے کوئی دلیل نہین۔ یہ سوال مجوزہ مباحثہ مین پیش نہین ہوگا لیکن ممکن ہے کہ اگر بشپ چیلنج منظور کرلے تو اپنے مخالف کو اس غلطی کا بھی قائل کردے۔ یہ امر کہ مسلمان اپنے مسیح کو بشپ کے بالمقابل میدان مباحثہ مین پیش کرتے ہین یہ بشپ کی علمیت کی بڑی سے بڑی تعریف ہے۔ جو وہ کرسکتے ہین اس طرح پر وہ یہ جتانا چاہتے ہین کہ وہ ہندوستان مین بشپ کو عیسائی مذہب مین اول درجہ کا فاضل مانتے ہین ہم یہ بھی نہین دیکھتے کہ بشپ کس طرح یہ عذر کرسکتا ہے کہ ایسے عمدہ مباحثہ مین اس کے وقت کا بڑا حصہ صرف ہوجائے گا اس کو کسی طرح پر بھی ایسے مخالفون کی تردید کرنے اور ان کو قائل کرنے کا یہ موقع ہاتھ سے نہین دینا چاہیئے خصوصاً جبکہ اس سے یہ بات ثابت کرنے کی خواہش کی گئی ہے کہ عیسائیت اور اسلام ہر دو مذاہب مین سے کونسا مذہب زندہ کہلاسکتا ہے۔ اور قرآن مجید اور بائیبل دونون کی تعلیمات مین سے کس کی تعلیم زیادہ افضل اور انسانی فطرت کے مطابق ہے ہم پسند کرین گے اگر چیلنج منظور کرلیا جائے کیونکہ ہمارے خیال مین یہ نہایت ہی دلچسپ ثابت ہوگا۔"

انڈین سپیکٹیٹر نے بشپ کے انکار پر ذیل کے کلمات لکھے:۔

"معلوم ہوتا ہے کہ لاہور کے بشپ نے متانت کو چھوڑکر جلدبازی کے ساتھ ایک ایسے چیلنج سے گریز اختیار کی ہے جس کا محرک وہ پہلے خود ہی ہوا تھا۔ کچھ عرصہ ہوا کہ بشپ نے مسلمان حاضرین کے سامنے مسیح کی صداقت کا ثبوت پیش کرنے کا بیڑا اٹھایا اور اس دعوت کو مرزا غلام احمد صاحب قادیانی

نے جس کے دعوے مسیحیت کی نسبت ہم پیشتر ازین اسی اخبار مین ذکر کر چکے ہین قبول کر لیا اب خواہ مرزا غلام احمد مفتری ہو اور خواہ وہ اپنے آپ کو واقعی مسیح موعود سمجھتا ہو دونون حالتون مین کوئی وجہ نہین کہ بشپ اس کے ساتھ مباحثہ کرنے سے کیون انکار کرتا ہے۔ بشپ کا بیان ہے کہ مرزا صاحب نے مسیح کہلا کر ایک خوفناک ہتک اور بے عزتی مسیح کی کی ہے مگر ہم کہتے ہین کہ دو ہزار سال گذرے اسی وجہ پر یہودیون نے یسوع کو صلیب دی تھی اس کے مسیح کہلانے پر انہون نے ہتک محسوس کی اس سے زیادہ عجیب بات یہ ہے کہ بشپ مرزا غلام احمد کے دعوے مسیحائی کی نسبت یہ لکھتا ہے کہ پنجاب کے مسلمانون کے ایک کثیر التعداد گروہ نے اس پر حقارت او راستہزا ظاہر کیا ہے اور اس کو وہ مرزا صاحب کے دعوے کے بطلان کا قطعی اور یقینی ثبوت خیال کرتا ہے مگر تعجب ہے کہ جب پیلاطوس نے یہودیون کے مجمع سے سوال کیا کہ وے عید فسح کے روز کسے آزاد کرانا چاہتے ہین مسیح کو یا براباس کو تو ان سب نے بالاتفاق بدمعاش چور کے حق مین رائے دی کیا اس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ یسوع کا دعوے مسیحیت بے بنیاد تھا۔ ہم مرزا غلام احمد کے پیرو نہین اور نہ اس کے دعاوی کو مسیح کے دعوون پر ترجیح دینا چاہتے ہین لیکن ہمارا اعتراض بشپ کے جھوٹے منطق پر ہے اگر تمام مسلمانون نے مرزا صاحب کا دعوے مان لیا ہوتا تو کیا بشپ ان کے رسالت کے دعوے کے متعلق اپنی رائے بدل لیتا۔ اس وقت اس ملک کے لوگ اپنے مذہبی خیالات پر بالاستقلال قائم نہین ہین اس لیئے ایسے لوگون کے لیئے جو ان کو سچائی پر قائم کرنا چاہتے ہین ضروری ہے کہ وہ دلائل ایسے پیش نہ کرین جو نہائت مضبوط اور قاطع نہ ہون +

مذکورہ بالا خط وکتابت اور اخبارون کی رائے سے ظاہر ہے کہ ڈاکٹر لیفرائے کو اس مباحثہ کے لیئے جس کی تحریک اس نے خود ہی کی تھی اس کے مخالفون اور ہم مذہبون نے بلایا کہ وہ اس مباحثہ کو منظور کرے۔ لیکن کوئی چیز اسے رضامند نہ کر سکی۔ پبلک دل سے اس بات کو چاہتی تھی چیلنج دہندون نے جہانتک ہو سکا کوشش کی کہ بشپ صاحب اس مباحثہ کو قبول کرین جس کے وہ خود ہی محرک ہوئے تھے لیکن انہون نے ایک نہ سنی۔ اگر کامل امتحان کے بعد ڈاکٹر لیفرائے کے پیش کردہ وجوہات طفلانہ اور لغو پائے جائین تو یقیناً نتیجہ یہ ہوگا کہ بشپ صاحب میدان مباحثہ سے جس مین انہون نے بمرضی خود پہلے قدم رکھا تھا عیسائیت پر زک کا داغ

لگا کر پیچھے ہٹ گئے۔ لاہور کے مسلمانون کے سامنے لیکچر دینے مین اگر ان کی سچی خواہش ایک صداقت کو ثابت کرنا تھا تو پھر انہون نے ایسے پسندیدہ طریق سے گریز کیون اختیار کی۔ ان کے یکطرفہ لاہور کے لیکچر جہان کسی مفصل تردید کی امید نہ ہوسکتی تھی اور پھر ان کا آخری انکار جب ان کو انہین سوالات کے فیصلہ کے واسطے ایک منصفانہ مباحثہ مین بلایا گیا بشپ صاحب کے اس دعوے کے موید نہین جو وہ انصاف کی محبت اور پسندیدہ طرز کو اختیار کرنے کے متعلق کرتے ہین +

جو وجوہات بشپ صاحب نے پیش کئے ہین ان پر نظر ڈالنا کسی قدر ضروری معلوم ہوتا ہے ہمین افسوس سے ظاہر کرنا پڑتا ہے کہ اس موازنہ مین ہمین بار بار بشپ صاحب کو ذاتی طور پر مخاطب کرنا پڑے گا کیونکہ انہون نے مسیح موعود کی ذات پر حملہ کیا ہے نہ ان کے دلائل اور اصول اور تعلیم پر ایک سرسری نظر ہمین اس نتیجہ پر پہونچا دیتی ہے کہ اگرچہ بشپ صاحب اپنا دل خوش کرنے کیلئے اپنے پیش کردہ امور کا وجوہات نام رکھتے ہین لیکن یہ صرف جھوٹے بہانے ہین جو انہون نے اپنے آپکو کھلے مباحثہ کے ناقابل دیکھکر پیش کئے جس مین ان سے عیسائیت کی صداقت کا ثبوت مانگا گیا تھا۔ ان مین سے سب سے نکما عذر جو بشپ صاحب کے زعم مین سب سے زیادہ وزن دار ہے۔ وہ ہے جو سب سے اول نمبر رکھا گیا ہے یعنی یہ کہ وہ دوستانہ تعلقات کے ساتھ ایسے شخص کا مقابلہ کیونکر کر سکتے ہین جس نے خدا سے الہام پاکر مسیح ہونے کا دعوے کیا کیونکہ ایسا نام اختیار کرنیسے اس نے اس شخص کی ہتک اور بیعزتی کی جسے بشپ اپنا خداوند اور مالک سمجھکر پرستش کرتا ہے بیشک ایسی بات ناممکن معلوم ہوتی ہے لیکن سوال یہ ہے کہ بشپ صاحب خود کیون خداوند کے لفظ کو اپنے واسطے پسند کرتا ہے اور چاہتا ہے کہ لوگ اس کو مائی لارڈ (میرے خداوند) کر کے خطاب کرین کیا یہ نہائت خطرناک ہتک اور بے عزتی اس کی نہین جسے وہ خداوند سمجھکر پرستش کرتا ہے۔ کیا ہمین یہ حق حاصل نہین کہ ہم بشپ کو یسوع مسیح کے نرم الفاظ مین جو متی باب آیت ۳۔۵ مین مندرج ہین یا کم سے کم موجودہ زمانہ کے ایک عیسائی مدبر کے زیادہ مہذبانہ الفاظ مین نصیحت کرین کہ یسوع کے خدام کو مناسب ہے کہ "وے اپنے ہمسایہ کی آنکھ سے کانڑی نکالنے سے پیشتر اپنی آنکھوںسے شہتیر نکالین"۔ بشپ کو انجیل کے اس صریح حکم کی کیون پرواہ نہین جہان لکھا ہے کہ "نہ تم آقا کہلاؤ"۔ اور کیون اس نے آقا سے بھی بڑھکر خداوند کا نام لینا

کیا ہوا ہے اور "مائی لارڈ" "ویوئر لارڈ شپ" کہلاتا ہے - اس کا جواب صرف یہی ہوگا کہ بشپ صاحب کو اس خطاب کا حق قانوناً حاصل ہے لیکن کیا قانونی حق ان کے نزدیک انجیلی ممانعت سے زیادہ وقعت رکھتا ہے بشپ صاحب تو وکیون "لارڈ" یعنی خداوند کہلاتے ہین درآنحالیکہ وہ اس شخص سے بیزاری ظاہر کرتے ہین جو خدا سے الہام پاکر مسیح کہلاتا ہے انجیل کے خادم کیون گورنمنٹ سے گذارش نہین کرتے کہ آیندہ کوئی شخص "لارڈ" نہ کہلایا کرے یا کیا ان کے خیال مین یسوع نے ان دونون مقامات پر کہ "مبارک ہو تم جو غریب ہو" اور "نہ تم آقا کہلاؤ" غلطی کھائی کیونکہ اس تعلیم کے وقت اس کے پیش نظر صرف گلیل کے ماہی گیر تھے اور اپنے پیچھے آنے والے مریدون کی شان و شوکت کو نہ سمجھکر ان کی حالت کا قیاس انہین چند غریب آدمیون پر کر لیا +

لیکن اگر اعتراض صرف اس قدر ہے کہ یسوع مسیح کا نام کسی حالت مین سوائے عیسائیون کے فرضی خدا کے کسی اور شخص پر نہ لگایا جاوے تو بشپ صاحب کو اور زیادہ مشکلات کا سامنا کرنا پڑے گا - ان پندرہ اشخاص کی نسبت بشپ صاحب کا کیا خیال ہے جو مسیح کے وقت زندہ موجود تھے اور یسوع کے نام سے پکارے جاتے تھے جن کا تواریخ مین ذکر ہے اور پھر وہ یسوع کی الوہیت کی تطبیق اس امر کے ساتھ کیونکر کرینگے کہ وہ چور بھی جس کا دوسرا نام انگریزی انجیلون مین براباس ہے یسوع کے نام سے ہی مشہور تھا - اس امر کے ثبوت مین کہ واقعی اس چور کا نام بھی یسوع ہی تھا اتنا کھدینا کافی ہے کہ ترمیم شدہ یونانی عہدنامون (فرٹزشی اور ٹشنڈورف) مین متی ۲۷/۱۷ "تم کسے چاہتے ہو کہ مین تمہارے واسطے رہا کرون براباس یا یسوع جو مسیح کہلاتا ہے" کی بجائے یہ عبارت ہے "یسوع براباس یا یسوع جو مسیح کہلاتا ہے" اور یہی عبارت کم سے کم ایک یونانی نسخون مین پائی جاتی ہے کیا بشپ صاحب کو کبھی خیال نہین آیا کہ یہ تاریخی واقعہ ان کے آقا کی "نہائیت خطرناک ہتک اور بے عزتی" کرتا ہے +

پھر ہم کہتے ہین کہ اگر کوئی دوسرا شخص یسوع کو خدا نہین مانتا تو بشپ کو یہ بات بری کیون معلوم ہوتی ہے - یہ اس کا کام ہے کہ پہلے یسوع کی الوہیت ثابت کرے اور پھر اگر کوئی شخص اس چمکتے ہوئے ثبوت کی صرف تحکم کے طور پر تردید کرتا ہے تو بیشک یہ امر اننے کی

بات ہے لیکن حضرت مرزا غلام احمد صاحب نے مسیح کہلا کر یسوع کی کوئی ہتک نہیں کی انہوں نے اس کو الوہیت کے باطل مقام سے نیچے اتار کر انسانوں مین شامل کر دیا ہے۔ کیا یسوع کا گوشت اور ہڈیاں ایک عورت کے پیٹ مین عورت کے ناپاک خون حیض سے نہیں بنے۔ اور کیا وہ اسی راستہ سے دنیا مین نہیں آیا جس سے دیگر اشخاص آتے ہین۔ کیا بیماریان اور عوارض معمولی لوگون کی طرح اس پر نہ آتے تھے اور کیا وہ معمولی اشخاص کی طرح بھوکا اور پیاسا نہ ہوتا تھا۔ کیا اس نے اپنے دوسرے بھائیون بہنون کی مانند پرورش نہ پائی تھی۔ کیا ایک مٹھی بھر یہودیون نے اسے نہ مارا اور اس کا انکار نہین کیا اور کیا وہ گرفتار ہو کر عدالت مین نہین گھسیٹا گیا۔ کیا اس کا انجام ایک معمولی انسان کی طرح ایلی ایلی لما سبقتانی جیسے مایوس لفظون کے ساتھ نہین ہوا۔ کیا اس نے کوئی معجزہ پہلے نبیون سے بڑھکر دکھلایا۔ اسپر بھی بشپ صاحب ناراض ہین کیونکہ یسوع کو معمولی شخص بنایا جاتا ہے۔ اپنے عقائد کی عزت ایسے مخالف سے جس کا کام ان کی نکتہ چینی اور تردید کرنا ہی کرانے مین بشپ صاحب نے بلحاظ منطق ایک سخت غلطی کھائی ہے کیونکہ وہ مباحثہ کا فیصلہ پیشتر از ین کہ وہ شروع کیا جائے اپنے حق مین چاہتے ہین۔ ان کو یسوع کی الوہیت ثابت کرنے کیلئے کہا گیا تھا لیکن وہ ایسے مخالف کے ساتھ مباحثہ پسند کرتے ہین جو پہلے ہی اس مسئلہ کو تسلیم کرے۔ بشپ صاحب اپنے مشنری کام کا انتظام کس طرح کرتے ہون گے جبکہ ابھی ان کو کلیسیا کے اعلے عہدہ پر مسند نشین ہونے کی خوش قسمتی حاصل نہ ہوئی تھی۔ کیا حضرت مرزا غلام احمد صاحب نے کوئی ایسا دعوے کیا ہے جس کا انہون نے ثبوت نہین دیا۔ ان کا دعوے مسیح ہونے کا ہے جسکے دوبارہ آنے کی پیشگوئیان پرانے اور نئے عہدنامہ اور کلام اللہ اور حدیث مین موجود ہین۔ مگر تاہم صرف انہین پیشگوئیون پر ان کی مسیحیت کے ثبوت کا انحصار نہین ہے بلکہ وہ اپنی ماموریت کا کھلا کھلا ثبوت منہاج نبوت کے سارے طریقون پر پیش کرتے ہین اور یہ ثبوت اپنی قطعیت مین یسوع کی رسالت کے ثبوت سے جو عیسائی پیش کرتے ہین کہین بڑھکر ہے۔ کیونکہ یسوع کے سارے نشانات اور معجزات قصہ کہانیون کے رنگ مین ہین جن کا ایک بھی شاہد نہین مگر حضرت مرزا صاحب کے نشانات کے کروڑہا زندہ شاہد موجود ہین قصے اور کہانیان رویت کا مقابلہ کیونکر کر سکتے ہین اگر بشپ صاحب سچائی کی اتنی تلاش بھی کرنے والے ہون جتنی ان یہودیونکو تھی جو یسوع سے اس کی خدائی کا اور مسیحیت کا ثبوت طلب کرتے تھے تو ان کو نہ ایک دو بلکہ ہزارہا نشان مسیح موعود

کی صداقت کے ثبوت میں مل جائیں گے۔ اگر ان اعتراضون پر غور کیا جائے جو عوام کی موٹی نظر پیشگوئیون کی اصل حقیقت اور ماہیت سے ناواقف ہونے کے سبب سے دیکھتی ہے تو اس جگہ بھی یسوع بہ نسبت مسیح موعود کے زیادہ سخت اعتراضات کا نشانہ ہے۔ بلکہ یسوع پر تو بعض اعتراضات ایسے ہین جن کا جواب آج تک عیسائی ہرگز نہین دیسکے۔ مثلاً ایک ہی اعتراض ہم لیتے ہین۔ ملاکی نبی کی کتاب مین لکھا ہے کہ ضرور ہے کہ مسیح سے پہلے الیاس دوبارہ آسمان سے آوے جب یہودیون نے یسوع سے یہ سوال کیا کہ ہماری کتابون مین خدائے تعالے نبیون کی زبان پر وعدہ دے چکا ہے کہ سچا مسیح تب تک نہ آوے گا جبتک الیاس آسمان سے نہ آوے اور اس لئے جو شخص الیاس کے آنے سے پہلے مسیح ہونے کا دعوے کرتا ہے وہ جھوٹا ہے تو یسوع نے ان کے ان اعتراض کا کوئی جواب نہ دیا بلکہ صرف یہ کہکر ٹالدیا کہ یوحنا ہی الیاس ہے۔ بظاہر یہ تاویل غلط معلوم ہوتی ہے کیونکہ یہودیون کا یہ اعتراض تھا کہ اگر الیاس نے خود نہین آنا تھا بلکہ اسکے کسی مثیل نے آنا تھا تو پھر خدا نے ان کو یہ کیون نہ کہا کہ الیاس کا مثیل آئے گا۔ علاوہ ازین جب یہ مانا جاتا ہے کہ یسوع مردے زندہ کیا کرتا تھا تو پھر کیون اس نے الیاس کو دوبارہ زندہ کر کے یہودیون کے اعتراض کی تردید نہ کردی۔ اب اس اعتراض کے مقابلہ پر مسیح موعود پر یہ اعتراض کہ خود عیسے دوبارہ نازل ہونا چاہیئے تھا اس کا مثیل کیون آیا ہے۔ ان لوگون کی طرف سے جو مسیح کی رسالت کو تسلیم کرتے ہین بیوقوفی ہے کیونکہ اگر یہ اعتراض صحیح ہے تو پھر تو مسیح کو سب سے پہلے رسالت سے جواب ملتا ہے جبتک اس کی کوئی بریت نہ کرلی جائے یہ اعتراض محض حماقت ہے علاوہ ازین آمد ثانی کے معنے تو مسیح نے خود صاف کر دئے تھے پھر افسوس ہے ان لوگون پر جو انہین الفاظ پر ٹھوکر کھائین۔ کیا مسیح نے نہین کہا کہ الیاس کا دوبارہ ہونا اس طرح پر ہوا کہ اس کی روح اور خصلت پر کوئی دوسرا شخص آگیا یعنی یوحنا جس نے یسوع کو بپتسمہ دیا اور اس طرح پر صاف جتلادیا کہ میرا دوبارہ آنا بھی اسی طرح پر ہوگا۔ افسوس ہے ان لوگون کی عقلون پر جو اس بھید کو نہین سمجھتے کہ مسیح کو کیون یہ واقع پیش آیا کہ اسے آمد ثانی کے یہ معنے کرنے پڑے اسمین صاف اشارہ تھا کہ پھر بھی ابتلا دنیا مین پیش آئے گا پس ان لوگون کو جنہون نے ایک دفعہ آمد ثانی کے یہ معنے سمجھ لئے کہ کوئی دوسرا شخص اس کی خو بو پر آیا کرتا ہے۔ یہ اعتراض کیونکر سوجھ سکتا ہے۔ اگر کسی شخص کی دوبارہ آمد سے یہ مراد نہین کہ کوئی اور شخص اس کی خو بو پر آئے تو یسوع مفتری ٹھہرا

ہے۔ کیونکہ ان معنون کے انکار سے سب سے پہلے جس شخص کا دعوے باطل ہوتا ہے وہ یسوع ہی ہے۔ اور اگر آمد ثانی کے یہ معنے ہین کہ کوئی دوسرا شخص اس کی خو بو پر آجائے۔ تو یسوع کی آمد ثانی سے واقعی اسی کا آجانا مراد نہین ہو سکتا بلکہ یہان بھی یہی مراد ہونی چاہیئے کہ کوئی دوسرا شخص یسوع کی خو بو پر آجائے ان دونون پہلوؤن مین سے بیشک جو پہلو چاہے اختیار کرے اور اس محتمل الضدین کی ہر دو شاخون مین سے جس پر چاہے اپنے قدم جمائے لیکن یسوع نے خود ہی اس معاملہ کی اور بھی وضاحت کر دی ہے اس نے صاف الفاظ مین کہدیا کہ وہ الیاس کی مانند دکھ اٹھائیگا" پھر مین تم سے کہتا ہون کہ الیاس تو آچکا لیکن انہون نے اس کو نہین پہچانا بلکہ جو چاہا اس کے ساتھ کیا۔ اسی طرح ابن آدم بھی ان سے دکھ اٹھائے گا" (متی ۱۷/۱۲)۔

اب دیکھنا چاہیئے کہ الیاس نے کس طرح دکھ اٹھایا۔ خود نہین بلکہ یوحنا کی شخصیت مین علی ہذا القیاس ابن آدم بھی اپنی آمد ثانی کے وقت خود دکھ نہین اٹھائے گا۔ بلکہ اس کی جگہ کوئی اور شخص جو ابن آدم کی روح و خصلت مین ہو کر آئے وہ دکھ اٹھائے گا۔ اس لئے ہم یسوع کے خادمون کو ان کے آقا کے الفاظ مین مگر اس سے بڑھکر سچائی کے ساتھ کہتے ہین کہ "آنیوالا مسیح" آگیا ہے اگر چاہو تو قبول کرو۔ جسکے کان سننے کے ہون سنے" نیز یسوع نے اپنی آمد کو ایک چور کی آمد سے تشبیہ دی ہے (متی ۲۴/۴۴) پہرہ والون کی نظر ایک طرف ہوتی ہے لیکن چور دوسرا راستہ اختیار کر لیتا ہے۔ یسوع کے بارے مین بھی یہی واقع پیش آیا ہے۔ عیسائی اس کے اپنے آنے کے منتظر ہین لیکن وہ کسی اور کی شکل مین ظاہر ہو گیا ہے۔ ان کو مناسب ہے کہ اب تمام بیہودہ امیدون اور فضول انتظارون کو چھوڑ دین کیونکہ انکے اپنے حساب کے مطابق آمد ثانی کا وقت آچکا ہے بلکہ گذرتا جاتا ہے اگر وہ اب نہ آیا تو یقیناً کبھی بھی نہین آئے گا۔

یہ بات بھی یاد رکھنے کے لائق ہے کہ جب کبھی یسوع سے یہودیون نے یہ درخواست کی کہ ہمین اپنی رسالت کا کوئی آسمانی نشان دکھا تو یسوع ہمیشہ انکار ہی کرتا رہا۔ مگر برعکس اس کے مسیح موعود نے مخالفین کی درخواست پر اور بغیر درخواست کے آسمانی نشان دکھائے امرتسر کے ایک مشہور پادری آتھم کی درخواست پر قادر مطلق خدا نے آپکے ہاتھون سے ایک ایسا آسمانی نشان ظاہر کیا جسکا نتیجہ آتھم کا قبر مین جا سونا تھا عیسائی لوگ اس سے فائدہ اٹھا سکتے تھے لیکن انہون نے پہلے زمانہ

کے یہودیوں کی طرح انکار ہی کیا۔ علی ہذا القیاس ایک آریہ پنڈت لیکھرام کی درخواست پر حضرت مسیح موعود نے چھ سال کے اندر اس کی موت کی پیشگوئی کی۔ اور بار بار ایک امور غیبیہ پر مشتمل پیشگوئیاں اس واقعہ کے متعلق قبل از وقت شایع کین اور پنڈت مذکور کے طریق موت و تاریخ و ساعت موت کا پورا پورا پتہ دیدیا۔ یہ پیشگوئی نہ صرف حضرت مرزا صاحب کے ہاتھون سے ہی شایع ہوئی بلکہ خود پنڈت لیکھرام نے بھی اس کو کثرت سے شایع کیا اور اس طرح پر کروڑہا انسانون کے درمیان یہ خبر قبل از وقت شایع ہوگئی اور پھر ہر ایک پہلو سے وقت معینہ پر اپنے تمام شرایط کے ساتھ پوری ہوئی۔ اور اسی طرح پر ڈیرھ سو سے زائد خارق عادت نشانات مسیح موعود دکھا چکے ہین جن کے کروڑون لوگ گواہ ہین اور اگر اس وقت بھی کوئی شخص سچے دل سے اور حق کو قبول کرنے کی خاطر نیک نیتی سے نشان مانگے تو اسے مایوس نہین کیا جاتا۔ یسوع کی پیشگوئیون پر کسی قسم کا وثوق نہین کیا جا سکتا کیونکہ کسی پیشگوئی کے پورا ہونے کی سچائی کا ثبوت نہین مل سکتا جبتک اس کے واقعات پیشتر ہی شایع نہ کئے جائین۔ وقوعہ کے بعد معجزات اور پیشگوئیان تو سیکڑون نہین ہزارون بن سکتی ہین۔ اور تمام قومون کی کتابین ایسی کہانیون سے بھری پڑی ہین۔ لیکن مسیح موعود پیشگوئیون اور معجزات کی سچائی کا زندہ گواہ موجود ہے۔ اس کی پیشگوئیان پورا ہونے سے پہلے شایع کی جاتی ہین تاکہ پورا ہونے کے وقت لوگ ان کی سچائی کو دیکھنے کے قابل ہون۔ عیسائیون کے پاس مسیح کی کوئی بھی پیشگوئی اس قسم کی نہین ہے۔ اس کی جو پیشگوئیان پورا ہونے سے پہلے شایع کی گئین وہ ایسی غلط نکلی ہین کہ عیسائیون کو ان کی وجہ سے سخت ندامت اٹھانی پڑتی ہے۔ جب ہم یسوع کے حالات پر جیسا اناجیل مین مندرج ہین نظر کرتے ہین تو ایک عجیب مقابلہ کی تصویر ہماری نظرون کے سامنے کھچ جاتی ہے۔ وہ ہمیشہ اس امر کی کوشش کرتا رہا کہ اس کا مسیحائی کا دعوے عام طور پر مشتہر نہ ہو۔ اور جب کبھی فاضل یہودیون نے اس سے اس کی سچائی کا نشان مانگا تو وہ یہی جواب دیتا رہا کہ کوئی نشان نہ دیا جائے گا۔ جب فریسی اس کے دعوے کے متعلق تذبذب مین تھے تو انہون نے بمنت یسوع کیخدمت مین عرض کی کہ وہ اپنی سچائی کا کوئی نشان ان کو دکھاوے۔ لیکن اس نے انہین جواب دیا اور کہا کہ "اس زمانہ کے بد اور حرامکار لوگ نشان ڈھونڈتے ہین پر یونس نبی کے نشان کے سوا کوئی نشان انہین دکھایا نہ جائیگا (متی ۱۲ ۳۹) ہم امید کرتے ہین کہ ڈاکٹر لیفرائے ایسے

الفاظ موجودہ مسیح سے ہرگز سننے پسند نہ کرے گا اور اسے سننے کی ضرورت بھی نہین کیونکہ اگر وہ حق طلبی کی راہ سے کوئی نشان مانگے تو مسیح موعود اسے دکھلانے کے لئے تیار ہے۔ لیکن جو نشان یسوع نے دکھانا چاہا وہ موت کے بعد ظاہر ہونا تھا۔ اور اس واسطے اس کی رسالت کا ثبوت نہین ٹھہر سکتا تھا اور نہ طلب کرنے والون کو اس سے تسلی حاصل ہوسکتی تھی۔ یسوع نے یہ خاموشی برابر اپنے تبلیغ کے سارے زمانے مین رکھی۔ ایک اور موقع پر جب فریسیون نے اسکے مشن کی تائید مین آسمانی نشان مانگا تو اس نے ایک سرد آہ بھری شائد اس واسطے کہ اس مین نشان دکھلانے کی قدرت نہ تھی اور کہا کہ "وہ اس نسل کو کوئی نشان نہ دکھلایا جائے گا" موجودہ نسل اس لحاظ سے بڑی خوش قسمت ہے کیونکہ اس کا مسیح اپنے خدا کی طرف سے ہونے کا ثبوت دینے کو تیار ہے اور آسمانی نشانات بکثرت دکھلاچکا ہے اور اب بھی دکھلاتا ہے۔ بجائے اس دلیل کے سبب مناظرہ سے انکار کرنے کے بشپ صاحبکو مناسب تھا کہ ایک ایسے دشمن کو خاموش کرنے کے لئے اس موقع کو غنیمت خیال کرتے جو مذہب عیسوی کے جھوٹے مسائل کا استیصال کررہا ہے۔ بشپ صاحب کا انکار ان کی ناقابلیت کو ظاہر کرتا ہی اور اس بہانہ سے انہون نے صرف اپنے عیب کو چھپانے کی کوشش کی ہے۔ کسی شخص نے کبھی خواہش نہین کی تھی کہ بشپ صاحب مسلمانوںپر عیسایئت کی صداقت ظاہر کریں اور نہ یہ انکا خاص کام تھا۔ لیکن انہون نے ابتدا کی اور عیسائیت کے مسائل کو جو ایک راز کی صورت مین چلے آتے ہین مسلمانون کے سامنے حل کرنا چاہا۔ نہ اس واسطے کہ دراصل انکے پاس کوئی ثبوت موجود تھا (کیونکہ مابعد کی حالت اس خیال کی تردید کررہی ہے) بلکہ اس سبب سے کہ عوام الناس کے خیالات پر ان کا رعب بیٹھ جائے اور لوگ بشپ صاحب کی . . بزرگی اور فضیلت کی وجہ سے اور بغیر کسی دلیل کے طلب کرنے کے انکے الفاظ پر ایمان لے آئین۔ اصل بات یہ ہے کہ بشپ صاحب کا پادری اور واعظ انجیل ہونے کا جوش نئے عہدہ پر آتے ہی ٹھنڈا نہین ہوسکتا تھا۔ اور اسی جوش سے اپنے عہدہ کی آڑ مین انہون نے یہ فائدہ حاصل کرنا چاہا کہ عوام پر اپنے مذہب کا اثر ڈالین۔ جونہی انہون نے دیکھا کہ ایک مسلمانون کا عظیم الشان امام انکے مقابلہ کے لئے تیار ہے تو انہون نے واپسی کا نقارہ بجایا اور اسلام کے ہاتھ مین ایک فتح عظیم چھوڑکر میدان جنگ سے گریز اختیار کیا +

ڈاکٹر لیفرائے کا دوسرا اعتراض یسوع اور اس کے پیروؤن کے خلاف ہے۔ اور نہ مسیح موعود کے

وہ کہتے ہین مسیح موعود نے یسوع کی زندگی کے حالات بیان کرنے مین سختی اور بدزبانی سے کام لیا ہے۔ لیکن کیا وہ عیسائی پادریون کی کینہ بد زبانی سے واقف نہین جو وہ اسلام اور اس کے اولوالعزم بانی کے حق مین کرتے ہین درآنحالیکہ وہ خود بھی کئی سالون تک پادری کا کام کرتے رہے ہین کیا وہ نہین جانتے کہ نہایت گندے اور سخت الفاظ جو ان کو اپنی زبان مین مل سکتے تھے ان واعظان انجیل نے سب کے سب پیغمبر اسلام علیہ الصلوٰۃ والسلام پر خرچ کئے ہین۔ آپ کے سب اقوال و افعال کو کینہ اغراض کی طرف منسوب کیا گیا ہے اور آپ کی زندگی کا ہر ایک پہلو عیسائی نکتہ چینون نے ظالمانہ طور سے بدنما بنا کر پیش کیا ہے۔ کیا بشپ صاحب نے کبھی اس برائی کو اپنے مشنری بھائیون سے دور کرنے کی کوشش کی؟ جن لوگون نے وعظ انجیل کو پیشہ بنالیا ہے ان کی گندی تحریرون نے بار بار مسلمان جماعت کے خون کو جوش دیا ہے اور اسی جوش کو ٹھنڈا کرنیکے لئے ہی مسیح موعود نے مناسب سختی سے کام لیا اور اس طریقہ سے لوگون کے جوشون کو فرو کردیا اور اگر وہ ایسا نہ کرتے تو اس کا نتیجہ ضرور کوئی خوفناک صورت اختیار کرتا۔ ابتدا انجیلی واعظون نے کی اور مسیح موعود کی سختی اس خرابی کے دفعیہ کے لئے تھی جو پادری ملک مین پیدا کرچکے تھے۔

لیکن ایک اور سبب بھی ہے جس کے باعث مشنری لوگ مسیح موعود کی تحریرون کو سخت سمجھ رہے ہین وہ اپنے آپ کو عام سطح سے اوپر خیال کرتے ہین اور علمی مناظرات مین بیوجہ بڑے بننا چاہتے ہین۔ وہ چاہتے ہین کہ ہر شخص فرض کے طور پر ان کی رائے کو عزت کی نگاہ سے دیکھے خواہ وہ رائے درست ہو یا غلط۔ اسی واقع مین جس پر ہم اس وقت بحث کر رہے ہین بشپ صاحب کو یہ بہت ناگوار گذرا ہے کہ حضرت مرزا غلام احمد صاحب خدا سے الہام پاکر مسیح موعود ہونیکا اور یسوع ناصری کے مساوی بلکہ اس سے افضل ہونے کا دعوے کرتے ہین لیکن خود بشپ صاحب اپنے جذبات کی اتباع کرکے پیغمبر اسلام کو معاذاللہ ایک مفتری قرار دیتے اور نہائت بدنما تصویر ان کی پیش کرتے ہین اور تسپر انہین خیال ہے کہ اسلام کے ساتھ بڑے منصفانہ طور سے برتاؤ کرتے ہین اور مسلمانون کے خیالات کا پاس رکھتے ہین۔ اصل بات تو یہ ہے کہ یسوع کا گلہ دیگر مذاہب کے حق مین جو چاہے کہے لیکن وہ اپنے حق مین ایک لفظ بھی نہین سن سکتے وہ ابن مریم کو خدا سمجھکر پوجتے ہین۔ اور خود بھی چھوٹے چھوٹے خدا بنکر چاہتے ہین کہ لوگ ان کی پرستش کرین۔ اگر کوئی شخص ان کی رائے

پر محققانہ ریویو کرے تو آگ بگولہ ہو جاتے ہین - بیشک سچائی ایک تلخ پیالہ ہے ان کے لئے جو جھوٹ سے ملے رہتے ہین ان کے مخالف کا قصور صرف یہی ہوتا ہے کہ وہ سچائی پیش کرتا ہے +

بشپ صاحب اپنے ہم پیشہ اصحاب کی ابتر اور گندی عادت سے ضرور واقف ہون گے مگر کیا انہون نے یا کسی اور انجیلی واعظ نے کبھی اس بدطریق کو روکنے کی کوشش کی؟ ہان یہ مسیح موعود ہی تھا جس نے تین متواتر درخواستین گورنمنٹ مین بھیجکر درخواست کی کہ مناظرہ کا گندہ طریقہ قانوناً بند کیا جائے اور اس کے لیے قانون نافذ کیا جائے - اگر پادری بھی ایسی ہی التماس کرتے - تو گورنمنٹ مسیح موعود کی اس تجویز پر زیادہ غور کرتی - کیونکہ جب دونون فریق ایک امر پر رضامند ہو جاتے تو گورنمنٹ کے لئے اس قسم کا قانون بنانے کی راہ نکل آتی جس سے دو فریق ایک دوسرے کے مذہب پر حملہ کرنے سے روک دئے جاتے اور مناظرہ کو صرف اپنے مذہب کی خوبی بیان کرنے کی حد تک محدود کر دیا جاتا - علاوہ ازین اس پہلے خط مین جو مسلمانون نے بشپ کو لکھا تھا یہ قواعد بھی موجود تھے کہ کوئی فریق مذہب مقابل پر حملہ نہ کرے اور ہر ایک گروہ صرف اپنے مذہب کی سچائی کا ثبوت دے پس اگر بشپ صاحب نے باوجود اس کے یقین دلائے جانے کے بھی مناظرہ سے علیحدگی ہی اختیار کی تو وہ اپنے سایہ سے ڈرتے رہے اور دراصل کوئی شے انہیں ڈرانے والی موجود نہ تھی +

بشپ صاحب کے دوسرے اعتراض پر اب ہمین صرف ایک اور ریمارک کرنا باقی ہے اور وہ یہ کہ اگر وہ کوئی سختی مسیح موعود کی تحریرین دیکھتے ہین تو وہ سمجھ لین کہ یہ سب کچھ بسبب مماثلت کے ہے اس شخص کے ساتھ جسے بشپ صاحب "خداوند اور آقا" سمجھکر پرستش کرتے ہین - جس سختی سے یسوع نے یہودی سردارون کے ساتھ سلوک کیا وہ ان لوگون کے درمیان ضرب المثل ہے تمام یہودی مصنف یسوع کی گندہ زبانی کی جو اس نے ان کے بزرگوں اور کاہنون کے حق مین کی جن پر وہ ہمیشہ غضب کے ساتھ حملہ کیا کرتا تھا اب تک شاکی ہین - یہودیون نے نرم الفاظ مین اس کو مخاطب کیا اور آقا اور ربی کہکر اسے بلایا اور ثبوت اور نشان مانگے - لیکن جواب مین ان کو ریاکار - سانپون کے بچے ایک بد اور حرامکار نسل وغیرہ کہا گیا - درحقیقت اس کی کثرت بدزبانی کیوجہ سے یہ الفاظ ہر وقت اسکی زبان پر رہتے تھے - اس نے صاف صاف یہودیون کے بزرگون اور معزز مردون اور عورتون کی بے عزتی کی اور انہین محصول لینے والون اور بدکار عورتون

بدتر قرار دیا۔ کیا اس سے ان کے خیالات کو کچھ رنج نہ پہونچتا تھا تاہم وہ لوگ اس کی عزت ہی کرتے تھے۔ دراصل یہودی سردارون نے آج کل کے ظاہری دینداروں اور واعظون کی نسبت خواہ وہ ظاہراً کیسے ہی مہذب نظر آوین کہین زیادہ نرمی کا نمونہ دیا۔ بیشک بشپ صاحب کو چاہئیے کہ وہ یہود کے معزز علما اور بزرگون کے ساتھ ہمدردی ظاہر کرین جو گورنمنٹ رومی کے ماتحت بڑے بڑے عہدون پر ممتاز تھے اور جنہین یسوع حرامکار عورتون سے بدتر بدکار لوگ سوؔر اور کتے سانپون کے بچے گدھے اور اندھے کہکر مخاطب کیا کرتا تھا۔ اس کی گفتگو کے عام الفاظ بیوقوف۔ جاہل۔ ریاکار اور بدی سے معمور وغیرہ تھے۔ دراصل یسوع نے دشنام دہی کے دفتر مین کوئی لفظ باقی نہین چھوڑا۔ اور اب پادری لوگ دوسرے مذاہب کے پیشواؤن اور بزرگون پر حملہ کرتے وقت اس کی نقل ہی کرتے ہین۔ ایسے "خداوند اور آقا" کے ہوتے ہوئے بشپ صاحب کو مسیح موعود پر سختی اور بدزبانی کا الزام لگانے مین زیادہ محتاط ہونا چاہئیے تھا +

ڈاکٹر لیفرائے کا تیسرا عذر بھی ایسا ہی بودا ہے جیسا پہلا اور دوسرا۔ وہ مسیح موعود کے ساتھ مباحثہ پر رضامند نہ ہونے کے لئے یہ وجہ تراشتے ہین کہ مسیح موعود کے دعوے کو اس صوبہ کے کثیر مسلمان استہزا اور حقارت کی نظر سے دیکھتے ہین۔ مگر اپنے تئین بشپ صاحب عیسائی جماعت کا سچا وکیل ٹھہراتے ہین بہ سبب اس عہدے کے جسپر وہ اتفاقاً مقرر ہین خواہ ذاتی طور پر وہ کیسے ہی ناقابل ہون۔ مگر افسوس ہے کہ انہون نے اپنے آپ کو اس وکالت کے قابل ثابت نکیا کیونکہ عیسائیت کو شکست آتے دیکھکر انہون نے صاف گریز اختیار کی اور اس کی حفاظت مین کچھ بھی ہاتھ پیر نہ ہلائے اور اس طرح پر ہمیشہ کے لئے اس مذہب پر داغ لگایا جسکے وہ وکیل ہوکر کھڑے ہوئے تھے۔ باقی رہا مسیح موعود کے دعوے کا استہزا اور حقارت سے دیکھے جانا۔ اس معاملہ مین بشپ صاحب کو سوچ سمجھکر قدم رکھنا چاہئیے تھا۔ کیونکہ شام کے یہودیون نے بھی یسوع کے دعوے کو نہایت استہزا اور حقارت کے ساتھ دیکھا تھا تو کیا ہم اس سے یہ نتیجہ نکالین کہ اس کا دعوے یہودیون کے بادشاہ ہونے کا باطل تھا اور یہ پیشگوئی کہ مسیح یہودیون کا بادشاہ ہوگا اس مین پوری نہین ہوئی نیز وہ خاص مذہبی فرقہ جس مین بشپ شامل ہے اکثر عیسائیون کی نظرون مین حقیر ہے براہ مہربانی وہ ہمین بتلاوین کہ کلیسیائے انگلستان کی تعداد یسوع کے خونی

بھروسہ کرنیوالے اور اس کو خدا سمجھنے والے دیگر عیسائیوں کے مقابلہ مین کیا ہے اس کے بعد انہین خود ہی معلوم ہو جائیگا کہ خود عیسائی لوگ ان پر اعتراض کرنے والے اور استہزا کرنے والے دنیا مین بکثرت موجود ہین۔ اور وہ لوگ باوجودیکہ بشپ صاحب یسوع کو خدا مانتے ہین پھر بھی ان کو مرتدین اور کافرون کی فہرست مین داخل کرتے ہین۔ اس طرح سے تو بشپ صاحب کا عیسائیت کی وکالت کا دعوے جھوٹا ٹھہرتا ہے۔ پس ان کا یہ اعتراض مسیح موعود پر کہ بہت سارے لوگ انکے دعوے کو نہین مانتے اسلئے وہ اسلام کے وکیل نہین ہو سکتے کسقدر بودا ہے حالانکہ انہین کے بھائی بند امرتسر کے مباحثہ مین حضرت مرزا صاحب کو اسلام کا وکیل مان چکے ہین۔ صرف یہی نہین بلکہ بشپ صاحب کا عیسائیت کی وکالت کا دعوے ایک اور پہلو سے بھی جھوٹا ٹھہرتا ہے۔ بشپ صاحب کی مذہبی وکالت تو صرف اسقدر ہے کہ ایک عہدہ اور تنخواہ کے لحاظ سے وہ چند مذہبی رسوم جو ان کے لئے مقرر شدہ ہین۔ بجا لاتے ہین اور ان رسوم کو ادا کرنے کے علاوہ ان کی اپنی ذات کا اثر مذہب عیسائی پر کیا ہے بالفرض اگر ان کا کانشنس ان کو ہدایت کرے کہ یہ رسم ٹھیک نہین۔ یا اس کے نیچے کوئی حقیقت نہین تو کیا وہ یہ جرأت کر سکتے ہین کہ علانیہ طور پر اپنا اختلاف اس مقرر کردہ طریق سے ظاہر کر سکین اور اگر بالفرض کرین بھی تو وہ اسی وقت وکالت سے علیحدہ کئے جاوینگے وہ اس طریق سے جو ان کے لیئے مقرر کیا گیا ایک ذرہ بھر اِدھر اُدھر نہین ہو سکتے اور اگر ہون تو وہ بشپ نہین رہ سکتے۔ وہ مذہبی رہنما نہین بلکہ رسوم کے غلام ہین۔ اور مذہبی وکیل رسوم کا غلام نہین ہو سکتا۔ بلکہ وہ جسکو سچے طور پر رہنمائی کا حق حاصل ہے بشپ صاحب کو تو صرف وہ وسائل اختیار کرنے پڑتے ہین جو ان کی آمدنی اور عہدہ کے قیام کے لئے ضروری ہین اور اگر ان کا نور قلب انکو یہ ہدایت کرے کہ فلان عقیدہ غلط ہے یا فلان راست ہے تو ان کی جماعت اُن کی رائے کے پیچھے نہین چلیگی پس جس شخص کا اقرار و انکار اس کی جماعت پر کوئی اثر پیدا نہین کر سکتا وہ کیونکر یہ دعوے کر سکتا ہے کہ مین حقیقی طور پر فلان مذہب کا وکیل ہو سکتا ہون۔ برعکس اس کے حضرت مسیح موعود ایک حقیقی رہنما ہین اور ان کی جماعت جسقدر وہ ہے ان کو اپنا پیشوا تصور کرتی اور اپنے عقائد اور اعمال کو ان کے عقائد اور اعمال کے مطابق بنانے کی کوشش کرنیوالی ہے۔ ایک لاکھ یا زیادہ آدمی آپ کو خلیفۃ اللہ سمجھتا اور تمام مذہبی امور مین حکم خیال کرتا ہے اگر بشپ صاحب مسیح موعود کو

خاموش کر دیتے تو گویا وہ ایک لاکھ اشخاص کا منہ بند کر دیتے اور اگر وہ انہیں قائل کر دیتے تو وہ اس کثیر تعداد کو اپنے مذہب کی سچائی کا قائل کرنے والے ٹھہرتے۔ اس طرح پر ایک ایسا کام انکے ہاتھ سے ہوتا جو سیکڑون پادری دن رات کی کوشش اور ہر قسم کے حیلہ و فریب سے ایک صدی مین بھی نہین کر سکتے۔ اگر بشپ صاحب یہ عظیم الشان خدمت اپنے مذہب کی کرتے تو بیشک وہ قابل تعظیم اپنے ہم مذہبون مین ٹھہرتے اور علاوہ ازین روح القدس کی عنایت کو اور زیادہ حاصل کر کے کسی اس سے بھی بڑے عہدہ پر ممتاز کئے جاتے اور ان کی یادگارین قائم کیجاتین اور وہ ہمیشہ کے لئے عیسائی مذہب کے سچے اور لایق وکیل ٹھہرتے لیکن موجودہ صورت مین تو افسوس ہے کہ ان کو کوئی بھی فخر حاصل نہین اور واقعات انکے حقیقی وکالت کے دعوے کو مردود ٹھہراتے ہین۔ بشپ صاحب کو یاد رکھنا چاہیئے کہ ان کا عذر بالکل لغو ہے کیونکہ مسائل متنازعہ فیہ خاص وہ مسائل نہین تھے جن کے باعث مسیح موعود اور دیگر مسلمانون مین اختلاف ہے بلکہ مذہب اسلام کے وہ اصول اور تعلیم تھی جن مین تمام مسلمان ان کے ساتھ متفق ہین اور اسی واسطے بشپ صاحب کو لکھا بھی گیا تھا کہ اگر وہ چاہین تو اس چیلنج پر کل مسلمان دستخط کرنے کے لئے تیار ہین لیکن یہ تمام عذر جو بشپ صاحب پیش کرتے ہین دراصل کسی خوف کا نتیجہ ہین جس کا اظہار بشپ صاحب نے مناسب نہین سمجھا۔

ڈاکٹر لیفرائے صاحب کا چوتھا عذر خاص ان کی اپنی حالت کے متعلق ہے۔ ہم بڑی خوشی سے اسکو قبول کر لیتے اگر خود بشپ صاحب کی ہی پہلی کارروائی اسے باطل نہ ٹھہرا دیتی۔ لاہور مین لیکچر دینے کے لئے انکو وقت کہان سے ملگیا۔ کیا اسوقت کلیسیا کو ان کی ضرورت نہ تھی۔ نیز یہ اظہر من الشمس ہے کہ ہر ایک عیسائی کا یہ پہلا فرض ہے کہ غیر مسیحیون کو بچاوے اور نجات یافتون کی ضروریات کو پورا کرنا ایک چھوٹے درجہ کا کام ہے۔ اگر عیسائیون کے اصل عقیدہ کے رو سے دیکھا جاوے تو یہ امر ظاہر ہے کہ ڈاکٹر لیفرائے کا پادریانہ کام انکے موجودہ کام کی نسبت اہم تھا اور زیادہ ضروری تھا اور اگر بشپ صاحب یہ کہین کہ انہون نے روح القدس کے اشارے سے ایک کام چھوڑ کر دوسرا اختیار کیا ہے تو اس کا جواب یہ ہو سکتا ہے کہ روح القدس کو شاید کوئی اور اغراض مدنظر ہون اس سے یہ ضروری نتیجہ نہین نکلتا کہ واعظ کا کام چھوٹا کام ہے۔ لیکن اگر یہ بھی تسلیم کر لیا جاوے کہ بشپ صاحب کا یہ فرض نہ تھا کہ وہ دوسرون کے بچانے کی فکر کرتے تو پھر بھی بشپ صاحب کی بریت نہین ہوتی

کیونکہ نہ صرف انہوں نے دوسروں کو بچانے سے انکار کیا بلکہ اپنے مذہب کی حفاظت کی بھی کچھ پروا نہ کی۔ اور سچی مذہبی حمیت سے بھی کام نہ لیا اور مذہب کی حمایت کی کچھ پروا نہ کرکے اسپر ہمیشہ کیلئے زک کا داغ لگایا۔ انگریزی اخبارات جو بشپ صاحب کے ہم مذہب تھے انہوں نے تو بشپ صاحب کے انکار سے پہلے ہی صاف اقرار کرلیا تھا کہ اگر ایسی منصفانہ شرطوں کے ساتھ بھی بشپ صاحب نے مباحثہ سے انکار کیا تو اسلام کا اس میدان مین فتح کا دعوے بجا ہوگا اور بشپ صاحب کو کسی عذر کی گنجایش نہ ہوگی۔ چنانچہ ان مین سے ایک اخبار انڈین ڈیلی نیوز نے جو بشپ صاحب کی خدمت مین بھی بھیجا گیا تھا۔ پرزور الفاظ مین تحریر کیا کہ "ہم نہین جانتے بشپ صاحب کس طرح یہ کہہ سکتے ہین کہ ایسے دلچسپ مباحثہ مین ان کا وقت بہت خرچ ہو جائیگا کسی حالت مین بھی ان کو نہین چاہئے کہ ایسے دشمنون کی تردید کرنے۔ خاموش کرنے اور قائل کرنے کا یہ عجیب موقعہ ہاتھ سے دیدین خصوصًا ایسی جگہ جہان انہین یہ ثابت کرنا ہوگا کہ ہر دو مذاہب عیسائیت اور اسلام مین سے کون زندہ مذہب کہلا سکتا ہے"۔ مگر افسوس کہ بشپ صاحب نے ان تمام پہلوون کو عمدًا نظرانداز کرکے یہی مناسب سمجھا کہ بجائے اسکے کہ مباحثہ کے بعد وہ قطعی زک اٹھائین یہ بہتر ہے کہ انکار سے بات کو ٹالدین۔ مگر ہماری رائے مین ایک ایسے مذہبی عہدہ دار کے لئے یہ طریق پسندیدہ نہ تھا۔ ہمارے خیال مین دشمن کو پیٹھ دکھانے کی نسبت اسکا مقابلہ کرنا زیادہ باعث عزت ہے وہ شخص جو پیٹھ دکھاتا ہے شکست کھانے مین اس شخص کے برابر ہوتا ہے جو مقابلہ مین دشمن کی تلوار کے نیچے خاک کے ساتھ ملجاتا ہے۔ صرف فرق یہ ہوتا ہے کہ اول الذکر کے دامن پر بزدلی اور بیعزتی کا یہ داغ رہ جاتا ہے اور موخر الذکر اپنی جوانمردی جہانتک طاقت ہو دکھاتا ہے اور بزدلی کے الزام سے بری ٹھہرتا ہے۔ خصوصًا کلیسیا کا ایک بشپ یہ عذر پیش نہین کرسکتا کہ مجھے اندرونی کام بہت ہین۔ ہر ایک شخص کا جو کسی مذہب سے تعلق ظاہر کرتا ہے پہلا فرض مذہبی حمایت ہوتی ہے اور دیگر فرایض اس سے دوسرے درجہ پر ہین اس لئے جو کام بشپ صاحب نے کیا ہے وہ ایک معمولی انسان کے شایان شان بھی نہین ہے اگر دشمن قلعہ پر گولہ باری کر رہا ہے تو اس کو یہ کہنا بڑی بیوقوفی ہے کہ جناب میرا ابھی تک اندرونی انتظام ٹھیک نہین اس کو درست کرکے پھر آپ کا مقابلہ کرونگا۔ اس طرح پر شہر پناہ کو بے حفاظت چھوڑ دینا قابل شرم غلطی ہے خواہ اسکے لئے سو عذر بنائے جائین۔ بلکہ عذر تو اور بھی کمزوری کا

ثبوت ہے +

بشپ صاحب کے آخری عذر کا سمجھنا اور بھی مشکل ہے کیونکہ یہ محض لفظ ہی ہین جن کے
نیچے سچی حقیقت کوئی نہین - بشپ صاحب نے یہ فرض کرلیا ہے کہ مذہبی صداقتین دلایل سے ثابت
نہین کیجاسکتین لہذا مباحثہ فضول ہے - تو پھر گویا مذہبی سچائیان کبھی بھی ثابت ہی نہین ہوسکتین -
کیونکہ ثبوت بلا دلایل ایک مہمل شے ہے - لاکھون کتابین عیسائیون نے شایع کین جن مین عیسائیت
کو "معقول دلایل" سے ثابت کرنے کی کوشش کی ہے - کیا یہ سب کچھ بیفائدہ تھا اور کیا مصنفون نے
ایک لغو کام کیا - بشپ صاحب نے خود بھی بڑی مہربانی سے اہم مذہبی مسائل پر عوام الناس کے سامنے
لیکچر دئے - کیا یہ ایک فضول حرکت تھی اور کیا انکے لیکچر دلائل اور معقول مباحثات سے خالی تھے
اور اس نے مسلمانون کو اعتراض کرنے کیلئے کیون بلایا - ایک لغو چیز پر اعتراض کرنے کی کیا ضرورت
تھی - مگر ہم بشپ صاحب کی فہم و عقل کی کسر شان نہین کرنا چاہتے - اپنے علم اور زبان دانی کی بھروسہ
پر انکو پہلے یہ خیال آیا کہ عیسائیت کی سچائی منطق اور دلایل کے ذریعہ سے قائم کرنے کی کوشش کرین -
لیکن جب انہون نے دیکھا کہ عیسائیت کے سب سے بڑے عقائد تو خود عقل کو دھکے دے رہے ہین تو انہون
نے براہین کے راستہ پر قدم مارنے سے انکار کیا - تجربہ نے ان پر کھولدیا کہ عیسائی مذہب کے عقائد کی تائید
عقلی دلائل کے ذریعہ سے ایک بیہودگی ہے - ہم اس بات مین بشپ صاحب سے متفق ہین کہ عیسائیت کے
عقائد درحقیقت عقل سے ثابت نہین کئے جاسکتے لیکن ہم ان کے اس منحوس فتوے سے کہ تمام
مذاہب کا یہی حال ہے نااتفاقی ظاہر کرتے ہین - اگر بشپ صاحب اپنے تنگ دائرہ سے باہر نکل کر
یہ دعوے کرین کہ اسلام کے صحیح اصول بھی انہین مذہبی عقائد مین شامل ہین جو عقلی طور پر ثابت
نہین ہو سکتے تو ہم اس کی تردید کرتے ہین اور انہین صاف بتلاتے ہین کہ جو چیلنج ان کو مسلمانون
نے دیا تھا وہ اسلامی مسائل کی عقل پسندی کا ایک زندہ ثبوت ہے +

بشپ صاحب اپنے جواب مین لکھتے ہین کہ "خدا اور سچے ایمان کا علم ...... دل کی پاکیزگی پر مبنی
ہے" لیکن کیا ان کو یہ معلوم نہین کہ تمام مذاہب والے دل کی پاکیزگی کے دعویدار ہین - اہل ہنود اور بدھ
مذہب کے لوگ کہتے ہین کہ دل کی پاکیزگی ہمین ہی حاصل ہے - اب ہم کیونکر کہہ سکتے ہین کہ بشپ صاحب کا
دل کی پاکیزگی کا بیان صحیح ہے اور دوسرونکے غلط ہین - غرض اس فیصلہ کیلئے ہمین دلائل کیطرف ہی رجوع کرنا

پڑے گا۔ پھر بشپ صاحب لکھتے ہین کہ "مذہب کی اپیل۔۔۔۔ تمام انسانی جوارح۔ اس کی مرضی اس کی خیالات اس کی اخلاقی خواہشون اس کی ایمانی قابلیت۔ قصہ کوتاہ اس کے دل اور اس کے دماغ سے تعلق رکھتی ہے" لیکن ان بیانات کو کیا کرین جبکہ ہنوز ایک مذہب کے سچا یا جھوٹا ہونے کا ہی فیصلہ نہین ہوا۔ بشپ صاحب عیسائیت کو اور مسلمان اسلام کو سچا خیال کرتے ہین لیکن اگر کسی کے پاس دلایل ہی نہ ہون تو ایسے خیالات کو کیا وقعت دیکتے ہین جس شخص نے جس طور پر تربیت پائی اسی کو سچا سمجھ لیا۔ اخلاقی خواہشین بھی ایسی چیز نہین کہ تمام انسانون کے درمیان ایک غیر متبدل طرز پر تسلیم کیجاتی ہون بلکہ جیسے جیسے حالات اور تربیت مین اختلاف ہے اسی کے مطابق انسان اپنی اخلاقی خواہشون کو بھی محدود کر لیتے ہین اور سب کے سب کسی ایک معیار پر قائم نہین ہین۔ جو فیصلہ کن ہو۔ اب مثلاً بشپ صاحب کی اخلاقی خواہشین ایک کمزور انسان کو خدا بنانے تک ہی اگر ٹھہر گئی ہین جو عورت کے پیٹ سے پیدا ہوا اور جس کی لاش تھوڑا عرصہ ہوا شہر سرینگر کے محلہ خانیار مین مدفون معلوم ہوئی ہے۔ مگر ایک مسلمان کی اخلاقی خواہشین ایسے گندہ عقیدہ سے سخت متنفر اور بیزار ہوتی ہین۔ پھر بشپ صاحبکو تو یہ تسلی ہے کہ تمام انسانی گناہون کا بدلہ خدا نے اپنے بیٹے کو لعنتی موت مار کر لیلیا۔ اور اس طرح گناہ کا بوجھ انکے سر سے اتر گیا لیکن ان کے بھائی ٹامس پین کی فطرت نے اس بیہودہ بات کو قبول نہ کیا اور اس کی اخلاقی خواہشات نے اسکو اسی طرف ہدایت کی کہ خدا ایک مجنون انسان نہین ہوسکتا جو اپنے ہی بیٹے کو پھانسی دیدے اور ایسا کمزور نہین ہوسکتا جو بغیر ایسا کرنیکے اسکا کام ہی نہ چل سکے۔ عیسائیت مین شراب مذہب کا جز ہے۔ لیکن مسلمانونکے نزدیک اس سے بڑھکر کوئی ناپاکی ہی نہین غرض اس قسم کی بہت مثالین ہین جن سے ظاہر ہے کہ خیالات اور اخلاقی خواہشین ہر ایک فرقہ کی دوسری سے الگ ہین اور ان کے ذریعہ سے کوئی معیار صداقت قایم نہین ہوسکتا۔ دل کو اپیل کرنیسے اگر مراد بشپ صاحب کی وجدانی دلائل ہین تو ان کا اثر ایسے لوگون پر تو ہوسکتا ہے جنہون نے پہلے ہی ایک حدتک کسی مذہب کو قبول کر لیا ہو جسکے متعلق وجدانی دلائل پیش کئے جاتے ہین۔ مگر جہان سرے سے اس مذہب کے تمام عقاید کو ہی مخالف باطل قرار دیتا ہے تو وہان وجدانی دلائل پیش کرنا محض حماقت ہے۔ کیا یہ ہنسی کی بات نہین کہ مذہبی صداقت کے ثبوت کے لئے مخالف کے سامنے وجدانی دلائل پیش کئے جائین اور عقلی دلائل جو دراصل رہنمائی کر سکتے ہین۔ ثبوت کیلئے ناکافی سمجھے جائین

بشپ صاحب شاید اس بات کو کہ گنگا کا پانی گناہ دور کرتا ہے سن کر مضحکہ مین اڑا دینگے مگر کیا یہ اس سے بھی زیادہ ہنسی کی بات نہین کہ یسوع کا خون گذشتہ اور آیندہ کے تمام گناہون کو دھو دیتا ہے۔ تاہم ہندو ایک کی اور بشپ صاحب دوسرے کی سچائی کو مانتے ہین اور اسی کو حق سمجھتے ہین۔ اگر مذہبی متنازع فیہ مسائل کے فیصلہ کے لئے یہی طریق ہے جو بشپ صاحب پیش کرتے ہین تو کیون انہون نے اس قدر وقت اور روپیہ انجیل کے وعظ کرنے مین ضایع کیا۔ جو لوگ کسی مذہب مین ہین وہ اسے سچا سمجھتے ہین اور پادری لوگ صرف ان کے امن مین خلل اندازی کرتے ہین ٭

ذنب کے معنون پر بحث

ماہ مئی کے پرچہ میگزین مین مضمون عصمت کے متعلق لفظ ذنب کے معنون پر بحث کی گئی تھی ہمین مجبوراً اس کی طرف پھر توجہ کرنی پڑی ہے کیونکہ ۱۹ جولائی کے پرچہ ایپفینی مین ایک پادری صاحب نے جو اپنا نام جے۔ ایم لکھتے ہین۔ "قرآن" کے عنوان کے نیچے مضمون نویسی کرتے ہوئے ہمارے مضمون مین دیدہ و دانستہ تحریف کر کے اسکو پیش کیا ہے اور خود غلط بیانی کر کے پھر اسی کی تردید شروع کی ہے اور بہت سی تکلیف اٹھا کر یہ ثابت کیا ہے کہ لفظ ذنب سے جو قرآن شریف مین آیا ہے۔ پانچ مقامات پر واقعی ارتکاب گناہ مراد ہے مگر تعجب ہے کہ ہم نے کب انکار کیا تھا کہ ذنب کبھی بھی ارتکاب گناہ کے معنون مین نہین آتا۔ پادری صاحب نے اپنا وقت ضائع کر کے ایک سفید صفحہ کو سیاہ کرنیکے سوائے اور کوئی کام نہین کیا۔ مگر اس کی ہمین چندان پروا نہین۔ البتہ اس نے جو تحریف ہمارے مضمون مین کی ہے اسکا اظہار ضروری ہے تا ناواقف لوگ دھوکہ مین نہ پڑین۔ شروع مضمون مین پادری صاحب لکھتے ہین کہ قرآن شریف کی ان آیات کے مفہوم کو جن مین انبیا کے گناہون کا ذکر ہے۔ بدلانے کی کوششون مین سے ایک نئے فرقہ موید ین اسلام کا یہ اختراعی بیان ہے کہ لفظ ذنب سے کسی جگہ گناہ مراد نہین بلکہ صرف ایسی انسانی کمزوری مراد ہے جس کے لئے انسان کو خدا تعالے سے مدد طلب کرنے کی حاجت پڑتی ہے۔ ہم پادری صاحب سے یہ سوال کرتے ہین کہ کیا واقعی ان کا کانشنس ان کو یہ کہتا ہے کہ جو کچھ انہون نے لکھا ہے۔ وہ ہمارے مضمون کا صحیح مفہوم ہے۔ پادری صاحب کی عدم واقفیت یا موٹی سمجھ اس تحریف کیلئے عذر نہین ہو سکتی اور دیدہ و دانستہ دھوکا دینے کے جرم کو کم نہین کر سکتی۔ کیونکہ انہون نے صرف یہ کارروائی کی ہے۔ کہ

ایک فقرہ کو آگے اور پیچھے سے کاٹ کر پیش کیا ہے کہ گویا ہمارا یہ مطلب ہے کہ ذنب کا لفظ گناہ کے معنون میں کبھی آتا ہی نہیں۔ اُن فقرات کو ہم بعینہ نیچے نقل کرتے ہین تاکہ منصف مزاج ناظرین غور کرین کہ ہمارے الفاظ سے یہ مفہوم نکل سکتا ہے جو پادری صاحب نے نکالکر اپنی تحریف کا نمونہ دکھایا ہے نمبر ۵ صفحہ ۱۹۵ و ۱۹۶ پر یہ عبارت ہے "یہ کہنا بالکل غلطی ہے کہ آیت و استغفر لذنبک میں ذنب کا لفظ ہے جو گناہ کو کہتے ہین کیونکہ ذنب اور جرم مین فرق ہے۔ جرم کا لفظ تو ہمیشہ اسی گناہ کے لئے آتا ہے جو سزا کے لئے ہوتا ہے مگر ذنب کا لفظ بشریت کی کمزوری کیلئے بھی آجاتا ہے۔ اس لئے نبیون پر انسانی کمزوری کی وجہ سے ذنب کا لفظ اطلاق پایا ہے۔ مگر جرم کا لفظ اطلاق نہین پایا۔ اور خدا کی کتاب مین کسی نبی کو مجرم کے لفظ سے نہین پکارا گیا"

کوئی دانشمند ان الفاظ کا یہ مفہوم بیان نہین کر سکتا کہ ذنب کا لفظ سوائے بشریت کی کمزوری کے اور کسی جگہ اطلاق پاتا ہی نہین۔ ہمنے صاف الفاظ مین لکھا تھا کہ جرم اور گناہ ایک ہین لیکن ذنب انسانی کمزوری کے لئے بھی استعمال ہوتا ہے۔ پھر ہم نے لکھا تھا کہ قرآن مجید نے جرم کا لفظ کسی نبی کے لئے استعمال نہین کیا۔ اور اس سے ہم نے نتیجہ نکالا تھا کہ اگر لفظ ذنب کسی نبی کے حق مین استعمال کبھی کیا گیا ہو تو اس کے معنے گناہ نہین بلکہ صرف انسانی کمزوری ہے۔ امور تنقیح طلب تو یہ تھے کہ کیا قرآن مجید نے کوئی تفریق جرم اور ذنب مین کی ہے؟ اور کیا جرم کا لفظ نبیون پر کبھی استعمال کیا گیا ہے؟ اور کیا قرآن مجید نے ذنب کے لئے وہی سزا مقرر کی ہے جو اسنے جرم کیلئے مقرر کی ہے؟ ہمارے دلائل کے جواب دینے سے تنگ آکر پادری صاحب نے یہ پہلو اختیار کیا کہ بعض اوقات ذنب کے معنی گناہ ہوتے ہین۔ اور پانچ مثالین پیش کرنیکے بعد جن مین کہ لفظ ذنب انبیاء کے علاوہ دیگر اشخاص پر بولا گیا ہے اس نے بڑی چالاکی سے کام لیا اور نتیجہ یہ نکالا کہ "اس لئے لفظ ذنب تمام انبیاء بمعہ محمد صلے اللہ علیہ وسلم کے گناہون پر استعمال کیا گیا ہے"۔ شائد ایک پادری صاحب کے لئے یہ کام باعث فخر ہوگا لیکن ایک دیانتدار مباحث کے واسطے یہ قابل شرم ہے +

جیسا کہ ہم پہلے وعدہ کر چکے ہین۔ عصمت انبیاء کا مضمون آئندہ کسی میگزین مین درج ہوگا اسلئے ہمارے ناظرین کو اس کی مکمل بحث کیلئے ابھی انتظار کرنا چاہیئے۔ سردست ہم اس فرق پر زور دینا چاہتے ہین جو قرآن مجید نے لفظ ذنب اور دیگر الفاظ مین جو گناہ کے معنون مین استعمال ہوئے ہین

رکھا ہے۔ علاوہ لفظ ذنب کے جو گناہ اور انسانی کمزوری دونون معنون مین آیا ہے قرآن شریف نے مخصوصاً گناہ کے لئے الفاظ جرم۔ اثم۔ فسق کثرت سے استعمال کئے ہین یہ تینون الفاظ معہ اپنے مشتقات کے قریباً دوسو دفعہ اور ذنب قریباً چالیس دفعہ قرآن مجید مین استعمال کیا گیا ہے۔ اب یہ ایک غور طلب بات ہے کہ یہ ہرسہ الفاظ گو اکثر قرآن شریف مین استعمال کئے گئے ہین لیکن یہ کسی موقعہ کبھی بھی انبیاء علیہم السلام کے واسطے نہین آئے۔ حالانکہ لفظ ذنب جو ان کے مقابلہ مین بہت کم استعمال ہوا ہے بعض مقامات پر قرآن مجید مین انبیا کی نسبت بولا گیا ہے۔ کوئی شہادت اس فرق سے زیادہ بین نہین مل سکتی جو قرآن شریف نے ان الفاظ کے استعمال مین رکھا ہے۔ پس جرم ہی ایک لفظ نہین جو انبیا کے حق مین نہین بولا گیا بلکہ دیگر گناہ ظاہر کرنے والے الفاظ بھی ان پر وارد نہین ہوئے اور صرف لفظ ذنب ہی اس مطلب کے لئے خاص کیا گیا ہے۔ یہ کہنا بیوقوفی ہے کہ ذنب جرم سے بڑھکر ہے۔ کیونکہ اس طرح ہمین ماننا پڑے گا کہ سخت گناہ کرنے والون کو ان لوگون کی اصلاح پسرد کی گئی جو ان سے کم گنہگار تھے لیکن قرآن مجید نے اس خیال کو باطل قرار دیا ہے اور اس نے بتلادیا ہے کہ جرم۔ اثم فسق کسی شخص کے معصوم ہونے کے منافی ہین گو ذنب معصومیت کے مفہوم کا منافی نہین ہے۔

ہم پہلے لفظ جرم کو لیکر غور کرینگے کہ قرآن مجید مین یہ لفظ کس طرح استعمال کیا گیا ہے۔ ایک ہی آیت سے فیصلہ ہوجاتا ہے اللہ من یات ربہ مجرما فان لہ جہنم جو کوئی اپنے رب کے پاس مجرم ہوکر آئیگا (یعنی اس نے جرم کیا ہوگا) اس کی سزا دوزخ ہے۔ یہان ایک عام قاعدہ باندھا گیا ہر ایک مجرم سزا پائے گا اس لئے جرم خدا تعالے کی ایسی نافرمانبرداری ہے جسپر سزا دیجاتی ہے۔ علی ہذا القیاس قرآن مجید کہتا ہے اِنَّا مِنَ الْمُجْرِمِیْنَ مُنْتَقِمُوْنَ تحقیق ہم مجرمون سے انتقام لینگے اب لفظ اثم کو لو۔ اسکے لیے قرآن مجید کہتا ہے ومن یکسب اثما فانما یکسبہ علیٰ نفسہ جو کوئی اثم کرتا ہے اپنے نفس پر کرتا ہے (یعنی خدا کے سامنے اسکا جوابدہ ہوگا) اس لئے اثم پر بھی سزا کا عام وعید ہے اور اسکا کرنے والا گنہگار ہوتا ہے۔ ایک اور جگہ قرآن مجید مین ہے۔ ان شجرۃ الزقوم طعام الاثیم تحقیق زقوم کا درخت اثم کے مرتکبون کی خوراک ہوگی۔ اور ایسا ہی واللہ لا یحب کل کفار اثیم اور خدا ہرگز محبت نہین کرتا کسی ناشکر گذار اثم کرنے والے سے۔ اس قسم کی بہت آیات قرآن مجید مین موجود ہین لیکن مذکورہ بالا حوالون سے ظاہر ہے کہ اثم بھی جرم کی طرح خدا کی

نافرمانی ہے جسکے لئے سزا مقرر ہے۔ لفظ فسق بھی قرآن مجید مین دیدہ و دانستہ خدا کے احکام کی خلاف ورزی کے معنون مین استعمال ہوا ہے مثلاً اَلْفٰسِقِيْنَ الَّذِيْنَ يَنْقُضُوْنَ عَهْدَ اللّٰهِ مِنْ بَعْدِ مِيْثَاقِهٖ وَيَقْطَعُوْنَ مَا اَمَرَ اللّٰهُ بِهٖ اَنْ يُّوْصَلَ وَيُفْسِدُوْنَ فِي الْاَرْضِ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْخٰسِرُوْنَ ایک اور جگہ پر ہے وَاللّٰهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الْفٰسِقِيْنَ اور ایک مقام پر الَّذِيْنَ فَسَقُوْا فَمَاْوٰىهُمُ النَّارُ اس لئے فسق کھلے طور پر خدا کے احکام کا توڑنا ہے جسکی سزا دوزخ کی آگ ہے۔ اور فاسق ہدایت نہین پاتا۔ نیز لفظ جناح جو فارسی و اردو مین گناہ ہے اور انگریزی لفظ سن کے ہم معنی ہے کبھی بھی قرآن مین کسی مرسل خدا کے حق مین نہین بولا گیا اور اس سے بھی یہی ثابت ہوتا ہے کہ کلام الٰہی مین انبیاء بے گناہ یا معصوم قرار دیئے گئے ہین۔ یہ یاد رکھنا چاہیئے کہ جناح ایک ایسے لفظ سے نکلا ہے جسکے معنے ہین کسی طرف جھکنا۔ اور اسی لئے اس جگہ استعمال ہوتا ہے جہان فاعل کسی فعل کا برائی کی طرف جھکتا ہے +

اگرچہ قرآن شریف مین ذنب سے بعض مقامات پر گناہ مراد ہے لیکن ہر ایک مذنب کیلئے سزا کا عام حکم کہین نہین۔ جیسا مجرم۔ فاسق۔ اثیم کے لئے ہے۔ مجرم کا ذنب گناہ ہے اسیطرح اثم اور فاسق کا ذنب بھی۔ لیکن محض مذنب ہونا گنہگار ہونا ثابت نہین کرتا۔ جبتک سیاق و سباق عبارت کا اسپر دلالت نہ کرتا ہو۔ ذنب وسیع معنی رکھتا ہے بہ نسبت ان تمام الفاظ کے جو گناہ کے لئے استعمال ہوئے ہین اور ذنب عصمت کے منافی نہین۔ کیا پادری جے ایم صاحب قرآن شریف سے کوئی مثال دے سکتے ہین جس مین یہ لکھا ہو کہ ہر مذنب کو دوزخ کی سزا ملیگی یا ہر ایک شخص خدا کے احکام کو توڑنیوالا ہوتا ہے اور آیت لا یسئل عن ذنبہم المجرمون معترض کو کچھ فائدہ نہین دے سکتی کیونکہ ہم ابھی کہہ چکے ہین کہ مجرم کا ذنب گناہ ہوتا ہے کیونکہ ذنب کے معنی وسیع ہین بعض حالتون مین اس سے گناہ مراد ہوتی ہے اور بعض مین صرف بشری کمزوری اور یہی سبب ہے کہ خدا کے پاک کلام مین انبیاء اور راستبازون کے لئے لفظ ذنب جرم فسق۔ اثم یا جناح استعمال نہین ہوا۔ اگر لفظ ذنب سے پیغمبرون کے حق مین بھی وہی مراد ہے جو ان کے مخالفون کے لئے ہے تو کیون قرآن مجید نے ہمیشہ بلا تبدل جرم۔ اثم اور فسق کے استعمال کو انکے واسطے جائز نہین رکھا۔ حالانکہ یہی الفاظ پیغمبرون کے مخالفین کے واسطے اکثر استعمال کیئے گئے ہین اور کیون اس نے مذنب کے لئے دوزخ کی سزا مقرر نہین کی جو اس نے مجرم۔ فاسق۔ اثیم

کے لئے کی ہے۔ کیون پادری صاحبان دیانت دار اور خدا ترس محققین کی طرح ان باتون پر غور نہین کرتے
یہ تو صاف ظاہر ہے کہ جب یہ لفظ خدا کے پاک مرسلون کے واسطے استعمال ہوتا ہے تو اس سے
بشری کمزوری ہی مراد ہوتی ہے۔ کیونکہ گناہ کے ٹھیک الفاظ جنسے صاف طور پر قرآن مجید مین خدا
کے احکام کی نافرمانی جسکا نتیجہ سزا ہے پائی جاتی ہے۔ مثلاً جرم۔ اثم۔ فسق نبیون کے حق مین کبھی
استعمال نہین کئے گئے ہین۔ اور پیغمبرون کی نسبت اللہ تعالے بڑی تعریف کے الفاظ مین کہتا ہے
کہ "ہمنے تجھے جہان کے لئے رحمت کر کے بھیجا ہے" "یہ پیغمبر اپنے پاس سے کچھ نہین بولتا لیکن وہی جو خدا
کی طرف سے اسپر وحی ہوتی ہے" "جو تو نے کیا وہ تو نے نہین کیا بلکہ خدا نے کیا ہے" "کہدے اگر تم خدا
سے محبت رکھتے ہو تو میری پیروی کرو کہ خدا تم سے محبت کرے" "میری دعائین میری قربانی میری
زندگی اور میری موت تمام خالص خدا کے لئے ہین" "مین نے بالکل اپنے آپ کو خدا کی مرضی کے تابع
کر دیا ہے" "اے شیطان تو میرے برگزیدون پر کچھ زور نہین رکھتا" "خدا نے کفر۔ فسق اور عصیان
کو تمہاری آنکھون مین مکروہ کر دکھایا ہے" نیز اور کئی مقامات بھی ہین جنمین انبیاء علیہم السلام۔ اور
راستبازون کی خدا تعالے نے ایسی تعریف کی ہے جس سے ان کا معصوم اور خدا کی نظر مین مورد
غضب نہ ہونا صاف پایا جاتا ہے +

مگر افسوس ہے کہ پادری صاحبان کی آنکھون پر کچھ ایسے پردے ہین کہ دوسرون کی خوبیان
تو ان کو عیب نظر آتے ہین اور یسوع کے عیب خوبیان معلوم ہوتی ہین۔ کس قدر صریح ظلم ہے۔ کہ
باوجودیکہ مسیح نے اپنے نیک ہونے سے انکار کیا اور صاف لفظون مین کہا کہ مجھے نیک مت کہو۔ مگر
پادری صاحبان ظلم عظیم کی حمایت مین اسکے ان الفاظ سے بھی اس کی بیگناہی کا ہی نتیجہ نکالتے
ہین۔ مگر لفظ **ذنب** کے معنون پر جسکے لئے قرائن پیش کئے جاتے ہین یہ اصرار کر رہے ہین کہ ذنب کے
معنے بشری کمزوری نہین ہو سکتے۔ اگر ان لوگون کے دلون مین خدا کا کچھ خوف ہوتا تو وہ ضرور حق کی طرف
توجہ کرتے۔ مگر تعصب نے انکو اندھے کر رکھا ہے کسی لفظ کے معنون کے فیصلہ کیلئے جو طریق ہوتا ہے ہم اسکو ذنب
کے معنون کے لئے پیش کرتے ہین اس کے رو سے آسانی سے فیصلہ ہو سکتا ہے کہ **ذنب** جب
انبیاء علیہم السلام کے لئے استعمال ہوتا ہے تو اسکے کیا معنے ہوتے ہین۔ کیا یہ امر قابل توجہ نہین
کہ قرآن شریف نے لفظ جرم۔ **اثم۔ فسق**۔ ہرگز ہرگز انبیاء علیہم السلام کے لئے استعمال نہین کیا

باوجودیکہ دوسو دفعہ سے بھی زیادہ یہ الفاظ گنہ گارون کے لیئے قرآن شریف مین آئے ہین۔ پھر کیا یہ امر قابل توجہ نہین کہ لفظ جرم ۔ اثم۔ فسق کی صاف قرآن شریف مین تعریف کردی گئی ہے کہ ہر ایک جرم ۔ اثم۔ فسق کا مرتکب خدا کے حکم کی نافرمانی کرنے والا ہے اور اس نافرمانی کی اسکو سزا دیجاوے گی۔ لیکن ہر ایک مذنب کیلیئے خدا تعالے کیطرف سے سارے قرآن شریف مین کہین بھی جہنم کا وعید نہین؟ اور پھر کیا یہ امر قابل توجہ نہین کہ انبیاء کے لیئے قرآن کریم نے ایسے الفاظ استعمال کئے ہین جو گناہ کے منافی ہین؟ پادری صاحبان کو چاہئے کہ ان باتون پر غور کرین۔ پھر اگر ان کے ہاتھ مین ان کی کوئی تردید نہین تو کیون بیفایدہ انبیا کے گنہ گار ہونیکا شور ڈالا ہوا ہے۔ کیا خدا کے راستباز بندون پر تہمتین لگانے سے یسوع پاک ہو جائے گا۔ ان کو چاہئے کہ پہلے گھر کی صفائی کرین اور یسوع کی بریت ثابت کرین اور پھر دوسرے مذاہب پر حملہ کرین +

ریویو آف ریلیجنز

یہ عجیب وغریب ماہواری مذہبی رسالہ قادیان ضلع گورداسپور سے ہر مہینے کی ۲۰ تاریخ کو نکلتا ہے اسکے مضامین جو تمام مذاہب باطلہ کی تردید اور حصول حقہ اسلام کی تائید مین ہوتے ہین۔ عموماً حضرت اقدس میرزا غلام احمد علیہ السلام صاحب قادیانی مسیح موعود و مہدی مسعود کی قلم سے نکلتے ہین۔ عیسائیون آریون۔ برہموؤن فلسفیون وغیرہ کے ہر ایک اعتراض کا جو وہ مذہب اسلام پر کرتے ہین جواب دیتا ہے۔ اس رسالہ کو یہ فخر بھی حاصل ہے کہ زبان انگریزی مین دنیا کے سامنے انگلستان امریکہ وغیرہ مین جاتا ہے۔ اور اس لئے اس کے مضامین مخصوصاً اس قسم کے ہوتے ہین جن سے اسلام کا چمکتا ہوا چہرہ نظر آئے اور اس کا رعب دلون پر قائم ہو۔ اور اس کے متعلق ہر ایک قسم کے شکوک وشبہات دور کئے جاوین +

قیمت

انگریزی رسالہ	سے	سالانہ مع محصولڈاک	نمونے کا پرچہ ۸ /
اردو رسالہ معمولی کاغذ ؏ / ولایتی کاغذ للعہ /	”	”	۶ / ۴ / ۶ / پیسہ

علی الترتیب ملتا ہے۔ بغیر وصولی قیمت کے رسالہ کسی صاحب کے نام جاری نہین ہو سکتا۔ جو صاحب منی آرڈر کے ذریعہ قیمت ارسال نہ فرماوین ان کو چاہیئے کہ اپنی درخواست کے ساتھ اطلاع بھیجدین کہ پہلا پرچہ بذریعہ وی پی بھیجا جاوے +

(۲) یہ رسالہ تجارتی اشتہارات کے لئے بھی کھلا ہے بشرطیکہ وہ ہر ایک قسم کے فحش سے اور مبالغہ سے پاک ہون۔ اجرت اشتہارات کا نقشہ حسب ذیل ہے +

	پورا صفحہ	نصف صفحہ	چوتھائی صفحہ
سالانہ	للعہ /	دعہ /	دعہ /
ششماہی	دعہ	دعہ	عہ
سہ ماہی	دعہ	عہ	؏ /
ایک بار	سے	للعہ /	سے /

نوٹ۔ یہ رسالہ اخبار الحکم (جو مہینے مین چار بار قادیان سے نکلتا ہے) سے ایک بالکل الگ اور نرالی طرز کا رسالہ ہے جس مین حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوۃ والسلام کے قلم سے نکلے ہوئے مضامین ہوتے ہین اور اخبار مین عموماً حضرت اقدس کی تقریرین مولوی عبد الکریم صاحب کے خطبے اور حکیم الامۃ کے وعظ دار الامان کی خبرین اور متفرق مضامین ہوتے ہین +

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم

اسلام

گذشتہ اشاعت سے آگے

زندگی میں اور زندگی کے بعد عملی شریعت کا فعل کیا ہے؟

اس سوال کا جواب وہی ہے جو ہم پہلے بیان کر چکے ہیں کہ خدا کی سچی اور کامل شریعت کا فعل جو اس زندگی مین انسان کے دل پر ہوتا ہے وہ یہ ہے کہ اس کو وحشیانہ حالت سے انسان بناوے اور پھر انسان سے با اخلاق انسان بناوے۔ اور پھر با اخلاق انسان سے باخدا انسان بناوے اور نیز اس زندگی مین عملی شریعت کا ایک فعل یہ ہے کہ شریعت حقہ پر قائم ہوجانے سے ایسے شخص کا بنی نوع پر یہ اثر ہوتا ہے کہ وہ درجہ بدرجہ ان کے حقوق کو پہچانتا ہے اور عدل اور احسان اور ہمدردی کی قوتون کو اپنے اپنے محل پر استعمال کرتا ہے اور جو کچھ خدا نے اس کو علم اور معرفت اور مال اور آسایش مین سے حصہ دیا ہے۔ سب لوگون کو حسب مراتب ان نعمتون مین شریک کر دیتا ہے۔ وہ تمام بنی نوع پر سورج کی طرح اپنی روشنی ڈالتا ہے۔ اور چاند کی طرح حضرت اعلے سے نور پاکر وہ نور دوسرون تک پہنچاتا ہے۔ وہ دن کی طرح روشن ہو کر نیکی اور بھلائی کی راہین لوگون کو دکھاتا ہے وہ رات کی طرح ہر ایک ضعیف کی پردہ پوشی کرتا ہے۔ اور تھکون ماندون کو آرام پہنچاتا ہے۔ وہ آسمان کی طرح ہر ایک حاجت مند کو اپنے سایہ کے نیچے جگہ دیتا ہے اور وقتون پر اپنے فیض کی بارشین برساتا ہے وہ زمین کی طرح کمال انکسار سے ہر ایک کی آزمایش کے لئے بطور فرش کے ہوجاتا اور سب کو اپنی کنار عاطفت مین لے لیتا۔ اور طرح طرح کے روحانی میوے ان کے لئے پیش کرتا ہے۔ سو یہی کامل شریعت کا اثر ہے کہ کامل شریعت

پر قائم ہونے والا حق اللہ اور حق العباد کو کمال کے نقطہ تک پہنچا دیتا ہے۔ خدا مین وہ محو ہو جاتا ہے اور مخلوق کا سچا خادم بن جاتا ہے یہ تو عملی شریعت کا اس زندگی مین اس پر اثر ہے۔ مگر زندگی کے بعد جو اثر ہے وہ یہ ہے۔ کہ خدا کا روحانی اتصال اس روز کھلے کھلے دیدار کے طور پر اس کو نظر آئے گا اور خلق اللہ کی خدمت جو اس نے خدا کی محبت مین ہو کر کی جس کا محرک ایمان اور اعمال صالح کی خواہش تھی وہ بہشت کے درختون اور نہرون کی طرح متمثل ہو کر دکھائی دے گی۔ اس مین خداتعالےٰ کا فرمان یہ ہے: وَالشَّمْسِ وَضُحٰهَا ـ وَالْقَمَرِ اِذَا تَلٰهَا ـ وَالنَّهَارِ اِذَا جَلّٰهَا ـ وَالَّيْلِ اِذَا يَغْشٰهَا ـ وَالسَّمَآءِ وَمَا بَنٰهَا ـ وَالْاَرْضِ وَمَا طَحٰهَا ـ وَنَفْسٍ وَّمَا سَوّٰهَا ـ فَاَلْهَمَهَا فُجُوْرَهَا وَتَقْوٰهَا ـ قَدْ اَفْلَحَ مَنْ زَكّٰهَا ـ وَقَدْ خَابَ مَنْ دَسّٰهَا ـ كَذَّبَتْ ثَمُوْدُ بِطَغْوٰهَا ـ اِذِ انْبَعَثَ اَشْقٰهَا ـ فَقَالَ لَهُمْ رَسُوْلُ اللّٰهِ نَاقَةَ اللّٰهِ وَسُقْيٰهَا ـ فَكَذَّبُوْهُ فَعَقَرُوْهَا ـ فَدَمْدَمَ عَلَيْهِمْ رَبُّهُمْ بِذَنْۢبِهِمْ فَسَوّٰهَا ـ وَلَا يَخَافُ عُقْبٰهَا ❋

یعنے قسم ہے سورج کی اور اس کی روشنی کی اور قسم ہے چاند کی جب پیروی کرے سورج کی یعنی سورج سے نور حاصل کرے اور پھر سورج کی طرح اس نور کو دوسرون تک پہنچاوے۔ اور قسم ہے دن کی جب سورج کی صفائی دکھاوے اور راہون کو نمایان کرے اور قسم ہے رات کی جب اندھیرا کرے اور اپنے پردۂ تاریکی مین سب کو لے لے۔ اور قسم ہے آسمان کی اور اس علت غائی کی جو آسمان کی اس بنا کا موجب ہوئی۔ اور قسم ہے زمین کی اور اس علت غائی کی جو زمین کی اس قسم کے فرش کا موجب ہوئی اور قسم ہے نفس کی اور نفس کے اس کمال کی جس نے ان سب چیزون کے اسکو برابر کر دیا۔ یعنے وہ کمالات جو متفرق طور پر ان چیزون مین پائے جاتے ہین۔ کامل انسان کا نفس ان سب کو اپنے اندر جمع رکھتا ہے اور جیسے یہ تمام چیزین علیحدہ علیحدہ نوع انسان کی خدمت کر رہی ہین کامل انسان ان تمام خدمات کو اکیلا بجا لاتا ہے جیسا کہ مین ابھی لکھ چکا ہون۔ اور پھر فرماتا ہے کہ وہ شخص نجات پا گیا اور موت سے بچ گیا جس نے اس طرح پر نفس کو پاک کیا یعنے سورج اور چاند اور زمین وغیرہ کی طرح خدا مین محو ہو کر خلق اللہ کا خادم بنا۔

یاد رہے کہ حیات سے مراد حیات جاودانی ہے جو آیندہ کامل انسان کو حاصل ہوگی یہ اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ عملی شریعت کا پھل آیندہ زندگی مین حیات جاودانی ہے جو خدا کے دیدار کی غذا سے ہمیشہ قایم رہے گی اور پھر فرمایا کہ وہ شخص ہلاک ہو گیا اور زندگی سے ناامید ہو گیا۔ جس نے اپنے نفس کو خاک مین ملایا

اور جن کمالات کی اس کو استعداد دی گئی تھیں۔ ان کمالات کو حاصل نہ کیا اور گندی زندگی بسر کر کے واپس گیا اور پھر مثال کے طور پر فرمایا کہ ثمود کا قصہ اس بدبخت کے قصہ سے مشابہ ہے انہوں نے اس اونٹنی کو زخمی کیا جو خدا کی اونٹنی کہلاتی تھی۔ اور اپنے چشمہ سے پانی پینے سے اس کو روکا۔ سو اس شخص نے درحقیقت خدا کی اونٹنی کو زخمی کیا اور اس کو اس کے چشمہ سے محروم رکھا۔ یہ اس بات کیطرف اشارہ ہے کہ انسان کا نفس خدا کی اونٹنی ہے جس پر وہ سوار ہوتا ہے یعنی انسان کا دل الٰہی تجلیات کی جگہ ہے اور اس اونٹنی کا پانی خدا کی محبت اور معرفت ہے جس سے وہ جیتی ہے۔ اور پھر فرمایا کہ ثمود نے جب اونٹنی کو زخمی کیا اور اس کو اسکے پانی سے روکا تو ان پر عذاب نازل ہوا۔ اور خدا تعالےٰ نے اس بات کی کچھ بھی پروا نہ کی کہ انکے مرنیکے بعد انکے بچوں اور بیواؤں کا کیا حال ہوگا۔ سو ایسا ہی جو شخص اس اونٹنی یعنے نفس کو زخمی کرتاہے اور اس کو کمال تک پہونچانا نہیں چاہتا۔ اور پانی پینے سے روکتا ہے وہ بھی ہلاک ہوگا

قرآن شریف مین جو مختلف چیزون کی قسمین آئی ہین اُن کی فلاسفی

اس جگہ یہ بھی یاد رہے کہ خدا کا سورج اور چاند وغیرہ کی قسم کھانا ایک نہایت دقیق حکمت پر مشتمل ہے جس سے ہمارے اکثر مخالف ناواقف ہونے کیوجہ سے اعتراض کر بیٹھتے ہین کہ خدا کو قسمون کی کیا ضرورت پڑی اور اس نے مخلوق کی کیون قسمین کھائین۔ لیکن چونکہ ان کی سمجھ زمینی ہے نہ آسمانی اس لئے وہ معارف حقہ کو سمجھ نہین سکتے۔ سو واضح ہو کہ قسم کھانے سے اصل مدعا یہ ہوتا ہے کہ قسم کھانے والا اپنے دعوے کے لئے ایک گواہی پیش کرنا چاہتا ہے کیونکہ جسکے دعوے پر اور کوئی گواہ نہین ہوتا وہ بجائے گواہ کے خدا تعالےٰ کی قسم کھاتا ہے۔ اس لئے کہ خدا عالم الغیب ہے اور ہر ایک مقدمہ مین وہ پہلا گواہ ہے۔ گویا وہ خدا کی گواہی کو اس طرح پیش کرتا ہے کہ اگر خدا تعالےٰ اس قسم کے بعد خاموش رہا اور اس پر عذاب نازل نکیا تو گویا اس نے اس شخص کے بیان پر گواہون کی طرح مہر لگادی اس لئے مخلوق کو نہین چاہئیے کہ دوسری مخلوق کی قسم کھاوے کیونکہ مخلوق کو عالم الغیب نہین اور نہ جھوٹی قسم پر سزا دینے پر قادر ہے مگر خدا کی قسم ان آیات مین ان معنون سے نہین۔ جیسا کہ مخلوق کی قسم مین مراد لیجاتی ہے بلکہ اس مین یہ سنت اللہ ہے کہ خدا کے دو قسم کے کام ہین ایک بدیہی جو سب کی سمجھ مین آسکتے ہین اور ان مین کسی کو اختلاف نہین اور دوسرے وہ کام جو نظری ہین جن مین دنیا غلطیان کھاتی ہے اور باہم اختلاف رکھتی ہے سو خدا تعالےٰ نے چاہا کہ بدیہی کامون کی شہادت سے نظری کامون کو لوگونکی نظر مین ثابت کرے ✦

پس یہ تو ظاہر ہے کہ سورج اور چاند اور دن اور رات اور آسمان اور زمین مین وہ خواص درحقیقت پائے جاتے ہین جن کو ہم ذکر کر چکے ہین مگر جو اس قسم کے خواص انسان کے نفس ناطقہ مین موجود ہین ان سے ہر ایک شخص آگاہ نہین۔ سو خدا نے اپنے بدیہی کامون کو نظری کامون کے کھولنے کے لئے بطور گواہ کے پیش کیا ہے گویا وہ فرماتا ہے کہ اگر تم ان خواص سے شک مین ہو جو نفس ناطقہ انسانی مین پائے جاتے ہین تو چاند اور سورج وغیرہ مین غور کرو کہ ان مین بدیہی طور پر یہ خواص موجود ہین۔ اور تم جانتے ہو کہ انسان ایک عالم صغیر ہے جسکے نفس مین تمام عالم کا نقشہ اجمالی طور پر مرکوز ہے۔ پھر جبکہ یہ ثابت ہے کہ عالم کبیر کے بڑے بڑے اجرام یہ خواص اپنے اندر رکھتے ہین اور اسی طرح یہ مخلوقات کو فیض پہنچا رہے ہین تو انسان جو ان سب سے بڑا کہلاتا ہے اور بڑے درجہ کا پیدا کیا گیا ہے۔ وہ کیونکر ان خواص سے خالی اور بے نصیب ہوگا نہین بلکہ اس مین بھی سورج کی طرح ایک علمی اور عقلی روشنی ہے جسکے ذریعہ سے وہ تمام دنیا کو منور کر سکتا ہے اور چاند کی طرح وہ حضرت اعلیٰ سے کشف اور الہام اور وحی کا نور پاتا ہے اور دوسرون تک جنہون نے انسانی کمال ابھی تک حاصل نہین کیا اس نور کو پہنچاتا ہے پھر کیونکر کہہ سکتے ہین کہ نبوت باطل ہے۔ اور تمام رسالتین اور شریعتین اور کتابین انسان کی مکاری اور خودغرضی ہے یہ بھی دیکھتے ہو کہ کیونکر دن کے روشن ہونے سے تمام راہین روشن ہو جاتی ہین۔ تمام نشیب و فراز نظر آجاتے ہین سو کامل انسان روحانی روشنی کا دن ہے اسکے چڑھنے سے ہر ایک راہ نمایان ہو جاتی ہے وہ سچی راہ کو دکھلا دیتا ہے کہ کہان اور کدھر ہے کیونکہ راستی اور سچائی کا وہی روز روشن ہے ایسا ہی یہ بھی مشاہدہ کر رہے ہو کہ رات کیسی تھکون ماندون کو جگہ دیتی ہے۔ تمام دن کے شکستہ کوفتہ مزدور رات کے کنار عاطفت مین بخوشی سوتے ہین اور محنتون سے آرام پاتے ہین اور رات ہر ایک کیلئے پردہ پوش بھی ہے ایسا ہی خدا کے کامل بندے دنیا کو آرام دینے کیلئے آتے ہین۔ خدا سے وحی اور الہام پانیوالے تمام عقلمندونکو جانکاہی سے آرام دیتے ہین۔ انکے طفیل سے بڑے بڑے معارف آسانی کے ساتھ حل ہو جاتے ہین ایسا ہی خدا کی وحی انسانی عقل کی پردہ پوشی کرتی ہے جیسا کہ رات پردہ پوشی کرتی ہے اس کی ناپاک خطاؤنکو دنیا پر ظاہر ہونے نہین دیتی کیونکہ عقلمند وحی کی روشنی کو پاکر اندر ہی اندر اپنی غلطیون کی اصلاح کر لیتے ہین اور خدا کے پاک الہام کی برکت سے اپنے تئین پردہ دری سے بچا لیتے ہین یہی وجہ ہے کہ افلاطون کی طرح اسلام کے کسی فلاسفر نے کسی بت پر مرغ کی قربانی نہ چڑھائی۔ چونکہ افلاطون اسلام کی روشنی سے بے نصیب تھا اسلئے دھوکا کھا گیا۔ اور ایسا فلاسفر کہلا کر یہ مکروہ اور احمقانہ حرکت اس سے صادر ہوئی مگر اسلام کے حکما کو ایسے ناپاک اور احمقانہ حرکتون سے ہمارے سید و مولےٰ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی نے بچا لیا۔ اب دیکھو کیسا ثابت ہوا کہ الہام عقلمندونکا رات

کی طرح پردہ پوش ہے۔ یہ بھی آپ لوگ جانتے ہین کہ خدا کے کامل بندے آسمان کی طرح ہر ایک درماندہ کو اپنے سایہ مین لے لیتے ہین۔ خاص کر اس ذات پاک کے انبیاء اور الہام پانیوالے عام طور پر آسمان کی طرح فیض کی بارشین برساتے ہین ایسا ہی زمین کی خاصیت بھی اپنے اندر رکھتے ہین ان کے نفس نفیس سے طرح طرح کے علوم عالیہ کے درخت نکلتے ہین جن کے سائے اور پھل اور پھول سے لوگ فائدہ اٹھاتے ہین سو یہ کھلا کھلا قانون قدرت جو ہماری نظر کے سامنے ہے۔ اسی چھپے ہوئے قانون کا ایک گواہ ہے جس کی گواہی کو قسمون کے پیرایہ مین خدا تعالی نے ان آیات مین پیش کیا ہے سو دیکھو کہ یہ کسقدر پر حکمت کلام ہے جو قرآن شریف مین پایا جاتا ہے۔ یہ اسکے منہ سے نکلا ہے جو ایک اُمّی اور بیابان کے رہنے والا تھا۔ اگر یہ خدا کا کلام نہوتا تو اس طرح عام عقلین اور وہ تمام جو تعلیم یافتہ کہلاتے ہین اس کے اس دقیق نکتہ معرفت سے عاجز آکر اعتراض کی صورت مین اس کو نہ دیکھتے۔ یہ قاعدہ کی بات ہے کہ انسان جب ایک بات کو کسی پہلو سے بھی اپنی مختصر عقل کے ساتھ نہین سمجھ سکتا۔ تب ایک حکمت کی بات کو جائے اعتراض ٹھہرا لیتا ہے اور اس کا اعتراض اس بات کا گواہ ہوجاتا ہے کہ وہ دقیقہ حکمت عام عقلون سے برتر و اعلے تھا تب ہی تو عقلمندون نے عقلمند کہلا کر پھر بھی اسپر اعتراض کر دیا۔ مگر اب جو یہ راز کھل گیا تو اب اسکے بعد کوئی عقلمند اس پر اعتراض نہین کریگا بلکہ اس سے لذّت اٹھائیگا۔ یاد رہے کہ قرآن شریف نے وحی اور الہام کی سنت قدیمہ پر قانون قدرت سے گواہی لانیکے لئے ایک اور مقام مین بھی اسی قسم کی قسم کھائی ہے اور وہ یہ ہے۔ وَالسَّمَآءِ ذَاتِ الرَّجْعِ وَ الْاَرْضِ ذَاتِ الصَّدْعِ اِنَّهٗ لَقَوْلٌ فَصْلٌ وَّمَا هُوَ بِالْهَزْلِ یعنے اس آسمان کی قسم ہے جس کی طرف سے بارش آتی ہے اور اس زمین کی قسم ہے جو بارش سے طرح طرح کی سبزیان نکالتی ہے کہ یہ قرآن خدا کا کلام ہے اور اس کی وحی ہے اور وہ باطل اور حق مین فیصلہ کرنیوالا ہے اور عبث اور بیہودہ نہین یعنی بیوقت نہین آیا موسم کے مینہ کی طرح آیا ہے۔ اب خدا تعالے نے قرآن شریف کے ثبوت کیلئے جو اس کی وحی ہے ایک کھلے کھلے قانون قدرت کو قسم کے رنگ مین پیش کیا۔ یعنے قانون قدرت مین ہمیشہ یہ بات مشہود اور مرئی ہے کہ ضرورت کے وقت آسمان سے بارش ہوتی ہے اور تمام مدار زمین کی سرسبزی کا آسمان کی بارش پر ہے۔ اگر آسمان سے بارش نہ ہو تو رفتہ رفتہ کنوئین بھی خشک ہوجاتے ہین۔ پس دراصل زمین کے پانی کا وجود بھی آسمان کی بارش پر موقوف ہے۔ اسی وجہ سے جب کبھی آسمان سے پانی برستا ہے تو زمین کے کنوؤن کا پانی چڑھ آتا ہے؟ کیون چڑھ آتا ہے اس کا یہی سبب ہے کہ آسمانی پانی زمین کے پانی کو اوپر کیطرف کھینچتا ہے۔ یہی رشتہ وحی اللہ اور عقل مین ہے۔ وحی اللہ یعنے الہام الٰہی آسمانی پانی ہے اور عقل زمینی پانی ہے۔ اور یہ پانی ہمیشہ آسمانی

پانی سے جو الہام ہے تربیت پاتا ہے۔ اور اگر آسمانی پانی یعنی وحی ہونا بند ہو جائے تو یہ زمینی پانی بھی رفتہ رفتہ خشک ہو جاتا ہے کیا اسکے واسطے یہ دلیل کافی نہین۔ کہ جب ایک زمانہ دراز گذر جاتا ہے اور کوئی الہام یافتہ زمین پر پیدا نہین ہوتا۔ تو عقلمندون کی عقلین نہایت گندی اور خراب ہو جاتی ہین۔ جیسے زمینی پانی ہو خشک ہو جاتا ہے۔ سڑ جاتا ہے۔

اس کے سمجھنے کیلئے اس زمانہ پر ایک نظر ڈالنا کافی ہے۔ جو ہمارے نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے تشریف لانے سے پہلے اپنا رنگ تمام دنیا مین دکھلا رہا تھا۔ چونکہ اس وقت حضرت مسیح ع کے زمانہ کو چھ سو برس گذر گئے تھے اور اس عرصہ مین کوئی الہام یافتہ پیدا نہین ہوا تھا۔ اس لئے تمام دنیا نے اپنی حالت کو خراب کر دیا تھا۔ ہر ایک ملک کی تاریخین پکار پکار کر کہتی ہین کہ آنحضرت صلعم کے زمانہ مین۔ مگر آپ کے ظہور سے پہلے تمام دنیا مین خیالات فاسدہ پھیل گئے تھے۔ ایسا کیون ہوا تھا اور اسکا کیا سبب تھا۔ یہی تو تھا کہ الہام کا سلسلہ مدتون تک بند ہو گیا تھا آسمانی سلطنت صرف عقل کے ہاتھ مین تھی پس اس ناقص عقل نے کن کن خرابیون مین لوگون کو ڈالا کیا اس سے کوئی ناواقف بھی ہے دیکھو الہام کا پانی جب مدت تک نہ برسا تو عقلون کا پانی کیسا خشک ہو گیا۔ سو ان قسمون مین یہی قانون قدرت اللہ تعالے پیش کرتا ہے اور فرماتا ہے کہ تم غور کر کے دیکھو کہ کیا خدا کا یہ حکم اور دائمی قانون قدرت نہین کہ زمین کی تمام سرسبزی کا مدار آسمان کا پانی ہے۔ سو اس پوشیدہ قانون قدرت کیلئے جو الہام الٰہی کا سلسلہ ہے یہ کھلا کھلا قانون قدرت بطور گواہ کے ہے۔ سو اس گواہ سے فائدہ اٹھاؤ اور صرف عقل کو اپنا رہبر مت بناؤ کہ وہ ایسا پانی نہین جو آسمانی پانی کے سوا موجود رہ سکے۔ جس طرح آسمانی پانی کا یہ خاصہ ہے کہ خواہ کسی کنوئین مین اس کا پانی پڑے یا نہ پڑے وہ اپنی طبعی خاصیت سے تمام کنوؤن کے پانی کو اوپر کو چڑھا دیتا ہے ایسا ہی جب خدا کا ایک الہام یافتہ دنیا مین ظہور فرماتا ہے تو خواہ کوئی عقلمند اس کی پیروی کرے یا نہ کرے۔ مگر اس الہام یافتہ کے زمانہ مین خود عقلون مین ایسی روشنی اور صفائی آجاتی ہے کہ پہلے اس سے موجود نہ تھی۔ لوگ خواہ نخواہ حق کی تلاش کرنا شروع کر دیتے ہین اور غیب سے ایک حرکت ان کی قوت متفکرہ مین پیدا ہو جاتی ہے سو یہ تمام عقلی ترقی اور دلی جوش اس الہام یافتہ کے قدم مبارک سے پیدا ہو جاتا ہے اور بالخاصیت زمین کے پانیون کو اوپر اٹھاتا ہے۔ جب تم دیکھو کہ مذہب کی جستجو مین ہر ایک شخص کھڑا ہو گیا ہے اور زمینی پانی کو کچھ ابال آیا ہے تو اٹھو اور خبردار ہو جاؤ اور یقیناً سمجھو کہ آسمان سے زور کا مینہ برسا ہے اور کسی دل پر الہامی بارش ہو گئی ہے +

کلکتہ ریویو

مندرجہ عنوان نام کے رسالے کے اپریل کے نمبر سے ایک مضمون دوبارہ چھپ کر کانپور سے ہمارے پاس پہونچا ہے۔ اس مضمون مین دو سیاہ جھوٹ بولے گئے ہین جو نہ تو نہایت گندے اور خوفناک ہین لیکن عیسائیون کی جہالت یا افترا کا عمدہ نمونہ ہین منجملہ ان کے ایک جھوٹ تو سید الاصفیا خاتم الانبیا صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات پاک کی نسبت ہے اور دوسرا اسی قسم کا جھوٹ حضرت مسیح موعود و مہدی مسعود پر افترا ہے بعض وقت عیسائی مصنفین اور اخبار نویسون کی تحریرونکو پڑھکر ایسا معلوم ہوتا ہے کہ گویا وہ تاریکی اور جہالت کا زمانہ پھر آگیا ہے جو دنیا مین روشنی اور علم کے آنیسے پہلے تھا۔ اس مین تو شک نہین کہ باوجود اسقدر ذرائع عُلوم کے ابتک پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی نسبت ایسی باتین روزمرہ لکھین اور کہی جاتی ہین جن کی بیہودگی اور جھوٹ ان تمام لوگونپر جو آپکے حالات زندگی سے کچھ بھی خبر رکھتے ہین اظہر من الشمس ہوتا ہے مگر کلکتہ ریویو نے ایک ایسی بات لکھی ہے کہ جس سے وہ اسلام پر جھوٹ اور افترا باندھنے مین اگر اول نمبر نہین جیسا کہ یوس گنہ گارون مین تھا تو کم از کم پہلے زمانہ کے مشہور مفتری عیسائیون سے دوسرے درجہ پر ضرور ہے۔ اس رسالہ کا ایڈیٹر اپنے افترا مین بدنام مرکی۔ گرڈیس۔ پیریڈو اور دوسرے ابتدائی عیسائی بزرگونکے ہم پلہ ہونیکی کوشش کرتا ہے۔

یہ رسالہ اپنے ناظرین کے ر ـ منے نہایت فخر سے اس جھوٹ کو بیان کرتا ہے کہ جیسا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک شامی عیسائی کی مدد سے قرآن شریف بنایا کرتے تھے ایسا ہی حضرت میرزا غلام احمد صاحب مسیح موعود نے ایک یورپ کا عیسائی جو انگریز ہے اپنی مدد کے لئے چھپا کر رکھا ہوا ہے۔ اپنے ناظرین کیخاطر اس رسالہ کا ایک فقرہ ہم یہان نقل کرتے ہین جس پر اس مضمون کو صاحب رسالہ نے ختم کیا ہے "ایک لفظ نصیحت کا مین اپنی دوست مرزا غلام احمد صاحب کو اور کہنا چاہتا ہون۔ میرا مضمون پڑھکر انکو معلوم ہو جانا چاہیئے کہ وہ کس طرح پر اپنے لوگونکے اندر سچے مصلح ہو سکتے ہین اور نیز عیسائیون کی ہمدردی کے مستحق ہو سکتے ہین یعنی وہ وہی طرز اختیار کرین جو محمد (رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم) نے قرآن مین کی ہے (یہ طرز اس مضمون کے لکھنے والے کے زعم فاسد مین یہ ہے کہ گویا مسیح کو نعوذ باللہ خدا مان لیا جاوے اور گویا قرآن کریم کی یہی تعلیم ہے) انگریزی محاورات کی شہادت سے خالص انگریزی محاورے جنکو کوئی اجنبی آدمی استعمال کر ہی نہین سکتا یہ اظہر من الشمس ہے کہ اس رسالہ ریویو آف ریلیجنز مین جو کچھ لکھا جاتا ہے وہ کسی یورپین کے قلم سے نکلتا ہے جو انگریز ہے۔ اور یہ نقشہ جواب ہمارے

سامنے ہے یعنے محمد (رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم) اور ان کے مددگار شامی عیسائی کی جس کو وہ جبرئیل کہتے تھے نقل ہے۔ اس یورپین کو جو پردے کی اوٹ مین چھپا ہوا کام کر رہا ہے ہم یہ نصیحت کرتے ہین کہ پرانے جبرئیل (یعنی اس کے ایجاد کردہ شامی عیسائی) کے انجام کو خوب سوچ لو۔ اگرچہ اس یورپین کی نیت نیک ہو مگر وہ جھوٹے راستے مین پڑا ہوا ہے اور انجام کار یقیناً اس کو کوئی دکھ اور مصیبت پہونچے گی اگرچہ یہ دکھ اس قسم کی ناگہانی موت نہ ہو جس موت سے اسی طرح کا شامی عیسائی اس سے پہلے مارا گیا۔ اس لئے ہماری نصیحت اس انگریز کو یہی ہے کہ ابھی وقت ہے اسے ہشیار ہو جانا چاہئے"

عیسائیت پر افسوس ہے کہ اس کے ایک معزز رسالے کا ایڈیٹر اس علمی زمانہ مین ایسی باتین پبلک کے سامنے پیش کرتا ہے جو بیچارے شیخ چلی کو بھی نہ سوجھی ہون گی۔ مگر بہرحال اس کی نصیحت کا جو ہماری زندگی کی حفاظت کیلئے اس نے دی ہے ایڈیٹران رسالہ ہذا شکریہ ادا کرتے ہین اور اس کے افترا کی تردید سوائے اسکے ہم اور کیا کرسکتے ہین کہ اس کی جہالت پر ہنس چھوڑین لیکن اگر کلکتہ ریویو کا ایڈیٹر اپنے ناظرین کو قائل کرنے مین کامیاب نہ ہو کہ واقعی کوئی انگریز ہی حضرت مرزا صاحب کو مضمون بنا کر دے رہا ہے تو یہ اس کا قصور نہین زمانہ ہی زیادہ سمجھدار ہو گیا ہے اگر ایسا آدمی چند صدی پہلے پیدا ہوتا تو وہ بیشک عیسائیون کے اندر بڑا نام پیدا کر لیتا۔ جیسا کہ اس سے پہلے بہت سے جاہل ایسے ایسے افترا کرنے یا ان کی تائید کرنے سے عیسائی مذہب مین ناموری حاصل کر چکے ہین۔ اور منجملہ انہین افتراؤن کے شامی عیسائی راہب کے متعلق بھی ایک افترا ہے مگر امید نہین کہ اس زمانہ کے عیسائی باوجود اس عناد کے جو انکو اسلام کے مقدس بانی علیہ الصلوۃ والسلام اور اسلام کے پاک اصولون کے ساتھ ہے کلکتہ ریویو کے افترا کی داد دین۔ اسلام پر افترا کرنیوالے گروٹیس کی روح تو دوبارہ دنیا مین آگئی لیکن البتہ اب اس قسم کے لوگ دنیا مین کم ہین جو ایسے گندے جھوٹون سے لذت اٹھائین +

وحی کے منجانب اللہ ہونے کے نشان

ایک شخص کے مسیح موعود سے اس سوال پر کہ کیا وجہ ہے کہ آپ کی وحی کو از قبیل اضغاث احلام و حدیث النفس نہ سمجھا جاوے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے یہ جواب لکھا ہے۔

اس کا یہی جواب ہے کہ جیسا کہ وحی تمام انبیاء علیہم السلام کی حضرت آدم سے لیکر آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم تک از قبیل اضغاث احلام و حدیث النفس نہین ہے ایسا ہی یہ وحی بھی ان شبہات سے پاک اور منزہ ہے

اور اگر کہو کہ اس وحی کے ساتھ جو اس سے پہلے انبیاء علیہم السلام کو ہوئی تھی معجزات اور پیشگوئیاں ہیں تو اسکا جواب یہ ہے کہ اس جگہ اکثر گذشتہ نبیوں کی نسبت بہت زیادہ معجزات اور پیشگوئیاں موجود ہیں بلکہ بعض گذشتہ انبیاء علیہم السلام کے معجزات اور پیشگوئیوں کو ان معجزات اور پیشگوئیوں سے کچھ نسبت ہی نہیں اور نیز ان کی پیشگوئیاں اور معجزات اسوقت محض بطور قصوں اور کہانیوں کے ہیں مگر یہ معجزات اور پیشگوئیاں ہزارہا لوگوں کیلئے واقعات چشمدید ہیں اور اس مرتبہ اور شان کے ہیں کہ اس سے بڑھکر متصور نہیں یعنی دنیا میں ہزارہا انسان ان کے گواہ ہیں مگر گذشتہ نبیوں کے معجزات اور پیشگوئیوں کا ایک بھی زندہ گواہ پیدا نہیں ہو سکتا۔ باستثناء ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے کہ آپ کے معجزات اور پیشگوئیوں کا میں زندہ گواہ موجود ہوں اور قرآن شریف زندہ گواہ موجود ہے اور میں وہ ہوں جس کے بعض معجزات اور پیشگوئیوں کے کروڑہا انسان گواہ ہیں پھر اگر درمیان تعصب نہ ہو تو کون ایماندار ہے جو واقعات پر اطلاع پانیکے بعد اس بات کی گواہی نہ دے کہ درحقیقت اکثر گذشتہ نبیوں کے معجزات کی نسبت یہ معجزات اور پیشگوئیاں ہر ایک پہلو سے بہت قوی اور بہت زیادہ ہیں اور اگر کوئی اندھا انکار کرے تو ہم موجود ہیں اور ہمارے گواہ موجود ہیں وَلَيْسَ الْخَبَرُ كَالْمُعَايَنَةِ پھر جس حالتمیں صدہا نبیوں کی نسبت ہمارے معجزات اور پیشگوئیاں سبقت لیگئی ہیں تو اب خود سوچ لو کہ اس وحی الٰہی کو اضغاث احلام اور حدیث النفس کہنا درحقیقت تمام انبیاء علیہم السلام کی نبوت سے انکار کرنا ہے اور اگر شک ہو تو خدا تعالیٰ کا خوف کر کے ایک جلسہ کرو اور ہمارے معجزات اور پیشگوئیاں سنو اور ہمارے گواہوں کی شہادت رویت جو حلفی شہادت ہوگی قلمبند کرتے جاؤ اور پھر اگر آپ لوگوں کے لئے ممکن ہو تو باستثناء ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے دنیا میں کسی نبی یا ولی کے معجزات کو ان کے مقابل پیش کرو لیکن نہ قصوں کے رنگ میں بلکہ رویت کے گواہ پیش کرو کیونکہ قصے تو ہندوؤں کے پاس بھی کچھ کم نہیں۔ قصوں کو پیش کرنا تو ایسا ہے جیسا کہ ایک گوبر کا انبار مشک اور عنبر کے مقابل پر۔ مگر یاد رکھو کہ ان معجزات اور پیشگوئیوں کی نظیر جو میرے ہاتھ پر ظاہر ہوئے اور ہو رہے ہیں کمیّت اور کیفیت اور ثبوت کے لحاظ سے ہرگز پیش نہ کر سکو گے خواہ تلاش کرتے کرتے مر بھی جاؤ۔ پھر اگر یہ وحی جس کی تائید میں یہ نشان ظاہر ہوئے خدا کا کلام نہیں ہے تو پھر تو تمہیں لازم ہے کہ دہریہ بنجاؤ اور خدا تعالیٰ کے تمام نبیوں سے انکار کردو کیونکہ نبوت کی عمارت کی شکست ریخت جسقدر ہو چکی ہے اب خدا تعالیٰ انہی معجزات اور پیشگوئیوں سے سب کی مرمت کر رہا ہے اور اب وہ گذشتہ قصوں کو واقعات کے رنگ میں دکھلا رہا ہے اور منقولات کو مشہودات کا پیرایہ پہنا رہا ہے تا جو لوگ شکوک کے گڑھے میں گر گئے ہیں دوبارہ انکو

یقین کا لباس پہناوے لہذا جو شخص مجھے قبول کرتا ہے وہ تمام انبیاء اور ان کے معجزات کو بھی نئے سرے قبول کرتا ہے اور جو شخص مجھے قبول نہین کرتا اسکا پہلا ایمان بھی کبھی قائم نہین رہیگا کیونکہ اسکے پاس نرے قصے ہین نہ مشاہدات۔ خدا نمائی کا آئینہ مین ہون جو شخص میرے پاس آئیگا اور مجھے قبول کریگا وہ نئے سرے اس خدا کو دیکھ لیگا جس کی نسبت دوسرے لوگون کے ہاتھ مین صرف قصے باقی ہین۔ مین اس خدا پر ایمان لایا ہون جس کو میرے منکر نہین پہچانتے اور مین سچ سچ کہتا ہون کہ جس پر وہ ایمان لاتے ہین ان کے وہ خیالی بت ہین نہ خدا اسی وجہ سے وہ بت انکی کچھ مدد نہین کر سکتے انکو کچھ قوت نہین دے سکتے ان مین کوئی پاک تبدیلی پیدا نہین کر سکتے انکے لئے کوئی تائیدی نشان نہین دکھلا سکتے اور یاد رہے کہ یہ اندھو نکے بیہودہ شکوک اور شبہات ہین جو اس وحی الٰہی کی نسبت انکے دلون کو پکڑتے ہین جو میرے پر نازل ہو رہی ہے اور وہ خیال کرتے ہین کہ ممکن ہے کہ یہ خدا کا کلام نہ ہو بلکہ انسان کے اپنے دل کے ہی اوہام ہون مگر ان کو یاد رہے کہ خدا اپنی قدرتون مین کمزور نہین وہ یقین دلانیکے لئے ایسے خارق عادت طریقے اختیار کر لیتا ہے کہ انسان جیسے آفتاب کو دیکھکر پہچان لیتا ہے کہ یہ آفتاب ہے ایسا ہی خدا کے کلام کو پہچان لیتا ہے کیا ان کا یہ خیال ہے کہ آدم سے لیکر آنحضرت تک خدا تعالیٰ اسبات پر قادر تھا کہ اپنی پاک وحی کے ذریعہ سے حق کے طالبون کو سرچشمۂ یقین تک پہونچاوے مگر پھر بعد اسکے اس فیضان پر قادر نہ رہا یا قادر تو تھا مگر دانستہ اس اُمت غیر مرحومہ کے ساتھ بخل کیا اور اس دعا کو بھول گیا جو آپ ہی سکھلائی تھی

اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ صِرَاطَ الَّذِيْنَ اَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ

اگر مجھ سے سوال کیا جاوے کہ تمنے کیونکر پہچانا اور یقین کیا کہ وہ کلمات جو تمہاری زبان پر جاری کئے جاتے ہین وہ خدا کا کلام ہے۔ حدیث النفس یا شیطانی القا نہین تو میری روح اس سوال کا مندرجہ ذیل جواب دیتی ہے۔

(۱) اول جو کلام مجھ پر نازل ہوتا ہے اسکے ساتھ ایک شوکت۔ اور لذت اور تاثیر ہے وہ ایک فولادی میخ کی طرح میرے دل کے اندر دھنس جاتا ہے اور تاریکی کو دور کرتا ہے اور اسکے ورود سے مجھے ایک نہایت لطیف لذت آتی ہے کاش اگر مین قادر ہو سکتا تو مین اسکو بیان کرتا مگر روحانی لذتین ہون خواہ جسمانی انکی کیفیات کا پورا نقشہ کھینچکر دکھلانا انسانی طاقت سے بڑھکر ہے ایک شخص ایک محبوب کو دیکھتا ہے اور اس کی ملاحت حسن سے لذت اٹھاتا ہے مگر وہ بیان نہین کر سکتا کہ وہ لذت کیا چیز ہے اسی طرح وہ خدا جو تمام ہستیون کا علت العلل ہے جیسا کہ اسکا دیدار اعلےٰ درجہ کی لذات کا سرچشمہ ہے ایسا ہی اسکی گفتار بھی لذات کا سرچشمہ ہے اگر ایک کلام انسان سنے یعنی ایک آواز اسکے دل پر پہنچے اور اس کی زبان پر جاری ہو اور اسکو شبہ باقی رہجاوے کہ شاید شیطانی آواز ہے

یا حدیث النفس ہے تو درحقیقت وہ شیطانی آواز ہوگی یا حدیث النفس ہوگی کیونکہ خدا کا کلام جس قوت اور برکت اور روشنی اور تاثیر اور لذت اور خدائی طاقت اور چمکتے ہوئے چہرہ کے ساتھ دل پر نازل ہوتا ہے خود یقین دلا دیتا ہے کہ میں خدا کیطرف سے ہوں اور ہرگز مردہ آوازوں سے مشابہت نہیں رکھتا بلکہ اس کے اندر ایک جان ہوتی ہے اور اسکے اندر ایک طاقت ہوتی ہے اور اسکے اندر ایک کشش ہوتی ہے اور اسکے اندر یقین بخشنے کی ایک خاصیت ہوتی ہے اور اسکے اندر ایک لذت ہوتی ہے اور اسکے اندر ایک روشنی ہوتی ہے اور اسکے اندر ایک خارق عادت تجلی ہوتی ہے اور اسکے ساتھ ذرہ ذرہ وجود پر تصرف کرنے والے ملائک ہوتے ہیں اور علاوہ اس کے اسکے ساتھ خدائی صفات کے اور بہت سے خوارق ہوتے ہیں اس لئے ممکن ہی نہیں ہوتا کہ ایسی وحی کے مورد کے دل میں شبہ پیدا ہو سکے۔ بلکہ وہ شبہ کو کفر سمجھتا ہے اور اگر اس کو کوئی اور معجزہ ندیا جاوے تو وہ اس وحی کو جو ان صفات پر مشتمل ہے بجائے خود ایک معجزہ قرار دیتا ہے ایسی وحی جس شخص پر نازل ہوتی ہے اس شخص کو خدا کی راہ میں اور خدا کی محبت میں ایسے عاشق زار کیطرح بنا دیتی ہے جو اپنے تئیں صدق و ثبات کے کمال کی وجہ سے دیوانہ کی طرح بنا دیتا ہے اسکا یقین اسکے دلکو شہنشاہ کر دیتا ہے وہ میدان کا بہادر اور استغناء کے تخت کا مالک بنجاتا ہے یہی میرا حال ہے جسکو دنیا نہیں جانتی قبل اس کے جو میں معجزات دیکھوں اور آسمانی تائیدوں کا مشاہدہ کروں میں اس کی کلام سے اس کی طرف کھینچا گیا کہ کچھ اٹکل نہیں آتی کہ مجھے کیا ہو گیا۔ تیز تلواریں میرے اس پیوند کو چھڑا نہیں سکتیں۔ کوئی آگ مجھے ڈرا نہیں سکتی۔ وہ کشش جسنے میرے دلپر کام کیا وہ دلائل سے باہر ہے اور بیان سے بلند تر اور براہین سے بالاتر۔ ابتدا میں کلام تھا اس کلام نے جو کچھ کیا سو کیا وہ خدا جو نہاں در نہاں ہے اس نے میری روح پر ابتدا میں محض کلام کے ساتھ تجلی کی اور اپنے مکالمات کا دروازہ میرے پر کھولا بس وہی ایک بات تھی جو بالخصوص میرے لیئے کافی کشش ہوئی اور حضرت احدیت کیطرف مجھے کھینچکر لیگئی اور یہ کہ کلام کی طاقت نے میرے دلپر کیا کیا اثر ڈالے اور مجھ کو کہاں تک پہنچا دیا اور کیا کیا تبدیلیاں کیں اور کیا میرے دل میں سے لیلیا اور کیا دیدیا۔ ان باتوںکو میں کن لفظوں میں ادا کروں اور کس پیرایہ میں دلوں پر بٹھاؤں۔ جن خارق عادت عنایات کے ساتھ وہ مجھ سے نزدیک ہوا کوئی نہیں جانتا مگر میں اور جس محبت کے مقام پر میرا قدم ہے کوئی نہیں جانتا مگر وہ میں سچ سچ کہتا ہوں کہ ابتدا اس ترقی اور تعلق کا خدا کا کلام ہے جس کی ناگہانی کشش نے مجھے ایسا اٹھا لیا جیسا کہ ایک زبردست بگولا ایک تنکے کو ایک جگہ سے اٹھا کر دوسری جگہ پھینکدیتا ہے پس میرے پاس یہ ذکر کرنا کہ کیوں وہ کلام جو تم پر

نازل ہوا حدیث النفس نہین یہ بات ایسی ہی ہے جیساکہ کوئی کہے کہ کیون ممکن نہین کہ تمہارا یہ خیال کہ تم آنکھونسے دیکھتے ہو اور زبان سے بولتے ہو اور کانون سے سنتے ہو یہ غلط خیال ہو پس عزیزو اتم سوچو اور سمجھ لو کہ کیا وہ شخص جس کو معلوم ہے کہ مین آنکھ بند کرنے سے پھر کچھ دیکھ نہین سکتا اور کانونکے بند کرنیسے پھر کچھ سن نہین سکتا اور زبان کے کاٹے جانیسے پھر کچھ بول نہین سکتا وہ ایسے منکرانہ جرح کی کچھ حقیقت سمجھے گا۔ یا شک مین پڑیگا کہ شاید مین آنکھ سے نہین دیکھتا اور کان سے نہین سنتا اور زبان سے نہین بولتا۔ سو اسی طرح میرا حال ہے خدا کا کلام جو میرے پر نازل ہوا اور ہوتا ہے وہ میری روحانی والدہ ہے جس سے مین پیدا ہوا اس نے مجھے ایک وجود بخشا ہے جو پہلے نہ تھا اور ایک روح عطا کی ہے جو پہلے نہ تھی مین نے ایک بچہ کی طرح اس کی گود مین پرورش پائی اور اس نے مجھے ہر ایک ٹھوکر سے سنبھالا اور ہر ایک گرنیکی جگہ سے بچالیا وہ کلام ایک شمع کی طرح میرے آگے آگے چلا یہانتک کہ مین منزل مقصود تک پہنچ گیا۔ اس سے زیادہ کوئی بدذاتی نہین ہوگی کہ مین یہ کہون کہ وہ خدا کا کلام نہین ہین اسی طرح اسکو خدا کا کلام جانتا ہون جس طرح مین یقین رکھتا ہون کہ مین زبان سے بولتا ہون اور کانون سے سنتا ہون اور مین کیونکر اس سے انکار کرون اس نے تو مجھے خدا دکھلایا اور وہ چشمہ شیرین کی طرح معارف کا پانی مجھے پلاتا رہا اور ایک ٹھنڈی ہوا کی طرح ہر ایک حبس کیوقت مین مجھے راحت بخش ہوا وہ ان زبانون مین بھی مجھ پر نازل ہوا جن زبانونکو مین نہین جانتا تھا جیساکہ زبان انگریزی اور سنسکرت اور عبرانی اس نے بڑی بڑی پیشگوئیون اور عظیم الشان نشانون سے ثابت کر دیا کہ وہ خدا کا کلام ہے اور اس نے حقایق و معارف کا ایک خزانہ میرے پر کھولدیا جس سے مین اور میری تمام قوم بے خبر تھی وہ کبھی زبان عربی یا انگریزی یا کسی دوسری زبان کے ان دقیق اور نامعلوم الفاظ مین میرے پر نازل ہوا جن سے مین بے خبر تھا تو کیا باوجود ان روشن ثبوتون کے کوئی شک کا مقام ہو سکتا ہے کیا یہ باتین ٹالدینے کے لائق ہین کہ ایک کلام جس نے معجزہ کی طاقت دکھلائی اور اپنی قوی کشش ثابت کی اور غیب کے بیان کرنے مین وہ بخیل نہین نکلا بلکہ ہزارہا امور غیبیہ اس نے ظاہر کئے اور ایک باطنی کمند سے مجھے اپنی طرف کھینچا اور ایک کمند دنیا کے سعید دلون پر ڈالا اور میری طرف انکو لایا اور انکو آنکھین دین جن سے وہ دیکھنے لگے اور کان دئے جنسے وہ سننے لگے اور صدق و ثبات بخشا۔ جس سے وہ اس راہ مین قربانی ہونے کے لئے موجود ہو گئے تو کیا یہ تمام کاروبار شیطانی یا وسوسہ نفسانی ہے۔ کیا شیطان خدا کے برابر ہو سکتا ہے تو پھر کیون وہ تمہاری مدد نہین کرتا۔ سنو وہ جسنے یہ کلام نازل کیا وہ کیا کہتا ہے اُسنے مجھے مخاطب کرکے فرمایا کہ مین اپنی چمکار دکھلاؤنگا اپنی قدرت نمائی سے تجھکو اٹھاؤنگا۔ دنیا مین ایک

نذیر آیا پر دنیا نے اسکو قبول نکیا لیکن خدا اسے قبول کریگا اور بڑے زور آور حملوں سے اس کی سچائی ظاہر کر دیگا - سو ضرور ہے کہ یہ زمانہ گذر نہ جائے اور ہم اس دنیا سے کوچ نہ کریں جبتک خدا کے وہ تمام وعدے پورے نہ ہوں - جو شخص تاریکی میں پڑا ہوا ہے اور اس سے بیخبر ہے کہ خدا کا یقینی اور قطعی کلام بھی اسکے بندوں پر نازل ہوا کرتا ہے وہ خدا کے وجود سے ہی بیخبر ہے لہذا وہ اپنی طرح تمام دنیا کو وساوس کے نیچے پامال دیکھتا ہے اور اس کا یہی عقیدہ ہوتا ہے کہ بجز وساوس اور اضغاث احلام اور حدیث النفس کے اور کچھ نہیں اور غایت کار وہ ظنی طور پر نہ یقینی اور قطعی طور پر الہام الہی کا خیال دل میں لاتا ہے مگر ابھی ہم لکھ چکے ہیں کہ جس دل پر در حقیقت آفتاب وحی الہی تجلی فرماتا ہے اسکے ساتھ ظن اور شک کی تاریکی ہرگز نہیں رہتی - کیا خالص نور کے ساتھ ظلمت رہ سکتی ہے پھر جس حالت میں موسی کی ماں کو بھی یقینی الہام ہوا جس پر پورا یقین رکھ کر اس نے اپنے بچہ کو معرض ہلاکت میں ڈالدیا اور خدا تعالے کے نزدیک بجرم اقدام قتل مجرم نہ ہوئی تو کیا یہ امت اسرائیل کے خاندان کی عورتوں سے بھی گئی گذری ہے اور پھر اسی طرح مریم کو بھی یقینی الہام ہوا جس پر بھروسہ کر کے اس نے قوم کی کچھ پروا نہیں کی تو حیف ہے اس مخذول امت پر جو ان عورتوں سے بھی کمتر ہے پس اس صورت میں یہ امت خیر الامم کا ہے کو ہوئی بلکہ شر الامم اور اجہل الامم ہوئی - اسی طرح خضر جو نبی نہیں تھا اسکو علم لدنی دیا گیا تو کیا اگر اس کا الہام ظنی تھا یقینی نہیں تھا تو کیوں اس نے ناحق ایک بچہ کو قتل کر دیا اور اگر صحابہ رضی اللہ عنہم کا یہ الہام کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم کو غسل دینا چاہیئے یقینی اور قطعی نہ تھا تو کیوں انہوں نے اسپر عمل کیا - پس اگر ایک شخص اپنی نابینائی سے میری وحی سے منکر ہے تاہم اگر وہ مسلمان کہلاتا ہے اور پوشیدہ دھریہ نہیں تو اسکے ایمان میں یہ بات داخل ہونی چاہیئے کہ یقینی قطعی مکالمہ الہیہ ہو سکتا ہے اور جیسا کہ خدا تعالے کی وحی یقینی پہلی امتوں میں اکثر مردوں اور عورتوں کو ہوتی رہی ہے اور وہ نبی بھی نہ تھے اس امت میں بھی تو اس یقینی اور قطعی وحی کا وجود ضروری ہے تا یہ امت بجائے افضل الامم ہونیکے احقر الامم نہ ٹھہر جائے سو خدا نے آخری زمانہ میں اکمل اور اتم طور پر یہ نمونہ دکھایا ان واقعات سے تعجب نہیں کرنا چاہیئے بلکہ در حقیقت انسان کی نجات اسی پر موقوف ہے کیا تو وہ خود ایسا شخص ہو جو براہ راست خدا تعالے سے شرف مکالمہ اور مخاطبت رکھتا ہو مگر ایسا مکالمہ مخاطبہ نہ ہو کہ جس میں قطعی فیصلہ نہ ہو کہ وہ رحمانی ہے یا شیطانی ہے اور یا وہ شخص نجات پا سکتا ہے جو ایسے شخص کا ہم صحبت اور اسکے دامن سے وابستہ ہے کیونکہ ظاہر ہے کہ جسقدر دنیا میں گناہ پیدا ہوئے ہیں ان کی یہی وجہ ہے کہ جسقدر انسان کو دنیا کی لذات اور دنیا کی عزت اور دنیا کے مال و متاع پر یقین ہے یقین آخرت پر نہیں ہے اور

جیسا کہ وہ ایک ایسے صندوق پر توکل کرسکتا ہے جو قیمتی جواہرات اور خالص سونے سے بھرا ہوا ہے اور اسکے قبضے مین ہے ایسا وہ خدا پر توکل نہین کرسکتا اور جیسا کہ دنیا کی گورنمنٹ اور دنیا کے حکام سے لوگ ڈرتے ہین اور مداہنہ سے زندگی بسر کرتے ہین ایسا خدا تعالے سے نہین ڈرتے اسکا کیا سبب ہے یہی سبب ہے کہ دنیا کے پیش افتادہ اسباب اور وسائل ان کی نظر مین ایسے یقینی ہین کہ دینی عقائد انکے آگے کچھ بھی چیز نہین - اب اس جگہ طبعاً یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ چونکہ نجات بجز حق الیقین کے ممکن نہین جیسا کہ اللہ تعالے فرماتا ہے مَنْ كَانَ فِيْ هٰذِهٖٓ اَعْمٰى فَهُوَ فِي الْاٰخِرَةِ اَعْمٰى وَاَضَلُّ سَبِيْلًا یعنے جو شخص اس جہان مین اندھا ہے وہ اس دوسرے جہان مین بھی اندھا ہی ہوگا بلکہ اس سے بھی بدتر تو بغیر یقین کامل کے کیونکر نجات ہو - اور اگر ایک مذہب کی پابندی سے نجات نہین تو اس مذہب سے حاصل کیا - صحابہ رضی اللہ عنہم کے زمانہ مین تو یقین کے چشمے جاری تھے اور وہ خدائی نشانونکو اپنی آنکھوںسے دیکھتے تھے اور انہین نشانون کے ذریعہ سے خدا کی کلام پر انہین یقین ہوگیا تھا اسلئے ان کی زندگی نہایت پاک ہوگئی تھی لیکن بعد مین جب وہ زمانہ جاتا رہا اور اس زمانہ پر صدہا سال گذر گئے تو پھر ذریعہ یقین کا کونسا تھا - سچ ہے کہ قرآن شریف انکے پاس تھا اور قرآن شریف اس ذوالفقار تلوار کی مانند ہے جسکے دو طرف دھارین ہین ایک طرف کی دھار مومنون کی اندرونی غلاظت کو کاٹتی ہے اور دوسری طرف کی دھار دشمنونکا کام تمام کرتی ہے مگر پھر بھی وہ تلوار اس کام کے لئے ایک بہادر کے دست وبازو کی محتاج ہے جیسا کہ اللہ تعالے نے فرمایا يَتْلُوْا عَلَيْهِمْ اٰيٰتِهٖ وَيُزَكِّيْهِمْ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ پس قرآن سے جو تزکیہ حاصل ہوتا ہے اسکو اکیلا بیان نہین کیا بلکہ وہ نبی کی صفت مین داخل کرکے بیان کیا یہی وجہ ہے کہ خدا تعالیٰ کا کلام یونہی آسمان پر سے کبھی نازل نہین ہوا بلکہ اس تلوار کو چلانیوالا بہادر ہمیشہ ساتھ آیا ہے جو اس تلوار کا اصل جوہر شناس ہے لہذا قرآن شریف پر سچا اور تازہ یقین دلانیکے لئے اور اسکے جوہر دکھلانیکے لئے اور اسکے ذریعہ سے اتمام حجت کرنے کیلئے ایک بہادر کے دست وبازو کی ہمیشہ حاجت ہوتی رہی ہے اور آخری زمانہ مین یہ حاجت سب سے زیادہ پیش آئی کیونکہ دجالی زمانہ ہے اور زمین وآسمان کی باہمی لڑائی ہے غرض جب خدا تعالیٰ نے فرمادیا کہ جو شخص اس جہان مین اندھا ہے وہ دوسرے جہان مین بھی اندھا ہی ہوگا تو ہر ایک طالب حق کیلئے ضروری ہوا کہ اسی جہان مین آنکھونکا نور تلاش کرے اور اس زندہ مذہب کا طالب ہو جسمین زندہ خدا کے انوار نمایان ہون وہ مذہب مردہ ہے جس مین ہمیشہ کیلئے یقینی وحی کا سلسلہ جاری نہین کیونکہ وہ انسانون پر یقین کی راہ بند کرتا ہے

اور ان کو قصّوں کہانیون پر چھوڑتا ہے اور انکو خدا سے نومید کرتا ہے اور تاریکی مین ڈالتا ہے اور کیونکر
کوئی مذہب خدانما ہوسکتا ہے اور کیونکر گناہون سے چھڑا سکتا ہے جبتک کوئی یقین کا ذریعہ اپنے پاس
نہین رکھتا اور جبتک سورج نہ چڑھے کیونکر دن چڑھ سکتا ہے پس دنیا مین سچا مذہب وہی ہے جو بذریعہ
زندہ نشانون کے یقین کی راہ دکھلاتا ہے باقی لوگ اسی زندگی مین دوزخ مین گرے ہوئے ہین بھلا بتلاؤ
کہ ظن بھی کچھ چیز ہے جسکے دوسرے لفظون مین یہ معنی ہین کہ شائد یہ بات صحیح ہے یا غلط یاد رکھو کہ گناہ سے پاک
ہونا بجز یقین کے کبھی ممکن نہین فرشتون کی سی زندگی بجز یقین کے کبھی ممکن نہین دنیا کی بیجا عیاشیون
کو ترک کرنا بجز یقین کے کبھی ممکن نہین ایک پاک تبدیلی اپنے اندر پیدا کر لینا اور خدا کیطرف ایک خارق عادت
کشش سے کھینچے جانا بجز یقین کے کبھی ممکن نہین زمین کو چھوڑنا اور آسمان پر چڑھ جانا بجز یقین کے کبھی ممکن
نہین۔ خدا سے پورے طور پر ڈرنا بجز یقین کے کبھی ممکن نہین۔ تقوے کی باریک راہون پر قدم مارنا اور اپنے
عمل کو ریاکاری کی ملونی سے پاک کر دینا بجز یقین کے کبھی ممکن نہین۔ ایسا ہی دنیا کی دولت اور حشمت اور
اس کی کیمیا پر لعنت بھیجنا اور بادشاہونکے قرب سے بے پروا ہوجانا اور صرف خدا کو اپنا ایک خزانہ سمجھنا بجز یقین
کے ہرگز ممکن نہین۔ اب بتلاؤ اے مسلمان کہلانیوالو ظلمات شک سے نور یقین کی طرف تم کیونکر پہنچ سکتے ہو۔
یقین کا ذریعہ تو خدا کا کلام ہے جو یُخْرِجُهُمْ مِّنَ الظُّلُمٰتِ اِلَى النُّوْرِ کا مصداق ہے سوچو کہ
عہد نبوت پر تیرہ سو برس گذر گئے اور تم نے وہ زمانہ نہین پایا جبکہ صدہا نشانون اور چمکتے ہوئے نورونکے ساتھ قرآن
اترتا تھا اور وہ زمانہ پایا جس مین خدا کی کتاب اور اسکے رسول اور اسکے دین پر ہزارہا اعتراض عیسائی اور
دہریہ اور آریہ وغیرہ کر رہے ہین اور تمہارے پاس بجز لکھے ہوئے چند ورقون کے جن کی اعجازی طاقت سے
تمہین خبر نہین اور کوئی ثبوت نہین اور جو معجزات پیش کرتے ہو وہ محض قصّونکے رنگ مین ہین تو اب بتلاؤ کہ
تم کس راہ سے اپنے تئین یقین کے بلند مینار تک پہنچا سکتے ہو اور کس طریق سے دشمن کو بتلا سکتے ہو کہ تمہارے
پاس خدا پر یقین لانیکے لئے اور گناہ سے بچنے کیلئے ایک ایسی چیز ہے جو دشمن کے پاس نہین تا وہ انصاف کر کے
تمہارے مذہب کا طالب ہو جائے اس حرکت سے ایک عقلمند کو کیا فائدہ کہ ایک گوبر کو چھوڑ دے اور دوسرے
گوبر کو کھائے۔ سچائی کو ہر ایک سعید دل لینے کو تیار ہے بشرطیکہ سچائی اپنے نور کو ثابت کر کے دکھلاوے جس اسلام
کو آج یہ مخالف مولوی اور انکا گروہ غیر مذہب کے لوگونکے سامنے پیش کر رہے ہین وہ صرف پوست ہے نہ مغز اور محض
افسانہ ہے نہ حقیقت پھر کوئی کیونکر اسکو قبول کرے اور جس بیماری سے نجات حاصل کرنیکے لئے ایک شخص مذہب کو

تبدیل کرنا چاہتا ہے اگر وہی بیماری اس دوسرے مذہب مین بھی ہے تو اس تبدیلی سے بھی کیا فائدہ ہو نتو ہم بھی دعوٰی کرتے ہین کہ ہم ایک خدا کے قایل ہین مگر خدا کا قائل وہی ہے جس کی یقین کی آنکھین کھل گئی ہین اور وہی گناہ سے بچ سکتا ہے۔ کہ جو یقین کی آنکھ سے خدا کو دیکھتا ہے باقی سب قصے جھوٹ ہین اور سب کفارے باطل ہین سو وہی زندہ خدا اس آخری زمانہ مین اپنے تئین پیش کرتا ہے تا لوگ ایمان لاوین اور ہلاک نہ ہون قرآن شریف خدا کا کلام تو ہے بلکہ سب سے بڑا کلام مگر وہ تم سے بہت دور ہے۔ تمہاری آنکھین اسکو دیکھ نہین سکتین اب وہ تمہارے ہاتھ مین ایسا ہی ہے جیسا کہ توریت یہودیونکے ہاتھ مین اسی وجہ سے اگر تم انصاف کرو تو گواہی دیسکتے ہو کہ بباعث اسکے کہ اس پاک کلام کے یقینی انوار تمہاری آنکھونسے پوشیدہ ہین تم اس سے باطنی تقدس کا کچھ بھی فائدہ حاصل نہین کر سکتے اور اگر واقعات خارجیہ کی شہادت کچھ چیز ہے تو تم انصافاً آپ ہی شہادت دیسکتے ہو کہ اس موجودہ زمانہ مین تمہاری کیا حالتین ہین سچ کہو کہ کیا تم گناہون سے اور تمام ان حرکات سے جو تقوے کے برخلاف ہین ایسے ڈرتے ہو جیسا کہ ایک زہر ہلاہل کے استعمال سے انسان ڈرتا ہے سچ کہو کہ کیا تم اس تقوے پر قائم ہو جس تقوے کیلئے قرآن شریف مین ہدایت کیگئی تھی سچ کہو کہ وہ آثار جو سچے یقین کے بعد ظاہر ہوتے ہین وہ تم مین ظاہر ہین۔ تم اسوقت جھوٹ نہ بولو اور بالکل سچ کہو کہ کیا وہ محبت جو خدا سے کرنی چاہیئے اور وہ صدق وثبات جو اس کی راہ مین دکھلانا چاہیئے وہ تم مین موجود ہے تم خدائے عزوجل کی قسم کھا کر کہو کہ اس مردار دنیا کو جس صفائی سے ترک کرنا چاہیئے کیا تم اسی صفائی سے ترک کر چکے ہو سا ور جس اخلاص اور توحید اور تفرید سے خدائے واحد لاشریک کیطرف دوڑنا چاہیئے کیا تم اسی اخلاص سے اس کی راہ مین دوڑ رہے ہو ریاکاری سے بات مت کرو اور لاف زنی سے لوگون کو خوش کرنا مت چاہو کہ وہ خدا درحقیقت موجود ہے جو تمہارے ہر ایک قول اور فعل کو دیکھ رہا ہے تم بات کرتے وقت اس قادر کا خیال کر لو جسکا غضب کھا جانیوالی آگ ہے وہ جھوٹی شیخیونکو ایکدم مین جہنم کا ہیزم کر سکتا ہے سو تم سچ سچ کہو کہ تمہارے قدم دنیا کی خواہشون یا دنیا کی آبرؤون یا دنیا کے مال ومتاع مین پھنسے ہوئے ہین یا نہین پس اگر تمہین خدا پر یقین حاصل ہوتا تو تم اس زہر کو ہرگز نہ کھاتے اور قریب تھا کہ دنیا اس زہر سے مرجاتی اگر خدا یہ آسمانی سلسلہ اپنے ہاتھ سے قائم نہ کرتا اور اگر تم چالاکی سے کہو کہ ہم ایسے ہی ہین جیسا کہ بیان کیا گیا اور ہم مین گناہ کی کوئی تاریکی نہین اور پورے یقین کے انجن سے ہم کھینچے جارہے ہین تو تمنے جھوٹ بولا ہے اور آسمان و زمین کے بنانیوالے پر تہمت لگائی ہے اسلئے قبل اسکے جو تم مرو خدا کی لعنت تمہاری پردہ دری کرے گی یقین اپنے نورونکے

سمیت آتا ہے کوئی آسمان تک نہین پہنچا سکتا ہے مگر وہی جو آسمان سے آتا ہی اگر تم جانتے کہ خدا کا تازہ بتازہ اور یقینی اور قطعی کلام تمہاری بیماریون کا علاج ہے تو تم اس سے انکار نہ کرتے جو عین صدی کے سر پر تمہارے لیئے آیا۔ لے عاقلو یقین کے بغیر کوئی عمل آسمان پر جا نہین سکتا اور اندرونی کدورتین اور دل کی مہلک بیماریان بغیر یقین کے دور نہین ہو سکتین جس اسلام پر تم فخر کرتے ہو یہ رسم اسلام ہے نہ حقیقت اسلام حقیقی اسلام سے شکل بدلجاتی ہے اور دل مین ایک نور پیدا ہو جاتا ہے اور سفلی زندگی مر جاتی ہے اور ایک اور زندگی پیدا ہوتی ہے جسکو تم نہین جانتے یہ سب کچھ یقین کے بعد آتا ہے اور یقین اس یقینی کلام کے بعد جو آسمان سے نازل ہوتا ہے۔ خدا۔ خدا کے ذریعے سے ہی پہچانا جاتا ہی۔ نہ کسی اور ذریعہ سے تم مین سے کون ہی جو اپنے ہم کلام کو شناخت نہین کر سکتا۔ پس اسی طرح مکالمات کی حالت مین معرفت مین ترقی ہوتی جاتی ہے بندہ کا دعا کرنا اور خدا تعالی کا لطف اور رحم سے اس دعا کا جواب دینا نہ ایک دفعہ نہ دو دفعہ بلکہ بعض موقعہ پر بیس بیس دفعہ یا تیس تیس دفعہ یا پچاس پچاس دفعہ یا قریبًا تمام رات یا قریبًا تمام دن اسی طرح ہر ایک دعا کا جواب پانا اور جواب بھی فصیح تقریر مین اور بعض دفعہ مختلف زبانون مین اور بعض دفعہ ایسی زبانون مین جنکا علم بھی نہین اور پھر اسکے ساتھ نشانون کی بارش اور معجزات اور تائیدون کا سلسلہ کیا یہ ایسا امر ہے کہ اسکے ذریعہ سے بندہ اسی عالم مین اپنے خدا کو دیکھ لیتا ہے اور دونون اسکے لئے بلا تفاوت یکسان ہو جاتے ہین اور جس طرح نورہ کے استعمال سے یکدفعہ بال گر جاتے ہین ایسا ہی اس نور کے نزول جلال سے وحشیانہ زندگی کے بال جو جرائم اور معاصی سے مراد ہے کالعدم ہو جاتے ہین اور انسان مردونسے بیزار ہو کر اس دلارام زندہ کا عاشق ہو جاتا ہے جسکو دنیا نہین جانتی اور جیسا کہ تم دنیا کی چیزون سے بیصبر ہو ویسا ہی وہ خدا کی دوری پر صبر نہین کر سکتا غرض تمام برکات اور یقین کی کنجی وہ کلام قطعی اور یقینی ہے جو خدا تعالی کیطرف سے بندہ پر نازل ہوتا ہے۔ جب خدائے ذوالجلال کسی اپنے بندہ کو اپنی طرف کھینچنا چاہتا ہے تو اپنا کلام اسپر نازل کرتا ہے اور اپنے مکالمات کا اسکو شرف بخشتا ہے اور اپنے خارق عادت نشانون سے اسکو تسلی دیتا ہے اور ہر ایک پہلو سے اسپر ثابت کر دیتا ہے کہ وہ اسکا کلام ہے تب وہ کلام قائمقام دیدار کا ہو جاتا ہے اس وقت انسان سمجھتا ہے کہ خدا ہے کیونکہ انا الموجود کی آواز سنتا ہے خدا تعالی کی کلام سے پہلے اگر انسان کا خدا تعالی کے وجود پر ایمان ہوتا ہے تو بس اسی قدر کہ وہ مصنوعات پر نظر کر کے یہ خیال کر لیتا ہے کہ اس ترکیب محکم ابلغ کا کوئی صانع ہونا چاہیئے لیکن یہ کہ درحقیقت وہ صانع موجود بھی ہے یہ مرتبہ ہرگز بجز مکالمات الٰہیہ کے حاصل نہین

ہو سکتا اور گندی زندگی بجٹ الثرے کیطرف ہر لحظہ کھینچ رہی ہے وہ ہرگز دور نہین ہوتی۔ اسی جگہ سے عیسائیون کے خیالات کا بھی باطل ہونا ثابت ہوتا ہے کیونکہ وہ خیال کرتے ہین کہ ابن مریم کی خودکشی نے انکو نجات دیدی ہے حالانکہ وہ جانتے ہین کہ وہ تنگ و تاریک دوزخ مین پڑے ہوئے ہین جو محجوبیت اور شکوک اور شبہات اور گناہ کا دوزخ ہے پھر نجات کہان ہے نجات کا سرچشمہ یقین سے شروع ہوتا ہے سب سے بڑی نعمت یہ ہے کہ انسان کو اس بات کا یقین دیا جائے کہ اسکا خدا درحقیقت موجود ہے جو مجرم اور سرکش کو بے سزا نہین چھوڑتا اور رجوع کرنیوالے کیطرف رجوع کرتا ہے یہی یقین تمام گناہون کا علاج ہے بجز اسکے دنیا مین نہ کوئی کفارہ ہے نہ کوئی خون ہے جو گناہ سے بچاوے کیا تم دیکھتے نہین کہ ہر ایک جگہ تمہین یقین ہی ناکردنی باتون سے روکدیتا ہے تم آگ مین ہاتھ نہین ڈال سکتے کہ وہ مجھے جلا دے گی۔ تم شیر کے آگے اپنے تئین کھڑا نہین کرتے کیونکہ تم یقین رکھتے ہو کہ وہ مجھے کھالیگا تم کوئی زہر نہین کھاتے کیونکہ تم یقین رکھتے ہو کہ وہ مجھے ہلاک کر دے گی پس اس مین کیا شک ہے کہ بیشمار تجارب سے تمپر ثابت ہو چکا ہے کہ جس جگہ تمہین یقین ہو جاتا ہے کہ فعل یا یہ حرکت بلاشبہ مجھے ہلاکت تک پہنچائیگی تم فی الفور اس سے رک جاتے ہو اور پھر وہ گناہ تمسے سرزد نہین ہوتا پھر خدا تعالے کے مقابل پر کیون اس ثابت شدہ فلسفہ سے کام نہین لیتے کیا تجربہ نے ابتک گواہی نہین دی کہ بجز یقین کے انسان گناہ سے رک نہین سکتا ایک بکری یقین کی حالت مین اس مرغزار مین چر نہین سکتی جس مین شیر سامنے کھڑا ہے۔ پس یقین لایعقل حیوانات پر بھی اثر ڈالتا ہے اور تم تو انسان ہو۔ اگر کسی دل مین خدا کی ہستی اور اس کی ہیبت اور عظمت اور جبروت کا یقین ہے تو وہ یقین ضرور اسے گناہ سے بچالیگا اور اگر وہ نہین بچ سکا تو اسے یقین نہین کیا خدا پر یقین لانا اس یقین سے کمتر ہے کہ جو شیر اور سانپ اور زہر کے وجود کا یقین ہوتا ہے سو وہ گناہ جو خدا سے دور ڈالتا ہے اور جہنمی زندگی پیدا کرتا ہے اسکا اصل سبب عدم یقین ہے۔ کاش مین کسن فک کے ساتھ اس کی منادی کرون کہ گناہ سے چھوڑانا یقین کا کام ہے۔ جھوٹی فقیری اور مشیخت سے توبہ کرانا یقین کا کام ہے خدا کو دکھلانا یقین کا کام ہے۔ وہ مذہب کچھ بھی نہین اور گندہ ہے اور مردار ہے اور ناپاک ہے اور جہنمی ہے اور خود جہنم ہے جو یقین کے چشمہ تک نہین پہنچا سکتا۔ زندگی کا چشمہ یقین سے ہی نکلتا ہے اور وہ پر جو آسمان کیطرف اڑتے ہین وہ یقین ہی ہے کوشش کرو کہ اس خدا کو تم دیکھ لو جس کی طرف تمنے جانا ہے اور وہ مرکب یقین ہے جو تمہین خدا تک پہنچائیگا۔ کسقدر اسکی تیز رفتار ہے کہ وہ روشنی جو سورج سے آتی اور زمین پر پھیلتی ہے وہ بھی اسکی سرعت رفتار کیساتھ مقابلہ نہین کر سکتی اے پاکیزگی کے ڈھونڈنیوالو اگر تم چاہتے ہو کہ پاکدل بنکر زمین پر چلو اور فرشتے تمسے مصافحہ کرین۔

تو تم یقین کے راہوں کو ڈھونڈو۔ اور اگر تمہین اس منزل تک ابھی رسائی نہین تو اس شخص کا دامن پکڑو جسنے یقین کی آنکھ سے اپنے خدا کو دیکھ لیا ہے اور یہ کہ کیونکر یقین کی آنکھ سے خدا کو دیکھا جاوے اسکا جواب کوئی مجھسے سنے یا نہ سنے مگر مین یہی کہونگا کہ اس یقین کے حاصل کرنیکا ذریعہ خدا کا زندہ کلام ہے جو زندہ نشان اپنے اندر اور ساتھ رکھتا ہے جب وہ آسمان پر سے اترتا ہے تو نئے سرے مردون کو قبرون مین سے نکالتا ہے تم دیکھتے ہو کہ باوجود آنکھونکے بینا ہونیکے تم آسمانی آفتاب کے محتاج ہو اسی طرح خداشناسی کی بینائی محض اپنی اٹکلون سے حاصل نہین ہوسکتی وہ بھی ایک آفتاب کی محتاج ہے اور وہ آفتاب بھی آسمان پر سے اپنی روشنی زمین پر نازل کرتا ہے یعنی خدا کا کلام کوئی معرفت خدا کے کلام کے بغیر کامل نہین ہوسکتی۔ خدا کا کلام بندہ اور خدا مین ایک دلالہ ہے وہ اترتا ہے اور خدا کا نور اسکے ساتھ ہوتا ہے اور جسپر وہ اپنے پورے کرشمہ اور پوری تجلی اور پوری خدائی عظمت اور قدرت اور برہنہ کرشمہ کے ساتھ اترتا ہے اسکو وہ آسمان پر لیجاتا ہے۔ غرض خدا تک پہنچنے کے لئے بجز خدا تعالےٰ کے کلام کے اور کوئی سبیل نہین۔ ماحصل اس تمام تقریر کا یہ ہے کہ انسان اس دار الظلمات مین اگر کبھی نجات نہین پاسکتا بجز اسکے کہ خود خدا تعالےٰ کے مکالمات سے مشرف ہو کر یا کسی اہل مکالمہ یقینیہ اور اہل آیات بینہ کی صحبت مین رہ کر اس ضروری اور قطعی علم تک پہنچ جائے کہ اسکا ایک خدا ہے جو قادر اور کریم اور رحیم ہے اور یہ دین یعنی اسلام جسپر یہ قائم ہے درحقیقت یہ سچا ہے۔ اور روز جزا اور بہشت اور دوزخ سب سچ ہے کیونکہ اگرچہ قصۃً اور نقل کیطور پر تمام اہل اسلام اس بات کو مانتے ہین کہ خدا موجود ہے اور اسکا رسول برحق مگر یہ ایمان کوئی یقینی بنیاد نہین رکھتا اسلئے ایسے ضعیف ایمان کے ذریعہ سے یقینی رنگ کے آثار ظاہر ہونا اور گناہ سے سچی نفرت کرنا غیر ممکن ہے اور بوجہ اسکے کہ اسلام پر تیرہ برس گذر گئے تمام معجزات گذشتہ برنگ نقول اور قصص ہوگئے ہین اور قرآن شریف اگرچہ عظیم الشان معجزہ ہے مگر ایک کامل کے وجود کو چاہتا ہے کہ جو قرآن کے اعجازی جواہر پر مطلع ہو اور وہ اس تلوار کی طرح ہے۔ جو درحقیقت بے نظیر ہے لیکن اپنا جوہر دکھلانے مین ایک خاص دست وبازو کی محتاج ہے اسپر دلیل شاہد یہ آیت ہے کہ لَا یَمَسُّہٗۤ اِلَّا الْمُطَهَّرُوْنَ پس وہ ناپاکونکے دلون پر معجزہ کے طور پر اثر نہین کرسکتا بجز اسکے کہ اسکا اثر دکھلانیوالا بھی قوم مین ایک موجود ہو اور وہ وہی ہوگا جسکو یقینی طور پر نبیون کی طرح خدا تعالیٰ کا مکالمہ اور مخاطبہ نصیب ہوگا غرض تمام برکات اور یقین کے حصول کا ذریعہ خدا کا مکالمہ اور مخاطبہ ہے اور انسان کی یہ زندگی جو شکوک اور شبہات سے بھری ہوئی ہے بجز مکالمات الہٰیہ کے سرچشمہ صافیہ کے یقین تک ہرگز نہین

پہنچ سکتی مگر خدا تعالیٰ کا وہ مکالمہ یقین تک پہنچاتا ہے جو یقینی اور قطعی ہو جس پر ایک ملہم قسم کھا کر کہہ سکتا ہے کہ وہ اسی رنگ کا مکالمہ ہے جس رنگ کا مکالمہ آدم سے ہوا اور پھر شیث سے ہوا اور پھر نوح سے ہوا اور پھر ابراہیم سے اور پھر اسحاق سے اور پھر اسمٰعیل سے اور پھر یعقوب سے ہوا اور پھر یوسف سے اور پھر چار سو برس کے بعد موسیٰ سے اور پھر یسوع بن نون سے ہوا اور پھر داؤد سے ہوا اور سلیمان سے اور الیسع نبی سے اور دانیال سے اور اسرائیلی سلسلہ کے آخر میں عیسیٰ بن مریم سے ہوا اور سب سے اتم اور اکمل طور پر حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے ہوا لیکن اگر کوئی کلام یقین کے مرتبہ سے کمتر ہو تو وہ شیطانی کلام ہے نہ ربانی۔ کیونکہ تم جانتے ہو کہ جب آفتاب طلوع کرتا ہے اور اپنی کرنیں زمین پر چھوڑتا ہے تو اس کی روشنی ایسی صاف دنیا پر پڑتی ہے کہ کسی دیکھنے والے کو اسکے نکلنے میں شک باقی نہیں رہتا اور نہ وہ کہہ سکتا ہے کہ کل کا سورج تو یقینی تھا مگر آج کا شکی ہے پس کیا تم اس الہام میں شک کر سکتے ہو کہ خدائی چہرہ کا نور اپنے اندر رکھتا ہے کیا خدا کی کلام کا طلوع سورج کے طلوع سے کچھ کمتر ہے کوئی چیز اپنی صفات ذاتیہ سے الگ نہیں ہو سکتی پھر خدا کا کلام جو زندہ کلام ہے کیونکر الگ ہو سکے۔ پس کیا تم کہہ سکتے ہو کہ آفتاب وحی الٰہی اگرچہ پہلے زمانوں میں یقینی رنگ میں طلوع کرتا رہا ہے مگر اب وہ صفائی اسکو نصیب نہیں گویا یقینی معرفت تک پہنچنے کا کوئی سامان آگے نہیں بلکہ پیچھے رہ گیا ہے اور گویا خدا کی سلطنت اور حکومت اور فیض رسانی کچھ تھوڑی مدت تک رہ کر ختم ہو چکی ہے لیکن خدا کا کلام اسکے برخلاف گواہی دیتا ہے کیونکہ وہ یہ دعا سکھلاتا ہے کہ اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيمَ صِرَاطَ الَّذِينَ أَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ اس دعا میں اس انعام کی امید دلائی گئی ہے جو پہلے نبیوں اور رسولوں کو دیا گیا ہے اور ظاہر ہے کہ ان تمام انعامات میں سے بزرگتر انعام وحی یقینی کا انعام ہے کیونکہ گفتار الٰہی قائم مقام دیدار الٰہی ہے کیونکہ اسی سے پتہ لگتا ہے کہ خدا موجود ہے پس اگر کسی کو اس امت میں سے وحی یقینی نصیب ہی نہیں اور وہ اس بات پر جرأت ہی نہیں کر سکتا کہ اپنی وحی کو قطعی طور پر مثل انبیاء علیہم السلام کے یقینی سمجھے اور نہ اسکی ایسی وحی ہو کہ انبیا کی طرح اسکے ترک متابعت اور ترک عمل پر یقینی طور پر دنیا کا ضرر متصور ہو سکے تو ایسی دعا سکھلانا محض دھوکا ہو گا کیونکہ اگر خدا کو یہ منظور ہی نہیں کہ بموجب دعا اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيمَ صِرَاطَ الَّذِينَ أَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ انبیاء علیہم السلام کے انعامات میں اس امت کو بھی شریک کرے تو اس نے کیوں یہ دعا سکھلائی اور ایک ناشدنی امر کے لئے دعا کرنے کی ترغیب میں دی پس اگر یہ دعا سکھانا یقین اور معرفت کا انعام دینے کی نیت سے نہیں بلکہ محض لفظوں سے خوش کرنا ہی منظور ہے

فیصلہ ہو گیا کہ یہ امت اپنے نصیبون مین سب امتون سے گری ہوئی ہے اور خدا تعالیٰ کی مرضی نہین ہے کہ اس امت کو یقینی چشمہ کا پانی پلا کر نجات دے بلکہ وہ انکو شکوک اور شبہات کے ورطہ مین چھوڑ کر ہلاک کرنا چاہتا ہے لیکن یاد رہے کہ ضرور ان انعامات مین جو نبیون کو دئے گئے اس امت کیلئے حصہ رکھا گیا ہے کیونکہ اگر مسلمانونکے کامل افراد کی فطرتون مین یہ حصہ نہ ہوتا تو ان کے دلون مین یہ خواہش نہ پائی جاتی کہ وہ خدا شناسی کے درجہ مین حق الیقین کے درجہ تک پہنچ جائین اور ان انعامات سے سب سے بڑھکر یقینی مخاطبات اور مکالمات کا انعام ہے جس سے انسان اپنی خداشناسی مین پوری ترقی کرتا ہے گویا ایک طور سے خدا تعالیٰ کو دیکھ لیتا ہے اور اس کی ہستی پر رویت کے رنگ مین ایمان لاتا ہے تب الٰہی ہیبت پورے طور پر اس کے دل پر کام کرتی ہے اور جیسا کہ ہر ایک جگہ رویت اور یقین کا خاصہ ہے وہ خاصہ اسکے اندر اپنا کام کرنے لگتا ہے اور شکوک اور شبہات کی تاریکی اس طرح دور ہو جاتی ہے جیسا کہ آفتاب سے ظلمت تب روئے زمین پر اس سے کوئی اتقی نہین ہوتا اور اس جیسا کوئی گناہ سے بیزار نہین ہوتا اور اس جیسا اس خالق یگانہ سے کوئی محبت کرنیوالا نہین ہوتا اور اس جیسا اس یار کا کوئی وفادار نہین ہوتا۔ اور اس جیسا کوئی ڈرنیوالا نہین ہوتا اور اس جیسا کوئی توکل کرنیوالا نہین ہوتا اور اس جیسا پیوند مین کوئی صادق نہین ہوتا اور جیسا کہ خدا تعالیٰ کے کلام سے ظاہر ہے یقینی اور قطعی وحی کا قیامت کے دن تک اس امت کو وعدہ دیا گیا ہے۔ ایسا ہی عقل بھی نوع انسان کے لئے اسکو ضروری سمجھتی ہے کیونکہ گناہ اور فسق و فجور کا علاج اور چارہ بجز اسکے اور کوئی نہین کہ خدا کا جمال اور جلال یقینی طور پر انسان پر مکشوف ہو وجہ یہ کہ تجربہ گواہی دے رہا ہے کہ یا تو سچی محبت گناہ اور مخالفت سے روکتی ہے یا سچی ہیبت نافرمانیون سے باز رکھتی ہے اور سچی محبت مین بھی ایک خوف ہوتا ہے اور وہ یہی کہ یار مہربان سے تعلق نہ ٹوٹ جائے اور جبکہ سچی محبت اور سچی ہیبت کی کیفیت یقینی طور پر وارد ہو اور یا وہ شخص جو کامل طور پر اس شخص کا شناسندہ اور محبت کنندہ اور اسکا زیر اثر ہو وہ بلاشبہ گناہ سے روک لیا جاتا ہے اور دوسرے لوگ دنیا مین جسقدر ہین ان مین سے کوئی بھی گناہ کی زہر سے خالی نہین ہان مکاری سے بہت لوگ کہتے ہین کہ ہم بیگناہ ہین اور ہمارے دلون مین کوئی ناپاکی نہین مگر وہ جھوٹے ہین اور خدا کی مخلوق کو دھوکا دینا چاہتے ہین گناہ سے پاک ہونا بجز اسکے ممکن ہی نہین کہ ہیبت اللہ کی موت یقین کی تیز شعاعون کیوجہ سے انسان کے دل پر وارد ہو جائے اور سچی محبت اور سچی ہیبت دل مین بس جائے اور دل خدا کے جمال اور جلال سے رنگین ہو جائے اور یہ دونون کیفیتین کبھی اور ہر گز دل مین آ ہی نہین سکتین جب

جبتک کہ خدا کی ہستی اور اس کی ان دونوں قسم کے صفات پر یقین پیدا ہو پس اس سے معلوم ہوا کہ نجات کی جڑ اور نجات کا ذریعہ صرف یقین ہے وہ یقین ہی ہے کہ باوجود بلاؤں کے سامنے کے اطاعت کیلئے گردن جھکا دیتا اور آگ میں داخل ہونیکے لئے کھڑا کر دیتا ہے وہ یقینی نظارہ ہی ہے جو عاشق بنا دیتا ہے اور مرنیکے لئے تیار کر دیتا ہے وہ یقینی نظارہ ہی ہے کہ جس سے انسان خدا کے لئے آرام کا پہلو چھوڑتا اور مخلوق کی تعریف اور تحسین سے لاپرواہ ہو جاتا اور ایک کیلئے تمام دنیا کو اپنا خطرناک دشمن بنا لیتا ہے انسان یقینی ہیبت کیوجہ سے مباح چیزوں کو بھی ڈرتا ڈرتا ہی استعمال کرتا ہے اور زبان کو ناگفتنی بات سے روکتا ہی گویا اوس کے منہ میں سنگریزے ہیں اور یہ یقین یا تو دیدار سے میسر آتا ہے اور یا اس گفتار سے جو خدا کا یقینی کلام ہے جو اپنی طاقت اور شوکت اور دلکش خاصیت اور خوارق سے ثابت کر دیتا ہے کہ وہ خدا کا کلام ہے بجز اس صورت کے نہ خدا کی ہستی پر یقین آسکتا ہے اور نہ اس کی صفات پر۔ اب جس حالت میں یہ مانا گیا ہے کہ خدا تعالیٰ اس بات پر قادر ہے کہ یقینی کلام کسی بندہ پر نازل فرماوے اور اسکا وعدہ انعمت علیہم اس امکان کو ضروری ٹھہراتا ہے اور نجات بھی اسی کلام الٰہی پر موقوف ہے جو یقینی ہو اور انسانی فطرت بھی اس کی پیاسی پائی جاتی ہے تو کیوں اور کیا وجہ ہے کہ خدا اس فیض سے امت کو محروم رکھے کیا انسان کی فطرت میں یہ جوش نہیں ڈالا گیا کہ وہ خدا تعالیٰ کی ہستی پر یقین پیدا کرے اور کوئی ایسا ذریعہ اسکو حاصل ہو جس سے وہ سمجھ لے کہ وہ اپنی تمام پاک صفات کیساتھ درحقیقت موجود ہے۔ مگر کیا وہ ذریعہ صرف آسمان اور زمین کی صنعتیں ہو سکتی ہیں ہرگز نہیں کیونکہ غایت درجہ ان سے صرف ضرورت خالق محسوس ہوتی ہے نہ یہ کہ وہ خالق درحقیقت موجود بھی ہے اور ضرورت خالق پر دلیل قائم ہونا اس خالق کی واقعی ہستی پر قطعی دلیل نہیں ہو سکتی اسی لئے انبیاء اور آسمانی نشانوں کی حاجت پڑی کیونکہ دلایل عقلیہ صرف اس حد تک خدا تعالیٰ کی نسبت علم بخشتے ہیں کہ ان مصنوعات پر نظر کر کے جن میں ایک ابلغ اور محکم ترکیب پائی جاتی ہے یہ ضرورت ثابت ہوتی ہے کہ ان کا ایک صانع ہونا چاہیئے لیکن یہ دلائل یہ ثابت نہیں کرتیں کہ وہ صانع فی الواقع ہے بھی اور ہے اور ہونا چاہیئے میں ایک فرق ہے جو اس کیفیت کو ظاہر کرتا ہے۔ اسی طرح نہیں کہہ سکتے کہ پہلی کتابیں اور پہلے معجزات خدا تعالیٰ کی ہستی پر ایک قطعی دلیل ہے کیونکہ اس وقت نہ وہ معجزات بدیہی طور پر مشاہدات میں سے ہیں اور نہ اسوقت وہ کلام نازل ہو رہا ہے۔ ہاں ہاں قرآن شریف معجزہ ہے مگر وہ اس بات کو چاہتا ہے کہ اسکے ساتھ ایک ایسا شخص ہو کہ اس معجزہ کے جوہر ظاہر کرے اور وہ وہی ہوگا جو بذریعہ الہامی کلام کے پاک کیا جائیگا۔ اب جبکہ انسانی فطرت اور انسانی کانشنس اور

انسانی روح شکوک و شبہات کی موت سے مزا پسند نہین کرتی اور خدا تعالی کی راہ مین ایک کھلے کھلے یقین کی پیاسی ہے تو اس سے ظاہر ہے کہ جس قادر اور حکیم نے انسان کو یقین حاصل کرنیکی پیاس لگادی ہے۔ اس نے پہلے سے اس بات کا انتظام بھی کرلیا ہے کہ انسان یقین کے مرتبہ تک پہنچ جائے اب یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ وہ کونسا انتظام ہے جو یقین تک پہنچاتا ہے سو مجھے چھوڑ دتا مین صاف صاف کہدون کہ وہ انتظام ابتدا دنیا سے آج تک ایک ہی چلا آیا ہے یعنی خدا کا قول جس کی تائید اور تصدیق اس کا خارق عادت فعل کرتا ہے اور یہ دھوکا مت کھاؤ کہ خدا کا کلام ایک مرتبہ یا چند مرتبہ جو گذشتہ زمانہ مین نازل ہوچکا ہے۔ وہ یقین عطا کرنے کے لئے کافی ہے بار بار کی کیا ضرورت ہے اسی شبہ مین آریہ سماج والے گرفتار ہین کیونکہ انکے نزدیک وید خدا کا کلام ہے اور وہ ایک دفعہ اس موجودہ دور دنیا کے لئے نازل ہوچکا ہے پھر بار بار کی کیا ضرورت ہے۔ لیکن وہ اور ایسا ہی انکے سے ہمخیال دھوکا کھاتے ہین اور اس دھوکہ مین عیسائی بھی شریک ہین جو کہتے ہین کہ توریت نے تعلیم کے حق کو پورا کر دیا تھا پھر قرآن کی کیا ضرورت تھی۔ ان تمام توہمات کا جواب یہی ہے کہ خدا کی غرض کتابون کے نازل کرنے سے افادہ یقین ہے کہ تا اس کی ذات اور صفات اور اس کی پسندیدہ اور ناپسند راہون پر لوگون کو یقین آجاوے اور پھر یقین کی برکت سے وہ اپنے خدا پر پورا ایمان لاوین اور بدی سے پورے طور پر پرہیز کرین اور نیکی کو پورے طور پر حاصل کرین سو جب نبوت کا زمانہ گذر جاتا ہے اور خدا کا کلام قصونکے رنگ مین پڑھا جاتا ہے تب یہ غرض مفقود ہوجاتی ہے اور دلون مین اس کلام پر یقین نہین رہتا جیسا کہ تم یہودیونکا حال دیکھتے ہو کہ توریت انکے ہاتھ مین ہے اور کھوٹ انکے دلون مین اور کیا تم عیسائیون مین بتا سکتے ہو کہ ایسے لوگ ان مین کتنے ہین کہ ایکطرف مار کھا کر دوسری طرف بھی پھیر دیتے ہین اور چادر لینے والے کو کرتہ دینے کیلئے تیار ہین اور آنکھونکو بدنظری سے روکتے ہین اور لوگونپر عیب نہین لگاتے اور ان کے دل ٹیڑھے اور مکار اور منصوبہ باز نہین مگر شاذ و نادر جس نے نہ انجیل سے بلکہ اپنی فطرت کی ہدایت سے بدی سے پرہیز کی ہو۔ غرض جس طرح ہر ایک صبح تازہ کھانے کی ضرورت ہوتی ہے اسی طرح جب مرور زمانہ سے نور ایمان جو یقین ہے کم ہوجاتا ہے تو وہ خدا کی کلام کو پڑھتے تو ہین مگر وہ پڑھنا انکے حلق کے نیچے نہین اترتا تب خدا کا کلام جو انسے دور ہوجاتا ہے اور ہین چھوتا نہین کوئی نیک اثر انپر ڈال نہین سکتا گویا وہ کلام انکو چھوڑ کر آسمان پر اٹھ جاتا ہے تب ایک جوہر قابل پیدا کیا جاتا ہے جسکو کلام اپنی طرف کھینچتا ہے اور خدا کی کلام کی طاقت اسکو یقین کے کامل مرتبہ تک پہنچاتی ہے تب وہ علم جو آسمان پر اٹھ گیا تھا پھر اسکے ذریعہ سے زمین پر

واپس آجاتا ہے اسی طرح ہمیشہ یقین خدا کے تازہ مکالمہ سے تازہ پیدا ہوتا رہتا ہے اور جس شریعت کو خدا تعالے منسوخ کر دیتا ہے اس شریعت کی پیروی کرنیوالونکے دل مسوخ ہو جاتے ہین اور ان مین کوئی باقی نہین رہتا جبتک تازہ کلام وارد ہو تب وہ کتاب ایک متعفن پانی کی طرح ہو جاتی ہے جسکے ساتھ بہت کیچڑ اور گند ملگیا ہے اور ایسی شریعت سے انسانونکو کچھ فائدہ نہین ہو سکتا کیونکہ انکے ہاتھ مین صرف قصے رہ جاتے ہین اور آسمان کا تازہ پانی یعنے تازہ کلام الٰہی انکے پاس نہین آتا پس اس سے سمجھا جاتا ہے کہ خدا نے انکو چھوڑ دیا ہے خلاصہ کلام یہ کہ مردود مذہب کی یہ نشانی ہے کہ تازہ کلام کا نور اس مین پایا نہین جاتا اور وہ لوگ ہمیشہ اسی کلام پر بھروسہ رکھتے ہین جس کو تازہ الٰہی کلام تصدیق نہین کرتا اور نہ تازہ نشان تصدیق کرتے ہین انکے دل مردہ رہتے ہین اور نور یقین جو گناہونکو جلاتا ہے انکے نزدیک نہین آتا۔ اس تمام بیان کا خلاصہ در خلاصہ یہ ہے کہ تازہ کلام الٰہی خدا کی شریعت کا پشتیبان ہے اور اس کشتی کو جو گناہونکے سبب سے غرق ہونے لگتی ہے جلد تر کنار امن تک پہونچانے والا ہے مگر شاید کوئی بھول نہ جائے اسلئے بار بار کہا گیا ہے کہ کلام الٰہی سے مراد وہی کلام ہے کہ جو زمانہ کیلئے تازہ طور پر اترتا ہے اور اپنی طبعی خاصیت سے ملہم اور اسکی ہم نشینونپر ثابت کرتا ہے کہ مین یقینی طور پر خدا کا کلام ہون اور ایسا ملہم طبعاً اس مین اور خدا کے دوسرے کلمات مین جو پہلے نبیونپر نازل ہوئے من حیث الوحی کچھ فرق نہین سمجھتا گو دوسری وجوہ سے کچھ فرق ہو۔ لیکن یاد رہے کہ عوام الناس کے ایسے شکی وہمی الہام ہماری اس بحث سے خارج ہین جنکے ساتھ نہ تو خدائی نشان اور آسمانی متواتر تائیدین ہوتی ہین کہ تا اس قول کو فعل کی شہادت سے قوت دین اور نہ خود ملہم کو ان کی نسبت یقین کامل ہوتا ہے بلکہ وہ ہمیشہ دُبدھا مین رہتا ہے کہ آیا یہ شیطانی ہین یا رحمانی سمجھ لینا چاہیئے خوب توجہ سے یاد رکھنے کے لایق ہے۔ کہ جو الہامات ایسے کمزور اور ضعیف الاثر ہون جو ملہم پر مشتبہ رہتے ہین کہ خدا کی طرف سے ہین یا شیطان کیطرف سے وہ درحقیقت شیطان کیطرف سے ہی ہوتے ہین یا شیطان کی آمیزش سے اور گمراہ ہے وہ شخص جو انپر بھروسا کرتا ہے اور بدبخت ہے وہ شخص جو اس خطرناک ابتلا مین ماخوذ ہے کیونکہ شیطان اس سے بازی کرتا ہے اور چاہتا ہے کہ اسکو ہلاک کرے اکثر لوگ پوچھا کرتے ہین کہ پھر رحمانی الہام کی نشانی کیا ہے اسکا جواب یہی ہے کہ اس کی کئی نشانیان ہین۔ (۱) اول یہ کہ الٰہی طاقت اور برکت اسکے ساتھ ایسی ہوتی ہے کہ اگرچہ اور دلائل ابھی ظاہر نہ ہون وہ طاقت بڑے جوش اور زور سے بتلاتی ہے کہ مین خدا کی طرف سے ہون اور ملہم کے دلکو ایسا اپنا مسخر بنا لیتی ہے کہ اگر اسکو آگ مین کھڑا کر دیا جاوے یا

ایک بجلی اس پر پڑنے لگے کبھی نہیں کہہ سکتا کہ یہ الہام شیطانی ہے یا حدیث النفس ہے یا شکی ہے یا ظنی ہے۔ بلکہ ہردم اس کی روح بولتی ہے کہ یہ یقینی ہے اور خدا کا کلام ہے (۲) دوسرے خدا کے الہام مین ایک خارق عادت شوکت ہوتی ہے (۳) تیسرے وہ پرزور آواز اور قوت سے نازل ہوتا ہے (۴) چوتھے اس مین ایک لذت ہوتی ہے (۵) اکثر اس مین سلسلہ سوال وجواب پیدا ہوجاتا ہے بندہ سوال کرتا ہے خدا جواب دیتا ہے۔ اور پھر بندہ سوال کرتا ہے خدا جواب دیتا ہے خدا کا جواب پانیکے وقت بندہ پر ایک غنودگی طاری ہوتی ہے لیکن صرف غنودگی کیحالت مین کوئی کلام زبان پر جاری ہونا وحی الہی کی قطعی دلیل نہیں کیونکہ اس طرح پر شیطانی الہام بھی ہوسکتا ہے (۶) وہ الہام کبھی ایسی زبانون مین بھی ہوجاتا ہے جن کا ملہم کو کچھ بھی علم نہین (۷) خدائی الہام مین ایک خدائی کشش ہوتی ہے اول وہ کشش ملہم کو عالم تفرید اور انقطاع کیطرف کھینچ لیجاتی ہے اور آخر اسکا اثر بڑھتا بڑھتا طبایع سلیمہ مبایعین پر جا پڑتا ہے تب ایک دنیا اس کی طرف کھینچی جاتی ہے اور بہت سی روحین اسکے رنگ مین بقدر استعداد آجاتی ہین (۸) سچا الہام غلطیون سے نجات دیتا اور بطور حکم کے کام کرتا ہے اور قرآن شریف سے کسی بیان مین مخالف نہین ہوتا (۹) سچے الہام کی پیشگوئی فی حد ذاتہ سچی ہوتی ہے گو اسکے سمجھنے مین لوگونکو دھوکا ہو (۱۰) سچا الہام تقوے کو بڑھاتا اور اخلاقی قوتونکو زیادہ کرتا اور دنیا سے دل برداشتہ کرتا اور معاصی سے متنفر کردیتا ہے (۱۱) سچا الہام چونکہ خدا کا قول ہے اسلئے وہ اپنی تائید کیلئے خدا کے فعل کو ساتھ لاتا ہے اور اکثر بزرگ پیشگوئیون پر مشتمل ہوتا ہے جو سچی نکلتی ہین اور قول اور فعل دونون کی آمیزش سے یقین کے دریا جاری ہوجاتے ہین اور انسان سفلی زندگی سے منقطع ہوکر ملکوتی صفات بن جاتا ہے *

تناسخ

(ہندو مذہب کے رو سے گناہ کے برکات ۱۴)

روح کا مختلف انسانی اور حیوانی اجسام مین بطور تناسخ کے داخل ہونا پرانے زمانے سے تمام جاہل لوگونکا اعتقاد رہا ہے۔ معلوم ہوتا ہے کہ پرانے مصری لوگ بھی اسکے قائل تھے اور ان کا اعتقاد تھا کہ تین ہزار سال کے دور مین روح تمام پیدا کردہ صورتون مین ہوگذرتی ہے۔ بڑے بڑے فاضلون نے یہ بھی خیال کیا ہے کہ مصریون مین جو بعض حیوانون کے مردہ اجسام کو مصالحون وغیرہ کے ذریعہ سے دیرپا بنایا جاتا تھا اسکی اصلیت بھی یہی معلوم ہوتی ہے کہ شاید کسی وقت پھر روح اپنے اصل جسم کیطرف عود کرے۔ یونان مین

فیثاغورث نے تناسخ کا مسئلہ جاری کیا اسکا عقیدہ یہ تھا کہ روح جسم سے علیحدہ ہونیکے بعد جو میں پرواز کرتی رہتی ہین اور نئی مخلوق اس طرح پیدا ہوتی ہے کہ نئے اجسام مین جب پہلے پہل ہوا داخل ہوتی ہے تو پہلے سانس کے ساتھ ان روحون مین سے جو کرہ ہوائیہ مین اڑتی پھرتی ہوتی ہین کوئی روح بھی اندر چلی جاتی ہے لیکن اگر پہلے ہی سانس کے ساتھ کوئی روح داخل ہو جائے تو پھر وہ جسم بیجان ہی رہتا ہے۔ یہ مسئلہ آریہ مذہب کے تناسخ کے مسئلہ سے جو سوامی دیانند نے بیان کیا ہے ملتا جلتا ہے۔

اگرچہ تناسخ کا مسئلہ بہت سارے ملکون سے جہان وحی الہی کی روشنی پہونچی ہے بالکل اٹھ گیا ہے لیکن ہندوستان مین آج اسپر ہندو لوگونکا ویسا ہی پکا اعتقاد ہے جیسا کہ جہالت کے زمانہ مین تھا خواہ یہ مسئلہ ابتدائی آریہ قومون نے ہندوستان کی اصلی اقوام سے لیا ہوا نہین کا من گھڑت ہو اس مین شک نہین کہ ابتدا سے ہی ہندو مذہب کی مقدس کتابون کی بنا پر اسکو تسلیم کیا گیا ہے۔ آریہ سماج کے بانی نے روح کے مختلف اجسام مین جانیکی جو حقیقت ستیارتھ پرکاش (ایڈیشن ۱۸۸۴ء) کے صفحہ ۲۶۳۔ آٹھوین سمولاس مین بیان کی ہے وہ اپنی لغویت مین بیمثل ہے۔ اس سوال کے جواب مین کہ جنم اور موت وغیرہ کس طرح سے ہوتے ہین سوامی صاحب لکھتے ہین کہ لنگ شریر یعنی جسم دقیق (روح) اور ستھول شریر یعنی جسم کثیف ملکر جب ظاہر ہوتے ہین تب اسکا نام جنم یعنی پیدائش ہوتا ہے اور دونون کی علیحدگی سے غائب ہو جانیکو موت کہتے ہین۔ سو اس طرح سے ہوتا ہے کہ روح اپنے اعمال کے نتائج سے گردش کرتی ہے اور اپنے افعال کی تاثیر سے گھومتے ہوئے پانی یا کسی اناج یا ہوا مین ملتی ہے پھر جب وہ پانی یا کسی بوٹی وغیرہ کے ساتھ ملجاتی ہے تو جیسے جسکے افعال کا اثر یعنی جتنا جسکو سکھ یا دکھ ہونا ضروری ہے خدا کے حکم کے موافق ویسی جگہ اور ویسے ہی جسم مین مل کے شکم مادر مین داخل ہو جاتی ہے۔ پھر جب حیوان یا انسان مین وہ غذا کے ساتھ اندر چلی جاتی ہے اسکے جسم کے حصہ کی کشش سے اسکا جسم بنتا ہے اسی طریقہ سے جو پرمیشر نے مقرر کر رکھا ہے۔ روح نکلنے کے بعد آفتاب کی کرنونکے ساتھ اوپر کو کھینچی جاتی ہے اور پھر چاند کے نور کے ساتھ (اوس کی طرح) زمین پر کسی بوٹی وغیرہ پر گرتی ہے پھر بموجب طریقہ مذکورہ بالا جسم اختیار کرتی ہے۔

روح کے جسم مین داخل ہونیکا یہ مسئلہ فیثاغورث کے لغو خیال سے بھی کمتر درجہ پر ہے اور یہ خیال بالکل خلاف عقل اور خلاف تجارب طبعی ہے۔ تمام عقلا جانتے ہین کہ روح کا تعلق صرف بچہ کی والدہ سے نہین ہوتا بلکہ والد اور والدہ دونون سے ہوتا ہے اور روحانی اخلاق کا افاضہ بچہ کے وجود پر والدین

کیطرفسے ہوتا ہے نہ ان مین سے ایک کیطرفسے۔ ہان اگر پنڈت صاحب یہ کہتے کہ روح دو ٹکڑے ہو کر کسی بوٹی وغیرہ پر گرتی ہے جسکو مرد اور عورت دونون کھا لیتے ہین اور پھر دونو نکے میل کے ذریعہ مخلوط ہو جاتی ہے تب بھی کچھ بات تھی اگرچہ اس جگہ یہ شبہ پیدا ہوتا ہے کہ کیا روح آدھی آدھی ہو کر گرتی ہے اور اگر ایسا ہی ہے تو پھر دو ٹکڑے ہونیکے بعد اسکا پیوند کیونکر ہو جاتا ہے یہ وید کا فلسفہ ہی اور عناصر پرستی کے مذہب کیلئے بیشک ایسا مسئلہ قابل فخر ہے*

اصول تناسخ جہالت کا نتیجہ ہے اور صفات الٰہی کے نہ سمجھنے کے سبب سے یہ غلطی پیدا ہوئی ہے جو لوگ عناصر کو اپنا خدا سمجھین وہ تو ایسے مسئلہ کے ماننے مین معذور بھی ٹھہرائے جا سکتے ہین لیکن جب کئی ہزار سال بعد ایک فلسفہ اور سائنس اور تہذیب پر فخر کرنیوالی قوم جسکا دعوے بت پرستی اور عناصر پرستی چھوڑ دیکا ہو اس بیہودہ مسئلہ پر جمی رہے تو واقعی جائے تعجب ہے آواگون کا مسئلہ نہ صرف خدائے تعالی کی جلالی صفات کا ہی انکار کرتا ہے بلکہ قانون قدرت کے بھی مخالف پڑا ہوا ہے۔ تناسخ تب قائم رہ سکتا ہی کہ جب خدائے تعالے کو اسکے مختارانہ کامون اور ارادی قدرتون اور اختیاری تصرفات اور ذاتی طاقتون اور ذاتی قوتون سے ازل سے ابد تک معطل اور بیکار اور عاجز اور لاچار سمجھا جائے اس سے ظاہر ہے کہ آواگون خدائے تعالے کے قانون قدرت کا ضد پڑا ہوا ہے اور ضد بھی ایسی ضد کہ ایک کے ماننے سے دوسرا قائم نہین رہ سکتا کیونکہ اگر خدائے تعالے کے تصرفات کو تسلیم کیا جاوے اور مان لیا جاوے کہ اس نے تمام اجرام علوی اور اجسام سفلی کو اپنی قدرت ربوبیت سے پیدا کر کے اجزاے عالم کو باہم انضباط بخشا ہے۔ اور محض اپنی قدرت کاملہ سے اور خاص اپنے ہی ارادہ مشیت سے تمام چیزون مادی وغیر مادی کو ایک پر حکمت سلسلہ انتظام مین خود اپنی حکیمانہ مصلحتون سے منسلک کیا ہے۔ تو یہی مان لینا جسکا دوسرے لفظون مین نام قانون قدرت ہے اصول تناسخ کی بیخ کنی کرتا ہے۔ کیونکہ مسئلہ تناسخ اس بنا پر کھڑا کیا گیا ہے کہ یہ ترتیب عالم جو بالفعل موجود ہے پرمیشر کے ارادہ اور قدرت سے نہین ہے اور نہ اس کی حکمت اور مصلحت سے بلکہ گنہگارونکے گناہ نے یہ مختلف صورتین پیدا کی ہین جس مین پرمیشر کا ذرا دخل نہین مثلاً گائے جو دودھ دیتی ہے یا گھوڑا جو سواری کے کام آتا ہے یا گدھا جو بوجھ اٹھاتا ہے یا زمین جسپر ہم آباد ہین یا چاند اور سورج جو دو چمکتے ہوئے چراغ اپنی مختلف قوتون اور خاصیتوں سے انواع اقسام کے فوائد دنیا کو پہنچاتے ہین یا گیہون اور چنے اور چاول وغیرہ ماکولات جنکو ہم کھاتے ہین یہ

سب مسئلہ تناسخ کی رو سے انسانی روحین ہین جنہون نے کسی جنم گذشتہ کی شامت اعمال سے بطور تناسخ یہ صورتین اختیار کر لی ہین۔ اور یہ سارا مجمع مختلف چیزون کا جو زمین و آسمان مین نظر آتا ہے یہ سب اصول تناسخ کے رو سے اتفاقی ہین جس مین پرمیشر کے ارادہ اور قدرت کا سر مو دخل نہین اور نہ اسکو ان چیزونکے زیادہ یا کم کرنے مین یا موجود یا معدوم کرنے مین ایک ذرا اختیار ہے۔ اگر انسانی روحین مرتکب گناہون کی نہ ہوتین تو یہ چندین ہزار عالم مخلوقات جو نظر آرہا ہے ان مین سے ایک بھی نہ ہوتا۔ گویا ہر ایک آرام دنیا کا تناسخ کے اصول کے رو سے لوگون کی بدکاریون سے ہی میسر آتا ہے اور تمام دنیوی نعمتون کے حاصل ہونیکا اصل موجب بدکاریان ہی ہین۔ کوئی شخص گناہ کر کے گائے کے جنم مین آئے تو پینے کو دودہ ملے۔ اور پھر کسی بدکاری سے گھوڑی کا جنم لے تو سواری میسر ہو اور پھر کسی معصیت کی گدھے یا خچر یا اونٹ کی جون مین پڑے تو بار برداری کا کام چلے۔ پھر اگر کوئی ایسا برا کام کرے جسکی سزا مین اسکو عورت کی جون ڈالا جاوے تو آپ لوگونکو جورو نصیب ہو اور اگر کوئی ایک شخص کسی شامت گناہ سے مرے تب وہی روح اسکی بیٹا یا بیٹی بن کر آپ کو صاحب اولاد بنا ئے۔ اس طرح تناسخ کے اصول کے رو سے تمام سلسلہ خدائی کا گناہون کی طفیل ہی چل رہا ہے اور اگر گناہ ظہور مین نہ آتے تو پرمیشر تو کچھ چیز ہی نہ تھا۔ اور اسکی قدرتین اور حکمتین سب ہیچ اور بے حقیقت تہین۔ قانون قدرت کا تو یہ ضروری تقاضا ہے کہ تمام اجزائے عالم بحکم اس واضع قانون کے روز ازل سے باہم انضباط یافتہ ہین یہ نہین کہ کسی اتفاقی شامت سے یہ ہزارون قسم کی مخلوقات پیدا ہو گئی ہے اور پرمیشر گو کیسا ہی ان چیزونکے پیدا کر نیکے لئے ارادہ کرتا مگر کچھ بھی نہ ہو سکتا۔

غرض تناسخ کی تعلیم کیمطابق پرمیشر صرف نام کا پرمیشر ہے جسکو ایک ذرہ پیدا کرنیکی بھی طاقت نہین ہان روحون پر کسی مخفی وجہ کے سبب سے اسکو تسلط ہو گیا ہے شائد کسی اگلے جنم مین اس نے بہت کرم کئے ہون گے جس سے وہ اس حکمرانی کے لایق ٹھہر گیا۔ ایسے پرمیشر مین قدرت کا نشان نہین مختارانہ تصرفات کی طاقت نہین۔ قادرانہ کامون کی ہمت نہین ترتیب دنیا مین اس کو کچھ دخل ہی نہین تو پھر ظاہر ہے کہ وہ اس لائق بھی نہین کہ اسکا کوئی قانون قدرت ہو۔ ہان تناسخ کے معتقدین کو اپنے ہی گناہون کا آپ شکر گذار ہونا چاہیئے جنہون نے انکو گوئن کا دودہ پلایا۔ گھوڑون پر چڑھایا غرض سب کام بنایا اور سب کچھ کیا کرایا حقیقت مین مسئلہ تناسخ نے انکو بہت فائدہ پہونچایا۔ اگر کچھ نقصان پہنچا تو بس یہی کہ ایک تو پرمیشر ہاتھ سے گیا بلکہ

دوسرا حلال حرام کا کچھ ٹھکانہ نرہا۔ اگر یہ پیشبر کا فکر نہین تو اسکا تو فکر کرنا چاہئے کہ حلال حرام مین گر بڑ پڑیگا یہ خرابی ایک دنیا دار غیر تمدنکی نظر مین بہی جسکو ایک ذرہ ننگ و ناموس کا پاس ہو قابل برداشت نہین کیونکہ اگر مسئلہ تناسخ صحیح ہے تو اسکے رد سے ممکن ہے کہ کسی شخص کی والدہ یا دختر یا حقیقی بہن یا دادی یا نانی مرنیکے بعد کسی عورت کی جون مین پڑکر پھر اس شخص کے نکاح مین آجائے اور دنیا جو ایک ظلمت گاہ اور بے تمیزی کی جگہ ہے اس مین کون اسکا خبر دیسکتا ہے کہ یہ فلان شخص کی مان یا بہن ہے۔ اس طرح پر آواگون کے مسئلہ نے نہ صرف ایسے پرمیشر کی عزت پر ہی ہاتھ ڈالا بلکہ اوربھی اس مین بڑے بڑے ضرر موجود ہین۔ اور بلاشبہ جو شخص اس مسئلہ تناسخ کو روا اور جایز سمجھتا ہے اسکو اسکے بدنتایج بھی روا اور جایز رکھنی چاہئینگے مگر افسوس جو لوگ دنیا کے پرستار ہین اور قومی تعصبونکی زنجیر مین گرفتار ہین۔ وہ اپنے بدعقیدہ کو کسی ڈھب چھوڑنا ہی نہین چاہتے۔ قوم کا رعب انکے دلونپر ایسا غالب ہے کہ جو مخلوق پرستی کی حد تک پہنچ گیا ہے خدا تعالے کا انکے دلون مین اتنا بھی قدر نہین جو ایک بوڑھی عورت کو اپنے گھر کی سوئی کا ہوتا ہے*

اناجیل پر تاریخی نظر

اگرچہ کثرت سے ایسے عیسائی ہین جو اناجیل کے معجزات کو اب تسلیم نہین کرتے مگر تاہم ان کا یہ خیال ہے کہ معجزات کے قصونکو نکالکر بھی ہر چہار اناجیل مین مستند اور تاریخی سوانح یسوع کی موجود ہین مگر یہ خیال بالکل غلط اور بے بنیاد ہے۔ مثلاً پہلی چارون انجیلون کے متعلق یہ سمجھا گیا ہے کہ انکے مصنف کنعان کے باشندے یسوع کے شاگرد چند یہودی تھے لیکن دراصل ان کتابونکے لکھنے والے کسی اور ملک کے لوگ تھے جنہون نے مندرجہ واقعات کو زمانہ وقوع کے سالہا بعد مرتب کیا اور یہودی رعایا و یہودی و رومی حکمرانون کی رسومات وطرز معاش کے بیان کرنے مین صریح غلطیان کھائی ہین میتھو آرنلڈ لکھتا ہے:۔

"یوحنا کی تحریر سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ یہودیونکے رسوم اور دستور سے اسکو کچھ علاقہ نہین بلکہ یہ رسوم ایسے طرز سے بیان کئے گئے ہین کہ گویا وہ کسی دوسری قوم بلکہ ایک دوسری دنیا کے رسوم ہین۔ قانا جلیل مین پتھر کے مٹکے طہارت کے لئے یہودیون کے دستور کے موافق دھرے جاتے ہین (یوحنا ۲ باب ۶)

ب یوحنا کے شاگردون اور یہودیون کے درمیان طہارت کی بابت بحث ہوئی (۳ باب ۲۵)

(۳) اب یہودیون کی عید فسح نزدیک تھی انہون نے یسوع کی لاش لیکے سوتی کپڑے مین خوشبوئیونکے ساتھ جسطرح سے کہ دفن کرنے مین یہودیون کا دستور ہے کفنایا ۱۹ باب سو انہون نے یسوع کو یہودیون کی تیاری کے دن کے باعث وہین رکھا۔ بڑے تعجب کی بات ہے کہ ایک یہودی اپنی عید فسح کو یہودیون کی عید فسح کہے اور اپنی قوم کی بحث کو یون بیان کرے کہ یوحنا کے شاگردون اور ایک یہودی مین طہارت کی بابت بحث ہوئی یہ تو بعینہٖ وہی معاملہ ہے کہ کوئی مسلمان اپنی عید کو بیان کرنیکے وقت یون کہے کہ یہ مسلمانون کی عید کا دن تھا ایک مسلمان عید کو اس طرح پہ بیان نہین کریگا بلکہ وہ تو صرف یہی کہیگا کہ یہ عید کا دن تھا اسی طرح کوئی انگریز قومی تذکرہ کیوقت خارج از قوم کی مانند کلام نہین کریگا۔ پھر انجیل چہارم مین دوبار مذکور ہے کہ قیافا اُس سال کا سردار کاہن تھا گویا یہودی کہانت اس بیان کی مطابق اسوقت ایک سالانہ عہدہ تھا حالانکہ یہ سراسر خلاف واقع ہے اور ایک ایسی غلطی ہے جو کسی یہودی سے نہین بلکہ یقیناً ایک اجنبی سے سرزد ہو سکتی ہے اور یہ تو وہی معاملہ ہے کہ امریکہ کے پریذیڈنٹ کو اس سال کا پریذیڈنٹ کہا جائے اور اس طرح اسے ایک سالانہ عہدہ قرار دیا جائے ہر شخص سمجھ سکتا ہے کہ کوئی امریکہ کا آدمی ایسی ناواقفیت کا کلمہ منہ سے نہین نکالیگا +

پھر چوتھی انجیل مین لکھا ہے کہ وہ شاگرد جو پطرس کو سردار کاہن کے محل مین لیگیا۔ سردار کاہن کا آشنا تھا کیا ممکن ہے کہ یسوع کے غریب پیروؤن مین سے ایک شخص قیافا جیسے جلیل القدر عہدہ دار سے دوستی کے تعلقات رکھتا ہو یہ مبالغہ ایسا ہے جیسا دلی کا ایک فرد ورجو عین دربار کے دنون مین احاطہ دربار کے آس پاس پڑا پھرتا ہو اور اندر داخل نہ ہو سکے اسکی نسبت بیان کیا جاوے کہ وہ ایسرائے صاحب کا آشنا ہے۔ یوحنا کی انجیل مین جیسی ان باتون مین گڑبڑ پڑی ہوئی ہے جغرافیہ کی صحت کا بھی یہی حال ہے بیت عینا کو یردن کے پار کہنا ایسا ہے جیسا کہ ایک لاہور کا رہنے والا کہے کہ امرتسر دریائے راوی کے پار ہے فلسطین کا باشندہ کبھی ایسی غلطی نہین کرسکتا تھا بلکہ یہ غلطی ایسی موٹی اور صاف ہے کہ پچھلے نسخون مین جب اس غلطی کو محسوس کیا گیا تو بیت عینا کی جگہ بیت بارا کیا گیا اور نئے ترجمون مین بیت بارا ہی موجود ہے (یہ الہامی عبارت کی اصلاح ہے) لیکن تین پرانے اور مستند نوشتون مین بیت عینا لکھا ہوا ہے جسے ہم یقیناً صحیح اور درست اصلی لفظ کہہ سکتے ہین۔ انجیل کے مصنف کو یروشلم کے نزدیک کے بیت عینا کا ہی علم تھا اور لعزر کے زندہ کئے جانے کی جائے وقوع اس نے یہی قرار دی ہے لیکن اسکا فلسطین کا جغرافیہ کچھ ایسا ناقص ہے۔ اور ایک اہل ملک

کی نسبت اسکو اس کی اصلیت وضرورت کا ایسا کم احساس ہوا ہے کہ جب کبھی اسے کسی مقام کے لئے نام کی ضرورت پڑی ہے تو اس نے اسقدر سوچنے کی بھی تکلیف نہین اٹھائی کہ اس نام کو کچھ مناسبت بھی ہے یا نہین۔ اور جو نام سب سے پہلے اسے یاد پڑا اس مقام کو اسی نام سے موسوم کر دیتا ہے؟

یہ اختلاف صرف یوحنا کی انجیل مین ہی نہین بلکہ سب انجیلون مین پایا جاتا ہے۔ جیسے متی۔ بیت اللحم اور اسکے سارے سواحل کا ذکر بلاشک اس خیال سے کرتا ہے کہ گویا بیت اللحم سمندر کے کنارے پر واقع ہے اس جگہ بیت اللحم کے سواحل کا ذکر ایسا ہے جیسے امرتسر کے سواحل۔ مرقس اس قسم کی غلطیون مین کسی سے کم نہین۔ چنانچہ وہ لکھتا ہے "کہ یسوع صور اور صیدا کے سواحل سے روانہ ہوا اور دکاپولس کے سواحل پر ہو کر جلیل کے سمندر کے پاس آیا" (مرقس ۳۱) جس مین دو جغرافیہ کی غلطیان اور ایک تاریخی غلطی ہے تھوڑی دیر کیلئے تاریخی غلطی کو نظرانداز کر کے ہم دیکھتے ہین کہ دریائے جلیل صور وصیدا اور دکاپولس کے درمیان واقع ہے پس یسوع دریائے جلیل پہنچنے کیلئے دکاپولس مین سے نہین گذر سکتا تھا ایسی ہی ناواقفیت لوقا مین ہے چنانچہ ڈاکٹر اسٹلن کارپنٹر لکھتا ہے کہ سامریہ اور جلیل مین سے ہو کر یروشلم تک جو سفر یسوع نے کیا اسکے بیان کرنا مین لوقا کا غلطیان کھانا اس امر پر دال ہے کہ وہ خود ملک کنعان سے واقف نہ تھا" (پہلی تین اناجیل صفحہ ۲۱۳) "اور یہ مبہم بیان ایک یہودیونکا شہر ظاہر کرتا ہے کہ لکھنے والا خود یہودی نہ تھا دراصل وہ ایک غیر قوم کا آدمی تھا جو غیر قوم کے واسطے انجیل لکھتا تھا اور جسکے دعاوی کے قائم کرنے کا موقع اس نے بالکل ہاتھ سے نہین دیا"

یہانتک اسبات کے ثبوت کی کافی شہادت مل گئی ہے کہ اناجیل اربعہ کے مصنف ملک کنعان کے باشندے نہین تھے لیکن اگر ان انجیلونکو ہم اور زیادہ اس زمانہ کے تاریخی علم کی روشنی مین پرکھین تو معلوم ہو جائیگا کہ یہ کتابین یسوع اور اسکے شاگردون کی زندگی کے عرصہ دراز بعد لکھی گئی تھین۔ انکے مصنفون کا اپنے ہی زمانہ کی تاریخ سے بالکل ناواقف ہونا ایک عجیب حیرت انگیز امر ہے جہان کہین ان کی شہادت کا مقابلہ اس زمانہ کی تواریخ و نوشتون سے کیا جائے اسی جگہ انکے بیانات تاریخ کے بالکل خلاف پائے ہوئے ہین اور کسی طرح بیان کا تاریخی واقعات سے تطابق نہین ہو سکتا۔ بہت سی کتابین مسیح کے سال پیدایش کے متعلق لکھی گئین لیکن تمام عیسائی علما صرف اسی بات پر متفق الرائے ہین کہ اس کی پیدایش کا سال وہ نہین جسے کثیر التعداد عیسائی مسیح کا سن ولادت یقین کئے بیٹھے ہین۔ متی لکھتا ہے کہ وہ بادشاہ ہیرودیس کے زمانہ مین پیدا ہوا تھا۔ لوقا لکھتا ہے کہ "اس زمانہ مین قیصر آگستس کی طرف

حکم نکلا تھا کہ تمام ملک پر ٹکس لگایا جاوے اور یہ ٹکس پہلے اسوقت لگایا گیا جب قرینیوس سوریہ کا حاکم تھا لیکن ہیرودیس سنہ۴ قبل مسیح مین مرگیا اور قرینیوس سنہ۶ عیسوی کے بعد گورنر بنا اب یہ دس سال کا فرق ہے جو متی اور لوقا کے بیان مین پایا جاتا ہے۔ پھر ڈاکٹر اسٹلن کارپنٹر جو بسبب ایک پرجوش عیسائی ہونیکے ایسے امور مین مبالغہ نہین کرسکتا۔ لکھتا ہے کہ "وہ رسم نویسی جسکے سبب یوسف اور مریم نے ناصرت سے بیت اللحم تک سفر اختیار کیا اس کی مطابقت نہ تو شاہی رسوم اور قوانین سے ہوسکتی ہے اور نہ ہی کسی دنیوی تاریخ سے۔ یہ مردم شماری محض ٹکس لگانیکی غرض سے تھی اور اسکی بابت کہا گیا ہے کہ اس مین 'ہرپستی' شامل تھی۔ تین دفعہ اگسٹس نے عام ٹکس لگایا کل صوبون پر نہین بلکہ تمام رومی باشندونپر یعنی سن ۲۶ و ۶ قبل از مسیح اور سن ۲۴ بعد از وفات مسیح مین۔ ان مین سے پہلا موقع بہت پہلے ہے اور اخیری بہت پیچھے۔ باقی رہا دوسرا موقع سو ہیرودیس کی زندگی مین یہودیہ اور جلیل ان مقاصد کیواسطے رومی حکومت کے ماتحت نہ تھے اور نیز ہیرودیس کی وفات کے بعد بھی یہودیہ چند سال شاہی انتظام کے احاطہ سے باہر رہا جبتک اسکا بیٹا آرکیلاس سنہ۶ مین تخت سے نہ اتار گیا۔ علاوہ ازین رومی مردم شماری باشندونکے اپنے اپنے مکانون مین ہوا کرتی تھی پھر یوسف اپنے مکان کو چھوڑکر کیون گیا اسجگہ پر عیسائی یہ معذرت پیش کرتے ہین کہ یوسف کا اپنے مکان کو چھوڑکر بیت اللحم مین چلے جانا اسوجہ سے تھا کہ تا یہودی رسم کیمطابق وہ نام لکھوائے لیکن یہ کیونکر ممکن ہوسکتا ہے کہ ہر گھرانہ مردم شماری کیلئے اپنے ایک ہزار سال پیشتر کی اجداد کے جائے ولادت کو تلاش کرتا پھرے یا وہان پہونچ جاوے۔ یہ انجیل مین لکھا ہے کہ ہر ایک آدمی اپنے شہر کو چلا گیا۔ غرض صرف مریم کو بیت اللحم مین پہنچا دینیکے لئے اور اسکی خاطر تمام باشندونکو انجیل کے مصنف اپنے اپنے گھروں سے نکالتے ہین ورنہ نہ دراصل ایسا کوئی رواج تھا اور نہ کوئی واقعہ ہی ایسا ہوا۔ مگر اس تدبیر سے بھی اصل مقصد پورا نہین ہوتا کیونکہ قانوناً یہ ضروری نہ تھا کہ باشندے کی جورو کا نام لکھا جائے چہ جائیکہ منگیتر ہو۔ اگر ہم تاریخ روما کے نہائیت ہی فہیم عالم مامسن مورخ کے فیصلہ کو قبول کرلین تو وہ رسم نویسی جسکا ذکر لوقا نے کیا ہے ناممکن تھی۔ مامسن کہتا ہے کہ "کوئی اصل واقعات کا واقف یقین نہین کرسکتا کہ رومیون نے ایسی مردم شماری اسوقت کی ہو خواہ مذہبی علماے یا وہ جو مذہبی علما کہلاتے ہین اپنے آپکو یا دوسرونکو اسبات کے ماننے کی ترغیب دی ہو" (پہلی تین انجیلین ۱۴۸-۱۵۰) الغرض (۱) کوئی رومی مردم شماری اس وقت نہین ہوئی۔

(۲) رومیون نے کوئی مردم شماری ہیرودیس کے زمانہ مین نہین کی کیونکہ یہ صوبہ اسوقت رومی حکومت کے ماتحت نہ تھا (۳) رومی ہر ایک کے مکان پر جاکر مردم شماری کرتے تھے اور یہ مردم شماری ٹکس کیلئے ہوتی تھی اسلئے لوگونکو نام لکھوانیکے لئے دور کے شہرون مین جانیکی اجازت دینا گویا اپنے مقصد مین خود ناکامیابی ڈالنا ہے (۴) اگر یہ انتظام یہودیون کی رعائیت کیواسطے تھا تو مریم کو ساتھ لیجانے کی کوئی ضرورت یوسف کو نہ تھی کیونکہ یہودی صرف مردونکے نام لکھوایا کرتے تھے (۵) اگر قرینوس کے عہد مین مردم شماری ہوئی ہو تو ہیرودیس اس سے دس سال بیشتر مر چکا تھا اور بچون کے قتل کرنے کی روائت جو اس کیطرف منسوب کیجاتی ہے غلط ہے ✤

ذنب

گذشتہ نمبر مین ہمنے اس لفظ کے معنون پر بحث کرتے ہوئے قرآن شریف مین اسکے استعمال کے متعلق لکھا تھا کہ اس کتاب مجید نے ذنب اور دوسرے الفاظ کے درمیان جو اس نے گناہ کیلئے استعمال کئے ہین ایک کھلا امتیاز رکھا ہے اور اس بارے مین مخصوصاً تین امر قابل غور ہین۔ **اول** یہ کہ لفظ جُرم اور دوسرے الفاظ مثلاً اثم۔ فسق۔ جناح وغیرہ جو کثرت سے قرآن شریف مین انبیاء علیہم السلام کے مخالفین اور گنہ گارون کے لئے استعمال ہوئے ہین کبھی کسی نبی کے حق مین استعمال نہین کئے گئے۔ بلکہ انبیاء پر جب کبھی بولا گیا ہے لفظ ذنب ہی بولا گیا ہے جو نسبتاً قرآن کریم مین کم استعمال ہوا ہے **دوم** یہ کہ قرآن کریم نے ہر ایک مذنب کے لئے سزا کا وعید نہین دیا۔ **سوم** یہ کہ لفظ جرم وغیرہ کی قرآن شریف نے صاف تعریف کر دی ہے کہ انکے مرتکب کیلئے ضرور سزا ہے۔

مصر سے ایک پادری صاحب اپنے عیسائی بھائیون کی مدد مین یہ تحریر کرتے ہین کہ لفظ جرم انبیاء پر اسواسطے نہین بولا گیا کہ قرآن شریف مین یہ لفظ قطعاً استعمال ہی نہین کیا گیا۔ کیا خوب مگر پادری صاحب اس کا کیا جواب دیتے ہین کہ شرک۔ کفر۔ اثم۔ جناح۔ فسق انبیاء کے حق مین کیون نہین بولے گئے کیا یہ الفاظ بھی باین ہیئت قرآن شریف مین استعمال نہین ہوئے۔ اور یہ کیسی بیہودگی ہے کہ جرم کا لفظ قرآن شریف مین استعمال نہین ہوا۔ قرآن شریف جو بار بار گنہ گارونکو مجرم کہتا ہے تو انبیاء کو مجرم کیون نہین کہتا کیا کسی کو مجرم کہنا یا جرم کا مرتکب کہنا دو الگ الگ باتین ہین۔ پادریون کی اس عقل پر ہمین تو رونا

آتا ہے۔ عربی زبان میں اس لیاقت پر یہ ناز کہ ذنب اور جرم کے معنوں پر بحث کر رہے ہیں اور مصر سے گویا اس دعوے سے لکھ رہے ہیں کہ ہم بڑے عربی دان ہیں۔ بار بار قرآن شریف گنہگار و مجرم ٹھہراتا ہے مگر عقل کے اندھوں کو کون سمجھائے قرآن شریف تو بار بار گنہگاروں کو سزا کی وعید دیتا اور انبیاء کے حق میں تعریف کے الفاظ بولتا ہے۔ کیا یہ بین فرق نہیں ہے۔ اسی طرح یہ مصری پادری صاحب کا یہ بیان ہے کہ مذنب کے لئے سزا کا وعید اس لئے نہیں کہ **مذنب** کا لفظ ہی قرآن شریف میں استعمال نہیں ہوا۔ مگر یہ لکھتے وقت پادری صاحب کو سمجھ نہ آئی کہ کچھ سہی بہر حال یہ ثابت تو ہو گیا کہ **مذنب** کے لئے سزا کا وعید قرآن شریف میں نہیں حالانکہ مجرم وغیرہ کے لئے ہے۔ اگر قرآن کریم کو یہ منظور ہوتا کہ وہ **مجرم** کی طرح ہر **مذنب** کو بھی سزا کا وعید دے تو مذنب کا لفظ لانے میں اسے کیا چیز مانع تھی۔ اور علاوہ ازیں **مذنب** کا لفظ نہ لا کر بھی اس مطلب کو قرآن شریف پورا کر سکتا تھا جیسا **اثم** کے لئے فرمایا **ومن یکسب اثما فانما یکسبہ علی نفسہ** کیا ایسا ہی ذنب کے لئے نہ آ سکتا تھا۔ مگر قرآن کریم نے یہ کھلا کھلا اور بین فرق رکھ لیا ہے تاکہ جس کو کچھ بھی عقل ہے وہ ٹھوکر سے بچ جاوے۔

بالآخر ہم پھر اپنے پہلے بیان کو موکد کرتے ہیں کہ **ذنب** ایک وسیع معنے کا لفظ ہے۔ مجرم کا ذنب جرم ہے۔ اثیم کا ذنب اثم ہے فاسق کا ذنب فسق ہے۔ مشرک کا ذنب شرک ہے اور کافر کا ذنب کفر ہے مگر نبی نہ مجرم ہے نہ اثیم ہے نہ فاسق ہے نہ مشرک ہے نہ کافر ہے اور اس لئے اس کا ذنب بھی نہ جرم ہے نہ فسق ہے نہ اثم ہے نہ شرک ہے نہ کفر ہے جیسا ان کے لئے سزا کا وعید نہیں اس لئے نبی کا ذنب خدا کی ناراضگی کے نیچے نہیں آتا اور اس لئے اس میں گناہ کا ٹھیک مفہوم بھی موجود نہیں پس نبی کا ذنب سوائے بشریت کی فطری کمزوری کے اور کچھ نہیں ۔

ایک عظیم الشان علمی تحقیقات یسوع مسیح ابن مریم کی نسبت

ہم تمام علم دوست انسانوں کو بڑے یقین اور وثوق سے ایک کامل تحقیقات کے بعد بشارت دیتے ہیں کہ یہ خیال کہ گویا یسوع مسیح صلیب کے واقعہ کے بعد مع جسم آسمان پر چڑھ گیا تھا غلط ثابت ہوا

ح ج - ذنب - کے معنے لغت کی رو سے

اور یورپ اور امریکہ کے محقق جو ثابت شدہ سچائیوں کے بھوکے اور پیاسے ہین اس خبر کے سننے سے بہت خوش ہونگے کہ آخر پتہ لگ گیا کہ تمام معمولی انسانون کی طرح یسوع مسیح بھی مرکر زمین مین ہی دفن کیا گیا اور آسمان پر چڑھنے کا قصہ محض افسانہ نکلا۔ یہ مقام جہان یسوع مسیح کی قبر ہے خطہ کشمیر ہے یعنی سرینگر محلہ خان یار ہے۔ اس بارہ مین پُرانی کتابین دستیاب ہوئی ہین جو اس قبر کا حال بیان کرتی ہین پورانی کتبہ کے دیکھنے والے بھی شہادتین دیتے ہین کہ یہ یسوع مسیح کی قبر ہے۔ علاوہ ازین سرینگر اور اسکے نواح کے کئی لاکھ آدمی ہر ایک فرقہ کے بالاتفاق گواہی دیتے ہین کہ صاحب قبر عرصہ انیس سو سال کا ہوا ہے کہ ملک شام کیطرف سے اس ملک مین آیا تھا اور اسرائیلی نبی اور شہزادہ نبی کے نام سے شہرت رکھتا تھا قوم نے قتل کرنیکا ارادہ کیا تھا اسلئے بھاگ آیا تھا۔ اب اس سے زیادہ کیا ثبوت ہوگا کہ قبر موجود اور ساتھ اسکے اسقدر تحریراً اور تقریراً شہادتین جن کی کئی لاکھ انسان تک نوبت پہونچی ہے۔ بلکہ حق بات یہ ہے کہ انجیلین بھی یہی گواہی دیتی ہین کہ مسیح آسمان پر نہین چڑھا کیونکہ ان سے ثابت ہوتا ہے کہ واقعہ صلیب کے بعد مسیح حواریونکو ملا اور اپنے مجروح بدن کے زخم دکھلائے اور کھانا کھایا اور گلیل کی طرف انکے ساتھ گیا۔ ایسا ہی مسیح کا اپنے واقعہ کو یونس کے واقعہ کے ساتھ مشابہت دینا پلاطوس کی بیوی کو اسکے بچاؤ کیلئے خواب آنا اور مسیح کا اپنے محفوظ رہنے کیلئے دعا کرنا اور وہ دعا قبول ہوجانا جیسا کہ خط عبرانیان باب ۵۔ آیت ۷ سے ظاہر ہے اور اسکا صلیب پر ایلی ایلی لما سبقتانی کہنا یہ تمام امور اسبات پر شہادتین ہین کہ درحقیقت یسوع مسیح آسمان پر نہین گیا زمین پر ہی فوت ہوگیا۔ اس کے ساتھ ایک اور شہادت بہت دلچسپ اور توجہ کے لایق ہے اور وہ یہ ہے کہ قریباً ہزار طبی پورانی کتاب مین ایک مرہم لکھی ہوئی ہے جو مرہم عیسے اور مرہم حوارین اور مرہم شلیخا کے نام سے مشہور ہے۔ اُن کتابون کے تمام فاضل مولف گواہی دیتے ہین کہ یہ مرہم حضرت عیسے کے زخمون کے لئے بنائی گئی تھی ۔

یہ تو زمینی شہادتین ہین اور ساتھ ان کے ان دنون مین آسمان سے بھی ایک گواہی قائم ہوئی ہے کیونکہ عین اس حساب کے روسے جو مسیح موعود کی آمد کے لئے بائیبل کے روسے معلوم ہوتا ہے خدا نے اپنے فضل وکرم سے اس زمانہ کی اصلاح کیلئے مسیح موعود کو ظاہر فرمایا ہے یہ مسیح اسی طرح پہلے مسیح ابن مریم کا قائمقام ہے جیسا کہ یوحنا ایلیا کا قائمقام سمجھا گیا۔ اس کی تصدیق کیلئے خدا کیطرف سے

بہت سے نشان ظاہر ہو گئے ہین جو ڈیڑھ سو سے بھی زیادہ ہین۔ یہ عجیب بات ہے کہ ایک ہی وقت مین دو باتین ظاہر ہو گئین یعنی ایک طرف مسیح ابن مریم کی موت ثابت ہونا اور سرینگر کشمیر مین اسکی قبر کا پایا جانا اور دوسری طرف اسی وقت مین وہ وعدہ کا مسیح ظاہر ہونا جسکی آمد کو مسیح ابن مریم نے بوجہ روحانی اتحاد کی اپنی آمد ٹھہرایا تھا۔ ہر ایک کو چاہیئے کہ جلدی سے انکار نہ کرے اور مسیح موعود کی تحریرین دیکھے جو دلون کو آرام اور تسلی اور یقین بخشتی ہین اور ہم نے جیسا کہ اس اشتہار مین پہلے مسیح کی قبر کا نقشہ پبلک کی رہنمائی کیلئے لکھا ہے اسی طرح ہم نے مناسب سمجھا کہ اسکے ساتھ ہی زندہ مسیح کی تصویر بھی شایع کرین جس کی آمد سے مسیح ابن مریم کی آمد ثانی مراد ہے۔ اسی طرح جیسا کہ خدا کے کلام کے موافق یوحنا کی آمد سے ایلیا کی آمد ثانی مراد تھی اور سو وہ بابرکت تصویر یہ ہے جسکے انتظار مین کروڑہا روحین گذر گئین اور خوش قسمت وہ جنہون نے اس مسیح کو دیکھا اور قبول کیا*

انجمن اشاعت اسلام قادیان۔

* انگریزی اشتہار مین یہ دونون تصویرین دی گئی ہین مگر بعض روکون کی وجہ سے اس جگہ نہین دیجا سکین۔

آؤ لوگو کہ یہیں نورِ خدا پاؤ گے ٭ لو تمہیں طورِ تسلی کا بتایا ہم نے

ریویو آف ریلیجنز

یعنے

دنیا کے مذاہب پر نظر

جلد اول — بابت نومبر و دسمبر ۱۹۰۲ء — نمبر ۱۱ و ۱۲

فہرست مضامین

انجمن اشاعتہ اسلام قادیان نے انوار احمدیہ پریس قادیان دار الامان میں باہتمام
شیخ یعقوب علی تراب احمدی مالک مطبع چھپوا کر ۲۰ جنوری ۱۹۰۳ء کو شائع کیا

قیمت معمولی کاغذ پر عہ سالانہ - ولایتی کاغذ پر سے سالانہ

رسالہ کشتی نوح

تقویۃ الایمان

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہٗ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم

طاعون کا ٹیکا

لن یصیبنا الا ما کتب اللہ لنا ھو مولٰنا و علی اللہ فلیتوکل المومنون

ترجمہ۔ ہمین کوئی مصیبت پہنچ نہین سکتی بجز اس مصیبت کے جو خدا نے ہمارے لئے لکھدی ہو وہی ہمارا کارساز اور مولٰی ہے اور مومنون کو چاہئے کہ اُسی پر بھروسہ رکھین

شکر کا مقام ہے کہ گورنمنٹ عالیہ انگریزی نے اپنی رعایا پر رحم کر کے دوبارہ طاعون سے بچانیکے لئے ٹیکا کی تجویز کی اور بندگان خدا کی بہبودی کیلئے کئی لاکھ روپیہ کا بوجھ اپنے سر پر ڈال لیا درحقیقت یہ وہ کام ہے جس کا شکر گذاری سے استقبال کرنا دانشمند رعایا کا فرض ہے اور سخت نادان اور اپنے نفس کا وہ شخص دشمن ہے جو ٹیکا کے بارے مین بدظنی کرے کیونکہ یہ بارہا تجربہ مین آچکا ہے کہ یہ محتاط گورنمنٹ کسی خطرناک علاج پر عملدرآمد کرانا نہین چاہتی بلکہ بہت سی تجاریب کے بعد ایسے امور مین جو تدبیر فی الحقیقت مفید ثابت ہوتی ہے اُسکو پیش کرتی ہے سو یہ بات اہلیت اور انسانیت سے بعید ہے کہ جس سچی خیرخواہی کیلئے لاکھہا روپیہ گورنمنٹ خرچ کرتی ہے اور کر چکی ہے اُسکی یہ داد دی جائے کہ گویا گورنمنٹ کو اس سے دردی اور صرف زر سے اپنا کوئی خاص مطلب ہے وہ رعایا بدقسمت ہے کہ بدظنی مین اس درجہ تک پہنچ جائے کچھہ شک نہین کہ اس وقت تک جو تدبیرین عالم اسباب مین اس گورنمنٹ عالیہ کے ہاتھہ آئی وہ بڑی سے بڑی اور اعلیٰ سے اعلیٰ یہی تدبیر ہے کہ ٹیکا کرایا جائے اِس سے کسیطرح انکار نہین ہو سکتا کہ یہ تدبیر مفید پائی گئی ہے اور بپابندی رعایت اسباب تمام رعایا کا فرض ہے کہ اس پر کاربند ہو کر وہ غم جو گورنمنٹ کو انکی جانون کیلئے ہے اس سے اُسکو سبکدوش کرین لیکن ہم بڑے ادب سے اس محسن گورنمنٹ کی خدمتمین عرض کرتے ہین کہ اگر ہمارے لئے ایک آسمانی روک نہ ہوتی تو سب سے پہلے رعایا مین سے **ہم ٹیکا** کراتے اور آسمانی روک یہ ہے کہ خدا نے چاہا ہے کہ اس زمانہ مین انسانون کے لئے

ایک آسمانی **رحمت کا نشان** دکھاوے سو اس نے مجھے مخاطب کرکے فرمایا کہ تو اور جو شخص تیرے گھر کی چار دیوار کے اندر ہوگا اور وہ جو کامل پیروی اور اطاعت اور سچے تقویٰ سے تجھ مین محو ہو جائیگا وہ سب **طاعون سے بچائے** جائینگے اور ان آخری دنون مین خدا کا یہ نشان ہوگا تا وہ قومون مین فرق کرکے دکھلاوے لیکن وہ جو کامل طور پر پیروی نہین کرتا وہ تجھ مین سے نہین ہے اس کیلئے **مت دلگیر ہو۔ یہ حکم الٰہی** ہے جسکی وجہ سے ہمین اپنے نفس کیلئے اور ان سب کے لئے جو ہماری گھر کی چار دیوار مین رہتے ہین ٹیکا کی کچھ ضرورت نہین کیونکہ جیسا مین ابھی بیان کرچکا ہون آج سے ایک مدت پہلے وہ خدا جو زمین و آسمان کا خدا ہے جس کے علم اور تصرف سے کوئی چیز باہر نہین اس نے مجھ پر وحی نازل کی ہے کہ مین ہر یک ایسے شخص کو طاعون کی موت سے بچاؤن گا جو اس گھر کی چار دیوار مین ہوگا بشرطیکہ وہ اپنے تمام مخالفانہ ارادون سے دستکش ہوکر پورے اخلاص اور اطاعت اور انکسار سے سلسلہ **بیعت مین داخل ہو** اور خدا کے احکام اور اسکے مامور کے سامنے کسی طرح سے متکبر اور سرکش اور مغرور اور غافل اور خود سر اور خود پسند نہ ہو اور عملی حالت موافق تعلیم رکھتا ہو اور اس نے مجھے مخاطب کرکے یہ بھی فرمایا کہ عموماً قادیان مین سخت بربادی افگن طاعون نہین آئیگی جس سے لوگ کتون کی طرح مرین اور مارے غم اور سرگردانی کے دیوانہ ہو جائین اور عموماً تمام لوگ اس جماعت کے گو وہ کتنے ہی ہون مخالفون کی نسبت طاعون سے محفوظ رہین گے مگر ایسے لوگ انمین سے جو اپنے عہد پر پورے طور پر قائم نہین یا انکی نسبت اور کوئی وجہ مخفی ہو جو خدا کے علم مین ہو ان پر طاعون وارد ہوسکتی ہے مگر انجام کار لوگ تعجب کی نظر سے اقرار کرینگے کہ نسبتاً و مقابلتہً خدا کی حمایت اس قوم کے ساتھ ہے اور اس نے خاص رحمت سے ان لوگون کو ایسا بچایا ہے جسکی نظیر نہین۔ اس بات پر بعض نادان چونک پڑینگے اور بعض ہنسین گے اور بعض مجھے دیوانہ قرار دینگے اور بعض حیرت مین آئین گے کہ کیا ایسا خدا موجود ہے جو بغیر رعایت اسباب کے بھی رحمت نازل کرسکتا ہے اسکا جواب یہی ہے کہ ہان بلاشبہ ایسا قادر خدا موجود ہے اور اگر وہ ایسا نہ ہوتا تو اس سے تعلق رکھنے والے زندہ ہی مر جاتے وہ عجیب قادر ہے اور اسکی پاک قدرتین عجیب ہین۔ ایک طرف نادان مخالفون کو اپنے دوستون پر کتون کی طرح مسلط کر دیتا ہے اور ایک طرف فرشتون کو حکم کرتا ہے کہ ان کی خدمت کرین ایسا ہی جب

دُنیا پر اُسکا غضب متولی ہوتا ہے اور اُسکا قہر ظالموں پر جوش مارتا ہے تو اُسکی آنکھہ اوسکی خاص لوگوں کی حفاظت کرتی ہے اگر ایسا نہ ہو تو اہل حق کا کارخانہ درہم برہم ہو جاتا اور کوئی اونکو شناخت نہ کر سکتا۔ اُسکی قدرتین بے انتہا ہین مگر بقدر یقین لوگوں پر ظاہر ہوتی ہین جن کو یقین اور محبت اور اُسکی طرف انقطاع عطا کیا گیا ہے اور نفسانی عادتوں سے باہر کئے گئے ہین اُنہین کے لئے خارق عادت قدرتین ظاہر ہوتی ہین۔ خدا جو چاہتا ہے کرتا ہے مگر خارق عادت قدرتوں کے دکھلانے کا اُنہین کیلئے ارادہ کرتا ہے جو خدا کے لئے اپنی عادتوں کو پھاڑتے ہین۔ اِس زمانہ مین ایسے لوگ بہت ہی کم ہین جو اُسکو جانتے ہین اور اُسکی عجائب قدرتوں پر ایمان رکھتے ہین بلکہ ایسے لوگ بہت ہین جن کو ہرگز اُس قادر خدا پر ایمان نہین جسکی آواز کو ہر یک چیز سُنتی ہے جسکے آگے کوئی بات اَن ہونی نہین۔ اس جگہ یاد رہے کہ اگرچہ طاعون وغیرہ امراض مین علاج کرنا گناہ نہین ہے بلکہ ایک حدیث مین آیا ہے کہ کوئی ایسی مرض نہین جسکے لئے خدا نے دوا پیدا نہین کی لیکن مین اس بات کو معصیت جانتا ہون کہ خدا کے اُس نشان کو ٹیکا کے ذریعہ سے مشتبہ کردون جس نشان کو وہ ہمارے لئے زمین پر صفائی سے ظاہر کرنا چاہتا ہے اور مین اسکے سچے نشان اور سچے وعدہ کی ہتک عزت کرکے ٹیکا کی طرف رجوع کرنا نہین چاہتا اور اگر مین ایسا کرون تو یہ گناہ میرا قابل مواخذہ ہوگا کہ مین خدا کے اس وعدہ پر ایمان نہ لایا جو مجھہ سے کیا گیا اور اگر ایسا ہو تو پھر تو مجھے شکر گذار اُس طبیب کا ہونا چاہئیے جس نے یہ نسخہ ٹیکا کا نکالا نہ خدا کا شکر گذار جس نے مجھے وعدہ دیا کہ ہر یک جو اس چار دیوار کے اندر ہے مین اُسے بچاؤن گا۔

مین بصیرت کی راہ سے کہتا ہون کہ اُس قادر خدا کے وعدے سچے ہین اور مین آنیوالے دنوں کو ایسا دیکھتا ہون کہ گویا وہ آ چکے ہین اور مین یہ بھی جانتا ہون کہ ہماری گورنمنٹ عالیہ کا اصل مقصد یہ ہے کہ کسی طرح طاعون سے لوگ نجات پاوین اور اگر گورنمنٹ کو آئندہ کسیوقت طاعون سے نجات پانیکے لئے ٹیکا سے بہتر کوئی تدبیر ملجائے تو وہ خوشی سے اسی کو قبول کریگی اس صورت مین ظاہر ہے کہ یہ طریق جس پر خدا نے مجھے چلایا ہے اس گورنمنٹ عالیہ کے مقاصد کے برخلاف نہین ہے اور آج سے بیس برس پہلے اس بلائے عظیم طاعون کی نسبت میری کتاب براہین احمدیہ مین بطور پیشگوئی یہ خبر موجود ہے اور اس سلسلہ کے لئے خاص برکات کا وعدہ بھی موجود ہے۔ دیکھو براہین احمدیہ

صفحہ ۵۱۸ و صفحہ ۵۱۹ - پھر ماسوا اسکے بڑے زور سے خدا تعالی کیطرف سے پیشگوئی ہے کہ خدا میرے گھر کے احاطہ کے اندر مخلص لوگون کو جو خدا کے سامنے اور اوسکے مامور کے سامنے تکبر نہین کرتے بلائی طاعون سے نجات دیگا اور نسبتاً و مقابلتہً اس سلسلہ پر اسکا خاص فضل ہیگا گو کسی کی ایمانی قوت کے ضعف یا نقصان عمل یا اجل مقدر یا کسی اور وجہ سے جو خدا کے علم مین ہو کوئی شاذ و نادر کے طور پر اس جماعت مین بھی کیس ہو جائے سو شاذ و نادر حکم معدوم کا رکھتا ہے ہمیشہ مقابلہ کے وقت کثرت دیکھی جاتی ہے جیسا کہ گورنمنٹ نے خود تجربہ کر کے معلوم کر لیا ہے کہ ٹیکا طاعون کا لگانیوالے بہ نسبت دوسرون کے بہت ہی کم مرتے ہین۔ پس جیسا کہ شاذ و نادر کی موت ٹیکا کے قدر کو کم نہین کر سکتی اسی طرح اس نشان میں اگر مقابلتہً بہت ہی کم درجہ پر فادیان مین طاعون کی وارداتین ہون یا شاذ و نادر کے طور پر اس جماعت مین سے کوئی شخص اس مرض سے گذر جائے تو اس نشان کا مرتبہ کم نہین ہوگا وہ الفاظ جو خدا کی پاک کلام سے ظاہر ہوتے ہین انکی پابندی سے یہ پیشگوئی لکھی گئی ہے عقلمند کا کام نہین ہے کہ پہلے ہی آسمانی باتون پر ہنسی کرے یہ خدا کا کلام ہے نہ کسی منجم کی باتین - یہ روشنی کی چشم سے ہے نہ تاریکی کی اٹکل سے یہ اسکا کلام ہے جس نے طاعون نازل کی اور جو اسکو دور کر سکتا ہے - ہماری گورنمنٹ بلاشبہ اس وقت اس پیشگوئی کا قدر کریگی جبکہ دیکھے گی کہ یہ حیرت انگیز کیا کام ہوا کہ ٹیکا لگانیوالون کی نسبت یہ لوگ عافیت اور صحت مین رہے اور مین سچ سچ کہتا ہون کہ اگر اس پیشگوئی کے مطابق کہ در اصل برابر بیس ۲۰ بائیس ۲۲ برس سے شہرت پا رہی ہے ظہور مین نہ آیا تو مین خدا کی طرف سے نہین ہون میرے منجانب اللہ ہونیکا یہ نشان ہوگا کہ میرے گھر کے چار دیوار کے اندر رہنیوالے مخلص لوگ اس بیماری کی موت سے محفوظ رہین گے اور میرا تمام سلسلہ نسبتاً و مقابلتہً طاعون کے حملہ سے بچا رہیگا اور وہ سلامتی جو انہین پائی جائیگی اسکی نظیر کسی گروہ مین قائم نہین ہوگی اور فادیان مین طاعون کی خوفناک آفت جو تباہ کر دے نہین آئیگی الا کم اور شاذ و نادر کاش اگر یہ لوگ دلون کے سیدھے ہوتے اور خدا سے ڈرتے تو بالکل بچائے جاتے - کیونکہ مذہب کے اختلاف کی وجہ سے دنیا مین عذاب کسی پر نازل نہین ہوتا اسکا مواخذہ قیامت کو ہوگا - دنیا مین محض شرارتون اور شوخیون اور کثرت گناہون کی وجہ سے عذاب آتا ہے اور

یہ بھی یاد رہے کہ قرآن شریف مین بلکہ توریت کے بعض صحیفون مین بھی یہ خبر موجود ہے کہ مسیح موعود کے وقت طاعون پڑیگی بلکہ حضرت مسیح علیہ السلام نے بھی انجیل مین یہ خبر دی ہے اور ممکن نہین کہ نبیون کی پیشگوییان ٹل جائین اور نیز یہ بھی یاد رہے کہ ہمین اس الہی وعدہ کے مقابل اس لیئے انسانی تدبیرون سے پرہیز کرنا لازم ہے تا نشان الٰہی کو کوئی دشمن دوسری طرف منسوب نہ کرے لیکن اگر ساتھہ اسکے خدا تعالی اپنی کلام کے ذریعہ سے خود کوئی تدبیر سمجھاوے یا کوئی دوا بتلادے تو ایسی تدبیر یا دوا اس نشان مین کچھہ حارج نہین ہوگی کیونکہ وہ اس خدا کی طرف سے ہے جسکی طرف سے وہ نشان ہے کسی کو یہ وہم نہ گذرے کہ اگر شاذو نادر کے طور پر ہماری جماعت مین سے بذریعہ طاعون کوئی فوت ہوجائے تو نشان کے قدر و مرتبہ مین کوئی خلل آئیگا کیونکہ پہلے زمانون مین موسیٰ اور یشوع اور آخر مین ہمارے نبی صلے اللہ علیہ وسلم کو حکم ہوا تھا کہ جن لوگون نے تلوار اوٹھائی اور صدہا انسانون کے خون کیئے ان کو تلوار سے ہی قتل کیا جائے اور یہ نبیون کیطرف سے ایک نشان تھا جسکے بعد فتح عظیم ہوئی۔ حالانکہ بمقابل مجرمین کے اہل حق بھی انکی تلوار سے قتل ہوتے تھے مگر بہت کم اور اس قدر نقصان سے نشان مین کچھہ فرق نہین آتا تھا پس ایسا ہی اگر شاذو نادر کے طور پر ہماری جماعت مین سے بعض کو بباعث اسباب مذکورہ طاعون ہوجائے تو ایسی طاعون نشان الٰہی مین کچھہ بھی حرج انداز نہین ہوگی۔ کیا یہ عظیم الشان نشان نہین کہ مین بار بار کہتا ہون کہ خدا تعالی اس پیشگوئی کو ایسے طور سے ظاہر کرے گا کہ ہر ایک طالب حق کو کوئی شک نہین رہیگا اور وہ سمجھہ جائیگا کہ معجزہ کے طور پر خدا نے اس جماعت سے معاملہ کیا ہے بلکہ بطور نشان الٰہی کے نتیجہ یہ ہوگا کہ طاعون کے ذریعہ سے یہ جماعت بہت بڑہیگی اور خارق عادت ترقی کریگی اور انکی یہ ترقی تعجب سے دیکھی جائیگی اور مخالف جو ہر ایک موقعہ پر شکست پاتے رہے ہین جیسا کہ کتاب نزول المسیح مین مینے لکھا ہے اگر اس پیشگوئی کے مطابق خدا نے اس جماعت اور دوسری جماعتون مین کچھہ فرق نہ دکھلایا تو ان کا حق ہوگا کہ میری تکذیب کرین ایک جو انہون نے تکذیب کی ہے اسمین تو صرف ایک لعنت کو خریدا ہے مثلاً بار بار شور مچایا کہ آتھم پندرہ مہینہ کے اندر نہین مرا۔ حالانکہ پیشگوئی نے صاف لفظون مین کہدیا تھا کہ اگر وہ حق کیطرف

* مسیح موعود کے وقت مین طاعون کا پڑنا بائبل کی ذیل کی کتابون مین موجود ہے - ذکریا ۱۴/۱۲ - انجیل متی ۲۴/۸ - مکاشفات ۲۲/۸

رجوع کریگا تو پندرہ مہینہ میں نہیں مریگا سو اس نے عین جلسہ مباحثہ پر ستّر معزز آدمیوں کے روبرو
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو دجّال کہنے سے رجوع کیا اور نہ صرف یہی بلکہ اسنے پندرہ مہینہ تک
اپنی خاموشی اور خوف سے اپنا رجوع ثابت کردیا - اور پیشگوئی کی بنا یہی تھی کہ اس نے آنحضرت صلی اللہ
علیہ وسلم کو دجال کہا تھا لہذا اوس نے رجوع سے صرف اس قدر فائدہ اُٹھایا کہ پندرہ مہینے کے
بعد مرا اگر مر گیا یہ اسلئے ہوا کہ پیشگوئی میں یہ بیان تھا کہ فریقین میں سے جو شخص اپنے عقیدہ کے
رو سے جھوٹا ہے وہ پہلے مریگا سو وہ مجھ سے پہلے مر گیا اسی طرح وہ غیب کی باتیں جو خدا نے مجھے
بتلائی ہیں اور پھر اپنے وقت پر پوری ہوئیں وہ دس ہزار سے کم نہیں مگر کتاب نزول المسیح میں جو
چھپ رہی ہے نمونہ کے طور پر صرف ڈیڑھ سو انمیں سے مع ثبوت اور گواہوں کے لکھی گئی ہیں - اور
کوئی ایسی پیشگوئی میری نہیں ہے کہ وہ پوری نہیں ہوئی یا اُسکے دو حصوں میں سے ایک حصہ پورا
نہیں ہو چکا - اگر کوئی تلاش کرتا کرتا مر بھی جائے تو ایسی کوئی پیشگوئی جو میرے موہنہ سے نکلی ہو
اسکو نہیں ملیگی جسکی نسبت وہ کہہ سکتا ہو کہ خالی گئی مگر بے شرمی سے یا بے خبری سے جو چاہے کہے
اور میں دعویٰ سے کہتا ہوں کہ ہزارہا میری ایسی کھلی کھلی پیشگوئیاں ہیں جو نہایت صفائی سے
پوری ہو گئیں جن کے لاکھوں انسان گواہ ہیں اِنکی نظیر اگر گذشتہ نبیوں میں تلاش کی جائے
تو بجز آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے کسی اور جگہ انکی مثل نہیں ملیگی اگر میرے مخالف اسی طریق سے فیصلہ کرتے
تو کبھی سے اُنکی آنکھیں کھل جاتیں اور میں انکو ایک کثیر انعام دینے کو تیار تھا اگر وہ دُنیا میں کوئی نظیر
ان پیشگوئیوں کی پیش کر سکتے محض شرارت سے یا حماقت سے یہ کہنا کہ فلاں پیشگوئی پوری نہ ہوئی ہم بجز
اسکے کیا کہیں کہ ایسے اقوال کو خباثت اور بدظنی کیطرف منسوب کریں اگر کسی مجمع میں اسی تحقیق کے
لئے گفتگو کرتے تو انکو اپنے قول سے رجوع کرنا پڑتا یا جھوٹا کہلانا پڑتا - ہزارہا پیشگوئیوں کا ہو بہو پورا ہو جانا
اور اُن کے پورا ہونے پر ہزارہا گواہ زندہ پائے جانا یہ کچھ تھوڑی بات نہیں ہے گویا خدای عزوجل کو
دکھلا دینا ہے - کیا کسی زمانہ میں باستثنائے زمانہ نبوی کے کبھی کسی نے مشاہدہ کیا کہ ہزارہا پیشگوئیاں
بیان کی گئیں اور وہ سب کی سب روز روشن کیطرح پوری ہو گئیں اور ہزارہا لوگوں نے ان کے پورے
ہونے پر گواہی دی - میں یقیناً جانتا ہوں کہ اس زمانہ میں جس طرح خدا تعالیٰ قریب ہو کر ظاہر ہو رہا ہے

اور صدہا امور غیب اپنے بندہ پر کہول رہا ہے اس زمانہ کی گذشتہ زمانون مین بہت ہی کم مثال ملیگی۔ لوگ عنقریب دیکہہ لینگے کہ اس زمانہ مین خدا تعالی کا چہرہ ظاہر ہوگا گویا وہ آسمان سے اُتریگا اُس نے بہت مدت تک اپنی تئین چہپائے رکہا اور انکار کیا گیا او چُپ رہا لیکن وہ اب نہین چہپائیگا اور دُنیا اُسکی قدرت کے وہ نمونے دیکہے گی کہ کبہی اُن کے باپ دادون نے نہین دیکہے تہے یہ اِسلئے ہوگا کہ زمین بگڑ گئی اور آسمان و زمین کے پیدا کرنیوالے پر لوگون کا ایمان نہین رہا ہونٹہون پر اِسکا ذکر ہے لیکن دل اس سے پہر گئے ہین اسلئے خدا نے کہا کہ اب مین نیا آسمان اور نئی زمین بناؤنگا۔ اِسکا مطلب یہی ہے کہ زمین مر گئی یعنے زمینی لوگون کے دل سخت ہو گئے گویا مر گئے کیونکہ خدا کا چہرہ ان سے چہپ گیا اور گذشتہ آسمانی نشان سب بطور قصون کے ہو گئے سو خدا نے ارادہ کیا کہ وہ نئی زمین اور نیا آسمان بناوے۔ وہ کیا ہے نیا آسمان؟ اور کیا ہے نئی زمین؟ نئی زمین وہ پاک دل ہین جنکو خدا اپنے ہاتہہ سے تیار کر رہا ہے **جو خدا سے ظاہر ہوئے اور خدا اُن سے ظاہر ہوگا**۔ اور نیا آسمان وہ نشان ہین جو اسکے بندے کے ہاتہہ سے اُسی کے اذن سے ظاہر ہو رہے ہین لیکن افسوس کہ دُنیا نے خدا کی اِس نئی تجلّی سے دشمنی کی۔ اِنکے ہاتہہ مین بجز قصّون کے اور کچہہ نہین اور انکا خُدا انکے اپنے ہی تصوّرات ہین دِل ٹہرٹے ہین اور ہمتین تہکی ہوئی ہین اور آنکہون پر پردے ہین۔ دوسری قومین تو خود حقیقی خدا کو کہو بیٹہی ہین انکا کیا ذکر ہے۔ جنہون نے انسانون کے بچون کو خدا بنا لیا۔ مسلمانون کا حال دیکہو کہ وہ کس قدر اس سے دور ہو گئے ہین سچائی کے پکّے دشمن ہین راہ راست کے جانی دشمن کیطرح مخالف ہین مثلاً **ندوة العلماء** نے اسلام کیلئے جو کچہہ دعوی کیا ہے اور یا انجمن حمایت اسلام لاہور جو اسلام کے نام پر مسلمانون کا مال لیتی ہے کیا یہ **لوگ خیر خواہ اسلام ہین**؟ کیا یہ لوگ صراط مستقیم کی **حمایت کر رہے** ہین۔؟ کیا ان کو یاد ہے کہ اسلام کن مصیبتون کے نیچے کُچلا گیا اور دوبارہ تازہ کرنیکے لئے خدا کی عادت کیا ہے۔ مین سچ سچ کہتا ہون کہ اگر مین نہ آیا ہوتا تو ان کے اسلامی حمایت کے دعوی کسیقدر قابل قبول ہو سکتے لیکن اب یہ لوگ **خدا کے الزام کے نیچے** ہین کہ حمائت کا **دعوی کر کے جب آسمان** پر ستارہ نکلا تو سب سے پہلے منکر ہو گئے

اب وہ اوس خدا کو کیا جواب دینگے جس نے عین وقت پر مجھے بھیجا ہے مگر انکو تو کچھہ پروا نہین آفتاب دوپہر کے نزدیک آگیا ابہی اُن کے نزدیک رات ہے۔ خدا کا چشمہ پھوٹ پڑا مگر ابہی وہ بیابان مین رو رہے ہین اُسکے آسمانی علوم کا ایک دریا چل رہا ہے لیکن ان لوگون کو کچھہ بہی خبر نہین۔ اسکے نشان ظاہر ہو رہے ہین لیکن یہ لوگ بالکل غافل ہین اور نہ صرف غافل بلکہ خدا کے سلسلہ سے دشمنی رکھتے ہین۔ پس یہی حمایت اسلام اور ترویج اسلام اور تعلیم اسلام ہے جو ان کے ہاتھون سے ہو رہی ہے۔ مگر کیا یہ لوگ اپنی روگردانی سے خدا کے سچے ارادہ کو روک دینگے جو ابتدا سے تمام نبی اسپر گواہی دیتے آئے ہین۔ نہین بلکہ خدا کی یہ پیشگوئی عنقریب سچی ہونیوالی ہے کہ کَتَبَ اللّٰہُ لَاَغْلِبَنَّ اَنَا وَرُسُلِیْ خدا نے جیسا کہ آج سے دس برس پہلے اپنے بندہ کی تصدیق کے لئے آسمان پر رمضان مین خسوف کسوف کیا اور نیر النہار اور نیر اللیل کو میرے لئے گواہ بناکر دو نشان ظاہر فرمائے۔ ایسا ہی اُس نے نبیون کی پیشگوئی کے موافق زمین پر بہی دو نشان ظاہر کئے۔ ایک[1] وہ نشان جسکو تم قرآن شریف مین پڑہتے ہو وَاِذَا الْعِشَارُ عُطِّلَتْ اور حدیث مین پڑہتے ہو وَلَیُتْرَکَنَّ الْقِلَاصُ فَلَا یُسْعٰی عَلَیْھَا جسکی تکمیل کیلئے ارض حجاز مین یعنی مدینہ اور مکہ کی راہ مین ریل بہی طیار ہو رہی ہے۔ دوسرا[2] نشان۔ طاعون کا جیسا کہ خدا تعالیٰ نے فرمایا۔ وَاِنْ مِّنْ قَرْیَةٍ اِلَّا نَحْنُ مُھْلِکُوْھَا قَبْلَ یَوْمِ الْقِیٰمَةِ اَوْ مُعَذِّبُوْھَا عَذَابًا شَدِیْدًا سو خدا نے ملک مین ریل بہی جاری کردی اور طاعون بہی بہیجدی تا زمین بہی گواہ ہو اور آسمان بہی۔ سو خدا سے مت لڑو خدا سے لڑنا بیوقوفی ہے۔ اِس سے پہلے خدا نے جب آدم کو خلیفہ بنانا چاہا۔ تو فرشتون نے روکا۔ مگر کیا خدا ان کے قول سے رُک گیا۔ اب خدا نے دوسرا آدم پیدا کرنیکے وقت فرمایا اردت ان استخلف فخلقت آدم یعنی مینے ارادہ کیا جو خلیفہ بناؤن پس مینے اِس آدم کو پیدا کیا اب بتلاؤ کہ کیا تم خدا کے ارادہ کو روک سکتے ہو پس کیون تم ظنی باتون کا خس و خاشاک پیش کرتے ہو اور یقین کی راہ اختیار نہین کرتے۔ امتحان مین نہ پڑو یقینًا یاد رکھو کہ خدا کے ارادہ کو روکنے والا کوئی نہین اس قسم کی لڑایان تقوی کا طریق نہین البتہ اگر شک ہی تو یہ طریق ہوسکتا ہے کہ جیسا کہ

مین نے خدا سے الہام پاکر ایک گروہ انسانون کے لئے جو میرے قول پر چلنے والے ہین عذاب طاعون سے بچنے کیلئے خوشخبری پائی ہے اور اسکو شایع کر دیا ہے ایسا ہی اگر اپنی قوم کی بھلائی آپ لوگون کے دل مین ہے تو آپ لوگ بھی اپنے ہم مذہبون کیلئے خدا تعالی سے نجات کی بشارت حاصل کرین کہ وہ طاعون سے محفوظ رہین گے اور اس بشارت کو میری طرح بذریعہ چھپے ہوئے اشتہارون کے شایع کرین تا لوگ سمجھہ لین کہ خدا آپ کے ساتھہ ہے بلکہ یہ موقعہ عیسائیون کیلئے بھی بہت ہی خوب ہے وہ ہمیشہ کہتے ہین کہ نجات مسیح سے ہی پس اب انکا بھی فرض ہے کہ ان مصیبت کے دنون مین عیسائیون کو طاعون سے نجات دلا دین **ان تمام فرقون** سے جسکی زیادہ سُنی گئی وہی **مقبول** ہے - اب خدا نے ہر ایک کو موقعہ دیا ہے کہ خواہ مخواہ زمین پر مباحثات نہ کرین اپنی قبولیت بڑھکر دکھلاوین تا طاعون سے بھی بچین اور انکی سچائی بھی کھل جائے بالخصوص پادری صاحبان جو دنیا اور آخرت مین مسیح **ابن مریم** کو ہی منجی قرار دے چکے ہین وہ اگر دل سے ابن مریم کو دنیا و آخرت کا مالک سمجھتے ہین تو اب عیسائیون کا حق ہے کہ اِن کے **کفارہ** سے نمونہ **نجات** دیکھہ لین اس طرح پر گورنمنٹ عالیہ کو بھی بہت آسانی ہو سکتی ہے کہ برٹش انڈیا کے مختلف فرقے جو اپنے اپنے مذہب کی سچائی پر بھروسا رکھتے ہین اپنے گروہ کے چھڑانے کے لئے اور طاعون سے نجات دلانے کیلئے یہ انتظام کرین کہ اپنے اس خدا سے جسپر وہ ایمان رکھتے ہین یا اپنے کسی اور معبود سے جسکو اُنھون نے بجائے خدا سمجھہ لیا ہے اِن مصیبت زدون کی شفاعت کرین اور اس سے کوئی پختہ وعدہ لیکر اشتہارات کے ذریعہ سے شایع کر دین جیسا کہ ہمنے یہ اشتہار شائع کر دیا ہے - اسمین تو سراسر مخلوق کی بھلائی اور اپنے مذہب کی سچائی کا ثبوت ہے اور نیز گورنمنٹ کی مدد ہے گورنمنٹ بجز اِس کے کیا چاہتی ہے کہ اسکی رعایا طاعون کی بلا سے بچ جائے گو کسی طرح بچ جائے۔ بالآخر یاد رہے کہ ہم اِس اشتہار مین اپنی جماعت کو جو مختلف حصون پنجاب اور ہندوستان مین پھیلی ہوئی ہے ٹیکا لگوانے سے منع نہین کرتے جن لوگون کی نسبت گورنمنٹ کا قطعی حکم ہو انکو ضرور ٹیکا کرانا چاہیئے اور گورنمنٹ کے حکم کی اطاعت کرنی چاہیئے اور جنکو اپنی رضامندی پر چھوڑا گیا ہے اگر وہ اس تعلیم پر پورے قایم نہین ہین جو انکو دی گئی ہے تو ان کو بھی ٹیکا کرانا مناسب ہے تا وہ ٹھوکر نہ کھاوین اور تا وہ اپنی خراب حالت کی وجہ سے خدا کے وعدہ کی نسبت لوگون کو دھوکا نہ دین اور اگر

یہ سوال ہو کہ وہ تعلیم کیا ہے جسکی پوری پابندی طاعون کے حملہ سے بچا سکتی ہے تو مین بطور مختصر چند سطرین نیچے لکھہ دیتا ہون ؎

تعلیم

واضح رہے کہ صرف زبان سے بیعت کا اقرار کرنا کچھہ چیز نہین ہے جبتک دل کی عزیمت سے اس پر پورا پورا عمل نہ ہو پس جو شخص میری تعلیم پر پورا پورا عمل کرتا ہے وہ اس میرے گھر مین داخل ہو جاتا ہی جسکی نسبت خدا تعالیٰ کی کلام مین یہ وعدہ ہے انی احافظ کل من فی الدار یعنی ہر ایک جو تیرے گھر کی چار دیوار کے اندر ہی مین اوسکو بچاؤنگا اس جگہ یہ نہین سمجھنا چاہئے کہ وہی لوگ میرے گھر کے اندر ہین جو میرے اس خاک و خشت کے گھر مین بود و باش رکھتے ہین بلکہ وہ لوگ بہی جو میری پوری پیروی کرتے ہین میرے روحانی گھر مین داخل ہین پیروی کرنیکے لئے یہ باتین ہین کہ وہ یقین کرین کہ انکا ایک قادر اور قیوم اور خالق الکل خدا ہی جو اپنی صفات مین ازلی ابدی اور غیر متغیر ہے نہ وہ کسیکا بیٹا نہ کوئی اسکا بیٹا وہ دکھہ اٹھانے اور صلیب پر چڑہنے اور مرنے سے پاک ہی وہ ایسا ہے کہ باوجود دور ہونے کے نزدیک ہی اور باوجود نزدیک ہونے کے وہ دور ہے اور باوجود ایک ہونیکے اسکی تجلیات الگ الگ ہین انسان کیطرف سے جب ایک نئے رنگ کی تبدیلی ظہور مین آوے تو اسکے لئے وہ ایک نیا خدا بنجاتا ہے اور ایک نئی تجلی کے ساتہہ اس سے معاملہ کرتا ہے اور انسان بقدر اپنی تبدیلی کے خدا مین بہی تبدیلی دیکھتا ہے مگر یہ نہین کہ خدا مین کچھہ تغیر آجاتا ہے بلکہ وہ ازل سے غیر متغیر اور کمال تام رکھتا ہے لیکن انسانی تغیرات کے وقت جب نیکی کی طرف انسان کے تغیر ہوتے ہین تو خدا بہی ایک نئی تجلی سے اسپر ظاہر ہوتا ہے اور ہر ایک ترقی یافتہ حالت کے وقت جو انسان سے ظہور مین آتی ہے خدا تعالیٰ کی قادرانہ تجلی بہی ایک ترقی کے ساتہہ ظاہر ہوتی ہے وہ خارق عادت قدرت اسی جگہ دکہلاتا ہے جہان خارق عادت تبدیلی ظاہر ہوتی ہے۔ خوارق اور معجزات کی یہی جڑ ہے یہ خدا ہے جو ہمارے سلسلہ کی شرط ہے اسپر ایمان لاؤ اور اپنے نفس پر اور اپنے آرامون پر اور اُسکے کل تعلقات پر اوسکو مقدم رکھو اور عملی طور پر بہادری کے ساتہہ اسکی راہ مین صدق و وفا دکہلاؤ دنیا اپنے اسباب اور اپنے عزیزون پر اوسکو مقدم نہین رکھتی مگر تم اُسکو مقدم رکھو تا تم آسمان پر اسکی جماعت لکھی جاؤ۔ رحمت کے نشان دکہلانا قدیم سے خدا کی عادت ہے۔

مگر تم اُس حالت مین اِس عادت سی حصہ لے سکتے ہو کہ تم مین اور اُس مین کچھہ جدائی نہ رہے اور تمہاری مرضی اسکی
مرضی اور تمہاری خواہشین اسکی خواہشین ہو جائین اور تمہارا سر ہر ایک وقت اور ہر ایک حالت مرادیابی
اور نامرادی مین اُسکے آستانہ پر پڑا رہے تا جو چاہے سو کرے اگر تم ایسا کروگے تو تم مین وُہ خدا ظاہر ہوگا
جس نے مدت سے اپنا چہرہ چھپا لیا ہے کیا کوئی تم مین ہے جو اسپر عمل کرے اور اسکی رضا کا طالب
ہو جائے اور اسکی قضاؤقدر پر ناراض نہ ہو سو تم مصیبت کو دیکھکر اور بھی قدم آگے رکھو کہ یہ تمہاری ترقی
کا ذریعہ ہے اور اُسکی توحید زمین پر پہیلانے کے لئے اپنی تمام طاقت سی کوشش کرو اور اُسکے بندون پر
رحم کرو اور ان پر زبان یا ہاتھہ یا کسی تدبیر سے ظلم نہ کرو اور مخلوق کی بہلائی کیلئے کوشش کرتے
رہو اور کسی پر تکبر نہ کرو گو اپنا ماتحت ہو اور کسی کو گالی مت دو گو وہ گالی دیتا ہو غریب اور حلیم اور
نیک نیت اور مخلوق کے ہمدرد بنجاؤ تا قبول کئے جاؤ۔ بہت ہین جو حلم ظاہر کرتے ہین مگر وہ اندر
سے بہیڑئے ہین بہت ہین جو اوپر سے صاف ہین مگر اندر سے سانپ ہین سو تم اسکی جناب مین قبول
نہین ہو سکتے جبتک ظاہر و باطن ایک نہ ہو بڑے ہو کر چھوٹون پر رحم کرو نہ اُنکی تحقیر اور عالم ہوکر
نادانون کو نصیحت کرو نہ خودنمائی سے اُنکی تذلیل اور امیر ہو کر غریبون کی خدمت کرو نہ خود پسندی
سے اُنپر تکبر۔ ہلاکت کی راہون سے ڈرو۔ خدا سے ڈرتے رہو اور تقویٰ اختیار کرو اور مخلوق کی
پرستش نہ کرو اور اپنے مولے کیطرف منقطع ہو جاؤ اور دُنیا سے دل برداشتہ رہو اور اُسی کے
ہو جاؤ اور اُسی کے لئے زندگی بسر کرو اور اُسکے لئے ہر ایک ناپاکی اور گناہ سے نفرت کرو کیونکہ
وہ پاک ہے چاہئے کہ ہر ایک صبح تمہارے لئے گواہی دے کہ تم نے تقویٰ سے رات بسر کی اور ہر ایک
شام تمہارے لئے گواہی دے کہ تمنے ڈرتے ڈرتے دن بسر کیا۔ دُنیا کی لعنتون سے مت ڈرو کہ وہ
دہوئین کیطرح دیکھتے دیکھتے غائب ہو جاتی ہین اور وہ دن کو رات نہین کر سکتین بلکہ تم خدا کی
لعنت سی ڈرو جو آسمان سے نازل ہوتی اور جسپر پڑتی ہے اسکی دونون جہانون مین بیخکنی کر
جاتی ہے تم ریاکاری کیساتھہ اپنے تئین بچا نہین سکتے کیونکہ وہ خدا جو تمہارا خدا ہے اسکی انسان
کے پاتال تک نظر ہے کیا تم اسکو دہوکا دے سکتے ہو پس تم سیدھے ہو جاؤ اور صاف ہو جاؤ اور پاک ہو جاؤ
اور کھرے ہو جاؤ اگر ایک ذرہ تیرگی تم مین باقی ہے تو وہ تمہاری ساری روشنی کو دور کر دیگی۔

اور اگر تمہاری کسی پہلو مین تکبر ہے یا ریا ہے یا خود پسندی ہی یا کسل ہی تو تم ایسی چیز نہین ہو کہ جو قبول کے لائق ہو ایسا نہ ہو کہ تم صرف چند باتونکو لیکر اپنے تئین دہوکہ دو کہ جو کچہہ ہمنی کرنا تہا کرلیا ہی کیونکہ خدا چاہتا ہی کہ تمہاری ہستی پر پورا پورا انقلاب آوے اور وہ تم سی ایک موت مانگتا ہے جسکی بعد وہ تمہین زندہ کریگا تم آپسمین جلد صلح کرو اور اپنے بہائیون کے گناہ بخشو کیونکہ شریر ہے وہ انسان کہ جو اپنے بہائی کے ساتہہ صلح پر راضی نہین وہ کاٹا جائیگا کیونکہ وہ تفرقہ ڈالتا ہے تم اپنی نفسانیت ہر ایک پہلو سے چہوڑ دو اور باہمی ناراضگی جانے دو اور سچے ہوکر جہوٹے کیطرح تذلل کرو تا تم بخشے جاؤ۔ نفسانیت کی فربہی چہوڑ دو کہ جس دروازے کیلئے تم بلائی گئے ہو اسمین ہی ایک فربہ انسان داخل نہین ہو سکتا۔ کیا ہی بدقسمت وہ شخص ہی جو ان باتونکو نہین مانتا جو خدا کے منہ سی نکلین اور مینی بیان کین تم اگر چاہتی ہو کہ آسمان پر تمسی خدا راضی ہو تو تم باہم ایسے ایک ہو جاؤ جیسے ایک پیٹ مین سی دو بہائی۔ تم مین سی زیادہ بزرگ وہی ہی جو زیادہ اپنی بہائی کے گناہ بخشتا ہی اور بدبخت ہی وہ جو ضد کرتا ہے اور نہین بخشتا سو اسکا مجہہ مین حصہ نہین۔ خدا کی لعنت سے بہت خائف رہو کہ وہ قدوس اور غیور ہے بدکار خدا کا قرب حاصل نہین کرسکتا متکبر اسکا قرب حاصل نہین کرسکتا۔ ظالم اسکا قرب حاصل نہین کرسکتا خائن اسکا قرب حاصل نہین کرسکتا۔ اور ہر ایک جو اسکے نام کیلئے غیرت مند نہین اسکا قرب حاصل نہین کرسکتا۔ وہ جو دنیا پر کتون یا چیونٹیون یا گدّون کیطرح گرتے ہین اور دنیا سی آرام یافتہ ہین وہ اسکا قرب حاصل نہین کرسکتے ہر ایک ناپاک آنکہ اس سے دور ہے ہر ایک ناپاک دل اس سے بیخبر ہے وہ جو اسکے لئے آگ مین ہی وہ آگ سی نجات دیا جائیگا وہ جو اسکیلئے روتا ہی وہ ہنسے گا۔ وہ جو اسکے لئے دنیا سے توڑتا ہے وہ اسکو ملیگا تم سچے دل سی اور پوری صدق سے اور سرگرمی کے قدم سے خدا کے دوست بنو تا وہ بہی تمہارا دوست بنجاوے۔ تم ماتحتون پر اور اپنی بیویون پر اور اپنے غریب بہائیون پر رحم کرو تا آسمان پر تمپر بہی رحم ہو۔ تم سچ مچ اسکے ہو جاؤ۔ تا وہ بہی تمہارا ہو جاوی۔ دنیا ہزارون بلاؤن کی جگہ ہی جنمین ایک طاعون بہی ہی سو تم خدا سی صدق کیساتہہ پنجہ مارو تا وہ یہ بلائین تم سے دور رکہی کوئی آفت زمین پر پیدا نہین ہوتی جبتک آسمان سی حکم نہ ہو اور کوئی آفت دور نہین ہوتی جبتک آسمان سی رحم نازل نہ ہو سو تمہاری عقلمندی اسی مین ہی کہ تم جڑ کو پکڑو نہ شاخ کو۔ تمہین دوا اور تدبیر سے ممانعت نہین ہی مگر ان پر بہروسہ کرنے سی ممانعت ہے اور آخر وہی ہوگا جو خدا کا ارادہ ہوگا اگر کوئی طاقت رکہی تو توکل کا مقام ہر ایک مقام سی بڑہکر ہے

اور تمہارے لئے ایک ضروری تعلیم یہ ہے کہ قرآن شریف کو مہجور کی طرح نہ چھوڑو کہ تمہاری اسی میں زندگی ہے جو لوگ قرآن کو عزت دینگے وہ آسمان پر عزت پائینگے جو لوگ ہر ایک حدیث اور ہر ایک قول پر قرآن کو مقدم رکھیں گے اونکو آسمان پر مقدم رکھا جائیگا۔ نوع انسان کیلئے روئے زمین پر اب کوئی کتاب نہیں مگر قرآن۔ اور تمام آدم زادوں کیلئے اب کوئی رسول اور شفیع نہیں مگر محمد مصطفٰے صلی اللہ علیہ وسلم سو تم کوشش کرو کہ سچی محبت اس جاہ و جلال کے نبی کیساتھ رکھو اور اسکے غیر کو اسپر کسی نوع کی بڑائی مت دو تا آسمان پر تم نجات یافتہ لکھے جاؤ اور یاد رکھو کہ نجات وہ چیز نہیں جو مرنے کے بعد ظاہر ہوگی بلکہ حقیقی نجات وہ ہے کہ اسی دنیا میں اپنی روشنی دکھلاتی ہے **نجات یافتہ** کون ہے؟ وہ جو یقین رکھتا ہے جو خدا سچ ہے اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم اسمیں اور تمام مخلوق میں درمیانی **شفیع** ہے اور آسمان کے نیچے نہ اسکے ہم مرتبہ کوئی اور رسول ہے اور نہ قرآن کے **ہم مرتبہ** کوئی اور کتاب ہے۔ اور کسی کیلئے خدا نے نہ چاہا کہ وہ ہمیشہ زندہ رہے مگر یہ **برگزیدہ نبی ہمیشہ کیلئے زندہ ہے** اور اسکے ہمیشہ زندہ رہنے کیلئے خدا نے یہ بنیاد ڈالی ہے کہ اسکے افاضہ تشریعی اور روحانی کو قیامت تک جاری رکھا اور آخرکار اوسکی روحانی فیضرسانی سے اس **مسیح موعود** کو دنیا میں بھیجا جسکا آنا اسلامی عمارت کی **تکمیل** کیلئے ضروری تھا کیونکہ ضرور تھا کہ یہ دنیا ختم نہ ہو جبتک کہ محمدی سلسلہ کیلئے ایک مسیح **روحانی** رنگ کا نہ دیا جاتا جیسا کہ موسوی سلسلہ کیلئے دیا گیا تھا اسی کیطرف یہ آیۃ اشارہ کرتی ہے کہ اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيمَ صِرَاطَ الَّذِينَ أَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ۔ موسیٰ نے وہ متاع پائی جسکو قرون اولیٰ کھو چکے تھے اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے وہ متاع پائی جسکو موسیٰ کا سلسلہ کھو چکا تھا اب محمدی سلسلہ موسوی سلسلہ کے قائم مقام ہے مگر شان میں ہزارہا درجہ بڑھکر۔ مثیل موسیٰ موسیٰ سے بڑھکر اور مثیل ابن مریم ابن مریم سے بڑھکر۔ اور وہ مسیح موعود نہ صرف مدت کے لحاظ سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد چودھویں صدی میں ظاہر ہوا+ جیسا کہ مسیح ابن مریم موسیٰ کے بعد چودھویں صدی میں ظاہر ہوا تھا۔ بلکہ وہ ایسے وقت میں آیا جبکہ مسلمانوں کا وہی حال تھا جیسا کہ مسیح ابن مریم کے ظہور کے وقت یہودیوں کا حال تھا سو **وہ میں** ہی ہوں خدا جو چاہتا ہے کرتا ہے نادان ہے وہ جو اس سے لڑے اور جاہل ہے وہ جو اسکے مقابل پر یہ اعتراض کرے کہ یوں نہیں بلکہ یوں چاہئے تھا۔ اور اس نے مجھے چمکتے ہوئے نشانوں کے ساتھ بھیجا ہے جو دس ہزار

+ یہودی اپنی تاریخ کی رو سے بالاتفاق یہی مانتے ہیں کہ موسیٰ سے چودھویں صدی کے سر پر عیسیٰ ظاہر ہوا تھا دیکھو یہودیوں کی تاریخ۔ منہ

سے بھی زیادہ ہین ازانجملہ ایک طاعون بھی نشان ہے پس جو شخص مجھ سے سچی بیعت کرتا ہے اور سچے دل سے میرا پیرو بنتا ہے اور میری اطاعت مین محو ہوکر اپنے تمام ارادون کو چھوڑتا ہے وہی ہے جو ان آفتون کے دنون مین میری روح اُسکی شفاعت کریگی **سو اے تمام لوگو!** جو اپنے تئین میری جماعت شمار کرتے ہو آسمان پر تم اُسوقت میری جماعت **شمار** کئے جاؤگے جب سچ مچ **تقوی** کی راہون پر قدم مارو گے سو اپنی پنجوقتہ نمازون کو ایسے خوف اور حضور سے ادا کرو کہ گویا تم خدا تعالی کو دیکھتے ہو اور اپنے روزون کو خدا کیلئے صدق کے ساتھہ پوری کرو ہر ایک جو زکوٰة کے لایق ہے وہ زکوٰة دے اور جسپر حج فرض ہو چکا ہے اور کوئی مانع نہین وہ حج کرے نیکی کو سنوار کر ادا کرو اور بدی کو بیزار ہوکر ترک کرو یقیناً یاد رکھو کہ کوئی عمل خدا تک نہین پہنچ سکتا جو تقوی سے خالی ہے ہر ایک نیکی کی جڑ **تقوی** ہے جس عمل مین یہ جڑ ضایع نہین ہوگی وہ عمل بھی ضایع نہین ہوگا ضرور ہے کہ انواع رنج و مصیبت سے تمہارا امتحان بھی ہو جیسا کہ پہلے مومنون کے امتحان ہوئے سو **خبردار رہو** ایسا نہو کہ ٹھوکر کھاؤ زمین تمہارا کچھہ بھی بگاڑ نہین سکتی اگر تمہارا آسمان سے **پختہ تعلق ہے** جب کبھی تم اپنا نقصان کروگے تو اپنے ہاتھون سے نہ دشمن کے ہاتھون سے - اگر تمہاری زمینی عزت ساری جاتی رہے تو خدا تمہین ایک لازوال عزت آسمان پر دیگا سو تم اسکو مت چھوڑو اور ضرور ہے کہ تم دکھہ دئے جاؤ اور اپنی کئی امیدون سے بے نصیب کئے جاؤ - سو ان صورتون سے تم دلگیر مت ہو کیونکہ تمہارا خدا تمہین آزماتا ہے کہ تم اسکی راہ مین ثابت قدم ہو یا نہین اگر تم چاہتے ہو کہ آسمان پر فرشتے بھی تمہاری تعریف کرین تو تم مارین کھاؤ اور خوش رہو اور گالیان سنو اور شکر کرو - اور ناکامیان دیکھو اور پیوند مت توڑو تم خدا کی آخری جماعت ہو سو وہ عمل نیک دکھلاؤ جو اپنے کمال مین انتہائی درجہ پر ہو - ہر ایک جو تم مین سست ہو جائیگا وہ ایک گندی چیز کی طرح جماعت سے باہر پھینک دیا جائیگا اور حسرت سے مریگا اور خدا کا کچھہ نہ بگاڑ سکیگا دیکھو مین بہت خوشی سے خبر دیتا ہون کہ تمہارا خدا درحقیقت موجود ہے اگرچہ سب اُسی کی مخلوق ہے لیکن وہ اُس شخص کو چن لیتا ہے جو اسکو چنتا ہے وہ اُسکے پاس آجاتا ہے جو اُسکے پاس جاتا ہے جو اسکو عزت دیتا ہے وہ اسکو بھی عزت دیتا ہے +

تم اپنے دلون کو سیدھے کرکے اور زبانون اور آنکھون اور کانون کو پاک کرکے اسکی طرف آجاؤ

که وه تمہین قبول کریگا عقیده کے رو سے جو خدا تم سے چاہتا ہے وه یہی ہے که خدا ایک اور محمد صلی الله علیه
وسلم اسکا نبی ہے اور وه خاتم الانبیاء ہے اور سب سے بڑھکر ہے اب بعد اسکے کوئی نبی نہین مگر وہی جس پر
بروزی طور سے محمدیت کی چادر پہنائی گئی کیونکه خادم اپنے مخدوم سے جدا نہین اور نه شاخ اپنی بیخ سے جدا ہے
پس جو کامل طور پر مخدوم مین فنا ہوکر خدا سے **نبی** کا لقب پاتا ہے وه ختم نبوت کا خلل انداز نہین جیسا
که تم جب آئینه مین اپنی شکل دیکھو تو تم دو نہین ہو سکتے بلکه ایک ہی ہو اگرچه بظاہر دو نظر آتے ہین صرف
ظل اور اصل کا فرق ہے۔ سو ایسا ہی خدا نے مسیح موعود مین چاہا۔ **یہی بھید** ہے که آنحضرت
صلے الله علیه وسلم فرماتے ہین که مسیح موعود میری قبر مین دفن ہوگا یعنی **وه مین ہی ہون**۔ اور
اسمین دوئی نہین آئی اور تم یقیناً سمجھو که **عیسی بن مریم** فوت ہوگیا ہے اور کشمیر سرینگر محله خانیار×
مین اسکی قبر ہے خدا تعالی نے اپنی کتاب عزیز مین اسکے مرجانیکی خبر دی ہے اور اگر اس آیت کے
اور معنے ہین تو عیسی بن مریم کی موت کی قرآن مین کہان خبر ہے۔ مرنیکے متعلق جو آیتین ہین اگر
وه اور معنی رکھتی ہین جیسا که ہمارے مخالف سمجھتے ہین تو گویا قرآن نے اسکے مرنیکا کہین ذکر نہین
کیا که وه کسی وقت مریگا بھی۔ خدا نے ہمارے نبی کے مرنے کی خبر دی مگر سارے قرآن مین عیسی کے
مرنے کی خبر نه دی۔ اسمین کیا راز ہے اور اگر کہو که عیسے کے مرنیکی اس آیت مین خبر ہے که **فَلَمَّا
تَوَفَّیْتَنِیْ کُنْتَ اَنْتَ الرَّقِیْبَ عَلَیْهِمْ**✻ سو یه آیت تو صاف دلالت کرتی ہے که وه عیسائیون
کے بگڑنے سے پہلے مرچکے ہین غرض اگر آیت فَلَمَّا تَوَفَّیْتَنِیْ کے یه معنی ہین که مع جسم زنده عیسی کو
آسمان پر اٹھا لیا تو کیون خدا نے ایسے شخص کی موت کا سارے قرآن مین ذکر نہین کیا جسکی زندگی
کے خیال نے لاکھون کو ہلاک کردیا گویا خدا نے اسکو ہمیشه کیلئے اسلئے زنده رہنے دیا که تا لوگ مشرک اور
بیدین ہو جائین اور گویا یه لوگون کی غلطی نہین بلکه خدا نے یه سب کچھ خود کیا تا لوگون کو گمراه کرے
خوب یاد رکھو که بجز موت مسیح صلیبی عقیده پر موت نہین آسکتی سو اس سے فائده کیا که برخلاف
تعلیم قرآن اسکو زنده سمجھا جائے اسکو مرنے دو تا یه دین زنده ہو۔ خدا نے اپنے قول سے مسیح کی موت
ظاہر کی اور رسول الله صلی الله علیه وسلم نے معراج کی رات اسکو مردون مین دیکھ لیا اب بھی تم
ماننے مین نہین آتے۔ یه **کیسا ایمان** ہے کیا انسانون کی باتون کو خدا کی کلام پر مقدم کرتے ہو

× نوٹ عیسائی محققون نے اسی رائے کو ظاہر کیا ہے دیکھو کتاب سپرنیچرل ریلیجن صفحه ۵۲۲۔ اگر تفصیل چاہتے ہو تو ہماری کتاب تحفه گولڑویه کا صفحه ۱۳۹ دیکھ لو۔ منه

✻ اسی آیت سے معلوم ہوتا ہے که حضرت عیسی علیه السلام پھر دنیا مین نہین آئین گے کیونکه اگر وه دنیا مین آنیوالے ہوتے تو اس صورت مین
یه جواب عیسی کا محض جھوٹ ٹھہرتا ہے که مجھے عیسائیون کے بگڑنے کی کچھ خبر نہین جو شخص دوباره دنیا مین آیا اور چالیس برس رہا ... اور کروڑہا عیسائیون کو دیکھا جو اسکو خدا جانتے تھے اور صلیب توڑا اور تمام عیسائیون کو مسلمان کیا وه کیونکر قیامت کو جناب الہی مین یه عذر کرسکتا ہے که مجھے عیسائیون کے بگڑنے کی کچھ خبر نہین۔ منه

یہ کیا دین ہے ‡ اور ہمارے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے نہ صرف گواہی دی کہ مینے مردہ روحون مین عیسےٰ کو دیکہا بلکہ خود مرکر یہ بہی ظاہر کر دیا کہ اس سے پہلے کوئی زندہ نہین رہا۔ پس ہمارے مخالف جیساکہ قرآن کو چہوڑتے ہین ویسا ہی سنت کو بہی چہوڑتے ہین کیونکہ مرنا ہمارے نبی کی سنت ہے اگر عیسےٰ زندہ تہا تو مرنے مین ہمارے رسول کی بیعزتی تہی۔ سو تم نہ اہلسنت ہو نہ اہل قرآن جبتک عیسیٰ کی موت کے قائل نہ ہو۔ اور مین حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی شان کا منکر نہین گو خدا نے مجھے خبر دی ہے کہ مسیح محمدی مسیح موسوی سے افضل ہے لیکن تاہم مین مسیح ابن مریم کی بہت عزت کرتا ہون کیونکہ مین روحانیت کی رو سے اسلام مین **خاتم الخلفاء** ہون جیساکہ مسیح ابن مریم اسرائیلی سلسلہ کے لئے خاتم الخلفاء تہا موسیٰ کے سلسلہ مین ابن مریم مسیح موعود تہا اور محمدی سلسلہ مین مین مسیح موعود ہون سو مین اسکی عزت کرتا ہون جسکا ہمنام ہون اور مفسد اور مفتری ہے وہ شخص جو مجھے کہتا ہے کہ مین مسیح ابن مریم کی عزت نہین کرتا۔ بلکہ مسیح تو مسیح مین تو اس کے چارون بہائیون کی بہی عزت کرتا ہون ※ کیونکہ پانچون ایک ہی مان کے بیٹے ہین نہ صرف اسی قدر بلکہ مین تو حضرت مسیح کی دونون حقیقی ہمشیرون کو بہی مقدسہ سمجہتا ہون کیونکہ یہ سب بزرگ مریم بتول کے پیٹ سے ہین اور مریم کی وہ شان ہے جس نے ایک مدت تک اپنے تئین نکاح سے روکا۔ پہر بزرگان قوم کے نہایت اصرار سے بوجہ حمل کے نکاح کر لیا۔ گو لوگ اعتراض کرتے ہین کہ برخلاف تعلیم توریت عین حمل مین کیونکر نکاح کیا گیا اور بتول ہونیکے عہد کو کیون ناحق توڑا گیا اور تعدد ازدواج کی کیون بنیاد ڈالی گئی یعنے باوجود یوسف نجار کی پہلی بیوی کے ہونیکے پہر مریم کیون راضی ہوئی کہ یوسف نجار کے نکاح مین آوے مگر مین کہتا ہون کہ یہ سب مجبوریان تہین جو پیش آگئین اس صورت مین وہ لوگ قابل رحم تہے نہ قابل اعتراض ٭

‡ حاشیہ یسوع مسیح کے چار بہائی اور دو بہنین تہین یہ سب یسوع کے حقیقی بہائی اور حقیقی بہنین تہین یعنی سب یوسف اور مریم کی اولاد تہی چار بہائیون کے نام یہ ہین۔ یہودا[1]۔ یعقوب[2] شمعون[3]۔ یوزس[4]۔ اور دو بہنون کے نام یہ تہے۔ آسیا۔ لیدیا۔ دیکہو کتاب اپاسٹولک ریکارڈس مصنفہ پادری جان ایلین گائلز مطبوعہ لندن ۱۸۸۶ء صفحہ ۱۵۹ و ۱۶۶ ۔ منہ

× نوٹ - قرآن شریف مین ایک آیۃ مین صریح کشمیر کیطرف اشارہ کیا ہے کہ مسیح اور اسکی والدہ صلیب کے واقعہ کے بعد کشمیر کیطرف چلیگئے جیساکہ فرماتا ہے وَاٰوَیْنٰھُمَآ اِلٰی رَبْوَۃٍ ذَاتِ قَرَارٍ وَّمَعِیْنٍ - یعنی ہمنے عیسیٰ اور اُسکی والدہ کو ایک ایسے ٹیلے پر جگہ دی جو آرام کی جگہ تہی اور پانی صاف یعنی چشمون کا پانی وہان تہا سو اسمین خدا تعالےٰ نے کشمیر کا نقشہ کہینچدیا ہے اور اوٰی کا لفظ لغت عرب مین کسی مصیبت یا تکلیف سے پناہ دینے کے لئے آتا ہے اور صلیب سے پہلے عیسیٰ اور اُسکی والدہ پر کوئی زمانہ مصیبت کا نہین گذرا جس سے پناہ دیجاتی پس متعین ہوا کہ خدا تعالیٰ نے عیسیٰ اور اُسکی والدہ کو واقعہ صلیب کے بعد اس ٹیلے پر پہونچایا تہا۔ منہ

اِن سب باتون کے بعد پھر مین کہتا ہون کہ یہ مت خیال کرو کہ ہمنے ظاہری طور پر بیعت کرلی ہے ظاہر کچھہ چیز نہین خدا تمہارے دلون کو دیکھتا ہے اور اُسی کے موافق تم سے معاملہ کریگا دیکھو مین یہ کہہ کر فرض تبلیغ سے سبکدوش ہوتا ہون کہ گناہ ایک زہر ہے اوسکو مت کھاؤ۔ خدا کی نافرمانی ایک گندی موت ہے اس سے بچو دعا کرو تا تمہین طاقت ملے جو شخص دعا کے وقت خدا کو ہر ایک بات پر قادر نہین سمجھتا بجز وعدہ کی مستثنیات کے وہ میری جماعت مین سے نہین۔ جو شخص جھوٹ اور فریب کو نہین چھوڑتا وہ میری جماعت مین سے نہین ہے۔ جو شخص دُنیا کے لالچ مین پھنسا وا ہے اور آخرت کی طرف آنکھ اُٹھا کر بھی نہین دیکھتا وہ میری جماعت مین سے نہین ہے ص درحقیقت دین کو دُنیا پر مقدم نہین رکھتا وہ میری جماعت مین سے نہین ہے۔ جو شخص ے طور پر ہر ایک بدی سے اور ہر ایک بدعملی سے یعنی شراب سے قمار بازی سے بدنظری سے اور خیانت سے رشوت سے اور ہر ایک ناجائز تصرّف سے توبہ نہین کرتا وہ میری جماعت مین سے نہین ہے۔ جو شخص پنجگانہ نماز کا التزام نہین کرتا وہ میری جماعت مین سے نہین ہے۔ جو شخص دُعا مین لگا نہین رہتا اور انکسار سے خدا کو یاد نہین کرتا وہ میری جماعت مین سے نہین ہے۔ جو شخص بد رفیق کو نہین چھوڑتا جو اوسپر بد اثر ڈالتا ہے وہ میری جماعت مین سے نہین ہے۔ جو شخص اپنے مان باپ کی عزت نہین کرتا اور امور معروفہ مین جو خلاف قرآن نہین ہین اُنکی بات کو نہین مانتا اور انکی تعہد خدمت سے لاپروا ہے وہ میری جماعت مین سے نہین ہے جو شخص اپنی اہلیہ اور اُسکے اقارب سے نرمی اور احسان کے ساتھہ معاشرت نہین کرتا وہ میری جماعت مین سے نہین ہے۔ جو شخص اپنے ہمسایہ کو ادنے ادنے خیر سے بھی محروم رکھتا ہے وہ میری جماعت مین سے نہین ہے۔ جو شخص نہین چاہتا کہ اپنے قصوروار کا گنہ بخشے اور کینہ پرور آدمی ہے وہ میری جماعت مین سے نہین ہے ہر ایک مرد جو بیوی سے یا بیوی جو خاوند سے خیانت سے پیش آتی ہے وہ میری جماعت مین سے نہین ہے۔ جو شخص اُس عہد کو جو اُس نے بیعت کے وقت کیا تھا کسی پہلو سے توڑتا ہے وہ میری جماعت مین سے نہین ہے۔ جو شخص مجھے فی الواقع مسیح موعود و مہدی معہود نہین سمجھتا وہ میری جماعت مین سے نہین ہے۔ اور جو شخص

امور معروفہ مین میری اطاعت کرنیکے لئے طیار نہین ہے وہ میری جماعت مین سے نہین ہے
اور جو شخص مخالفون کی جماعت مین بیٹھتا ہے اور ہان مین ہان ملاتا ہے وہ میری جماعت
مین سے نہین ہے۔ ہر ایک زانی۔ فاسق۔ شرابی۔ خونی۔ چور۔ قمار باز۔ خائن۔ مرتشی۔
غاصب ظالم۔ دروغگو۔ جعلساز اور ان کا ہمنشین اور اپنے بہائیون اور بہنون پر تہمتین لگانیوالا
جو اپنے افعال شنیعہ سے توبہ نہین کرتا اور خراب مجلسون کو نہین چہوڑتا وہ میری جماعت مین سے
نہین ہے۔ یہ سب زہرین ہین تم ان زہرون کو کہا کر کسی طرح بچ نہین سکتے اور تاریکی اور روشنی
ایک جگہ جمع نہین ہوسکتی۔ ہر ایک جو پیچ در پیچ طبیعت رکہتا ہے اور خدا کے ساتہہ صاف نہین ہے
وہ اُس برکت کو ہرگز نہین پاسکتا جو صاف دلون کو ملتی ہے کیا ہی خوش قسمت وہ لوگ ہین جو
دلون کو صاف کرتے ہین اور اپنے دلون کو ہر ایک آلودگی سے پاک کر لیتے ہین اور اپنے خدا سے
وفاداری کا عہد باندہتے ہین کیونکہ وہ ہرگز ضایع نہین کئے جائینگے ممکن نہین کہ خدا انکو رسوا
کرے کیونکہ وہ خدا کے ہین اور خدا اُن کا وہ ہر ایک بلا کے وقت بچائے جائین گے۔
احمق ہے وہ دشمن جو اُن کا قصد کرے کیونکہ وہ خدا کی گود مین ہین اور خدا انکی حمایت مین
کون خدا پر ایمان لایا؟ صرف وہی جو ایسے ہین۔ ایسا ہی وہ شخص بہی احمق ہے جو ایک
بیباک گنہگار اور بد باطن اور شریر النفس کے فکر مین ہے کیونکہ وہ خود ہلاک ہوگا جب سے
خدا نے آسمان اور زمین کو بنایا کبہی ایسا اتفاق نہ ہوا کہ اسنے نیکون کو تباہ اور ہلاک اور نیست
و نابود کر دیا ہو بلکہ وہ اُنکے لئے بڑے بڑے کام دکہلاتا رہا ہے اور اب بہی دکہلائیگا وہ خدا
نہایت وفادار خدا ہے اور وفادارون کے لئے اُسکے عجیب کام ظاہر ہوتے ہین دنیا چاہتی
ہے کہ انکو کہا جائے اور ہر ایک دشمن اُنپر دانت پیستا ہے مگر وہ جو انکا دوست ہے ہر ایک ہلاکت کی جگہ سے انکو
بچاتا ہے اور ہر ایک میدان مین انکو فتح بخشتا ہے۔ کیا ہی نیک طالع وہ شخص ہے جو اُس خدا کا
دامن نہ چہوڑے۔ ہم اُس پر ایمان لائے ہمنے اُسکو شناخت کیا۔ تمام دنیا کا **وہی خدا ہے**
جس نے میرے پر وحی نازل کی جس نے میرے لئے **زبردست نشان** دکہلائے جس نے
مجہے اس زمانہ کے لئے **مسیح موعود** کر کے بہیجا اسکے سوا کوئی خدا نہین نہ آسمان مین نہ زمین مین

سا پیر ایمان نہین لاتا وہ سعادت سے محروم اور خذلان مین گرفتار رہے۔ ہمنے اپنے خدا کی
ب کیطرح روشن وحی پائی ہمنے اُسے دیکھہ لیا کہ دُنیا کا وہی خدا ہے اُس کے سوا کوئی نہین
کیا ہی قادر اور قیوم خدا ہے جسکو ہمنے پایا۔ کیا ہی زبردست قدرتون کا مالک ہے جسکو ہمنے دیکھا
سچ تو یہ ہے کہ اُسکے آگے کوئی بات اَنہونی نہین مگر وہی جو اُسکی کتاب اور وعدہ کے برخلاف ہے
سو جب تم دعا کرو تو اُن جاہل نیچریون کیطرح نہ کرو جو اپنے ہی خیال سے ایک قانون قدرت بنا
بیٹھے ہین جسپر خدا کی کتاب کی مہر نہین کیونکہ وہ مردود ہین اُنکی دعائین ہرگز قبول نہین ہونگی
وہ اندھے ہین نہ سوجاکھے وہ مُردے ہین نہ زندے خدا کے سامنے اپنا تراشیدہ قانون پیش
کرتے ہین اور اُسکی بے انتہا قدرتون کی حد بست ٹھہراتے ہین اور اُسکو کمزور سمجھتے ہین سو اُن سے
ایسا ہی معاملہ کیا جائیگا جیسا کہ اُنکی حالت ہے۔ لیکن جب تو دعا کے لئے کھڑا ہو تو تجھے لازم ہے
کہ یہ یقین رکھے کہ تیرا خدا ہر ایک چیز پر قادر ہے تب تیری دعا منظور ہوگی اور تو خدا کی قدرت
کے عجائبات دیکھے گا جو ہمنے دیکھے ہین اور ہماری گواہی رویت سے ہے نہ بطور قصہ کے۔ اُس
شخص کی دعا کیونکر منظور ہو اور خود کیونکر اُسکو بڑی مشکلات کے وقت جو اُسکے نزدیک قانون
قدرت کے مخالف ہین دعا کرنیکا حوصلہ پڑے جو خدا کو ہر ایک چیز پر قادر نہین سمجھتا۔ مگر اے سعید
انسان تو ایسا مت کر تیرا خدا وہ ہے جس نے بیشمار ستارون کو بغیر ستونون کے لٹکا دیا اور جس نے
زمین و آسمان کو محض عدم سے پیدا کیا۔ کیا تو اُسپر بدظنی رکھتا ہے کہ وہ تیرے کام مین عاجز
آجائیگا ❋ بلکہ تیری ہی بدظنی تجھے محروم رکھے گی ہمارے خدا مین بیشمار عجائبات ہین مگر وہی دیکھتے
ہین جو صدق اور وفا سے اسکے ہو گئے ہین وہ غیرون پر جو اسکی قدرتون پر یقین نہین رکھتے
اور اسکے صادق وفادار نہین ہین وہ عجائبات ظاہر نہین کرتا۔ کیا بدبخت وہ انسان ہے جسکو
اب تک یہ پتہ نہین کہ اُسکا ایک خدا ہے جو ہر ایک چیز پر قادر ہے ہمارا بہشت ہمارا خدا ہے
ہماری اعلیٰ لذّات ہمارے خدا مین ہین کیونکہ ہمنے اسکو دیکھا اور ہر ایک خوب صورتی اُسمین
پائی۔ یہ دولت لینے کے لائق ہے اگرچہ جان دینے سے ملے اور یہ لعل خریدنے کے لائق
ہے اگرچہ تمام وجود کھونے سے حاصل ہو۔ اے محرومو! اس چشمہ کی طرف دوڑو

❋ خدا کسی کام مین عاجز نہین آتا۔ ہان خدا کی کتاب نے دعا کے بارہ مین یہ قانون پیش کیا ہے کہ وہ نہایت رحیم کریم نیک انسان کے ساتھ دوستون کیطرح معاملہ کرتا ہے یعنی کبھی تو اپنی مرضی کو چھوڑ کر اسکی دعا سنتا ہے جیسا کہ خود فرمایا ادعونی استجب لکم اور کبھی اپنی مرضی ہی منوانا چاہتا ہے جیسا کہ فرمایا ولنبلونکم بشیء من الخوف والجوع۔ ایسا اسلئے کیا کہ تا کبھی انسان کی دعا کے موافق اس سے معاملہ کر کے یقین اور معرفت مین اسکو ترقی دے اور کبھی اپنی مرضی کے موافق کر کے اپنی رضا کی اسکو خلعت بخشے اور اسکا

کہ وہ تمہین سیراب کریگا یہ زندگی کا چشمہ ہے جو تمہین بچائیگا۔ مین کیا کرون اور کس
خوشخبری کو دلون مین بٹھادون۔ کس دف سے مین بازارون مین منادی کرون
تمہارا یہ خدا ہے تا لوگ سن لین اور کس دوا سے مین علاج کرون تا سننے کیلئے لوگون کے کان کھلین
اگر تم خدا کے ہوجاؤگے تو یقیناً سمجھو کہ خدا تمہارا ہی ہے تم سوئے ہوئے ہوگے
اور خدا تعالے تمہارے لئے جاگے گا تم دشمن سے غافل ہوگے اور خدا اُسے دیکھیگا اور
اسکے منصوبے کو توڑے گا۔ تم ابھی تک نہین جانتے کہ تمہارے خدا مین کیا کیا قدرتین ہین
اور اگر تم جانتے تو تم پر کوئی ایسا دن نہ آتا کہ تم دنیا کے لئے سخت غمگین ہوجاتے ایک شخص جو ایک
خزانہ اپنے پاس رکھتا ہے کیا وہ ایک پیسہ کے ضایع ہونے سے روتا ہے اور چیخین مارتا ہے
اور ہلاک ہونے لگتا ہے پھر اگر تم کو اس خزانہ کی اطلاع ہوتی کہ خدا تمہارا ہر ایک حاجت کے
وقت کام آنیوالا ہے تو تم دنیا کے لئے ایسے بیخود کیون ہوتے خدا ایک پیارا خزانہ ہے اسکی
قدر کرو کہ وہ تمہارے ہر ایک قدم مین تمہارا مددگار ہے تم بغیر اُسکے کچھ بھی نہین اور نہ تمہارے
اسباب اور تدبیرین کچھ چیز ہین۔ غیر قومون کی تقلید نہ کرو کہ جو بکلی اسباب پر گر گئی ہین اور جیسے
سانپ مٹی کھاتا ہے انہون نے سفلی اسباب کی مٹی کھائی۔ اور جیسے گدھ اور کتے مردار کھاتے ہین انہون
نے مردار پر دانت مارے وہ خدا سے بہت دور جا پڑے انسانون کی پرستش کی اور خنزیر کھایا اور
شراب کو پانی کیطرح استعمال کیا اور حد سے زیادہ اسباب پر گرنے سے اور خدا سے قوت نہ مانگنے سے
وہ مر گئے اور آسمانی روح اُنمین سے ایسی نکل گئی جیسا کہ ایک گھونسلے سے کبوتر پرواز کر جاتا ہے
انکے اندر دنیا پرستی کا جذام ہے جس نے اُنکے تمام اندرونی اعضا کاٹ دئے ہین پس تم اُس جذام
سے ڈرو مین تمہین حد اعتدال تک رعایت اسباب سے منع نہین کرتا بلکہ اس سے منع کرتا ہون کہ تم
غیر قومون کیطرح نرے اسباب کے بندے ہوجاؤ اور اُس خدا کو فراموش کردو جو اسباب کو بھی وہی مہیا کرتا ہے
اگر تمہین آنکھ ہو تو تمہین نظر آجائے کہ خدا ہی خدا ہے اور سب ہیچ ہین۔ تم نہ ہاتھ لمبا کر سکتے ہو
اور نہ اُٹھا کر سکتے ہو مگر اُسکے اذن سے۔ ایک مُردہ اسپر ہنسی کریگا مگر کاش اگر وہ مرجاتا تو اس
ہنسی سے اسکے لئے بہتر تھا۔ خبردار !!! تم غیر قومون کو دیکھ کر انکی ریس مت کرو کہ انہون نے دنیا کے

منصوبون مین بہت ترقی کرلی ہے آؤ ہم بہی انہین کے قدم پر چلین۔ سنو اور سمجہو کہ وہ اس خدا سے سخت بیگانہ اور غافل ہین جو تمہین اپنی طرف بلاتا ہے اُنکا خدا کیا چیز ہے صرف ایک عاجز انسان اسلئے وہ غفلت مین چہوڑے گئے ہین۔ تمہین دنیا کے کسب اور حرفت سے نہین روکتا مگر تم اُن لوگون کے پیرو مت بنو جنہون نے سب کچہہ دُنیا کو ہی سمجہہ رکہا ہے چاہئے کہ تمہارے ہر ایک کام مین خواہ دنیا کا ہو خواہ دین کا خدا سے طاقت اور توفیق مانگنے کا سلسلہ جاری رہے لیکن نہ صرف خشک ہونٹون سے بلکہ چاہئے کہ تمہارا سچ مچ یہ عقیدہ ہو کہ ہر ایک برکت آسمان سے ہی اُترتی ہے تم راستباز اُسوقت بنو گے جبکہ تم ایسے ہو جاؤ کہ ہر ایک کام کے وقت ہر ایک مشکل کے وقت قبل اسکے جو تم کوئی تدبیر کرو اپنا دروازہ بند کرو اور خدا کے آستانہ پر گرو کہ ہمین یہ مشکل پیش ہے اپنے فضل سے مشکل کشائی فرما تب روح القدس تمہاری مدد کریگی اور غیب سے کوئی راہ تمہارے لئے کہولی جائیگی۔ اپنی جانون پر رحم کرو اور جو لوگ خدا سے بکلی علاقہ توڑ چکے ہین اور ہمہ تن اسباب پر گر گئے ہین یہانتک کہ طاقت مانگنے کیلئے وہ مونہہ سے انشاءاللہ بہی نہین نکالتے اُنکے پیرو مت بنجاؤ۔ خدا تمہاری آنکہین کہولے تا تمہین معلوم ہو کہ تمہارا خدا تمہاری تمام تدابیر کا شہتیر ہے اگر شہتیر گر جائے تو کیا کڑیان اپنی چہت پر قائم رہ سکتی ہین۔ نہین بلکہ یکدفعہ گرینگی اور احتمال ہے کہ اُن سے کئی خون بہی ہو جائین۔ اسی طرح تمہاری تدابیر بغیر خدا کی مدد کے قائم نہین رہ سکتین اگر تم اس سے مدد نہین مانگو گے اور اُس سے طاقت مانگنا اپنا اصول نہین ٹہراؤ گے تو تمہین کوئی کامیابی حاصل نہین ہو گی۔ آخر بڑی حسرت سے مرو گے۔ یہ مت خیال کرو کہ پہر دوسری قومین کیونکر کامیاب ہو رہی ہین حالانکہ وہ اوس خدا کو جانتی ہی نہین جو تمہارا کامل اور قادر خدا ہے۔ اسکا جواب یہی ہے کہ وہ خدا کو چہوڑنے کی وجہ سے دنیا کے امتحان مین ڈالی گئی ہین خدا کا امتحان کبہی اس رنگ مین ہوتا ہے کہ جو شخص اُسے چہوڑتا ہے اور دُنیا کی مستیون اور لذتون سے دل لگاتا ہے اور دُنیا کی دولتون کا خواہشمند ہوتا ہے تو دُنیا کے دروازے اُسپر کہولے جاتے ہین اور دین کے رو سے وہ نرا مفلس اور ننگا ہوتا ہے اور آخر دنیا کے خیالات مین ہی مرتا اور ابدی جہنم مین ڈالا جاتا ہے اور کبہی اس رنگ مین بہی امتحان ہوتا ہے کہ دنیا سے

بہی نامراد رکہا جاتا ہی مگر موخر الذکر امتحان ایسا خطرناک نہین جیسا کہ پہلا کیونکہ پہلے امتحان مین الا ماشاء اللہ زیادہ مغرور ہوتا ہے بہرحال یہ دونون فریق مغضوب علیہم ہین سچی خوشحالی کا سرچشمہ خدا ہے پس جبکہ اس حی وقیوم خدا سے یہ لوگ بیخبر ہین بلکہ لاپرواہین اور اس سے مونہہ پہیر رہے ہین تو سچی خوشحالی انکو کہان نصیب ہوسکتی ہے مبارک ہو اس انسان کو جو اس راز کو سمجہے اور ہلاک ہو گیا وہ شخص جس نے اس راز کو نہین سمجہا۔ اسی طرح تمہین چاہئے کہ اس دنیا کے فلسفیون کی پیروی مت کرو اور انکو عزت کی نگہ سے مت دیکہو کہ یہ سب نادانیان ہین سچا فلسفہ وہ ہے جو خدا نے تمہین اپنی کلام مین سکہلایا ہے ہلاک ہوگئے وہ لوگ جو اس نبوی فلسفہ کے عاشق ہین اور کامیاب ہین وہ لوگ جنہون نے سچے علم اور فلسفہ کو خدا کی کتاب مین ڈہونڈا۔ نادانی کی راہین کیون اختیار کرتے ہو کیا تم خدا کو وہ باتین سکہلاؤ گے جو اسے معلوم نہین۔ کیا تم اندہون کے پیچہے دوڑتے ہو کہ وہ تمہین راہ دکہلاوین۔ اے نادانو! وہ جو خود اندہا ہے وہ تمہین کیا راہ دکہائیگا بلکہ سچا فلسفہ روح القدس سے حاصل ہوتا ہے جسکا تمہین وعدہ دیا گیا ہے تم روح کے وسیلہ سے ان پاک علوم تک پہنچائے جاؤ گے جن تک غیرون کی رسائی نہین اگر صدق سے مانگو تو آخر تم اسے پاؤ گے۔ تب سمجہو گے کہ یہی علم ہے جو دل کو تازگی اور زندگی بخشتا ہے اور یقین کے مینار تک پہنچا دیتا ہے وہ جو خود مردار خوار ہے وہ کہان سے تمہارے لئے پاک غذا لائیگا۔ وہ جو خود اندہا ہے وہ کیونکر تمہین دکہائیگا۔ ہر ایک پاک حکمت آسمان سے آتی ہے پس تم زمینی لوگون سے کیا ڈہونڈتے ہو جنکی روحین آسمان کیطرف جاتی ہین وہی حکمت کے وارث ہین جنکو خود تسلی نہین وہ کیونکر تمہین تسلی دے سکتے ہین مگر پہلے دلی پاکیزگی ضروری ہے پہلے صدق و صفا ضروری ہے پہر بعد اسکے یہ سب کچھ تمہین ملیگا۔ یہ خیال مت کرو کہ خدا کی وحی آگے نہین بلکہ پیچہے رہ گئی ہے*[*] اور روح القدس اب اتر نہین سکتا بلکہ پہلے زمانون مین ہی اتر چکا۔ اور مین تمہین سچ سچ کہتا ہون کہ ہر ایک دروازہ بند ہو جاتا ہے مگر روح القدس کے اترنیکا کبہی دروازہ بند نہین ہوتا۔ تم اپنے دلون کے دروازے کہول دو تا وہ انمین داخل ہو تم اس آفتاب سے خود اپنے تئین دور ڈالتے ہو جبکہ اس شعاع کے داخل ہونے کی کہڑکی کو بند کرتے ہو۔ اے نادان اٹہہ اور اس کہڑکی کو کہولدے

*[*] قرآن شریف پر شریعت ختم ہو گئی مگر وحی ختم نہین ہوئی کیونکہ وہ سچے دین کی جان ہے جس دین مین وحی الٰہی کا سلسلہ جاری نہیں وہ دین مردہ ہے اور خدا اس کے ساتھ نہین۔ منہ

تب آفتاب خود بخود تیرے اندر داخل ہو جائیگا جبکہ خدا نے دنیا کے فیضون کی راہین اس
زمانہ مین تم پر بند نہین کین بلکہ زیادہ کین تو کیا تمہارا ظن ہے کہ آسمان کے فیوض کی راہین
جنکی اسوقت تمہین بہت ضرورت تہی وہ تم پر اُسنے بند کر دی ہین ہرگز نہین بلکہ بہت صفائی سے
وہ دروازہ کہولا گیا ہے۔ اب جبکہ خدا نے اپنی تعلیم کے موافق جو سورہ فاتحہ مین سکہلائی گئی
گذشتہ تمام نعمتون کا تم پر دروازہ کہول دیا ہے تو تم کیون ان کے لینے سے انکار کرتے
ہو اُس چشمہ کے پیاسے بنو کہ پانی خود بخود آ جائے گا۔ اس دودہ کے لئے تم بچہ کیطرح رونا شروع
کرو کہ دودہ پستان سے خود بخود اُتر آئیگا۔ رحم کے لائق بنو تا تم پر رحم کیا جائے اضطراب دکہلاؤ
تا تسلی پاؤ بار بار چلاؤ تا ایک ہاتہہ تمہین پکڑ لے کیا ہی دشوار گذار وہ راہ ہے جو خدا کی راہ ہے
پر اُن کیلئے آسان کیجاتی ہے جو مرنے کی نیت سے اس اتہاہ گڑہے مین پڑتے ہین وہ
اپنے دلون مین فیصلہ کر لیتے ہین کہ ہمین آگ منظور ہے ہم اپنے محبوب کے لئے جلینگے
پہر وہ آگ مین اپنے تئین ڈال دیتے ہین پس کیا دیکہتے ہین کہ وہ بہشت ہی ہے جو خدا نے
فرمایا وَإِنْ مِّنكُمْ إِلَّا وَارِدُهَا كَانَ عَلَىٰ رَبِّكَ حَتْمًا مَّقْضِيًّا الخ یعنے اسے بُرو اور
اسے نیکو تم مین سے کوئی بہی نہین جو جہنم کی آگ پر گذر نہ کرے مگر وہ جو خدا کے لئے اُس آگ
مین پڑتے ہین وہ نجات دئے جائینگے لیکن وہ جو اپنے نفس امّارہ کیلئے آگ پر چلتا ہے وہ
آگ اُسے کہا جائیگی پس مبارک وہ جو خدا کے لئے اپنے نفس سے جنگ کرتے ہین اور بدبخت
وہ جو اپنے نفس کیلئے خدا سے جنگ کر رہے ہین اور اس سے موافقت نہین کرتے جو شخص اپنے نفس کے
لئے خدا کے حکم کو ٹالتا ہے وہ آسمان مین ہرگز داخل نہین ہوگا سو تم کوشش کرو جو ایک نقطہ یا ایک
شعشہ قرآن شریف کا بہی تم پر گواہی نہ دے تا تم اسی کے لئے پکڑے نجاؤ کیونکہ ایک ذرہ بدی کا
بہی قابل پاداش ہے وقت تہوڑا ہے اور کار عمر ناپیدا تیز قدم اُٹہاؤ جو شام نزدیک ہے جو کچہہ پیش
کرنا ہے وہ بار بار دیکہہ لو ایسا نہ ہو کہ کچہہ رہ جائے اور زیان کاری کا موجب ہو یا سب گندی اور
کہوٹی متاع ہو جو شاہی دربار مین پیش کرنے کے لائق نہ ہو۔

مینے سُنا ہے کہ بعض تم سے حدیث کو کلی نہین مانتے اگر وہ ایسا کرتے ہین تو سخت غلطی

کرتے ہین مینے یہ تعلیم نہین دی کہ ایسا کرو بلکہ میرا مذہب یہ ہے کہ تین چیزین ہین کہ جو تمہاری ہدایت کے لئے خدا نے تمہین دی ہین۔ سب سے اول قرآن ہے* جسمین خدا کی توحید اور جلال اور عظمت کا ذکر ہے اور جسمین اُن اختلافات کا فیصلہ کیا گیا ہے جو یہود اور نصاری مین تھے جیسا کہ یہ اختلاف اور غلطی کہ عیسےٰ بن مریم صلیب کے ذریعہ قتل کیا گیا اور وہ لعنتی ہوا اور دوسرے نبیون کیطرح اُسکا رفع نہین ہوا اسی طرح قرآن مین منع کیا گیا ہے کہ بجز خدا کے تم کسی چیز کی عبادت کرو نہ انسان کی نہ حیوان کی نہ سورج کی نہ چاند کی اور نہ کسی اور ستارہ کی اور نہ اسباب کی اور نہ اپنے نفس کی۔ سو تم ہوشیار رہو اور خدا کی تعلیم اور قرآن کی ہدایت کے برخلاف ایک قدم بھی نہ اُٹھاؤ مین تمہین سچ سچ کہتا ہون کہ جو شخص قرآن کے سات سو حکم مین سے ایک چھوٹے سے حکم کو بھی ٹالتا ہے وہ نجات کا دروازہ اپنے ہاتھ سے اپنے پر بند کرتا ہے حقیقی اور کامل نجات کی راہین قرآن نے کھولین اور باقی سب اُسکے ظل تھے سو تم قرآن کو تدبر سے پڑھو اور اس سے بہت ہی پیار کرو ایسا پیار کہ تمنے کسی سے نہ کیا ہو کیونکہ جیسا کہ خدا نے مجھے مخاطب کر کے فرمایا کہ الخیر کلہ فی القراٰن۔ کہ تمام قسم کی بھلائیان قرآن مین ہین یہی بات سچ ہے افسوس اُن لوگون پر جو کسی اور چیز کو اس پر مقدم رکھتے ہین تمہاری تمام فلاح اور نجات کا سرچشمہ قرآن مین ہے کوئی بھی تمہاری ایسی دینی ضرورت نہین جو قرآن مین نہین پائی جاتی تمہارے ایمان کا مُصدّق یا مکذب قیامت کے دن قرآن ہے اور بجز قرآن کے آسمان کے نیچے اور کوئی کتاب نہین جو بلاواسطہ قرآن تمہین ہدایت دے سکے۔ خدا نے تم پر بہت احسان کیا ہے جو قرآن جیسی کتاب تمہین عنایت کی۔ مین تمہین سچ سچ کہتا ہون کہ وہ کتاب جو تم پر پڑھی گئی اگر عیسائیون پر پڑھی جاتی تو وہ ہلاک نہ ہوتے اور یہ نعمت اور ہدایت جو تمہین دیگئی اگر بجائے توریت کے یہودیون کو دی جاتی تو بعض فرقے ان کے قیامت سے منکر نہ ہوتے پس اس نعمت کی قدر کرو جو تمہین دیگئی۔ یہ نہایت پیاری نعمت ہے یہ بڑی دولت ہے اگر قرآن نہ آتا تو تمام دنیا ایک گندے مضغہ کی طرح تھی قرآن وہ کتاب ہے جس کے مقابل پر تمام ہدایتین ہیچ ہین۔ انجیل کے لانیوالا وہ روح القدس تھا جو کبوتر کی شکل پر ظاہر ہوا جو

* دوسرا ذریعہ ہدایت کا سُنت ہے یعنی وہ پاک نمونے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے فعل اور عمل سے دکھلائے مثلاً نماز پڑھ کے دکھلائی کہ یون نماز چاہیے اور روزہ رکھ کر دکھلایا کہ یون روزہ چاہیے اسکا نام سُنت ہے یعنی روش نبوی جو خدا کے قول کو فعل کے رنگ مین دکھلاتے رہے سُنت اسی کا نام ہے۔ تیسرا ذریعہ ہدایت کا حدیث ہے جو آپکے بعد آپکے اقوال جمع کئے گئے اور حدیث کا رُتبہ قرآن اور سُنت سے کمتر ہے کیونکہ اکثر حدیثین ظنی ہین لیکن اگر ساتھ سُنت ہو تو وہ اُسکو یقینی کر دیگی۔ منہ

ایک ضعیف اور کمزور جانور ہے جسکو بلی بھی پکڑ سکتی ہے اسی لیئے عیسائی دن بدن کمزوری کے گڑھے مین پڑتے گئے اور روحانیت انمین باقی نہ رہی۔ کیونکہ تمام ان کے ایمان کا مدار کبوتر پر تھا مگر قرآن کا روح القدس اس عظیم الشان شکل مین ظاہر ہوا تھا جس نے زمین سے لیکر آسمان تک اپنے وجود سے تمام ارض و سما کو بھر دیا تھا۔ پس کجا وہ کبوتر اور کجا یہ تجلی عظیم جس کا قرآن شریف میں بھی ذکر ہے قرآن ایک ہفتہ مین انسان کو پاک کر سکتا ہے اگر صوری یا معنوی اعراض نہ ہو قرآن تمکو نبیون کیطرح کر سکتا ہے اگر تم خود اس سے نہ بھاگو۔ بجز قرآن کس کتاب نے اپنی ابتدا مین ہی اپنے پڑہنے والون کو یہ دعا سکھلائی اور یہ امید دی کہ اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيمَ صِرَاطَ الَّذِينَ أَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ یعنے ہمین اپنی اُن نعمتون کی راہ دکھلا جو پہلون کو دکھلائی گئی۔ جو نبی اور رسول اور صدیق اور شہید اور صالح تھے پس اپنی ہمتین بلند کرلو اور قران کی دعوت کو رد مت کرو کہ وہ تمہین وہ نعمتین دینا چاہتا ہے جو پہلون کو دی تہین۔ کیا اوس نے بنی اسرائیل کا ملک اور بنی اسرائیل کا بیت مقدس تمہین عطا نہین کیا جو آجتک تمہاری قبضہ مین ہے پس اے سست اعتقادو اور کمزور ہمتو کیا تمہین یہ خیال ہے کہ تمہارے خدا نے جسمانی طور پر تو بنی اسرائیل کے تمام املاک کا تمہین قایم مقام کر دیا۔ مگر روحانی طور پر تمہین قائم مقام نہ کر سکا بلکہ خدا کا تمہاری نسبت اِن سے زیادہ فیض رسانی کا ارادہ ہے خدا نے اُنکے روحانی جسمانی متاع و مال کا تمہین وارث بنایا مگر تمہارا وارث کوئی دوسرا نہ ہوگا جبتک کہ قیامت آجاوے خدا انہین نعمت وحی اور الہام اور مکالمات اور مخاطبات الہیہ سے ہرگز محروم نہین رکھے گا وہ تم پر وہ سب نعمتین پوری کرے گا جو پہلون کو دی گئیں لیکن جو شخص گستاخی کی راہ سے خدا پر جھوٹھ باندہے گا اور کہیگا کہ خدا کی وحی میری پر نازل ہوئی حالانکہ نہین نازل ہوئی اور یا کہے گا کہ مجھے شرف مکالمات اور مخاطبات الہیہ کا نصیب ہوا حالانکہ نہین نصیب ہوا تو مین خدا اور اُسکے ملایکہ کو گواہ رکھ کر کہتا ہون کہ وہ ہلاک کیا جائیگا کیونکہ اوس نے اپنے خالق پر جھوٹ باندہا اور فریب کیا اور سخت بیباکی اور شوخی ظاہر کی سو تم اِس مقام مین ڈرو لعنت ہے ان لوگون پر جو جھوٹی

خوابین بناتے ہین اور جھوٹے مکالمات اور مخاطبات کا دعوی کرتے ہین گویا وہ دل ہین
خیال کرتے ہین کہ خدا نہین پر خدا کا عقاب انکو سخت پکڑے گا اور اُن کا بُرا دن اُن سے
ٹل نہین سکتا سو تُم صدق اور راستی اور تقوی اور محبت ذاتیہ الہیہ مین ترقی کرو اور اپنا کام یہی
سمجھو جبتک زندگی ہے پہر خدا تم مین سے جسکی نسبت چاہیگا اسکو اپنے مکالمہ مخاطبہ سے
بہی مشرف کریگا تمہین ایسی تمنا بہی نہین چاہیئے تا نفسانی تمنا کی وجہ سے سلسلہ شیطانیہ
شروع نہ ہو جائے جس سے کئی لوگ ہلاک ہو جاتے ہین پس تم خدمت اور عبادت مین لگی
رہو تمہارے تمام کوشش اسی مین مصروف ہونی چاہیئے کہ تم خدا کے تمام احکام کے پابند
ہو جاؤ اور یقین مین ترقی چاہو نجات کے لئے نہ الہام نمائی کیلئے قرآن شریف نے تمہارے
لئے بہت پاک احکام لکہے ہین جنمین سے ایک یہ ہے کہ تم شرک سے بکلی پرہیز کرو کہ مشرک
سرچشمہ نجات سے بے نصیب ہے۔ تم جہوٹ نہ بولو کہ جہوٹ بہی ایک حصہ شرک ہے۔ قرآن
تمہین انجیل کیطرح یہ نہین کہتا کہ صرف بدنظری اور شہوت کے خیال سے نامحرم عورتون کو مت
دیکہو اور بجز اسکے دیکہنا حلال۔ بلکہ وہ کہتا ہے کہ ہرگز نہ دیکہہ نہ بدنظری سے اور نہ نیک نظری
سے کہ یہ سب تمہارے لئے ٹہوکر کی جگہ ہے بلکہ چاہیئے کہ نامحرم کے مقابلہ کیوقت تیری آنکھ
خوابیدہ رہے تجہے اسکی صورت کی کچہہ بہی خبر نہ ہو مگر اُسی قدر جیسا کہ ایک دُہندلی نظر
سے ابتداء نزول الماء مین انسان دیکہتا ہے۔ قرآن تمہین انجیل کیطرح یہ نہین کہتا کہ اتنی
شراب مت پیو کہ مست ہو جاؤ بلکہ وہ کہتا ہے کہ ہرگز نہ پی ورنہ تجہے خدا کی راہ نہین
ملیگی اور خدا تجہہ سے ہمکلام نہین ہوگا اور نہ پلیدیون سے پاک کریگا اور وہ کہتا ہے کہ یہ
شیطان کی ایجاد ہے تم اس سے بچو۔ قرآن تمہین انجیل کیطرح فقط یہ نہین کہتا کہ اپنے
بہائی پر بے سبب غصہ مت ہو بلکہ وہ کہتا ہے کہ نہ صرف اپنے ہی غصہ کو تہام بلکہ **تواصوا بالمرحمہ**
پر عمل بہی کراؤ دوسرون کو بہی کہتا رہ کہ ایسا کرین اور نہ صرف خود رحم کر بلکہ رحم کیلئے اپنے تمام بہائیون
کو وصیت بہی کر۔ اور قرآن تمہین انجیل کیطرح یہ نہین کہتا کہ بجز زناہ کے اپنی بیوی کی ہر ایک
ناپاکی پر صبر کرو اور طلاق مت دو بلکہ وہ کہتا ہے **الطیبات للطیبین** قرآن کا یہ منشا ہے کہ

ناپاک پاک کے ساتھ رہ نہیں سکتا۔ پس اگر تیری بیوی زنا تو نہیں کرتی مگر شہوت کی نظر سے غیر لوگوں کو دیکھتی ہے اور ان سے بغلگیر ہوتی ہے اور زنا کے مقدمات اُس سے صادر ہوتے ہیں گو ابھی تکمیل نہیں ہوئی اور غیر کو اپنی برہنگی دکھلا دیتی ہے اور مشرکہ اور بدعقیدہ ہے اور جس پاک خدا پر تو ایمان رکھتا ہے اُس سے وہ بیزار ہے تو اگر وہ باز نہ آوے تو تو اُسے طلاق دے سکتا ہے کیونکہ وہ اپنے اعمال میں تجھ سے علیحدہ ہو گئی۔ اب تیری جسم کا ٹکڑہ نہیں رہی۔ پس تیرے لئے اب جائز نہیں ہے کہ تو دیوثی سے اسکے ساتھ بسر کرے کیونکہ اب وہ تیرے جسم کا ٹکڑہ نہیں ایک گندہ اور متعفن عضو ہے جو کاٹنے کے لائق ہے ایسا نہ ہو کہ وہ باقی عضو کو بھی گندہ کرے اور تو مر جاوے۔ اور قرآن تمہیں انجیل کیطرح یہ نہیں کہتا کہ ہرگز قسم نہ کھا بلکہ بیہودہ قسموں سے تمہیں روکتا ہے کیونکہ بعض صورتوں میں قسم فیصلہ کے لئے ایک ذریعہ ہے اور خدا کسی ذریعہ ثبوت کو ضائع کرنا نہیں چاہتا کیونکہ اِس سے اُسکی حکمت تلف ہوتی ہے یہ طبعی امر ہے کہ جب کوئی انسان ایک تنازعہ فیہ امر میں گواہی نہ دے تب فیصلہ کے لئے خدائی گواہی کی ضرورت ہے اور قسم خدا کو گواہ ٹھہرانا ہے۔ اور قرآن تمہیں انجیل کیطرح یہ نہیں کہتا کہ ہر ایک جگہ ظالم کا مقابلہ نہ کرنا بلکہ وہ کہتا ہے جزاء سیئۃ سیئۃ مثلہا فمن عفا واصلح فاجرہ علی اللہ یعنی بدی کا بدلہ اُسیقدر بدی ہے جو کی گئی لیکن جو شخص عفو کرے اور گناہ بخش دے اور اس عفو سے کوئی اصلاح پیدا ہوتی ہو نہ کوئی خرابی تو خدا اس سے راضی ہے اور اُسے اُس کا بدلہ دیگا۔ پس قرآن کے رو سے نہ ہر ایک جگہ انتقام محمود ہے اور نہ ہر ایک جگہ عفو قابل تعریف ہے بلکہ محل شناسی کرنی چاہیئے اور چاہیئے کہ انتقام اور عفو کی سیرت بپابندی محل و مصلحت ہو نہ بیقیدی کے رنگ میں یہی قرآن کا مطلب ہے۔ اور قرآن انجیل کیطرح یہ نہیں کہتا کہ اپنے دشمنوں سے پیار کرو بلکہ وہ کہتا ہے کہ چاہیے کہ نفسانی رنگ میں تیرا کوئی بھی دشمن نہ ہو اور تیری ہمدردی ہر ایک کیلئے عام ہو مگر جو تیرے خدا کا دشمن تیرے رسول کا دشمن اور کتاب اللہ کا دشمن ہے وہی تیرا دشمن ہوگا سو تو ایسوں کو بھی دعوت اور دعا سے محروم نہ رکھ اور چاہیئے کہ تو اُنکی اعمال سے دشمنی رکھے نہ انکی ذات سے اور کوشش کرے کہ وہ درست ہو جائیں اور اس بارہ میں

فرماتا ہے۔ اِنَّ اللّٰهَ يَأْمُرُ بِالْعَدْلِ وَالْإِحْسَانِ وَإِيتَاءِ ذِي الْقُرْبٰى یعنے خدا تم سے کیا چاہتا ہے بس یہی تم تمام نوع انسان سے عدل کے ساتھہ پیش آیا کرو پھر اس سے بڑھکر یہ ہے کہ ان سے بھی نیکی کرو جنہوں نے تم سے کوئی نیکی نہین کی۔ پھر اس سے بڑھکر یہ ہے کہ تم مخلوق خدا سے ایسی ہمدردی کے ساتھہ پیش آؤ کہ گویا تم انکے حقیقی رشتہ دار ہو جیسا کہ مائین اپنے بچون سے پیش آتی ہین کیونکہ احسان مین ایک خودنمائی کا مادہ بھی مخفی ہوتا ہے اور احسان کرنیوالا کبھی اپنے احسان کو جتلا بھی دیتا ہے لیکن وہ جو مان کی طرح طبعی جوش سے نیکی کرتا ہے وہ کبھی خودنمائی نہین کرسکتا۔ پس آخری درجہ نیکیون کا طبعی جوش ہے جو مان کیطرح ہو اور یہ آیت نہ صرف مخلوق کے متعلق ہے بلکہ خدا کے متعلق بھی ہے خدا سے عدل یہ ہے کہ اسکی نعمتونکو یاد کرکے اسکی فرمان برداری کرنا اور خدا سے احسان یہ ہے کہ اسکی ذات پر ایسا یقین کر لینا کہ گویا اسکو دیکھہ رہا ہے اور خدا سے ایتاء ذی القربے یہ ہے کہ تم اسکی عبادت نہ تو بہشت کے طمع سے ہو اور نہ دوزخ کے خوف سے۔ بلکہ اگر فرض کیا جائے کہ نہ بہشت ہے اور نہ دوزخ ہے تب بھی جوش محبت اور اطاعت مین فرق نہ آوے۔ اور انجیل مین لکھا گیا ہے کہ جو لوگ تمپر لعنت کرین اُن کے لئے برکت چاہو مگر قرآن کہتا ہے کہ تم اپنی خودی سے کچھہ بھی نہ کرو۔ تم اپنے دل سے جو خدا کی تجلیات کا گھر ہے فتوے پوچھو کہ ایسے شخص کے ساتھہ کیا معاملہ چاہئے پس اگر خدا تمہارے دل مین ڈالے کہ یہ لعنت کرنیوالا قابل رحم ہے اور آسمان مین اسپر لعنت نہین تو تم بھی لعنت نہ کرو تا خدا کے مخالف نہ ٹھہرو۔ لیکن اگر تمہارا کانشنس اسکو معذور نہین ٹھہراتا اور تمہارے دل مین ڈالا گیا ہے کہ آسمان پر اس شخص پر لعنت ہے تو تم اس کے لئے برکت نہ چاہو جیسا کہ شیطان کے لئے کسی نبی نے برکت نہین چاہی اور کسی نبی نے اسکو لعنت سے آزاد نہین کیا۔ مگر کسی کی نسبت لعنت مین جلدی نہ کرو کہ بہتیری بدظنیان جھوٹہیان ہین اور بہتیری لعنتین اپنے ہی پر پڑتی ہین سنبھل کر قدم رکھو اور خوب پڑتال کرکے کوئی کام کرو اور خدا سے مدد مانگو کیونکہ تم اندھے ہو ایسا نہ ہو کہ عادل کو ظالم ٹھہراؤ۔ اور صادق کو کاذب خیال کرو۔ اس طرح تم اپنے خدا کو ناراض کردو اور تمہارے سب نیک اعمال حبط ہو جاوین ۔

ایسا ہی انجیل مین کہا گیا ہے کہ تم اپنے نیک کامون کو لوگون کے سامنے دکہلانے کیلئے نہ کرو مگر قرآن کہتا ہے کہ تم ایسا مت کرو کہ اپنے سارے کام لوگون سے چہپاؤ بلکہ تم حسب مصلحت بعض اپنے نیک اعمال پوشیدہ طور پر بجالاؤ جبکہ تم دیکہو کہ پوشیدہ کرنا تمہاری نفس کے لئے بہتر ہے اور بعض اعمال دکہلا کر بہی کرو جبکہ تم دیکہو کہ دکہلانے مین عام لوگون کی بہلائی ہے تا تمہین دو بدلے ملین اور تا کمزور لوگ کہ جو ایک نیکی کے کام پر جرأت نہین کر سکتے وہ بہی تمہاری پیروی سے اُس نیک کام کو کرلین۔ غرض خدا نے جو اپنے کلام مین فرمایا۔ سرًّا و علانیۃ یعنے پوشیدہ بہی خیرات کرو اور دکہلا دکہلا کر بہی ان احکام کی حکمت اوس نے خود فرمادی ہے جسکا مطلب یہ ہے کہ نہ صرف قول سے لوگون کو سمجہاؤ بلکہ فعل سے بہی تحریک کرو کیونکہ ہر ایک جگہ قول اثر نہین کرتا بلکہ اکثر جگہ نمونہ کا بہت اثر ہوتا ہے۔

ایسا ہی انجیل مین ہے کہ جب تو دعا مانگے تو اپنی کوٹہری مین جا۔ مگر قرآن سکہاتا ہی کہ اپنی دعا کو ہر یک موقعہ پر پوشیدہ مت کرو بلکہ تم لوگون کے روبرو اور اپنے بہائیون کے مجمع کے سامنے بہی کہلی کہلی طور پر دعا کیا کرو تا اگر کوئی دعا منظور ہو تو اس مجمع کیلئے ایمان کی ترقی کا موجب ہو اور تا دوسرے لوگ بہی دعا مین رغبت کرین۔

ایسا ہی انجیل مین ہے کہ تم اس طرح دعا کرو کہ اے ہمارے باپ کہ جو آسمان پر ہے تیرے نام کی تقدیس ہو۔ تیری بادشاہت آوے تیری مرضی جیسی آسمان پر ہے زمین پر آوے ہماری روزانہ روٹی آج ہمین بخش۔ اور جس طرح ہم اپنے قرضدارون کو بخشتے ہین تو اپنے قرض کو ہمین بخشدے اور ہمین آزمایش مین نہ ڈال بلکہ برائی سے بچا کیونکہ بادشاہت اور قدرت اور جلال ہمیشہ تیرے ہی ہین۔ مگر قرآن کہتا ہے کہ یہ نہین کہ زمین تقدیس سے خالی ہے بلکہ زمین پر بہی خدا کی تقدیس ہو رہی ہے نہ صرف آسمان پر جیسا کہ وہ فرماتا ہے وان من شیءٍ الا یسبح بحمدہ۔ یسبح للہ ما فی السموات وما فی الارض یعنی ذرہ ذرہ زمین کا اور آسمان کا خدا کی تحمید اور تقدیس کر رہا ہے اور جو کچہ انمین ہے وہ تحمید اور تقدیس مین مشغول ہے پہاڑ اوسکی ذکر مین مشغول ہین دریا اوسکے ذکر مین مشغول ہین درخت اُسکے ذکر مین مشغول ہین اور بہت سے راستباز

اسکے ذکر مین مشغول ہین اور جو شخص دل اور زبان کے ساتھہ اسکے ذکر مین مشغول نہین اور خدا کے آگے فروتنی نہین کرتا اس سے طرح طرح کے شکنجون اور عذابون سے قضا و قدر الہی فروتنی کرا رہی ہے اور جو کچھہ فرشتون کے بارے مین خدا کی کتاب مین لکھا ہے کہ وہ نہایت درجہ اطاعت کر رہے ہین یہی تعریف زمین کے پات پات اور ذرہ ذرہ کی نسبت قرآن شریف مین موجود ہے کہ ہر ایک چیز اوسکی اطاعت کر رہی ہے ایک پتہ بھی بجز اسکے امر کے گر نہین سکتا اور بجز اس کے حکم کے نہ کوئی دوا شفا دے سکتی ہے اور نہ کوئی غذا موافق ہو سکتی ہے اور ہر ایک چیز غایت درجہ کی تذلل اور عبودیت سے خدا کے آستانہ پر گری ہوئی ہے اور اُسکی فرمانبرداری مین مستغرق ہے پہاڑون اور زمین کا ذرہ ذرہ اور دریاؤن اور سمندرون کا قطرہ قطرہ اور درختون اور بوٹیون کا پات پات اور ہر ایک جزُ ان کا اور انسان اور حیوانات کے کل ذرات خدا کو پہچانتے ہین اور اسکی اطاعت کرتے ہین اور اسکی تحمید و تقدیس مین مشغول ہین اسیواسطے اللہ تعالی نے فرمایا یسبح للہ ما فی السموت وما فی الارض یعنے جیسے آسمان پر ہر ایک چیز خدا کی تسبیح و تقدیس کر رہی ہے ویسے زمین پر بھی ہر ایک چیز اُسکی تسبیح و تقدیس کرتی ہے۔ پس کیا زمین پر خدا کی تحمید و تقدیس نہین ہوتی ایسا کلمہ ایک کامل عارف کے مونہہ سے نہین نکل سکتا بلکہ زمین کی چیزون مین سے کوئی چیز تو شریعت کے احکام کی اطاعت کر رہی ہے اور کوئی چیز قضا و قدر کے احکام کے تابع ہے اور کوئی دونون کی اطاعت مین کمربستہ ہے کیا بادل کیا ہوا کیا آگ کیا زمین سب خدا کی اطاعت اور تقدیس مین محو ہین اگر کوئی انسان الٰہی شریعت کے احکام کا سرکش ہے تو الٰہی قضا و قدر کے حکم کا تابع ہے۔ ان دونون حکومتون سے باہر کوئی نہین کسی نہ کسی آسمانی حکومت کا جُوا ہر ایک کی گردن پر ہے۔ ہان البتہ انسانی دلون کی صلاح اور فساد کے لحاظ سے غفلت اور ذکر الٰہی نوبت بہ نوبت زمین پر اپنا غلبہ کرتے ہین مگر بغیر خدا کی حکمت اور مصلحت کے یہ مدّ و جزر خود بخود نہین خدا نے چاہا کہ زمین مین ایسا ہو سو ہو گیا سو ہدایت اور ضلالت کا دور بھی دن رات کے دور کی طرح خدا کے قانون اور اذن کے موافق چل رہا ہے نہ خود بخود باوجود اسکے ہر ایک چیز اسکی آواز سنتی ہے اور اسکی پاکی یاد کرتی ہے مگر انجیل کہتی ہے کہ زمین خدا کی تقدیس سے خالی

ہے؟ اسکا سبب اس انجیلی دعا کے اگلے فقرہ مین بطور اشارہ بیان کیا گیا ہے اور وہ یہ کہ ابھی اوسمین خدا کی بادشاہت نہین آئی اسلئے حکومت نہ ہونیکی وجہ سے نہ کسی اور وجہ سے خدا کی مرضی ایسے طور سے زمین پر نافذ نہین ہوسکی جیسا کہ آسمان پر نافذ ہے مگر قرآن کی تعلیم سراسر اسکے برخلاف ہے وہ تو صاف لفظون مین کہتا ہے کہ کوئی چور خونی۔ زانی۔ کافر فاسق۔ سرکش۔ جرایم پیشہ کسی قسم کی بدی زمین پر نہین کرسکتا جبتک کہ آسمان پر سے اُسکو اختیار نہ دیا جائے پس کیونکر کہا جائے کہ آسمانی بادشاہت زمین پر نہین کیا کوئی مخالف قبضہ زمین پر خدا کے احکام کے جاری ہونے سے مزاحم ہے سبحان اللہ ایسا ہرگز نہین بلکہ خدا نے خود آسمان پر فرشتون کے لئے جدا قانون بنایا اور زمین پر انسانون کے لئے جدا اور خدا نے اپنی آسمانی بادشاہت مین فرشتون کو کوئی اختیار نہین دیا بلکہ اون کی فطرت مین ہی اطاعت کا مادہ رکھدیا ہے وہ مخالفت کر ہی نہین سکتے اور سہو و نسیان اُنپر وارد نہین ہوسکتا لیکن انسانی فطرت کو قبول عدم قبول کا اختیار دیا گیا ہے اور چونکہ یہ اختیار اوپر سے دیا گیا ہے اسلئے نہین کہہ سکتے کہ فاسق انسان کے وجود سے خدا کی بادشاہت زمین سے جاتی رہی بلکہ ہر رنگ مین خدا کی ہی بادشاہت ہے ہان صرف قانون دو ہین۔ ایک آسمانی فرشتون کے لئے قضاء قدر کا قانون ہے کہ وہ بدی کر ہی نہین سکتے اور ایک زمین پر انسانون کیلئے خدا کے قضاؤ قدر کے متعلق ہے اور وہ یہ کہ آسمان سے ان کو بدی کرنیکا اختیار دیا گیا ہے مگر جب خدا سے طاقت طلب کرین یعنی استغفار کرین تو روح القدس کی تائید سے اُنکی کمزوری دور ہوسکتی ہے اور وہ گناہ کے ارتکاب سے بچ سکتے ہین جیسا کہ خدا کے نبی اور رسول بچتے ہین اور اگر ایسے لوگ ہین کہ گنہگار ہو چکے ہین تو استغفار اُن کو یہ فائدہ پہنچاتا ہے کہ گناہ کے نتایج سے یعنی عذاب سے بچائے جاتے ہین کیونکہ نور کے آنے سے ظلمت باقی نہین رہ سکتی۔ اور جرائم پیشہ جو استغفار نہین کرتے یعنی خدا سے طاقت نہین مانگتے وہ اپنے جرائم کی سزا پاتے رہتے ہین۔ دیکھو آجکل طاعون بھی بطور سزا کے زمین پر اُتری ہے اور خدا کے سرکش اوس سے ہلاک ہوتے

جاتے ہین پہر کیونکر کہا جاے کہ خدا کی بادشاہت زمین پر نہین یہ خیال مت کرو کہ اگر زمین پر خدا کی بادشاہت ہے تو پہر لوگون سے جرائم کیون ظہور مین آتے ہین کیونکہ جرائم بہی خدا کے قانون قضاء و قدر کے نیچے ہین سو اگرچہ وہ لوگ قانون شریعت سے باہر ہو جاتے ہین مگر قانون تکوین یعنے قضاء و قدر سے وہ باہر نہین ہو سکتے پس کیونکر کہا جاے کہ جرائم پیشہ لوگ آلہی سلطنت کا جوا اپنے گردن پر نہین رکہتے دیکہو اس ملک برٹش انڈیا مین چوریان بہی ہوتی ہین خون بہی ہوتے ہین زناکار اور رخائن اور مرتشی وغیرہ ہر یک قسم کے جرائم پیشہ بہی پائے جاتے ہین مگر نہین کہہ سکتے کہ اس ملک مین سرکار انگریزی کا راج نہین۔ کیونکہ راج تو ہے مگر گورنمنٹ نے عمداً ایسے سخت قانون کو مناسب نہین سمجہا جسکی وہشت سے لوگون پر زندگی مشکل ہو جاے ورنہ اگر گورنمنٹ تمام جرائم پیشہ کو ایک تکلیف دہ زندان مین رکہہ کر اونکو جرائم سے روکنا چاہے تو بہت آسانی سے وہ رک سکتے ہین یا اگر قانون مین سخت سزائین رکہی جائین تو ان جرائم کا انسداد ہو سکتا ہے پس تم سمجہہ سکتے ہو کہ جس قدر اس ملک مین شراب پی جاتی ہے فاحشہ عورتین بڑہتی جاتی ہین چوری اور خون کی واردتین ہوتی ہین یہ اسلئے نہین کہ گورنمنٹ انگریزی کا یہان راج نہین بلکہ گورنمنٹ کے قانون کی نرمی نے جرائم مین کثرت پیدا کر دی ہے نہ یہ کہ گورنمنٹ انگریزی اس جگہ سے اُٹہہ گئی ہے بلکہ سلطنت کا اختیار ہے کہ قانون کو سخت کر کے اور سنگین سزائین مقرر کر کے ارتکاب جرائم سے روک دے جبکہ انسانی سلطنت کا یہ حال ہے کہ جو الٰہی سلطنت کے مقابل پر کچہہ بہی چیز نہین تو الٰہی سلطنت کس قدر اقتدار اور اختیار رکہتی ہے اگر خدا کا قانون ایسا سخت ہو جاے اور ہر یک زنا کرنیوالے پر بجلی پڑے اور ہر یک چور کو یہ بیماری پیدا ہو کہ ہاتہہ گل سڑ کر گر جائین اور ہر یک سرکش خدا کا منکر اسکے دین کا منکر طاعون سے مرے تو ایک ہفتہ گذرنے سے پہلے ہی تمام دنیا راستبازی اور نیک بختی کی چادر پہن سکتی ہے۔ پس خدا کی زمین پر بادشاہت تو ہے لیکن آسمانی قانون کی نرمی نے اس قدر آزادی دے رکہی ہے کہ جرائم پیشہ جلدی نہین پکڑے جاتے ہان سزائین

بھی ملتی رہتی ہین - زلزلے آتے ہین بجلیان پڑتی ہین - کوہ آتش فشان آتشبازی کی
طرح مشتعل ہوکر ہزارون جانون کا نقصان کرتے جاتے ہین جہاز غرق ہوتے ہین ریل گاڑیون
کے ذریعہ سے صدہا جانین تلف ہوتی ہین - طوفان آتے ہین مکانات گرتے ہین سانپ
کاٹتے ہین درندے پھاڑتے ہین وبائین پڑتی ہین اور فنا کرنے کا نہ ایک دروازہ بلکہ ہزارہا
دروازے کھلے ہین جو مجرمین کی پاداش کیلئے خدا کے قانون قدرت نے مقرر کر رکھے ہین
پھر کیونکر کہا جائے کہ خدا کی زمین پر **بادشاہت نہین** سچ یہی ہے کہ بادشاہت تو ہے
ہر ایک مجرم کے ہاتھ مین ہتکڑیان پڑی ہین اور پاؤن مین زنجیر ہین مگر حکمت الہی نے اس قدر
اپنے قانون کو نرم کردیا ہے کہ وہ ہتکڑیان اور وہ زنجیرین فی الفور اپنا اثر نہین دکھاتی ہین
اور آخر اگر انسان باز نہ آوے تو دائمی جہنم تک پہنچاتی ہین اور اُس عذاب مین ڈالتی ہین
جس سے ایک مجرم نہ زندہ رہے اور نہ مرے - غرض قانون **دو** ہین **ایک** وہ قانون
جو فرشتون کے متعلق ہے یعنی یہ کہ وہ محض اطاعت کیلئے پیدا کئے گئے ہین اور انکی اطاعت
محض فطرت روشن کا ایک خاصہ ہے وہ گناہ نہین کر سکتے مگر نیکی مین ترقی بھی نہین کر سکتے (۲)
دوسرا قانون وہ ہے جو انسانون کے متعلق ہے یعنی یہ کہ انسانون کی فطرت مین یہ رکھا
گیا ہے کہ وہ گنہ کر سکتے ہین مگر نیکی مین ترقی بھی کر سکتے ہین یہ دونون فطرتی قانون غیر
متبدل ہین اور جیسا کہ فرشتہ انسان نہین بن سکتا ہے ایسا ہی انسان بھی فرشتہ نہین ہو سکتا ہے یہ
دونون قانون بدل نہین سکتے ازلی اور اٹل ہین اسلئے آسمان کا قانون زمین پر نہین
آسکتا اور نہ زمین کا قانون فرشتون کے متعلق ہو سکتا ہے - انسانی خطاکاریان اگر توبہ
کے ساتھ ختم ہون تو وہ انسان کو فرشتون سے بہت اچھا بنا سکتی ہین کیونکہ فرشتون مین ترقی
کا مادہ نہین انسان کے گنہ توبہ سے بخشے جاتے ہین اور حکمت الہی نے بعض افراد مین سلسلہ
خطاکاریون کا باقی رکھا ہے تا وہ گناہ کر کے اپنی کمزوری پر اطلاع پاوین اور پھر توبہ کرکے بخشے
جاوین یہی قانون ہے جو انسان کے لئے مقرر کیا گیا ہے اور اسی کو انسانون کی فطرت
چاہتی ہے سہو و نسیان انسانی فطرت کا خاصہ ہے فرشتہ کا خاصہ نہین پس وہ قانون جو فرشتون کے

متعلق ہے انسانون مین کیونکر نافذ ہو سکے - یہ خطا کی بات ہے کہ خدا تعالیٰ کی طرف کمزوری
منسوب کی جاوے صرف قانون کے تابع ہین جو زمین پر جاری ہو رہے ہین نعوذ باللہ
کیا خدا ایسا کمزور ہے جسکی بادشاہت اور قدرت اور جلال صرف آسمان تک ہی محدود ہے
یا زمین کا کوئی اور خدا ہے جو زمین پر مخالفانہ قبضہ رکھتا ہے اور عیسائیون کو اس بات پر زور دینا اچھا
نہین کہ **صرف آسمان** مین ہی خدا کی بادشاہت ہے جو ابھی زمین پر نہین آئی کیونکہ وہ اس
بات کے قائل ہین کہ آسمان کچھہ چیز نہین اب ظاہر ہے کہ جبکہ آسمان کچھہ چیز نہین جس پر خدا کی
بادشاہت ہو اور زمین پر ابھی خدا کی بادشاہت آئی نہین تو گویا خدا کی بادشاہت کسی جگہ بھی
نہین - ماسوا اسکے ہم خدا کی زمینی بادشاہت کو بچشم خود دیکہہ رہے ہین اُسکے قانون کے
موافق ہماری عمرین ختم ہو جاتی ہین اور ہماری حالتین بدلتی رہتی ہین اور صدہا رنگ کے راحت
اور رنج ہم دیکھتے ہین ہزارہا لوگ خدا کے حکم سے مرتے ہین اور ہزارہا پیدا ہوتے ہین دعائین
قبول ہوتی ہین نشان ظاہر ہوتے ہین زمین ہزارہا قسم کے نباتات اور پھل اور پہول اسکے حکم
سے پیدا کرتی ہے تو کیا یہ سب کچھہ خدا کی بادشاہت کے بغیر ہو رہا ہے بلکہ آسمانی اجرام تو ایک
ہی صورت اور منوال پر چلے آتے ہین اور اُن مین تغیر تبدیل جس سے ایک مغیر مبدل کا پتہ
ملتا ہو کچھہ محسوس نہین ہوتی مگر زمین ہزارہا تغیرات اور انقلابات اور تبدلات کا نشانہ ہو رہی ہے
ہر روز کروڑہا انسان دُنیا سے گذرتے ہین اور کروڑہا پیدا ہوتے ہین اور ہر ایک پہلو اور ہر ایک
طور سے ایک مقتدر صانع کا تصرف محسوس ہو رہا ہے تو کیا ابھی تک خدا کی بادشاہت زمین
پر نہین اور انجیل نے اسپر کوئی دلیل پیش نہین کی کہ کیون ابھی تک خدا کی بادشاہت زمین پر
نہین آئی - البتہ مسیح کا باغ مین اپنے بچ جانیکے لئے ساری رات دعا کرنا اور دعا قبول بھی
ہو جانا جیسا کہ عبرانیان ۵ - آیت ۷ مین لکھا ہے مگر پھر بھی خدا کا اُسکے چھڑانے پر قادر نہ ہونا
یہ بزعم عیسائیان ایک دلیل ہو سکتی ہے کہ اُس زمانہ مین خدا کی بادشاہت زمین پر نہین تھی
مگر ہمنے اس سے بڑھکر ابتلاء دیکھے ہین اور اُن سے **نجات پائی** ہے ہم کیونکر خدا کی بادشاہت
کا انکار کر سکتے ہین کیا وہ خون کا مقدمہ جو میرے قتل کرنیکے لئے مارٹن کلارک کیطرف

سے عدالت کپتان ڈگلس مین پیش ہوا تہا وہ اوس مقدمہ سے کچہہ خفیف تہا جو محض مذہبی اختلاف کی وجہ سے نہ کسی خون کے اتہام سے یہودیون کی طرف سے عدالت پیلاطوس مین دائر کیا گیا تہا مگر چونکہ خدا زمین کا بہی بادشاہ ہے جیسا کہ آسمان کا اسلیئے اُس نے اس مقدمہ کی پہلے سے مجہے خبر دیدی کہ یہہ ابتلا آنیوالا ہے اور پہر خبر دیدی کہ مین تمکو بری کرونگا اور وہ خبر صدہا انسانون کو قبل از وقت سُنائی گئی اور آخر مجہے بری کیا گیا پس یہ خدا کی بادشاہت تہی جس نے اس مقدمہ سے مجہے بچا لیا جو مسلمانون اور ہندوؤن اور عیسائیون کے اتفاق سے مجہہ پر کہڑا کیا گیا تہا ایسا ہی نہ ایک دفعہ بلکہ بیسیون دفعہ مینے خدا کی بادشاہت کو زمین پر دیکہا اور مجہے خدا کی اس آیت پر ایمان لانا پڑا کہ لہٗ ملک السموات والارض یعنی زمین پر بہی خدا کی بادشاہت ہے اور آسمان پر بہی۔ اور پہر اس آیت پر ایمان لانا پڑا کہ انّما امرہ اذا اراد شیئًا ان یقول لہ کن فیکون یعنی تمام زمین و آسمان اُسکی اطاعت کر رہی ہے جب ایک کام کو چاہتا ہے تو کہتا ہے کہ ہوجا تو فی الفور وہ کام ہو جاتا ہے اور پہر فرماتا ہے واللہ غالب علی امرہ ولکن اکثر الناس لا یعلمون یعنے خدا اپنے ارادہ پر غالب ہے مگر اکثر لوگ خدا کے قہر اور جبروت سے بیخبر ہین غرض یہ تو انجیل کی دعا ہے جو انسانون کو خدا کی رحمت سے نومید کرتی ہے اور اسکی ربوبیت اور افاضہ اور جزا سزا سے عیسائیون کو بیباک کرتی ہے اور اسکو زمین پر مدد دینے کے قابل نہین جانتی جبتک اسکی بادشاہت زمین پر نہ آوے لیکن اسکے مقابل پر جو دعا خدا نے مسلمانون کو قرآن مین سکہلائی ہے وہ اِس بات کو پیش کرتی ہے کہ زمین پر خدا مسلوب السلطنت لوگون کیطرح بیکار نہین ہے بلکہ اسکا سلسلہ ربوبیت اور رحمانیت اور رحیمیت اور مجازات زمین پر جاری ہے اور وہ اپنے عابدون کو مدد دینے کی طاقت رکہتا ہے اور مجرمون کو اپنے غضب سے ہلاک کرسکتا ہے وہ دُعا یہ ہے

الحمد للہ ربّ العالمین الرحمن الرّحیم ملک یوم الدین ایاک نعبد وایاک نستعین اھدنا الصراط المستقیم صراط الذین انعمت علیھم غیر المغضوب علیھم ولا الضالین۔ اٰمین۔ ترجمہ

وہ خدا ہی ہے جو تمام تعریفوں کا مستحق ہے یعنی اسکی بادشاہت مین کوئی نقص نہین اور اسکی خوبیون کے لئے کوئی ایسی حالت منتظرہ باقی نہین جو آج نہین مگر کل حاصل ہوگی اور اسکی بادشاہت کے لوازم مین سے کوئی چیز بیکار نہین تمام عالمون کی پرورش کر رہا ہے بغیر عوض اعمال کے رحمت کرتا ہے اور نیز بعوض اعمال رحمت کرتا ہے جزا سزا وقت مقرر پر دیتا ہے اُسی کی ہم عبادت کرتے ہین اور اُسی سے ہم مدد چاہتے ہین اور دعا کرتے ہین کہ ہمین تمام نعمتوں کی راہین دکھلا اور غضب کی راہون اور ضلالت کی راہون سے دور رکھ +

یہ دعا جو سورۃ فاتحہ مین ہے انجیل کی دعا سے بالکل نقیض ہے کیونکہ انجیل مین زمین پر خدا کی موجودہ بادشاہت ہونے سے انکار کیا گیا ہے پس انجیل کے رو سے نہ زمین پر خدا کی ربوبیت کچھ کام کر رہی ہے نہ رحمانیّت نہ رحیمیّت نہ قدرت جزا سزا کیونکہ ابھی زمین پر خدا کی بادشاہت نہین آئی۔ مگر سورۃ فاتحہ سے معلوم ہوتا ہے کہ زمین پر خدا کی بادشاہت موجود ہے اسی لئے سورۃ فاتحہ مین تمام لوازم بادشاہت کے بیان کئے گئے ہین ظاہر ہے کہ بادشاہ مین یہ صفات ہونی چاہئین کہ وہ لوگون کی پرورش پر قدرت رکھتا ہو سو سورۃ فاتحہ مین رب العالمین کے لفظ سے اس صفت کو ثابت کیا گیا ہے۔ پھر دوسری صفت بادشاہ کی یہ چاہئے کہ جو کچھ اُسکی رعایا کو اپنی آبادی کے لئے ضروری سامان کی حاجت ہے وہ بغیر عوض اُنکی خدمات کے خود رحم خسروانہ سے بجا لاوے سو الرحمن کے لفظ سے اِس صفت کو ثابت کر دیا ہے۔ تیسری صفت بادشاہ مین یہ چاہئے کہ جن کامون کو اپنی کوشش سے رعایا انجام تک نہ پہنچا سکے انکے انجام کیلئے مناسب طور پر مدد دے سو الرحیم کے لفظ سے اس صفت کو ثابت کیا ہے چوتھی صفت بادشاہ مین یہ چاہئے کہ جزا و سزا پر قادر ہو تا سیاست مدنی کے کام مین خلل نہ پڑے سو مالک یوم الدین کی لفظ سے اس صفت کو ظاہر کر دیا ہے۔ خلاصہ کلام یہ کہ سورۃ موصوفہ بالا نے تمام وہ لوازم بادشاہت پیش کئے ہین جن سے ثابت ہوتا ہے کہ زمین پر خدا کی بادشاہت اور بادشاہی تصرّفات موجود ہین چنانچہ اُسکی ربوبیت بھی موجود اور رحمانیت بھی موجود اور رحیمیت بھی موجود اور سلسلہ امداد بھی موجود اور سلسلہ سزا بھی موجود غرض جو کچھ بادشاہت کے لوازم مین سے ہوتا ہے زمین پر سب کچھ خدا کا موجود ہے اور ایک ذرہ بھی اُس کے حکم سے باہر نہین

ہر ایک جزا اوسکے ہاتھ مین ہے ہر ایک رحمت اُسکے ہاتھ مین ہے مگر انجیل یہ دعا سکھلاتی
ہے کہ ابھی خدا کی بادشاہت تم مین نہین آئی اوس کے آنے کے لئے خدا سے دعا مانگا
کرو تا وہ آجائے یعنی ابھی تک ان کا خدا زمین کا مالک اور بادشاہ نہین اِس لئے
ایسے خدا سے کیا امید ہو سکتی ہے سُنو اور سمجھو کہ بڑی معرفت یہی ہے کہ زمین کا ذرہ
ذرہ بھی ایسا ہی خدا کے قبضہ اقتدار مین ہے جیسا کہ آسمان کا ذرہ ذرہ خدا کی بادشاہت
مین ہے اور جیسا کہ آسمان پر ایک عظیم الشان تجلی ہے زمین پر بھی ایک عظیم الشان تجلی
ہے بلکہ آسمان کی تجلی تو ایک ایمانی امر ہے عام انسان نہ آسمان پر گئے نہ اوس کا
مشاہدہ کیا مگر زمین پر جو خدا کی بادشاہت کی تجلی ہے وہ تو صریح ہر ایک شخص کو آنکھون
سے نظر آرہی ہے ہر ایک انسان خواہ کیسا ہی دولتمند ہو اپنی خواہش کے مخالف موت
کا پیالہ پیتا ہے پس دیکھو اس شاہ حقیقی کے حکم کی کیسی زمین پر تجلی ہے کہ جب حکم آجاتا
ہے تو کوئی اپنی موت کو ایک سکینڈ بھی روک نہین سکتا۔ ہر ایک خبیث اور ناقابل علاج
مرض جب دامنگیر ہوتی ہے تو کوئی طبیب ڈاکٹر اسکو دور نہین کر سکتا۔ پس غور کرو یہ کیسی
خدا کی بادشاہت کی زمین پر تجلی ہے جو اُسکے حکم رد نہین ہو سکتے۔ پھر کیونکر کہا جائے
کہ زمین پر خدا کی بادشاہت نہین بلکہ آیندہ کسی زمانہ مین آئیگی دیکھو اسی زمانہ مین خدا
کے آسمانی حکم نے طاعون کے ساتھ زمین کو ہلا دیا تا اسکے مسیح موعود کے لئے ایک
نشان ہو پس کون ہے جو اسکی مرضی کے سوا اسکو دور کر سکے پس کیونکر کہہ سکتے ہین کہ
ابھی زمین پر خدا کی بادشاہت نہین۔ ہان ایک بدکار قیدیون کی طرح اسکی زمین مین
زندگی بسر کرتا ہے اور وہ چاہتا ہے کہ کبھی نہ مرے لیکن خدا کی سچی بادشاہت اُسکو
ہلاک کر دیتی ہے اور وہ آخر پنجہ ملک الموت مین گرفتار ہو جاتا ہے پھر کیونکر کہہ سکتے ہین
کہ ابھی تک خدا کی زمین پر بادشاہت نہین۔ دیکھو زمین پر ہر روز خدا کے حکم سے ایک
ساعت مین کروڑہا انسان مرجاتے ہین اور کروڑہا اوس کے ارادہ سے پیدا ہو جاتے ہین
اور کروڑہا اوسکی مرضی سے فقیر سے امیر اور امیر سے فقیر ہو جاتے ہین پھر کیونکر کہہ سکتے ہین

کہ ابھی تک زمین پر خدا کی بادشاہت نہیں آسمانوں پر تو صرف فرشتے رہتے ہیں مگر زمین پر آدمی بھی ہیں اور فرشتے بھی جو خدا کے کارکن اور اسکی سلطنت کے خادم ہیں جو انسانوں کے مختلف کاموں کے محافظ چھوڑے گئے ہیں اور وہ ہر وقت خدا کی اطاعت کرتے ہیں اور اپنی رپورٹیں بھیجتے رہتے ہیں پس کیونکر کہہ سکتے ہیں کہ زمین پر خدا کی بادشاہت نہیں بلکہ خدا سب سے زیادہ اپنی زمینی بادشاہت سے ہی پہچانا گیا ہے کیونکہ ہر ایک شخص خیال کرتا ہے کہ آسمان کا راز مخفی اور غیر مشہود ہے بلکہ حال کے زمانہ میں قریباً تمام عیسائی اور اُن کے فلاسفر آسمانوں کے وجود کے ہی قائل نہیں جن پر خدا کی بادشاہت کا انجیلوں میں سارا مدار رکھا گیا ہے مگر زمین تو فی الواقع ایک کرہ ہماری پاؤں کے نیچے ہے اور ہزارہا قضاو قدر کے امور اسپر ایسے ظاہر ہو رہے ہیں جو خود سمجھ آتا ہے کہ یہ سب کچھ تغیر و تبدل اور حدوث اور فنا کسی خاص مالک کے حکم سے ہو رہا ہے پھر کیونکر کہا جائے کہ زمین پر ابھی خدا کی بادشاہت نہیں بلکہ ایسی تعلیم ایسے زمانہ میں جبکہ عیسائیوں میں آسمانوں کا بڑے زور سے انکار کیا گیا ہے نہایت نامناسب ہے کیونکہ انجیل کی اس دعا میں تو قبول کر لیا گیا ہے کہ ابھی زمین پر خدا کی بادشاہت نہیں اور دوسری طرف تمام محققین عیسائیوں نے سچے دل سے یہ بات مان لی ہے یعنی اپنی تحقیقات جدیدہ سے یہ فیصلہ کر لیا ہے کہ آسمان کچھ چیز ہی نہیں اُن کا کچھ وجود ہی نہیں پس ماحصل یہ ہوا کہ خدا کی بادشاہت نہ زمین میں ہے نہ آسمان میں آسمانوں سے تو عیسائیوں نے انکار کیا اور زمین کی بادشاہت سے اُنکی انجیل نے خدا کو جواب دیا تو اب بقول ان کے خدا کے پاس نہ زمین کی بادشاہت رہی نہ آسمان کی مگر ہمارے خدائے عزوجل نے سورۃ فاتحہ میں نہ آسمان کا نام لیا نہ زمین کا نام اور یہہ کہکر حقیقت سے ہمیں خبر دے دی کہ وُہ **رب العالمین** ہے یعنی جہاں تک آبادیاں[+] ہیں اور جہاں تک کسی قسم کی مخلوق کا وجود موجود ہے خواہ اجسام خواہ ارواح اُن سب کا پیدا کرنیوالا اور پرورش کرنیوالا خدا ہے جو ہر وقت اُنکی پرورش کرتا ہے اور ان کے مناسب حال ان کا انتظام کر رہا ہے

+ دیکھو یہ لفظ رب العالمین کیسا جامع کلمہ ہے اگر ثابت ہو کہ اجرام فلکی میں آبادیاں ہیں تب بھی وہ آبادیاں اس کلمہ کے نیچے آئینگی۔ منہ

اور تمام عالمون پر ہر وقت ہر دم اسکا سلسلۂ ربوبیت اور رحمانیت اور رحیمیت اور جزا سزا کا جاری ہے - اور یاد رہے کہ سورہ فاتحہ مین فقرہ **مٰلِكِ يَوْمِ الدِّيْنِ** سے صرف یہ مراد نہین ہے کہ قیامت کو جزا سزا ہوگی بلکہ قرآن شریف مین بار بار اور صاف صاف بیان کیا گیا ہے کہ قیامت تو مجازات کبریٰ کا وقت ہی مگر ایک قسم کی مجازات اسی دُنیا مین شروع ہے جسکی طرف آیہ یجعل لکم فرقانا اشارہ کرتی ہے - اب یہ بات بھی سننے کہ انجیل کی دعا مین تو ہر روزہ روٹی مانگی گئی ہے جیسا کہ کہا کہ ہماری روزانہ روٹی آج ہمین بخش " مگر تعجب کہ جسکی ابھی تک زمین پر بادشاہت نہین آئی وہ کیونکر روٹی دلیسکتا ہی ابھی تک تو تمام کہیت اور تمام پہل نہ اُسکے حکم سے بلکہ خود بخود پکتے ہین اور خود بخود بارشین ہوتی ہین اُسکا کیا اختیار ہے کہ کسیکو روٹی دے جب بادشاہت زمین پر آجائیگی تب اُس سے روٹی مانگنی چاہئیے ابھی تو وہ ہر ایک ہمینی چیز سے **بیدخل** ہے جب اس جایداد پر پورا قبضہ پائیگا تب کسیکو روٹی دے سکتا ہے اور اسوقت اس سے مانگنا بھی نازیبا ہے اور پہر اسکے بعد یہ قول کہ جس طرح ہم اپنے قرضدار ون کو بخشتے ہین **تو اپنے قرض** کو ہمین بخش دے اس صورت مین یہ بھی صحیح نہین ہے کیونکہ زمین کی بادشاہت ابھی اُسکو حاصل نہین اور ابھی عیسائیون نے کچھ اسکے ہاتھ سے لیکر کھایا نہین تو پہر قرضہ کونسا ہوا - پس ایسے تہیدست خدا سے قرضہ بخشوانے کی کچھ ضرورت نہین اور نہ اس سے کچھ خوف ہی کیونکہ زمین پر ابھی اسکی بادشاہت نہین اور نہ اُسکی حکومت کا تازیانہ کوئی رعب بٹھلا سکتا ہے - کیا مجال کہ وہ کسی مجرم کو سزا دیسکے یا موسیٰ کے زمانہ کی نافرمان قوم کی طرح طاعون سے ہلاک کر سکے یا قوم لوط کی طرح ان پر پتھر برسا سکے یا زلزلہ یا بجلی یا کسی اور عذاب سے نافرمانون کو نابود کر سکے کیونکہ ابھی خدا کی **زمین پر بادشاہت نہین** پس چونکہ عیسائیون کا خدا ایسا ہی کمزور ہے جیسا کہ اسکا **بیٹا** کمزور تہا اور ایسا ہی بیدخل ہے جیسا اسکا بیٹا بیدخل تہا تو پہر اُس سے ایسی دعائین مانگنا لاحاصل ہین کہ ہمین **قرض بخشدی** اُس نے کب قرض دیا تہا جو بخش دے کیونکہ ابھی تک تو اسکی **زمین کی بادشاہت** نہین جبکہ اسکی زمین پہ بادشاہت

ہی نہین تو زمین کی روئیدگی اُسکے حکم سے نہین اور زمینی چیزین اسکی نہین بلکہ خود بخود ہی
ہین کیونکہ اوسکا زمین پر حکم نافذ نہین اور جبکہ زمین پر وہ فرمانروا اور بادشاہ نہین اور کوئی
زمینی آسائش اُسکے شاہانہ حکم سے نہین تو اسکو سزا کا نہ اختیار ہے نہ حق حاصل۔ لہذا ایسا کمزور اپنا
خدا بنانا اور اس سے زمین پر رہکر کسی کارروائی کی امید رکھنا **حماقت** ہے کیونکہ ابھی اُسکی
زمین پر بادشاہی نہین۔ لیکن سورۃ فاتحہ کی دعا ہمین سکھلاتی ہے کہ خدا کو زمین پر ہر وقت وہی
اقتدار حاصل ہے جیساکہ اور عالمون پر اقتدار حاصل ہے اور سورۃ فاتحہ کے سر پر خدا کے
اُن کامل اقتداری صفات کا ذکر ہے جو دنیا مین کسی دوسری کتاب نے ایسی صفائی سے ذکر نہین
کیا جیساکہ اللہ تعالی فرماتا ہے کہ وہ رحمان ہے وہ رحیم ہے وہ مالک یوم الدین ہے پھر اس
سے دعا مانگنے کی تعلیم کی ہے اور دعا جو مانگی گئی ہے وہ مسیح کی تعلیم کردہ دعا کیطرح صرف
ہر روزہ روٹی کی درخواست نہین بلکہ جو جو انسانی فطرت کو ازل سے استعداد بخشی گئی ہے
اور اسکو پیاس لگادی گئی ہے وہ دعا سکھلائی گئی ہے اور وہ یہ ہے اِهْدِنَا الصِّرَاطَ
الْمُسْتَقِيمَ صِرَاطَ الَّذِينَ أَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ یعنے اے ان کامل صفتون کے مالک
اور ایسے فیاض کہ ذرہ ذرہ تجہہ سے پرورش پاتا ہے اور تیری رحمانیت اور رحیمیت اور قدرت
جزا سزا سے تمتع اٹھاتا ہے تو ہمین گذشتہ راستبازون کا وارث بنا اور ہر ایک نعمت جو انکو
دی ہے ہمیں بہی دے اور ہمین بچا کہ ہم نافرمان ہوکر مورد غضب نہ ہو جائین اور ہمین بچا کہ
ہم تیری مدد سے بے نصیب رہکر گمراہ نہ ہو جاوین۔ آمین ✦

اب اس تمام تحقیقات سے انجیل کی دعا اور قران کی دعا مین فرق ظاہر ہو گیا کہ انجیل
تو خدا کی بادشاہت آنیکا ایک وعدہ کرتی ہے مگر قرآن بتلاتا ہے کہ خدا کی بادشاہت تم مین
موجود ہے نہ صرف موجود بلکہ عملی طور پر تم پر فیض بہی جاری ہین غرض انجیل مین تو صرف ایک وعدہ
ہی ہے مگر قران نہ محض وعدہ بلکہ قائم شدہ بادشاہت اور اسکے فیوض کو دکھلا رہا ہے اب قران
کی فضیلت اس سے ظاہر ہے کہ وہ اس خدا کو پیش کرتا ہے جو اسی زندگی دنیا مین راستبازون
کا منجی اور آرام دہ ہے اور کوئی نفس اُسکے فیض سے خالی نہین بلکہ ہر ایک نفس پر حسب

اس کے ربوبیت اور رحمانیت اور رحیمیت کا فیض جاری ہے مگر انجیل اس خدا کو پیش
کرتی ہے جو ابھی اسکی بادشاہت دُنیا مین نہین آئی صرف وعدہ ہے اب سوچ لو کہ عقل کسکو
قابل پیروی سمجھتی ہے حافظ شیرازی نے سچ کہا ہے ؎

مرید پیر مغانم ز من مرنج اے شیخ ✤ چرا کہ وعدہ تو کردی و او بجا آورد

اور انجیلون مین حلیمون۔ غریبون۔ مسکینون کی تعریف کی گئی ہے اور نیز اُن کی
تعریف جو سُنائے جاتے ہین اور مقابلہ نہین کرتے مگر قرآن صرف یہی نہین کہتا کہ تم ہر وقت
مسکین بنے رہو اور شر کا مقابلہ نہ کرو بلکہ کہتا ہے کہ حلم اور مسکینی اور غربت اور ترک مقابلہ اچھا
ہے مگر اگر بے محل استعمال کیا جائے تو بُرا ہے پس تم محل اور موقعہ کو دیکھ کر ہر ایک نیکی کرو
کیونکہ وہ نیکی بدی ہے جو محل اور موقعہ کے برخلاف ہے جیسا کہ تم دیکھتے ہو کہ مینہ کیسا عمدہ
اور ضروری چیز ہے لیکن اگر وہ بیموقعہ ہو تو وہی تباہی کا موجب ہو جاتا ہے تم دیکھتے ہو کہ ایک
ہی سرد غذا یا گرم غذا کی مداومت سے تمہاری صحت قایم نہیں رہ سکتی بلکہ صحت تبھی قایم رہیگی
جب موقعہ اور محل کے موافق تمہارے کہانے اور پینے کی چیزون مین تبدیلی ہوتی رہے
پس درشتی اور نرمی اور عفو اور انتقام اور دُعا اور بددُعا اور دوسرے اخلاق مین جو تمہارے
لئے مصلحت وقت ہو وہ بھی ایسی تبدیلی کو چاہتی ہے اعلیٰ درجہ کے حلیم اور خلیق بنو لیکن
نہ بے محل اور بیموقعہ اور ساتھ اسکے یہ بھی یاد رکھو کہ حقیقی اخلاق فاضلہ جنکے ساتھ نفسانی اغراض
کی کوئی زہریلی آمیزش نہین وہ اوپر سے بذریعہ روح القدس آتے ہیں سو تم ان اخلاق
فاضلہ کو محض اپنی کوششون سے حاصل نہین کر سکتے جبتک تم کو اوپر سے وہ اخلاق
عنایت نہ کئے جائین اور ہر ایک جو آسمانی فیض سے بذریعہ روح القدس اخلاق کا حصہ نہین
پاتا وہ اخلاق کے دعوی مین جہوٹا ہے اور اسکے پانی کے نیچے بہت سا کیچڑ ہے اور بہت سا
گوبر ہے جو نفسانی جوشون کے وقت ظاہر ہوتا ہے سو تم خدا سے ہر وقت قوت مانگو جو اُس
کیچڑ اور اُس گوبر سے تم نجات پاؤ اور روح القدس تم مین سچی طہارت اور لطافت پیدا کرے۔
یاد رکھو کہ سچے اور پاک اخلاق راستبازون کا معجزہ ہے جنمین کوئی غیر شریک نہین کیونکہ وہ جو خدا

مین محو نہین ہوتے وہ اوپر سے قوت نہیں پاتے اسلئے اُنکے لئے ممکن نہیں کہ وہ پاک اخلاق حاصل کر سکین سو تم اپنے خدا سے صاف بد پیدا کرو ٹھٹھا ہنسی کینہ وری گندہ زبانی لالچ جھوٹھ بدکاری بدنظری بدخیالی دنیا پرستی تکبر غرور خود پسندی شرارت کج بحثی سب چھوڑ دو۔ پھر یہ سب کچھ تمہین آسمان سے ملیگا۔ جبتک وہ طاقت بالا جو تمہین اوپر کی طرف کھینچ کر لیجائے تمہارے شامل حال نہ ہو اور روح القدس جو زندگی بخشتا ہے تم مین داخل نہ ہو تب تک تم بہت ہی کمزور اور تاریکی مین پڑے ہوئے ہو بلکہ ایک مُردہ ہو جسمین جان نہین اس حالت مین نہ تو تم کسی مصیبت کا مقابلہ کر سکتے ہو نہ اقبال اور دولتمندی کی حالتمین کبر اور غرور سے بچ سکتے ہو اور ہر ایک پہلو سے تم شیطان اور نفس کے مغلوب ہو سو تمہارا علاج تو درحقیقت ایک ہی ہے کہ روح القدس جو خاص خدا کے ہاتھ سے اترتی ہی تمہارا مونہہ نیکی اور راستبازی کی طرف پھیر دے تم ابناء السماء بنو نہ ابناء الارض اور روشنی کے وارث بنو نہ تاریکی کے عاشق تا تم شیطان کی گذرگاہون سے امن مین آجاؤ کیونکہ شیطان کو ہمیشہ رات سے غرض ہے دن سے کچھہ غرض نہین کیونکہ وہ پورا نا چور ہے جو تاریکی میں قدم رکھتا ہے۔

سورۃ فاتحہ تری تعلیم ہی نہین بلکہ اسمین ایک بڑی پیشگوئی بھی ہے اور وہ یہ کہ خدا نے اپنی چارون صفات ربوبیّت۔ رحمانیّت۔ رحیمیّت۔ مالکیّت یوم الدین یعنے اقتدار جزا سزا کا ذکر کرکے اور اپنی عام قدرت کا اظہار فرما کر پھر اسکے بعد کی آیتونمین یہ دُعا سکہلائی ہی کہ خدایا ایسا کر کہ گذشتہ راستبازنبیون رسولون کے ہم وارث ٹھہرائے جائین انکی راہ ہمپر کھولی جائے اُنکی نعمتین ہمکو دی جائین خدایا ہمین اس سے بچا کہ ہم اس قوم مین سے ہو جائین جنپر دُنیا مین ہی تیرا عذاب نازل ہوا یعنی یہود جو حضرت عیسیٰ مسیح کے وقت مین تہی جو طاعون سے ہلاک کی گئی۔ خدایا ہمین اس سے بچا کہ ہم اُس قوم مین سے ہو جائین جنکی شامل حال تیری رہنمائی نہ ہوئی اور وہ گمراہ ہوگئی یعنی نصاریٰ اس دعا مین یہ پیشگوئی مخفی ہے کہ بعض مسلمانون مین سے ایسے ہونگے کہ وہ اپنے صدق وصفا کی وجہ سے پہلے

نبیون کے وارث ہوجائینگے اور نبوت اور رسالت کی نعمتین پائینگے اور بعض ایسے ہونگے کہ وہ یہودی صفت ہوجائینگے جنپر دنیا مین ہی عذاب نازل ہوگا اور بعض ایسے ہونگے کہ وہ عیسائیت کا جامہ پہن لینگے۔ کیونکہ خدا کی کلام مین یہ سنت مستمرہ ہے کہ جب ایک قوم کو ایک کام سے منع کیا جاتا ہے تو ضرور بعض انمین سے ایسے ہوتے ہین کہ خدا کے علم مین اُس کام کے مرتکب ہونیوالے ہوتے ہین اور بعض ایسے ہوتے ہین کہ وہ نیکی اور سعادت کا حصہ لیتے ہین ابتدا دنیا سے اخیر تک جسقدر خدا نے کتابین بھیجیں اُن تمام کتابون مین خدا تعالیٰ کی یہ قدیم سنت ہے کہ جب وہ ایک قوم کو ایک کام سے منع کرتا ہے یا ایک کام کی رغبت دیتا ہے تو اسکے علم مین یہ مقدر ہوتا ہے کہ بعض اُس کام کو کرینگے اور بعض نہین۔ پس یہ سورۃ پیشگوئی کر رہی ہے کہ کوئی فرد اس اُمت مین سے کامل طور پر نبیون کے رنگ مین ظاہر ہوگا تا وہ پیشگوئی جو آیت صراط الذین انعمت علیہم سے مستنبط ہوتی ہے وہ اکمل اور اتم طور پر پوری ہو جائے۔ اور کوئی گروہ انمین سے ان یہودیون کے رنگ مین ظاہر ہوگا جنپر حضرت عیسیٰ نے لعنت کی تہی اور وہ عذاب الٰہی مین مبتلا ہوئے تھے تا وہ پیشگوئی جو آیت غیر المغضوب علیہم سے مستنبط ہوتی ہے ظہور پذیر ہو۔ اور کوئی گروہ انمین سے عیسائیون کے رنگ مین ہوجائیگا عیسائی بنجائیگا جو خدا کی رہنمائی سے بوجہ اپنی شراب خواری اور اباحت اور فسق و فجور کے بے نصیب ہوگئے تا وہ پیشگوئی جو آیت ولا الضالین سے مترشح ہو رہی ہے ظاہر ہوجائے۔ اور چونکہ یہ بات مسلمانون کے عقیدہ مین داخل ہے کہ آخری زمانہ مین ہزارہا مسلمان کہلانے والے یہودی صفت ہوجائینگے اور قرآن شریف کی کئی ایک مقامات مین بھی یہ پیشگوئی موجود ہے اور صدہا مسلمانون کا عیسائی ہوجانا یا عیسائیون کی سی بے قید اور آزاد زندگی اختیار کرنا خود مشہود اور محسوس ہو رہا ہے بلکہ بہت سے لوگ مسلمان کہلانے والے ایسے ہین کہ وہ عیسائیون کی طرز معاشرت پسند کرتے ہین اور مسلمان کہلا کر نماز روزہ اور حلال اور حرام کے احکام کو بُری نفرت کی نگاہ سے دیکھتے ہین اور یہ دونون فرقے یہودی صفت

اور عیسائی صفت اس ملک مین پھیلے ہوئے نظر آتے ہین تو یہ دو پیشگوئیان سورۃ فاتحہ کی تو تم پوری ہوتی دیکھہ چکے ہو اور بچشم خود مشاہدہ کرچکے ہو کہ کسقدر مسلمان یہودی صفت اور کس قدر عیسائیون کے لباس مین ہین۔ تو اب تیسری پیشگوئی خود ماننے کے لایق ہے کہ جیساکہ مسلمانون نے یہودی عیسائی بننے سے یہود نصاری کی بدی کا حصہ لیا ایسا ہی اُنکا حق تہا کہ بعض افراد انکے اُن مقدس لوگون کے مرتبہ اور مقام سے بھی حصہ لین جو بنی اسرائیل مین گذر چکے ہین یہ خدا تعالیٰ پر بدظنی ہے کہ اُس نے مسلمانون کو یہود نصاری کی بدی کا تو حصہ دار ٹھہرا دیا ہے یہانتک کہ اُنکا نام یہود بھی رکھدیا مگر اُنکے رسولون اور نبیوں کے مراتب مین سے اس امت کو کوئی حصہ نہ دیا پھر یہ امت خیر الامم کس وجہ سے ہوئی بلکہ شرّ الامم ہوئی کہ ہر ایک نمونہ شرّ کا انکو ملا مگر نیکی کا نمونہ نہ ملا۔ کیا ضرور نہین کہ اس امت مین بھی کوئی نبیون اور رسولون کے رنگ مین نظر آوے جو بنی اسرائیل کے تمام نبیون کا وارث اور اُن کا ظل ہو۔ کیونکہ خدا تعالیٰ کی رحمت سے بعید ہے کہ وہ اس امت مین اس زمانہ مین ہزار ہا یہودی صفت لوگ تو پیدا کرے اور ہزار ہا عیسائی مذہب داخل کرے مگر ایک شخص بھی ایسا ظاہر نہ کرے جو انبیاء گذشتہ کا وارث اور انکی نعمت پانے والا ہوتا پیشگوئی جو آیت اهدنا الصراط المستقیم صراط الذین انعمت علیہم سے مستنبط ہوتی ہے وہ بھی ایسی ہی پوری ہو جاوے جیساکہ یہودی اور عیسائی ہونیکی پیشگوئی پوری ہو گئی اور جس حالت مین اس امت کو ہزار ہا بُرے نام دئے گئے ہین اور قرآن شریف اور احادیث سے ثابت ہوتا ہے کہ یہود ہو جانا بھی انکے نصیب مین ہے تو اس صورت مین خدا کے فضل کا خود یہ مقتضا ہونا چاہیئے تہا کہ جیسے گذشتہ نصاری سے انہون نے بُری چیزین لین اسی طرح وہ نیک چیز کے بھی وارث ہون اسی لئے خدا نے سورۃ فاتحہ مین آیت اهدنا الصراط المستقیم مین بشارت دی کہ اس اُمت کے بعض افراد انبیاء گذشتہ کی نعمت بھی پائینگے نہ یہ کہ نرے یہود ہی بنین یا عیسائی بنین اور ان قومون کی بدی تو لے لین مگر نیکی نہ لے سکین اسی کی طرف سورۃ تحریم مین بھی اشارہ کیا ہے کہ بعض افراد امت کی نسبت فرمایا ہے کہ

وہ مریم صدیقہ سے مشابہت رکھینگے جس نے پارسائی اختیار کی تب اُس کے حسم میں عیسیٰ کی روح پہونکی گئی اور عیسیٰ اس سے پیدا ہوا اس آیت میں اس بات کی طرف اشارہ تہا کہ اس امت میں ایک شخص ہوگا کہ پہلے مریم کا مرتبہ اُسکو ملیگا پہر اُسمیں عیسیٰ کی روح پہونکی جاویگی تب مریم میں سے عیسیٰ نکل آیگا یعنے وہ مریمی صفات سے عیسوی صفات کی طرف منتقل ہوجائے گا گویا مریم ہونے کی صفت نے عیسیٰ ہونیکا بچہ دیا اور اس طرح پر وہ ابن مریم کہلائیگا جیسا کہ براہین احمدیہ میں اول میرا نام مریم رکھا گیا اور اسی کی طرف اشارہ ہے الہام صفحہ ۲۴۱ میں اور وہ یہ ہے کہ اَنّٰی لکِ ھٰذا یعنے اے مریم تونے یہ نعمت کہاں سے پائی اور اسی کی طرف اشارہ ہی صفحہ ۲۲۶ میں یعنے اس الہام میں کہ ھُزّی الیک بجذع النخلۃ یعنے اے مریم کہجور کے تنہ کو ہلا۔ اور پہر اُس کے بعد صفحہ ۴۹۶ براہین احمدیہ میں یہ الہام ہے یا مریم اسکن انت وزوجک الجنۃ نفخت فیک من لدنی روح الصدق یعنی اے مریم تو مع اپنے دوستوں کے بہشت میں داخل ہو میںنے تجھہ میں اپنے پاس سے صدق کی روح پہونک دی۔ خدا نے اِس آیت میں میرا نام روح الصدق رکہا۔ یہ اس آیت کے مقابل پر ہی کہ نفخنا فیہ من روحنا۔ پس اس جگہ گویا استعارہ کے رنگ میں مریم کے پیٹ میں عیسیٰ کی روح جا پڑی جسکا نام روح الصدق ہے پہر سب کے آخر صفحہ ۵۵۶ براہین احمدیہ میں وہ عیسیٰ جو مریم کے پیٹ میں تہا اُسکے پیدا ہونیکے بارے میں یہ الہام ہوا۔ یا عیسٰی انی متوفیک ورافعک الیّ وجاعل الذین اتبعوک فوق الذین کفروا الی یوم القیمۃ۔ اس جگہ میرا نام عیسیٰ رکھا گیا اور اس الہام نے ظاہر کیا کہ وہ عیسیٰ پیدا ہوگیا جسکے روح کا نفخ صفحہ ۴۹۶ میں ظاہر کیا گیا تہا۔ پس اس لحاظ سے میں عیسیٰ بن مریم کہلایا کیونکہ میری عیسوی حیثیت مریمی حیثیت سی خدا کے نفخ سے پیدا ہوئی دیکہو صفحہ ۴۹۶ اور صفحہ ۵۵۶ براہین احمدیہ۔ اور اِسی واقعہ کو سورۃ تحریم میں بطور پیشگوئی کمال تصریح سے بیان کیا گیا ہے کہ عیسیٰ ابن مریم اِس امت میں اس طرح پیدا ہوگا کہ پہلے کوئی فرد اس امت کا مریم بنایا جائیگا اور پہر بعد اسکے اس مریم میں عیسیٰ کی روح پہونک دیجائے گی

پس وہ مریمیت کے رحم مین ایک مدت تک پرورش پاکر عیسیٰ کی روحانیت مین تولد پائے گا اور اسطرح پر وہ عیسیٰ بن مریم کہلائے گا یہ وہ خبر محمدی ابن مریم کے بارہ مین ہے جو قرآن شریف یعنی سورۃ تحریم مین اس زمانہ سے تیرہ ۱۳ سو برس پہلے بیان کی گئی ہی اور پھر براہین احمدیہ مین سورۃ التحریم کے ان آیات کی خدا تعالیٰ نے خود تفسیر فرمادی ہے قرآن شریف موجود ہے ایک طرف قرآن شریف کو رکھو اور ایک طرف براہین احمدیہ کو اور پہر انصاف اور عقل اور تقویٰ سے سوچو کہ وہ پیشگوئی جو سورۃ تحریم مین تھی یعنے یہ کہ اس امت مین بھی کوئی فرد مریم کہلائیگا اور پہر مریم سے عیسیٰ بنایا جائیگا گویا اسمین سے پیدا ہوگا وہ کس رنگ مین براہین احمدیہ کے الہامات سے پوری ہوئی کیا یہ انسان کی قدرت ہے کیا یہ میرے اختیار مین تہا اور کیا مین اس وقت موجود تہا جبکہ قرآن شریف نازل ہو رہا تہا تا مین عرض کرتا کہ مجھے ابن مریم بنانیکے لئے کوئی آیت اُتاری جائے اور اس اعتراض سے مجھے سبکدوش کیا جائے کہ نہین کیون ابن مریم کہا جائے اور کیا آج سے بئیس ۲۲ بائیس برس پہلے بلکہ اس سے بھی زیادہ میری طرف سے یہ منصوبہ ہو سکتا تہا کہ مین اپنی طرف سے الہام تراش کر اول اپنا نام مریم رکھتا اور پہر آگے چلکر افترا کے طور پر یہ الہام بناتا کہ پہلے زمانہ کی مریم کی طرح مجھہ مین بھی عیسیٰ کی روح پہونکی گئی اور پہر آخر کار صفحہ ۵۵۶ براہین احمدیہ مین یہ لکھہ دیتا کہ اب مین مریم مین سے عیسیٰ بنگیا۔ اے عزیزو غور کرو اور خدا سے ڈرو ہرگز یہ انسان کا فعل نہین یہ باریک اور دقیق حکمتین انسان کے فہم اور قیاس سے بالاتر ہین اگر براہین احمدیہ کی تالیف کیوقت جس پر ایک زمانہ گذر گیا مجھے اس منصوبہ کا خیال ہوتا تو مین اُسی براہین احمدیہ مین کیون یہ لکھتا کہ عیسیٰ مسیح ابن مریم آسمان سے دوبارہ آئے گا سو چونکہ خدا جانتا تہا کہ اس نکتہ پر علم ہونے سے یہ دلیل ضعیف ہوجائے گی اس لئے گو اُس نے براہین احمدیہ کے تیسرے حصہ مین میرا نام مریم رکہا پہر جیسا کہ براہین احمدیہ سی ظاہر ہے دو برس تک صفت مریمیت مین مینے پرورش پائی اور پردہ مین نشوونما پاتا رہا پھر جب اُس پر دو برس گذر گئے تو جیسا کہ براہین احمدیہ کے حصہ چہارم صفحہ ۴۹۶ مین درج ہی مریم کی

طرح عیسیٰ کی رُوح مجھ مین نفخ کی گئی اور استعارہ کے رنگ مین مجھے حاملہ ٹھہرایا گیا اور آخر کئی مہینہ کے بعد جو دس مہینے سے زیادہ نہین بذریعہ اس الہام کے جو سب سے آخر براہین احمدیہ کے حصہ چہارم صفحہ ۵۵۶ مین درج ہے مجھے مریم سے عیسیٰ بنایا گیا پس اس طور سے مین ابن مریم ٹھہرا۔ اور خدانے براہین احمدیہ کے وقت مین اس سر خفی کی مجھے خبر نہ دی حالانکہ وہ سب خدا کی وحی جو اس راز پر مشتمل تھی میرے پر نازل ہوئی اور براہین مین درج ہوئی مگر مجھے اُس کے معنون اور اس ترتیب پر اطلاع نہ دی گئی اسی واسطے مینے مسلمانون کا رسمی عقیدہ براہین احمدیہ مین لکھدیا تا میری سادگی اور عدم بناوٹ پر وہ گواہ ہو وہ لکھنا جو الہامی نہ تھا محض رسمی تہا مخالفون کے لئے قابل استناد نہین کیونکہ مجھے خود بخود غیب کا دعویٰ نہین جب تک کہ خود خدا تعالیٰ مجھے نہ سمجھاوے سو اس وقت تک حکمت الہٰی کا یہی تقاضا تہا کہ براہین احمدیہ کے بعض الہامی اسرار میری سمجھ مین نہ آئے مگر جب وقت آگیا تو وہ اسرار مجھے سمجہائے گئے تب مینے معلوم کیا کہ میرے اس دعویٰ مسیح موعود ہونے مین کوئی نئی بات نہین یہ وہی دعویٰ ہے جو براہین احمدیہ مین بار بار بتصریح لکھا گیا ہے۔ اس جگہ ایک اور الہام کا بھی ذکر کرتا ہون اور مجھے یاد نہین کہ مینے وہ الہام اپنے کسی رسالہ یا اشتہار مین شائع کیا ہے یا نہین لیکن یہ یاد ہے کہ صدہا لوگون کو مینے سنایا تہا اور میری یادداشت کے الہامات مین موجود ہے اور وہ اُس زمانہ کا ہے جب کہ خدا نے مجھے پہلے مریم کا خطاب دیا اور پھر نفخ روح کا الہام کیا۔ پھر بعد اس کے یہ الہام ہوا تہا فاجاءھا المخاض الی جذع النخلۃ قالت یالیتنی مت قبل ھذا وکنت نسیا منسیا یعنی پھر مریم کو جو مراد اس عاجز سے ہے دردزہ تنہ کہجور کیطرف لے آئی یعنی عوام الناس اور جاہلون اور بے سمجھ علماء سے واسطہ پڑا جنکے پاس ایمان کا پہل نہ تہا جنہون نے تکفیر و توہین کی اور گالیان دین اور ایک طوفان برپا کیا تب مریم نے کہا کہ کاش مین اس سے پہلے مرجاتی اور میرا نام و نشان باقی نہ رہتا یہ اس شور کی طرف اشارہ ہے جو ابتدا مین مولویون کی طرف سے بہیئت مجموعی پڑا اور وہ اس دعوے کی برداشت نہ کرسکے اور مجھے ہر ایک حیلہ سے انہون نے فنا کرنا چاہا

تب اُس وقت جو کرب اور قلق نا سمجھون کا شور و غوغا دیکھ کر میرے دل پر گذرا اُسکا اس جگہ
خدا تعالی نے نقشہ کھینچدیا ہے اور اس کے متعلق اور بھی الہام تھے جیسا لقد جئت
شیئا فریا۔ ما کان ابوک امرء سوء و ما کانت امک بغیا اور پھر اسکے
ساتھ کا الہام براہین احمدیہ کے صفحہ ۲۴۱ میں موجود ہے اور وہ یہ ہے۔ الیس اللہ
بکاف عبدہ ولنجعلہ آیۃ للناس و رحمۃ منا و کان امرا مقضیا قول الحق
الذی فیہ تمترون دیکھو براہین احمدیہ صفحہ ۵۱۶ سطر ۱۲ و ۱۳۔ ترجمہ اور لوگون نے
کہا کہ اے مریم تو نے یہ کیا مکروہ اور قابل نفرین کام دکھلایا جو راستی سے دور ہے تیرا
باپ اور تیری مان تو ایسے نہ تھے مگر خدا ان تہمتون سے اپنے بندہ کو بری کرے گا اور ہم
اسکو لوگون کے لئے ایک نشان بنا دین گے اور یہ بات ابتدا سے مقدر تھی اور ایسا ہی
ہونا تھا یہ عیسی بن مریم ہے جسمین لوگ شک کر رہے ہین یہی قول حق ہے۔ یہ سب
براہین احمدیہ کی عبارت ہی اور یہ الہام اصل مین آیات قرآنی ہین جو حضرت عیسی اور
ان کی مان کے متعلق ہین۔ ان آیتون مین جب عیسے کو لوگون نے ناجائز پیدایش کا
انسان قرار دیا ہے اُسی کی نسبت اللہ تعالی فرماتا ہے کہ ہم اسکو اپنا نشان بنائین گے
اور یہی عیسی ہے جسکی انتظار تھی اور الہامی عبارتون مین مریم اور عیسی سے مین ہی مراد
ہون۔ میری نسبت ہی کہا گیا کہ ہم اس کو نشان بنا دین گے اور نیز کہا گیا کہ یہ وہی عیسی
بن مریم ہے جو آنیوالا تھا جسمین لوگ شک کرتے ہین یہی حق ہے اور آنے والا یہی ہے
اور شک محض نافہمی سے ہے جو خدا کے اسرار کو نہین سمجھتے اور صورت پرست ہین حقیقت پر انکی نظر نہین

بقیہ نوٹ۔ اس الہام پر مجھے یاد آیا کہ بٹالہ مین فضل شاہ یا مہر شاہ نام ایک سید تھے جو میرے والد صاحب سے بہت محبت رکھتے تھے
اور بہت تعلق تھا جب میری دعوی مسیح موعود ہونیکی کسی نے انکو خبر دی تو وہ بہت روئے اور کہا کہ انکے والد صاحب بہت اچھے
آدمی تھے یعنی یہ شخص کس پر پیدا ہوا ان کا باپ تو نیک مزاج اور افترا کے کامون سے دور اور رسیدہ اور صاف دل مسلمان
تھا ایسا ہی بہتون نے کہا کہ تم نے اپنے خاندان کو داغ لگایا کہ ایسا دعوی کیا۔ منہ

یہ بہی یاد رہے کہ سورۃ فاتحہ کے عظیم الشان مقاصد مین سے یہ دعا ہے کہ اھدنا الصراط المستقیم صراط الذین انعمت علیھم۔ اور جس طرح انجیل کی دعا مین روٹی مانگی گئی ہے اس دعا مین خدا تعالی سے وہ تمام نعمتین مانگی گئی ہین جو پہلے رسولون اور نبیون کو دیگئی تہین یہ مقابلہ بہی قابل نظارہ ہے اور جس طرح حضرت مسیح کی دعا قبول ہو کر عیسائیونکو روٹی کا سامان بہت کچہہ ملگیا ہے اسی طرح یہ قرآنی دعا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعہ سے قبول ہو کر اخیار و ابرار مسلمان بالخصوص ان کے کامل فرد انبیاء بنی اسرائیل کے وارث ٹہرائے گئے اور درصل مسیح موعود کا اس امت مین سے پیدا ہونا یہ بہی اس دعا کی قبولیت کا نتیجہ ہے کیونکہ گو مخفی طور پر بہت سے اخیار و ابرار نے انبیاء بنی اسرائیل کی مماثلت کا حصہ لیا ہے مگر اس امت کا مسیح موعود کہلے کہلے طور پر خدا کے حکم اور اذن سے اسرائیلی مسیح کے مقابل کہڑا کیا گیا ہے تا موسوی اور محمدی سلسلہ کی مماثلت سمجہہ آجائے اسی غرض سے اس مسیح کو ابن مریم سے ہر ایک پہلو سے تشبیہ دی گئی ہے یہان تک کہ اس ابن مریم پر ابتلا بہی اسرائیلی ابن مریم کیطرح آئے اول جیساکہ عیسی ابن مریم محض خدا کے نفخ سے پیدا کیا گیا اسی طرح یہ مسیح بہی سورۃ تحریم کے وعدہ کے موافق محض خدا کے نفخ سے مریم کے اندر سے پیدا کیا گیا اور جیساکہ عیسے ابن مریم کی پیدائش پر بہت شور اوٹہا اور اندھے مخالفون نے مریم کو کہا لقد جئت شیئا فریا اسی طرح اس جگہ بہی کہا گیا اور شور قیامت مچایا گیا اور جیساکہ خدا نے اسرائیلی مریم کے وضع حمل کے وقت مخالفون کو عیسے کی نسبت یہ جواب دیا ولنجعلہ آیۃ للناس ورحمۃ منا وکان امرا مقضیا یہی جواب خدا تعالی نے میری نسبت براہین احمدیہ مین روحانی وضع حمل کے وقت جو استعارہ کے رنگ مین تہا مخالفون کو دیا اور کہا کہ تم اپنے فریبون سے اسکو نابود نہین کرسکتے مین اس کو لوگون کے لئے رحمت کا نشان بناؤنگا اور ایسا ہونا ابتدا سے مقدر تہا۔ اور پہر جس طرح یہودیون کے علماء نے حضرت عیسی پر فتوی تکفیر کا لگایا اور ایک شریر فاضل یہودی نے وہ استفتا طیار کیا اور دوسرے فاضلون نے اسپر فتوی

دیا یہان تک کہ بیت المقدس کے صدہا عالم فاضل جو اکثر اہلحدیث تھے۔ انہون نے حضرت
عیسے پر تکفیر کی مہرین لگادین یہی معاملہ مجھ سے ہوا اور پھر جیسا کہ اُس تکفیر کے بعد حضرت
عیسے کی نسبت کیگئی تھی اُنکو بہت ستایا گیا سخت سخت گالیان دی گئیں تھین ہجو اور
بدگوئی مین کتابین لکھی گئی تھین یہی صورت اس جگہ پیش آئی گویا اٹھارہ سو برس
کے بعد وہی عیسے پھر پیدا ہوگیا اور وہی یہودی پھر پیدا ہوگئے۔ آہ یہی معنی تو اس پیشگوئی
کے تھے کہ غیر المغضوب علیہم جو خدا نے پہلے سے سمجھا دیا تھا مگر ان لوگون نے
صبر نہ کیا جبتک یہودیون کیطرح مغضوب علیہم نہ بن گئے اس مماثلت کی ایک اینٹ تو خدا
نے اپنے ہاتھ سے لگادی کہ مجھے عین چودہوین صدی کے سر پر جیسا کہ مسیح ابن مریم چودہوین
صدی کے سر پر آیا تھا **مسیح الاسلام** کر کے بھیجا اور میرے لئے اپنے زبردست نشان
دکھلا رہا ہے اور آسمان کے نیچے کسی مخالف مسلمان یا یہودی یا عیسائی وغیرہ کو طاقت

حاشیہ حضرت عیسے علیہ السلام کیوقت مین یہودی اگرچہ بہت فرقے تھے مگر جو حق پر سمجھے جاتے تھے وہ دو فرقے ہو گئے تھے
(۱) ایک وہ جو توریت کے پابند تھے اُسی سے اجتہاد کے طور پر مسائل استنباط کرتے تھے (۲) دوسرا فرقہ
اہلحدیث تھا جو توریت پر احادیث کو قاضی سمجھتے تھے یہ اہل حدیث اسرائیلی بلاد مین بہت پھیل گئے تھے
اور ایسی ایسی حدیثون پر عمل کرتے تھے جو اکثر توریت کی معارض اور نقیض تھین اور انکی یہ حجت تھی کہ بعض
مسائل شرع مثلاً عبادات اور معاملات و قانون مجازات کے مسائل توریت سے ملتے نہیں ہین ان پر حدیثون
کی رو سے اطلاع ہوتی ہے اور حدیث کی کتاب کا نام طالمود تھا اور اسمین ہر ایک نبی کے زمانہ کی حدیثین
تھین یہ حدیثین مدت تک زبانی رہین اور مدت کے بعد قلمبند ہوئیں اسلئے انمین کچھ موضوعات کا
حصہ بھی ملگیا تھا اور بباعث اسکے کہ اسوقت یہودیون کے تہتر ۷۳ فرقے ہو گئے تھے اور ہر ایک فرقہ اپنی اپنی
حدیثین جدا جدا رکھتا تھا اور محدثین نے توریت کی طرف توجہ چھوڑ دی تھی اکثر حدیثون پر عمل تھا اور توریت گویا
متروک اور مہجور کیطرح تھی اگر حدیث کے مطابق ہوتی تو اسکو مانا ورنہ اسکو رد کیا۔ پس اس زمانہ مین حضرت عیسی علیہ السلام
پیدا ہوئے اور انکے مخاطب خاص طور پر اہل حدیث تھے جو توریت سے زیادہ حدیثون کی عزت کرتے تھے اور نبیوں کے نوشتون

نہین کہ اُن کا مقابلہ کرے اور خدا کا مقابلہ عاجز اور ذلیل انسان کیا کر سکے یہ تو وہ بنیادی اینٹ ہے جو خدا کی طرف سے ہے ہر ایک جو اس اینٹ کو توڑنا چاہیگا وہ توڑ نہین سکیگا مگر یہ اینٹ جب اسپر پڑیگی تو اسکو ٹکڑے ٹکڑے کردیگی کیونکہ اینٹ خدا کی اور ہا نہہ خدا کا ہے اور دوسری اینٹ میرے مخالفون نے طیار کرکے اسکے مقابل پر رکہدی کہ میرے مقابل پر وہ کام کئے جو اس وقت کے یہودیون نے کئے تہے یہانتک کہ میرے ہلاک کرنیکے لئے ایک خون کا مقدمہ بہی بنایا گیا جسکی میرے خدا نے مجہے پہلے خبر دیدی تہی وہ مقدمہ جو میرے پر بنایا گیا وہ حضرت عیسٰی ابن مریم کے مقدمہ سے بہت سخت تہا کیونکہ حضرت عیسی پر جو مقدمہ کیا گیا اسکی بنا محض ایک مذہبی اختلاف پر تہی جو حاکم کے نزدیک ایک خفیف بات تہی بلکہ کچہہ بہی نہ تہی مگر میرے پر جو مقدمہ کہڑا کیا گیا وہ اقدام قتل کا دعوی تہا اور جیسا کہ مسیح کے مقدمہ مین یہودی مولویون نے جاکر گواہی دی تہی ضرور تہا کہ اس مقدمہ مین بہی کوئی مولویون مین سے گواہی دیتا اِسلئے اس کام کے لئے خدا نے مولوی محمد حسین بٹالوی کو انتخاب کیا اور وہ ایک بڑا المبا جبّہ پہن کر گواہی کے لئے آیا اور جیسا کہ سردار کاہن مسیح کو صلیب دلانیکے لئے عدالت مین گواہی دینے کے لئے آیا تہا یہ بہی موجود ہوئے صرف فرق اس قدر تہا کہ سردار کاہن کو پیلاطوس کی عدالت مین کرسی ملی تہی کیونکہ یہودیون کے معزز بزرگون کو گورنمنٹ رومی مین کرسی ملتی تہی اور بعض انہین سے آنریری مجسٹریٹ بہی تہے اِسلئے اس سردار کاہن نے عدالت کے قواعد کے لحاظ سے کرسی پائی اور مسیح ابن مریم ایک مجرم کی طرح عدالت کے سامنے کہڑا تہا۔ لیکن میرے مقدمہ مین اسکے برعکس ہوا یعنی یہ کہ برخلاف دشمنون کی امیدون کے کپتان ڈگلس نے جو پیلاطوس کی جگہ عدالت کی کرسی پر تہا مجہے کرسی دی اور یہ پیلاطوس مسیح ابن مریم کے پیلاطوس کی نسبت زیادہ با اخلاق ثابت ہوا کیونکہ عدالت کے امر مین وہ دلیری اور استقامت سے عدالت کا پابند رہا اور بالائی سفارشون کی اوسنے کچہہ بہی پروانہ کی اور قومی اور مذہبی خیال نے بہی اسمین کچہہ تغیر پیدا نہ کیا اور اسنے عدالت پر پورا قدم مارنے سے ایسا عمدہ

نمونہ دکھایا کہ اگر اسکے وجود کو قوم کا فخر اور حکام کے لئے نمونہ سمجھا جائے تو بیجا نہ ہوگا عدالت
ایک مشکل امر ہے جبتک انسان تمام تعلقات سے علیحدہ ہوکر عدالت کی کرسی پر نہ بیٹھے
تبتک اس فرض کو عمدہ طور پر ادا نہین کرسکتا مگر ہم اس سچی گواہی کو ادا کرتے ہین کہ اس
پیلاطوس نے اس فرض کو پورے طور پر ادا کیا۔ اگرچہ پہلا پیلاطوس جو رومی تھا اس فرض کو
اچھے طور پر ادا نہین کرسکا اور اسکی بزدلی نے مسیح کو بڑی بڑی تکالیف کا نشانہ بنایا یہ فرق
ہماری جماعت مین ہمیشہ تذکرہ کے لائق ہے جبتک کہ دنیا قائم ہے اور جیسے جیسے یہ جماعت
لاکھون کروڑون افراد تک پہنچے گی ویسی ویسی تعریف کیساتھ اس نیک نیت حاکم کا تذکرہ
رہیگا اور یہ اسکی خوش قسمتی ہے کہ خدا نے اس کام کے لئے اسی کو چنا۔ ایک حاکم کے لئے کس قدر
یہ امتحان کا موقعہ ہے کہ دو فریق اسکے پاس آوین کہ ایک انمین سے اسکے مذہب کا مشنری
اور دوسرا فریق وہ ہے جو اسکے مذہب کا مخالف ہے اور اسکے پاس بیان کیا گیا ہے کہ
وہ اسکے مذہب کا سخت مخالف ہے لیکن اس بہادر پیلاطوس نے اس امتحان کو بڑے
استقلال سے برداشت کرلیا اور اسکو ان کتابون کے مقام دکھلائے گئے جنہین کم فہمی سے عیسائی مذہب کی
نسبت سخت الفاظ سمجھے گئے تھے اور ایک مخالفانہ تحریک کیگئی تھی مگر اسکے چہرہ پر کچھ تغیر پیدا نہوا
کیونکہ وہ اپنی روشن کانشنس کیوجہ سے حقیقت تک پہنچ گیا تھا اور چونکہ اسنے مقدمہ کی اصلیت
کو سچے دل سے تلاش کیا اسلئے خدا نے اسکی مدد کی اور اسکے دل پر سچائی کا الہام کیا اور آپہر
واقعی حقیقت کھولی گئی اور وہ اس سے بہت خوش ہوا کہ عدل کی راہ اسکو نظر آگئی اسنے
مجھے محض عدل کے لحاظ سے مدعی کے مقابل پر کرسی دی اور جب مولوی محمد حسین جو سردار
کاہن کیطرح مخالفانہ گواہی کے لئے آیا تھا مجھے کرسی پر بیٹھا ہوا پایا اور جس ذلت کو دیکھنے
کے لئے میری نسبت اسکی آنکھ شوق رکھتی تھی اس ذلت کو اس نے نہ دیکھا تب مساوات
کو غنیمت سمجھ کر وہ بھی اس پیلاطوس سے کرسی کا خواہشمند ہوا مگر اس پیلاطوس نے اسے
ڈانٹا اور زور سے کہا کہ تجھے اور تیرے باپ کو کبھی کرسی نہین ملی ہمارے دفتر مین
تمہاری کرسی کے لئے کوئی ہدایت نہین۔ اب یہ فرق بھی غور کے لائق ہے کہ پہلے پیلاطوس

نے یہودیون سے ڈر کر ان کے بعض معززگواہون کو کرسی دیدی اور حضرت مسیح کو جو مجرم کے طور پر پیش کئے گئے تہے کھڑا رکہا حالانکہ وہ سچے دل سے مسیح کا خیرخواہ تہا بلکہ مریدون کی طرح تہا اور اسکی بیوی مسیح کی خاص مریدنی تھی جو ولی اللہ کہلاتی ہے لیکن خوف نے اس سے یہان تک حرکت صادر کرائی کہ ناحق بیگناہ مسیح کو یہودیون کے حوالہ کردیا میری طرح کوئی خون کا الزام نہ تہا صرف معمولی طور پر مذہبی اختلاف تہا لیکن وہ رومی پیلاطوس دل کا قوی نہ تہا اس بات کو سنکر ڈر گیا کہ قیصر کے پاس اسکی شکایت کی جائیگی ۔ اور پھر ایک اور مماثلت پہلے پیلاطوس اور اس پیلاطوس مین یاد رکہنے کے لائق ہے کہ پہلے پیلاطوس نے اسوقت جو مسیح ابن مریم عدالت مین پیش کیا گیا یہودیون کو کہا تہا کہ میں اس شخص مین کوئی گناہ نہین دیکھتا ایسا ہی جب آخری مسیح اس آخری پیلاطوس کے روبرو پیش ہوا اور اس مسیح نے کہا کہ مجھے چند روز تک جواب کے لئے مہلت دینی چاہئے کہ مجھ پر خون کا الزام لگایا جاتا ہے تب اس آخری پیلاطوس نے کہا کہ مین آپ پر کوئی الزام نہین لگاتا یہ دونوں قول دونون پیلاطوسون کے بالکل باہم مشابہ ہین اگر فرق ہے تو صرف اس قدر ہے کہ پہلا پیلاطوس اپنے اس قول پر قایم نرہ سکا اور جب اسکو کہا گیا کہ قیصر کے پاس تیری شکایت کرینگے تو وہ ڈر گیا اور حضرت مسیح کو اس نے عمداً خونخوار یہودیون کے حوالہ کردیا گو وہ اس سپردگی سے غمگین تہا اور اسکی عورت بہی غمگین تہی ۔ کیونکہ وہ دونون مسیح کے سخت معتقد تہے لیکن یہودیون کا سخت شور وغوغا دیکھکر بزدلی اسپر غالب آگئی ہان البتہ پوشیدہ طور پر اس نے بہت سعی کی کہ مسیح کی جان کو صلیب سے بچایا جاوے اور اس سعی مین وہ کامیاب بہی ہو گیا مگر بعد اسکے کہ مسیح صلیب پر چڑہایا گیا اور شدت درد سے ایک ایسی سخت غشی مین آگیا کہ گویا وہ موت ہی تہی ۔ بہر حال پیلاطوس رومی کی کوشش سے مسیح ابن مریم کی جان بچ گئی اور جان بچنے کے لئے پہلے سے مسیح کی دعا منظور ہو چکی تہی ۔ دیکھو عبرانیان باب ۵ آیت ۷ *۔ بعد اسکے مسیح اس مین سے پوشیدہ طور پر بہاگ کر کشمیر کی طرف آگیا اور وہین فوت ہوا اور تم سن چکے ہو کہ سری نگر محلہ خان یار

* مسیح نے بطور پیشگوئی خود بھی کہا کہ بجز یونس کے نشان کے اور کوئی نشان دکھایا نہیں جائیگا پس مسیح نے اپنے اس قول مین یہ اشارہ کیا کہ جس طرح یونس نبی مچھلی کے پیٹ مین داخل ہوا اور زندہ ہی نکلا ایسا ہی مین بھی زندہ ہی قبر مین داخل ہونگا اور زندہ ہی نکلونگا سو یہ نشان بجز اس کے کیونکر پورا ہو سکتا تہا کہ مسیح زندہ صلیب سے اُتارا جاتا اور زندہ قبر مین داخل ہوتا اور یہ جو حضرت مسیح نے کہا کہ کوئی اور نشان نہیں دکھایا جائیگا اس فقرہ مین گویا مسیح ان لوگون کا رد کرتا ہے کہ جو کہتے ہین کہ مسیح نے یہ نشان بھی دکھلایا کہ آسمان پر چڑہ گیا ۔ منہ

میں اسکی قبر ہے یہ سب پیلاطوس کی سعی کا نتیجہ تہا لیکن تاہم اُس پہلے پیلاطوس کی کارروائی بزدلی کی رنگ آمیزی سے خالی نہ تہی اگر وہ اپنے اس قول کا پاس کرکے کہ مین اس شخص کا کوئی گناہ نہین دیکہتا مسیح کو چہوڑ دیتا تو اس پر کچہہ مشکل نہ تہا اور وہ چہوڑنے پر قادر تہا مگر وہ قیصر کی دوہائی سن کر ڈر گیا لیکن یہ آخری پیلاطوس پادریون کے ہجوم سے نہ ڈرا حالانکہ اس جگہ بہی قیصرہ کی بادشاہی تہی لیکن یہ قیصرہ اُس قیصر سے بدرجہا بہتر تہی اسلئے کسی کے لئے ممکن نہ تہا کہ حاکم پر دباؤ ڈالنے کے لئے اور انصاف چہوڑانیکے لئے قیصرہ سے ڈرادے بہرحال پہلے مسیح کی نسبت آخری مسیح پر بہت شور اور منصوبہ اُٹہایا گیا تہا اور میرے مخالف اور ساری قومون کے سرگروہ جمع ہوگئے تہے مگر آخری پیلاطوس نے سچائی سے پیار کیا اور اپنے اس قول کو پورا کرکے دکہلایا کہ جو اس نے مجہی مخاطب کرکے کہا تہا کہ مین تم پر خون کا الزام نہین لگاتا سو اس نے مجہے بہت صفائی اور مردانگی سے بری کیا اور پہلے پیلاطوس نے مسیح کے بچانے کیلئے حیلون سے کام لیا مگر اس پیلاطوس نے جو کچہہ عدالت کا تقاضا تہا اُس طور سے اس تقاضا کو پورا کیا جسمین بزدلی کا رنگ نہ تہا جس دن میں بری ہوا اُس دن اس عدالت مین ملٹی فوج کا ایک چور بہی پیش ہوا یہ اسلئے وقوع مین آیا کہ پہلے مسیح کے ساتہہ بہی ایک چور تہا لیکن اس آخری مسیح کے ساتہہ کے چور کو جو پکڑا گیا اُس پہلے چور کی طرح جو پہلے مسیح کے ساتہہ پکڑا گیا صلیب پر نہین چڑہایا اور نہ اسکی ہڈیان توڑی گئین بلکہ صرف تین ماہ کی قید ہوئی *

اب پہر ہم اپنے بیان کیطرف رجوع کرکے لکہتے ہین کہ سورۃ فاتحہ مین اس قدر حقایق ودقایق ومعارف جمع ہین کہ اگر اُن سب کو لکہا جائے تو وہ باتین ایک دفتر مین بہی ختم نہین ہوسکتین اسی ایک حکیمانہ دعا کو دیکہئے کہ جو اس سورہ میں سکہائی گئی ہے یعنے اھدنا الصراط المستقیم یہ دعا ایک ایسا مفہوم کلّی اپنے اندر رکہتی ہے جو تمام دین اور دنیا کے مقاصد کی یہی ایک کنجی ہے ہم کسی چیز کی حقیقت پر اطلاع نہین پاسکتے اور نہ اُسکے فوائد سے منتفع ہوسکتے ہین جبتک کہ ہمین اسکے پانیکے لئے ایک مستقیم راہ نہ ملے دنیا کی جسقدر

مشکل اور پیچیدہ امور میں خواہ وہ سلطنت اور وزارت کے ذمہ واریوں کے متعلق ہوں اور خواہ سپہ گری اور جنگ وجدال سے تعلق رکھتے ہوں اور خواہ طبعی اور ہیئت کے دقیق مسائل کے متعلق ہوں اور خواہ صناعت طب کے طریق تشخیص اور علاج کے متعلق اور خواہ تجارت اور زراعت کے متعلق ان تمام امور میں کامیابی ہونا مشکل اور غیر ممکن ہے جبتک کہ انکے بارہ میں ایک مستقیم راہ نہ ملے کہ کس طور سے اس کام کو شروع کرنا چاہئے اور ہر ایک عقلمند انسان مشکلات کے وقت میں یہی اپنا فرض سمجھتا ہے کہ اس مشکل سربستہ کے بارے میں ایک لمبے وقت تک رات کو اور دن کو سوچتا رہے تا ہو کہ اس مشکل کشائی کے لئے کوئی راہ نکل آوے اور ہر ایک صنعت اور ہر ایک ایجاد اور ہر ایک پیچیدہ اور الجھے ہوئے کام کو چلانا اس بات کو چاہتا ہے کہ اُس کام کے لئے راہ نکل آوے پس دنیا اور دین کی اغراض کیلئے اصل دعا راہ نکالنے کی دعا ہے جب سیدھی راہ کسی امر کے متعلق ہاتھ میں آجائے تو یقیناً وہ امر بھی خدا کے فضل سے حاصل ہو جاتا ہے خدا کی قدرت اور حکمت نے ہر ایک مدعا کے حصول کیلئے ایک راہ رکھی ہے مثلاً کسی بیمار کا ٹھیک علاج نہیں ہو سکتا جب تک اُس مرض کی حقیقت سمجھنے اور نسخہ کے تجویز کے لئے ایک ایسی راہ نہ نکل آوے کہ دل فتوے دیدے کہ اس راہ میں کامیابی ہو گی بلکہ کوئی انتظام دنیا میں ہو ہی نہیں سکتا جب تک اس انتظام کے لئے ایک راہ پیدا نہ ہو پس راہ کا طلب کرنا طالب مقصد کا فرض ہوا اور جیسا کہ دنیا کی کامیابی کا صحیح سلسلہ ہاتھ میں لینے کے لئے پہلے ایک راہ کی ضرورت ہے جس پر قدم رکھا جائے ایسا ہی خدا کا دوست اور مورد محبت اور فضل بننے کے لئے قدیم سے ایک راہ کی ضرورت پائی گئی ہے اسی لئے دوسری سورۃ میں جو سورۃ البقر ہے جو اس سورۃ کے بعد ہے سورۃ کے شروع میں ہی فرمایا گیا ہے۔ هُدًى لِّلْمُتَّقِينَ یعنے انعام پانے کی یہ راہ ہے جو ہم بیان کرتے ہیں[+] پس یہ دعا یعنے دعا اهدنا الصراط المستقیم ایک جامع دعا ہے کہ جو انسان کو اس بات کی طرف متوجہ کرتی ہے کہ مشکلات دینی اور دنیوی کے وقت میں اول جس چیز کی تلاش انسان کا فرض ہے وہ یہی ہے کہ اس امر کے حصول کیلئے وہ صراط مستقیم تلاش کرے یعنی کوئی ایسی صاف اور سیدھی

[+] سورہ فاتحہ میں راہ راست کیلئے دعا کی گئی اور دوسری سورۃ میں گویا وہ دعا قبول ہو کر راہ راست بتلائی گئی ہے۔ منہ

راہ ڈھونڈ ہے جس سے بآسانی اس مطلب تک پہنچ سکے۔ اور دل یقین سے بھر جائے شکوک سے نجات ہو لیکن انجیل کی ہدایت کے موافق روٹی مانگنے والا خداجوئی کی راہ اختیار نکریگا اُسکا مقصد تو روٹی ہے جب روٹی ملگئی تو پھر اسکو خدا سے کیا غرض یہی وجہ ہے کہ عیسائی صراط مستقیم سے گر گئے اور ایک نہایت قابل شرم عقیدہ جو انسان کو خدا بنانا ہے انکے گلے پڑ گیا ہم نہیں سمجھ سکتے کہ مسیح ابن مریم مین دوسرون کی نسبت کیا زیادتی تھی جس سے اُسکی خدائی کا خیال آیا معجزات مین پہلے اکثر نبی اس سے بڑھکر ہیں جیسا کہ موسےٰ اور الیسع اور ایلیا نبی اور مجھے قسم ہے اُس ذات کی جسکے ہاتھ مین میری جان ہے کہ اگر مسیح ابن مریم میرے زمانہ مین ہوتا تو وہ کام جو مین کرسکتا ہون وہ ہرگز نہ کرسکتا اور وہ نشان جو مجھ سے ظاہر ہو رہے ہین وہ ہرگز دکھلا نہ سکتا* اور خدا کا فضل اپنے سے زیادہ مجھ پر پاتا۔ جبکہ مین ایسا ہون تو اب سوچو کہ کیا مرتبہ ہے **اُس پاک رسول کا جسکی غلامی کیطرف مین منسوب کیا گیا۔** ذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيهِ مَن يَشَاءُ اِس جگہ کوئی حسد اور رشک پیش نہین جاتا خدا جو چاہے کرے جو اسکے ارادہ کے مخالفت کرتا ہے وہ صرف اپنے مقاصد مین نامراد ہی نہین بلکہ مرکر جہنم کی راہ لیتا ہے ہلاک ہو گئے وہ جنہون نے عاجز مخلوق کو خدا بنایا۔ ہلاک ہو گئے وہ جنہون نے ایک برگزیدہ رسول کو قبول نہ کیا۔ مبارک وہ جس نے مجھے پہچانا مین خدا کی سب راہون مین سے آخری راہ ہون۔ اور مین اسکے سب نورون مین سے آخری نور ہون۔ بدقسمت ہے وہ جو مجھے چھوڑتا ہے کیونکہ میرے بغیر سب تاریکی ہے *

دوسرا ذریعہ ہدایت کا جو مسلمانون کو دیا گیا ہے **سنت** ہے یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی عملی کارروائیان جو آپ نے قرآن شریف کے احکام کی تشریح کیلئے کرکے دکھلائین مثلاً قرآن شریف مین بظاہر نظر پنجگانہ نمازون کے رکعات معلوم نہین ہوتین کہ صبح کس قدر اور دوسرے وقتون مین کس کس تعداد پر لیکن سنت نے سب کچھ کھول دیا ہے یہ دھوکہ نہ لگے کہ سنت اور حدیث ایک چیز ہے کیونکہ حدیث تو سو ڈیڑھ سو برس کے بعد جمع کی گئی مگر سنت کا قرآن شریف کیساتھ ہی وجود تھا مسلمانون پر قرآن شریف کے بعد بڑا احسان سنت کا ہے خدا اور رسول کی ذمہ داری

* اس تصدیق کے لئے کتاب نزول المسیح کو عنقریب دیکھو گے جو چھپ رہی ہے اور دس جزو تک چھپ چکی ہے اور عنقریب شائع ہونیوالی ہے یہ کتاب پیر مہر علی گولڑوی کی کتاب سیف چشتیائی کے رد مین لکھی گئی ہے جس مین ثابت کیا گیا ہے کہ پیر صاحب نے محمد حسن مردہ کے مضمون کو چرا کر ایسی قابل شرم غلطیون کا ارتکاب کیا ہے کہ اب اطلاع پانے سے آئندہ زندگی تلخ ہو جائیگی وہ بدبخت۔ تو ہماری پیشگوئی مندرجہ اعجاز المسیح کے موافق فوت ہو گیا اور یہ دوسرا بدبخت احمق کتاب بناکر پیشگوئی اِنِّی مُھِینٌ مَنْ اَرَادَ اِھَانَتَكَ کا نشانہ بنگیا فَاعْتَبِرُوْا یَا اُولِی الْاَبْصَارِ - منہ

کا فرض صرف دو امر تھے اور وہ یہ کہ خدا نے قرآن کو نازل کر کے مخلوق کو بذریعہ اپنے قول کے اپنے منشاء سے اطلاع دی۔ یہہ تو خدا کے قانون کا فرض تھا اور رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کا یہہ فرض تھا کہ خدا کی کلام کو عملی طور پر دکھلا کر بخوبی لوگون کو سمجھا دینا پس رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے وہ گفتنی باتین کردنی کے پیرایہ مین دکھلا دین اور اپنی سنت یعنی عملی طور کارروائی سے معضلات اور مشکلات مسائل کو حل کر دیا یہ کہنا بیجا ہے کہ یہہ حل کرنا حدیث پر موقوف تھا کیونکہ حدیث کے وجود سے پہلے اسلام زمین پر قائم ہو چکا تھا کیا جبتک حدیثین جمع نہ ہوئی تھین۔ لوگ نماز نہ پڑھتے تھے یا زکوٰۃ نہ دیتے تھے یا حج نہ کرتے تھے یا حلال وحرام سے واقف نہ تھے۔ ہان تیسرا ذریعہ ہدایت کا حدیث ہے کیونکہ بہت سے اسلام کے تاریخی اور اخلاقی اور فقہ کے امور کو حدیثین کھولکر بیان کرتی ہین اور نیز بڑا فایدہ حدیث کا یہہ ہے کہ وہ قرآن کی خادم اور سنت کی خادم ہی جن لوگونکو ادب قرآن شریف کا نہین دیا گیا وہ اس موقعپر حدیث کو قاضی قرآن کہتے ہین جیسا کہ یہودیون نے اپنی حدیثون کی نسبت کہا مگر ہم حدیث کو خادم قرآن اور خادم سنت قرار دیتے ہین اور ظاہر ہے کہ آقا کی شوکت خادمون کے ہونے سے بڑہتی ہے قرآن خدا کا قول ہے اور سنت رسول اللہ کا فعل اور حدیث سنت کے لئے ایک تائیدی گواہ ہے۔ نعوذ باللہ یہہ کہنا غلط ہے کہ حدیث قرآن پر قاضی ہی اگر قرآن پر کوئی قاضی ہے تو وہ خود قرآن ہی۔ حدیث جو ایک ظنی مرتبہ پر ہے۔ قرآن کی ہرگز قاضی نہین ہوسکتی صرف ثبوت مؤید کے رنگین ہی قرآن اور سنت نے اصل کام سب کر دکھایا ہے اور حدیث صرف تائیدی گواہ ہے حدیث قرآن پر کیسی قاضی ہوسکتی ہی قرآن اور سنت اس زمانہ مین ہدایت کر رہے تھی جبکہ اس مصنوعی قاضی کا نام ونشان نہ تھا یہہ مت کہو کہ حدیث قرآن پر قاضی ہی بلکہ یہہ کہو کہ حدیث قرآن اور سنت کیلئے تائیدی گواہ ہے البتہ سنت ایک ایسی چیز ہی جو قرآن کا منشا ظاہر کرتی ہی اور سنت سے وہ راہ مراد ہے جس راہ پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے عملی طور پر صحابہ کو ڈال دیا تھا۔ سنت ان باتونکا نام نہین ہے جو سو ڈیڑھ سو برس بعد کتابون مین لکھی گئین بلکہ ان باتون کا نام حدیث ہی اور

سنت اس عملی نمونہ کا نام ہے جو نیک مسلمانوں کی عملی حالت میں ابتدا سے چلا آیا ہے جس پر ہزارہا مسلمانوں کو لگایا گیا۔ ہاں حدیث بھی اگرچہ اکثر حصہ اُسکا ظن کے مرتبہ پر ہے مگر بشرط عدم تعارض قرآن وسنت تمسک کے لایق ہے اور موید قرآن وسنت ہے اور بہت سی اسلامی مسایل کا ذخیرہ اسکے اندر موجود ہے پس حدیث کا قدر نہ کرنا گویا ایک عضو اسلام کا کاٹ دینا ہے ہاں اگر ایک ایسی حدیث ہو جو قرآن اور سنت کے نقیض ہو اور نیز ایسی حدیث کی نقیض ہو جو قرآن کے مطابق ہے یا مثلاً ایک ایسی حدیث ہو جو صحیح بخاری کے مخالف ہے تو وہ حدیث قبول کے لایق نہین ہوگی کیونکہ اس کے قبول کرنے سے قرآن کو اور اُن تمام احادیث کو جو قرآن کے موافق ہین رد کرنا پڑتا ہے اور مین جانتا ہون کہ کوئی پرہیز گار اس پر جرأت نہین کریگا کہ ایسی حدیث پر عقیدہ رکھے کہ وہ قرآن اور سنت کے برخلاف اور ایسی حدیثون کے مخالف ہے جو قرآن کے مطابق ہین بہر حال احادیث کا قدر کرو اور اُن سے فائدہ اُٹھاؤ کہ وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کیطرف منسوب ہین اور جبتک قرآن اور سنت اُنکی تکذیب نہ کرے تم بھی اُنکی تکذیب نہ کرو بلکہ چاہئے کہ احادیث نبویہ پر ایسے کاربند ہو کہ کوئی حرکت نہ کرو اور نہ کوئی سکون اور نہ کوئی فعل کرو اور نہ ترک فعل۔ مگر اسکی تائید مین تمہارے پاس کوئی حدیث ہو لیکن اگر کوئی ایسی حدیث ہو جو قرآن شریف کے بیان کردہ قصص سے صریح مخالف ہی تو اُسکی تطبیق کے لئے فکر کرو شائد وہ تعارض تمہاری ہی غلطی ہو اور اگر کسی طرح وہ تعارض دور نہ ہو تو ایسی حدیث کو پھینک دو کہ وہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے نہین ہی اور اگر کوئی حدیث ضعیف ہی مگر قرآن سے مطابقت رکھتی ہے تو اس حدیث کو قبول کرلو کیونکہ قرآن اسکا مصدق ہے اور اگر کوئی ایسی حدیث ہو جو کسی پیشگوئی پر مشتمل ہے مگر محدثین کے نزدیک وہ ضعیف ہی اور تمہارے زمانہ مین یا پہلے اس سے اس حدیث کی پیشگوئی سچی نکلی ہے تو اس حدیث کو سچی سمجھو اور ایسے محدثون اور راویون کو مخطی اور کاذب خیال کرو جنہون نے اس حدیث کو ضعیف اور موضوع قرار دیا ہو ایسی حدیثین صدہا ہین جنمین پیشگوئیان ہین اور اکثر ان مین سے محدثین کے نزدیک مجروح یا موضوع یا ضعیف ہین پس اگر کوی حدیث اُنمین سے پوری ہو جائے اور تم یہ

کہہ کر ٹال دو کہ ہم اسکو نہین مانتے کیونکہ یہ حدیث ضعیف ہی یا کوئی راوی اسکا متدین نہین
ہے تو اس صورت مین تمہاری خود بے ایمانی ہوگی کہ ایسی حدیث کو رد کرد و جسکا سچا ہونا خدا
نے ظاہر کردیا۔ خیال کرو کہ اگر ایسی حدیث ہزار ہو اور محدثین کے نزدیک ضعیف ہو اور ہزار
پیشگوئی اسکی سچی نکلے تو کیا تم ان حدیثون کو ضعیف قرار دیکر اسلام کے ہزار ثبوت کو ضایع
کرد وگے پس اس صورت مین تم اسلام کے دشمن ٹہیر وگے اور اللہ تعالی فرماتا ہو فَلَا يُظْهِرُ
عَلٰى غَيْبِهٖٓ اَحَدًا اِلَّا مَنِ ارْتَضٰى مِنْ رَّسُوْلٍ پس سچی پیشگوئی بجز سچے رسول کے کس کی
طرف منسوب ہوسکتی ہے کیا ایسے موقعہ پر یہ کہنا مناسب حالت ایمانداری نہین ہے کہ
صحیح حدیث کو ضعیف کہنے مین کسی محدث نے غلطی کہائی اور یا یہ کہنا مناسب ہے کہ جہوٹی حدیث
کو سچی کر کے خدا نے غلطی کہائی -- اور اگر ایک حدیث ضعیف درجہ کی بہی ہو بشرطیکہ وہ قرآن
اور سنت اور ایسی احادیث کے مخالف نہین جو قرآن کے موافق ہین تو اس حدیث پر عمل کرو
لیکن بڑی احتیاط سے حدیثون پر عمل کرنا چاہئے کیونکہ بہت سی احادیث موضوعہ بہی ہین
جنہون نے اسلام مین فتنہ ڈالا ہے ہر ایک فرقہ اپنے عقیدہ کے موافق حدیث رکہتا ہے
یہان تک کہ نماز جیسے یقینی اور متواتر فریضہ کو احادیث کے تفرقہ نے مختلف صورتون مین
کردیا ہے کوئی آمین بالجہر کرتا ہے کوئی پوشیدہ کوئی خلف امام فاتحہ پڑہتا ہے کوئی اس پڑہنے
کو مفسد نماز جانتا ہے کوئی سینہ پر ہاتہہ باندہتا ہے کوئی ناف پر اصل وجہ اس اختلاف کی
احادیث ہی ہین كُلُّ حِزْبٍ بِمَا لَدَيْهِمْ فَرِحُوْنَ ورنہ سنت نے ایک ہی طریق بتلایا تہا پہر
روایات کے تداخل نے اس طریق کو جنبش دیدی۔ اسی طرح احادیث کی غلط فہمی نے
کئی لوگون کو ہلاک کردیا۔ شیعہ بہی اسی سے ہلاک ہوئے اگر قرآن کو اپنا حکم ٹہراتے تو ایک
سورۃ نور ہی انکو نور بخش سکتی تہی مگر حدیثون نے انکو ہلاک کیا اسی طرح حضرت مسیح کے وقت وہ
یہودی ہلاک ہوگئے جو اہلحدیث کہلاتے تہے کچھ مدت سے ان لوگون نے توریت کو
چہوڑ دیا تہا اور جیسا کہ آجتک اون کا عقیدہ ہے اُن کا یہ مذہب تہا کہ حدیث توریت پر قاضی
ہے سو انمین ایسی حدیثین بکثرت موجود تہین کہ جب تک ایلیا دوبارہ آسمان سے اپنے عنصری

وجود کے ساتھ نازل نہ ہو تب تک ان کا مسیح موعود نہین آئے گا ان حدیثون نے ان کو سخت ٹھوکر مین ڈالدیا- اور وہ لوگ ان حدیثون پر تکیہ کر کے حضرت مسیح کی اس تاویل کو قبول نہ کر سکے کہ الیاس سے مراد یوحنا یعنے یحیٰی نبی ہے جو الیاس کی خو اور طبیعت پر آیا اور بروزی طور پر اس کا وجود لیا ہے پس تمام ٹھوکر ان کی حدیثون کے سبب سے تھی جو آخر کار ان کے بے ایمان ہونیکا موجب ہوگئی اور ممکن ہے کہ وہ لوگ ان حدیثون کے معنون مین بھی غلطی کرتے ہون یا حدیثون مین بعض انسانی الفاظ مل گئے ہون- غرض شائد مسلمانون کو اس واقعہ کی خبر نہین ہوگی کہ یہودیون مین حضرت مسیح کے منکر اہل حدیث ہی تھے انہون نے ان پر شور مچایا اور تکفیر کا فتوے لکھا اور انکو کافر قرار دیا اور کہا کہ یہ شخص خدا کی کتابون کو مانتا نہین خدا نے الیاس کے دوبارہ آنیکی خبر دی ہے اور یہ اس پیش گوئی کی تاویلین کرتا اور بغیر کسی قرینہ صارفہ کے ان خبرون کو کسی اور طرف کھینچ کر لیجاتا ہے اور حضرت مسیح کا نام انہون نے صرف کافر ہی نہین بلکہ ملحد بھی رکھا کہ اگر یہ شخص سچا ہے تو پھر دین موسوی باطل ہے وہ ان کے لئے فیج اعوج کا زمانہ تھا جھوٹی حدیثون نے ان کو دھوکا دیا- غرض حدیثون کے پڑھنے کے وقت یہ خیال کر لینا چاہئے کہ ایک قوم پہلے اسی حدیث کو توریت پر قاضی ٹھہرا کر اس حالت تک پہنچ چکی ہے کہ ایک سچے نبی کو انہون نے کافر اور دجال کہا اور اس سے انکار کر دیا- تاہم مسلمانون کے لئے صحیح بخاری نہایت متبرک اور مفید کتاب ہے یہ وہی کتاب ہے جس مین صاف طور پر لکھا ہے کہ حضرت عیسے علیہ السلام وفات پاگئے- ایسا ہی مسلم اور دوسری احادیث کی کتابین بہت سے معارف اور مسائل کا ذخیرہ اپنے اندر رکھتی ہین اور اس احتیاط سے ان پر عمل واجب ہے کہ کوئی مضمون ایسا نہ ہو جو قرآن اور سنت اور ان احادیث سے مخالف ہو جو قرآن کے مطابق ہین +

اے خدا کے طالب بندو! کان کھولو اور سنو کہ یقین جیسی کوئی چیز نہین یقین ہی ہے جو گناہ سے چھوڑاتا ہے- یقین ہی ہے جو نیکی کرنے کی قوت دیتا ہے- یقین ہی ہے جو خدا کا عاشق صادق بناتا ہے کیا تم گناہ کو بغیر یقین کے چھوڑ سکتے ہو- کیا تم جذبات نفس سے

ہے جنہون حضرت مسیح کو جبتک وہ اس ملک مین رہے بہت دکھ دیا تھا اور جب وہ صلیب سے نجات پاکر کشمیر کیطرف چلے آئے تو انہی ایک جھوٹی خواب کے ذریعہ سے حواریون مین اپنے تئین داخل کیا اور تثلیث کا مسئلہ گھڑا اور عیسائیون پر سور کو جو توریت کے رو سے ابدی حرام تھا حلال کر دیا اور شراب کو بہت وسعت دیدی اور انجیلی عقیدہ مین تثلیث

بغیر یقینی تجلی کے رک سکتے ہو۔ کیا تم بغیر یقین کے کوئی تسلی پاسکتے ہو۔ کیا تم بغیر یقین کے کوئی سچی تبدیلی پیدا کر سکتے ہو کیا تم بغیر یقین کے کوئی سچی خوشحالی حاصل کر سکتے ہو۔ کیا آسمان کے نیچے کوئی ایسا کفارہ اور ایسا فدیہ ہے جو تم سے گناہ ترک کرا سکے۔ کیا مریم کا بیٹا عیسےٰ ایسا ہے کہ اس کا مصنوعی خون گناہ سے چھڑائے گا۔ اے عیسائیو ایسا جھوٹ مت بولو جس سے زمین ٹکڑے ٹکڑے ہو جائے۔ یسوع خود اپنی نجات کیلئے یقین کا محتاج تھا اور اس نے یقین کیا اور نجات پائی۔ افسوس ہے ان عیسائیوں پر جو یہ کہہ کر مخلوق کو دھوکا دیتے ہیں کہ ہم نے مسیح کے خون سے گناہ سے نجات پائی ہے۔ حالانکہ وہ سر سے پیر تک گناہ میں غرق ہیں وہ نہیں جانتے کہ ان کا کون خدا ہے بلکہ زندگی تو غفلت آمیز ہے شراب کی مستی ان کے دماغ میں ہے مگر وہ پاک مستی جو آسمان سے اترتی ہے اس سے وہ بیخبر ہیں اور جو زندگی خدا کے ساتھ ہوتی ہے اور جو پاک زندگی کے نتائج ہوتے ہیں وہ اس سے بے نصیب ہیں پس تم یاد رکھو کہ بغیر یقین کے تم تاریک زندگی سے باہر نہیں آسکتے اور نہ روح القدس تمہیں مل سکتا ہے مبارک وہ جو یقین رکھتے ہیں کیونکہ وہی خدا کو دیکھیں گے۔ مبارک وہ جو شبہات اور شکوک سے نجات پا گئے ہیں کیونکہ وہی گنہ سے نجات پائینگے۔ مبارک تم جبکہ تمہیں یقین کی دولت دیجائے کہ اسکے بعد تمہارے گنہ کا خاتمہ ہوگا۔ گنہ اور یقین دونوں جمع نہیں ہو سکتے کیا تم ایسے سوراخ میں ہاتھ ڈال سکتے ہو جس میں تم ایک سخت زہریلے سانپ کو دیکھ رہے ہو کیا تم ایسی جگہ کھڑے رہ سکتے ہو جس جگہ کسی کوہ آتش فشان سے پتھر برستے ہیں یا بجلی پڑتی ہے یا ایک خونخوار شیر کے حملہ کرنے کی جگہ ہے یا ایک ایسی جگہ ہے جہاں ایک مہلک طاعون نسل انسان کو معدوم کر رہی ہے پھر اگر تمہیں خدا پر ایسا ہی یقین ہے جیسا کہ سانپ پر یا بجلی پر یا شیر پر یا طاعون پر تو ممکن نہیں کہ اسکے مقابل پر تم نافرمانی کر کے سزا کی راہ اختیار کر سکو۔ یا صدق و وفا کا اس سے تعلق توڑ سکو؛

اے لوگو جو نیکی اور راستبازی کے لئے بلائے گئے ہو تم یقیناً سمجھو کہ خدا کی کشش اسوقت تم میں پیدا ہو گی اور اسی وقت تم گناہ کے مکروہ داغ سے پاک کئے جاؤ گے

جبکہ تمہارے دل یقین سے بھر جائینگے شاید تم کہوگے کہ ہمیں یقین حاصل ہے سو یاد رہے
کہ یہ تمہیں دہوکا لگا ہوا ہے یقین تمہیں ہرگز حاصل نہیں کیونکہ اُسکے لوازم حاصل نہیں وجہ یہ کہ
تم گناہ سے باز نہیں آتے تم ایسا قدم آگے نہیں اُٹھاتے جو اُٹھانا چاہئے تم ایسے طور سے
نہیں ڈرتے جو ڈرنا چاہئے خود سوچ لو کہ جسکو یقین ہے کہ فلان سوراخ میں سانپ ہے وہ اس
سوراخ میں کب ہاتھ ڈالتا ہے اور جسکو یقین ہے کہ اُسکے کہانے میں زہر ہے وہ اس کہانے
کو کب کہاتا ہے اور جو یقینی طور پر دیکھ رہا ہے کہ اس فلان بن میں ایک ہزار خونخوار شیر ہے اُسکا
قدم کیونکر بے احتیاطی اور غفلت سے اُس بن کیطرف اُٹھ سکتا ہے سو تمہارے ہاتھ اور تمہارے پاؤں اور
تمہارے کان اور تمہاری آنکھیں کیونکر گناہ پر دلیری کر سکتی ہیں اگر تمہیں خدا اور جزا سزا پر یقین
ہے گناہ یقین پر غالب نہیں ہوسکتا اور جبکہ تم ایک بہسم کرنے اور کہا جانیوالی آگ کو دیکھ رہے ہو
تو کیونکر اُس آگ میں اپنے تئیں ڈال سکتے ہو۔ اور یقین کی دیوارین آسمان تک ہیں شیطان
اُن پر چڑھ نہیں سکتا ہر ایک جو پاک ہوا وہ یقین سے پاک ہوا۔ یقین دُکھ اُٹھانے کی قوت دیتا ہے
یہان تک کہ ایک بادشاہ کو تخت سے اوتارتا ہے اور فقیری جامہ پہناتا ہے۔ یقین ہر ایک دُکھ
کو سہل کر دیتا ہے یقین خدا کو دکہاتا ہے ہر ایک کفارہ جہوٹا ہے اور ہر ایک فدیہ باطل ہے۔
اور ہر ایک پاکیزگی یقین کی راہ سے آتی ہے وہ چیز جو گناہ سے چھڑاتی اور خدا تک پہنچاتی اور
فرشتون سے بہی صدق اور ثبات میں آگے بڑہا دیتی ہے وہ یقین ہے ہر ایک مذہب جو یقین
کا سامان پیش نہیں کرتا وہ جہوٹا ہے ہر ایک مذہب جو یقینی وسائل سے خدا کو دکہا نہیں سکتا
وہ جہوٹا ہے ہر ایک مذہب جسمین بجز پرانے قصون کے اور کچھ نہیں وہ جہوٹا ہے۔ خدا جیسے
پہلے تہا وہ اب بہی ہے اور اسکی قدرتین جیسی پہلے تہین وہ اب بہی ہین اور اُسکا نشان
دکہلانے پر جیسا کہ پہلے اقتدار تہا وہ اب بہی ہے پہر تم کیون صرف قصون پر راضی ہوتے ہو
وہ مذہب ہلاک شدہ ہے جس کے معجزات صرف قصّے ہین جسکی پیشگوئیان صرف قصّے ہین
اور وہ جماعت ہلاک شدہ ہے جسپر خدا نازل نہیں ہوا اور جو یقین کے ذریعہ سے خدا کے
ہاتھ سے پاک نہیں ہوئی جس طرح انسان نفسانی لذات کا سامان دیکھ کر اُنکی طرف کہنچا

جاتا ہے اِسی طرح انسان جب روحانی لذات یقین کے ذریعہ سے حاصل کرتا ہے تو وہ خدا کی طرف کہنچا جاتا ہے اور اسکا حُسن اسکو ایسا مست کر دیتا ہے کہ دوسری تمام چیزین اوسکو سراسر ردی دکہائی دیتی ہین اور انسان اُسی وقت گناہ سے مخلصی پاتا ہے جبکہ وہ خدا اور اسکے جبروت اور جزا سزا پر یقینی طور پر اطلاع پاتا ہے ہر ایک بیباکی کی جڑہ بیخبری ہے جو شخص خدا کی یقینی معرفت سے کوئی حصہ لیتا ہے وہ بیباک نہین رہ سکتا۔ اگر گہر کا مالک جانتا ہے کہ ایک پُر زور سیلاب نے اسکے گہر کیطرف رُخ کیا ہے اور یا اسکے گہر کے اردگرد آگ لگ چکی ہے اور صرف ایک ذرہ سی جگہ باقی ہے تو وہ اس گہر مین ٹہر نہین سکتا۔ تو پہر تم خدا کی جزا سزا کے یقین کا دعوے کر کے کیونکر اپنی خطرناک حالتون پر ٹہر رہے ہو سو تم آنکہین کہولو اور خدا کے اُس قانون کو دیکہو جو تمام دُنیا مین پایا جاتا ہے چوہے مت بنو جو نیچے کیطرف جاتے ہین بلکہ بلند پرواز کبوتر بنو جو آسمان کے فضا کو اپنے لئے پسند کرتا ہے۔ تم توبہ کی بعیت کر کے پہر گناہ پر قایم نہ رہو اور سانپ کی طرح مت بنو جو کہال اُتار کر پہر بہی سانپ ہی رہتا ہے موت کو یاد رکہو کہ وہ تمہارے نزدیک آتی جاتی ہے اور تم اُس سے بیخبر ہو۔ کوشش کرو کہ پاک ہو جاؤ کہ انسان پاک کو تب پاتا ہے کہ خود پاک ہو جاوے مگر تم اس نعمت کو کیونکر پاسکو اسکا جواب خود خدا نے دیا ہے جہان قرآن مین فرماتا ہے واستعینوا بالصبر والصلوٰۃ یعنے نماز اور صبر کے ساتہہ خدا سے مدد چاہو نماز کیا چیز ہے وہ دعا ہے جو تسبیح تحمید تقدیس اور استغفار اور درود کے ساتہہ تضرّع سے مانگی جاتی ہے سو جب تم نماز پڑہو تو بیخبر لوگون کیطرح اپنی دُعاؤن مین صرف عربی الفاظ کے پابند نہ رہو کیونکہ انکی نماز اور انکا استغفار سب رسمین ہین جن کے ساتہہ کوئی حقیقت نہین لیکن تم جب نماز پڑہو تو بجز قرآن کے جو خدا کا کلام ہے اور بجز بعض ادعیہ ماثورہ کے کہ وہ رسول کا کلام ہے باقی اپنی تمام عام دعاؤن مین اپنی زبان مین ہی الفاظ متضرعانہ ادا کر لیا کرو تا ہو کہ تمہارے دلون پر اُس عجز و نیاز کا کچہہ اثر ہو۔ پنجگانہ نمازین کیا چیز ہین وہ تمہارے مختلف حالات کا فوٹو ہے تمہاری زندگی کے لازم حال پانچ تغیر ہین جو بلا کے وقت تم پر وارد ہوتے ہین اور تمہاری فطرت کے لئے اُن کا وارد ہونا ضروری ہے۔ (۱) پہلے جبکہ تم مطلع

کئے جاتے ہو کہ تم پر ایک بلا آنیوالی ہے مثلاً جیسے تمہارے نام عدالت سے ایک وارنٹ جاری ہوا یہ پہلی حالت ہے جس نے تمہاری تسلی اور خوشحالی مین خلل ڈالا سو یہ حالت زوال کے وقت سے مشابہ ہے کیونکہ اس سے تمہاری خوشحالی مین زوال آنا شروع ہوا اسکے مقابل پر نماز ظہر متعین ہوئی جس کا وقت زوال آفتاب سے شروع ہوتا ہے۔

(۲) دوسرا تغیر اس وقت تم پر آتا ہے جبکہ تم بلا کے محل سے بہت نزدیک کئے جاتے ہو۔ مثلاً جبکہ تم بذریعہ وارنٹ گرفتار ہو کر حاکم کے سامنے پیش ہوتے ہو یہ وہ وقت ہے کہ جب تمہارا خوف سے خون خشک ہو جاتا ہے اور تسلی کا نور تم سے رخصت ہونیکو ہوتا ہے سو یہ حالت تمہاری اسوقت سے مشابہ ہے جبکہ آفتاب سے نور کم ہو جاتا ہے اور نظر اسپر جم سکتی ہے اور صریح نظر آتا ہے کہ اب اسکا غروب نزدیک ہے۔ اس روحانی حالت کے مقابل پر نماز عصر مقرر ہے

(۳) تیسرا تغیر تم پر اسوقت آتا ہے جو اس بلا سے رہائی پانے کی بکلی امید منقطع ہو جاتی ہے۔ مثلاً جیسے تمہارے نام فرد قرارداد جرم لکھی جاتی ہے اور مخالفانہ گواہ تمہاری ہلاکت کے لئے گذر جاتے ہین یہ وہ وقت ہے کہ جب تمہارے حواس خطا ہو جاتے اور تم اپنے تئین ایک قیدی سمجھنے لگتے ہو۔ سو یہ حالت اسوقت سے مشابہ ہے جبکہ آفتاب غروب ہو جاتا ہے اور تمام امیدین دن کی روشنی کی ختم ہو جاتی ہین اس روحانی حالت کے مقابل پر نماز مغرب مقرر ہے۔

(۴) چوتھا تغیر اسوقت تم پر آتا ہے کہ جب بلا تم پر وارد ہی ہو جاتی ہے اور اسکی سخت تاریکی تم پر احاطہ کر لیتی ہے مثلاً جبکہ فرد قرارداد جرم اور شہادتوں کے بعد حکم سزا تمکو سنایا جاتا ہے اور قید کے لئے ایک پولس مین کے تم حوالہ کئے جاتے ہو سو یہ حالت اسوقت سے مشابہ ہے جبکہ رات پڑ جاتی ہے اور ایک سخت اندھیرا پڑ جاتا ہے اس روحانی حالت کے مقابل پر نماز عشا مقرر ہے۔

(۵) پھر جبکہ تم ایک مدت تک اس مصیبت کی تاریکی مین بسر کرتے ہو تو پھر آخر خدا کا رحم تم پر جوش مارتا ہے اور تمہین اس تاریکی سے نجات دیتا ہے مثلاً جیسے تاریکی کے بعد پھر آخر کار صبح نکلتی ہے اور پھر وہی روشنی دن کی اپنی چمک کے ساتھ ظاہر ہو جاتی ہے سو اس روحانی حالت کے مقابل پر نماز فجر مقرر ہے اور خدا نے تمہارے فطرتی تغیرات مین پانچ حالتین دیکھ

پانچ نمازین تمہارے لئے مقرر کین اس سے تم سمجھہ سکتے ہو کہ یہ نمازین خاص تمہاری نفس کے فائدہ کے لئے ہین پس اگر تم چاہتے ہو کہ ان بلاؤن سے بچے رہو تو تم پنجگانہ نمازون کو ترک نہ کرو کہ وہ تمہاری اندرونی اور روحانی تغیرات کا ظلّ ہین۔ نماز مین آنے والی بلاؤن کا علاج ہے تم نہین جانتے کہ نیا دن چڑہنے والا کس قسم کے قضا و قدر تمہارے لئے لائیگا پس قبل اسکے جو دن چڑہے تم اپنے مولے کی جناب مین تضرّع کرو کہ تمہارے لئے خیر و برکت کا دن چڑہے ۔

اے امیرو اور بادشاہو! اور دولت مندو!! آپ لوگون مین ایسے لوگ بہت ہی کم ہین جو خدا سے ڈرتے اور اسکی تمام راہون مین راستباز ہین اکثر ایسے ہین کہ دنیا کے ملک اور دنیا کے املاک سے دل لگاتے ہین اور پہر اسی مین عمر بسر کر لیتے ہین اور موت کو یاد نہین رکہتے۔ ہر ایک امیر جو نماز نہین پڑہتا اور خدا سے لاپروا ہے اسکے تمام نوکرون چاکرون کا گناہ اسکی گردن پر ہے۔ ہر ایک امیر جو شراب پیتا ہے اسکی گردن پر ان لوگونکا بہی گناہ ہے جو اسکے ماتحت ہو کر شراب مین شریک ہین۔ اے عقلمندو یہ دنیا ہمیشہ کی جگہ نہین تم سنبہل جاؤ۔ تم ہر ایک بے اعتدالی کو چہوڑ دو ہر ایک نشہ کی چیز کو ترک کرو انسان کو تباہ کرنے والی صرف شراب ہی نہین بلکہ افیون۔ گانجا۔ چرس۔ بہنگ۔ تاڑی اور ہر ایک نشہ جو ہمیشہ کے لئے عادت کر لیا جاتا ہے وہ دماغ کو خراب کرتا اور آخر ہلاک کرتا ہے سو تم اس سے بچو۔ ہم نہین سمجہہ سکتے کہ تم کیون ان چیزون کو استعمال کرتے ہو جنکی شامت سے ہر ایک سال ہزارہا تمہارے جیسے نشہ کے عادی اس دنیا سے کوچ کرتے جاتے ہین* اور آخرت کا عذاب الگ ہے۔ پرہیزگار انسان بنجاؤ تا تمہاری عمرین زیادہ ہون اور تم خدا سے برکت پاؤ۔ حد سے زیادہ عیاشی مین بسر کرنا لعنتی زندگی ہے۔ حد سے زیادہ بدخلق اور بے مہر ہونا لعنتی زندگی ہے۔ حد سے زیادہ خدا یا اسکے بندونکی ہمدردی سے لاپرواہ ہونا لعنتی زندگی ہے۔ ہر ایک امیر خدا کے حقوق اور انسانونکے حقوق سے ایسا ہی پوچہا جائیگا جیسا کہ ایک فقیر بلکہ اس سے زیادہ پس کیا بدقسمت وہ شخص ہے جو اس مختصر زندگی پر بہروسہ کر کے بکلی خدا سے مونہہ پہیر لیتا ہے اور خدا کے حرام کو

* [illegible]

ایسی بیباکی سے استعمال کرتا ہے کہ گویا وہ حرام اسکیلئے حلال ہے غصہ کیوقت تمین دیوانون کیطرح کسیکو گالی کسی
کو زخمی اور کسیکو قتل کرنیکے لئے تیار ہو جاتا ہے اور شہوات کے جوش مین بے حیائی کے طریقون کو انتہا
تک پہنچا دیتا ہے سو وہ سچی خوشحالی کو نہین پائیگا یہان تک کہ مرے گا - اے عزیزو تم تہوڑے
دنون کے لئے دنیا مین آئے ہو اور وہ بہی بہت کچہہ گذر چکی سو اپنے مولی کو ناراض مت کرو
ایک انسانی گورنمنٹ جو تم سے زبردست ہو اگر تم سے ناراض ہو تو وہ تمہین تباہ کر سکتی ہے
پس تم سوچ لو کہ خدا تعالی کی ناراضگی سے کیونکر تم بچ سکتے ہو اگر تم خدا کی آنکہون کے آگے متقی
ٹہر جاؤ تو تمہین کوئی بہی تباہ نہین کر سکتا - اور وہ خود تمہاری حفاظت کریگا اور دشمن جو
تمہاری جان کے درپے ہے تم پر قابو نہین پائیگا ورنہ تمہاری جان کا کوئی حافظ نہین اور
تم دشمنون سے ڈرکر یا اور آفات مین مبتلا ہو کر بیقراری سے زندگی بسر کروگے اور تمہاری عمر کے
آخری دن بڑے غم اور غصہ کے ساتہہ گذرینگے خدا اون لوگون کی پناہ ہو جاتا ہے جو اسکے
ساتہہ ہو جاتے ہین سو خدا کی طرف آجاؤ اور ہر ایک مخالفت اسکی چہوڑ دو اور اسکے فرائض
مین سستی نہ کرو اور اسکے بندون پر زبان سے یا ہاتہہ سے ظلم مت کرو اور آسمانی قہر اور غضب
سے ڈرتے رہو کہ **یہی راہ نجات کی ہے** -

اے علماء اسلام میری تکذیب مین جلدی مت کرو کہ بہت اسرار ایسے ہوتے ہین
کہ انسان جلدی سے سمجہہ نہین سکتا - بات کو سنکر اسی وقت رد کرنیکے لئے تیار مت ہو جاؤ کہ یہ تقوی
کا طریق نہین ہے اگر تم مین بعض غلطیان نہ ہوتین اور اگر تمنے بعض احادیث کے الٹے معنے
نہ سمجہے ہوتے تو مسیح موعود کا جو حکم ہے آنا ہی لغو تہا تمسے پہلے یہ عبرت کی جگہ موجود ہے کہ جس بات
پر تمنے زور مارا ہے اور جس جگہ تمنے قدم رکہا ہے اسی جگہ یہودیون نے رکہا تہا یعنے جیسا کہ
تم حضرت عیسے علیہ السلام کے دوبارہ آنے کے منتظر ہو وہ بہی الیاس نبی کے دوبارہ آنیکے
منتظر تہے اور کہتے تہے کہ مسیح تب آئیگا جبکہ پہلے الیاس نبی جو آسمان پر اٹہایا گیا دوبارہ دنیا
مین آجائیگا اور جو شخص الیاس کے دوبارہ آنے سے پہلے مسیح ہونیکا دعوی کرے وہ جہوٹا ہے
اور وہ نہ صرف احادیث کی رو سے ایسا خیال رکہتے تہے بلکہ خدا کی کتاب کو جو صحیفہ ملاکی نبی ہے

+ جو شخص [illegible]

معنون کے لحاظ سے کہ ایک چیز کا دوسری چیز مین محو ہونا اور کہوئے جانا ہے عیسائیون کی آئندہ مذہبی حالت کے لئے یہ ایک پیشگوئی ہے - منہ

اس ثبوت مین پیش کرتے تہے لیکن جب حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے اپنی نسبت یہودیون کے موعود مسیح ہونیکا دعوے کردیا اور الیاس آسمان سے نہ اُترا جو اس دعوی کی شرط تہی تو یہ تمام عقیدے یہودیون کے باطل ثابت ہو گئے اور وہ جو یہودیون کے خیال مین تہا کہ ایلیا نبی بجسمہ العنصری آسمان سے نازل ہوگا اُسکے آخرکار یہ معنے کہلے کہ الیاس کی خو اور طبیعت پر کوئی دوسرا شخص ظاہر ہو جائیگا اور یہ معنے حضرت عیسیٰ نے خود بیان فرمائے جنکو دوبارہ آسمان سے اُتار رہے ہو۔ پس تم کیون ایسی جگہ ٹہوکر کہاتے ہو جس جگہ تم سے پہلے یہود ٹہوکر کہا چکے ہین تمہارے ملک مین ہزارہا یہودی موجود ہین تم اُنکو پوچہہ کر دیکہہ لو کہ کیا یہود کا یہی اعتقاد نہین جواب تم ظاہر کر رہے ہو پس وہ خدا جس نے عیسےٰ کی خاطر ایلیا نبی کو آسمان سے نہ اوتارا اور یہود کے سامنے اُسکو تاویلون سے کام لینا پڑا وہ تمہاری خاطر کیونکر عیسےٰ کو اُتاریگا جسکو تم دوبارہ اُتارتے ہو اُسی کے فیصلہ سے تم مُنکر ہو اگر شک ہے تو کوئی لاکہہ عیسائی اس ملک مین موجود ہین اور انکی انجیل بہی موجود اُن سے دریافت کرلو کہ کیا یہ سچ نہین ہے کہ حضرت عیسیٰ نے یہی کہا تہا کہ ایلیا جو دوبارہ آنے والا تہا وہ یوحنا ہی ہے یعنی یحییٰ۔ اور اتنی بات کہہ کر یہود کی پُرانی امیدون کو خاک مین ملا دیا۔ اگر اب یہ ضروری ہے کہ عیسیٰ نبی ہی آسمان سے آوے تو اس صورت مین حضرت عیسیٰ سچا نبی نہین ٹہر سکتا کیونکہ اگر آسمان سے واپس آنا سنت اللہ مین داخل ہے تو الیاس نبی کیون واپس نہ آیا اور کیون اس جگہ یحییٰ کو الیاس ٹہراکر تاویل سے کام لیا گیا عقلمند کیلئے یہ سوچنے کا مقام ہے *

اور نیز جس کام کے لئے آپ لوگون کے عقیدون کے موافق مسیح ابن مریم آسمان سے آئیگا یعنے یہ کہ مہدی سے ملکر لوگون کو جبرًا مسلمان کرنیکے لئے جنگ کریگا یہ ایک ایسا عقیدہ ہے جو اسلام کو بدنام کرتا ہے قرآن شریف مین کہان لکہا ہے کہ مذہب کے لئے جبر درست ہے بلکہ اللہ تعالیٰ تو قرآن شریف مین فرماتا ہے لَآ اِکْرَاهَ فِی الدِّیْنِ یعنے دین مین جبر نہین ہے پہر مسیح ابن مریم کو جبر کا اختیار کیونکر دیا جائیگا یہان تک کہ بجز اسلام یا قتل کے جزیہ بہی قبول نہ کریگا یہ تعلیم قرآن شریف کی کس مقام اور کس سیپارہ اور کس سورۃ مین ہے*

* اگر کہو کہ عربون کے لئے یہی حکم تہا کہ جبرًا مسلمان کئے جائین یہ خیال قرآن شریف سے ہرگز ثابت نہین ہوتا بلکہ یہ ثابت ہوتا ہے کہ چونکہ تمام عرب نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو سخت ایذا پہونچایا تہا اور بہت سے صحابہ مردون ...

سارا قرآن بار بار کہہ رہا ہے کہ دین میں جبر نہیں اور صاف طور پر ظاہر کر رہا ہے کہ جن لوگوں سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے وقت لڑائیاں کی گئی تھیں وہ لڑائیاں دین کو جبراً شائع کرنیکے لئے نہیں تھیں بلکہ یا تو بطور سزا تھیں یعنے اُن لوگوں کو سزا دینا منظور تھا جنہوں نے ایک گروہ کثیر مسلمانوں کو قتل کر دیا اور بعض کو وطن سے نکال دیا تھا اور نہایت سخت ظلم کیا تھا جیسا کہ اللہ تعالی فرماتا ہے اذن للذین یقاتلون بانهم ظلموا وان الله علی نصرهم لقدیر یعنی ان مسلمانوں کو جن سے کفار جنگ کر رہے ہیں بسبب مظلوم ہونیکے مقابلہ کرنے کی اجازت دی گئی اور خدا قادر ہے کہ جو ان کی مدد کرے - اور یا وہ لڑائیاں ہیں جو بطور مدافعت تھیں یعنے جو لوگ اسلام کے نابود کرنے کیلئے پیش قدمی کرتے تھے یا اپنے ملک میں اسلام کو شایع ہونیسے جبراً روکتے تھے ان سے بطور حفاظت خود اختیاری یا ملک میں آزادی پیدا کرنیکے لئے لڑائی کی جاتی تھی بجز ان تین صورتوں کے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور آپکے مقدس خلیفوں نے کوئی لڑائی نہیں کی بلکہ اسلام نے غیر قوموں کے ظلم کی اس قدر برداشت کی ہے جو اسکی دوسری قوموں میں نظیر نہیں ملتی پھر یہ عیسی مسیح اور مہدی صاحب کیسے ہونگے جو آتے ہی لوگوں کو قتل کرنا شروع کر دینگے یہاں تک کہ کسی اہل کتاب سے بھی جزیہ قبول نہیں کرینگے اور آیت حتی یعطوا الجزیة عن ید وهم صاغرون کو بھی منسوخ کر دینگے یہ دین اسلام کے کیسے حامی ہونگے کہ آتے ہی قرآن کی ان آیتوں کو بھی منسوخ کر دینگے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے وقت میں بھی منسوخ نہیں ہوئیں اور اس قدر انقلاب سے پھر بھی ختم نبوت میں حرج نہیں آئیگا - اس زمانہ میں جو تیرہ سو برس عہد نبوت کو گذر گئے اور خود اسلام اندرونی طور پر تہتر فرقوں پر پھیل گیا - سچے مسیح کا یہ کام ہونا چاہیئے کہ وہ دلائل کے ساتھ دلوں پر فتح پاوے نہ تلوار کے ساتھ اور صلیبی عقیدہ کو واقعی اور سچے ثبوت کیساتھ توڑ دے نہ یہ کہ اُن صلیبوں کو توڑتا پھرے جو چاندی یا سونے یا پیتل یا لکڑی سے بنائی جاتی ہیں اگر تم جبر کرو گے تو تمہارا جبر اس بات پر کافی دلیل ہے کہ تمہارے پاس اپنی سچائی پر کوئی دلیل نہیں * ہر ایک نادان اور ظالم طبع جب دلیل سے عاجز آ جاتا ہے تو پھر تلوار یا بندوق کیطرف ہاتھ لمبا کرتا ہے مگر ایسا مذہب ہرگز ہرگز خدا تعالی

* قرآن شریف کے رو سے جنگ مذہبی کرنا حرام ہے کیونکہ وہ بھی کوئی مذہبی جہاد نہیں کرتی اور ان کا شکر کرنا ہمیں اسلئے لازم ہے

کی طرف سے نہین ہو سکتا جو صرف تلوار کے سہارے سے پہیل سکتا ہے نہ کسی اور طریق سے اگر تم ایسے جہاد سے باز نہین آسکتے اور اسپر غصہ مین آکر راستبازون کا نام بہی دجّال اور ملحد رکہتے ہو تو ہم اِن دو فقرون پر اِس تقریر کو ختم کرتے ہین۔ قُلْ يَا أَيُّهَا الْكَافِرُونَ لَا أَعْبُدُ مَا تَعْبُدُونَ اندرونی تفرقہ اور پہوٹ کے زمانہ مین تمہارا فرضی مسیح اور فرضی مہدی کس کس پر تلوار چلائیگا کیا سنیون کے نزدیک شیعہ اس لایق نہین کہ اُن پر تلوار اٹہائی جاے اور شیعون کے نزدیک سنی اس لایق نہین کہ ان سب کو تلوار سے نیست و نابود کیا جاوے پس جبکہ تمہارے اندرونی فرقے ہی تمہارے عقیدہ کی رو سے مستوجب سزا ہین تو تم کس کس سے جہاد کروگے۔ مگر یاد رکہو کہ خدا تلوار کا محتاج نہین وہ اپنے دین کو آسمانی نشانون کیساتہ زمین پر پہیلائیگا اور کوئی اسکو روک نہین سکیگا اور یاد رکہو کہ اب عیسیٰ تو ہرگز نازل نہین ہوگا کیونکہ جو اقرار اوس نے آیت فَلَمَّا تَوَفَّيْتَنِي کی رو سے قیامت کے دن کرنا ہے اس مین صفائی سے اُسکا اعتراف پایا جاتا ہے کہ وہ دوبارہ دنیا مین نہین آئیگا اور قیامت کو اسکا یہی عذر ہے کہ عیسائیون کے بگڑنے کی مجہے خبر نہین اور اگر وہ قیامت کے پہلے دنیا مین آتا تو کیا وہ یہی جواب دیتا کہ مجہے عیسائیون کے بگڑنے کی کچہہ خبر نہین لہذا اس آیت مین اوس نے صاف اقرار کیا ہے کہ مین دوبارہ دنیا مین نہین گیا اور اگر وہ قیامت سے پہلے دنیا مین آنیوالا تہا اور برابر چالیس برس رہنے والا تب تو اوس نے خدا تعالیٰ کے سامنے جہوٹ بولا کہ مجہے عیسائیون کے حالات کی کچہہ خبر نہین اسکو تو کہنا چاہیئے تہا کہ آمد ثانی کیوقت مینے چالیس کروڑ کے قریب دنیا مین عیسائی پایا اور ان سب کو دیکہا اور مجہے انکے بگڑنے کی خوب خبر ہے اور مین تو انعام کے لایق ہون کہ تمام عیسائیونکو مسلمان کیا اور صلیبونکو توڑا یہ کیسا جہوٹ ہے کہ عیسیٰ کہیگا کہ مجہے خبر نہین غرض اس آیت مین نہایت صفائی سے مسیح کا اقرار ہے کہ وہ دوبارہ دنیا مین نہین آئیگا اور یہی سچ ہے کہ مسیح فوت ہو چکا اور سری نگر محلہ خان یار مین اسکی قبر ہے۔* اب خدا خود نازل ہوگا اور ان لوگون سے آپ لڑیگا جو سچائی سے لڑتے ہین۔ خدا کا لڑنا قابل اعتراض نہین کیونکہ وہ نشانون کے رنگ مین ہے لیکن انسان کا لڑنا قابل اعتراض ہے کیونکہ وہ جبر کے رنگ مین ہے۔

* ایک یہودی نے بہی اسکی تصدیق کی ہے کہ قبر واقعہ سری نگر یہودیون کے انبیا کی قبرون کیطرح بنی ہوئی ہے دیکہو پرچہ علیحدہ حاشیہ۔ منہ

بقیہ حاشیہ صفحہ ۴۹۰ کہ ہم اپنا کام مکہ اور مدینہ مین بہی نہین کرسکتے تہے مگر انکے ملک مین یہہ خدا کیطرف سے حکمت تہی ... کہ مجہے اس ملک مین پیدا کیا پس کیا مین خدا کی حکمت کی کسرِ شان کرون اور جیسا کہ قرآن شریف کی آیت وَآوَيْنَاهُمَا إِلَىٰ رَبْوَةٍ ذَاتِ قَرَارٍ وَمَعِينٍ مین اللہ تعالیٰ یہ بات ہمین سمجہاتا ہے کہ صلیب کے واقعہ کے بعد ہمنے عیسیٰ مسیح کو صلیبی بلا سے رہائی دیکر اسکو اور اسکی ماں کو ایک ایسے اونچے ٹیلے پر جگہ دی تہی کہ وہ آرام کی جگہ تہی اور اسمین چشمے جاری تہے یعنی سری نگر کشمیر۔ اسی طرح خدا نے مجہے اس گورنمنٹ کے اونچے ٹیلہ پر جہان مفسدین کا ہاتہہ نہین پہونچ سکتا جگہ دی جو آرام کی جگہ ہے اور اس ملک مین سچے علوم کے چشمے جاری ہین اور مفسدونکے حملون سے امن اور قرار ہے پہر کیا واجب تہا کہ ہم اس گورنمنٹ کے احسانات کا شکر کرتے۔ منہ

ان مولویوں پر افسوس اگر انہیں دیانت ہوتی تو وہ تقوی کی راہ سے اپنی تسلی ہر طرح سے کراتے اور خدا نے تو نیک روحوں کی تسلی کر دی مگر وہ لوگ جو ابوجہل کی مٹی سے بنے ہوئے ہیں وہ اسی طریق کو اختیار کرتے ہیں جو ابو جہل نے اختیار کیا تھا ایک مولوی صاحب نے **میرٹھ** سے بذریعہ رجسٹری اطلاع دی ہے کہ امرتسر میں جلسہ **ندوة العلماء** ہے اس جگہ آکر بحث کرنی چاہیئے مگر واضح ہو کہ اگر ان مخالفین کی نیتیں نیک ہوتیں اور فتح و شکست کا خیال نہ ہوتا تو ان کو اپنی تسلی کرانے کیلئے ندوہ وغیرہ کی کیا ضرورت تھی ہم ندوہ کے علماء کو امرتسر کے علماء سے الگ نہیں سمجھتے ایک ہی عقیدہ - ایک ہی جنس ایک ہی مادہ ہے ہر ایک کو اختیار ہے کہ **قادیان** میں آوے مگر بحث کے لئے نہیں بلکہ صرف طلب حق کے لئے ہماری تقریر کو سنے اگر شک رہے تو عزت اور ادب کے طریق سے اپنے شکوک رفع کرادے اور وہ جبتک قادیان میں رہیگا بطور **مہمان** کے سمجھا جائیگا ہمیں ندوہ وغیرہ کی ضرورت نہیں اور نہ انکی طرف حاجت ہے یہ سب لوگ راستی کے دشمن ہیں مگر راستی دنیا میں پھیلتی جاتی ہے کیا یہ خدا تعالی کا عظیم الشان معجزہ نہیں کہ اسنے آج سے بیس برس پہلے براہین احمدیہ میں اپنے الہام سے ظاہر کر دیا تھا کہ لوگ تمہارے ناکام رہنے کیلئے بڑی کوشش کرینگے اور ناخنوں تک زور لگائیں گے مگر آخر میں تمہیں ایک بڑی جماعت بناؤں گا یہ اس وقت کی وحی الٰہی ہے جبکہ میرے ساتھ ایک آدمی بھی نہیں تھا پھر میرے دعوی کے شائع ہونے پر مخالفوں نے ناخنوں تک زور لگائے آخر جب پیشگوئی مذکورہ بالا یہ سلسلہ پھیل گیا اور اب آج کی تاریخ تک برٹش انڈیا میں یہ جماعت ایک لاکھ سے بھی کچھ زیادہ ہے ندوة العلماء کو اگر مرنا یاد ہے تو براہین احمدیہ اور سرکاری کاغذات کو دیکھ کر تبلاوے کہ کیا یہ معجزہ ہے یا نہیں پھر جبکہ قرآن اور معجزہ دونوں پیش کیئے گئے تو اب بحث کس غرض کیلئے ؟

ایسا ہی اس ملک کے گدی نشین اور پیرزادے دین سے ایسے بے تعلق اور اپنی بدعات میں ایسے دن رات مشغول ہیں کہ انکو اسلام کی مشکلات اور آفات کی کچھ بھی خبر نہیں

ان کی مجالس مین اگر جاؤ تو بجائے قرآن شریف اور کتب حدیث کے طرح طرح کے تنبوروں اور سارنگیان اور ڈھولکیان اور قوال وغیرہ اسباب بدعات نظر آئینگے اور پہر باوجود اسکے مسلمانون کے پیشوا ہونے کا دعوٰے اور اتباع نبوی کی لاف زنی اور بعض انمین سے عورتون کا لباس پہنتے ہین اور ہاتھون مین مہندی لگاتے ہین اور چوڑیان پہنتے ہین اور قرآن شریف کی نسبت اشعار پڑھنا اپنی مجلسون مین پسند کرتے ہین - یہ ایسے پرانے زنگار ہین جو خیال مین نہین آسکتا کہ دور ہوسکین تاہم خدا تعالٰی اپنی قدرتین دکھائے گا اور اسلام کا حامی ہوگا *

عورتون کو کچھ نصیحت

ہمارے اس زمانہ مین بعض خاص بدعات مین **عورتین** بہی مبتلا ہین وہ **تعدد نکاح** کے مسئلہ کو نہایت بری نظر سے دیکھتی ہین گویا اسپر ایمان نہین رکہتین انکو معلوم نہین کہ خدا کی شریعت ہر ایک قسم کا علاج اپنے اندر رکہتی ہے پس اگر اسلام مین تعدد نکاح کا مسئلہ نہ ہوتا تو ایسی صورتین کہ جو مردون کے لئے نکاح ثانی کے لئے پیش آجاتی ہین اس شریعت مین انکا کوئی علاج نہ ہوتا - مثلاً اگر عورت دیوانہ ہوجاے یا مجذوم ہوجائے یا ہمیشہ کے لئے کسی ایسی بیماری مین گرفتار ہوجائے جو بیکار کر دیتی ہے یا اور کوئی ایسی صورت پیش آجائے کہ عورت قابل رحم ہو مگر بیکار ہوجاوے اور مرد بہی قابل رحم کہ وہ تجرد پر صبر نہ کرسکے تو ایسی صورت مین مرد کے قوٰے پر یہ ظلم ہے کہ اسکو نکاح ثانی کی اجازت نہ دی جاوے درحقیقت خدا کی شریعت نے انہین امور پر نظر کرکے مردون کے لئے یہ راہ کہلی رکہی ہے اور مجبوریون کے وقت عورتون کے لئے بہی راہ کہلی ہے کہ اگر مرد بیکار ہوجاوے تو حاکم کے ذریعہ سے خلع کرالین جو طلاق کے قایم مقام ہے خدا کی شریعت دوا فروش کی دوکان کی مانند ہے پس اگر دوکان ایسی نہین ہے جسمین سے ہر ایک بیماری کی دوا مل سکتی ہے تو وہ دوکان چل نہین سکتی پس غور کرو کہ کیا یہ سچ نہین کہ بعض مشکلات مردون کے لئے ایسی پیش آجاتی ہین جن مین وہ نکاح ثانی کے لئے مضطر ہوتے ہین - وہ شریعت کس کام کی جسمین کل مشکلات کا علاج نہ ہو - دیکھو انجیل مین

طلاق کے مسئلہ کی بابت صرف زنا کی شرط تھی اور دوسرے صدہا طرح کے اسباب جو مرد اور عورت میں جانی دشمنی پیدا کر دیتے ہین اُن کا کچھہ ذکر نہ تھا اس لئے عیسائی قوم اس خامی کی برداشت نہ کر سکی اور آخر امریکہ مین ایک طلاق کا قانون پاس کرنا پڑا سو اب سوچو کہ اس قانون سے انجیل کدہر گئی۔ اور اے عورتو فکر نہ کرو جو تمہین کتاب ملی ہے وہ انجیل کیطرح انسانی تصرّف کی محتاج نہین اور اوس کتاب مین جیسے مردون کے حقوق محفوظ ہین عورتون کے حقوق بھی محفوظ ہین اگر عورت مرد کے تعدّد ازدواج پر ناراض ہے تو وہ بذریعہ حاکم خلع کرا سکتی ہے۔ خدا کا یہ فرض تھا کہ مختلف صورتین جو مسلمانون مین پیش آنیوالی تھین اپنی شریعت مین انکا ذکر کر دیتا تا شریعت ناقص نہ رہتی سو تم اے عورتو اپنے خاوندون کے ان ارادون کے وقت کہ وہ دوسرا نکاح کرنا چاہتے ہین خدا تعالیٰ کی شکایت مت کرو بلکہ تم دعا کرو کہ خدا تمہین مصیبت اور ابتلا سے محفوظ رکھے بیشک وہ مرد سخت ظالم اور قابل مواخذہ ہے جو دو جورو کر کے انصاف نہین کرتا مگر تم خود خدا کی نافرمانی کر کے مورد قہر الٰہی مت بنو ہر ایک اپنے کام سے پوچھا جائیگا۔ اگر تم خدا تعالیٰ کی نظر مین نیک بنو تو تمہارا خاوند بھی نیک کیا جاویگا اگرچہ شریعت نے مختلف مصالح کی وجہ سے تعدد ازدواج کو جائز قرار دیا ہے لیکن قضا و قدر کا قانون تمہارے لئے کھلا ہے اگر شریعت کا قانون تمہارے لئے قابل برداشت نہین تو بذریعہ دعا قضا و قدر کے قانون سے فائدہ اُٹھاؤ کیونکہ قضا و قدر کا قانون شریعت کے قانون پر بھی غالب آجاتا ہے تقویٰ اختیار کرو دُنیا سے اور اوسکی زینت سے بہت دل مت لگاؤ۔ قومی فخر مت کرو کسی عورت سے ٹھٹھا ہنسی مت کرو خاوندون سے وہ تقاضے نہ کرو جو انکی حیثیت سے باہر ہین کوشش کرو کہ تا تم معصوم اور پاک دامن ہونیکی حالت مین قبرون مین داخل ہو خدا کے فرایض نماز زکوٰۃ وغیرہ مین سستی مت کرو اپنے خاوندونکی دل و جان سے مطیع رہو بہت سا حصہ انکی عزت کا تمہارے ہاتھہ مین ہے سو تم اپنی اس ذمہ داری کو ایسی عمدگی سے ادا کرو کہ خدا کے نزدیک صالحات قانتات مین گنی جاؤ۔ اسراف نہ کرو اور خاوندونکے مالون کو بیجا طور پر خرچ نہ کرو۔ خیانت نکرو۔ چوری نہ کرو۔ گلہ نکرو ایک عورت دوسری عورت یا مرد پر بہتان نہ لگاوے

تعطیل جمعہ

مندرجہ ذیل میموریل حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے گورنمنٹ آف انڈیا کی خدمت میں تعطیل جمعہ کیلئے پیش کیا ہے

چونکہ تاج پوشی کا جلسہ جو دہلی میں ہوگا ہر ایک فرقہ رعایا گورنمنٹ برطانیہ کو اس سے بہت خوشی ہے اور مسلمانون کو ایک خاص خوشی جو اس جلسہ میں ان کے اسلامی تخت گاہ کے شہر کو عزت دیگئی جس سے معلوم ہوتا ہے کہ اس محسن گورنمنٹ کو مسلمانون پر ایک خاص نظر عنایت ہے اور مسلمانون کی مدت دراز سے ایک دلی تمنا ہے جسکے پیش کرنیکے لئے اسوقت سے زیادہ مبارک کوئی وقت نہین کہ ہمارے بادشاہ عالیجاہ قیصر کی تاج پوشی کے جلسہ کا دن قریب ہے اسلئے مجھے تحریک کی گئی کہ مین اس التماس کو ادب سے پیش کرون کیونکہ مین ایک ایسے مسلمانون کے گروہ کا امام ہون کہ جو برٹش انڈیا اور دوسرے مقامات مین ایک لاکھ سے بھی زیادہ ہے اور مین ضروری نہین سمجھتا کہ مین ان کے نام لکھون کیونکہ وہ مجھ سے بیعت کرنے والے ہین یعنی میرے مرید ہین اور مجھ سے الگ نہین ہین یہ وہ فرقہ ہے جو فرقہ احمدیہ کے نام سے مشہور ہے اور پنجاب اور ہندوستان اور دیگر متفرق مقامات مین پھیلا ہوا ہے یہی وہ فرقہ ہے جو دن رات کوشش کر رہا ہے کہ مسلمانون کے خیالات مین سے جہاد کی بیہودہ رسم کو اٹھادے چنانچہ ابتک ساٹھ کے قریب مین نے ایسی کتابین عربی اور فارسی اور اردو اور انگریزی مین تالیف کر کے شایع کی ہین جن کا یہی مقصد ہے کہ یہ غلط خیالات مسلمانون کے دلون سے محو ہو جائین اس قوم مین یہ خرابی اکثر نادان مولویون نے ڈال رکھی ہے لیکن اگر خدا نے چاہا تو مین امید رکھتا ہون کہ عنقریب اس کی اصلاح ہو جائے گی۔ گورنمنٹ کے اعلے حکام کیطرف سے ایسی کارروائیون کا ہونا ضروری ہے جنسے مسلمانونکے دلون مین منقوش ہو جائے کہ یہ سلطنت اسلام کے لئے درحقیقت چشمہ فیض ہے اور نہایت خوشی کی بات ہے کہ حضور لارڈ کرزن بالقابہ نے ایسی نمایان کارروائیان کی ہین کہ مسلمانون کو کبھی نہین بھولین گی جیساکہ لاہور کے قلعہ کی مسجد کا مسلمانون کو عطا کرنا اور

ایک باہر کی مسجد جسپر ریلوے کا قبضہ تھا مسلمانون کو عنایت فرمانا اور نیز اپنی طرف سے دہلی کی شاہی مسجد کے لئے ایک قیمتی لال ٹین اپنی جیب سے مرحمت فرمانا ان فیاضانہ کارروائیون سے جس قدر مسلمان شکر گذار اور گرویدہ ہین اس کا اندازہ نہین ہوسکتا لیکن ایک تمنا ان کی ہنوز باقی ہے اور وہ امید کئے ہین کہ جن ہاتھون سے یہ مرادین پوری ہوئی ہین وہ تمنا بھی انہین ہاتھون سے پوری ہوگی اور وہ آرزو یہ ہے کہ روز جمعہ ایک اسلامی عظیم الشان تہوار ہے۔ اور قرآن شریف نے خاص کرکے اس دن کو تعطیل کا دن ٹھہرایا ہے اور اس بارے مین خاص ایک سورۃ قرآن شریف مین موجود ہے جسکا نام سورۃ الجمعہ ہے اور اس مین حکم ہے کہ جب جمعہ کی بانگ دیجائے تو تم دنیا کا ہر ایک کام بند کردو اور مسجدون مین جمع ہو جاؤ اور نماز جمعہ اس کی تمام شرائط کے ساتھ ادا کرو اور جو شخص ایسا نہ کریگا وہ سخت گنہ گار ہے اور قریب ہے کہ اسلام سے خارج ہو اور جسقدر جمعہ کی نماز اور خطبہ سننے کی قرآن شریف مین تاکید ہے اسقدر عید کی نماز کی بھی تاکید نہین اسی غرض سے قدیم سے اور جب سے کہ اسلام ظاہر ہوا ہے جمعہ کی تعطیل مسلمانون مین چلی آئی ہے اور اس ملک مین بھی برابر آٹھ سو برس تک یعنی جبتک کہ اس ملک مین اسلام کی سلطنت رہی جمعہ مین تعطیل ہوتی تھی اسی وجہ سے ریاست پٹیالہ مین جمعہ کی تعطیل ان دنون تک ہوتی رہی اور اس ملک مین تین قومین ہین۔ ہندو عیسائی مسلمان۔ ہندوؤن اور عیسائیونکو ان کے مذہبی رسوم کا دن گورنمنٹ نے دیا ہوا ہے یعنے اتوار جس مین وہ اپنے مذہبی رسوم ادا کرتے ہین جس کی تعطیل عام طور پر ہوتی ہے لیکن یہ تیسرا فرقہ یعنے مسلمان اپنے تہوار کے دن سے یعنے جمعہ سے محروم ہین۔ برٹش انڈیا مین کون مسلمان ہے جو آہ مار کر یہ نہین کہتا کہ کاش جمعہ کی تعطیل ہوتی لیکن اس کرزنی دور مین جبکہ لارڈ کرزن اس ملک کے وایسرائے ہین۔ مسلمانون کو اس تمنا کے پورے ہونے مین بہت کچھ امید بڑھ گئی ہے اور وہ خیال کرتے ہین کہ جبکہ لارڈ موصوف نے دلی فیاضی اور ہمدردی سے ان کی مساجد واگذار کرادی ہین تو پھر وہ امر جو مسجدون کی علت غائی ہے یعنے نماز جمعہ یہ امر بھی انہین ہاتھون سے انجام پذیر ہوگا مسجد تو مثل دسترخوان یا میز کے ہے جسپر روٹی رکھی جاتی ہے مگر نماز جمعہ اصل روٹی ہے۔

تمام مساجد کی بڑی بھاری غرض نماز جمعہ ہے پس کیا ہمارے عالی ہمت وائسرائے لارڈ کرزن یہ روا رکھیں گے کہ وہ ہمیں دستر خوان تو دیں مگر روٹی نہ دیں ایسی دعوت تو ناقص ہے اور امید نہیں کہ ایسا فیاض دل جوانمرد ایسی کمی کو اپنے پر گوارا کرے اور اگر ایسا ہمدرد وائسرائے جسکے بعد کم امید ہے کہ اس کی نظیر ملے اس فیاضی کی طرف توجہ نہ فرماوے تو پھر اسکے بعد عقل تجویز نہیں کر سکتی کہ مسلمانوں کے لئے کبھی وہ دن آوے کہ دوسرے وائسرائے سے یہ مراد پا سکیں یہ ایک ایسی مراد ہے کہ اسکا انجام پذیر ہونا مسلمانوں کے دلوں کو گورنمنٹ برطانیہ کی محبت کیطرف ایک زبردست کشش سے کھینچ لے گا اور ان احسانوں کی فہرست میں جو اس گورنمنٹ نے مسلمانوں پر کئے ہیں اگر یہ احسان بھی کیا گیا جو عام طور پر جمعہ کی تعطیل دیجائے تو یہ ایسا احسان ہوگا کہ جو آب زر سے لکھنے کے لایق ہوگا اور اسکا مسلمانوں کے دلوں پر بڑا اثر پڑے گا بالخصوص جبکہ عین تاج پوشی کے جلسہ میں جہاں ہزارہا رئیس اور والیان ملک موجود ہونگے اس احسان کو تاج پوشی کی ایک یادگار ٹھہرا کر سنایا جائے گا تو جو کچھ مسلمانوں کے دلوں میں خوشی سے بھری ہوئی محبت پیدا ہوگی اسکا کیا اندازہ ہو سکتا ہے۔ اس دن لوگ تمام شہر میں خوشی کے نعروں کے ساتھ لارڈ کرزن کے گیت گائیں گے اور اسکے حق میں دعائیں کریں گے اور اس کارروائی سے اسلام اور عیسائیت میں ایک میلان پیدا ہو جائے گا اور یہ تمام تعریف لارڈ کرزن کے عہد کیطرف ہمیشہ کیلئے منسوب رہے گی اور میری دانست میں عام مسلمانوں کو خوش کرنیکے لئے جو کارنامہ وہ چھوڑ جائینگے اس سے بہتر کوئی نہ ہوگا۔ مسلمان ایک قوم ہے جو سب سے زیادہ مذہب کا رنگ اپنے اندر رکھتی ہے اور ہر ایک تالیف قلوب جو مذہبی رنگ میں کیجائے وہ انکے دلوں کو کھینچ لیتی ہے پس اعلیٰ سے اعلیٰ حکمت عملی مسلمانوں کو مسخر کرنیکی یہی ہے کہ مذہبی رنگ میں ان کو کوئی فایدہ پہنچایا جائے۔ چونکہ تاجپوشی کے جلسہ کا موقعہ ایک ایسا بابرکت موقعہ ہے کہ ہندو مسلمانوں کی اسطرف آنکھیں لگی ہوئی ہیں کہ اس مبارک رسم کی یادگار میں کیا کچھ سرفرازی ہر دو فریق کی کیجاتی ہے پس اگر گورنمنٹ اس مبارک دن کی یادگار کے لئے مسلمانوں کے لئے جمعہ کی تعطیل کھولدے یا اگر نہ ہو سکے تو نصف دن کی ہی تعطیل دیدے تو میں سمجھ نہیں سکتا

کہ عام دلون کو خوش کرنیکے لئے اس سے زیادہ کوئی کارروائی نہے مگر چونکہ گورنمنٹ کی فیاضی کا تنگ دائرہ نہین ہے اور اگر توجہ پیدا ہو تو اسکو کچھ پروا نہین ہے اس لئے صرف نصف دن کی تعطیل ایک ادنی بات ہے یقین ہے کہ گورنمنٹ عالیہ اس مبارک یادگار مین پورے دن کی تعطیل عنایت فرمائیگی اور یہی مسلمانونکو توقع ہے۔ جمعہ کے دن کو کچھ مسلمانون سے ہی خصوصیت نہین بلکہ یہ دن عیسائی مذہب مین بھی قابل تعظیم ہے کیونکہ حضرت عیسے علیہ السلام جمعہ کے روز ہی صلیب دئے گئے تھے اور عیسائی عقیدہ کے روسے تمام برکات کی جڑ یہی واقعہ ہے یہودیون کا سبت بھی اس زمانہ تک کہ جب وہ مصر سے نہین نکلے تھے جمعہ ہی تھا قدیم مصری سلطنت مین بھی جمعہ کی ہی تعطیل ہوتی تھی اور حضرت آدم بھی جمعہ کے دن ہی پیدا ہوئے نوح کی کشتی اراراٹ کے پہاڑ پر جمعہ کے دن ہی لگی تھی۔ پس اس تعطیل سے یہ تمام یادگارین قائم ہو سکتی ہین اور مسلمان اس بات پر راضی ہین کہ ان کی بعض غیر ضروری تعطیلین بند کر کے ان کی جگہ جمعہ کی تعطیل دیجائے اور مجھے اس بات کا خیال ہے کہ جمعہ کی تعطیل رعایا اور گورنمنٹ مین ایک حقیقی مصالحت کی بنیاد ڈالے گی اور خیالات پر ایک ایسا اثر ہو گا کہ وہ فوق العادت تصور کیا جائے گا اگرچہ گورنمنٹ بہت دانشمند ہے لیکن عام مسلمانونکے حالات سے ذاتی واقفیت مجھے اس بات کے اظہار کے لئے مجبور کرتی ہے کہ اس موقعپر مسلمانونکو خوش کرنیکے لئے اس سے بڑھکر اور کوئی طریق نہین اس لئے ایک بڑی جماعت کی تحریک سے یہ میموریل ارسال حضور کیا جاتا ہے اور امید کیجاتی ہے کہ توجہ سے اسپر غور کیجائے خاصکر میرے لئے جو ہمیشہ اس سعی مین ہون کہ مسلمان لوگ گورنمنٹ کے ساتھ سچے اخلاص مین ترقی کرین اس تعطیل سے ایک دستاویز ملتی ہے اور گورنمنٹ کی عنایات ثابت کرنیکے لئے اور نئے دلائل حاصل ہوتے ہین اسلئے مین اس عرض کیلئے جرأت کرتا ہون کہ اس عرضداشت پر ضرور توجہ فرمائی جائے اور اسکو ایک معمولی عرضی سمجھکر ٹال نہ دیا جاوے اور نہ یہ تصور کیا جاوے کہ صرف ایک شخص کی یہ درخواست ہے کیونکہ جیسا کہ مین عرض کر چکا ہون یہ ایک شخص کی درخواست نہین بلکہ ایک لاکھہ معزز مسلمان کی درخواست ہے اور چونکہ وہ لوگ مجھسے بیعت اور مریدی کا تعلق رکھتے ہین اسلئے ضروری نہ سمجھا گیا کہ ان کے نام لکھے جائین اور مین ان سب کیطرف سے بطور ایڈووکیٹ ہو کر امید بھرے ہوئے دل کے ساتھ یہ عرضداشت روانہ کرتا ہون اور دعا پر ختم کرتا ہون +

اعجاز احمدی

دائمی اور زندہ معجزہ

مختلف مذاہب کے بیان کردہ معجزات کا مطالعہ تحقیق کا ایک وسیع میدان ہمارے سامنے پیش کرتا ہے لیکن ہمارے موجودہ مضمون کو اس سے کچھ بھی تعلق نہیں ہے۔ اس معجزہ کو جس کیطرف ہم ناظرین کو توجہ دلانا چاہتے ہین معجزات کی تاریخ مین ایک مسلسلہ بے نظیر اور اعلے مرتبہ حاصل ہے گو ہم حضرت موسیٰ و عیسیٰ و دیگر انبیا بنی اسرائیل علیہم السلام کی نبوت اور انکے خدا کیطرف سے ہونے پر ایمان لاتے ہین لیکن اس امر سے ہم انکار نہین کر سکتے کہ انکے معجزات اور نشان صرف عارضی اور وقتی نشان تھے جو ایک خاص زمانہ اور خاص قوم کیلئے دکھائے گئے تھے مثلاً سب سے بڑا معجزہ حضرت موسیٰ ع کا یعنے انکے عصا کا سانپ بنجانا صرف ناظرین کے لئے ہی ایک معجزہ تھا لیکن ان کی ذریت اور دیگر اشخاص کے سامنے یہ صرف ایک کہانی ہے اور شکی طبیعتوں کیلئے یہ ایک مبالغہ آمیز افسانہ کے سوا اور کچھ نہین ہے۔ انجیل کے معجزات محض توریت و دیگر صحف انبیاء کے معجزات کی نقل ہین۔ اور عظمت مین بعض حالتوں مین ان سے بہت کم درجہ پر ہین دیو نکالنے پر آج لوگ ہنسی اڑاتے اور پانی کو شراب بنانے پر خیر خواہ بنی نوع تاسف کرتے ہین۔ آم کا پودا فوراً اگانا انجیر کے درخت کے سکھانے سے بہت بڑھ چڑھکر ہے۔ یسوع کے پانی پر چلنے کو لوگون کے ہوا پر اڑنے نے بالکل مات کر دیا ہے۔ اس نے بیمارون کو چنگا کیا لیکن یہی کام سلوم کے تالاب نے اور یسوع کے ہمعصر مخالفون نے بھی کئے اور ہر زمانہ مین لوگ سلب امراض کرتے آئے ہین۔ امریکہ کا جھوٹا رسول ڈاکٹر ڈوئی بھی آج کل وہی کام کرتا ہے جو یسوع دو ہزار سال پیشتر کیا کرتا تھا اور اپنی ناکامیونکے وقت وہ یسوع کی ناکامیون کو مثالاً پیش کر دیتا ہے۔ الغرض ایسے معجزات مین تاریخی پہلو سے بہت نقص ہین۔ اول تو یہ عارضی باتین ہوتی ہین اور گو مشاہدہ کرنے والے لوگ کچھ عرصہ تک متعجب رہین لیکن معجزہ ہو چکنے کے بعد آنیوالی نسلون کے لئے ایسے معجزات ان خصوصیتون سے خالی ہوتے ہین جو دلون مین خدا تعالےٰ کی قدرت و عظمت کا رعب بٹھا سکین جبتک کہ انکے ساتھ

دوسرے زندہ معجزات بطور شاہد کے موجود نہ ہون بلکہ ان کا اثر بہت جلد دلون سے زایل ہو جاتا ہے۔ دویم ایسے معجزات دعوے کی ایسی دلیل نہین ہوتی جس سے قدرتی طور پر نتیجہ صداقت دعوے کا پیدا ہو اور اس طرح پر صحیح تعلق دلیل اور دعوے کے درمیان کوئی نہین ہوتا اگر کوئی شخص خالص پانی کی شراب بنالے تو اس سے یہ استدلال نہین کر سکتے کہ اسکا کلام خدا کا کلام ہے یا وہ اپنے کسی دعوے مین سچا ہے ہان اس کرتب سے ہم زیادہ سے زیادہ یہی نتیجہ نکالین گے کہ وہ پاک پانی کی ناپاک شراب بنانے مین ماہر ہے۔ سوئم ان معجزات کی پیشکردہ شہادت صاف اور صریح نہین ہوتی، مداریونکی ہتھکنڈے معمولی تماش بینون کی نظر مین معجزہ کا اثر رکھتے ہین اس قسم کے اصلی معجزہ اور ہتھکنڈے مین امتیاز کرنے کیلئے کوئی کھلا کھلا معیار نہین۔ کوئی معجزہ ایسا نہین جس کی نقل شعبدہ باز اور جسمانی ورزش والون نے نہ کی ہو اور ایسے معجزات اور مصنوعی باتون مین بڑی مشابہت پائی جاتی ہے۔ چہارم چونکہ ایسے معجزات چند لحون کے لیے ہوتے ہین اس لئے دیکھنے والے بھی اس کی اصلیت پر پورا یقین نہین کر سکتے ممکن ہو کہ دیکھنے والے کو دھوکا لگا ہو یا کوئی ایسا فریب ہو جس کی وہ اصلیت تک نہ پہونچ سکا ہو کیونکہ حقیقت تک پہونچنے کے لئے کافی وقت نہین ہوتا۔ پیشتر اسکے کہ کوئی شخص اسپر غور کرے معجزہ ختم ہو جاتا ہے۔ پنجم ایسے معجزات دکھائے جانیکے بعد بلحاظ دلیل ایک صراحت و بداہت و قدرت اپنے اندر نہین رکھتے۔ دوسرے زمانہ مین انہین کسی دعوے کی تائید مین پیش کرنا گویا دعوی ہی کو دلیل ٹھہرانا ہے کسی دعوے کے ثبوت مین انکو پیش کرنے سے پہلے یہ ضروری ہے کہ ان کی سچائی کو زبردست شہادتون اور صحیح دلائل سے ثابت کیا جائے۔ ششم انکی سچائی اور واقع ہونے کی لابدی شہادت عموماً یافت سے باہر ہوتی ہے انکے مشاہدہ کرنیوالے صرف چند اشخاص ہوتے ہین اور بسبب ایک آناً فاناً کا نظارہ ہونیکے ان کا اثر زمانہ آئیندہ پر کم پڑتا ہے خارق عادت واقعات پر ایمان لانے والے وہ لوگ ہوتے ہین جو انکے مشاہدین ہون لیکن دیگر اشخاص کے نزدیک ان مین اور مبالغہ آمیز فسانون مین کوئی کافی اور کھلا کھلا امتیاز مشکل سے مل سکتا ہے رویت کی شہادت بالکل نہین ہوتی۔ ممکن ہو کہ۔ ا۔ قصہ ہی غلط ہو۔ یا جس شخص کی شہادت بیان کیجاتی ہے اس نے جھوٹ بولا ہو یا اسکو دھوکا لگا ہو پس اس صورت مین اصلیت تک پہنچنا محال کے قریب قریب

ہو جاتا ہے۔ ہفتم۔ معجزات کی تعداد اتنی بڑھ گئی ہے کہ ایک انصاف پسند محقق کے لئے واقعات کا امتیاز اور جھوٹی باتون کا رد نہایت مشکل امر ہے۔ ہر ایک مذہبی فرقہ اپنے پیشواؤن کے عجیب عجیب قصے بیان کرتا ہے لیکن اصلی واقع مین جھوٹ ایسا ملا ہوتا ہے کہ دونون کو علیحدہ علیحدہ کرنا ایک سخت دشوار امر ہے۔ نیز اگر کوئی صحیح واقع موجود بھی مانا جاوے تو بھی یہ جھوٹی کہانی کا عشر عشیر

قرآن شریف ہی ایک لاثانی کتاب ہے جسے ان سب عیوب سے پاک عظیم الشان معجزہ پیش کرنے کا فخر حاصل ہے اسکے معجزہ کی صداقت ہر شخص اپنے زمانہ مین اپنے واسطے جانچ سکتا ہے یہ معجزہ تمام لوگون اور تمام زمانون کے لئے ہے۔ نیز اس معجزہ کو اس دعوے سے بڑا بھاری تعلق ہے جس کی تائید مین وہ پیش کیا گیا ہے چنانچہ قرآن مجید کے شروع مین اس معجزہ کا یون ذکر ہے وَاِنْ كُنْتُمْ فِىْ رَيْبٍ مِّمَّا نَزَّلْنَا عَلٰى عَبْدِنَا فَاْتُوْا بِسُوْرَةٍ مِّنْ مِّثْلِهٖ وَادْعُوْا شُهَدَآءَكُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ۔ فَاِنْ لَّمْ تَفْعَلُوْا وَلَنْ تَفْعَلُوْا فَاتَّقُوْا النَّارَ ۔

(البقرہ ع۳) ترجمہ "اور اگر تم شک کرتے ہو بیچ اس چیز کے جو اتاری ہم نے اپنے بندے پر تو بنا لاؤ ایک سورۃ اس کی مانند اور بلا لو اپنی مدد کے لئے ان تمام مددگارونکو خدا کے سوا جنپر تم بھروسہ کرتے ہو اگر تم سچے ہو اور اگر تم یہ نہ کرو اور تم ہرگز کر نہ سکوگے تو ڈرو دوزخ کی آگ سے" ایک اور مقام پر آیا ہے قُلْ لَّئِنِ اجْتَمَعَتِ الْجِنُّ وَالْاِنْسُ عَلٰى اَنْ يَّاْتُوْا بِمِثْلِ هٰذَا الْقُرْاٰنِ لَا يَاْتُوْنَ بِمِثْلِهٖ وَلَوْ كَانَ بَعْضُهُمْ لِبَعْضٍ ظَهِيْرًا ۔

(بنی اسرائیل) ترجمہ "کہدے اگر جمع ہو جاویں جن اور انسان اس بات پر کہ قرآن کی مثل بنا لیں نہین بنا سکین گے اس کی مثل خواہ وے ایک دوسرے کی مدد ہی کرین" قرآن کریم کا یہ معجزہ ہمیشہ کے لئے زندہ اور تمام زمانون مین اس کی صداقت کا معیار ہے اس معجزہ کا قیام جس سے بیمار چنگے ہوتے یا مردے زندہ کئے جاتے ہین (اگر بالفرض ایسا ہوتا ہو) تو اس شخص کے وجود سے ہی وابستہ ہوتا ہے جسنے اس معجزہ کے اثر سے فائدہ اٹھایا ہو اور اس کی موت کیساتھ اسپر بھی ایک موت طاری ہو جاتی ہے لیکن قرآن کریم ہمیشہ زندہ ہے اور اسکے ساتھ اسکا پرشوکت

معجزہ بھی زندہ ہے - قرآن کریم کے اس دعوے کی منادی کہ وہ بے مثل اور الٰہی کلام ہے تیرہ صدیوں سے کی جا رہی ہے اور ہمیشہ تک بغیر کسی مقابلہ کے دنیا کے ایک کنارے سے دوسرے کنارے تک ہوتی رہے گی - تمام دنیا اب اور آیندہ اسکے معجزہ کی سچائی پر گواہ ہے اور رہیگی یہ آج بھی اپنے مخالفین کو اپنا مثل بنانیکے لئے ویسا ہی چیلنج کرتا ہے جیسے گذشتہ زمانہ مین کیا کرتا تھا - انسانون کی لیاقت اور عقل کی کمزوری اور نا قابلیت اسکے مثل بنانے مین اسکے معجزہ کی صداقت کی صاف اور قطعی دلیل ہے جسکے بعد کسی اور دلیل کی ضرورت نہین پڑتی اس معجزہ سے قرآن کریم کا صریح منجانب اللہ ہونا بھی ثابت ہوتا ہے کیونکہ اگر کل انسانی طاقتین قرآن مجید کے مثل بنانے مین عاجز ہین تو معلوم ہوا کہ اسکا صدور کسی اعلیٰ منبع سے ہے اور اس طرح قرآن کریم کا یہ معجزہ اسکے منجانب اللہ ہونے کی سچائی پر دال ہے -

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو بھی یہی زندہ معجزہ عطا ہوا ہے کیونکہ وہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا خلیفہ ومظہر و سچا خادم ہے - قریبًا دس سال ہوئے کہ آپنے خدا سے الہام پاکر مشتہر کیا تھا کہ خدا نے مجھے فصیح و بلیغ عربی لکھنے کا معجزہ بخشا ہے اور یہ کہ کوئی عربی دان میری عربی کی مثل نہ بنا سکے گا خواہ تمام علماء ایک دوسرے کی مدد ہی کیون نہ کرین - دس سال سے اس چیلنج کا کسی نے مقابلہ نہین کیا گو آپنے اس امر کی تجدید ہر تازہ تصنیف سے کی ہے - اور گو اسلامی ممالک کے تمام علماء بار بار اس چیلنج کو قبول کرنیکے لئے مدعو کئے گئے ہین اعجاز المسیح مین جو سورۃ فاتحہ کی ایک معجزانہ تفسیر ہے - یہی دعوے کیا گیا - جسکے بارے مین آپنے تحریر فرمایا تھا کہ تمام عربی دان خواہ اس کی مثل بنانے مین متفق بھی ہو جائین تو بھی نہ بنا سکینگے اور اگر کسی نے اس امر کی جرأت کی تو وہ ذلیل اور ناکام ہوگا - عیسائی و مسلمان مخالفین نے اپنی خاموشی کے ساتھ ان الفاظ کی صداقت پر مہر کر دی ہے +

ایک اور کتاب اعجاز احمدی حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے گذشتہ ۱۶ - نومبر کو شائع کی - اس کتاب کے نوے صفحہ ہین اور یہ پانچ دن مین لکھی گئی ہے اس کی تصنیف کا باعث ایک مباحثہ تھا - جو ضلع امرتسر کے ایک گاؤن مُد نامی مین حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے مریدون اور ایک مشہور مخالف

کے مابین ہوا- یہ مباحثہ ۲۹ و ۳۰- اکتوبر گذشتہ کو ہوا اور اس کی خبر آپ کو دو روز بعد ملی- پہلے چالیس صفحون مین دیباچہ ہے جس مین مباحثہ مذکور کے متعلق مخالف کے دلایل کی تردید ہے اور باقی حصہ مین ایک نہایت فصیح و بلیغ عربی نظم ہے جسمین واقعات مباحثہ و چند پیشگوئیان شامل ہین اس کتاب کے ساتھ مخالفون کے لئے کہ اگر وہ اس کی مثل بنالائین دس ہزار روپیہ کا انعام بھی تھا اسکے مقابلہ کیلئے مخالفین کو صرف برابری کی سطح پر ہی مدعو نہین کیا گیا تھا بلکہ ان کو دو طرح سے آسانی بھی دی گئی تھی اول یہ کہ اگر وہ چاہین تو اپنی مدد کے لئے جہان سے چاہین عربی دان ادیبون اور علماء کو بلالین- دوسرے بجائے پانچ روز کے جس مین یہ کتاب لکھی گئی مخالفین کو پچیس روز تک اس کی مثل تیار کرنے کی مہلت دی گئی تھی اس طرح پر دوہری سہولت ان کو دی گئی- مگر ان تمام سہولتون کے باوجود مخالفین نے جنمین اکثر بڑے بڑے لایق عربی دان بھی ہین اپنی خاموشی سے قطعاً ثابت کر دیا ہے کہ انسانی طاقتین اعجاز احمدی کے مثل بنانے مین عاجز ہین اور اسلئے یہ انسانی کام نہین بلکہ منجانب اللہ ہے- نیز یہ بھی واضح ہے کہ وہ پیشگوئی جو احمدیہ فرقہ کے اول اور نہایت شدید دشمن مولوی محمد حسین بٹالوی اور منشی الہی بخش اکونٹنٹ پبلک ورکس لاہور کی نسبت ہو جو بھی سلسلہ عالیہ کا معاند ہے بع دو اور پیشگوئیون کے کی گئی ہے وہ انسانی فراست کیطرف منسوب نہین کی جا سکتی کیونکہ اپنے کسی سخت مخالف کی نسبت ایسے وقت پر جبکہ وہ اپنی دشمنی مین حد تک پہنچا ہوا ہو- اس کی تبدیلی کی پیشگوئی کرنا سوائے الہی حکمت و علم غیب کے کسی کا کام نہین ہو سکتا ہ

یسوع کی عصمت کے متعلق انجیل کی تعلیم

یسوع کے سوانح لکھتے وقت ہر ایک محقق کو یہ بات کھٹکی ہے کہ انجیل نویسون نے دیدہ دانستہ اپنے پیش کردہ یسوع کے بچپن کے حالات کو اشارتاً بیان کرنے میں بھی پہلو تہی کیا ہے- معلوم ہوتا ہے کہ اس کی جوانی کے ایام پر ارادتاً پردہ ڈالا گیا ہے جبکہ وہ عین شباب کے دنون مین تھا اور جب اس کی اخلاقی حالت کیلئے بہت جذبات کا روکنا نہایت قابل فخر تھا لیکن انجیل نویسون نے دیدہ دانستہ اس کی بھی تیس سال

زندگی کو بیان کرنیسے کنارہ کشی کی ہے انہون نے اس کی زندگی اس دن سے شروع کی ہے جب وہ یردن کے پاک پانی سے صاف ہوکر اور یحنا کے ہاتھ پر توبہ کا بپتسمہ لیکر ایک تبدیل شدہ انسان بنا۔ اگر اس زمانہ کی نسبت جہان انجیل نویسون نے خاموشی اختیار کی ہے دوسرے ذرائع سے پتہ لگایا جائے اور مخالفین کے بیان کو صحیح تسلیم کیا جائے تو اس مین شک نہین کہ اس کی سوانح مین اعلی درجہ کی پاکیزگی کا نمونہ نہین ملتا بلکہ مخالفین کے بیان سے یہی معلوم ہوتا ہے کہ وہ اسوقت عیوب سے خالی نہ تھا مثلاً یہودی کہتے ہین کہ ایک دفعہ وہ ایک یہودی لڑکی پر عاشق ہوگیا اسوجہ سے اسکے استاد نے ناراض ہوکر اسے عاق کر دیا۔ اس قسم کے واقعات یسوع کی الوہیت و معصومیت پر ایک خطرناک حملہ ہین لیکن ہم اس مضمون کو صرف انجیل کے حوالون کے روسے لکھنا چاہتے ہین اور اسکے مخالفین کے بیانات کو ابھی چھوڑتے ہین *

اس بارہ مین یسوع کا ایک اپنا مقولہ قطعی ثبوت ہے انجیل متی ۱۹/۱۶-۱۷ مین لکھا ہے کہ ایک شخص نے یسوع کے پاس آکر کہا کہ "اے نیک استاد مین کونسا نیک کام کرون کہ ہمیشہ کی زندگی پاؤن" "اور اس نے جواب دیا" "تو مجھے نیک کیون کہتا ہے نیک کوئی نہین مگر ایک یعنی خدا" اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ یسوع کا نیک کہلانے سے انکار کرنا اسواسطے تھا کہ وہ اپنے آپ کو گنہگار سمجھتا تھا اسمو قعپر جو جواب یسوع کی عصمت کے حامی دیتے ہین وہ بجائے خود اس امر کی مضبوط دلیل ہے کہ انکے پاس کوئی جواب نہین وہ کہتے ہین کہ چونکہ یسوع خدا تھا اسلئے ایسے جواب سے اسکا منشاء صرف یہ تھا کہ وہ شخص جو اسے صرف انسان سمجھتا ہے اسے نیک نہ کہے کیونکہ کوئی انسان گناہ سے بری نہین اسلئے کوئی بشر نیک نہین کہلا سکتا۔ لیکن ایک موٹی سے موٹی عقل والا انسان بھی اس بیان کی بیہودگی کو سمجھ سکتا ہے کیونکہ اگر یسوع صاف طور پر اپنی خدائی کا دعوے یہودیون کے سامنے پیش کر چکا تھا تو ضرور تھا کہ وہ اپنی شریعت کے روسے ایک مرتد اور نہایت گنہگار شخص خیال کرتے ہون اور شریعت موسوی کے لحاظ سے وہ موت کا سزاوار ٹھہرایا جاتا۔ پس کس طرح ایک یہودی اس دعوے کو جانکر اور مدعی کو نیک استاد کہکر خدا کے احکام کی خلاف ورزی کر سکتا تھا۔ برخلاف اسکے اگر اس شخص نے یسوع کے خدائی کے دعوے کو قبول کیا ہوا تھا تو یہ کہنا ہی بالکل لغو اور بے معنی ہے کیونکہ الوہیت کا تو اسوقت انکار ہی نہین ہوا

کیا گیا۔ یہ فرض کرنا ایک بیہودہ امر ہے کہ ایک یہودی نے جو اپنے مذہب پر قائم تھا یسوع کے دعوی
الوہیت کو جانکر بھی اسے نیک استاد کے خطاب سے مخاطب کیا۔ یہودی مذہب اس بات
کی تردید کرتا ہے کہ کبھی خدا بھی جسم میں ظاہر ہوا کرتا ہے اور ایسا دعوے کرنے والے کو نہایت درجہ کا
گنہگار قرار دیتا ہے۔ اب یسوع کے حامیوں کو دو صورتوں میں سے ایک کا اقرار کرنا پڑیگا۔
یعنی یا تو سایل یسوع کی خدائی کے دعوے کو مانتا تھا۔ اس صورت میں مسیح کا جواب لغو اور
بےمعنی ہے اور یا وہ خدائی کے دعوے کو نہ مانتا تھا اس صورت میں اسکا خطاب صحیح نہیں ٹھہر سکتا
جو تشریح اس آیت کی عیسائی مفسرین نے کی ہے وہ یوں غلط ثابت ہوئی۔ نیز یسوع کے
صاف صاف انجیلی الفاظ سے کھینچ تان کر ایسے معنے لگائے بھی نہیں جا سکتے اور کوئی عقلمند ایسی
رکیک تاویلوں کو قبول نہیں کر سکتا۔ اگر انہیں باتوں پر یسوع کی عصمت کی بنا ہے تو پادریوں کو
جو دوسرے انبیاء کی عصمت پر اعتراض کرتے ہیں یسوع کی عصمت سے ہاتھ دھو بیٹھنے
چاہیئے۔ جو الفاظ یسوع نے بولے ان کا صاف اور سیدھا مفہوم جسکو ہر ایک عقلمند انسان قبول
کریگا یہی ہے کہ اس نے اپنی بیگناہی کا انکار کیا۔ اگر اس طرح پر عبارتوں کو کھینچ تان کر کچھ کے
کچھ معنے مراد لئے جاویں تو کسی عبارت کا مفہوم بیان کرنے میں کوئی امن نہیں رہتا۔ غرض
ان واقعات سے عیان ہے کہ انجیلیں بجائے یسوع کی معصومیت کے مسئلہ کی تائید کرنے کے
اسے گنہگار بتلا رہی ہیں کیونکہ آیت مذکورہ کے رو سے یسوع نے نیک یا بیگناہ کہلانیکا انکار
کیا وہ تمام بیانات بالکل بیہودہ ہیں جو ان الفاظ کے صریح معانی کو رد کرنے کیلئے پیش کئے جاتے
ہیں اور کوئی عقلمند انسان ان الفاظ سے سوائے یسوع کی گنہگاری کے کوئی اور نتیجہ نہیں نکالیگا

یسوع کے افعال بھی اسی امر کے موید ہیں کہ وہ بیگناہ نہ تھا اس نے یوحنا بپتسمہ دینے والے
کے ہاتھ پر بپتسمہ لیا۔ اس بپتسمہ لینے کے متعلق کئی امور مدنظر رکھنے چاہیئے۔ اول یوحنا کا بپتسمہ توبہ
اور گناہوں کے اقرار کا بپتسمہ تھا جیسا متی ۳/۵-۶ میں لکھا ہے کہ "یروشلم اور تمام یہودیہ اور یردن کے
آس پاس کے ملکوں کے رہنے والے اسکے پاس گئے اور یردن میں اپنے گناہوں کا اقرار کرکے
اس سے بپتسمہ پایا"۔ لوقا ۳/۳ میں لکھا ہے "اور وہ (یوحنا) یردن کے سارے آس پاس کے ملک

مین آسکے گناہون کی معافی کے لئے توبہ کے بپتسمہ کی منادی کرتا رہا" دوسری دو انجیلون مین بھی ایسی
قسم کی آیتین موجود ہین ان آیات سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ یوحنا کا بپتسمہ گناہون کی معافی
کے لئے توبہ کا بپتسمہ تھا۔ جیساکہ لوقا نے صاف طور پر بیان کیا ہے۔ یسوع نے بھی دیگر یہودیون
کی طرح بپتسمہ پایا اور دوسرے گنہ گارون کی طرح ضرور اپنے گناہون کا اقرار بھی کیا ہوگا ورنہ بپتسمہ نہین
ہوسکتا تھا کیونکہ یوحنا کے بپتسمہ مین بپتسمہ لینے والے کیطرف سے گناہون کا اقرار ہوتا تھا اس
اقرار کے بعد بپتسمہ دینے والا مرید کو پانی مین غوطہ دیتا تھا اور اس سے مراد یہ لیا جاتا تھا کہ بپتسمہ لینے
والا گناہون سے صاف ہوگیا ہے اگر گناہون کا اقرار نہ ہوا ہو تو پانی مین غوطہ دینا بھی نہ ہوا ہوگا
اور اس طرح بپتسمہ کی کوئی رسم بھی پوری نہین ہوسکتی۔ کیونکہ یوحنا کا بپتسمہ توبہ۔ گناہون کے
اقرار اور پیچھے پانی مین غوطہ لینے کے بعد ان گناہون کی معافی کا بپتسمہ تھا۔ یسوع نے خود اس طرح
بپتسمہ حاصل کرنا چاہا کیونکہ وہ جانتا تھا کہ کسی اور طریق سے گناہون کی معافی اور روح القدس
کا انعام نہین مل سکتا۔ انسائیکلوپیڈیا ببلیکا مین لکھا ہے کہ یوحنا کا بپتسمہ "توبہ اور گناہون کی
معافی کا بپتسمہ تھا" اور اس سے یہ مراد تھی کہ "روحانی پلیدیون سے صفائی حاصل ہو" یہ کہنا کہ یسوع
نے صرف بے معنی رسم پوری کی سخت بیہودگی ہے۔ انجیلین کہتی ہین کہ اسے بپتسمہ ملا اور اس نے
تمام رسم کو ادا کیا جسکا بڑا حصہ گناہونکا اقرار تھا اسکو بے معنی رسم قرار دینا گویا یہ کہنا ہے کہ جب
اس نے گناہون کا اقرار کیا تو وہ کہتا کچھ تھا اور اسکے دل مین کچھ تھا۔ لیکن یہ تو ریاکاری ہے کسی نے
اسے مجبور نہین کیا تھا کہ گناہون کا اقرار کرتا پھرے جبکہ اس نے کوئی بھی گناہ نہین کیا تھا نیز اگر اس نے
ایک موقعہ پر جھوٹ بولا تو پھر کیون ممکن نہین کہ اس کی باقی تعلیم اور بیانات بھی اسی قبیل کے ہون۔
کیا اس سے یہ نہین پایا جاتا کہ اسکے تمام الفاظ اور کام جھوٹے اور بے معنی تھے۔ انجیل کے مطابق
یسوع کا دعوے تو یہ تھا کہ مین معلم ہون اور شریعت کو منسوخ کرنے آیا ہون باوجودیکہ شریعت کے
رسوم بے معنی اور مہمل اور بے حقیقت نہ تھے اور پھر خود ایسے کام کئے جن مین کوئی حقیقت نہ تھی
اور ایسے الفاظ بولے جو محض جھوٹے تھے۔ اصل بات یہ ہے کہ ایسے بیانات صرف عیسائیون کے
ڈھکوسلے ہین جو ایک جھوٹے دعوے کو قائم کرنے کیلئے پیش کئے جاتے ہین۔ انجیلون سے ہمین معلوم

ہوتا ہے کہ یسوع نے صاف صاف نیک کہلانے سے انکار کیا اور اس قول کی تائید اپنے فعل سے کی یعنی یوحنا کے ہاتھ پر بپتسمہ لیا۔

دوم انجیلوں سے معلوم ہوتا ہے کہ روح القدس یسوع پر نہ اتری جبتک اس نے یوحنا کے ہاتھ سے بپتسمہ نہ پایا۔ اگر عیسائی مشنری اس امر پر غور کرتے تو انہیں آسانی سے معلوم ہوجاتا کہ یسوع کی زندگی کا سب سے عظیم الشان واقعہ جو اسکے لئے نزول برکات و انوار کا موجب ہوا یوحنا سے بپتسمہ لینا تھا جسکے بغیر روح القدس ہرگز اسپر نازل نہیں ہو سکتی تھی۔ اس کی کیا وجہ تھی کہ خدا نے روح القدس کا انعام یسوع کو نہ دیا جبتک اس نے یوحنا کے ہاتھ پہ توبہ نہ کرلی حق تو یہ ہے کہ یہ بپتسمہ بجائے ایک بے معنی رسم ہونیکے یسوع کی زندگی میں ایک عظیم الشان واقعہ ہے اور انجیل ہی سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ واقعی یوحنا یسوع کا روحانی باپ بننے کے لائق تھا کیونکہ لوقا ۱؍۱۵ سے ہمیں پتہ ملتا ہے کہ "وہ یعنی یوحنا اپنی ماں کے پیٹ ہی سے روح القدس سے بھرا ہوا تھا" لیکن یسوع پر روح القدس نازل نہ ہوئی جبتک اس نے یوحنا کے سامنے عجز ظاہر نہ کیا اور اپنے گناہوں کا اقرار کر کے اسکے ہاتھ پر توبہ نہ کی۔ اس بپتسمہ کا اثر اتنی جلدی ہوا یا دوسرے لفظوں میں یوں کہنا چاہئے کہ یوحنا کی روحانی طاقت ایسی بڑھی ہوئی تھی کہ جونہی یسوع نے اسکے پاس توبہ کی اسیوقت روح القدس کا انعام اسے بخشا گیا۔

نیز یہ بھی یاد رکھنا چاہئے کہ یسوع اپنی راستبازی کو جبتک اس نے یوحنا سے بپتسمہ نہ لیا ناقص خیال کرتا تھا۔ متی یسوع کے وہ الفاظ لکھتا ہے جن میں اس نے یوحنا کے ہاتھ سے بپتسمہ لینے کی وجہ بیان کی ہے "کیونکہ ہمیں مناسب ہے کہ یونہی سب راستبازی پوری کریں"۔ اس سے ظاہر ہے کہ اسوقت وہ اپنی راستبازی کو ناقص خیال کرتا تھا۔ اسی نقص کو اپنی راستبازی میں محسوس کر کے یا کسی دیگر گناہ کے باعث اس نے یوحنا کے سامنے انکساری کی اور اپنے گناہوں کی معافی مانگی یسوع کی راستبازی کا نقص اسکے اپنے اقرار سے ظاہر ہے کیونکہ اس نے کہا کہ میں شراب پیتا ہوں حالانکہ یوحنا بقول اناجیل تمام مسکرات سے پرہیز کرنیوالا تھا۔ یوحنا کے وہ الفاظ جو متی نے لکھے ہیں اور جن سے پایا جاتا ہے کہ یوحنا نے یسوع کے مقابلہ میں کسرنفسی دکھائی بالکل بے بنیاد ہیں کیونکہ ان کی نظیر

دوسری دو معتبر انجیلوں میں نہیں پائی جاتی۔ نیز ان الفاظ کی تردید متی کے ہی بیان سے ہوتی ہے۔ جہاں یسوع نے اقرار کیا کہ میری راستبازی یوحنا کے ہاتھ پر توبہ کرنے کے بغیر ناقص رہے گی نیز یوحنا یسوع کی مسیحیت پر آخر تک شک کرتا رہا (لوقا ۷/۱۹) کیونکہ اس نے یسوع کو اس گروہ میں سے جو اپنے گناہوں کے اقرار کے لئے اسکے پاس آیا تھا ایک معمولی شخص سمجھکر بپتسمہ دیا تھا۔

ماسوا ان امور کے کہ یسوع نے خود گناہوں کا اقرار کیا اور نیز اپنے مرشد یوحنا بپتسمہ دینے والے کے پاس اقرار کیا۔ اناجیل میں اسکے کئی ایک دیگر اقوال وافعال دیکھے جاتے ہیں جن سے اس کی معصومیت بالکل ملیامیٹ ہو جاتی ہے اول اسے شراب پینے کی عادت تھی لوقا ۷/۳۳-۳۴ "کیونکہ یوحنا بپتسمہ دینے والا آیا جو نہ روٹی کھاتا اور نہ مے پیتا ہے ...... ابن آدم کھاتا پیتا آیا اور تم کہتے ہو دیکھو ایک کھاؤ اور مے خوار محصول لینے والوں اور گنہ گاروں کا دوست" اس لئے اسنے اپنی تعلیم اور نمونہ سے لاکھوں جانوں کو تباہ کر دیا جو شراب کا شکار بن گئے ہزاروں خاندان اس زہر سے ہلاک ہو گئے اور اس طوفان کو بجائے روکنے کے یسوع نے اور بھی جوش دیا باوجود جوان اور مجرد ہونیکے اس کی آشنائی بعض بدکار عورتوں سے تھی جو ہمیشہ اسکے پاس رہتی تھیں بلکہ ایک جگہ وہ بدکار عورتوں کی تعریف بھی کرتا ہے متی ۲۱/۳۱۔ اسنے ایک کسبی سے عطر ملوایا جو اس کی حرامکاری کی کمائی تھی اور ارادتاً اس عورت کو اپنے جسم سے جسم لگانے کی اجازت دی لوقا ۷/۳۸ وہ اپنے والدین کی بے ادبی کرتا تھا اور اپنی ماں کی اس نے بے ادبی کی۔ (متی ۱۲/۴۸) جو شریعت موسوی کیمطابق سخت گناہ ہے اسنے ایک بیگناہ شخص کو جسنے اسے کچھ نقصان نہ پہونچایا تھا۔ قریباً دو ہزار سؤر ونکے گلہ کو تلف کر دیا۔ مرقس ۵/۱۳۔ اس نے اپنی حاضری میں اپنے شاگردوں کو بغیر رضامندی مالک کے ایسی چیز کھانے کی اجازت دی جو شرعاً ناجائز تھی اور جس واقعہ پر تینوں معتبر اناجیل متفق ہیں (متی ۱۲/۱ مرقس ۲/۲۳-لوقا ۶/۱)۔ اسنے یہودیوں کے بزرگوں کو سخت گالیاں دیں اور بہت نامناسب حملے ان کی عزت پر کئے جیسا آگے بیان ہوگا۔ اسنے تمام انبیاء اور اولیاء کو جو اس سے پیشتر گذر چکے تھے چور اور بٹمار کہا (یوحنا ۱۰/۸) اور اس بات کا خیال نہ کیا کہ اسکی تمام تعلیم انہیں سے چرائی ہوئی ہے اسنے خدا کی مرضی کے خلاف دعا مانگی جبکہ اسے یقین تھا کہ اسکی موت ٹل نہیں

سکتی - اس نے اس چور سے وعدہ خلافی کی جو اسکے ساتھ صلیب پر لٹکایا گیا تھا متی ۲۳ باب ۴۳ سے
ظاہر ہے کہ یسوع نے چور کو کہا "آج تو میرے ساتھ بہشت مین ہوگا" لیکن یسوع خود تین رات
دوزخ مین رہا اور یہ بھی مشکل امر ہے کہ آیا وہ چور کو بھی دوزخ مین ساتھ لیگیا یا نہین بہشت
مین جانے سے تو وہ ناکام رہا پس کم سے کم اسے مناسب تھا کہ اس چور کو دوزخ ہی مین لیجاتا -
اس سوال کا جواب عیسائی مشنریون کے ذمہ ہے انجیلونسے صرف یہ پایا جاتا ہے کہ یسوع نے
وعدہ کا خلاف کیا کیونکہ وہ مصلوب ہونیکے بعد کئی روز اور بعض روایتونکے موافق چالیس روز
زمین پر رہا یا عیسائی تعلیم کے بموجب دوزخ مین اتر گیا - اور یہ بھی معلوم نہین ہوتا کہ یسوع چور
کے ساتھ پہلے بہشت مین گیا ہوا اور اسے وہان چھوڑکر زمین پر یا دوزخ مین اتر پڑا ہو کیونکہ یوحنا ۲۰ باب ۱۷
مین وہ صاف صاف کہتا ہے کہ "مین ہنوز اوپر اپنے باپ کے پاس نہین گیا"

یسوع کی ایک اور وعدہ شکنی بھی انجیلون سے معلوم ہوتی ہے اس نے وعدہ کیا تھا کہ ابھی
یہ نسل گذر نہ جائے گی کہ ابن آدم جلال کے ساتھ آئے گا - مگر افسوس کہ یہ وعدہ بھی جھوٹا نکلا اور وہ لوگ
جنکو مسیح نے واپس آکر دیکھنا تھا اور انکے دیدار سے دل ٹھنڈا کرنا تھا - وہ سب کے سب مر مٹ گئے
اور انکے بیٹے اور پوتے وغیرہ سب مر گئے اور انیس سو برس کے قریب انکے مرنے پر گذر گئے تو اب دوبارہ
آمد مین یسوع مسیح کو کیا خوشی ہوگی اور کس کو دیکھ کر آنکھین ٹھنڈی کریگا کیا انکی قبرونکو دیکھے گا -
یا ان کی اجڑی ہوئی بستیون کا نظارہ کرے گا - افسوس کہ ان لوگونکی زندگی جنکو یہ وعدہ دیا گیا تھا -
کس مایوسی مین گذری ہوگی اور پھر موت کے وقت انکو کیسی کیسی حسرتین سامنے آئی ہونگی -

سب سے بڑا گناہ جو انجیلونکے رو سے یسوع پر عاید ہوتا ہے اسکا خدائی کا دعوے کرنا ہے باوجود اس
بات کے کہ اسکو یہ علم تھا کہ وہ مریم کے پیٹ سے پیدا ہوا ہے اور خون حیض سے اسکے اعضا بنے ہین
اور ساری انسانی کمزوریان اور بیماریان اور لاچاریان اور بھوک پیاس کی تنگیان اسپر وارد ہوئی
ہین یہ بیہودہ دعوے ایک بڑا نقص ہے جو اس کی فہم اور عقل مین پایا گیا ہے چاہئیے تھا کہ وہ خدائی
کا دعوے اسوقت کرتا جبکہ خدائی کی طاقتین اپنے اندر پاتا نہ یہ کہ یہودیون سے مارین کھاتا حکام
کی عدالتون مین کھینچا جاتا غمونسے جان کھینچتی بھوک سے جان نکلنے کو ہوتی اور اگر خدائی کے دعوے

کیلئے یہ کہا جائے کہ اس نے معجزات دکھلائے تو اسکا کیا ثبوت ہے کہ اس نے دکھلائے اور کیون ایسا نہین کہ ہندوؤن کی ان کہانیون کی طرح جو پرانون مین موجود ہین یہ بھی کہانیان ہون مردہ کا زندہ کرنا تو ایسا حیرت انگیز معجزہ ہے کہ اگر ہوتا تو اس سے اسرائیل کی قوم مین ایک شور مچ جاتا اور سب یہودی روتے روتے پیرون پر آگرتے نہ یہ کہ ان کے پیرون مین زنجیر ڈالتے اور حوالات مین کرتے اور آخر بڑی بے رحمی سے صلیب پر چڑھا دیتے اور اگر فرض کے طور پر کوئی نشان ظاہر ہوا ہو تو وہ صرف صحت نبوت کی دلیل ہوگی نہ کہ خدائی کا کوئی نشان کیونکہ اگر نشانون سے خدائی ثابت ہوسکتی تو ایلیا نبی کی خدائی بوجہ اولیٰ ثابت ہو جاتی وجہ یہ کہ ا سلاطین ۱۸ اور ۲ سلاطین مین ایلیا کے اسقدر زبردست اور اقتداری معجزات کا ذکر ہے کہ مسیح کی نسبت ذکر کرنا حواری شاید بھول گئے ایلیا نے اپنے پیٹ سے پیٹ لگا کر ایک مردہ کو زندہ کر دیا - ایک عورت کو اسکے ایک پاؤ آٹے مین یہ برکت دی کہ وہ اخیر عمر تک ختم نہ ہوسکا اور دشمن جب اسکو پکڑنے گئے تو دو دفعہ پچاس پچاس آدمی کو صرف نظر کرنے سے ہلاک کر دیا اور بادشاہ کو یہ کہا کہ قبل اسکے کہ تو پلنگ کے نیچے اترے تیری جان نکل جائے گی - مگر مسیح پیلاطوس کا کچھ بھی بگاڑ نہ سکا - اور پھر اخیری وقت مین عزت کے ساتھ رتھ پہ سوار کرا کر آسمان پر اٹھایا گیا مگر یسوع مسیح کی نسبت ثابت نہین کہ وہ آسمان پر کھینچے جانیکے وقت ایک گدھے پر بھی سوار کیا گیا ہو اور پھر جب ایلیا دوبارہ دنیا مین نازل ہوگا تو ثابت کر دے گا کہ ایسا مسیح جھوٹا تھا جو اسکے پہلے آگیا غرض خدائی کا دعوے ایک بڑے گناہ کا ارتکاب ہے - ظاہر ہے کہ اگر اسکا خدا ہونا اسکے بزرگون کو جن مین نبی اور کاہن بھی تھے پہلے سے معلوم ہوتا اور وہ جانتے کہ وہ تین خداؤن مین سے ایک ہے اور کتابون مین اس تثلیث کی خبر ملتی تو انپر کیا مصیبت پڑی تھی کہ اس کی مان کے تارکہ ہونیکی حالت مین یہ بے ادبی کرتے کہ اسکے لئے کوئی خاوند تلاش کرکے خواہ نخواہ بے باپ پیدا ہونے کی رونق پر خاک ڈالدیتے اور مریم کو نذر شکنی کی مجرم ٹھہراتے اور اسکا نکاح کراتے اور اپنے خدا کی مان کو کسی دوسرے کی جورو بناتے اور پھر جب مسیح پیدا ہوا جو انکے زعم مین خدا تھا تو خدا کے ختنہ کرنے کی انہین کیا ضرورت تھی اسکے گوشت کا تو سب حصہ خدائی کے رنگ سے رنگین تھا اسکا کاٹنا تو ہرگز مناسب نہ تھا -

اور اگر کاٹا گیا تھا تو تبرک کیطور پر رکھنا چاہیے تھا ختنہ کی اصل جڑھ یہ ہے کہ تا اس بات کا نشان ہو کہ جس طرح وہ زائد گوشت کاٹا گیا اسی طرح اس عضو کی ناجایز گردن کشیون پر خدا کے حکم کی تیز چھری چلائی جائے کہ وہ بے اعتدالی اس کی کٹ جائے اور یا بعض اسلئے بھی ختنہ کرایا کرتے ہین کہ تا پیشاب نہ رکے کیونکہ اس مرض کو ختنہ کرنا فائدہ کرتا ہی لیکن مسیح کی نسبت نہ تو یہ خیال ظاہر کیا گیا ہی کہ بزرگون نے اسلئے اسکا ختنہ کرایا تھا کہ تا شہوات کا وحشیانہ جوش کم ہو جائے جیسا کہ غیر مختون تو موہمن ہوتا ہی اور نہ یہ خیال کیا گیا ہے کہ اسکا پیشاب بند ہونیکا اندیشہ تھا اسلئے ختنہ کرایا گیا ✤

پھر یسوع مسیح کا یہ قول جو متی باب ۲۱- آیت ۳۱ مین درج ہی کہ یسوع نے انسے یعنے یہود کی علما کو کہا مین تم سے سچ کہتا ہون کہ محصول لینیوالے اور کسبیان تم سی پہلے خدا کی بادشاہت مین داخل ہوتی ہین یہ خطاب یہودیون کے مولویون اور فقیہون اور فریسیون کو تھا جسکا دوسرے لفظون مین خلاصہ یہ تھا کہ اے مولویو اور فقیہو اور بنی اسرائیل کے عالمو اور موسے کی گدی پر بیٹھنے والو کنجریان جو ہمیشہ زنا کراتی- اور حرام کی خرچی پر گذارہ کرتی ہین وہ تمسے بہتر ہین اور وہ تمسے پہلے بہشت مین جائینگی یہ اسقدر سخت کلامی اور بدتہذیبی ہے کہ شاید اس سے بڑھکر دنیا مین نہ ہو اور کیا حقیقت مین یہودیون کے علما اور فقہا اور انکے ربانی مولوی جن مین سے بعض حضرت مسیح کے استاد بھی تھے وہ کنجریون سے بدتر تھے ایسا کلمہ اگر اس زمانہ کے مولویون یا پنڈتون کی نسبت کہا جائے تو وہ گلے کا ہار ہو جائین اور کوشش کرین کہ اول تو خود ورنہ عدالت کے ذریعہ سے اسکو سزا دلائین کیا آپ گمان کرسکتے ہین کہ یہودیونکے ان علما کیطرح ان مولویون مین بھی صبر ہے کیا وہ ایسے بدزبان کو کسی قانونی شکنجہ مین نہین لائینگے اور کیا وہ اسکی سزا دہی کیلیے عدالت تک استغاثہ نہین پہونچاینگے پس اس سے ثابت ہوتا ہی کہ یہودیونکے مولوی بہت ہی خلیق اور بردبار اور حلیم اور درگذر کرنیوالے تھے جو باوجود خداداد عزت اور مرتبت کے کہ انمین سی بعض رومی گورنمنٹ مین کرسی نشین رئیس بھی تھے پھر ایسے سخت کلمات بلکہ گندی گالیان سنکر بھی بہت برداشت اور درگذر کرتے رہے کیا مسیح کو مناسب تھا کہ اپنی سخت گوئی کو اس حد تک پہونچاتا کہ تمام معزز مولویون اور فقہا کا نام کنجر رکھتا فرض کیا کہ مسیح کے برابر انکا تقوے نہین تھا گو مسیح کی شراب خواری یاد کرکے ایسا فرض کرنیسے بھی ہمین شرم آتی ہی لیکن تاہم اگر بطور فرض محال مسیح کو تقوے سے کچھ زیادہ حصہ دیا جائے تب بھی

مسیح کا ایسا کہنا بیجا تھا کیونکہ آخر علماء یہود موسے کی شریعت کے وارث تھے کیا قیاس مین آسکتا ہے کہ وہ سب کے سب خراب ہوگئے تھے اور اس لایق ہوگئے تھے کہ انکو کنجر کے نام سے پکارا جائے ماسوا اسکے کسقدر تہذیب سے بعید ہے کہ جس شخص کو نہ صرف نبی مانا گیا بلکہ خدائی کا جامہ بھی پہنایا گیا ہے وہ شریف انسانوں کا نام کنجر رکھے اس سے تو یہ صاف ثبوت ملتا ہے کہ یہودی بڑے ہی بردبار اور حلیم اور بااخلاق تھے کہ باوجود اسرائیل کی اولاد ہونے اور انبیاء زادہ ہونیکے اور باوجود ان وجاہتوں کے جو گورنمنٹ رومی مین انکو حاصل تھین پھر ایسے نالایق الفاظ کی برابر ساڑھے تین برس تک برداشت کرتے رہے جسمین انکی خداداد عزت اور مرتبت کی سخت کسر شان تھی درحقیقت کوئی بھی ایسا گندہ اور سخت لفظ باقی نہین رہا جو انکے معزز علماء کے حق مین اس شخص نے نہین بولا کنجر انکا نام رکھا حرامکار انکو کہا کبھی غصہ مین آکر سور کے نام سے انکو موسوم کیا اور کبھی کتے کتے کرکے پکارا اور کبھی سانپونکے بچے اور کبھی گدھے اور کبھی اندھے انکو کہا گیا اور مسیح کا گدھے پر سوار ہونا بھی یہی رمز تھی کہ یہودیوں پر سے غلبہ ہوگا۔ اور احمق نادان کذاب دغاباز بے ایمان ریاکار رشوت خوار علماء یہود کو کہنا یہ تو ہر وقت گویا انکی نسبت یسوع کی زبان پر جاری تھا تو کیا اسقدر گالیان اور پھر سخت گالیان یہودنے بھی کبھی یسوع مسیح کو دین اسکا ثبوت ایک ذرہ بھی انجیلون مین نہین پاؤگے تو کیا یہ تعجب کی بات نہین کہ جو شخص اخلاق سکھانے آیا تھا اس کی زبان پر ہر وقت کتا بلا سور حرامزادہ بے ایمان کنجر جاری رہے اور ادنے ادنے بات پر چڑکر لوگونکو ہمیشہ کا جہنم انعام دے اور جنکو بداخلاقی سے متہم کیا جاتا ہی وہ سخت گوئیونپر صبر کرین اور نہین اور چپ رہین +

ہان یہود کے نامدار علماء نے مسیح پر کفر کا فتوے لکھا اور تمام معزز علماء نے اس تکفیر پر اتفاق کیا سو یہ فتوے گالی مین داخل نہ تھا بلکہ جو جو کلمات کفر یسوع مسیح کے منہ پر جاری ہوئے جن کی نسبت علماء کی خدمت مین استفسار پیش کیا گیا اس استفسار کا موسوی شریعت کے روسے یہی جواب تھا کہ ایسے کلمات منہ پر لانیوالا کافر بلکہ واجب القتل ہی تو اسمین یہودیون کا کیا قصور تھا مسیح نے خود توریت کی تعلیم کی مخالفت کی یہانتک کہ اسکا معاملہ پردہ پوشی اور تاویل کی حد سے بہت آگے گذر گیا۔ آخر علماء یہود کو اسکی نسبت کفر کا فتوے لکھنا پڑا اور اگر کفارہ کی بات کچھ سچائی رکھتی ہے تو یہود پر یہ اعتراض بھی سچا نہین کہ یسوع کو سولی دیا کیونکہ انکے ذریعہ سے یسوع مسیح کی وہ مراد حاصل ہوگئی جسکے لئے وہ آیا تھا جس بات کو

باپنے چاہا بیٹے نے چاہا - روح القدس نے چاہا اور وہ اس سے گنہ گار نہ ہوئے تو پھر اگر یہودیون نے بھی اسی بات کو چاہا تو وہ کیون گنہ گار ہو گئے کیا نیکی بھی گنہ مین بھی داخل ہو سکتی ہی وہ اس بات مین اکیلے تھوڑے ہین یہ تو کثرت رائے سے فیصلہ ہو گیا اور وہ نیکی کے معین تھے نہ بدی کے جو کام اُنھون نے کیا اس مین تو سارے جہان کی بھلائی تھی بھتو کراہت یہودا اسکریوطی نے ان کا ہاتھ بٹایا باقی حواری شائد کفارہ کے مسئلہ کے قائل نہ تھے کہ ایک ساعت بھی ٹھہر نہ سکے مگر انکا کیا گناہ حضرت مسیح بھی اس ارادہ پر قائم نہ رہ سکے صرف یہودنے اپنے صدق کو نباہا کہ بہرحال صلیب پر چڑھا دیا

مگر مسیح صدق پر قائم نہ رہ سکا - ایلی ایلی کر کے چیخین مارنی شروع کر دین اور صلیب سے بچنا چاہا مگر وہ اقرار کے بعد انکار تھا اسلئے قابل سماعت نہ تھا اور پھر خدا کا یسوع مسیح کو زندہ کر کے دور دراز ملک مین پہلے آسمان سے بھی کہین آگے پہونچا دینا یہ دوسرا اس بات پر قرینہ ہے کہ خدا یہودیون کی اس کارروائی پر کچھ ایسا ناراض نہ تھا صرف اسقدر خیال مین آسکتا ہے کہ خدا نے موت کی سزا کو جو یہودیون نے دی تھی حبس دوام کے ساتھ بدل دیا تو اسلئے کہ حبس دوام بعض صورتون مین موت سے بدتر ہوتا ہے کیونکہ کھانے پینے اور سونے اور پھرنے چلنے مین اسقدر تنگیان پیش آتی ہین کہ بعض قیدی خود موت کی تمنا کرتے ہین اور یا اس لئے کہ باپ خدا کو یہودیون کی ناراضگی بھی منظور نہین تھی اور نہ بیٹے کو ہمیشہ کے لئے سزائے موت دیسکتا تھا پس جیسا کہ اعلےٰ عدالتین ماتحتون کے احکام مین کچھ تخفیف کر دیا کرتی ہین اسی طرح یہ حبس دوام بعبور صدود زمین ایک قسم کی تخفیف سزا تھی اور یہ امر کہ کیون خدا نے پہلے آسمان پر ہی مسیح کو نہ رکھا آگے لیجانیسے کیا فایدہ تھا ممکن ہے کہ اس کا یہ سبب ہو کہ یہودی سحر بابل مین بھی طاق ہو گئے تھے وہ اپنی ساحرانہ قوت سے پہلے آسمان پر پہنچ سکتے ہونگے سو اس اندیشے سے کہ کہین پھر وہ پکڑ کر صلیب پر چڑھا دین پہلے آسمان سے آگے پہونچا دیا اور اس سزائے حبس دوام کے بارے مین یہ بھی خیال کر سکتے ہین کہ چونکہ کفارہ کی تاثیر انکی ہمیشہ جاری رکھنے کے لئے دائمی تعذیب منظور تھی اور وہ موت کی حالت مین نہین ہو سکتی تھی اس لئے حبس دوام کی سزا دی گئی جسمین ہمیشہ بھوک پیاس کی تکالیف اور عزیزون کی جدائی اور وطن کی مفارقت شامل حال رہتی ہے اور اگر یہ جلاوطنی کسی خیرخواہی کی نیت سے تھی تو چاہئے

تھا کہ آسمانوں پر اٹھانے کے وقت یسوع مسیح کی والدہ اور بارہ حواریوں کو ساتھ ہی آسمان پر اٹھا لیا جاتا۔ تا جن لوگوں سے دلی تعلقات تھے ان کی ہمیشہ کی جدائی دل کو کباب نہ کرتی رہتی اور اگر یہ منظور نہیں تھا تو ایسا تو ضرور کرنا چاہیئے تھا کہ دو تین سال کے بعد ایک دفعہ زمین پر نازل ہونے کی اجازت دیدیا کرتا تا یہ ناگہانی جدائی اور پھر لاکھوں کوس کی دوری جان کو تحلیل نکرتی رہتی کچھ سمجھ نہیں آتا کہ یہ کیا کارروائی کی گئی سزا تو یہود کو دینی تھی الٹی یسوع کو دوبارہ دیدی انسانی فطرت میں یہ بھی داخل ہے کہ جب ایک مصیبت اور مشکل کیوقت میں رہائی یا تخفیف سزا کا وعدہ دیا جائے اور وہ وعدہ پھر پورا نہ کیا جائے تو اس سے بھی دل کو بہت ایذا پہونچتا ہے۔ گویا پہلی مصیبت دوبارہ تازہ ہو جاتی ہے اور اسکا نقشہ دل کے سامنے آجاتا ہے اور یہ کارروائی ان لوگوں سے کیجاتی ہے جنکو ہر ایک پہلو سے عذاب دینا ہی منظور ہوتا ہے سو افسوس کہ یہ تمام برتاؤ یسوع مسیح سے کیا گیا اور زمین کا تو کوفتہ تھا آسمان کا بھی کوفتہ ہوا۔ جب آسمان اٹھانے کے وقت کے قریب یسوع مسیح کو خبر دی گئی کہ تجھے لاکھوں کوسوں کی دوری پر پہونچا کر تمام عزیزوں اور والدہ سے مہجور کیا جائے گا تو وہ بہت غمگین ہوا اور ساری رات اس نے رو رو کر دعائیں کیں کہ اے میرے باپ یہ پیالہ مجھ سے ٹالدے اس کی میں برداشت نہیں کر سکتا اور والدہ کی جدائی اور عزیزوں کی ہمیشہ کے لئے دوری میری طاقت سے باہر ہے تو اسپر یہ بشارت دی گئی تھی کہ ہم جلد تر تجھے والدہ اور دوسرے دوستوں کو ملا دینگے اور وطن دکھلا دینگے۔ اور ابھی یہ لوگ جنکو تو چھوڑ چلا ہے موت کا مزہ نہ چکھینگے کہ تو واپس آجائے گا مگر افسوس کہ یہ وعدہ بھی جھوٹا ہی نکلا!!

غرض منجملہ نہایت مضبوط اور قوی اعتراضوں کے یسوع کی خدائی کا دعوے ہے۔ اگر اس میں خدائی کی طاقت موجود تھی تو کیوں اسنے اپنی اس طاقت کو استعمال کر کے اپنی خدائی کا ثبوت ندیا۔ اور اگر الٰہی طاقت موجود نہیں تھی تو کیوں فضولی کر کے ایسا دعوے کیا جسکا کچھ ثبوت نہیں تھا اور اس سے بڑھ کر اور کیا گناہ ہوگا کہ انسان ہو کر خدائی کو ہاتھ مارنا چاہا۔ لیکن ہم کہتے ہیں کہ اس تہمت سے حضرت مسیح علیہ السلام کا دامن پاک ہے جس طرح دنیا میں صدہا انسان خدا بنائے گئے ایسا ہی ان لوگوں نے

جنکو مخلوق پرستی کی عادت تھی حضرت مسیح کو خدا قرار دیدیا جبکہ پتھرون اور نباتات کو جنمین انسانی طاقتین موجود نہیں خدا ٹھہرایا گیا تو اس صورت مین انسانون کو خدا بنانا بہت سہل تھا لیکن یہ عجیب بات ہی کہ جسقدر انسانون کو خدا بنایا گیا خدا نے ہر ایک پہلو سے ان کی کمزوری اور ضعف ظاہر کیا مثلاً بدھ ایسا کمزور ثابت ہوا کہ بیوی اور بچون کے حقوق کو بھی ادا نہ کرسکا اور شریعت کی دو بھاری جز مین سے جو حق العباد ہے اسکو بھلا دیا معجزات اور استجابت دعا کا منکر رہا جس سے ثابت ہوتا ہے کہ اسپر وہ راہ نہین کھلی جو اہل اللہ پر کھلا کرتی ہی ایسا ہی راجہ رامچندر کو خدا بنایا گیا آخر اسکو یہ مصیبت پیش آئی کہ راجہ راون اس کی عورت کو نکالکر لے گیا اور سخت غم اور بیحرمتی اسکو اٹھانی پڑی اسی طرح حضرت مسیح کو خدا بنانیکی کوشش کی گئی - اسکا یہ نتیجہ ہوا کہ ان کی عصمت اور ان کی والدہ کی پاکدامنی پر وہ سخت حملے ہوئے جنکی نظیر تمام نبیون کے سوانح مین نہین پائی جاتی ایک یہ بھی حملہ ہوا کہ ان کی کوئی پیشگوئی سچی نہین اور نشانونکے دکھلانیمین وہ تالاب شریک غالب رہا جسکا انجیلون مین ذکر ہے اس سے ثابت ہی کہ کسی شخص کو خدائی کا دعوے مبارک نہین ہوا - اس زمانہ کے پادری صاحبون نے حضرت مسیح کو خدا بنانیکے لئے تمام نبیون کی عیب گیری کرنا اپنا ایک فرض قرار دیدیا ہے انسانیت اور انصاف نہین کہ ایک شخص بیباک ہوکر اور منہ پھاڑکر خدا کے پاک نبیون کی نسبت جو چاہے کہے اور جب کوئی دوسرا شخص اس سے بڑھکر اسکے پیشوا کے عیب پیش کرے تب برافروختہ ہوجائے اور عدالتون تک پہونچا دے نادانو جب تم دوسرونکے مقدس

یہود مسیح کے معجزات کو معجزہ نما تالاب نے ایسا سخت صدمہ پہنچایا تھا جو اسکی وجہ سے یہودیونکی نظر مین مسیح کے نشانونکی کچھ بھی قدر نہین رہی تھی اور معلوم ہوتا ہی کہ اکثر لوگ جو مسیح پر ایمان لاکر پھر مرتد ہوگئے انکی ارتداد کی وجوہ مین سے ایک یہی وجہ تھی کہ ایکطرف تو مسیح کی پیشگوئیان پوری نہوئین اور نہ داؤد کا تخت اسکو ملا اور نہ اسنے یہودیونکو انکے دشمنونسے چھوڑایا اور نہ مسیح کی وعدہ کیموافق اسکی ماننیوالے نشان دکھلانیپر قادر ہوسکے اور دوسریطرف جو معجزات کا دعوی تھا اسمین بھی عیسائیونکو بہت خفت اٹھانی پڑی یروشلم کا تالاب ایک ایسا داؤ آزار رقیب پیدا ہوگیا جسمین غسل کرکے انواع اقسام کی بیمار اچھے ہوتے تھے اس تالاب سے مسیح کے نشانونکی وقعت اور عزت جاتی رہی اور یہ کچھ تعجب کی جگہ نہین کیونکہ کشمیر کے بعض حصونمین بھی ابتک ایسے تالاب موجود ہین جنمین غسل کرنیسے بعض بیماریان دور ہوتی ہین اور حال مین موضع بدولی ضلع مظفرنگر کے علاقہ مین ایسا تالاب پیدا ہوا ہی جسمین غسل کرنیسے بیمار اچھے ہوتے ہین اور ہر سال اسپر میلہ لگتا ہے دیکھو پرچہ نیر آصفی مدراس ۲۷ جون سنہ ۱۹۰۲ء

رہبرون پر عیب لگاؤ گے تو اسکا یہ ضروری اور لازمی نتیجہ ہوگا کہ تمہارے نبی پر بھی عیب لگایا جاویگا اور جس پیمانہ سے تم ملتے ہو اسی پیمانہ سے تمہارے لئے بھی ناپا جائے گا تم اس ناپاک خصلت سے کیون باز نہیں آتے کیا یہ بھی عیسائی تعلیم کا ایک جزء ہے تمہین اس تصور سے بہت شرمندہ ہونا چاہیئے تھا کہ تمہارے مذہب کا سارا مدار ایک مرے ہوئے انسان کی فرضی زندگی پر ہے اور اسی کو تم نے خدا بنا رکھا ہے پھر وہ شخص سچائی سے کیا حصہ رکھتا ہے جسکا خدا ایک قبر مین بوسیدہ ہڈیان پڑی ہین۔ سو تم ایسے کمزور ہوکر اسلام جیسے زبردست مذہب پر مفتریانہ حملہ مت کرو بلکہ چونکہ تم اپنے مردہ خدا کیوجہ سے سب سے کمتر ہو بہتر یہی ہے کہ کسی مذہب کی بھی عیب گیری مت کرو دراصل یہ گناہ پادری صاحبون کا ہی نہ کسی اور کا کیونکہ پادری صاحبان تعلیم تو یہ پیش کرتے ہین کہ اگر ایک گال پر کوئی طمانچہ مارے تو دوسری بھی پھیر دو مگر اپنا شیوہ یہ بنا رکھا ہے کہ جبتک مخالف کی دونون گالون پر بے قصور طمانچہ نہ مارلین تب تک صبر نہین۔ کیا یہ طمانچہ مارنے سے کم ہے کہ اپنے مخالفون کے پیشواؤن پر طرح طرح کے جھوٹے عیب لگاتے ہین اور بدزبانی سے دل دکھاتے ہین کیا اس طریق سے کسی بھی کامیابی کی امید ہے اگر زید بکر پر پتھر پھینکتا ہی اور بکر کے پاس اس سے بڑھ کر پتھر موجود ہین تو کیا وہ ان پتھرون سے زید کا سر نہین کچلے گا یہ تو سب دنیاوی صورت پر جھگڑے اور کینے ہو جائینگے۔ آپ گندی زمین پر کھڑے ہو کر جس مین نجاست تا بزانو ہی دوسرونکے مصفا فرش پر داغ کا اتہام لگانا نہین نادانون کا کام ہے جو اپنا انجام نہین سوچتے۔ دین اسی حدتک دین ہے جبتک دیانت اور صبر اور راستبازی ہو نہ یہ کہ دن رات اس بات کی کوشش مین ہین کہ افترا سے بہتان سے جھوٹ سے تحریف سے جعل سازی جھوٹی کتابون کے ذریعہ سے سیدھے معنونکے بگاڑنے سے کسی خدا کے مقدس اور پاک نبی پر گناہ کا عیب لگایا جاوے تا کسی طرح یسوع مسیح بے گناہ ہو کر خدا بن جائے اور شفیع قرار پاوے لیکن مسیح کے مخالفون نے درحقیقت یہ ثابت کر دیا ہے کہ بیگناہ اور معصوم نام رکھانے مین جسقدر یسوع مسیح اور اس کی والدہ کو مشکلات اور پیچیدہ اعتراضات کا سامنا پیش آیا ہے آدم سے لیکر اس دم تک کسی نبی کو ایسے ناپاک الزامات کا نشانہ نہین بنایا گیا ہے۔ پس اگر اس طرح کی عیب جوئی سے کچھ بن سکتا ہے تو بتلاؤ کہ ایسے

ایسے الزامات کے رو سے کونسا حصہ معصومیت کا مسیح اور اس کی والدہ کے لئے باقی رہ گیا ہے
یہ اعتراض ایسے نہین ہین کہ کوئی شخص عقل اور انصاف اور نظائر قانون قدرت کا پابند ہو کر انکو
توڑ سکے پس جس مذہب کے پیشوا کی لائف قانون قدرت کے مخالف اور تعلیم صحیفہ فطرت کے مخالف
اور متبعین کی عملی حالت - تقوے اور طہارت کے مخالف ہو کیا وہ بھی کسی دوسری قوم کو منہ دکھا
سکتے ہین ؟!! تمام نبیوں کے اتفاق سے یہ مسئلہ صحیح مانا گیا ہے کہ شرک سے بڑھ کر کوئی گناہ نہین پس
جس شخص نے اپنی تمام عمر مین یہی سکھلایا کہ مجھے خدا کر کے مان لو اسکے اول درجہ کے گنہگار ہونے
مین کس عقلمند کو شبہ ہو سکتا ہے ؟

پھر مین کہتا ہون کہ توریت اور قرآن نے تو یہ سکھلایا کہ خون نہ کرو زنا نہ کرو جھوٹی گواہی
نہ دو - مگر جس نے یہ سکھلایا کہ میرے خون کے بھروسہ پر سب کچھ کرو نیک چلنی کچھ چیز نہین تمام نجات
کفارہ سے وابستہ ہے کیا اس نے گناہ نہین کیا - جس شخص نے شراب پینے کی رسم کا بانی ہو کر کروڑہا
انسانونکو شراب کے دریا مین ڈبو دیا کیا اس نے یہ نیکی کا کام کیا اور کیا وہ دوسرا شخص جس نے عرب کے تمام
جزیرہ کو جو شراب کے خطرناک سیلاب مین غرق ہو چکے تھے اس مہلک طوفان سے نجات دی -
بالمقابل اس بڑی نیکی کا حقدار نہین ہو چکا - یہ دو انسان ہین ایک نے شراب کا فتوے دیکر
بیشمار دنیا کو جو انیس سو برس سے آج تک چلی آتی ہے - طرح طرح کی ناپاکیون مین ڈالدیا جن کا
تدارک غیر ممکن ہو گیا - اور دوسرے نے صدہا سال کی رسم شراب خواری کا استیصال کر کے اسکی بد نتائج سے
کروڑہا جانین بچالین تو اب بتلاؤ کہ ان ثابت شدہ واقعات کے رو سے منجی کون ہوا کیا یسوع یا محمد صلی اللہ
علیہ وسلم - یہ کہنا کہ مرنیکے بعد یسوع نجات دے گا یہ محض ایک خیالی پلاؤ ہے - ہندو گبر چینی وغیرہ
سب اپنے اپنے پیشواؤن کو ایسا ہی گمان کرتے ہین اب کون فیصلہ کرے کہ کس کا گمان صحیح ہے
مابعد الدنیا کا واقعہ تو کسی نے دیکھا نہین لیکن ثابت شدہ واقعات کے رو سے جو دنیا مین ہی
ثابت ہو چکے ہین حقیقی منجی حضرت محمد مصطفے صلی اللہ علیہ وسلم ہی ٹھہرتا ہے کیونکہ کروڑہا انسانونکو شراب
سے اسنے نجات دی - دختر کشی کی رسم سے اسنے نجات دی - فسق و فجور کی رسم سے جو یورپ کیطرح عرب مین بھی پھیل گئی
تھی اُسنے نجات دی - قماربازی کی رسم سے جو یورپ کی طرح عرب مین بھی پھیل گئی تھی اس نے نجات دی -

اسی طرح بیسیون گناہ ہین جو رسم کی طرح عرب مین شائع ہو چکے تھے جنکو کوئی گناہ نہین سمجھتا تھا اُس کامل انسان اور مرد خدا نے ان سے نجات دی - مگر مسیح نے تو بجائے نجات دینے کے اور بھی گناہون مین پھنسا دیا - کیا شراب پینے مین قماربازی مین فسق و فجور مین انسان کے خدا بنانے مین دنیا مین عیسائیون کی کوئی نظیر بھی ہے سواب بتلاؤ کہ یہ تمام گناہ کس پر ہین کیا ان گناہون سے اس شخص کو کوئی حصہ نہین جس کی ناقص تعلیم نے یہ نتائج پیدا کئے - پادری صاحبان ان سوالات سے عاجز رہکر اپنی قدیم عادت کیوجہ سے زینب کے نکاح کا قصہ پیش کر دیتے ہین اور کہتے ہین کہ قرآن سے ثابت ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم زینب پر عاشق ہو گئے تھے اسکا جواب بجز اسکے کیا لکھین کہ لعنت اللہ علی الکاذبین قرآن شریف تو خدا کا کلام ہے اگر پادری صاحبان کسی حدیث صحیح سے بھی اس افترا کو ثابت کر دکھائین تو ہم یکمشت انکو ہزار روپیہ دینے کو تیار ہین پھر ہم کہتے ہین کہ خدا کا نبی کہلا کر کسی بیگانہ عورت پر عاشق ہونا یہ واقعہ بھی تو حضرت مسیح کے خاندان سے ہی تعلق رکھتا ہے کیونکہ بقول پادری صاحبان داؤد نبی حضرت مسیح کا دادا تھا جو اوریا کی جورو بنت سبع پر عاشق ہو گیا - اور بنت سبع وہ عورت ہے جو حضرت مسیح کی دادی یا نانی تھی اور اسنے بغیر کسی جبر کے خود اپنی شوقسے داؤد سے زنا کرایا - مگر بقول پادری صاحبان ایسا ہوتا کیا تعجب تھا انسان جو ہوئے لیکن تعجب تو یہ ہے کہ یسوع خدا کا بیٹا کہلا کر ایک اجنبی عورت پر عاشق رہ چکا ہے یہ وہ روایت ہے جو یہودی پیش کرتے ہین جو بقول پادری صاحبان ایسے نیکبخت ہین جنہون نے ابتک توریت کا ایک نقطہ یا ایک شعشہ بھی تبدیل نہین کیا اسلئے کہ ان کی تمام روائتین بڑی صحیح ہین دیانت دار جو ٹھہرے ❊

آؤ لوگو کہ یہیں نورِ خدا پاؤ گے * لو تمہیں طور تسلی کا بتایا ہم نے

ریویو آف ریلیجنز

یعنے

دنیا کے مذاہب پر نظر

جلد اول — بابت نومبر و دسمبر ۱۹۰۲ء — نمبر ۱۱ و ۱۲

فہرست مضامین

انجمن اشاعۃ اسلام قادیان نے انوار احمدیہ پریس قادیان دارالامان میں باہتمام
شیخ یعقوب علی تراب احمدی مالک مطبع چھپوا کر ۲۰ جنوری ۱۹۰۳ء کو شائع کیا

رسالہ کشتی نوح

تقویۃ الایمان

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم

طاعون کا ٹیکا

لن یصیبنا الا ما کتب اللہ لنا ھو مولٰنا وعلی اللہ فلیتوکل المؤمنون

ترجمہ۔ ہمین کوئی مصیبت نہین پہنچ سکتی بجز اس مصیبت کے جو خدا نے ہمارے لئے لکھدی ہو وہی ہمارا کارساز اور مولیٰ ہے اور مومنون کو چاہیے کہ کل اسی پر بھروسہ رکھین

شکر کا مقام ہے کہ گورنمنٹ عالیہ انگریزی نے اپنی رعایا پر رحم کرکے دوبارہ طاعون سے بچانے کے لئے ٹیکا کی تجویز کی اور بندگان خدا کی بہبودی کیلئے کئی لاکھ روپیہ کا بوجھ اپنے سر پر ڈال لیا درحقیقت یہ وہ کام ہے جس کا شکرگذاری سے استقبال کرنا دانشمند رعایا کا فرض ہے اور سخت نادان اور اپنے نفس کا وہ شخص دشمن ہے کہ جو ٹیکا کے بارے مین بدظنی کرے کیونکہ یہ بارہا تجربہ مین آچکا ہے کہ یہ محتاط گورنمنٹ کسی خطرناک علاج پر عملدرآمد کرانا نہین چاہتی بلکہ بہت سے تجارب کے بعد ایسے امور مین جو تدبیر فی الحقیقت مفید ثابت ہوتی ہے اسکو پیش کرتی ہے سو یہ بات اہلیت اور انسانیت سے بعید ہے کہ جس سچی خیرخواہی کیلئے لاکھوں روپیہ گورنمنٹ خرچ کرتی ہے اور کرچکی ہے اسکی یہ داد دی جائے کہ گویا گورنمنٹ کو اس دردسری اور صرف زر سے اپنا کوئی خاص مطلب ہے وہ رعایا بدقسمت ہے کہ بدظنی مین اس درجہ تک پہنچ جائے کچھ شک نہین کہ اس وقت تک جو تدبیر اس عالم اسباب مین اس گورنمنٹ عالیہ کے ہاتھ آئی وہ بڑی سے بڑی اور اعلیٰ سے اعلیٰ یہی تدبیر ہے کہ ٹیکا کرایا جائے اس سے کسیطرح انکار نہین ہو سکتا کہ یہ تدبیر مفید پائی گئی ہے اور بپابندی رعایت اسباب تمام رعایا کا فرض ہے کہ اس پر کاربند ہوکر وہ غم جو گورنمنٹ کو انکی جانون کیلئے ہے اس سے اسکو سبکدوش کرین لیکن ہم بڑے ادب سے اس محسن گورنمنٹ کی خدمت مین عرض کرتے ہین کہ اگر ہمارے لئے ایک آسمانی روک نہ ہوتی تو سب سے پہلے رعایا مین سے ہم ٹیکا کراتے اور آسمانی روک یہ ہے کہ خدا نے چاہا ہے کہ اس زمانہ مین انسانون کے لئے

ایک آسمانی رحمت کا نشان دکھاوے سو اس نے مجھے مخاطب کرکے فرمایا کہ تو اور جو شخص تیرے گھر کی چار دیوار کے اندر ہوگا اور وہ جو کامل پیروی اور اطاعت اور سچے تقویٰ سے تجھ میں محو ہو جائیگا وہ سب طاعون سے بچائے جائینگے اور ان آخری دنوں میں خدا کا یہ نشان ہوگا تا وہ قوموں میں فرق کرکے دکھلاوے لیکن وہ جو کامل طور پر پیروی نہیں کرتا وہ تجھ میں سے نہیں ہے اس کیلئے مت دلگیر ہو یہ حکم الہی ہے جسکی وجہ سے ہمیں اپنے نفس کیلئے اور ان سب کے لئے جو ہمارے گھر کی چار دیوار میں رہتے ہیں ٹیکا کی کچھ ضرورت نہیں کیونکہ جیسا میں ابھی بیان کر چکا ہوں آج سے ایک مدت پہلے وہ خدا جو زمین و آسمان کا خدا ہے جس کے علم اور تصرف سے کوئی چیز باہر نہیں اُس نے مجھ پر وحی نازل کی ہے کہ میں ہر ایک ایسے شخص کو طاعون کی موت سے بچاؤں گا جو اس گھر کی چار دیوار میں ہوگا بشرطیکہ وہ اپنے تمام مخالفانہ ارادوں سے دستکش ہو کر پورے اخلاص اور اطاعت اور انکسار سے سلسلہ بیعت میں داخل ہو اور خدا کے احکام اور اُسکے مامور کے سامنے کسی طور سے متکبر اور سرکش اور مغرور اور غافل اور خود سر اور خود پسند نہ ہو اور عملی حالت موافق تعلیم رکھتا ہو اور اس نے مجھے مخاطب کرکے یہ بھی فرمایا کہ عموماً قادیان میں سخت بربادی افگن طاعون نہیں آئیگی جس سے لوگ کتوں کی طرح مریں اور مارے غم اور سرگردانی کے دیوانہ ہو جائیں اور عموماً تمام لوگ اس جماعت کے گو وہ کتنے ہی ہوں مخالفوں کی نسبت طاعون سے محفوظ رہیں گے مگر ایسے لوگ اُن میں سے جو اپنے عہد پر پورے طور پر قائم نہیں یا اُنکی نسبت اور کوئی وجہ مخفی ہو جو خدا کے علم میں ہو اُن پر طاعون وارد ہو سکتی ہے مگر انجام کار لوگ تعجب کی نظر سے اقرار کرینگے کہ نسبتاً و مقابلتہً خدا کی حمایت اس قوم کے ساتھ ہے اور اس نے خاص رحمت سے ان لوگوں کو ایسا بچایا ہے جسکی نظیر نہیں۔ اس بات پر بعض نادان چونک پڑینگے اور بعض ہنسیں گے اور بعض مجھے دیوانہ قرار دینگے اور بعض حیرت میں آئیں گے کہ کیا ایسا خدا موجود ہے جو بغیر رعایت اسباب کے بھی رحمت نازل کر سکتا ہے اسکا جواب یہی ہے کہ ہاں بلاشبہ ایسا قادر خدا موجود ہے اور اگر وہ ایسا نہ ہوتا تو اس سے تعلق رکھنے والے زندہ ہی مرجاتے وہ عجیب قادر ہے اور اُسکی پاک قدرتیں عجیب ہیں۔ ایک طرف نادان مخالفوں کو اپنے دوستوں پر کتوں کیطرح مسلط کر دیتا ہے اور ایک طرف فرشتوں کو حکم کرتا ہے کہ اُن کی خدمت کریں ایسا ہی جب

دُنیا پر اُسکا غضب مستولی ہوتا ہے اور اُسکا قہر ظالمون پر جوش مارتا ہے تو اُسکی آنکھہ اوسکی خاص لوگون کی حفاظت کرتی ہے اگر ایسا نہ ہو تو اہل حق کا کارخانہ درہم برہم ہو جاتا اور کوئی اونکو شناخت نہ کرسکتا۔ اُسکی قدرتین بے انتہا ہین مگر بقدر یقین لوگون پر ظاہر ہوتی ہین جن کو یقین اور محبت اور اُسکی طرف انقطاع عطا کیا گیا ہے اور نفسانی عادتون سے باہر کئے گئے ہین اُنہین کے لئے خارق عادت قدرتین ظاہر ہوتی ہین۔ خدا جو چاہتا ہے کرتا ہے مگر خارق عادت قدرتون کے دکہلانے کا اُنہین کیلئے ارادہ کرتا ہے جو خدا کے لئے اپنی عادتون کو پہاڑتے ہین۔ اِس زمانہ مین ایسے لوگ بہت ہی کم ہین جو اُسکو جانتے ہین اور اُسکی عجائب قدرتون پر ایمان رکہتے ہین بلکہ ایسے لوگ بہت ہین جن کو ہرگز اُس خدا پر ایمان نہین جسکی آواز کو ہر یک چیز سُنتی ہے جسکے آگے کوئی بات اَن ہونی نہین۔ اس جگہ یاد رہے کہ اگرچہ طاعون وغیرہ امراض مین علاج کرنا گناہ نہین ہے بلکہ ایک حدیث مین آیا ہے کہ کوئی ایسی مرض نہین جسکے لئے خدا نے دوا پیدا نہین کی لیکن مین اس بات کو معصیت جانتا ہون کہ خدا کے اُس نشان کو ٹیکا کے ذریعہ سے مشتبہ کردون جس نشان کو وہ ہماری زمین پر صفائی سے ظاہر کرنا چاہتا ہے اور مین اسکے سچے نشان اور سچے وعدہ کی ہتک عزت کرکے ٹیکا کی طرف رجوع کرنا نہین چاہتا اور اگر مین ایسا کرون تو یہ گناہ میرا قابل مواخذہ ہو کہ مین خدا کے اس وعدہ پر ایمان نہ لایا جو مجہہ سے کیا گیا اور اگر ایسا ہو تو پہر تو مجہے شکر گذار اُس طبیب کا ہونا چاہئے جس نے یہ نسخہ ٹیکا کا نکالا نہ خدا کا شکر گذار جس نے مجہے وعدہ دیا کہ ہر یک جو اس چار دیوار کے اندر ہے مین اُسے بچاؤن گا۔

مین بصیرت کی راہ سے کہتا ہون کہ اُس قادر خدا کے وعدے سچے ہین اور مین آنیوالے دنون کو ایسا دیکہتا ہون کہ گویا وہ آچکے ہین اور مین یہ بہی جانتا ہون کہ ہماری گورنمنٹ عالیہ کا اصل مقصد یہ ہے کہ کسی طرح طاعون سے لوگ نجات پاوین اور اگر گورنمنٹ کو آئندہ کسیوقت طاعون سے نجات پانیکے لئے ٹیکا سے بہتر کوئی تدبیر ملجائے تو وہ خوشی سے اسی کو قبول کریگی اس صورت مین ظاہر ہے کہ یہ طریق جس پر خدا نے مجہے چلایا ہے اس گورنمنٹ عالیہ کے مقاصد کے برخلاف نہین ہے اور آج سے بیس برس پہلے اس بلائے عظیم طاعون کی نسبت میری کتاب براہین احمدیہ مین بطور پیشگوئی یہ خبر موجود ہے اور اس سلسلہ کے لئے خاص برکات کا وعدہ بہی موجود ہے۔ دیکہو براہین احمدیہ

صفحہ ۵۱۸ و صفحہ ۵۱۹ - پھر ماسوا اسکے بڑے زور سے خدا تعالیٰ کیطرف سے پیشگوئی ہے کہ خدا میرے گھر کے
احاطہ کے اندر مخلص لوگون کو جو خدا کے سامنے اور اسکے مامور کے سامنے تکبر نہین کرتے بلائے طاعون
سے نجات دیگا اور نسبتاً و مقابلتہً اس سلسلہ پر اُسکا خاص فضل ہیگا گو کسی کی ایمانی قوت کے ضعف
یا نقصان عمل یا اجل مقدر یا کسی اور وجہ سے جو خدا کے علم مین ہو کوئی شاذ و نادر کے طور پر اس جماعت مین
بھی کبھی مر جائے سو شاذ و نادر حکم معدوم کا رکھتا ہے ہمیشہ مقابلہ کے وقت کثرت دیکھی جاتی ہے جیسا کہ
گورنمنٹ نے خود تجربہ کر کے معلوم کر لیا ہے کہ ٹیکا طاعون کا لگانیوالے بہ نسبت دوسرون کے بہت
ہی کم مرتے ہین پس جیسا کہ شاذ و نادر کی موت ٹیکا کے قدر کو کم نہین کر سکتی اِسی طرح اس نشان میز
اگر مقابلتہً بہت ہی کم درجہ پر قادیان مین طاعون کی وارداتین ہون یا شاذ و نادر کے طور پر اس جماعت
مین سے کوئی شخص اس مرض سے گذر جائے تو اس نشان کا مرتبہ کم نہین ہوگا وہ الفاظ جو خدا کی پاک کلام
سے ظاہر ہوتے ہین اُنکی پابندی سے یہ پیشگوئی لکھی گئی ہے عقلمند کا کام نہین ہے کہ پہلے سے آسمانی
باتون پر ہنسی کرے یہ خدا کا کلام ہے نہ کسی منجم کی باتین - یہ روشنی کی چشم سے ہے نہ تاریکی کی اٹکل سے
یہ اسکا کلام ہے جس نے طاعون نازل کی اور جو اسکو دور کر سکتا ہے - ہماری گورنمنٹ بلاشبہ اس
وقت اس پیشگوئی کا قدر کریگی جبکہ دیکھے گی کہ یہ حیرت انگیز کیا کام ہوا کہ ٹیکا لگانیوالون کی نسبت یہ
لوگ **عافیت اور صحت** مین رہے اور مین سچ سچ کہتا ہون کہ اگر اس پیشگوئی کے مطابق کہ در
اصل برابر بیس ۲۰ بائیس ۲۲ برس سے شہرت پا رہی ہے ظہور مین نہ آیا تو مین خدا کی طرف سے نہین
ہون میرے **منجانب اللہ** ہونیکا یہ **نشان** ہوگا کہ میرے گھر کے چار دیوار کے اندر
رہنے والے مخلص لوگ اِس بیماری کی موت سے محفوظ رہین گے اور میرا تمام سلسلہ نسبتاً و مقابلتہً
طاعون کے حملہ سے بچا رہیگا اور وہ سلامتی جو انہین پائی جائیگی اُسکی نظیر کسی گروہ مین قائم نہین
ہوگی اور قادیان مین طاعون کی خوفناک آفت جو تباہ کر دے نہین آئیگی الا کم اور شاذ و نادر
کاش اگر یہ لوگ دلون کے سیدھے ہوتے اور خدا سے ڈرتے تو بالکل بچائے جاتے - کیونکہ
مذہب کے اختلاف کی وجہ سے دُنیا مین عذاب کسی پر نازل نہین ہوتا اُسکا مواخذہ قیامت
کو ہوگا - دُنیا مین محض شرارتون اور شوخیون اور کثرت گناہون کی وجہ سے عذاب آتا ہے اور

یہ بھی یاد رہے کہ قرآن شریف میں بلکہ توریت کے بعض صحیفوں میں بھی یہ خبر موجود ہے کہ مسیح موعود کے وقت طاعون پڑیگی* بلکہ حضرت مسیح علیہ السلام نے بھی انجیل میں یہ خبر دی ہے اور ممکن نہیں کہ نبیوں کی پیشگوئیاں ٹل جائیں اور نیز یہ بھی یاد رہے کہ ہمیں اس الٰہی وعدہ کے مقابل اس لئے انسانی تدبیروں سے پرہیز کرنا لازم ہے تا نشان الٰہی کو کوئی دشمن دوسری طرف منسوب نہ کرے لیکن اگر ساتھ اسکے خدا تعالیٰ اپنی کلام کے ذریعہ سے خود کوئی تدبیر سمجھا دے یا کوئی دوا بتلا دے تو ایسی تدبیر یا دوا اس نشان میں کچھہ حارج نہیں ہوگی کیونکہ وہ اس خدا کی طرف سے ہے جسکی طرف سے وہ نشان ہے۔ کسی کو یہ وہم نہ گذرے کہ اگر شاذ و نادر کے طور پر ہماری جماعت میں سے بذریعہ طاعون کوئی فوت ہو جائے تو نشان کے قدر و مرتبہ میں کوئی خلل آئیگا کیونکہ پہلے زمانوں میں موسیٰ اور یشوع اور آخر میں ہمارے نبی صلے اللہ علیہ وسلم کو حکم ہوا تھا کہ جن لوگوں نے تلوار اوٹھائی اور صدہا انسانوں کے خون کیئے ان کو تلوار سے ہی قتل کیا جائے اور یہ نبیوں کیطرف سے ایک نشان تھا جسکے بعد فتح عظیم ہوئی۔ حالانکہ بمقابل مجرمین کے اہل حق بھی انکی تلوار سے قتل ہوتے تھے مگر بہت کم اور اس قدر نقصان سے نشان میں کچھہ فرق نہیں آتا تھا پس ایسا ہی اگر شاذ و نادر کے طور پر ہماری جماعت میں سے بعض کو بباعث اسباب مذکورہ طاعون ہو جائے تو ایسی طاعون نشان الٰہی میں کچھہ بھی حرج انداز نہیں ہوگی۔ کیا یہ عظیم الشان نشان نہیں کہ میں بار بار کہتا ہوں کہ خدا تعالیٰ اس پیشگوئی کو ایسے طور سے ظاہر کرے گا کہ ہر ایک طالب حق کو کوئی شک نہیں رہیگا اور وہ سمجھہ جائیگا کہ معجزہ کے طور پر خدا نے اس جماعت سے معاملہ کیا ہے بلکہ بطور نشان الٰہی کے نتیجہ یہ ہوگا کہ طاعون کے ذریعہ سے یہ جماعت بہت بڑہیگی اور خارق عادت ترقی کریگی اور انکی یہ ترقی تعجب سے دیکھی جائیگی اور مخالف جو ہر ایک موقعہ پر شکست پاتے رہے ہیں جیسا کہ کتاب نزول المسیح میں مینے لکھا ہے اگر اس پیشگوئی کے مطابق خدا نے اس جماعت اور دوسری جماعتوں میں کچھہ فرق نہ دکھلایا تو ان کا حق ہوگا کہ میری تکذیب کریں ایک جو انہوں نے تکذیب کی ہے اسمیں تو صرف ایک لعنت کو خریدا ہے مثلاً بار بار شور مچایا کہ آتھم پندرہ مہینہ کے اندر نہیں مرا۔ حالانکہ پیشگوئی نے صاف لفظوں میں کہدیا تھا کہ اگر وہ حق کیطرف

* مسیح موعود کے وقت میں طاعون کا پڑنا بائبل کی ذیل کی کتابوں میں موجود ہے۔ ذکریا 14/12 ۔ انجیل متی 24/8 ۔ مکاشفات 22/8

رجوع کریگا تو پندرہ مہینہ میں نہیں مریگا سو اس نے عین جلسہ مباحثہ پر ستر معزز آدمیوں کے روبرو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو دجّال کہنے سے رجوع کیا اور نہ صرف یہی بلکہ اسنے پندرہ مہینہ تک اپنی خاموشی اور خوف سے اپنا رجوع ثابت کر دیا۔ اور پیشگوئی کی بنا یہی تھی کہ اس نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو دجال کہا تھا لہذا اوس نے رجوع سے صرف اس قدر فائدہ اُٹھایا کہ پندرہ مہینے کے بعد مر اگر مر گیا یہ اسلئے ہوا کہ پیشگوئی میں یہ بیان تھا کہ فریقین میں سے جو شخص اپنے عقیدہ کے رو سے جھوٹا ہے وہ پہلے مریگا سو وہ مجھ سے پہلے مر گیا اسی طرح وہ غیب کی باتیں جو خدا نے مجھے بتلائی ہیں اور پھر اپنے وقت پر پوری ہوئیں وہ دس ہزار سے کم نہیں مگر کتاب نزول المسیح میں جو چھپ رہی ہے نمونہ کے طور پر صرف ڈیڑھ سو ایسی سے مع ثبوت اور گواہوں کے لکھی گئی ہیں۔ اور کوئی ایسی پیشگوئی میری نہیں ہے کہ وہ پوری نہیں ہوئی یا اُسکے دو حصوں میں سے ایک حصہ پورا نہیں ہو چکا۔ اگر کوئی تلاش کرتا کرتا مر بھی جائے تو ایسی کوئی پیشگوئی جو میرے موہنہ سے نکلی ہو اسکو نہیں ملیگی جسکی نسبت وہ کہہ سکتا ہو کہ خالی گئی مگر بے شرمی سے یا بے خبری سے جو چاہے کہے اور میں دعوی سے کہتا ہوں کہ ہزارہا میری ایسی کھلی کھلی پیشگوئیاں ہیں جو نہایت صفائی سے پوری ہو گئیں جن کے لاکھوں انسان گواہ ہیں انکی نظیر اگر گذشتہ نبیوں میں تلاش کی جائے تو بجز آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے کسی اور جگہ انکی مثل نہیں ملیگی اگر میرے مخالف اسی طریق سے فیصلہ کرتے تو کبھی سے انکی آنکھیں کھل جاتیں اور میں انکو ایک کثیر انعام دینے کو تیار تھا اگر وہ دنیا میں کوئی نظیر ان پیشگوئیوں کی پیش کر سکتے محض شرارت سے یا حماقت سے یہ کہنا کہ فلاں پیشگوئی پوری نہ ہوئی ہم بجز اسکے کیا کہیں کہ ایسے اقوال کو خباثت اور بدظنی کیطرف منسوب کریں اگر کسی مجمع میں اسی تحقیق کے لئے گفتگو کرتے تو انکو اپنے قول سے رجوع کرنا پڑتا یا بہت کھلانا پڑتا۔ ہزارہا پیشگوئیوں کا ہو بہو پورا ہو جانا اور اُن کے پورا ہونے پر ہزارہا گواہ زندہ پائے جانا یہ کچھ تھوڑی بات نہیں ہے گویا خدای عزوجل کو دکھلا دینا ہے۔ کیا کسی زمانہ میں باستثنائے زمانہ نبوی کے کبھی کسی نے مشاہدہ کیا کہ ہزارہا پیشگوئیاں بیان کی گئیں اور وہ سب کی سب روز روشن کیطرح پوری ہو گئیں اور ہزارہا لوگوں نے ان کے پورے ہونے پر گواہی دی۔ میں یقیناً جانتا ہوں کہ اس زمانہ میں جس طرح خدا تعالی قریب ہو کر ظاہر ہو رہا ہے

اور صدہا امور غیب اپنے بندہ پر کہول رہا ہے اس زمانہ کی گذشتہ زمانون مین بہت ہی کم مثال ملیگی۔ لوگ عنقریب دیکہہ لینگے کہ اس زمانہ مین خدا تعالی کا چہرہ ظاہر ہوگا گویا وہ آسمان سے اُتریگا اُس نے بہت مدت تک اپنی تئین چھپائے رکہا اور انکار کیا گیا اور چپ رہا لیکن وہ اب نہین چھپائیگا اور دنیا اُسکی قدرت کے وہ نمونے دیکہے گی کہ کبھی اُن کے باپ دادون نے نہین دیکہے تہے یہ اسلئے ہوگا کہ زمین بگڑ گئی اور آسمان و زمین کے پیدا کرنیوالے پر لوگون کا ایمان نہین رہا ہونٹھون پر اسکا ذکر ہے لیکن دل اس سے پہر گئے ہین اسلئے خدا نے کہا کہ اب مین نیا آسمان اور نئی زمین بناؤنگا۔ اسکا مطلب یہی ہے کہ زمین مرگئی یعنے زمینی لوگون کے دل سخت ہوگئے گویا مرگئے کیونکہ خدا کا چہرہ ان سے چھپ گیا اور گذشتہ آسمانی نشان سب بطور قصون کے ہوگئے سو خدا نے ارادہ کیا کہ وہ نئی زمین اور نیا آسمان بناوے۔ وہ کیا ہے نیا آسمان ؟ اور کیا ہے نئی زمین ؟ نئی زمین وہ پاک دل ہین جنکو خدا اپنے ہاتہہ سے تیار کررہا ہے **جو خدا سے ظاہر ہوئے اور خدا اُن سے ظاہر ہوگا**۔ اور نیا آسمان وہ نشان ہین جو اسکے بندے کے ہاتہہ سے اُسی کے اذن سے ظاہر ہو رہے ہین لیکن افسوس کہ دُنیا نے خدا کی اس نئی تجلّی سے دشمنی کی۔ اِنکے ہاتہہ مین بجز قصّون کے اور کچہہ نہین اور انکا خدا انکے اپنے ہی تصوّرات ہین دل ٹہرٹے ہین اور ہمتین تہکی ہوئی ہین اور آنکہون پر پردے ہین۔ دوسری قومین تو خود حقیقی خدا کو چھوڑ بیٹھی ہین انکا کیا ذکر ہے۔ جنہون نے انسانون کے بچون کو خدا بنا لیا۔ مسلمانون کا حال دیکھو کہ وہ کس قدر اس سے دور ہوگئے ہین سچائی کے پکّے دشمن ہین راہ راست کے جانی دشمن کیطرح مخالف ہین مثلاً **ندوۃ العلماء** نے اسلام کیلئے جو کچہہ دعوی کیا ہے اور یا انجمن حمایت اسلام لاہور جو اسلام کے نام پر مسلمانون کا مال لیتی ہے کیا یہ **لوگ خیر خواہ اسلام ہین** ؟ کیا یہ لوگ صراط مستقیم کی **حمایت کر رہے ہین**۔؟ کیا ان کو یاد ہے کہ اسلام کن مصیبتون کے نیچے کچلا گیا اور دوبارہ تازہ کرنیکے لئے خدا کی عادت کیا ہے۔ مین سچ سچ کہتا ہون کہ اگر مین نہ آیا ہوتا تو ان کے اسلامی حمایت کے دعوی کسیقدر قابل قبول ہو سکتے لیکن اب یہ لوگ **خدا کے الزام کے نیچے ہین** کہ حمایت کا **دعوی کر کے جب آسمان** سے ستارہ نکلا تو سب سے پہلے منکر ہوگئے

اب وہ اوس خدا کو کیا جواب دینگے جس نے عین وقت پر مجھے بھیجا ہے مگر انکو تو کچھ پروا نہیں
آفتاب دوپہر کے نزدیک آگیا ابھی اُن کے نزدیک **رات ہے**۔ خدا کا **چشمہ پھوٹ پڑا**
مگر ابھی وہ بیابان میں رو رہے ہیں اُسکے **آسمانی علوم** کا ایک دریا چل رہا ہے لیکن ان
لوگوں کو کچھ بھی خبر نہیں۔ اسکے نشان ظاہر ہو رہے ہیں لیکن یہ لوگ بالکل غافل ہیں اور
نہ صرف غافل بلکہ خدا کے **سلسلہ سے دشمنی** رکھتے ہیں۔ پس یہی حمایت اسلام اور ترویج اسلام
اور تعلیم اسلام ہے جو ان کے ہاتھوں سے ہو رہی ہے۔ مگر کیا یہ لوگ اپنی روگردانی سے خدا کے
سچے ارادہ کو **روک دینگے** جو ابتدا سے تمام نبی اسپر گواہی دیتے آئے ہیں۔ نہیں بلکہ خدا کی
یہ پیشگوئی **عنقریب** سچی ہونیوالی ہے کہ كَتَبَ اللّٰهُ لَاَغْلِبَنَّ اَنَا وَرُسُلِيْ خدا نے جیسا کہ
آج سے دس برس پہلے اپنے بندہ کی تصدیق کے لئے آسمان پر رمضان میں خسوف کسوف کیا
اور **نیر النہار** اور **نیر اللیل** کو میرے لئے گواہ بنا کر **دو نشان** ظاہر فرمائے۔ ایسا ہی اُس نے
نبیوں کی پیشگوئی کے موافق زمین پر بھی دو نشان ظاہر کئے۔ ایک[1] وہ نشان جسکو تم قرآن شریف
میں پڑھتے ہو وَاِذَا الْعِشَارُ عُطِّلَتْ اور حدیث میں پڑھتے ہو وَلَيُتْرَكَنَّ الْقِلَاصُ فَلَا يُسْعٰى
عَلَيْهَا جسکی تکمیل کیلئے ارض حجاز میں یعنی مدینہ اور مکہ کی راہ میں ریل بھی طیار ہو رہی ہے۔
دوسرا[2] نشان۔ طاعون کا جیسا کہ خدا تعالیٰ نے فرمایا۔ وَاِنْ مِّنْ قَرْيَةٍ اِلَّا نَحْنُ مُهْلِكُوْهَا
قَبْلَ يَوْمِ الْقِيٰمَةِ اَوْ مُعَذِّبُوْهَا عَذَابًا شَدِيْدًا سو خدا نے ملک میں ریل بھی جاری کر دی اور طاعون بھی بھیجدی
تا زمین بھی گواہ ہو اور آسمان بھی۔ سو خدا سے **مت لڑو** خدا سے لڑنا بیوقوفی ہے۔ اس سے
پہلے خدا نے جب آدم کو خلیفہ بنانا چاہا۔ تو فرشتوں نے روکا۔ مگر کیا خدا ان کے قول سے
رک گیا۔ اب خدا نے **دوسرا آدم** پیدا کرنیکے وقت فرمایا اردت ان استخلف
فخلقت آدم یعنی میں نے ارادہ کیا جو خلیفہ بناؤں پس میں اس آدم کو پیدا کیا اب بتلاؤ کہ کیا تم
خدا کے ارادہ کو روک سکتے ہو پس کیوں تم ظنی باتوں کا خس و خاشاک پیش کرتے ہو اور یقین کی
راہ اختیار نہیں کرتے۔ امتحان میں نہ پڑو یقیناً یاد رکھو کہ خدا کے ارادہ کو روکنے والا کوئی
نہیں اس قسم کی لڑائیاں تقوی کا طریق نہیں البتہ اگر شک ہی تو یہ طریق ہو سکتا ہے کہ جیسا کہ

مین نے خدا سے الہام پاکر ایک گروہ انسانون کے لئے جو میرے قول پر چلنے والے ہین عذاب طاعون سے بچنے کیلئے خوشخبری پائی ہے اور اسکو شایع کردیا ہے ایسا ہی اگر اپنی قوم کی بہلائی آپ لوگون کے دل مین ہے تو آپ لوگ بہی اپنے ہم مذہبون کیلئے خدا تعالی سے نجات کی بشارت حاصل کرین کہ وہ طاعون سے محفوظ رہین گے اور اس بشارت کو میری طرح بذریعہ چہپے ہوئے اشتہارون کے شایع کرین تا لوگ سمجہہ لین کہ خدا آپ کے ساتہہ ہے بلکہ یہ موقعہ عیسائیون کیلئے بہی بہت ہی خوب ہے وہ ہمیشہ کہتے ہین کہ نجات مسیح سے ہی پس اب انکا ہی فرض ہے کہ ان مصیبت کے دنون مین عیسائیون کو طاعون سے نجات دلا دین **ان تمام فرقون** سے جسکی زیادہ سُنی گئی وہی **مقبول** ہے - اب خدا نے ہر ایک کو موقعہ دیا ہے کہ خواہ مخواہ زمین پر مباحثات نہ کرین اپنی قبولیت بڑہکر دکہلاوین تا طاعون سے بہی بچین اور انکی سچائی بہی کہل جائے بالخصوص پادری صاحبان جو دنیا اور آخرت مین مسیح **ابن مریم** کو ہی منجی قرار دے چکے ہین وہ اگر دل سے ابن مریم کو دنیا و آخرت کا مالک سمجہتے ہین تو اب عیسائیون کا حق ہے کہ ان کے **کفارہ** سے نمونہ **نجات** دیکہہ لین اس طرح پر گورنمنٹ عالیہ کو بہی بہت آسانی ہو سکتی ہے کہ برٹش انڈیا کے مختلف فرقے جو اپنے اپنے مذہب کی سچائی پر بہروسا رکہتے ہین اپنے گروہ کے چہڑانے کے لئے اور طاعون سے نجات دلانے کیلئے یہ انتظام کرین کہ اپنے اس خدا سے جسپر وہ ایمان رکہتے ہین یا اپنے کسی اور معبود سے جسکو انہون نے بجائے خدا سمجہہ لیا ہے ان مصیبت زدہ دنون کی شفاعت کرین اور اس سے کوئی پختہ وعدہ لیکر اشتہارات کے ذریعہ سے شایع کردین جیسا کہ ہمنے یہ اشتہار شایع کردیا ہے - اسمین تو سراسر مخلوق کی بہلائی اور اپنے مذہب کی سچائی کا ثبوت ہے اور نیز گورنمنٹ کی مدد ہے گورنمنٹ بجز اس کے کیا چاہتی ہے کہ اسکی رعایا طاعون کی بلا سے بچ جائے گو کسی طرح بچ جائے - بالآخر یاد رہے کہ ہم اس اشتہار مین اپنی جماعت کو جو مختلف حصون پنجاب اور ہندوستان مین پہیلی ہوئی ہے ٹیکا لگوانے سے منع نہین کرتے جن لوگون کی نسبت گورنمنٹ کا قطعی حکم ہو انکو ضرور ٹیکا کرانا چاہئے اور گورنمنٹ کے حکم کی اطاعت کرنی چاہئے اور جنکو اپنی رضامندی پر چہوڑا گیا ہے اگر وہ اس تعلیم پر پورے قایم نہین ہین جو انکو دی گئی ہے تو ان کو بہی ٹیکا کرانا مناسب ہے تا وہ ٹہوکر نہ کہاوین اور تا وہ اپنی خراب حالت کی وجہ سے خدا کے وعدہ کی نسبت لوگون کو دہوکا نہ دین اور اگر

یہ سوال ہو کہ وہ تعلیم کیا ہے جسکی پوری پابندی طاعون کے حملہ سے بچا سکتی ہے تو مین بطور مختصر
چند سطرین نیچے لکھہ دیتا ہون ؎

تعلیم

واضح رہے کہ صرف زبان سے بیعت کا اقرار کرنا کچھہ چیز نہین ہے جبتک دل کی عزیمت سے اس پر پورا پورا
عمل نہ ہو پس جو شخص میری تعلیم پر پورا پورا عمل کرتا ہے وہ اس میرے گھر مین داخل ہو جاتا ہے جسکی نسبت خدا تعالیٰ
کی کلام مین یہ وعدہ ہے انی احافظ کل من فی الدار یعنی ہر ایک جو تیرے گھر کی چار دیوار کے اندر ہے مین
اسکو بچاؤن گا اس جگہ یہ نہین سمجھنا چاہئے کہ وہی لوگ میرے گھر کے اندر ہین جو میرے اس خاک و خشت
کے گھر مین بود و باش رکھتے ہین بلکہ وہ لوگ بھی جو میری پوری پیروی کرتے ہین میرے روحانی گھر مین داخل
ہین پیروی کرنیکے لئے یہ باتین ہین کہ وہ یقین کرین کہ انکا ایک قادر اور قیوم اور خالق الکل خدا ہے
جو اپنی صفات مین ازلی ابدی اور غیر متغیر ہے نہ وہ کسیکا بیٹا نہ کوئی اسکا بیٹا وہ دکھہ اٹھانے اور صلیب
پر چڑھنے اور مرنے سے پاک ہے وہ ایسا ہے کہ باوجود دور ہونے کے نزدیک ہے اور باوجود نزدیک ہونے
کے وہ دور ہے اور باوجود ایک ہونیکے اسکی تجلیات الگ الگ ہین انسان کیطرف سے جب ایک نئے
رنگ کی تبدیلی ظہور مین آوے تو اسکے لئے وہ ایک نیا خدا بنجاتا ہے اور ایک نئی تجلی کے ساتھہ اس سے
معاملہ کرتا ہے اور انسان بقدر اپنی تبدیلی کے خدا مین بھی تبدیلی دیکھتا ہے مگر یہ نہین کہ خدا مین کچھہ
تغیر آجاتا ہے بلکہ وہ ازل سے غیر متغیر اور کمال تام رکھتا ہے لیکن انسانی تغیرات کے وقت جب نیکی
کی طرف انسان کے تغیر ہوتے ہین تو خدا بھی ایک نئی تجلی سے اسپر ظاہر ہوتا ہے اور ہر ایک ترقی
یافتہ حالت کے وقت جو انسان سے ظہور مین آتی ہے خدا تعالیٰ کی قادرانہ تجلی بھی ایک ترقی کے ساتھہ
ظاہر ہوتی ہے وہ خارق عادت قدرت اسی جگہ دکھلاتا ہے جہان خارق عادت تبدیلی ظاہر ہوتی
ہے۔ خوارق اور معجزات کی یہی جڑ ہے یہ خدا ہے جو ہمارے سلسلہ کی شرط ہے اسپر ایمان لاؤ اور اپنے
نفس پر اور اپنے آرامون پر اور اسکے کل تعلقات پر اوسکو مقدم رکھو اور عملی طور پر بہادری کے ساتھہ
اسکی راہ مین صدق و وفا دکھلاؤ دنیا اپنے اسباب اور اپنے عزیزون پر اوسکو مقدم نہین رکھتی مگر تم
اسکو مقدم رکھو تا تم آسمان پر اسکی جماعت لکھی جاؤ۔ رحمت کے نشان دکھلانا قدیم سے خدا کی عادت ہے۔

مگر تم اُس حالت مین اِس عادت سے حصہ لے سکتے ہو کہ تم مین اور اُس مین کچھ جدائی نہ رہے اور تمہاری مرضی اسکی مرضی اور تمہاری خواہشین اسکی خواہشین ہو جائین اور تمہارا سر ہر ایک وقت اور ہر ایک حالت مرادیابی اور نامرادی مین اُسکے آستانہ پر پڑا رہے تا جو چاہے سو کرے اگر تم ایسا کرو گے تو تم مین وہ خدا ظاہر ہوگا جس نے مدت سے اپنا چہرہ چھپا لیا ہے کیا کوئی تم مین ہے جو اسپر عمل کرے اور اسکی رضا کا طالب ہو جائے اور اسکی قضاؤ قدر پر ناراض نہ ہو سو تم مصیبت کو دیکھکر اور بھی قدم آگے رکھو کہ یہ تمہاری ترقی کا ذریعہ ہے اور اسکی توحید زمین پر پھیلانے کیلئے اپنی تمام طاقت سے کوشش کرو اور اُسکے بندون پر رحم کرو اور ان پر زبان یا ہاتھ یا کسی تدبیر سے ظلم نہ کرو اور مخلوق کی بھلائی کیلئے کوشش کرتے رہو اور کسی پر تکبر نہ کرو گو اپنا ماتحت ہو اور کسی کو گالی مت دو گو وہ گالی دیتا ہو غریب اور حلیم اور نیک نیت اور مخلوق کے ہمدرد بنجاؤ تا قبول کئے جاؤ۔ بہت ہین جو حلم ظاہر کرتے ہین مگر وہ اندر سے بھیڑئے ہین بہت ہین جو اوپر سے صاف ہین مگر اندر سے سانپ ہین سو تم اسکی جناب مین قبول نہین ہو سکتے جبتک ظاہر و باطن ایک نہ ہو بڑے ہو کر چھوٹون پر رحم کرو نہ انکی تحقیر اور عالم ہو کر نادانون کو نصیحت کرو نہ خود نمائی سے انکی تذلیل اور امیر ہو کر غریبون کی خدمت کرو نہ خود پسندی سے اُنپر تکبر۔ ہلاکت کی راہون سے ڈرو۔ خدا سے ڈرتے رہو اور تقوی اختیار کرو اور مخلوق کی پرستش نہ کرو اور اپنے مولے کیطرف منقطع ہو جاؤ اور دُنیا سے دل برداشتہ رہو اور اُسی کے ہو جاؤ اور اسی کے لئے زندگی بسر کرو اور اسکے لئے ہر ایک ناپاکی اور گناہ سے نفرت کرو کیونکہ وہ پاک ہے چاہئے کہ ہر ایک صبح تمہارے لئے گواہی دے کہ تم نے تقوی سے رات بسر کی اور ہر ایک شام تمہارے لئے گواہی دے کہ تم نے ڈرتے ڈرتے دن بسر کیا۔ دُنیا کی لعنتون سے مت ڈرو کہ وہ دھوئین کیطرح دیکھتے دیکھتے غائب ہو جاتی ہین اور وہ دن کو رات نہین کر سکتین بلکہ تم خدا کی لعنت سے ڈرو جو آسمان سے نازل ہوتی اور جسپر پڑتی ہے اسکی دونون جہانون میں بیخکنی کر جاتی ہے تم ریاکاری کیساتھ اپنے تئین بچا نہین سکتے کیونکہ وہ خدا جو تمہارا خدا ہے اسکی انسان کے پاتال تک نظر ہے کیا تم اسکو دھوکا دے سکتے ہو پس تم سیدھے ہو جاؤ اور صاف ہو جاؤ اور پاک ہو جاؤ اور کھرے ہو جاؤ اگر ایک ذرہ تیرگی تم مین باقی ہے تو وہ تمہاری ساری روشنی کو دور کر دے گی

اور اگر تمہاری کسی پہلو مین تکبر ہے یا ریا ہے یا خود پسندی ہی یا کسل ہی تو تم ایسی چیز نہین ہو کہ جو قبول کے لائق ہو ایسا نہ ہو کہ تم صرف چند باتون کو لیکر اپنے تئین دہوکہ دو کہ جو کچھہ ہمنی کرنا تہا کر لیا ہی کیونکہ خدا چاہتا ہی کہ تمہاری ہستی پر پورا پورا انقلاب آوے اور وہ تم سی ایک موت مانگتا ہے جسکے بعد وہ تمہین زندہ کریگا تم آپسین جلد صلح کرو اور اپنے بہائیون کے گناہ بخشو کیونکہ شریر ہے وہ انسان کہ جو اپنے بہائی کے ساتھہ صلح پر راضی نہین وہ کاٹا جائیگا کیونکہ وہ تفرقہ ڈالتا ہے تم اپنی نفسانیت ہر ایک پہلو سے چہوڑ دو اور باہمی ناراضگی جانے دو اور سچے ہو کر جہوٹے کیطرح تذلل کرو تا تم بخشے جاؤ۔ نفسانیت کی فربہی چہوڑ دو کہ جس دروازے کیلئے تم بلائی گئے ہو اسمین سی ایک فربہ انسان داخل نہین ہو سکتا۔ کیا ہی بد قسمت وہ شخص ہی جو ان باتونکو نہین مانتا جو خدا کے منہ سی نکلین اور مینی بیان کین تم اگر چاہتی ہو کہ آسمان پر تمسی خدا راضی ہو تو تم باہم ایسے ایک ہو جاؤ جیسے ایک پیٹ مین سی دو بہائی۔ تم مین سی زیادہ بزرگ وہی ہی جو زیادہ اپنی بہائی کے گناہ بخشتا ہی اور بدبخت ہی وہ جو ضد کرتا ہے اور نہین بخشتا سو اسکا مجہہ مین حصہ نہین۔ خدا کی لعنت سے بہت خائف رہو کہ وہ قدوس اور غیور ہے بدکار خدا کا قرب حاصل نہین کر سکتا متکبر اسکا قرب حاصل نہین کر سکتا۔ ظالم اسکا قرب حاصل نہین کر سکتا خائن اسکا قرب حاصل نہین کر سکتا۔ اور ہر ایک جو اسکے نام کیلئے غیرت مند نہین اسکا قرب حاصل نہین کر سکتا۔ وہ جو دنیا پر کتون یا چیونٹیون یا گدّون کیطرح گرتے ہین اور دنیا سی آرام یافتہ ہین وہ اسکا قرب حاصل نہین کر سکتے ہر ایک ناپاک آنکھ اس سے دور ہے ہر ایک ناپاک دل اس سے بیخبر ہے وہ جو اسکے لئے آگ مین ہے وہ آگ سی نجات دیا جائیگا وہ جو اسکیلئے روتا ہی وہ ہنسے گا۔ وہ جو اسکے لئے دنیا سے توڑتا ہے وہ اسکو ملیگا تم سچے دل سی اور پوری صدق سے اور سرگرمی کے قدم سے خدا کے دوست بنو تا وہ بہی تمہارا دوست بنجاے۔ تم ماتحتون پر اور اپنی بیویون پر اور اپنی غریب بہائیون پر رحم کرو تا آسمان سے تمپر بہی رحم ہو۔ تم سچ مچ اسکے ہو جاؤ۔ تا وہ بہی تمہارا ہو جاوی۔ دنیا ہزارون بلاؤن کی جگہ ہی جنمین سے ایک طاعون بہی ہی سو تم خدا سی صدق کیساتھہ پنجہ مارو تا وہ یہ بلائین تم سے دور رکہے کوئی آفت زمین پر پیدا نہین ہوتی جبتک آسمان سی حکم نہ ہو اور کوئی آفت دور نہین ہوتی جبتک آسمان سی رحم نازل نہ ہو سو تمہاری عقلمندی اسی مین ہی کہ تم جڑ کو پکڑو نہ شاخ کو۔ تمہین دوا اور تدبیر سے ممانعت نہین ہی مگر اون پر بہروسہ کرنے سی ممانعت ہے اور آخر وہی ہوگا جو خدا کا ارادہ ہوگا اگر کوئی طاقت رکہے تو توکل کا مقام ہر ایک مقام سی بڑہکر ہے

اور تمہارے لئے ایک ضروری تعلیم یہ ہے کہ قرآن شریف کو مہجور کیطرح نہ چھوڑو کہ تمہاری اسی مین زندگی ہے جو لوگ قرآن کو عزت دینگے وہ آسمان پر عزت پائینگے جو لوگ ہر ایک حدیث اور ہر ایک قول پر قرآن کو مقدم رکھینگے اونکو آسمان پر مقدم رکھا جائیگا۔ نوع انسان کیلئے روئے زمین پر اب کوئی کتاب نہین مگر قرآن۔ اور تمام آدمزادون کیلئے اب کوئی رسول اور شفیع نہین مگر **محمد مصطفےٰ** صلی اللہ علیہ وسلم سو تم کوشش کرو کہ سچی محبت اس جاہ وجلال کے نبی کیساتھہ رکھو اور اسکے غیر کو اسپر کسی نوع کی بڑائی مت دو تا آسمان پر تم نجات یافتہ لکھے جاؤ اور یاد رکھو کہ نجات وہ چیز نہین جو مرنیکے بعد ظاہر ہوگی بلکہ حقیقی نجات وہ ہے کہ اسی دنیا مین اپنی روشنی دکھلاتی ہے **نجات یافتہ** کون ہے؟ وہ جو یقین رکھتا ہے جو خدا سچ ہے اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم اسمین اور تمام مخلوق مین درمیانی **شفیع** ہے اور آسمان کے نیچے نہ اسکے ہم مرتبہ کوئی اور رسول ہے اور نہ قرآن کے **ہم مرتبہ** کوئی اور کتاب ہے۔ اور کسی کیلئے خدا نے نہ چاہا کہ وہ ہمیشہ زندہ رہے مگر یہ **برگزیدہ نبی ہمیشہ کیلئے زندہ ہے** اور اسکے ہمیشہ زندہ رہنے کیلئے خدا نے یہ بنیاد ڈالی ہے کہ اسکے افاضہ تشریعی اور روحانی کو قیامت تک جاری رکھا اور آخرکار اوسکی روحانی فیضرسانی سے اس **مسیح موعود** کو دنیا مین بھیجا جسکا آنا اسلامی عمارت کی **تکمیل** کیلئے ضروری تھا کیونکہ ضرور تھا کہ یہ دنیا ختم نہ ہو جبتک کہ محمدی سلسلہ کیلئے ایک مسیح روحانی رنگ کا نہ دیا جاتا جیسا کہ موسوی سلسلہ کیلئے دیا گیا تھا اسی کیطرف یہ آیۃ اشارہ کرتی ہے کہ اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ صِرَاطَ الَّذِيْنَ اَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ۔ موسیٰ نے وہ متاع پائی جسکو قرون اولیٰ کھو چکے تھے اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے وہ متاع پائی جسکو موسیٰ کا سلسلہ کھو چکا تھا اب محمدی سلسلہ موسوی سلسلہ کے قائم مقام ہے مگر شان مین ہزارہا درجہ بڑھکر۔ مثیل موسیٰ موسیٰ سے بڑھکر اور مثیل ابن مریم ابن مریم سے بڑھکر۔ اور وہ مسیح موعود نہ صرف مدت کے لحاظ سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد چودہوین صدی مین ظاہر ہوا جیسا کہ مسیح ابن مریم موسیٰ کے بعد چودھوین صدی مین ظاہر ہوا تھا۔ بلکہ وہ ایسے وقت مین آیا جبکہ مسلمانون کا وہی حال تھا جیسا کہ مسیح ابن مریم کے ظہور کے وقت یہودیون کا حال تھا سو **وہی** ہوا خدا جو چاہتا ہے کرتا ہے نادان ہے وہ جو اُس سے لڑے اور جاہل ہے وہ جو اسکے مقابل پر یہ اعتراض کرے کہ یون نہین بلکہ یون چاہئے تھا۔ اور اُس نے مجھے چمکتے ہوئے نشانون کے ساتھہ بھیجا ہے جو دس ہزار

+ یہودی اپنی تاریخ کی رو سے بالاتفاق یہی مانتے ہین کہ موسیٰ سے چودھوین صدی کے سر پر عیسیٰ ظاہر ہوا تھا دیکھو یہودیونکی تاریخ منہ

سے بھی زیادہ ہین ازانجملہ ایک طاعون بھی نشان ہے پس جو شخص مجھہ سے سچی بیعت کرتا ہے اور سچے
دل سے میرا پیرو بنتا ہے اور میری اطاعت مین محو ہوکر اپنے تمام ارادون کو چھوڑتا ہے وہی ہے جو ان
آفتون کے دنون مین میری روح اُسکی شفاعت کریگی **سو اے تمام لوگو!** جو اپنے تئین میری
جماعت شمار کرتے ہو آسمان پر تم اُسوقت میری جماعت **شمار** کئے جاؤگے جب سچ مچ **تقویٰ** کی
راہون پر قدم مارو گے سو اپنی پنجوقتہ نمازون کو ایسے خوف اور حضور سے ادا کرو کہ گویا تم خدا تعالیٰ کو
دیکھتے ہو اور اپنے روزون کو خدا کیلئے صدق کے ساتھہ پورے کرو ہر ایک جو زکوۃ کے لایق ہے وہ زکوۃ
دے اور جسپر حج فرض ہو چکا ہے اور کوئی مانع نہین وہ حج کرے نیکی کو سنوار کر ادا کرو اور بدی کو بیزار
ہو کر ترک کرو یقیناً یاد رکھو کہ کوئی عمل خدا تک نہین پہنچ سکتا جو تقویٰ سے خالی ہے ہر ایک نیکی کی
جڑ **تقویٰ** ہے جس عمل مین یہ جڑ ضایع نہین ہوگی وہ عمل بھی ضایع نہین ہوگا ضرور ہے کہ انواع
رنج و مصیبت سے تمہارا امتحان بھی ہو جیسا کہ پہلے مومنون کے امتحان ہوئے سو **خبردار رہو** ایسا نہو
کہ ٹھوکر کھاؤ زمین تمہارا کچھہ بھی بگاڑ نہین سکتی اگر تمہارا آسمان سے **پختہ تعلق ہے** جب کبھی تم اپنا نقصان کروگے
تو اپنے ہاتھون سے نہ دشمن کے ہاتھون سے۔ اگر تمہاری زمینی عزت ساری جاتی رہی تو خدا تمہین ایک
لازوال عزت آسمان پر دیگا سو تم اسکو مت چھوڑو اور ضرور ہے کہ تم دکھہ دئے جاؤ اور اپنی کئی امیدون سے
بے نصیب کئے جاؤ۔ سو ان صورتون سے تم دلگیر مت ہو کیونکہ تمہارا خدا تمہین آزماتا ہے کہ تم اسکی
راہ مین ثابت قدم ہو یا نہین اگر تم چاہتے ہو کہ آسمان پر فرشتے بھی تمہاری تعریف کرین تو تم مارین
کھاؤ اور خوش رہو اور گالیان سنو اور شکر کرو۔ اور ناکامیان دیکھو اور پیوند مت توڑو تم خدا کی
آخری جماعت ہو سو وہ عمل نیک دکھلاؤ جو اپنے کمال مین انتہائی درجہ پر ہو۔ ہر ایک جو تم مین سست
ہو جائیگا وہ ایک گندی چیز کی طرح جماعت سے باہر پھینک دیا جائیگا اور حسرت سے مریگا اور خدا کا کچھہ نہ بگاڑ سکیگا
دیکھو مین بہت خوشی سے خبر دیتا ہون کہ تمہارا خدا درحقیقت موجود ہے اگرچہ سب اُسی کی مخلوق
ہے لیکن وہ اُس شخص کو چن لیتا ہے جو اسکو چنتا ہے وہ اُسکے پاس آجاتا ہے جو اُسکے پاس جاتا ہے
جو اسکو عزت دیتا ہے وہ اسکو بھی عزت دیتا ہے +

تم اپنے دلون کو سیدھے کرکے اور زبانون اور آنکھون اور کانون کو پاک کرکے اسکی طرف آجاؤ

کہ وہ تمہین قبول کریگا عقیدہ کے رو سے جو خدا تم سے چاہتا ہے وہ یہی ہے کہ خدا ایک اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم اُسکا نبی ہے اور وہ خاتم الانبیاء ہے اور سب سے بڑھکر ہے اب بعد اسکے کوئی نبی نہین مگر وہی جس پر بروزی طور سے محمدیت کی چادر پہنائی گئی کیونکہ خادم اپنے مخدوم سے جدا نہین اور نہ شاخ اپنی بیخ سے جدا ہے پس جو کامل طور پر مخدوم مین فنا ہو کر خدا سے نبی کا لقب پاتا ہے وہ ختم نبوت کا خلل انداز نہین جیسا کہ تم جب آئینہ مین اپنی شکل دیکھو تو تم دو نہین ہو سکتے بلکہ ایک ہی ہو اگرچہ بظاہر دو نظر آتے ہین صرف ظل اور اصل کا فرق ہے ۔ سو ایسا ہی خدا نے مسیح موعود مین چاہا یہی بھید ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم فرماتے ہین کہ مسیح موعود میری قبر مین دفن ہوگا یعنی **وہ مین ہی ہون** ۔ اور اہمین دو رنگی نہین آئی اور تم یقیناً سمجھو کہ **عیسیٰ بن مریم** فوت ہو گیا ہے اور کشمیر سرینگر محلہ خانیار[×] مین اسکی قبر ہے خدا تعالیٰ نے اپنی کتاب عزیز مین اسکے مرجانیکی خبر دی ہے اور اگر اس آیت کے اور معنے ہین تو عیسیٰ بن مریم کی موت کی قرآن مین کہان خبر ہے ۔ مرنیکے متعلق جو آیتین ہین اگر وہ اور معنی رکھتی ہین جیسا کہ ہمارے مخالف سمجھتے ہین تو گویا قرآن نے اسکے مرنیکا کہین ذکر نہین کیا کہ وہ کسی وقت مریگا بھی ۔ خدا نے ہمارے نبی کے مرنے کی خبر دی مگر سارے قرآن مین عیسیٰ کے مرنے کی خبر نہ دی ۔ اسمین کیا راز ہے اور اگر کہو کہ عیسیٰ کے مرنیکی اس آیہ مین خبر ہے کہ **فَلَمَّا تَوَفَّيْتَنِي كُنْتَ أَنْتَ الرَّقِيبَ عَلَيْهِمْ**[⁂] سو یہ آیت تو صاف دلالت کرتی ہے کہ وہ عیسائیون کے بگڑنے سے پہلے مرچکے ہین غرض اگر آیہ فَلَمَّا تَوَفَّيْتَنِي کے یہ معنی ہین کہ مع جسم زندہ عیسیٰ کو آسمان پر اُٹھا لیا تو کیون خدا نے ایسے شخص کی موت کا سارے قرآن مین ذکر نہین کیا جسکی زندگی کے خیال نے لاکھون کو ہلاک کر دیا گویا خدا نے اسکو ہمیشہ کیلئے اسلئے زندہ رہنے دیا کہ تا لوگ مشرک اور بیدین ہو جائین اور گویا یہ لوگون کی غلطی نہین بلکہ خدا نے یہ سب کچھ خود کیا تا لوگون کو گمراہ کرے خوب یاد رکھو کہ بجز موت مسیح علیہ عقیدہ پرموت نہین آسکتی سو اس سے فائدہ کیا کہ برخلاف تعلیم قرآن اسکو زندہ سمجھا جائے اسکو مرنے دو تا یہ دین زندہ ہو ۔ خدا نے اپنے قول سے مسیح کی موت ظاہر کی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے معراج کی رات اسکو مُردون مین دیکھ لیا اب بھی تم ماننے مین نہین آتے ۔ یہ **کیسا ایمان** ہے کیا انسانون کی رایون کو خدا کی کلام پر مقدم کرتے ہو

[⁂] اسی آیت سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام پھر دنیا مین نہین آئین گے کیونکہ اگر وہ دنیا مین آنیوالے ہوتے تو اس صورت مین یہ جواب عیسیٰ کا محض جھوٹ ٹھہرتا ہے کہ مجھے عیسائیون کے بگڑنے کی کچھ خبر نہین جو شخص دوبارہ دنیا مین آیا اور چالیس برس رہا ... اور کروڑہا عیسائیون کو دیکھا جو اسکو خدا جانتے تھے اور صلیب توڑا اور تمام عیسائیون کو مسلمان کیا وہ کیونکر قیامت کو جناب الٰہی مین یہ عذر کر سکتا ہے کہ مجھے عیسائیون کے بگڑنے کی کچھ خبر نہین ۔ منہ

[×] نوٹ ۔ عیسائی محققون نے اسی رائے کو ظاہر کیا ہے دیکھو کتاب سپرنیچرل ریلیجن صفحہ ۵۲۲ ۔ اگر تفصیل چاہتے ہو تو ہماری کتاب تحفہ گولڑویہ کا صفحہ ۱۳۹ دیکھ لو ۔ منہ

یہ کیا دین ہے‡ اور ہمارے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے نہ صرف گواہی دی کہ میں نے مردہ روحوں میں عیسے کو دیکھا بلکہ خود مر کر یہ بھی ظاہر کر دیا کہ اس سے پہلے کوئی زندہ نہیں رہا۔ پس ہمارے مخالف جیسا کہ قرآن کو چھوڑتے ہیں ویسا ہی سنت کو بھی چھوڑتے ہیں کیونکہ مرنا ہمارے نبی کی سنت ہے اگر عیسے زندہ تھا تو مرنے میں ہمارے رسول کی بے عزتی تھی۔ سو تم نہ اہلسنت ہو نہ اہل قرآن جبتک عیسٰی کی موت کے قائل نہ ہو۔ اور میں حضرت عیسی علیہ السلام کی شان کا منکر نہیں گو خدا نے مجھے خبر دی ہے کہ مسیح محمدی مسیح موسوی سے افضل ہے لیکن تاہم میں مسیح ابن مریم کی بہت عزت کرتا ہوں کیونکہ میں روحانیت کی رو سے اسلام میں **خاتم الخلفاء** ہوں جیسا کہ مسیح ابن مریم اسرائیلی سلسلہ کے لئے خاتم الخلفاء تھا موسٰی کے سلسلہ میں ابن مریم مسیح موعود تھا اور محمدی سلسلہ میں میں مسیح موعود ہوں سو میں اسکی عزت کرتا ہوں جسکا ہمنام ہوں اور مفسد اور مفتری ہے وہ شخص جو مجھے کہتا ہے کہ میں مسیح ابن مریم کی عزت نہیں کرتا۔ بلکہ مسیح تو مسیح میں تو اس کے چاروں بھائیوں کی بھی عزت کرتا ہوں* کیونکہ پانچوں ایک ہی ماں کے بیٹے ہیں نہ صرف اسی قدر بلکہ میں تو حضرت مسیح کی دونوں حقیقی ہمشیرون کو بھی مقدسہ سمجھتا ہوں کیونکہ یہ سب بزرگ مریم بتول کے پیٹ سے ہیں اور مریم کی وہ شان ہے جس نے ایک مدت تک اپنے تئیں نکاح سے روکا۔ پھر بزرگان قوم کے نہائت اصرار سے بوجہ حمل کے نکاح کر لیا۔ گو لوگ اعتراض کرتے ہیں کہ برخلاف تعلیم توریت عین حمل میں کیونکر نکاح کیا گیا اور بتول ہونیکے عہد کو کیوں ناحق توڑا گیا اور تعدد ازواج کی کیوں بنیاد ڈالی گئی یعنے باوجود یوسف نجار کی پہلی بیوی کے ہونیکے پھر مریم کیوں راضی ہوئی کہ یوسف نجار کے نکاح میں آوے مگر میں کہتا ہوں کہ یہ سب مجبوریاں تھیں جو پیش آگئیں اس صورت میں وہ لوگ قابل رحم تھے نہ قابل اعتراض *

---

‡حاشیہ یسوع مسیح کے چار بھائی اور دو بہنیں تھیں یہ سب یسوع کے حقیقی بھائی اور حقیقی بہنیں تھیں یعنی سب یوسف اور مریم کی اولاد تھی چار بھائیوں کے نام یہ ہیں۔ یہودا[1] ۔ یعقوب[2] شمعون[3] یوزس[4]۔ اور دو بہنوں کے نام یہ تھے۔ آسیا[1]۔ لیدیا[2]۔ دیکھو کتاب اپاسٹولک ریکارڈس مصنفہ پادری جان ایلن گائلز مطبوعہ لنڈن ۱۸۸۶ء صفحہ ۱۵۹ و ۱۶۶ ۔ منہ

*نوٹ ۔ قرآن شریف میں ایک آیۃ میں صریح کشمیر کیطرف اشارہ کیا ہے کہ مسیح اور اسکی والدہ صلیب کے واقعہ کے بعد کشمیر کیطرف چلے گئے جیسا کہ فرماتا ہے وَاٰوَیْنٰھُمَا اِلٰی رَبْوَۃٍ ذَاتِ قَرَارٍ وَّمَعِیْنٍ ۔ یعنی ہمنے عیسٰی اور اسکی والدہ کو ایک ایسے ٹیلے پر جگہ دی جو آرام کی جگہ تھی اور پانی صاف یعنی چشموں کا پانی وہاں تھا سو اسمیں خدا تعالٰے نے کشمیر کا نقشہ کھینچدیا ہے اور اوٰی کا لفظ لغت عرب میں کسی مصیبت یا تکلیف سے پناہ دینے کے لئے آتا ہے اور صلیب سے پہلے عیسٰی اور اسکی والدہ پر کوئی زمانہ مصیبت کا نہیں گذرا جس سے پناہ دیجاتی پس متعین ہوا کہ خدا تعالٰی نے عیسٰی اور اسکی والدہ کو واقعہ صلیب کے بعد اس ٹیلے پر پہونچایا تھا۔ منہ

اِن سب باتون کے بعد پہر مین کہتا ہون کہ یہ مت خیال کرو کہ ہمنے ظاہری طور پر بیعت کر لی ہے ظاہر کچہہ چیز نہین خدا تمہارے دلون کو دیکہتا ہے اور اُسی کے موافق تم سے معاملہ کریگا دیکہو مین یہ کہکر فرض تبلیغ سے سبکدوش ہوتا ہون کہ گناہ ایک زہر ہے اوسکو مت کہاؤ۔ خدا کی نافرمانی ایک گندی موت ہے اس سے بچو دعا کرو تا تمہین طاقت ملے جو شخص دعا کے وقت خدا کو ہر ایک بات پر قادر نہین سمجہتا بجز وعدہ کی مستثنیات کے وہ میری جماعت مین سے نہین۔ جو شخص جہوٹ اور فریب کو نہین چہوڑتا وہ میری جماعت مین سے نہین ہے۔ جو شخص دُنیا کے لالچ مین پہنسا ہوا ہے اور آخرت کی طرف آنکہہ اُٹہا کر بہی نہین دیکہتا وہ میری جماعت مین سے نہین ہے جو شخص درحقیقت دین کو دُنیا پر مقدم نہین رکہتا وہ میری جماعت مین سے نہین ہے۔ جو شخص پورے طور پر ہر ایک بدی سے اور ہر ایک بدعملی سے یعنی شراب سے قمار بازی سے بدنظری سے اور خیانت سے رشوت سے اور ہر ایک ناجائز تصرّف سے توبہ نہین کرتا وہ میری جماعت مین سے نہین ہے۔ جو شخص پنجگانہ نماز کا التزام نہین کرتا وہ میری جماعت مین سے نہین ہے۔ جو شخص دُعا مین لگا نہین رہتا اور انکسار سے خدا کو یاد نہین کرتا وہ میری جماعت مین سے نہین ہے۔ جو شخص بدرفیق کو نہین چہوڑتا جو اوسپر بد اثر ڈالتا ہے وہ میری جماعت مین سے نہین ہے۔ جو شخص اپنے ماں باپ کی عزت نہین کرتا اور امور معروفہ مین جو خلاف قرآن نہین ہین اُنکی بات کو نہین مانتا اور اُنکی تعہد خدمت سے لاپروا ہے وہ میری جماعت مین سے نہین ہے جو شخص اپنی اہلیہ اور اُسکے اقارب سے نرمی اور احسان کے ساتہہ معاشرت نہین کرتا وہ میری جماعت مین سے نہین ہے۔ جو شخص اپنے ہمسایہ کو ادنے ادنے خیر سے بہی محروم رکہتا ہے وہ میری جماعت مین سے نہین ہے۔ جو شخص نہین چاہتا کہ اپنے قصور وار کا گنہ بخشے اور کینہ پرور آدمی ہے وہ میری جماعت مین سے نہین ہے ہر ایک مرد جو بیوی سے یا بیوی خاوند سے خیانت سے پیش آتی ہے وہ میری جماعت مین سے نہین ہے۔ جو شخص اُس عہد کو جو اُس نے بیعت کے وقت کیا تہا کسی پہلو سے توڑتا ہے وہ میری جماعت مین سے نہین ہے۔ جو شخص مجہے فی الواقع مسیح موعود و مہدی معہود نہین سمجہتا وہ میری جماعت مین سے نہین ہے۔ اور جو شخص

امور معروفہ مین میری اطاعت کرنیکے لئے طیار نہین ہے وہ میری جماعت مین سے نہین ہے اور جو شخص مخالفون کی جماعت مین بیٹہتا ہے اور ہان مین ہان ملاتا ہے وہ میری جماعت مین سے نہین ہے۔ ہر ایک زانی۔ فاسق۔ شرابی۔ خونی۔ چور۔ قمار باز۔ خائن۔ مرتشی۔ غاصب ظالم۔ دروغگو۔ جعلساز اور ان کا ہمنشین اور اپنے بہائیون اور بہنون پر تہمتین لگانیوالا جو اپنے افعال شنیعہ سے توبہ نہین کرتا اور خراب مجلسون کو نہین چہوڑتا وہ میری جماعت مین سے نہین ہے۔ یہ سب زہرین ہین تم ان زہرون کو کہا کر کسی طرح بچ نہین سکتے اور تاریکی اور روشنی ایک جگہ جمع نہین ہو سکتی۔ ہر ایک جو پیچ در پیچ طبیعت رکہتا ہے اور خدا کے ساتہہ صاف نہین ہے وہ اُس برکت کو ہرگز نہین پا سکتا جو صاف دلون کو ملتی ہے کیا ہی خوش قسمت وہ لوگ ہین جو دلون کو صاف کرتے ہین اور اپنے دلون کو ہر ایک آلودگی سے پاک کر لیتے ہین اور اپنے خدا سے وفاداری کا عہد باندہتے ہین کیونکہ وہ ہرگز ضایع نہین کئے جائینگے ممکن نہین کہ خدا انکو رسوا کرے کیونکہ وہ خدا کے ہین اور خدا اُن کا وہ ہر ایک بلا کے وقت بچائے جائین گے۔ احمق ہے وہ دشمن جو اُن کا قصد کرے کیونکہ وہ خدا کی گود مین ہین اور خدا انکی حمایت مین ہے کون خدا پر ایمان لایا؟ صرف وہی جو ایسے ہین۔ ایسا ہی وہ شخص بہی احمق ہے جو ایک بیباک گنہگار اور بد باطن اور شریر النفس کے فکر مین ہے کیونکہ وہ خود ہلاک ہوگا جب سے خدا نے آسمان اور زمین کو بنایا کبہی ایسا اتفاق نہ ہوا کہ اسنے نیکون کو تباہ اور ہلاک اور نیست و نابود کر دیا ہو بلکہ وہ اُنکے لئے بڑے بڑے کام دکہلاتا رہا ہے اور اب بہی دکہلائیگا وہ خدا نہایت وفادار خدا ہے اور وفادارون کے لئے اُسکے عجیب کام ظاہر ہوتے ہین دُنیا چاہتی ہے کہ انکو کہا جاوے اور ہر ایک دشمن اُنپر دانت پیستا ہے مگر وہ جو انکا دوست ہے ہر ایک ہلاکت کی جگہ سے اُنکو بچاتا ہے اور ہر ایک میدان مین اُنکو فتح بخشتا ہے۔ کیا ہی نیک طالع وہ شخص ہے جو اُس خدا کا دامن نہ چہوڑے۔ ہم اُس پر ایمان لائے ہمنے اُسکو شناخت کیا۔ تمام دُنیا کا وہی خدا ہے جس نے میرے پر وحی نازل کی جس نے میرے لئے زبردست نشان دکہلائے جس نے مجہے اس زمانہ کے لئے مسیح موعود کرکے بہیجا اسکے سوا کوئی خدا نہین نہ آسمان مین نہ زمین مین

سپر ایمان نہین لاتا وہ سعادت سے محروم اور خذلان مین گرفتار ہے۔ ہمنے اپنے خدا کی
ب کیطرح روشن وحی پائی ہمنے اُسے دیکھ لیا کہ دُنیا کا وہی خدا ہے اُس کے سوا کوئی نہین
کیا ہی قادر اور قیوم خدا ہے جسکو ہمنے پایا۔ کیا ہی زبردست قدرتون کا مالک ہے جسکو ہمنے دیکھا
سچ تو یہ ہے کہ اُ۔ سکے آگے کوئی بات اَنہونی نہین مگر وہی جو اُسکی کتاب اور وعدہ کے برخلاف ہے
سو جب تم دعا کرو تو اُن جاہل نیچریون کیطرح نہ کرو جو اپنے ہی خیال سے ایک قانون قدرت بنا
بیٹھے ہین جسپر خدا کی کتاب کی مہر نہین کیونکہ وہ مردود ہین اُنکی دعائین ہرگز قبول نہین ہونگی
وہ اندھے ہین نہ سوجاکھے وہ مُردے ہین نہ زندے خدا کے سامنے اپنا تراشیدہ قانون پیش
کرتے ہین اور اُسکی بے انتہا قدرتون کی حد بست ٹھہراتے ہین اور اُسکو کمزور سمجھتے ہین سو ان سے
ایسا ہی معاملہ کیا جائیگا جیسا کہ انکی حالت ہے لیکن جب تو دعا کے لئے کھڑا ہو تو تجھے لازم ہے
کہ یہ یقین رکھے کہ تیرا خدا ہر ایک چیز پر قادر ہے تب تیری دعا منظور ہوگی اور تو خدا کی قدرت
کے عجائبات دیکھے گا جو ہمنے دیکھے ہین اور ہماری گواہی رویت سے ہے نہ بطور قصہ کے۔ اُس
شخص کی دعا کیونکر منظور ہو اور خود کیونکر اُسکو بڑی مشکلات کے وقت جو اُسکے نزدیک قانون
قدرت کے مخالف ہین دعا کرنیکا حوصلہ پڑے جو خدا کو ہر ایک چیز پر قادر نہین سمجھتا۔ مگر اے سعید
انسان تو ایسا مت کر تیرا خدا وہ ہے جس نے بیشمار ستارون کو بغیر ستون کے لٹکا دیا اور جس نے
زمین و آسمان کو محض عدم سے پیدا کیا۔ کیا تو اُسپر بدظنی رکھتا ہے کہ وہ تیرے کام مین عاجز
آجائیگا* بلکہ تیری ہی بدظنی تجھے محروم رکھے گی ہمارے خدا مین بیشمار عجائبات ہین مگر وہی دیکھتے
ہین جو صدق اور وفا سے اسکے ہوگئے ہین وہ غیرون پر جو اسکی قدرتون پر یقین نہین رکھتے
اور اسکے صادق وفادار نہین ہین وہ عجائبات ظاہر نہین کرتا۔ کیا بدبخت وہ انسان ہے جسکو
اب تک یہ پتہ نہین کہ اُسکا ایک خدا ہے جو ہر ایک چیز پر قادر ہے ہمارا بہشت ہمارا خدا ہے
ہماری اعلیٰ لذّات ہمارے خدا مین ہین کیونکہ ہمنے اسکو دیکھا اور ہر ایک خوبصورتی اسمین
پائی۔ یہ دولت لینے کے لایق ہے اگرچہ جان دینے سے ملے اور یہ لعل خریدنے کے لایق
ہے اگرچہ تمام وجود کھونے سے حاصل ہو۔ اے محرومو! اس چشمہ کی طرف دوڑو

* خدا کسی کام مین عاجز نہین آتا۔ ہان خدا کی کتاب نے دعا کے بارہ مین یہ قانون پیش کیا ہے کہ وہ نہایت رحم سے نیک انسان کے ساتھ دوستون کیطرح معاملہ کرتا ہے یعنی کبھی تو اپنی مرضی کو چھوڑ کر اسکی دعا سنتا ہے جیسا کہ خود فرمایا ادعونی استجب لکم اور کبھی اپنی مرضی ہی منوانا چاہتا ہے جیسا کہ فرمایا ولنبلونکم بشیئ من الخوف والجوع ایسا اسلئے کیا کہ تا کبھی انسان کی دعا کے موافق اس سے معاملہ کر کے یقین اور معرفت مین اسکو ترقی دے اور کبھی اپنی مرضی کے موافق کر کے اپنی رضا کی اسکو خلعت بخشے اور اسکا

کہ وہ تمہین سیراب کریگا یہ زندگی کا چشمہ ہے جو تمہین بچائیگا۔ مین کیا کرون اور کس
خوشخبری کو دلون مین بٹھادون۔ کس دف سے مین بازارون مین منادی کرون
تمہارا یہ خدا ہے تا لوگ سن لین اور کس دوا سے مین علاج کرون تا سُننے کیلئے لوگون کے کان کھلین
اگر تم خدا کے ہوجاؤ گے تو یقیناً سمجھو کہ خدا تمہارا ہی ہے تم سوتے ہوئے ہوگے
اور خدا تعالے تمہارے لیئے جاگے گا تم دشمن سے غافل ہوگے اور خدا اُسے دیکھیگا اور
اسکے منصوبے کو توڑے گا۔ تم ابھی تک نہین جانتے کہ تمہارے خدا مین کیا کیا قدرتین ہین
اور اگر تم جانتے تو تم پر کوئی ایسا دن نہ آتا کہ تم دنیا کے لئے سخت غمگین ہوجاتے ایک شخص جو ایک
خزانہ اپنے پاس رکھتا ہے کیا وہ ایک پیسہ کے ضایع ہونے سے روتا ہے اور چیخین مارتا ہے
اور ہلاک ہونے لگتا ہے پھر اگر تم کو اس خزانہ کی اطلاع ہوتی کہ خدا تمہارا ہر ایک حاجت کے
وقت کام آنیوالا ہے تو تم دنیا کے لیئے ایسے بےخود کیون ہوتے خدا ایک پیارا خزانہ ہے اسکی
قدر کرو کہ وہ تمہارے ہر ایک قدم مین تمہارا مددگار ہے تم بغیر اُسکے کچھ بھی نہین اور نہ تمہارے
اسباب اور تدبیرین کچھ چیز ہین۔ غیر قومون کی تقلید نہ کرو کہ جو بکلی اسباب پر گر گئی ہین اور جیسے
سانپ مٹی کھاتا ہے انہون نے سفلی اسباب کی مٹی کھائی۔ اور جیسے گدھ اور کُتّے مردار کھاتے ہین انہون
نے مردار پر دانت مارے وہ خدا سے بہت دور جا پڑے انسانون کی پرستش کی اور خنزیر کھایا اور
شراب کو پانی کیطرح استعمال کیا اور حد سے زیادہ اسباب پر گرنے سے اور خدا سے قوت نہ مانگنے سے
وہ مر گئے اور آسمانی روح انمین سے ایسی نکل گئی جیسا کہ ایک گھونسلے سے کبوتر پرواز کر جاتا ہے
انکے اندر دنیا پرستی کا جذام ہے جس نے اُنکے تمام اندرونی اعضا کاٹ دئیے ہین پس تم اُس جذام
سے ڈرو۔ مین تمہین حد اعتدال تک رعایت اسباب سے منع نہین کرتا بلکہ اس سے منع کرتا ہون کہ تم
غیر قومون کیطرح نرے اسباب کے بندے ہوجاؤ اور اُس خدا کو فراموش کردو جو اسباب کو بھی وہی مہیا کرتا ہے
اگر تمہین آنکھ ہو تو تمہین نظر آجائے کہ خدا ہی خدا ہے اور سب ہیچ ہے۔ تم نہ ہاتھ لمبا کر سکتے ہو
اور نہ اکٹھا کر سکتے ہو مگر اُسکے اذن سے۔ ایک مردہ اسپر ہنسی کریگا مگر کاش اگر وہ مرجاتا تو اس
ہنسی سے اسکے لئے بہتر تھا۔ خبردار !!! تم غیر قومون کو دیکھکر انکی ریس مت کرو کہ انہون نے دنیا کے

منصوبون مین بہت ترقی کرلی ہے آؤ ہم بہی انہین کے قدم پر چلین ۔ سنو اور سمجھو کہ وہ اس خدا سے سخت بیگانہ اور غافل ہین جو تمہین اپنی طرف بلاتا ہے ۔ اُنکا خدا کیا چیز ہے صرف ایک عاجز انسان اِسلئے وہ غفلت مین چھوڑے گئے ہین تمہین دنیا کے کسب اور حرفت سے نہین روکتا مگر تم اُن لوگون کے پیرو مت بنو جنہون نے سب کچہہ دُنیا کو ہی سمجہہ رکہا ہے چاہیئے کہ تمہارے ہر ایک کام مین خواہ دنیا کا ہو خواہ دین کا خدا سے طاقت اور توفیق مانگنے کا سلسلہ جاری رہے لیکن نہ صرف خشک ہونٹون سے بلکہ چاہیئے کہ تمہارا سچ مچ یہ عقیدہ ہو کہ ہر ایک برکت آسمان ہی سے اُترتی ہے تم راستباز اُسوقت بنوگے جبکہ تم ایسے ہو جاؤ کہ ہر ایک کام کے وقت ہر ایک مشکل کے وقت قبل اسکے جو تم کوئی تدبیر کرو اپنا دروازہ بند کرو اور خدا کے آستانہ پر گرو کہ ہمین یہ مشکل پیش ہے اپنے فضل سے مشکل کشائی فرما تب روح القدس تمہاری مدد کریگی اور غیب سے کوئی راہ تمہارے لئے کہولی جائیگی ۔ اپنی جانون پر رحم کرو اور جو لوگ خدا سے بکلی علاقہ توڑ چکے ہین اور ہمہ تن اسباب پر گر گئے ہین یہانتک کہ طاقت مانگنے کیلئے وہ موہنہ سے انشاءاللہ بہی نہین نکالتے اُنکے پیرو مت بنجاؤ ۔ خدا تمہاری آنکھین کہولے تا تمہین معلوم ہو کہ تمہارا خدا تمہاری تمام تدابیر کا شہتیر ہے اگر شہتیر گر جائے تو کیا کڑیان اپنی چہت پر قائم رہ سکتی ہین ۔ نہین بلکہ یکدفعہ گرینگی اور احتمال ہے کہ اُن سے کئی خون بہی ہو جاوین ۔ اسی طرح تمہاری تدابیر بغیر خدا کی مدد کے قائم نہین رہ سکتین اگر تم اس سے مدد نہین مانگوگے اور اُس سے طاقت مانگنا اپنا اصول نہین ٹہراؤ گے تو تمہین کوئی کامیابی حاصل نہین ہوگی ۔ آخر بڑی حسرت سے مروگے ۔ یہ مت خیال کرو کہ پہر دوسری قومین کیونکر کامیاب ہو رہی ہین حالانکہ وہ اوس خدا کو جانتی بہی نہین جو تمہارا کامل اور قادر خدا ہے ۔ اسکا جواب یہی ہے کہ وہ خدا کو چہوڑنے کی وجہ سے دنیا کے امتحان مین ڈالی گئی ہین خدا کا امتحان کبہی اس رنگ مین ہوتا ہے کہ جو شخص اُسے چہوڑتا ہے اور دُنیا کی مستیون اور لذتون سے دل لگاتا ہے اور دُنیا کی دولتون کا خواہشمند ہوتا ہے تو دُنیا کے دروازے اُسپر کہولے جاتے ہین اور دین کے رو سے وہ نرا مفلس اور ننگا ہوتا ہے اور آخر دنیا کے خیالات مین ہی مرتا اور ابدی جہنم مین ڈالا جاتا ہے اور کبہی اس رنگ مین بہی امتحان ہوتا ہے کہ دنیا سے

بھی نامراد رکھا جاتا ہے مگر موخر الذکر امتحان ایسا خطرناک نہین جیسا کہ پہلا کیونکہ پہلے امتحان الا زیادہ مغرور ہوتا ہے بہرحال یہ دونون فریق مغضوب علیہم ہین۔ سچی خوشحالی کا سرچشمہ خدا ہے پس جبکہ اس حیّ و قیوم خدا سے یہ لوگ بےخبر ہین بلکہ لاپرواہ ہین اور اس سے مونہہ پھیر رہے ہین تو سچی خوشحالی انکو کہان نصیب ہو سکتی ہے۔ مبارک ہو اس انسان کو جو اس راز کو سمجھ لے اور ہلاک ہو گیا وہ شخص جس نے اس راز کو نہین سمجھا۔ اسی طرح تمہین چاہئے کہ اس دنیا کے فلسفیون کی پیروی مت کرو اور انکو عزت کی نگہ سے مت دیکھو کہ یہ سب نادانیان ہین سچا فلسفہ وہ ہے جو خدا نے تمہین اپنی کلام مین سکھلایا ہے، ہلاک ہو گئے وہ لوگ جو اس دنیوی فلسفہ کے عاشق ہین اور کامیاب ہین وہ لوگ جنہون نے سچے علم اور فلسفہ کو خدا کی کتاب مین ڈھونڈا۔ نادانی کی راہین کیون اختیار کرتے ہو کیا تم خدا کو وہ باتین سکھلاؤ گے جو اسے معلوم نہین۔ کیا تم اندھون کے پیچھے دوڑتے ہو کہ وہ تمہین راہ دکھلاوین۔ اے نادانو! وہ جو خود اندھا ہے وہ تمہین کیا راہ دکھائیگا بلکہ سچا فلسفہ روح القدس سے حاصل ہوتا ہے جسکا تمہین وعدہ دیا گیا ہے تم روح کے وسیلہ سے ان پاک علوم تک پہنچائے جاؤ گے جن تک غیرون کی رسائی نہین اگر صدق سے مانگو تو آخر تم اسے پاؤ گے۔ تب سمجھو گے کہ یہی علم ہے جو دل کو تازگی اور زندگی بخشتا ہے اور یقین کے مینار تک پہنچا دیتا ہے وہ جو خود مردار خوار ہے وہ کہان سے تمہارے لئے پاک غذا لائیگا۔ وہ جو خود اندھا ہے وہ کیونکر تمہین دکھلائیگا۔ ہر ایک پاک حکمت آسمان سے آتی ہے پس تم زمینی لوگون سے کیا ڈھونڈتے ہو جنکی روحین آسمان کیطرف جاتی ہین وہی حکمت کے وارث ہین جنکو خود تسلی نہین وہ کیونکر تمہین تسلی دے سکتے ہین مگر پہلے دلی پاکیزگی ضروری ہے پہلے صدق و صفا ضروری ہے پھر بعد اسکے یہ سب کچھ تمہین ملیگا۔ یہ خیال مت کرو کہ خدا کی وحی آگے نہین بلکہ پیچھے رہ گئی ہے* اور روح القدس اب اتر نہین سکتا بلکہ پہلے زمانون مین ہی اتر چکا۔ اور مین تمہین سچ سچ کہتا ہون کہ ہر ایک دروازہ بند ہو جاتا ہے مگر روح القدس کے اترنیکا کبھی دروازہ بند نہین ہوتا۔ تم اپنے دلون کے دروازے کھول دو تا وہ انمین داخل ہو تم اس آفتاب سے خود اپنے تئین دور ڈالتے ہو جبکہ اس شعاع کے داخل ہونے کی کھڑکی کو بند کرتے ہو۔ اے نادان اٹھ اور اس کھڑکی کو کھولدے

* قرآن شریف پر شریعت ختم ہو گئی مگر وحی ختم نہین ہوئی کیونکہ وہ سچے دین کی جان ہے جس دین مین وحی الہی کا سلسلہ جاری نہیں وہ دین مردہ ہے اور خدا اس کے ساتھ نہین۔ منہ

تب آفتاب خود بخود تیرے اندر داخل ہو جائیگا جبکہ خدا نے دنیا کے فیضون کی راہین اس زمانہ مین تمپر بند نہین کین بلکہ زیادہ کین تو کیا تمہارا ظن ہے کہ آسمان کے فیوض کی راہین جنکی اسوقت تمہین بہت ضرورت تہی وہ تمپر اُسنے بند کر دی ہین ہرگز نہین بلکہ بہت صفائی سے وہ دروازہ کہولا گیا ہے۔ اب جبکہ خدا نے اپنی تعلیم کے موافق جو سورہ فاتحہ مین سکہلائی گئی گذشتہ تمام نعمتون کا تمپر دروازہ کہول دیا ہے تو تم کیون ان کے لینے سے انکار کرتے ہو اُس چشمہ کے پیاسے بنو کہ پانی خود بخود آ جائے گا۔ اس دودہ کے لئے تم بچہ کیطرح رونا شروع کرو کہ دودہ پستان سے خود بخود اُتر آئیگا۔ رحم کے لائق بنو تا تمپر رحم کیا جائے اضطراب دکہلاؤ تا تسلی پاؤ بار بار چلاؤ تا ایک ہاتہ تمہین پکڑ لے کیا ہی دشوار گذار وہ راہ ہے جو خدا کی راہ ہے پر اُن کیلئے آسان کیجاتی ہے جو مرنے کی نیت سے اس انہاہ گڑہے مین پڑتے ہین وہ اپنے دلون مین فیصلہ کر لیتے ہین کہ ہمین آگ منظور ہے ہم ہین اپنے محبوب کے لئے جلین گے پہر وہ آگ مین اپنے تئین ڈال دیتے ہین پس کیا دیکہتے ہین کہ وہ بہشت ہی ہے جو خدا نے فرمایا وَاِنْ مِّنْكُمْ اِلَّا وَارِدُهَا كَانَ عَلٰى رَبِّكَ حَتْمًا مَّقْضِيًّا الخ یعنے اے بد و اور اے نیکو تم مین سے کوئی بہی نہین جو جہنم کی آگ پر گذر نہ کرے مگر وہ جو خدا کے لئے اُس آگ مین پڑتے ہین وہ نجات دئے جائینگے لیکن وہ جو اپنے نفس امّارہ کیلئے آگ پر چلتا ہے وہ آگ اُسے کہا جائیگی پس مبارک وہ جو خدا کے لئے اپنے نفس سے جنگ کرتے ہین اور بد بخت وہ جو اپنے نفس کیلئے خدا سے جنگ کر رہے ہین اور اس سے موافقت نہین کرتے جو شخص اپنے نفس کے لئے خدا کے حکم کو ٹالتا ہے وہ آسمان مین ہرگز داخل نہین ہوگا سو تم کوشش کرو جو ایک نقطہ یا ایک شعشہ قرآن شریف کا بہی تمپر گواہی نہ دے تا تم اسی کے لئے پکڑے نجاؤ کیونکہ ایک ذرہ بدی کا بہی قابل پاداش ہے وقت تہوڑا ہے اور کار عمر ناپیدا نیز قدم اُٹہاؤ جو شام نزدیک ہے جو کچہہ پیش کرنا ہے وہ بار بار دیکہہ لو ایسا نہ ہو کہ کچہہ رہ جائے اور زیان کاری کا موجب ہو یا سب گندی اور کہوٹی متاع ہو جو شاہی دربار مین پیش کرنے کے لائق نہ ہو۔

مینے سُنا ہے کہ بعض تم سے حدیث کو کلی نہین مانتے اگر وہ ایسا کرتے ہین تو سخت غلطی

کرتے ہیں میں نے یہ تعلیم نہیں دی کہ ایسا کرو بلکہ میرا مذہب یہ ہے کہ تین چیزیں ہیں کہ جو تمہاری ہدایت کے لئے خدا نے تمہیں دی ہیں۔ سب سے اول قرآن ہے* جس میں خدا کی توحید اور جلال اور عظمت کا ذکر ہے اور جس میں اُن اختلافات کا فیصلہ کیا گیا ہے جو یہود اور نصاریٰ میں تھے جیسا کہ یہ اختلاف اور غلطی کہ عیسےٰ بن مریم صلیب کے ذریعہ قتل کیا گیا اور وہ لعنتی ہوا اور دوسرے نبیوں کی طرح اُسکا رفع نہیں ہوا اسی طرح قرآن میں منع کیا گیا ہے کہ بجز خدا کے تم کسی چیز کی عبادت کرو نہ انسان کی نہ حیوان کی نہ سورج کی نہ چاند کی اور نہ کسی اور ستارہ کی اور نہ اسباب کی اور نہ اپنے نفس کی۔ سو تم ہوشیار رہو اور خدا کی تعلیم اور قرآن کی ہدایت کے برخلاف ایک قدم بھی نہ اٹھاؤ میں تمہیں سچ سچ کہتا ہوں کہ جو شخص قرآن کے سات سو حکم میں سے ایک چھوٹے سے حکم کو بھی ٹالتا ہے وہ نجات کا دروازہ اپنے ہاتھ سے اپنے پر بند کرتا ہے حقیقی اور کامل نجات کی راہیں قرآن نے کھولیں اور باقی سب اس کے ظل تھے سو تم قرآن کو تدبّر سے پڑھو اور اس سے بہت ہی پیار کرو ایسا پیار کہ تم نے کسی سے نہ کیا ہو کیونکہ جیسا کہ خدا نے مجھے مخاطب کرکے فرمایا کہ **الخیر کلّہ فی القراٰن**۔ کہ تمام قسم کی بھلائیاں قرآن میں ہیں یہی بات سچ ہے افسوس اُن لوگوں پر جو کسی اور چیز کو اس پر مقدم رکھتے ہیں تمہاری تمام فلاح اور نجات کا سرچشمہ قرآن میں ہے کوئی بھی تمہاری ایسی دینی ضرورت نہیں جو قرآن میں نہیں پائی جاتی تمہارے ایمان کا مصدّق یا مکذب قیامت کے دن قرآن ہے اور بجز قرآن کے آسمان کے نیچے اور کوئی کتاب نہیں جو بلاواسطہ قرآن تمہیں ہدایت دے سکے۔ خدا نے تم پر بہت احسان کیا ہے جو قرآن جیسی کتاب تمہیں عنایت کی۔ میں تمہیں سچ سچ کہتا ہوں کہ وہ کتاب جو تم پر پڑھی گئی اگر عیسائیوں پر پڑھی جاتی تو وہ ہلاک نہ ہوتے اور یہ نعمت اور ہدایت جو تمہیں دی گئی اگر بجائے توریت کے یہودیوں کو دی جاتی تو بعض فرقے ان کے قیامت سے منکر نہ ہوتے پس اس نعمت کی قدر کرو جو تمہیں دی گئی۔ یہ نہایت پیاری نعمت ہے یہ بڑی دولت ہے اگر قرآن نہ آتا تو تمام دنیا ایک گندے مضغہ کی طرح تھی **قرآن** وہ کتاب ہے جس کے مقابل پر تمام ہدایتیں ہیچ ہیں۔ انجیل کے لانیوالا وہ **روح القدس** تھا جو کبوتر کی شکل پر ظاہر ہوا جو

* دوسرا ذریعہ ہدایت کا سنت ہے یعنی وہ پاک نمونے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے فعل اور عمل سے دکھلائے مثلاً نماز پڑھ کے دکھلائی کہ یوں نماز پڑھا کرو اور روزہ رکھ کر دکھلایا کہ یوں روزہ رکھا کرو۔ یہ سنت ہے یعنی روش نبوی جو خدا کے قول کو فعل کے رنگ میں دکھلاتی ہے۔ تیسرا ذریعہ ہدایت کا حدیث ہے جو آپ کے بعد آپ کے اقوال جمع کئے گئے اور حدیث کا رتبہ قرآن اور سنت سے کم ہے کیونکہ اکثر حدیثیں ظنی ہیں لیکن اگر ساتھ اس کے سنت ہو تو وہ یقینی ہو جاتی ہے۔

ایک ضعیف اور کمزور جانور ہے جسکو بلی بھی پکڑ سکتی ہے اسی لیئے عیسائی دن بدن کمزوری کے گڑھے مین پڑتے گئے اور روحانیت انمین باقی نہ رہی۔ کیونکہ تمام ان کے ایمان کا مدار کبوتر پر تھا مگر قرآن کا روح القدس اس عظیم الشان شکل مین ظاہر ہوا تھا جس نے زمین سے لیکر آسمان تک اپنے وجود سے تمام ارض وسما کو بھر دیا تھا۔ پس کجا وہ کبوتر اور کجا یہ تجلی عظیم جس کا قرآن شریف میں بھی ذکر ہے قرآن ایک ہفتہ مین انسان کو پاک کرسکتا ہے اگر صوری یا معنوی اعراض نہ ہو قرآن تمکو نبیون کیطرح کرسکتا ہے اگر تم خود اس سے نہ بھاگو۔ بجز قرآن کس کتاب نے اپنی ابتدا مین ہی اپنے پڑھنے والون کو یہ دعا سکھلائی اور یہ امیدی کہ اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيمَ صِرَاطَ الَّذِينَ أَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ یعنے ہمین اپنی اُن نعمتون کی راہ دکھلا جو پہلون کو دکھلائی گئی۔ جو نبی اور رسول اور صدیق اور شہید اور صالح تھے پس اپنی ہمتین بلند کرلو اور قرآن کی دعوت کو رد مت کرو کہ وہ تمہین وہ نعمتین دینا چاہتا ہے جو پہلون کو دی تھین۔ کیا اوس نے بنی اسرائیل کا ملک اور بنی اسرائیل کا بیت مقدس تمہین عطا نہین کیا جو آجتک تمہاری قبضہ مین ہے پس اے سست اعتقادو اور کمزور ہمتو کیا تمہین یہ خیال ہے کہ تمہارے خدا نے جسمانی طور پر تو بنی اسرائیل کے تمام املاک کا تمہین قایم مقام کر دیا۔ مگر روحانی طور پر تمہین قائم مقام نہ کرسکا بلکہ خدا کا تمہاری نسبت ان سے زیادہ فیض رسانی کا ارادہ ہے خدا نے اُنکے روحانی جسمانی متاع ومال کا تمہین وارث بنایا مگر تمہارا وارث کوئی دوسرا نہ ہوگا جبتک کہ قیامت آجاوے خدا انہین نعمت وحی اور الہام اور مکالمات اور مخاطبات الٰہیہ سے ہرگز محروم نہین رکھے گا وہ تم پر وہ سب نعمتین پوری کرے گا جو پہلون کو دی گئیں لیکن جو شخص گستاخی کی راہ سے خدا پر جھوٹھ باندھے گا اور کہیگا کہ خدا کی وحی میری پر نازل ہوئی حالانکہ نہین نازل ہوئی اور یا کہے گا کہ مجھے شرف مکالمات اور مخاطبات الٰہیہ کا نصیب ہوا حالانکہ نہین نصیب ہوا تو مین خدا اور اسکے ملائکہ کو گواہ رکھہ کر کہتا ہون کہ وہ ہلاک کیا جائیگا کیونکہ اوس نے اپنے خالق پر جھوٹ باندھا اور فریب کیا اور سخت بیباکی اور شوخی ظاہر کی سو تم اس مقام مین ڈرو لعنت ہے ان لوگون پر جو جھوٹی

خوابین بناتے ہین اور جھوٹے مکالمات اور مخاطبات کا دعوی کرتے ہین گویا وہ دل مین خیال کرتے ہین کہ خدا نہین پر خدا کا عقاب انکو سخت پکڑے گا اور اُن کا بُرا دن اُن سے ٹل نہین سکتا سو تُم صدق اور راستی اور تقوی اور محبّت ذاتیہ الٰہیہ مین ترقی کرو اور اپنا کام یہی سمجھو جبتک زندگی ہے پھر خدا تم مین سے جسکی نسبت چاہیگا اسکو اپنے مکالمہ مخاطبہ سے بھی مشرف کریگا تمہین ایسی تمنا بھی نہین چاہئیے تا نفسانی تمنا کی وجہ سے سلسلہ شیطانیہ شروع نہ ہو جائے جس سے کئی لوگ ہلاک ہو جاتے ہین پس تم خدمت اور عبادت مین لگے رہو تمہارے تمام کوشش اسی مین مصروف ہونی چاہئیے کہ تم خدا کے تمام احکام کے پابند ہو جاؤ اور یقین مین ترقی چاہو نجات کے لئے نہ الہام نمائی کیلئے قرآن شریف نے تمہارے لئے بہت پاک احکام لکھے ہین جنمین سے ایک یہ ہے کہ تم شرک سے بکلی پرہیز کرو کہ مشرک سرچشمہ نجات سے بے نصیب ہے۔ تم جھوٹ نہ بولو کہ جھوٹ بھی ایک حصہ شرک ہے۔ قرآن تمہین انجیل کیطرح یہ نہین کہتا کہ صرف بدنظری اور شہوت کے خیال سے نامحرم عورتون کو مت دیکھو اور بجز اسکے دیکھنا حلال۔ بلکہ وہ کہتا ہے کہ ہرگز نہ دیکھ نہ بدنظری سے اور نہ نیک نظری سے کہ یہ سب تمہارے لئے ٹھوکر کی جگہ ہے بلکہ چاہئیے کہ نامحرم کے مقابلہ کیوقت تیری آنکھ خوابیدہ رہے تجھے اسکی صورت کی کچھ بھی خبر نہ ہو مگر اُسی قدر جیسا کہ ایک دھندلی نظر سے ابتدا نزول الماء مین انسان دیکھتا ہے۔ قرآن تمہین انجیل کیطرح یہ نہین کہتا کہ اتنی شراب مت پیو کہ مست ہو جاؤ بلکہ وہ کہتا ہے کہ ہرگز نہ پی ورنہ تجھے خدا کی راہ نہین ملیگی اور خدا تجھ سے ہمکلام نہین ہوگا اور نہ پلیدیون سے پاک کریگا اور وہ کہتا ہے کہ یہ شیطان کی ایجاد ہے تم اس سے بچو۔ قرآن تمہین انجیل کیطرح فقط یہ نہین کہتا کہ اپنے بھائی پر بے سبب غصہ مت ہو بلکہ وہ کہتا ہے کہ نہ صرف اپنے ہی غصہ کو تھام بلکہ تواصوا بالمرحمہ پر عمل بھی کر اور دوسرون کو بھی کہتا رہ کہ ایسا کرین اور نہ صرف خود رحم کر بلکہ رحم کیلئے اپنے تمام بھائیو کو وصیت بھی کر۔ اور قرآن تمہین انجیل کیطرح یہ نہین کہتا کہ بجز زناہ کے اپنی بیوی کی ہر ایک ناپاکی پر صبر کرو اور طلاق مت دو بلکہ وہ کہتا ہے الطیبات للطیبین قرآن کا یہ منشا ہے کہ

ناپاک پاک کے ساتھ رہ نہیں سکتا۔ پس اگر تیری بیوی زنا تو نہیں کرتی مگر شہوت کی نظر سے غیر لوگوں کو دیکھتی ہے اور اُن سے بغل گیر ہوتی ہے اور زنا کے مقدمات اُس سے صادر ہوتے ہیں گو ابھی تکمیل نہیں ہوئی اور غیر کو اپنی برہنگی دکھلا دیتی ہے اور مشرکہ اور بدعقیدہ ہے اور جس پاک خدا پر تو ایمان رکھتا ہے اُس سے وہ بیزار ہے تو اگر وہ باز نہ آوے تو تو اُسے طلاق دے سکتا ہے کیونکہ وہ اپنے اعمال میں تجھ سے علیحدہ ہو گئی اور تیرے جسم کا ٹکڑہ نہیں رہی۔ پس تیرے لئے اب جائز نہیں ہے کہ تو دیوثی سے اس کے ساتھ بسر کرے کیونکہ اب وہ تیرے جسم کا ٹکڑہ نہیں ایک گندہ اور متعفن عضو ہے جو کاٹنے کے لائق ہے ایسا نہ ہو کہ وہ باقی عضو کو بھی گندہ کرے اور تو مر جاوے۔ اور قرآن تمہیں انجیل کی طرح یہ نہیں کہتا کہ ہرگز قسم نہ کھا بلکہ بیہودہ قسموں سے تمہیں روکتا ہے کیونکہ بعض صورتوں میں قسم فیصلہ کے لئے ایک ذریعہ ہے اور خدا کسی ذریعہ ثبوت کو ضائع کرنا نہیں چاہتا کیونکہ اس سے اس کی حکمت تلف ہوتی ہے یہ طبعی امر ہے کہ جب کوئی انسان ایک متنازعہ فیہ امر میں گواہی نہ دے تب فیصلہ کے لئے خدائی گواہی کی ضرورت ہے اور قسم خدا کو گواہ ٹھہرانا ہے۔ اور قرآن تمہیں انجیل کی طرح یہ نہیں کہتا کہ ہر ایک جگہ ظالم کا مقابلہ نہ کرنا بلکہ وہ کہتا ہے جزاء سیئۃ سیئۃ مثلها فمن عفا واصلح فاجرہ علی اللہ یعنی بدی کا بدلہ اسی قدر بدی ہے جو کی گئی لیکن جو شخص عفو کرے اور گناہ بخش دے اور اس عفو سے کوئی اصلاح پیدا ہوتی ہو نہ کوئی خرابی تو خدا اس سے راضی ہے اور اُسے اُس کا بدلہ دیگا۔ پس قرآن کے رو سے نہ ہر ایک جگہ انتقام محمود ہے اور نہ ہر ایک جگہ عفو قابل تعریف ہے بلکہ محل شناسی کرنی چاہئے اور چاہئے کہ انتقام اور عفو کی سیرت بپابندی محل و مصلحت ہو نہ بے قیدی کے رنگ میں یہی قرآن کا مطلب ہے۔ اور قرآن انجیل کی طرح یہ نہیں کہتا کہ اپنے دشمنوں سے پیار کرو بلکہ وہ کہتا ہے کہ چاہیے کہ نفسانی رنگ میں تیرا کوئی بھی دشمن نہ ہو اور تیری ہمدردی ہر ایک کیلئے عام ہو مگر جو تیرے خدا کا دشمن تیرے رسول کا دشمن اور کتاب اللہ کا دشمن ہے وہی تیرا دشمن ہوگا سو تو ایسوں کو بھی دعوت اور دعا سے محروم نہ رکھ اور چاہئے کہ تو ان کے اعمال سے دشمنی رکھے نہ ان کی ذات سے اور کوشش کرے کہ وہ درست ہو جائیں اور اس بارہ میں

فرماتا ہے۔ اِنَّ اللّٰہَ یَاْمُرُ بِالْعَدْلِ وَالْاِحْسَانِ وَاِیْتَآءِ ذِی الْقُرْبٰی یعنے خدا تم سے کیا چاہتا ہے بس یہی تم تمام نوع انسان سے عدل کے ساتھ پیش آیا کرو پھر اس سے بڑھکر یہ ہے کہ اُن سے بھی نیکی کرو جنہوں نے تم سے کوئی نیکی نہین کی۔ پھر اس سے بڑھکر یہ ہے کہ تم مخلوق خدا سے ایسی ہمدردی کے ساتھ پیش آؤ کہ گویا تم اُنکے حقیقی رشتہ دار ہو جیسا کہ مائین اپنے بچون سے پیش آتی ہین کیونکہ احسان مین ایک خودنمائی کا مادہ بھی مخفی ہوتا ہے اور احسان کرنیوالا کبھی اپنے احسان کو جتلا بھی دیتا ہے لیکن وہ جو ماں کی طرح طبعی جوش سے نیکی کرتا ہے وہ کبھی خودنمائی نہین کر سکتا۔ پس آخری درجہ نیکیون کا طبعی جوش ہے جو ماں کیطرح ہو اور یہ آیت نہ صرف مخلوق کے متعلق ہے بلکہ خدا کے متعلق بھی ہے خدا سے عدل یہ ہے کہ اسکی نعمتونکو یاد کرکے اسکی فرمانبرداری کرنا اور خدا سے احسان یہ ہے کہ اسکی ذات پر ایسا یقین کر لینا کہ گویا اسکو دیکھ رہا ہے اور خدا سے ایتاءِ ذی القربٰی یہ ہے کہ تم اسکی عبادت نہ تو بہشت کے طمع سے ہو اور نہ دوزخ کے خوف سے۔ بلکہ اگر فرض کیا جائے کہ نہ بہشت ہے اور نہ دوزخ ہے تب بھی جوش محبت اور اطاعت مین فرق نہ آوے۔ اور انجیل مین لکھا گیا ہے کہ جو لوگ تم پر لعنت کرین اُن کے لئے برکت چاہو مگر قرآن کہتا ہے کہ تم اپنی خودی سے کچھ بھی نہ کرو۔ تم اپنے دل سے جو خدا کی تجلیات کا گھر ہے فتوے پوچھو کہ ایسے شخص کے ساتھ کیا معاملہ چاہئے پس اگر خدا تمہارے دل مین ڈالے کہ یہ لعنت کرنیوالا قابل رحم ہے اور آسمان مین اُسپر لعنت نہین تو تم بھی لعنت نہ کرو تا خدا کے مخالف نہ ٹھہرو۔ لیکن اگر تمہارا کانشنس اسکو معذور نہین ٹھہراتا اور تمہارے دل مین ڈالا گیا ہے کہ آسمان پر اس شخص پر لعنت ہے تو تم اس کے لئے برکت نہ چاہو جیسا کہ شیطان کے لئے کسی نبی نے برکت نہین چاہی اور کسی نبی نے اسکو لعنت سے آزاد نہین کیا۔ مگر کسی کی نسبت لعنت مین جلدی نہ کرو کہ بہتیری بدظنیاں جھوٹھیاں ہین اور بہتیری لعنتین اپنے ہی پر پڑتی ہین سنبھل کر قدم رکھو اور خوب پڑتال کرکے کوئی کام کرو اور خدا سے مدد مانگو کیونکہ تم اندھے ہو ایسا نہ ہو کہ عادل کو ظالم ٹھہراؤ۔ اور صادق کو کاذب خیال کرو۔ اس طرح تم اپنے خدا کو ناراض کر دو اور تمہارے سب نیک اعمال حبط ہو جاوین۔

ایسا ہی انجیل میں کہا گیا ہے کہ تم اپنے نیک کاموں کو لوگوں کے سامنے دکھلانے کیلئے نہ کرو مگر قرآن کہتا ہے کہ تم ایسا مت کرو کہ اپنے سارے کام لوگوں سے چھپاؤ بلکہ تم حسب مصلحت بعض اپنے نیک اعمال پوشیدہ طور پر بجالاؤ جبکہ تم دیکھو کہ پوشیدہ کرنا تمہاری نفس کے لئے بہتر ہے اور بعض اعمال دکھلا کر بھی کرو جبکہ تم دیکھو کہ دکھلانے میں عام لوگوں کی بھلائی ہے تا تمہیں دو بدلے ملیں اور تا کمزور لوگ کہ جو ایک نیکی کے کام پر جرأت نہیں کر سکتے وہ بھی تمہاری پیروی سے اس نیک کام کو کر لیں۔ غرض خدا نے جو اپنے کلام میں فرمایا۔ سرًّا و علانیۃ یعنے پوشیدہ بھی خیرات کرو اور دکھلا دکھلا کر بھی ان احکام کی حکمت اوس نے خود فرمادی ہے جسکا مطلب یہ ہے کہ نہ صرف قول سے لوگوں کو سمجھاؤ بلکہ فعل سے بھی تحریک کرو کیونکہ ہر ایک جگہ قول اثر نہیں کرتا بلکہ اکثر جگہ نمونہ کا بہت اثر ہوتا ہے۔

ایسا ہی انجیل میں ہے کہ جب تو دعا مانگے تو اپنی کوٹھری میں جا۔ مگر قرآن سکھاتا ہے کہ اپنی دعا کو ہر یک موقعہ پر پوشیدہ مت کرو بلکہ تم لوگوں کے روبرو اور اپنے بھائیوں کے مجمع کے ساتھ بھی کھلی طور پر دعا کیا کرو تا اگر کوئی دعا منظور ہو تو اس مجمع کیلئے ایمان کی ترقی کا موجب ہو اور تا دوسرے لوگ بھی دعا میں رغبت کریں۔

ایسا ہی انجیل میں ہے کہ تم اس طرح دعا کرو کہ اے ہمارے باپ کہ جو آسمان پر ہے تیرے نام کی تقدیس ہو۔ تیری بادشاہت آوے تیری مرضی جیسی آسمان پر ہے زمین پر آوے ہماری روزانہ روٹی آج ہمیں بخش۔ اور جس طرح ہم اپنے قرضداروں کو بخشتے ہیں تو اپنے قرض کو ہمیں بخشدے اور ہمیں آزمایش میں نہ ڈال بلکہ بُرائی سے بچا کیونکہ بادشاہت اور قدرت اور جلال ہمیشہ تیرے ہی ہیں۔ مگر قرآن کہتا ہے کہ یہ نہیں کہ زمین تقدیس سے خالی ہے بلکہ زمین پر بھی خدا کی تقدیس ہو رہی ہے نہ صرف آسمان پر جیسا کہ وہ فرماتا ہے وان من شیئ الا یسبح بحمدہ۔ یسبح للہ ما فی السموات وما فی الارض یعنی ذرہ ذرہ زمین کا اور آسمان کا خدا کی تحمید اور تقدیس کر رہا ہے اور جو کچھ انمیں ہے وہ تحمید اور تقدیس میں مشغول ہے پہاڑ اوسکی ذکر میں مشغول ہیں دریا اوسکے ذکر میں مشغول ہیں درخت اُسکے ذکر میں مشغول ہیں اور بہت سے راستباز

اسکے ذکر مین مشغول ہین اور جو شخص دل اور زبان کے ساتھہ اسکے ذکر مین مشغول نہین اور خدا کے آگے فروتنی نہین کرتا اس سے طرح طرح کے شکنجون اور عذابون سے قضا و قدر الہی فروتنی کرا رہی ہے اور جو کچھہ فرشتون کے بارے مین خدا کی کتاب مین لکھا ہے کہ وہ نہایت درجہ اطاعت کر رہے ہین یہی تعریف زمین کے پات پات اور ذرہ ذرہ کی نسبت قرآن شریف مین موجود ہے کہ ہر ایک چیز اوسکی اطاعت کر رہی ہے ایک پتہ بھی بجز اسکے امر کے گر نہین سکتا اور بجز اس کے حکم کے نہ کوئی دوا شفا دے سکتی ہے اور نہ کوئی غذا موافق ہو سکتی ہے اور ہر ایک چیز غایت درجہ کی تذلل اور عبودیت سے خدا کے آستانہ پر گری ہوئی ہے اور اُسکی فرمانبرداری مین مستغرق ہے پہاڑون اور زمین کا ذرہ ذرہ اور دریاؤن اور سمندرون کا قطرہ قطرہ اور درختون اور بوٹیون کا پات پات اور ہر ایک جُز اُن کا اور انسان اور حیوانات کے کل ذرات خدا کو پہچانتے ہین اور اسکی اطاعت کرتے ہین اور اسکی تحمید و تقدیس مین مشغول ہین اسیواسطے اللہ تعالی نے فرمایا یسبح للہ ما فی السموت وما فی الارض یعنے جیسے آسمان پر ہر ایک چیز خدا کی تسبیح و تقدیس کر رہی ہے ویسے زمین پر بھی ہر ایک چیز اُسکی تسبیح و تقدیس کرتی ہے۔ پس کیا زمین پر خدا کی تحمید و تقدیس نہین ہوتی ایسا کلمہ ایک کامل عارف کے مونہہ سے نہین نکل سکتا بلکہ زمین کی چیزون مین سے کوئی چیز تو شریعت کے احکام کی اطاعت کر رہی ہے اور کوئی چیز قضا و قدر کے احکام کے تابع ہے اور کوئی دونون کی اطاعت مین کمربستہ ہے کیا بادل کیا ہوا کیا آگ کیا زمین سب خدا کی اطاعت اور تقدیس مین محو ہین اگر کوئی انسان الٰہی شریعت کے احکام کا سرکش ہے تو الٰہی قضا و قدر کے حکم کا تابع ہے۔ ان دونون حکومتون سے باہر کوئی نہین کسی نہ کسی آسمانی حکومت کا جُوا ہر ایک کی گردن پر ہے۔ ہان البتہ انسانی دلون کی صلاح اور فساد کے لحاظ سے غفلت اور ذکر الٰہی نوبت بہ نوبت زمین پر اپنا غلبہ کرتے ہین مگر بغیر خدا کی حکمت اور مصلحت کے یہ مد و جزر خود بخود نہین خدا نے چاہا کہ زمین مین ایسا ہو سو ہو گیا سو ہدایت اور ضلالت کا دور بھی دن رات کے دور کی طرح خدا کے قانون اور اذن کے موافق چل رہا ہے نہ خود بخود باوجود اسکے ہر ایک چیز اسکی آواز سنتی ہے اور اسکی پاکی یاد کرتی ہے مگر انجیل کہتی ہے کہ زمین خدا کی تقدیس سے خالی

ہے ؟ اسکا سبب اِس انجیلی دُعا کے اگلے فقرہ مین بطور اشارہ بیان کیا گیا ہے اور وہ یہ کہ ابھی اوسمین خدا کی بادشاہت نہین آئی اِسلئے حکومت نہ ہونیکی وجہ سے نہ کسی اور وجہ سے خدا کی مرضی ایسے طور سے زمین پر نافذ نہین ہوسکی جیسا کہ آسمان پر نافذ ہے مگر قرآن کی تعلیم سراسر اسکے برخلاف ہے وہ تو صاف لفظون مین کہتا ہے کہ کوئی چور خونی - زانی - کافر فاسق - سرکش - جرایم پیشہ کسی قسم کی بدی زمین پر نہین کرسکتا جبتک کہ آسمان پر سے اُسکو اختیار نہ دیا جائے پس کیونکر کہا جائے کہ آسمانی بادشاہت زمین پر نہین کیا کوئی مخالف قبضہ زمین پر خدا کی احکام کے جاری ہونے سے مزاحم ہے سبحان اللہ ایسا ہرگز نہین بلکہ خدا نے خود آسمان پر فرشتون کے لئے جدا قانون بنایا اور زمین پر انسانون کے لئے جدا اور خدا نے اپنی آسمانی بادشاہت مین فرشتون کو کوئی اختیار نہین دیا بلکہ اون کی فطرت مین ہی اطاعت کا مادہ رکہدیا ہے وہ مخالفت کر ہی نہین سکتے اور سہو ونسیان اُنپر وارد نہین ہوسکتا لیکن انسانی فطرت کو قبول عدم قبول کا اختیار دیا گیا ہے اور چونکہ یہ اختیار اوپر سے دیا گیا ہے اِسلئے نہین کہہ سکتے کہ فاسق انسان کے وجود سے خدا کی بادشاہت زمین سے جاتی رہی بلکہ ہر رنگ مین خدا کی ہی بادشاہت ہے ہان صرف قانون دو ہین - ایک آسمانی فرشتون کے لئے قضاء وقدر کا قانون ہے کہ وہ بدی کر ہی نہین سکتے اور ایک زمین پر انسانون کیلئے خدا کے قضاء و قدر کے متعلق ہے اور وہ یہ کہ آسمان سے ان کو بدی کرنیکا اختیار دیا گیا ہے مگر جب خدا سے طاقت طلب کرین یعنی استغفار کرین تو روح القدس کی تائید سے اُنکی کمزوری دور ہوسکتی ہے اور وہ گناہ کے ارتکاب سے بچ سکتے ہین جیسا کہ خدا کے نبی اور رسول بچتے ہین اور اگر ایسے لوگ ہین کہ گنہگار ہو چکے ہین تو استغفار اُن کو یہ فائدہ پہنچاتا ہے کہ گناہ کے نتایج سے یعنی عذاب سے بچائے جاتے ہین کیونکہ نور کے آنے سے ظلمت باقی نہین رہ سکتی - اور جرائم پیشہ جو استغفار نہین کرتے یعنی خدا سے طاقت نہین مانگتے وہ اپنے جرائم کی سزا پاتے رہتے ہین - دیکھو آجکل طاعون بہی بطور سزا کے زمین پر اُتری ہے اور خدا کے سرکش اوس سے ہلاک ہوتے

جاتے ہین پہر کیونکر کہا جائے کہ خدا کی بادشاہت زمین پر نہین یہ خیال مت کرو کہ اگر زمین پر خدا کی بادشاہت ہے تو پہر لوگون سے جرائم کیون ظہور مین آتے ہین کیونکہ جرائم بہی خدا کے قانون قضاء و قدر کے نیچے ہین سو اگرچہ وہ لوگ قانون شریعت سے باہر ہو جاتے ہین مگر قانون تکوین یعنے قضاء و قدر سے وہ باہر نہین ہو سکتے پس کیونکر کہا جائے کہ جرائم پیشہ لوگ الہی سلطنت کا جوا اپنے گردن پر نہین رکہتے دیکہو اس ملک برٹش انڈیا مین چوریان بہی ہوتی ہین خون بہی ہوتے ہین زناکار اور خائن اور مرتشی وغیرہ ہر یک قسم کے جرائم پیشہ بہی پائے جاتے ہین مگر نہین کہہ سکتے کہ اس ملک مین سرکار انگریزی کا راج نہین - کیونکہ راج تو ہے مگر گورنمنٹ نے عمدًا ایسے سخت قانون کو مناسب نہین سمجہا جسکی وہشت سے لوگون پر زندگی مشکل ہو جائے ورنہ اگر گورنمنٹ تمام جرائم پیشہ کو ایک تکلیف دہ زندان مین رکہہ کر اونکو جرائم سے روکنا چاہے تو بہت آسانی سے وہ رک سکتے ہین یا اگر قانون مین سخت سزائین رکہی جائین تو ان جرائم کا انسداد ہو سکتا ہے پس تم سمجہہ سکتے ہو کہ جس قدر اس ملک مین شراب پی جاتی ہے فاحشہ عورتین بڑہتی جاتی ہین چوری اور خون کی وارداتین ہوتی ہین یہ اسلئے نہین کہ گورنمنٹ انگریزی کا یہان راج نہین بلکہ گورنمنٹ کے قانون کی نرمی نے جرائم مین کثرت پیدا کر دی ہے نہ یہ کہ گورنمنٹ انگریزی اس جگہ سے اوٹہہ گئی ہے بلکہ سلطنت کا اختیار ہے کہ قانون کو سخت کر کے اور سنگین سزائین مقرر کر کے ارتکاب جرائم سے روک دے جبکہ انسانی سلطنت کا یہ حال ہے کہ جو الہی سلطنت کے مقابل پر کچہہ بہی چیز نہین تو الہی سلطنت کس قدر اقتدار اور اختیار رکہتی ہے اگر خدا کا قانون ایسی سخت ہو جائے اور ہر یک زنا کرنیوالے پر بجلی پڑے اور ہر یک چور کو یہ بیماری پیدا ہو کہ ہاتہہ گل سڑ کر گر جائین اور ہر یک سرکش خدا کا منکر اسکے دین کا منکر طاعون سے مرے تو ایک ہفتہ گذرنے سے پہلے ہی تمام دنیا راستبازی اور نیک بختی کی چادر پہن سکتی ہے - پس خدا کی زمین پر بادشاہت تو ہے لیکن آسمانی قانون کی نرمی نے اس قدر آزادی دے رکہی ہے کہ جرائم پیشہ جلدی نہین پکڑے جاتے ہان سزائین

بھی اُلٹی رہتی ہیں۔ زلزلے آتے ہیں۔ بجلیاں پڑتی ہیں۔ کوہ آتش فشان آتشبازی کی طرح مشتعل ہوکر ہزاروں جانوں کا نقصان کرتے جاتے ہیں جہاز غرق ہوتے ہیں ریل گاڑیوں کے ذریعہ سے صدہا جانیں تلف ہوتی ہیں۔ طوفان آتے ہیں مکانات گرتے ہیں سانپ کاٹتے ہیں درندے پھاڑتے ہیں وبائیں پڑتی ہیں اور فنا کرنے کا نہ ایک دروازہ بلکہ ہزارہا دروازے کھلے ہیں جو مجرمین کی پاداش کیلئے خدا کے قانون قدرت نے مقرر کر رکھے ہیں پھر کیونکر کہا جائے کہ خدا کی زمین پر **بادشاہت نہیں** سچ یہی ہے کہ بادشاہت تو ہے ہر ایک مجرم کے ہاتھ میں ہتکڑیاں پڑی ہیں اور پاؤں میں زنجیر ہیں مگر حکمت الہی نے اس قدر اپنے قانون کو نرم کر دیا ہے کہ وہ ہتکڑیاں اور وہ زنجیریں فی الفور اپنا اثر نہیں دکھاتی ہیں اور آخر اگر انسان باز نہ آوے تو دائمی جہنم تک پہنچاتی ہیں اور اُس عذاب میں ڈالتی ہیں جس سے ایک مجرم نہ زندہ رہے اور نہ مرے۔ غرض قانون **دو ہیں ایک** وہ قانون جو فرشتوں کے متعلق ہے یعنی یہ کہ وہ محض اطاعت کیلئے پیدا کئے گئے ہیں اور انکی اطاعت محض فطرت روشن کا ایک خاصہ ہے وہ گناہ نہیں کر سکتے مگر نیکی میں ترقی بھی نہیں کر سکتے (۲) دوسرا قانون وہ ہے جو انسانوں کے متعلق ہے یعنی یہ کہ انسانوں کی فطرت میں یہ رکھا گیا ہے کہ وہ گنہ کر سکتے ہیں مگر نیکی میں ترقی بھی کر سکتے ہیں یہ دونوں فطرتی قانون غیر متبدل ہیں اور جیسا کہ فرشتہ انسان نہیں بن سکتا ہے ایسا ہی انسان بھی فرشتہ نہیں ہو سکتا ہے یہ دونوں قانون بدل نہیں سکتے ازلی اور اٹل ہیں اسلئے آسمان کا قانون زمین پر نہیں آسکتا اور نہ زمین کا قانون فرشتوں کے متعلق ہو سکتا ہے۔ انسانی خطاکاریاں اگر توبہ کے ساتھ ختم ہوں تو وہ انسان کو فرشتوں سے بہت اچھا بنا سکتی ہیں کیونکہ فرشتوں میں ترقی کا مادہ نہیں انسان کے گنہ توبہ سے بخشے جاتے ہیں اور حکمت الہی نے بعض افراد میں سلسلہ خطاکاریوں کا باقی رکھا ہے تا وہ گناہ کر کے اپنی کمزوری پر اطلاع پاویں اور پھر توبہ کر کے بخشے جاویں یہی قانون ہے جو انسان کے لئے مقرر کیا گیا ہے اور اسی کو انسانوں کی فطرت چاہتی ہے سہو و نسیان انسانی فطرت کا خاصہ ہے فرشتہ کا خاصہ نہیں پھر وہ قانون جو فرشتوں کے

متعلق ہے انسانوں میں کیونکر نافذ ہو سکے۔ یہ خطا کی بات ہے کہ خدا تعالیٰ کی طرف کمزوری منسوب کی جاوے صرف قانون کے نتائج ہیں جو زمین پر جاری ہو رہے ہیں نعوذ باللہ کیا خدا ایسا کمزور ہے جسکی بادشاہت اور قدرت اور جلال صرف آسمان تک ہی محدود ہے یا زمین کا کوئی اور خدا ہے جو زمین پر مخالفانہ قبضہ رکھتا ہے اور عیسائیوں کو اس بات پر زور دینا اچھا نہیں کہ **صرف آسمان** میں ہی خدا کی بادشاہت ہے جو ابھی زمین پر نہیں آئی کیونکہ وہ اس بات کے قائل ہیں کہ آسمان کچھہ چیز نہیں اب ظاہر ہے کہ جبکہ آسمان کچھہ چیز نہیں جسپر خدا کی بادشاہت ہو اور زمین پر ابھی خدا کی بادشاہت آئی نہیں تو گویا خدا کی بادشاہت کسی جگہ بھی نہیں۔ ماسوا اسکے ہم خدا کی زمینی بادشاہت کو بچشم خود دیکہہ رہے ہیں اُسکے قانون کے موافق ہماری عمریں ختم ہو جاتی ہیں اور ہماری حالتیں بدلتی رہتی ہیں اور صدہا رنگ کے راحت اور رنج ہم دیکھتے ہیں ہزارہا لوگ خدا کے حکم سے مرتے ہیں اور ہزارہا پیدا ہوتے ہیں دعائیں قبول ہوتی ہیں نشان ظاہر ہوتے ہیں زمین ہزارہا قسم کے نباتات اور پہل اور پہول اسکے حکم سے پیدا کرتی ہے تو کیا یہ سب کچھہ خدا کی بادشاہت کے بغیر ہو رہا ہے بلکہ آسمانی اجرام تو ایک ہی صورت اور منوال پر چلے آتے ہیں اور اُن میں تغییر تبدیل جس سے ایک متغیر مبدل کا پتہ ملتا ہو کچھہ محسوس نہیں ہوتی مگر زمین ہزارہا تغیرات اور انقلابات اور تبدلات کا نشانہ ہو رہی ہے ہر روز کروڑہا انسان دُنیا سے گذرتے ہیں اور کروڑہا پیدا ہوتے ہیں اور ہر ایک پہلو اور ہر ایک طور سے ایک مقتدر صانع کا تصرف محسوس ہو رہا ہے تو کیا ابھی تک خدا کی بادشاہت زمین پر نہیں اور انجیل نے اسپر کوئی دلیل پیش نہیں کی کہ کیوں ابھی تک خدا کی بادشاہت زمین پر نہیں آئی۔ البتہ مسیح کا باغ میں اپنے بچ جانیکے لئے ساری رات دعا کرنا اور دعا قبول بھی ہو جانا جیسا کہ عبرانیاں ۵ ۔ آیت ۷ میں لکھا ہے مگر پہر بھی خدا کا اُسکے چھڑانے پر قادر نہ ہونا یہ بزعم عیسائیاں ایک دلیل ہو سکتی ہے کہ اُس زمانہ میں خدا کی بادشاہت زمین پر نہیں تھی مگر ہمنے اس سے بڑہکر ابتلاء دیکھے ہیں اور اُن سے **نجات پائی** ہے ہم کیونکر خدا کی بادشاہت کا **انکار کر سکتے ہیں** کیا وہ خون کا مقدمہ جو میرے قتل کرنیکے لئے مارٹن کلارک کیطرف

سے عدالت کپتان ڈگلس مین پیش ہوا تہا وہ اوس مقدمہ سے کچھہ خفیف تہا جو محض مذہبی اختلاف کی وجہ سے نہ کسی خون کے اتہام سے یہودیون کی طرف سے عدالت پیلاطوس مین دائر کیا گیا تہا مگر چونکہ خدا زمین کا بہی بادشاہ ہے جیسا کہ آسمان کا اسلیئے اُس نے اس مقدمہ کی پہلے سے مجہے خبر دیدی کہ یہہ ابتلا آنیوالا ہے اور پہر خبر دیدی کہ مین تمکو بری کرونگا اور وہ خبر صدہا انسانون کو قبل از وقت سنائی گئی اور آخر مجہے بری کیا گیا پس یہ خدا کی بادشاہت تہی جس نے اس مقدمہ سے مجہے بچا لیا جو مسلمانون اور ہندوؤن اور عیسائیون کے اتفاق سے مجہہ پر کہڑا کیا گیا تہا ایسا ہی نہ ایک دفعہ بلکہ بیسیون دفعہ مینے خدا کی بادشاہت کو زمین پر دیکہا اور مجہے خدا کی اس آیت پر ایمان لانا پڑا کہ لہٗ ملک السموات والارض یعنی زمین پر بہی خدا کی بادشاہت ہے اور آسمان پر بہی۔ اور پہر اس آیت پر ایمان لانا پڑا کہ انّما امرہ اذا اراد شیئًا ان یقول لہ کن فیکون یعنی تمام زمین و آسمان اُسکی اطاعت کر رہی ہے جب ایک کام کو چاہتا ہے تو کہتا ہے کہ ہو جا تو فی الفور وہ کام ہو جاتا ہے اور پہر فرماتا ہے واللہ غالب علیٰ امرہ ولکن اکثر الناس لا یعلمون یعنے خدا اپنے ارادہ پر غالب ہے مگر اکثر لوگ خدا کے قہر اور جبروت سے بیخبر ہین غرض یہ تو انجیل کی دعا ہے جو انسانوں کو خدا کی رحمت سے نومید کرتی ہے اور اسکی ربوبیت اور افاضہ اور جزا سزا سے عیسائیون کو بیباک کرتی ہے اور اسکو زمین پر مدد دینے کے قابل نہین جانتی جبتک اسکی بادشاہت زمین پر نہ آوے لیکن اسکے مقابل پر جو دعا خدا نے مسلمانون کو قرآن مین سکہلائی ہے وہ اِس بات کو پیش کرتی ہے کہ زمین پر خدا مسلوب السلطنت لوگون کیطرح بیکار نہین ہے بلکہ اسکا سلسلہ ربوبیت اور رحمانیت اور رحیمیت اور مجازات زمین پر جاری ہے اور وہ اپنے عابدون کو مدد دینے کی طاقت رکہتا ہے اور مجرمون کو اپنے غضب سے ہلاک کر سکتا ہے وہ دُعا یہ ہے

الحمد للہ رب العالمین الرحمن الرحیم مٰلک یوم الدین ایاک نعبد وایاک نستعین اھدنا الصراط المستقیم صراط الذین انعمت علیھم غیر المغضوب علیھم ولا الضالین۔ آمین۔ ترجمہ

وہ خدا ہی ہے جو تمام تعریفوں کا مستحق ہے یعنی اسکی بادشاہت میں کوئی نقص نہیں اور اسکی خوبیون کے لئے کوئی ایسی حالت منتظرہ باقی نہیں جو آج نہیں مگر کل حاصل ہوگی اور اسکی بادشاہت کے لوازم میں سے کوئی چیز بیکار نہیں تمام عالمون کی پرورش کر رہا ہے بغیر عوض اعمال کے رحمت کرتا ہے اور نیز بعوض اعمال رحمت کرتا ہے جزا سزا وقت مقرر پر دیتا ہے اُسی کی ہم عبادت کرتے ہین اور اُسی سے ہم مدد چاہتے ہین اور دعا کرتے ہین کہ ہمین تمام نعمتون کی راہین دکھلا اور غضب کی راہون اور ضلالت کی راہون سے دور رکھہ +

یہ دعا جو سورۃ فاتحہ مین ہے انجیل کی دعا سے بالکل نقیض ہے کیونکہ انجیل مین زمین پر خدا کی موجودہ بادشاہت ہونے سے انکار کیا گیا ہے پس انجیل کے رو سے نہ زمین پر خدا کی ربوبیت کچھہ کام کر رہی ہے نہ رحمانیّت نہ رحیمیّت نہ قدرت جزا سزا کیونکہ ابھی زمین پر خدا کی بادشاہت نہیں آئی۔ مگر سورۃ فاتحہ سے معلوم ہوتا ہے کہ زمین پر خدا کی بادشاہت موجود ہے اسی لئے سورۃ فاتحہ مین تمام لوازم بادشاہت کے بیان کئے گئے ہین ظاہر ہے کہ بادشاہ مین یہ صفات ہونی چاہئین کہ وہ لوگون کی پرورش پر قدرت رکھتا ہو سو سورۃ فاتحہ مین رب العالمین کے لفظ سے اس صفت کو ثابت کیا گیا ہے۔ پھر دوسری صفت بادشاہ کی یہ چاہئے کہ جو کچھہ اسکی رعایا کو اپنی آبادی کے لئے ضروری سامان کی حاجت ہے وہ بغیر عوض اُنکی خدمات کے خود رحم خسروانہ سے بجا لاوے سو الرحمٰن کے لفظ سے اِس صفت کو ثابت کر دیا ہے۔ تیسری صفت بادشاہ مین یہ چاہئے کہ جن کامون کو اپنی کوشش سے رعایا انجام تک نہ پہنچا سکے انکے انجام کیلئے مناسب طور پر مدد دے سو الرحیم کے لفظ سے اس صفت کو ثابت کیا ہے چوتھی صفت بادشاہ مین یہ چاہئے کہ جزا و سزا پر قادر ہو تا سیاست مدنی کے کام مین خلل نہ پڑے سو مالک یوم الدین کی لفظ سے اس صفت کو ظاہر کر دیا ہے۔ خلاصہ کلام یہ کہ سورۃ موصوفہ بالا نے تمام وہ لوازم بادشاہت پیش کئے ہین جن سے ثابت ہوتا ہے کہ زمین پر خدا کی بادشاہت اور بادشاہی تصرّفات موجود ہین چنانچہ اُسکی ربوبیت بھی موجود اور رحمانیت بھی موجود اور رحیمیت بھی موجود اور سلسلہ امداد بھی موجود اور سلسلہ سزا بھی موجود غرض جو کچھہ بادشاہت کے لوازم مین سے ہوتا ہے زمین پر سب کچھہ خدا کا موجود ہے اور ایک ذرہ بھی اُس کے حکم سے باہر نہین

ہر ایک جزا اوسکے ہاتھ مین ہے ہر ایک رحمت اُسکے ہاتھ مین ہے مگر انجیل یہ دعا سکھلاتی
ہے کہ ابہی خدا کی بادشاہت تم مین نہین آئی اوس کے آنے کے لئے خدا سے دعا مانگا
کرو تا وہ آجائے یعنی ابہی تک ان کا خدا زمین کا مالک اور بادشاہ نہین اِس لئے
ایسے خدا سے کیا امید ہو سکتی ہے سُنو اور سمجھو کہ بڑی معرفت یہی ہے کہ زمین کا ذرہ
ذرہ بہی ایسا ہی خدا کے قبضہ اقتدار مین ہے جیسا کہ آسمان کا ذرہ ذرہ خدا کی بادشاہت
مین ہے اور جیسا کہ آسمان پر ایک عظیم الشان تجلی ہے زمین پر بہی ایک عظیم الشان تجلی
ہے بلکہ آسمان کی تجلی تو ایک ایمانی امر ہے عام انسان نہ آسمان پر گئے نہ اوس کا
مشاہدہ کیا مگر زمین پر جو خدا کی بادشاہت کی تجلی ہے وہ تو صریح ہر ایک شخص کو آنکھون
سے نظر آرہی ہے ہر ایک انسان خواہ کیسا ہی دولتمند ہو اپنی خواہش کے مخالف موت
کا پیالہ پیتا ہے پس دیکھو اس شاہ حقیقی کے حکم کی کیسی زمین پر تجلی ہے کہ جب حکم آجاتا
ہے تو کوئی ابہی موت کو ایک سکینڈ بہی روک نہین سکتا۔ ہر ایک خبیث اور ناقابل علاج
مرض جب دامنگیر ہوتی ہے تو کوئی طبیب ڈاکٹر اسکو دور نہین کر سکتا۔ پس غور کرو یہ کیسی
خدا کی بادشاہت کی زمین پر تجلی ہے جو اُسکے حکم ردّ نہین ہو سکتے۔ پہر کیونکر کہا جائے
کہ زمین پر خدا کی بادشاہت نہین بلکہ آیندہ کسی زمانہ مین آئیگی دیکھو اسی زمانہ مین خدا
کے آسمانی حکم نے طاعون کے ساتہہ زمین کو ہلا دیا تا اسکے مسیح موعود کے لئے ایک
نشان ہو پس کون ہے جو اسکی مرضی کے سوا اسکو دور کر سکے پس کیونکر کہہ سکتے ہین کہ
ابہی زمین پر خدا کی بادشاہت نہین۔ ہان ایک بدکار قیدیون کی طرح اسکی زمین مین
زندگی بسر کرتا ہے اور وہ چاہتا ہے کہ کبہی نہ مرے لیکن خدا کی سچی بادشاہت اُسکو
ہلاک کر دیتی ہے اور وہ آخر پنجہ ملک الموت مین گرفتار ہو جاتا ہے پہر کیونکر کہہ سکتے ہین
کہ ابہی تک خدا کی زمین پر بادشاہت نہین۔ دیکھو زمین پہ ہر روز خدا کے حکم سے ایک
ساعت مین کروڑہا انسان مرجاتے ہین اور کروڑہا اوس کے ارادہ سے پیدا ہوجاتے ہین
اور کروڑہا اوسکی مرضی سے فقیر سے امیر اور امیر سے فقیر ہو جاتے ہین پہر کیونکر کہہ سکتے ہین

کہ ابھی تک زمین پر خدا کی بادشاہت نہیں آسمانوں پر تو صرف فرشتے رہتے ہیں مگر زمین پر آدمی بھی ہیں اور فرشتے بھی جو خدا کے کارکن اور اسکی سلطنت کے خادم ہیں جو انسانوں کے مختلف کاموں کے محافظ چھوڑے گئے ہیں اور وہ ہر وقت خدا کی اطاعت کرتے ہیں اور اپنی رپورٹیں بھیجتے رہتے ہیں پس کیونکر کہہ سکتے ہیں کہ زمین پر خدا کی بادشاہت نہیں بلکہ خدا سب سے زیادہ اپنی زمینی بادشاہت سے ہی پہچانا گیا ہے کیونکہ ہر ایک شخص خیال کرتا ہے کہ آسمان کا راز مخفی اور غیر مشہود ہے بلکہ حال کے زمانہ میں قریباً تمام عیسائی اور اُن کے فلاسفر آسمانوں کے وجود کے ہی قائل نہیں جن پر خدا کی بادشاہت کا انجیلوں میں سارا مدار رکھا گیا ہے مگر زمین تو فی الواقع ایک کرہ ہماری پاؤں کے نیچے ہے اور ہزارہا قضاء و قدر کے امور اسپر ایسے ظاہر ہو رہے ہیں جو خود سمجھ آتا ہے کہ یہ سب کچھ تغیر و تبدل اور حدوث اور فنا کسی خاص مالک کے حکم سے ہو رہا ہے پھر کیونکر کہا جائے کہ زمین پر ابھی خدا کی بادشاہت نہیں بلکہ ایسی تعلیم ایسے زمانہ میں جبکہ عیسائیوں میں آسمانوں کا بڑے زور سے انکار کیا گیا ہے نہایت نامناسب ہے کیونکہ انجیل کی اس دعا میں تو قبول کر لیا گیا ہے کہ ابھی زمین پر خدا کی بادشاہت نہیں اور دوسری طرف تمام محققین عیسائیوں نے سچے دل سے یہ بات مان لی ہے یعنی اپنی تحقیقات جدیدہ سے یہ فیصلہ کر لیا ہے کہ آسمان کچھ چیز ہی نہیں اُن کا کچھ وجود ہی نہیں پس ماحصل یہ ہوا کہ خدا کی بادشاہت نہ زمین میں ہے نہ آسمان میں آسمانوں سے تو عیسائیوں نے انکار کیا اور زمین کی بادشاہت سے اُنکی انجیل نے خدا کو جواب دیا تو اب بقول ان کے خدا کے پاس نہ زمین کی بادشاہت رہی نہ آسمان کی مگر ہمارے خدائے عزوجل نے سورۃ فاتحہ میں نہ آسمان کا نام لیا نہ زمین کا نام اور یہ کہکر حقیقت سے ہمیں خبر دے دی کہ وہ **رب العالمین** ہے یعنی جہاں تک آبادیاں[+] ہیں اور جہاں تک کسی قسم کی مخلوق کا وجود موجود ہے خواہ اجسام خواہ ارواح اُن سب کا پیدا کرنیوالا اور پرورش کرنیوالا خدا ہے جو ہر وقت اُنکی پرورش کرتا ہے اور ان کے مناسب حال ان کا انتظام کر رہا ہے

+ دیکھو یہ لفظ رب العالمین کیسا جامع کلمہ ہے اگر ثابت ہو کہ اجرام فلکی میں آبادیاں ہیں تب بھی وہ آبادیاں اس کلمہ کے نیچے آئیں گی۔ منہ

اور تمام عالمون پر ہر وقت ہر دم اسکا سلسلۂ ربوبیت اور رحمانیت اور رحیمیت اور جزا سزا کا جاری ہے - اور یاد رہے کہ سورہ فاتحہ مین فقرہ **مٰلِكِ يَوْمِ الدِّيْنِ** سے صرف یہ مراد نہین ہے کہ قیامت کو جزا سزا ہوگی بلکہ قرآن شریف مین بار بار اور صاف صاف بیان کیا گیا ہے کہ قیامت تو مجازات کبریٰ کا وقت ہے مگر ایک قسم کی مجازات اسی دُنیا مین شروع ہے جسکی طرف آیہ یجعل لکم فرقانا اشارہ کرتی ہے - اب یہ بات بھی سُننو کہ انجیل کی دعا مین تو ہر روزہ روٹی مانگی گئی ہے جیسا کہ کہا کہ ہماری روزانہ روٹی آج ہمین بخش" مگر تعجب کہ جسکی ابھی تک زمین پر بادشاہت نہین آئی وہ کیونکر روٹی دیسکتا ہے ابھی تک تو تمام کھیت اور تمام پھل نہ اُسکے حکم سے بلکہ خود بخود پکتے ہین اور خود بخود بارشین ہوتی ہین اُسکا کیا اختیار ہے کہ کسیکو روٹی دے جب بادشاہت زمین پر آجائیگی تب اُس سے روٹی مانگنی چاہیئے ابھی تو وہ ہر ایک ملکی چیز سے **بیدخل** ہے جب اس جائداد پر پورا قبضہ پائیگا تب کسیکو روٹی دے سکتا ہے اور اسوقت اس سے مانگنا بھی نازیبا ہے اور پھر اسکے بعد یہ قول کہ جس طرح ہم اپنے قرضدار ون کو بخشتے ہین **تو اپنے قرض** کو ہمین بخش دے اس صورت مین یہ بھی صحیح نہین ہے کیونکہ زمین کی بادشاہت ابھی اُسکو حاصل نہین اور ابھی عیسائیون نے کچھ اسکے ہاتھ سے لیکر کھایا نہین تو پھر قرضہ کونسا ہوا - پس ایسے تہیدست خدا سے قرضہ بخشوانے کی کچھ ضرورت نہین اور نہ اس سے کچھ خوف ہے کیونکہ زمین پر ابھی اسکی بادشاہت نہین اور نہ اُسکی حکومت کا تازیانہ کوئی رعب بٹھلا سکتا ہے - کیا مجال کہ وہ کسی مجرم کو سزا دے سکے یا موسیٰ کے زمانہ کی نافرمان قوم کی طرح طاعون سے ہلاک کر سکے یا قوم لوط کی طرح ان پر پتھر برسا سکے یا زلزلہ یا بجلی یا کسی اور عذاب سے نافرمانون کو نابود کر سکے کیونکہ ابھی خدا کی **زمین پر بادشاہت نہین** پس چونکہ عیسائیون کا خدا ایسا ہی کمزور ہے جیسا کہ اسکا **بیٹا** کمزور تھا اور ایسا ہی بیدخل ہے جیسا اسکا بیٹا بیدخل تھا تو پھر اُس سے ایسی دعائین مانگنا لاحاصل ہین کہ ہمین **قرض بخشدے** اُس نے کب قرض دیا تھا جو بخش دے کیونکہ ابھی تک تو اسکی **زمین کی بادشاہت** نہین جبکہ اسکی زمین پر بادشاہت

ہی نہین تو زمین کی روئیدگی اُسکے حکم سے نہین اور زمینی چیزین اسکی نہین بلکہ خود بخود ہی
ہین کیونکہ اوسکا زمین پر حکم نافذ نہین اور جبکہ زمین پر وہ فرمانروا اور بادشاہ نہین اور کوئی
زمینی آسائش اُسکے شاہانہ حکم سے نہین تو اُسکو سزا کا نہ اختیار ہے نہ حق حاصل۔ لہذا ایسا کمزور اپنا
خدا بنانا اور اس سے زمین پر رہکر کسی کارروائی کی امید رکھنا **حماقت** ہے کیونکہ ابھی اُسکی
زمین پر بادشاہی نہین۔ لیکن سورۃ فاتحہ کی دعا ہمین سکھلاتی ہے کہ خدا کو زمین پر ہر وقت وہی
اقتدار حاصل ہے جیسا کہ اور عالمون پر اقتدار حاصل ہے اور سورۃ فاتحہ کے سر پر خدا کے
اُن کامل اقتداری صفات کا ذکر ہے جو دنیا مین کسی دوسری کتاب نے ایسی صفائی سے ذکر نہین
کیا جیسا کہ اللہ تعالی فرماتا ہے کہ وہ رحمان ہے وہ رحیم ہے وہ مالک یوم الدین ہے پھر اس
سے دعا مانگنے کی تعلیم کی ہے اور دعا جو مانگی گئی ہے وہ مسیح کی تعلیم کردہ دعا کیطرح صرف
ہر روزہ روٹی کی درخواست نہین بلکہ جو جو انسانی فطرت کو ازل سے استعداد بخشی گئی ہے
اور اسکو پیاس لگا دی گئی ہے وہ دعا سکھلائی گئی ہے اور وہ یہ ہے اِهْدِنَا الصِّرَاطَ
الْمُسْتَقِيمَ صِرَاطَ الَّذِينَ أَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ یعنے اے ان کامل صفتون کے مالک
اور ایسے فیاض کہ ذرہ ذرہ تجھہ سے پرورش پاتا ہے اور تیری رحمانیت اور رحیمیت اور قدرت
جزا سزا سے تمتع اُٹھاتا ہے تو ہمین گذشتہ راستبازون کا وارث بنا اور ہر ایک نعمت جو اُنکو
دی ہے ہمین بھی دے اور ہمین بچا کہ ہم نافرمان ہوکر مورد غضب نہ ہو جائین اور ہمین بچا کہ
ہم تیری مدد سے بے نصیب رہکر گمراہ نہ ہو جاوین۔ آمین ❊

اب اس تمام تحقیقات سے انجیل کی دعا اور قران کی دعا مین فرق ظاہر ہو گیا کہ انجیل
تو خدا کی بادشاہت آنیکا ایک وعدہ کرتی ہے مگر قرآن بتلاتا ہے کہ خدا کی بادشاہت تم مین
موجود ہے نہ صرف موجود بلکہ عملی طور پر تم پر فیض بھی جاری ہین غرض انجیل مین فقط صرف ایک وعدہ
ہی ہے مگر قران نہ محض وعدہ بلکہ قائم شدہ بادشاہت اور اسکے فیوض کو دکھلا رہا ہے اب قران
کی فضیلت اس سے ظاہر ہے کہ وہ اُس خدا کو پیش کرتا ہے جو اسی زندگی دنیا مین راستبازون
کا منجی اور آرام دہ ہے اور کوئی نفس اُسکے فیض سے خالی نہین بلکہ ہر ایک نفس پر حسب

اس کے ربوبیت اور رحمانیت اور رحیمیت کا فیض جاری ہے مگر انجیل اس خدا کو پیش کرتی ہے جو ابھی اسکی بادشاہت دُنیا مین نہین آئی صرف وعدہ ہے اب سوچ لو کہ عقل کسکو قابل پیروی سمجھتی ہے حافظ شیرازی نے سچ کہا ہے ؎

مرید پیر مغانم ز من مرنج اے شیخ ✦ چرا کہ وعدہ تو کردی واو بجا آورد

اور انجیلون مین حلیمون ۔غریبون ۔مسکینون کی تعریف کی گئی ہے اور نیز اُن کی تعریف جو سُنائی جاتے ہین اور مقابلہ نہین کرتے مگر قرآن صرف یہی نہین کہتا کہ تم ہر وقت مسکین بنے رہو اور شر کا مقابلہ نہ کرو بلکہ کہتا ہے کہ حلم اور مسکینی اور غربت اور ترک مقابلہ اچھا ہے مگر اگر بے محل استعمال کیا جائے تو بُرا ہے پس تم محل اور موقعہ کو دیکھکر ہر ایک نیکی کرو کیونکہ وہ نیکی بدی ہے جو محل اور موقعہ کے برخلاف ہے جیسا کہ تم دیکھتے ہو کہ مینہ کستقدر عمدہ اور ضروری چیز ہے لیکن اگر وہ بیموقعہ ہو تو وہی تباہی کا موجب ہو جاتا ہے تم دیکھتے ہو کہ ایک ہی سرد غذا یا گرم غذا کی مداومت سے تمہاری صحت قایم نہیں رہ سکتی بلکہ صحت تبہی قایم رہیگی جب موقعہ اور محل کے موافق تمہارے کہانے اور پینے کی چیزون مین تبدیلی ہوتی رہے پس درشتی اور نرمی اور عفو اور انتقام اور دُعا اور بددُعا اور دوسرے اخلاق مین جو تمہارے لئے مصلحت وقت ہو وہ بھی ایسی تبدیلی کو چاہتی ہے اعلیٰ درجہ کے حلیم اور خلیق بنو لیکن نہ بے محل اور بیموقعہ اور ساتہہ اسکے یہ بھی یاد رکہو کہ حقیقی اخلاق فاضلہ جنکے ساتہہ نفسانی اغراض کی کوئی زہریلی آمیزش نہین وہ اوپر سے بذریعہ روح القدس آتے ہیں سو تم ان اخلاق فاضلہ کو محض اپنی کوششون سے حاصل نہین کر سکتے جبتک تم کو اوپر سے وہ اخلاق عنایت نہ کئے جائین اور ہر ایک جو آسمانی فیض سے بذریعہ روح القدس اخلاق کا حصہ نہین پاتا وہ اخلاق کے دعوی مین جہوٹا ہے اور اسکے پانی کے نیچے بہت سا کیچڑ ہے اور بہت سا گوبر ہے جو نفسانی جوشون کے وقت ظاہر ہوتا ہے سو تم خدا سے ہر وقت قوت مانگو جو اُس کیچڑ اور اُس گوبر سے تم نجات پاؤ اور روح القدس تم مین سچی طہارت اور لطافت پیدا کرے۔ یاد رکہو کہ سچے اور پاک اخلاق راستبازون کا معجزہ ہے جنمین کوئی غیر شریک نہین کیونکہ وہ جو خدا

مین محو نہین ہوتے وہ اوپر سے قوت نہیں پاتے اسلئے اُنکے لئے ممکن نہین کہ وہ
پاک اخلاق حاصل کر سکین سو تم اپنے خدا سے صاف بڑا پیدا کرو ٹھٹھا ہنسی کینہ وری
گندہ زبانی لالچ جہوٹھہ بدکاری بدنظری بدخیالی دنیا پرستی تکبر۔غرور۔خود پسندی شرارت
کج بحثی سب چھوڑ دو۔ پہر یہ سب کچھہ تمہین آسمان سے ملیگا۔ جبتک وہ طاقت بالا جو تمہین اوپر
کی طرف کہینچ کر لیجائے تمہارے شامل حال نہ ہو اور روح القدس جو زندگی بخشتا ہے تم مین داخل
نہ ہو تب تک تم بہت ہی کمزور اور تاریکی مین پڑے ہوئے ہو بلکہ ایک مُردہ ہو جسمین جان
نہین اس حالت مین نہ تو تم کسی مصیبت کا مقابلہ کر سکتے ہو نہ اقبال اور دولتمندی
کی حالتمین کبر اور غرور سے بچ سکتے ہو اور ہر ایک پہلو سے تم شیطان اور نفس کے مغلوب ہو
سو تمہارا علاج تو درحقیقت ایک ہی ہے کہ روح القدس جو خاص خدا کے ہاتہہ سے اُترتی ہے
تمہارا مونہہ نیکی اور راستبازی کی طرف پھیر دے تم ابناء السماء بنو نہ ابناء الارض اور روشنی
کے وارث بنو نہ تاریکی کے عاشق تا تم شیطان کی گذرگاہون سے امن مین آجاؤ کیونکہ
شیطان کو ہمیشہ رات سے غرض ہے دن سے کچھہ غرض نہین کیونکہ وہ پورانا چور ہے جو
تاریکی میں قدم رکھتا ہے۔

سورۃ فاتحہ نری تعلیم ہی نہین بلکہ اسمین ایک بڑی پیشگوئی بھی ہے اور وہ یہ
کہ خدا نے اپنی چارون صفات ربوبیت۔ رحمانیت۔ رحیمیت۔ مالکیت یوم الدین یعنے
اقتدار جزا سزا کا ذکر کرکے اور اپنی عام قدرت کا اظہار فرما کر پھر اسکے بعد کی آیتو نمین یہ دُعا
سکہلائی ہے کہ خدایا ایسا کر کہ گذشتہ راستباز نبیون رسولون کے ہم وارث ٹھہرائے جائین اُنکی
راہ ہمپر کھولی جائے اُنکی نعمتین ہمکو دی جائین خدایا ہمین اِس سے بچا کہ ہم اس قوم مین سے
ہو جائین جنپر دُنیا مین ہی تیرا عذاب نازل ہوا یعنی یہود جو حضرت عیسیٰ مسیح کے وقت مین
تہی جو طاعون سے ہلاک کی گئی۔ خدایا ہمین اس سے بچا کہ ہم اُس قوم مین سے ہو جائین جنکی
شامل حال تیری رہنمائی نہ ہوئی اور وہ گمراہ ہوگئی یعنی نصاریٰ اس دعا مین یہ پیشگوئی
مخفی ہے کہ بعض مسلمانون مین سے ایسے ہونگے کہ وہ اپنے صدق وصفا کی وجہ سے پہلے

نبیون کے وارث ہوجائینگے اور نبوت اور رسالت کی نعمتین پائینگے اور بعض ایسے ہونگے کہ وہ یہودی صفت ہوجائینگے جنپر دنیا مین ہی عذاب نازل ہوگا اور بعض ایسے ہونگے کہ وہ عیسائیت کا جامہ پہن لین گے۔ کیونکہ خدا کی کلام مین یہ سنت مستمرہ ہے کہ جب ایک قوم کو ایک کام سے منع کیا جاتا ہے تو ضرور بعض انمین سے ایسے ہوتے ہین کہ خدا کے علم مین اُس کام کے مرتکب ہونے والے ہوتے ہین اور بعض ایسے ہوتے ہین کہ وہ نیکی اور سعادت کا حصہ لیتے ہین ابتدا دنیا سے اخیر تک جسقدر خدا نے کتابین بھیجیں اُن تمام کتابون مین خدا تعالیٰ کی یہ قدیم سنت ہے کہ جب وہ ایک قوم کو ایک کام سے منع کرتا ہے یا ایک کام کی رغبت دیتا ہے تو اسکے علم مین یہ مقدر ہوتا ہے کہ بعض اُس کام کو کرینگے اور بعض نہین۔ پس یہ سورۃ پیشگوئی کر رہی ہے کہ کوئی فرد اس اُمت مین سے کامل طور پر نبیون کے رنگ مین ظاہر ہوگا تا وہ پیشگوئی جو آیت صراط الذین انعمت علیہم سے مستنبط ہوتی ہے وہ اکمل اور اتم طور پر پوری ہوجائے۔ اور کوئی گروہ انمین سے ان یہودیون کے رنگ مین ظاہر ہوگا جنپر حضرت عیسیٰ نے لعنت کی تھی اور وہ عذاب الٰہی مین مبتلا ہوئے تھے تا وہ پیشگوئی جو آیت غیر المغضوب علیہم سے مستنبط ہوتی ہے ظہور پذیر ہو۔ اور کوئی گروہ انمین سے عیسائیون کے رنگ مین ہوجائیگا عیسائی بنجائیگا جو خدا کی رہنمائی سے بوجہ اپنی شراب خواری اور اباحت اور فسق و فجور کے بے نصیب ہوگئے تا وہ پیشگوئی جو آیت ولا الضالین سے مترشح ہو رہی ہے ظاہر ہوجائے۔ اور چونکہ یہ بات مسلمانون کے عقیدہ مین داخل ہے کہ آخری زمانہ مین ہزارہا مسلمان کہلانے والے یہودی صفت ہوجائینگے اور قرآن شریف کی کئی ایک مقامات مین بھی یہ پیشگوئی موجود ہے اور صدہا مسلمانون کا عیسائی ہوجانا یا عیسائیون کی سی بے قید اور آزاد زندگی اختیار کرنا خود مشہود اور محسوس ہو رہا ہے بلکہ بہت سے لوگ مسلمان کہلانے والے ایسے ہین کہ وہ عیسائیون کی طرز معاشرت پسند کرتے ہین اور مسلمان کہلا کر نماز روزہ اور حلال اور حرام کے احکام کو بُری نفرت کی نگاہ سے دیکھتے ہین اور یہ دونون فرقے یہودی صفت

اور عیسائی صفت اس ملک مین پھیلے ہوئے نظر آتے ہین تو یہ دو پیشگوئیان سورۃ فاتحہ کی تو تم پوری ہوتی دیکھہ چکے ہو اور بچشم خود مشاہدہ کر چکے ہو کہ کسقدر مسلمان یہودی صفت اور کس قدر عیسائیون کے لباس مین ہین - تو اب تیسری پیشگوئی خود ماننے کے لایق ہے کہ جیسا کہ مسلمانون نے یہودی عیسائی بننے سے یہود نصاریٰ کی بدی کا حصہ لیا ایسا ہی انکا حق تہا کہ بعض افراد انکے اُن مقدس لوگون کے مرتبہ اور مقام سے بھی حصہ لین جو بنی اسرائیل مین گذر چکے ہین یہ خدا تعالیٰ پر بدظنی ہے کہ اس نے مسلمانون کو یہود نصاریٰ کی بدی کا تو حصہ دار ٹھہرا دیا ہے یہانتک کہ انکا نام یہود بھی رکھدیا مگر انکے رسولون اور نبیوں کے مراتب مین سے اس امت کو کوئی حصہ نہ دیا پھر یہ امت خیر الامم کس وجہ سے ہوئی بلکہ شر الامم ہوئی کہ ہر ایک نمونہ شر کا انکو ملا مگر نیکی کا نمونہ نہ ملا - کیا ضرور نہین کہ اس امت مین بھی کوئی نبیون اور رسولون کے رنگ مین نظر آوے جو بنی اسرائیل کے تمام نبیون کا وارث اور اُن کا ظل ہو - کیونکہ خدا تعالیٰ کی رحمت سے بعید ہے کہ وہ اس امت مین اس زمانہ مین ہزارہا یہودی صفت لوگ تو پیدا کرے اور ہزارہا عیسائی مذہب داخل کرے مگر ایک شخص بھی ایسا ظاہر نہ کرے جو انبیاء گذشتہ کا وارث اور انکی نعمت پانے والا ہو تا پیشگوئی جو آیت اھدنا الصراط المستقیم صراط الذین انعمت علیہم سے مستنبط ہوتی ہے وہ بھی ایسی ہی پوری ہو جاوے جیسا کہ یہودی اور عیسائی ہونیکی پیشگوئی پوری ہو گئی اور جس حالت مین اس امت کو ہزارہا بُرے نام دئے گئے ہین اور قرآن شریف اور احادیث سے ثابت ہوتا ہے کہ یہود ہو جانا بھی انکے نصیب مین ہے تو اس صورت مین خدا کے فضل کا خود یہ مقتضا تہا چاہیئے تہا کہ جیسے گذشتہ نصاریٰ سے انہون نے بُری چیزین لین اسی طرح وہ نیک چیز کے بھی وارث ہون اسی لئے خدا نے سورۃ فاتحہ مین آیت اھدنا الصراط المستقیم مین بشارت دی کہ اس اُمت کے بعض افراد انبیاء گذشتہ کی نعمت بھی پائین گے نہ یہ کہ نرے یہود ہی بنین یا عیسائی بنین اور ان قومون کی بدی تو لے لین مگر نیکی نہ لے سکین اسی کی طرف سورۃ تحریم مین بھی اشارہ کیا ہے کہ بعض افراد امت کی نسبت فرمایا ہے کہ

وہ مریم صدیقہ سے مشابہت رکھیں گے جس نے پارسائی اختیار کی تب اُس کے حسم میں عیسیٰ کی روح پہونکی گئی اور عیسیٰ اس سے پیدا ہوا اس آیت میں اس بات کی طرف اشارہ تھا کہ اس امت میں ایک شخص ہوگا کہ پہلے مریم کا مرتبہ اُسکو ملیگا پھر اُسمیں عیسیٰ کی روح پھونکی جاویگی تب مریم میں سے عیسیٰ نکل آیگا یعنے وہ مریمی صفات سے عیسوی صفات کی طرف منتقل ہوجائے گا گویا مریم ہونے کی صفت نے عیسیٰ ہونیکا بچہ دیا اور اس طرح یہ وہ ابن مریم کہلائیگا جیساکہ براہین احمدیہ میں اول میرا نام مریم رکھا گیا اور اسی کی طرف اشارہ ہے الہام صفحہ ۲۴۱ میں اور وہ یہ ہے کہ اَنّٰی لَکِ ھٰذَا یعنے اے مریم تونے یہ نعمت کہاں سے پائی اور اسی کی طرف اشارہ ہی صفحہ ۲۲۶ میں یعنے اس الہام میں کہ ھُزّی الیک بجذع النخلۃ یعنے اے مریم کہجور کے تنہ کو ہلا۔ اور پھر اُس کے بعد صفحہ ۴۹۶ براہین احمدیہ میں یہ الہام ہے یا مریم اسکن انت و زوجک الجنۃ نفخت فیک من لدنی روح الصدق یعنی اے مریم تو مع اپنے دوستون کے بہشت میں داخل ہو میںنے تجھہ میں اپنے پاس سے صدق کی روح پہونک دی۔ خدا نے اس آیت میں میرا نام روح الصدق رکھا۔ یہ اس آیت کے مقابل پر ہی کہ نفخنا فیہ من روحنا۔ پس اس جگہ گویا استعارہ کے رنگ میں مریم کے پیٹ میں عیسیٰ کی روح جا پڑی جسکا نام روح الصدق ہے پہر سب کے آخر صفحہ ۵۵۶ براہین احمدیہ میں وہ عیسیٰ جو مریم کے پیٹ میں تہا اُسکے پیدا ہونیکے بارے میں یہ الہام ہوا۔ یا عیسٰی انی متوفیک و رافعک الیّ وجاعل الذین اتبعوک فوق الذین کفروا الی یوم القیمۃ۔ اس جگہ میرا نام عیسیٰ رکھا گیا اور اس الہام نے ظاہر کیا کہ وہ عیسیٰ پیدا ہوگیا جسکے روح کا نفخ صفحہ ۴۹۶ میں ظاہر کیا گیا تہا۔ پس اس لحاظ سے میں عیسیٰ بن مریم کہلایا کیونکہ میری عیسوی حیثیت مریمی حیثیت سے خدا کے نفخ سے پیدا ہوئی دیکھو صفحہ ۴۹۶ اور صفحہ ۵۵۶ براہین احمدیہ۔ اور اِسی واقعہ کو سورۃ تحریم میں بطور پیشگوئی کمال تصریح سے بیان کیا گیا ہے کہ عیسیٰ ابن مریم اس امت میں اس طرح پیدا ہوگا کہ پہلے کوئی فرد اس امت کا مریم بنایا جائیگا اور پھر بعد اسکے اس مریم میں عیسیٰ کی روح پہونک دیجائے گی

پس وہ مریمیت کے رحم مین ایک مدت تک پرورش پاکر عیسیٰ کی روحانیت مین تولد پائے گا اور اسطرح پر وہ عیسیٰ بن مریم کہلائے گا یہ وہ خبر محمدی ابن مریم کے بارہ مین ہے جو قرآن شریف یعنی سورۃ تحریم مین اس زمانہ سے تیرہ سو ۱۳۰۰ برس پہلے بیان کی گئی ہے اور پھر براہین احمدیہ مین سورۃ التحریم کے ان آیات کی خدا تعالیٰ نے خود تفسیر فرما دی ہے قرآن شریف موجود ہے ایک طرف قرآن شریف کو رکھو اور ایک طرف براہین احمدیہ کو اور پھر انصاف اور عقل اور تقویٰ سے سوچو کہ وہ پیشگوئی جو سورۃ تحریم مین تھی یعنے یہ کہ اس امت مین بھی کوئی فرد مریم کہلائیگا اور پھر مریم سے عیسیٰ بنایا جائیگا گویا اسمین سے پیدا ہوگا وہ کس رنگ مین براہین احمدیہ کے الہامات سے پوری ہوئی کیا یہ انسان کی قدرت ہے کیا یہ میرے اختیار مین تھا اور کیا مین اس وقت موجود تھا جبکہ قرآن شریف نازل ہو رہا تھا تا مین عرض کرتا کہ مجھے ابن مریم بنانیکے لئے کوئی آیت اُتاری جائے اور اس اعتراض سے مجھے سبکدوش کیا جائے کہ نہین کیون ابن مریم کہا جائے اور کیا آج سے بئیس ۲۲ بائیس برس پہلے بلکہ اس سے بھی زیادہ میری طرف سے یہ منصوبہ ہوسکتا تھا کہ مین اپنی طرف سے الہام تراش کر اول اپنا نام مریم رکھتا اور پھر آگے چلکر افترا کے طور پر یہ الہام بناتا کہ پہلے زمانہ کی مریم کی طرح مجھ مین بھی عیسیٰ کی روح پھونکی گئی اور پھر آخر کار صفحہ ۵۵۶ براہین احمدیہ مین یہ لکھہ دیتا کہ اب مین مریم مین سے عیسیٰ بنگیا۔ اے عزیزو غور کرو اور خدا سے ڈرو ہرگز یہ انسان کا فعل نہین یہ باریک اور دقیق حکمتین انسان کے فہم اور قیاس سے بالاتر ہین اگر براہین احمدیہ کی تالیف کیوقت جس پر ایک زمانہ گذر گیا مجھے اس منصوبہ کا خیال ہوتا تو مین اُسے براہین احمدیہ مین کیون یہ لکھتا کہ عیسیٰ مسیح ابن مریم آسمان سے دوبارہ آئے گا سو چونکہ خدا جانتا تھا کہ اس نکتہ پر علم ہونے سے یہ دلیل ضعیف ہوجائے گی اس لئے گو اُس نے براہین احمدیہ کے تیسرے حصہ مین میرا نام مریم رکھا پھر جیسا کہ براہین احمدیہ سے ظاہر ہے دو برس تک صفت مریمیت مین مینے پرورش پائی اور پردہ مین نشو ونما پاتا رہا پھر جب اُس پر دو برس گذر گئے تو جیسا کہ براہین احمدیہ کے حصہ چہارم صفحہ ۴۹۶ مین درج ہے مریم کی

طرح عیسیٰ کی روح مجہہ مین نفخ کی گئی اور استعارہ کے رنگ مین مجہے حاملہ ٹہہرایا گیا اور آخر
کئی مہینہ کے بعد جو دس مہینے سے زیادہ نہین بذریعہ اس الہام کے جو سب سے آخر
براہین احمدیہ کے حصہ چہارم صفحہ ۵۵۶ مین درج ہے مجہے مریم سے عیسیٰ بنایا گیا پس اس طور سے
مین ابن مریم ٹہرا۔ اور خدا نے براہین احمدیہ کے وقت مین اس سرّ مخفی کی مجہے خبر نہ دی حالانکہ
وہ سب خدا کی وحی جو اس راز پر مشتمل تھی میرے پر نازل ہوئی اور براہین مین درج ہوئی
مگر مجہے اُس کے معنون اور اس ترتیب پر اطلاع نہ دی گئی اسی واسطے مینے مسلمانون کا
رسمی عقیدہ براہین احمدیہ مین لکہدیا تا میری سادگی اور عدم بناوٹ پر وہ گواہ ہو وہ لکہنا جو الہامی
نہ تہا محض رسمی تہا مخالفون کے لئے قابل استناد نہین کیونکہ مجہے خود بخود غیب کا دعویٰ
نہین جب تک کہ خود خدا تعالیٰ مجہے نہ سمجہاوے سو اس وقت تک حکمت الٰہی کا یہی تقاضا
تہا کہ براہین احمدیہ کے بعض الہامی اسرار میری سمجہہ مین نہ آئے مگر جب وقت آگیا تو وہ
اسرار مجہے سمجہائے گئے تب مینے معلوم کیا کہ میرے اس دعویٰ مسیح موعود ہونے مین کوئی نئی بات
نہین یہ وہی دعویٰ ہے جو براہین احمدیہ مین بار بار بتصریح لکہا گیا ہے۔ اس جگہ ایک اور
الہام کا بہی ذکر کرتا ہون اور مجہے یاد نہین کہ مینے وہ الہام اپنے کسی رسالہ یا اشتہار مین شائع
کیا ہے یا نہین لیکن یہ یاد ہے کہ صدہا لوگون کو مینے سنایا تہا اور میری یادداشت کے الہامات
مین موجود ہے اور وہ اُس زمانہ کا ہے جب کہ خدا نے مجہے پہلے مریم کا خطاب دیا اور پہر نفخ
روح کا الہام کیا۔ پہر بعد اس کے یہ الہام ہوا تہا فاجاءھا المخاض الی جذع النخلة قالت
یالیتنی مت قبل ھذا وکنت نسیا منسیا یعنی پہر مریم کو جو مراد اس عاجز سے ہے
دردِ زہ تنہ کہجور کیطرف لے آئی یعنی عوام الناس اور جاہلون اور بے سمجہہ علماء سے واسطہ
پڑا جنکے پاس ایمان کا پہل نہ تہا جنہون نے تکفیر و توہین کی اور گالیان دین اور ایک طوفان
برپا کیا تب مریم نے کہا کہ کاش مین اس سے پہلے مر جاتی اور میرا نام و نشان باقی نہ رہتا یہہ
اس شور کی طرف اشارہ ہے جو ابتدا مین مولویون کی طرف سے بہ ہیئت مجموعی پڑا اور
وہ اس دعوے کی برداشت نہ کر سکے اور مجہے ہر ایک حیلہ سے انہون نے فنا کرنا چاہا

تب اُس وقت جو کرب اور قلق نا سمجھون کا شور و غوغا دیکھ کر میری دل پر گذرا اُسکا اسجگہ خدا تعالیٰ نے نقشہ کھینچدیا ہے اور اس کے متعلق اور بھی الہام تھے جیسا لقد جئت شیئا فریا۔ ما کان ابوک امرء سوء و ما کانت امک بغیا اور پھر اسکے ساتھ کا الہام براہین احمدیہ کے صفحہ ۵۲۱ مین موجود ہے اور وہ یہ ہے۔ الیس اللہ بکاف عبدہ ولنجعلہ آیۃ للناس و رحمۃ منا و کان امرا مقضیا قول الحق الذی فیہ تمترون دیکھو براہین احمدیہ صفحہ ۵۱۶ سطر ۱۲ و ۱۳۔ ترجمہ اور لوگون نے کہا کہ اے مریم تونے یہ کیا مکروہ اور قابل نفرین کام دکھلایا جو راستے سے دور ہے تیرا باپ اور تیری مان تو ایسے نہ تھے مگر خدا ان تہمتون سے اپنے بندہ کو بری کرے گا اور ہم اسکو لوگون کے لئے ایک نشان بنا دین گے اور یہ بات ابتدا سے مقدر تھی اور ایسا ہی ہونا تھا یہ عیسیٰ بن مریم ہے جسمین لوگ شک کر رہے ہین یہی قول حق ہے۔ یہ سب براہین احمدیہ کی عبارت ہی اور یہ الہام اصل مین آیات قرآنی ہین جو حضرت عیسیٰ اور ان کی مان کے متعلق ہین۔ ان آیتون مین جب عیسے کو لوگون نے ناجائز پیدایش کا انسان قرار دیا ہے اسی کی نسبت اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ ہم اسکو اپنا نشان بنا دین گے اور یہی عیسیٰ ہے جسکی انتظار تھی اور الہامی عبارتون مین مریم اور عیسیٰ سے مین ہی مراد ہون۔ میری نسبت ہی کہا گیا کہ ہم اس کو نشان بنا دین گے اور نیز کہا گیا کہ یہ وہی عیسیٰ بن مریم ہے جو آنیوالا تھا جسمین لوگ شک کرتے ہین یہی حق ہے اور آنے والا یہی ہے اور شک محض نافہمی سے ہے جو خدا کے اسرار کو نہین سمجھتے اور صورت پرست ہین حقیقت پر انکی نظر نہین

بقیہ نوٹ۔ اس الہام پر مجھے یاد آیا کہ بٹالہ مین فضل شاہ یا مہر شاہ نام ایک سید تھے جو میرے والد صاحب سے بہت محبت رکھتے تھے اور بہت تعلق تھا جب میری دعوی مسیح موعود ہونیکی کسی نے انکو خبر دی تو وہ بہت روئے اور کہا کہ انکے والد صاحب بہت اچھے آدمی تھے یعنی یہ شخص کس پر پیدا ہوا ان کا باپ تو نیک مزاج اور افترا کے کاموں سے دور اور رسیدہ اور صاف دل مسلمان تہا ایسا ہی بہتون نے کہا کہ تم نے اپنے خاندان کو داغ لگایا کہ ایسا دعوی کیا۔ منہ

یہ بھی یاد رہے کہ سورۃ فاتحہ کے عظیم الشان مقاصد مین سے یہ دعا ہے کہ اھدنا الصراط المستقیم صراط الذین انعمت علیھم - اور جس طرح انجیل کی دعا مین روٹی مانگی گئی ہے اس دعا مین خدا تعالی سے وہ تمام نعمتین مانگی گئی ہین جو پہلے رسولون اور نبیون کو دیگئی تہین یہ مقابلہ بھی قابل نظارہ ہے اور جس طرح حضرت مسیح کی دعا قبول ہو کر **عیسائیونکو روٹی کا سامان** بہت کچھہ ملگیا ہے اسی طرح یہ قرآنی دعا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعہ سے قبول ہو کر اخیار و ابرار مسلمان بالخصوص ان کے **کامل فرد** انبیاء بنی اسرائیل کے **وارث** ٹہرائے گئے اور دراصل مسیح موعود کا اس امت مین سے پیدا ہونا یہ بھی اسی دعا کی قبولیت کا **نتیجہ** ہے کیونکہ گو مخفی طور پر بہت سے اخیار و ابرار نے انبیاء بنی اسرائیل کی مماثلت کا حصہ لیا ہے مگر اس امت کا مسیح موعود کہلے کہلے طور پر خدا کے حکم اور اذن سے اسرائیلی مسیح کے مقابل کھڑا کیا گیا ہے تا **موسوی اور محمدی سلسلہ** کی مماثلت سمجھہ آجائے اسی غرض سے **اِس مسیح** کو ابن مریم سے ہر ایک پہلو سے تشبیہ دی گئی ہے یہان تک کہ اِس ابن مریم پر ابتلا بھی اسرائیلی ابن مریم کیطرح آئے اول جیسا کہ عیسی ابن مریم محض خدا کے نفخ سے پیدا کیا گیا اِسی طرح یہ مسیح بھی سورۃ تحریم کے وعدہ کے موافق محض خدا کے نفخ سے مریم کے اندر سے پیدا کیا گیا اور جیسا کہ عیسے ابن مریم کی پیدائش پر بہت شور اوٹھا اور اندھے مخالفون نے مریم کو کہا لقد جئت شیئا فریا اسی طرح اِس جگہ بھی کہا گیا اور شور قیامت مچایا گیا اور جیسا کہ خدا نے اسرائیلی مریم کے وضع حمل کے وقت مخالفون کو عیسے کی نسبت جواب دیا ولنجعلہ اٰیۃ للناس ورحمۃ منّا وکان امرا مقضیا **یہی جواب** خدا تعالے نے میری نسبت براہین احمدیہ مین روحانی وضع حمل کے وقت جو استعارہ کے رنگ مین تہا مخالفون کو دیا اور کہا کہ تم اپنے فریبون سے اسکو نابود نہین کر سکتے مین اس کو لوگون کے لئے **رحمت کا نشان بناونگا** اور ایسا ہونا ابتدا سے مقدر تہا - اور پہر جس طرح یہودیون کے علماء نے حضرت عیسی پر فتوی تکفیر کا لگایا اور ایک شریر فاضل یہودی نے وہ استفتاء طیار کیا اور دوسرے فاضلون نے اسپر فتوی

دیا یہان تک کہ بیت المقدس کے صدہا عالم فاضل جو اکثر اہلحدیث تہے - انہون نے حضرت عیسے پر تکفیر کی مہرین لگا دین یہی ✲ معاملہ مجہہ سے ہوا اور پہر جیسا کہ اُس تکفیر کے بعد جو حضرت عیسے کی نسبت کیگئی ہتی انکو بہت ستایا گیا سخت سخت گالیان دی گئین تہین ہجو اور بدگوئی مین کتابین لکہی گئی تہین یہی صورت اس جگہ پیش آئی گویا اٹہارہ سو برس ۱۸۰۰ کے بعد وہی عیسے پہر پیدا ہو گیا اور وہی یہودی پہر پیدا ہوگئے - آہ یہی معنی تو اس پیشگوئی کے تہے کہ غیر المغضوب علیہم جو خدا نے پہلے سے سمجہا دیا تہا مگر ان لوگون نے صبر نہ کیا جبتک یہودیون کیطرح مغضوب علیہم نہ بن گئے اِس مماثلت کی ایک اینٹ تو خدا نے اپنے ہاتہہ سے لگا دی کہ مجہے عین چودہوین صدی کے سر پر جیسا کہ مسیح ابن مریم چودہوین صدی کے سر پر آیا تہا **مسیح الاسلام** کر کے بہیجا اور میرے لئے اپنے زبردست نشان دکہلا رہا ہے اور آسمان کے نیچے کسی مخالف مسلمان یا یہودی یا عیسائی وغیرہ کو طاقت

✲ حاشیہ حضرت عیسے علیہ السلام کیوقت مین یہودی اگرچہ بہت فرقے تہے مگر جو حق پر سمجہے جاتے تہے وہ دو فرقے ہو گئے تہے (۱) ایک وہ جو توریت کے پابند تہے اُسی سے اجتہاد کے طور پر مسائل استنباط کرتے تہے (۲) دوسرا فرقہ اہلحدیث تہا جو توریت پر احادیث کو قاضی سمجہتے تہے یہ اہل حدیث اسرائیلی بلاد مین بہت پہیل گئے تہے اور ایسی ایسی حدیثون پر عمل کرتے تہے جو اکثر توریت کی معارض اور نقیض تہین اور انکی یہ حجت تہی کہ بعض مسائل شرع مثلاً عبادات اور معاملات اور قانون مجازات کے مسائل توریت سے ملتے نہین ہین ان پر حدیثون کی رو سے اطلاع ہوتی ہے اور حدیث کی کتاب کا نام طالمود تہا اور اسمین ہر ایک نبی کے زمانہ کی حدیثین تہین یہ حدیثین مدت تک زبانی رہین اور مدت کے بعد قلمبند ہوئین اسلئے انمین کچہہ موضوعات کا حصہ بہی ملگیا تہا اور بباعث اسکے کہ اسوقت یہودیون کے تہتر ۷۳ فرقے ہو گئے تہے اور ہر ایک فرقہ اپنی اپنی حدیثین جدا جدا رکہتا تہا اور محدثین نے توریت کی طرف توجہ چہوڑ دی تہی اکثر حدیثون پر عمل تہا اور توریت گویا متروک اور مہجور کیطرح تہی اگر حدیث کے مطابق ہو تو اسکو مانا ورنہ اسکو رد کیا - پس اس زمانہ مین حضرت عیسے علیہ السلام پیدا ہوئے اور انکے مخاطب خاص طور پر اہل حدیث تہے جو توریت سے زیادہ حدیثون کی عزت کرتے تہے اور نبیوں کے نوشتون

نہین کہ اُن کا مقابلہ کرے اور خدا کا مقابلہ عاجز او رذلیل انسان کیا کرسکے یہ تو وہ بنیادی
اینٹ ہے جو خدا کی طرف سے ہے ہر ایک جو اس اینٹ کو توڑنا چاہیگا وہ توڑ نہین سکیگا
مگر یہ اینٹ جب اسپر پڑیگی تو اسکو ٹکڑے ٹکڑے کردیگی کیونکہ اینٹ خدا کی اور ہاتہہ خدا کا ہے
اور دوسری اینٹ میرے مخالفون نے طیار کرکے اسکے مقابل پر رکہدی کہ میرے مقابل
پر وہ کام کئے جو اس وقت کے یہودیون نے کئے تہے یہانتک کہ میرے ہلاک کرنیکے
لئے ایک خون کا مقدمہ بہی بنایا گیا جسکی میرے خدا نے مجہے پہلے خبر دیدی تہی وہ مقدمہ
جو میرے پر بنایا گیا وہ حضرت عیسٰی ابن مریم کے مقدمہ سے بہت سخت تہا کیونکہ حضرت
عیسی پر جو مقدمہ کیا گیا اسکی بنا محض ایک مذہبی اختلاف پر تہی جو حاکم کے نزدیک ایک
خفیف بات تہی بلکہ کچہہ بہی نہ تہی مگر میرے پر جو مقدمہ کہڑا کیا گیا وہ اقدام قتل کا دعوی تہا اور
جیساکہ مسیح کے مقدمہ مین یہودی مولویون نے جاکر گواہی دی تہی ضرور تہا کہ اس مقدمہ
مین بہی کوئی مولویون مین سے گواہی دیتا اِسلئے اس کام کے لئے خدا نے مولوی محمد حسین
بٹالوی کو انتخاب کیا او روہ ایک بڑا المبا جبہ پہن کر گواہی کے لئے آیا اور جیساکہ سردار کاہن کا
مسیح کو صلیب دلانیکے لئے عدالت مین گواہی دینے کے لئے آیا تہا یہہ بہی موجود ہوئے
صرف فرق اس قدر تہا کہ سردار کاہن کو پیلاطوس کی عدالت مین کرسی ملی تہی کیونکہ
یہودیون کے معزز بزرگون کو گورنمنٹ رومی مین کرسی ملتی تہی اور بعض انہین سے آنریری
مجسٹریٹ بہی تہے اِسلئے اس سردار کاہن نے عدالت کے قواعد کے لحاظ سے کرسی
پائی اور مسیح ابن مریم ایک مجرم کی طرح عدالت کے سامنے کہڑا تہا۔ لیکن میرے مقدمہ
مین اسکے برعکس ہوا یعنی یہ کہ برخلاف دشمنون کی امیدون کے کپتان ڈگلس نے جو
پیلاطوس کی جگہ عدالت کی کرسی پر تہا مجہے کرسی دی اور یہ پیلاطوس مسیح ابن مریم کے
پیلاطوس کی نسبت زیادہ بااخلاق ثابت ہوا کیونکہ عدالت کے امر مین وہ دلیری اور استقامت
سے عدالت کا پابند رہا اور بالائی سفارشون کی اوس نے کچہہ بہی پروانہ کی اور قومی اور مذہبی
خیال نے بہی اسمین کچہہ تغیر پیدا نہ کیا اور اسنے عدالت پر پورا قدم مارنے سے ایسا عمدہ

نمونہ دکھایا کہ اگر اسکے وجود کو قوم کا فخر اور حکام کے لئے نمونہ سمجھا جائے تو بیجا نہ ہوگا عدالت ایک مشکل امر ہے جبتک انسان تمام تعلقات سے علیحدہ ہوکر عدالت کی کرسی پر نہ بیٹھے تبتک اس فرض کو عمدہ طور پر ادا نہین کرسکتا مگر ہم اس سچی گواہی کو ادا کرتے ہین کہ اس پیلاطوس نے اس فرض کو پورے طور پر ادا کیا۔ اگرچہ پہلا پیلاطوس جو رومی تہا اس فرض کو اچھے طور پر ادا نہین کرسکا اور اسکی بزدلی نے مسیح کو بڑی بڑی تکالیف کا نشانہ بنایا یہ فرق ہماری جماعت مین ہمیشہ تذکرہ کے لائق ہے جبتک کہ دنیا قائم ہے اور جیسے جیسے یہ جماعت لاکہون کروڑون افراد تک پہنچے گی ویسی ویسی تعریف کیساتہہ اس نیک نیت حاکم کا تذکرہ رہیگا اور یہ اسکی خوش قسمتی ہے کہ خدا نے اس کام کے لئے اُسی کو چُنا۔ ایک حاکم کے لئے کس قدر یہ امتحان کا موقعہ ہے کہ دو فریق اسکے پاس آوین کہ ایک انمین سے اُسکے مذہب کا مشنری اور دوسرا فریق وہ ہے جو اسکے مذہب کا مخالف ہے اور اُسکے پاس بیان کیا گیا ہے کہ وہ اُسکے مذہب کا سخت مخالف ہے لیکن اس بہادر پیلاطوس نے اس امتحان کو بڑے استقلال سے برداشت کرلیا اور اسکو ان کتابون کے مقام دکہلائے گئے جنمین کم فہمی سے عیسائی مذہب کی نسبت سخت الفاظ سمجھے گئے تہے اور ایک مخالفانہ تحریک کیگئی تہی مگر اسکے چہرہ پر کچہہ تغیر پیدا نہوا کیونکہ وہ اپنی روشن کانشنس کیوجہ سے حقیقت تک پہنچ گیا تہا اور چونکہ اُسنے مقدمہ کی اصلیت کو سچے دل سے تلاش کیا اسلئے خدا نے اسکی مدد کی اور اُسکے دل پر سچائی کا الہام کیا اور اسپر واقعی حقیقت کہولی گئی اور وہ اس سے بہت خوش ہوا کہ عدل کی راہ اوسکو نظر آگئی اُسنے مجہے محض عدل کے لحاظ سے مدعی کے مقابل پر کرسی دی اور جب مولوی محمد حسین جو سردار کاہن کیطرح مخالفانہ گواہی کے لئے آیا تہا مجہے کرسی پر بیٹہا ہوا پایا اور جس ذلت کو دیکہنے کے لئے میری نسبت اُسکی آنکہہ شوق رکہتی تہی اُس ذلت کو اُس نے نہ دیکہا تب مساوات کو غنیمت سمجہہ کر وہ بہی اُس پیلاطوس سے کرسی کا خواہشمند ہوا مگر اُس پیلاطوس نے اُسے ڈانٹا اور زور سے کہا کہ تجہے اور تیرے باپ کو کبہی کرسی نہین ملی ہمارے دفتر مین تمہاری کرسی کے لئے کوئی ہدایت نہین۔ اب یہ فرق بہی غور کے لائق ہے کہ پہلے پیلاطوس

نے یہودیوں سے ڈر کر ان کے بعض معزز گواہوں کو کرسی دیدی اور حضرت مسیح کو جو مجرم کے طور پر پیش کئے گئے تھے کھڑا رکھا حالانکہ وہ سچے دل سے مسیح کا خیر خواہ تھا بلکہ مریدوں کی طرح تھا اور اسکی بیوی مسیح کی خاص مرید تھی جو ولی اللہ کہلاتی ہے لیکن خوف نے اس سے یہاں تک حرکت صادر کرائی کہ ناحق بیگناہ مسیح کو یہودیوں کے حوالہ کردیا میری طرح کوئی خون کا الزام نہ تھا صرف معمولی طور پر مذہبی اختلاف تھا لیکن وہ رومی پیلاطوس دل کا قوی نہ تھا اس بات کو سن کر ڈر گیا کہ قیصر کے پاس اسکی شکایت کی جائیگی - اور پھر ایک اور مماثلت پہلے پیلاطوس اور اس پیلاطوس میں یاد رکھنے کے لائق ہے کہ پہلے پیلاطوس نے اسوقت جو مسیح ابن مریم عدالت میں پیش کیا گیا یہودیوں کو کہا تھا کہ میں اس شخص میں کوئی گناہ نہیں دیکھتا ایسا ہی جب آخری مسیح اس آخری پیلاطوس کے روبرو پیش ہوا اور اس مسیح نے کہا کہ مجھے چند روز تک جواب کے لئے مہلت دینی چاہئے کہ مجھ پر خون کا الزام لگایا جاتا ہے تب اس آخری پیلاطوس نے کہا کہ میں آپ پر کوئی الزام نہیں لگاتا یہ دونوں قول دونوں پیلاطوسوں کے بالکل باہم مشابہ ہیں اگر فرق ہے تو صرف اس قدر ہے کہ پہلا پیلاطوس اپنے اس قول پر قایم نہ رہ سکا اور جب اسکو کہا گیا کہ قیصر کے پاس تیری شکایت کرینگے تو وہ ڈر گیا اور حضرت مسیح کو اس نے عمداً خونخوار یہودیوں کے حوالہ کردیا گو وہ اس سپردگی سے غمگین تھا اور اسکی عورت بھی غمگین تھی - کیونکہ وہ دونوں مسیح کے سخت معتقد تھے لیکن یہودیوں کا سخت شور وغوغا دیکھکر بزدلی اسپر غالب آگئی ہاں البتہ پوشیدہ طور پر اس نے بہت سعی کی کہ مسیح کی جان کو صلیب سے بچایا جاوے اور اس سعی میں وہ کامیاب بھی ہوگیا مگر بعد اسکے کہ مسیح صلیب پر چڑہایا گیا اور شدت درد سے ایک ایسی سخت غشی میں آگیا کہ گویا وہ موت ہی تھی - بہرحال پیلاطوس رومی کی کوشش سے مسیح ابن مریم کی جان بچ گئی اور جان بچنے کے لئے پہلے سے مسیح کی دعا منظور ہوچکی تھی - دیکھو عبرانیاں باب ۵ آیت ۷ -* بعد اسکے مسیح اس ملک میں سے پوشیدہ طور پر بھاگ کر کشمیر کی طرف آگیا اور وہین فوت ہوا اور تم سن چکے ہو کہ سری نگر محلہ خان یار

* مسیح نے بطور پیشگوئی خود بھی کہا کہ بجز یونس کے نشان کے اور کوئی نشان دکھایا نہیں جائیگا پس مسیح نے اپنے اس قول میں یہ ....

میں اسکی قبر ہے یہ سب پیلاطوس کی سعی کا نتیجہ تہا لیکن تاہم اُس پہلے پیلاطوس کی کارروائی بزدلی کی رنگ آمیزی سے خالی نہ تہی اگر وہ اپنے اس قول کا پاس کرکے کہ مین اس شخص کا کوئی گناہ نہین دیکھتا مسیح کو چھوڑ دیتا تو اس پر کچھہ مشکل نہ تہا اور وہ چھوڑنے پر قادر تہا مگر وہ قیصر کی دوہائی سُن کر ڈر گیا لیکن یہ آخری پیلاطوس پادریون کے ہجوم سے نہ ڈرا حالانکہ اس جگہ بہی قیصرہ کی بادشاہی تہی لیکن یہ قیصرہ اُس قیصر سے بدرجہا بہتر تہی اسلیئے کسی کے لئے ممکن نہ تہا کہ حاکم پر دباؤ ڈالنے کے لئے اور انصاف چھوڑانیکے لئے قیصرہ سے ڈرادے بہرحال پہلے مسیح کی نسبت آخری مسیح پر بہت شور اور منصوبہ اُٹھایا گیا تہا اور میرے مخالف اور ساری قومون کے سرگروہ جمع ہوگئے تہے مگر آخری پیلاطوس نے سچائی سے پیار کیا اور اپنے اس قول کو پورا کرکے دکہلایا کہ جو اس نے مجھے مخاطب کرکے کہا تہا کہ مین تم پر خون کا الزام نہین لگاتا سو اس نے مجھے بہت صفائی اور مردانگی سے بری کیا اور پہلے پیلاطوس نے مسیح کے بچانے کیلئے حیلون سے کام لیا مگر اس پیلاطوس نے جو کچھہ عدالت کا تقاضا تہا اُس طور سے اس تقاضا کو پورا کیا جسمین بزدلی کا رنگ نہ تہا جس دن میں بری ہوا اُس دن اس عدالت مین ملکنی فوج کا ایک چور بہی پیش ہوا یہ اسلئے وقوع مین آیا کہ پہلے مسیح کے ساتھہ بہی ایک چور تہا لیکن اس آخری مسیح کے ساتھہ کے چور کو جو پکڑا گیا اُس پہلے چور کی طرح جو پہلے مسیح کے ساتھہ پکڑا گیا صلیب پر نہین چڑہایا اور نہ اسکی ہڈیان توڑی گئین بلکہ صرف تین ماہ کی قید ہوئی +

اب پہر ہم اپنے بیان کیطرف رجوع کرکے لکھتے ہین کہ سورۃ فاتحہ مین اس قدر حقایق ودقایق ومعارف جمع ہین کہ اگر اُن سب کو لکھا جائے تو وہ باتین ایک دفتر مین بہی ختم نہین ہوسکتین اسی ایک حکیمانہ دعا کو دیکھئے کہ جو اس سورہ میں سکہائی گئی ہے یعنے اهدنا الصراط المستقیم یہ دعا ایک ایسا مفہوم کلّی اپنے اندر رکہتی ہے جو تمام دین اور دنیا کے مقاصد کی ہی ایک کنجی ہے ہم کسی چیز کی حقیقت پر اطلاع نہین پاسکتے اور نہ اُسکے فوائد سے منتفع ہوسکتے ہین جبتک کہ ہمین اسکے پانیکے لئے ایک مستقیم راہ نہ ملے دنیا کی حقیقت

مشکل اور پیچیدہ امور مین خواہ وہ سلطنت اور وزارت کے ذمہ واریوں کے متعلق ہون اور خواہ سپہ گری اور جنگ وجدال سے تعلق رکھتے ہون اور خواہ طبعی اور ہیئت کے دقیق مسائل کے متعلق ہون اور خواہ صناعت طب کے طریق تشخیص اور علاج کے متعلق اور خواہ تجارت اور زراعت کے متعلق ان تمام امور مین کامیابی ہونا مشکل اور غیر ممکن ہے جبتک کہ انکے بارہ مین ایک مستقیم راہ نہ ملے کہ کس طور سے اس کام کو شروع کرنا چاہئے اور ہر ایک عقلمند انسان مشکلات کے وقت مین یہی اپنا فرض سمجھتا ہے کہ اس مشکل سربستہ کے بارے مین ایک لمبے وقت تک رات کو اور دن کو سوچتا رہے تا ہو کہ اس مشکل کشائی کے لئے کوئی راہ نکل آوے اور ہر ایک صنعت اور ہر ایک ایجاد اور ہر ایک پیچیدہ اور الجھے ہوئے کام کو چلانا اس بات کو چاہتا ہے کہ اُس کام کے لئے راہ نکل آوے پس دنیا اور دین کی اغراض کیلئے اصل دعا راہ نکالنے کی دعا ہے جب سیدھی راہ کسی امر کے متعلق ہاتھہ مین آجائے تو یقیناً وہ امر بھی خدا کے فضل سے حاصل ہو جاتا ہے خدا کی قدرت اور حکمت نے ہر ایک مدعا کے حصول کیلئے ایک راہ رکھی ہے مثلاً کسی بیمار کا ٹھیک علاج نہین ہو سکتا جب تک اُس مرض کی حقیقت سمجھنے اور نسخہ کے تجویز کے لئے ایک ایسی راہ نہ نکل آوے کہ دل فتوے دیدے کہ اس راہ مین کامیابی ہوگی بلکہ کوئی انتظام دنیا مین ہو ہی نہین سکتا جب تک اس انتظام کے لئے ایک راہ پیدا نہ ہو پس راہ کا طلب کرنا طالب مقصد کا فرض ہوا اور جیسا کہ دنیا کی کامیابی کا صحیح سلسلہ ہاتھہ مین لینے کے لئے پہلے ایک راہ کی ضرورت ہے جس پر قدم رکھا جائے ایسا ہی خدا کا دوست اور مورد محبت اور فضل بننے کے لئے قدیم سے ایک راہ کی ضرورت پائی گئی ہے اسی لئے دوسری سورۃ مین جو سورۃ البقر ہے جو اس سورۃ کے بعد ہے سورۃ کے شروع مین ہی فرمایا گیا ہے۔

هُدًى لِّلْمُتَّقِيْنَ یعنے انعام پانے کی یہ راہ ہے جو ہم بیان کرتے ہین [+] پس یہ دعا یعنے دعا اهدنا الصراط المستقیم ایک جامع دعا ہے کہ جو انسان کو اس بات کی طرف متوجہ کرتی ہے کہ مشکلات دینی اور دنیوی کے وقت مین اول جس چیز کی تلاش انسان کا فرض ہے وہ یہی ہے کہ اس امر کے حصول کیلئے وہ صراط مستقیم تلاش کرے یعنی کوئی ایسی صاف اور سیدھی

[+] سورہ فاتحہ مین راہ راست کیلئے دعا کی گئی اور دوسری سورۃ مین گویا وہ دعا قبول ہو کر راہ راست بتلائی گئی ہے۔ منہ

راہ ڈھونڈھے جس سے بآسانی اس مطلب تک پہنچ سکے۔ اور دل یقین سے بھر جائے شکوک سے نجات ہو لیکن انجیل کی ہدایت کے موافق روٹی مانگنے والا خداجوئی کی راہ اختیار نہ کریگا اُسکا مقصد تو روٹی ہے جب روٹی ملگئی تو پھر اسکو خدا سے کیا غرض یہی وجہ ہے کہ عیسائی صراط مستقیم سے گر گئے اور ایک نہایت قابل شرم عقیدہ جو انسان کو خدا بنانا ہے انکے گلے پڑ گیا ہم نہیں سمجھ سکتے کہ مسیح ابن مریم مین دوسرون کی نسبت کیا زیادتی تھی جس سے اسکی خدائی کا خیال آیا معجزات مین پہلے اکثر نبی اس سے بڑھکر تھے جیساکہ موسٰے اور الیسع اور ایلیا نبی اور مجھے قسم ہے اُس ذات کی جسکے ہاتھ مین میری جان ہے کہ اگر مسیح ابن مریم میرے زمانہ مین ہوتا تو وہ کام جو مین کرسکتا ہون وہ ہرگز نہ کرسکتا اور وہ نشان جو مجھ سے ظاہر ہو رہے ہین وہ ہرگز دکھلا نہ سکتا* اور خدا کا فضل اپنے سے زیادہ مجھ پر پاتا۔ جبکہ مین ایسا ہون تو اب سوچو کہ کیا مرتبہ ہے اُس پاک رسول کا جسکی غلامی کیطرف مین منسوب کیا گیا۔ ذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيهِ مَنْ يَشَاءُ اِس جگہ کوئی حسد اور رشک پیش نہین جاتا خدا جو چاہے کرے جو اسکے ارادہ کے مخالفت کرتا ہے وہ صرف اپنے مقاصد مین نامرادی نہین بلکہ مرکر جہنم کی راہ لیتا ہے ہلاک ہوگئے وہ جنہون نے عاجز مخلوق کو خدا بنایا۔ ہلاک ہوگئے وہ جنہون نے ایک برگزیدہ رسول کو قبول نہ کیا۔ مبارک وہ جس نے مجھے پہچانا مین خدا کی سب راہون مین سے آخری راہ ہون۔ اور مین اسکے سب نورون مین سے آخری نور ہون۔ بدقسمت ہے وہ جو مجھے چھوڑتا ہے کیونکہ میرے بغیر سب تاریکی ہے *

دوسرا ذریعہ ہدایت کا جو مسلمانون کو دیا گیا ہے **سنت** ہے یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی عملی کارروائیان جو آپ نے قرآن شریف کے احکام کی تشریح کیلئے کرکے دکھلائین مثلاً قرآن شریف مین بظاہر نظر پنجگانہ نمازون کے رکعات معلوم نہین ہوتین کہ صبح کس قدر اور دوسرے وقتون مین کس کس تعداد پر لیکن سنت نے سب کچھ کھول دیا ہے یہ دھوکہ نہ لگے کہ سنت اور حدیث ایک چیز ہے کیونکہ حدیث تو سو ڈیڑھ سو برس کے بعد جمع کی گئی مگر سنت کا قرآن شریف کیساتھ ہی وجود تھا مسلمانون پر قرآن شریف کے بعد بڑا احسان سنت کا ہے خدا اور رسول کی ذمہ داری

* اس تصدیق کے لیے کتاب نزول المسیح کو عنقریب دیکھو گے جو چھپ رہی ہے اور دس جزو تک چھپ چکی ہے اور عنقریب شائع ہونیوالی ہے یہ کتاب پیر مہر علی گولڑی کی کتاب تنبور چشتیائی کے رد مین لکھی گئی ہے جس مین ثابت کیا گیا ہے کہ پیر صاحب نے محمد حسن مردہ کے مضمون کو چورا کر ایسی قابل شرم غلطیون کا ارتکاب کیا ہے کہ اب اطلاع پانے سے اسیر زندگی تلخ ہو جائیگی وہ بدبخت۔ تو ہماری پیشگوئی مندرجہ اعجاز المسیح کے موافق فوت ہوگیا اور یہ دوسرا .... بدبخت احمق کتاب بناکر پیشگوئی اِنِّي مُهِينٌ مَنْ اَرَادَ اِهَانَتَكَ کا نشانہ بنگیا فَاعْتَبِرُوا يَا اُولِي الْاَبْصَارِ ۔ منہ

کا فرض صرف دو امر تھے اور وہ یہ کہ خدا نے قرآن کو نازل کرکے مخلوق کو بذریعہ اپنے قول کے اپنے منشاء سے اطلاع دی۔ یہہ تو خدا کے قانون کا فرض تھا اور رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کا یہہ فرض تھا کہ خدا کی کلام کو عملی طور پر دکھلا کر بخوبی لوگون کو سمجھا دین۔ پس رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے وہ گفتنی باتین کردنی کے پیرایہ مین دکھلا دین اور اپنی سنت یعنے عملی کارروائی سے معضلات اور مشکلات مسائل کو حل کر دیا یہ کہنا بیجا ہے کہ یہہ حل کرنا حدیث پر موقوف تھا کیونکہ حدیث کے وجود سے پہلے اسلام زمین پر قائم ہو چکا تھا کیا جبتک حدیثین جمع نہ ہوئی تھین۔ لوگ نماز نہ پڑھتے تھے یا زکوٰۃ نہ دیتے تھے یا حج نہ کرتے تھے یا حلال وحرام سے واقف نہ تھے۔ ہان تیسرا ذریعہ ہدایت کا حدیث ہے کیونکہ بہت سے اسلام کے تاریخی اور اخلاقی اور فقہ کے امور کو حدیثین کھولکر بیان کرتی ہین اور نیز بڑا فایدہ حدیث کا یہہ ہے کہ وہ قرآن کی خادم اور سنت کی خادم ہے جن لوگونکو ادب قرآن شریف کا نہین دیا گیا وہ اس موقعپر حدیث کو قاضی قرآن کہتے ہین جیسا کہ یہودیون نے اپنی حدیثون کی نسبت کہا مگر ہم حدیث کو خادم قرآن اور خادم سنت قرار دیتے ہین اور ظاہر ہے کہ آقا کی شوکت خادمون کے ہونے سے بڑہتی ہے قرآن خدا کا قول ہے اور سنت رسول اللہ کا فعل اور حدیث سنت کے لئے ایک تائیدی گواہ ہے۔ نعوذ باللہ یہ کہنا غلط ہے کہ حدیث قرآن پر قاضی ہے اگر قرآن پر کوئی قاضی ہے تو وہ خود قرآن ہے۔ حدیث جو ایک ظنی مرتبہ پر ہے۔ قرآن کی ہرگز قاضی نہین ہوسکتی صرف ثبوت موید کے رنگین ہے قرآن اور سنت نے اصل کام سب کر دکھایا ہے اور حدیث صرف تائیدی گواہ ہے حدیث قرآن پر کیسی قاضی ہوسکتی ہے قرآن اور سنت اس زمانہ مین ہدایت کر رہے تھے جبکہ اس مصنوعی قاضی کا نام ونشان نہ تھا یہہ مت کہو کہ حدیث قرآن پر قاضی ہے بلکہ یہہ کہو کہ حدیث قرآن اور سنت کیلئے تائیدی گواہ ہے البتہ سنت ایک ایسی چیز ہے جو قرآن کا منشا ظاہر کرتی ہے اور سنت سے وہ راہ مراد ہے جس راہ پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے عملی طور پر صحابہ کو ڈال دیا تھا۔ سنت ان باتونکا نام نہین ہے جو سو ڈیڑھ سو برس بعد کتابون مین لکھی گیئن بلکہ ان باتون کا نام حدیث ہے اور

سنت اس عملی نمونہ کا نام ہے جو نیک مسلمانوں کی عملی حالت میں ابتدا سے چلا آیا ہے جس پر ہزارہا مسلمانوں کو لگایا گیا۔ ہاں حدیث بھی اگرچہ اکثر حصہ اُسکا ظن کے مرتبہ پر ہے مگر بشرط عدم تعارض قرآن و سنت تمسک کے لایق ہے اور مؤید قرآن و سنت ہے اور بہت سی اسلامی مسایل کا ذخیرہ اسکے اندر موجود ہے **پس حدیث** کا قدر نہ کرنا گویا ایک عضو اسلام کا کاٹ دینا ہے ہاں اگر ایک ایسی حدیث ہو جو قرآن اور سنت کے نقیض ہو اور نیز ایسی حدیث کی نقیض ہو جو قرآن کے مطابق ہے یا مثلاً ایک ایسی حدیث ہو جو صحیح بخاری کے مخالف ہے تو وہ حدیث قبول کے لایق نہین ہوگی کیونکہ اس کے قبول کرنے سے قرآن کو اور اُن تمام احادیث کو جو قرآن کے موافق ہین رد کرنا پڑتا ہے اور مین جانتا ہون کہ کوئی پرہیزگار اس پر جرأت نہین کریگا کہ ایسی حدیث پر عقیدہ رکھے کہ وہ قرآن اور سُنت کے برخلاف اور ایسی حدیثون کے مخالف ہے جو قرآن کے مطابق ہین بہرحال احادیث کا قدر کرو اور اُن سے فائدہ اُٹھاؤ کہ وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کیطرف منسوب ہین اور جبتک قرآن اور سنت اُنکی تکذیب نہ کرے تم بھی اُنکی تکذیب نہ کرو بلکہ چاہئے کہ احادیث نبویہ پر ایسے کاربند ہو کہ کوئی حرکت نہ کرو اور نہ کوئی سکون اور نہ کوئی فعل کرو اور نہ ترک فعل۔ مگر اسکی تائید مین تمہارے پاس کوئی حدیث ہو لیکن اگر کوئی ایسی حدیث ہو جو قرآن شریف کے بیان کردہ قصص سے صریح مخالف ہی تو اُسکی تطبیق کے لئے فکر کرو شائد وہ تعارض تمہاری ہی غلطی ہو اور اگر کسی طرح وہ تعارض دور نہ ہو تو ایسی حدیث کو پھینک دو کہ وہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے نہین ہی اور اگر کوئی حدیث ضعیف ہی مگر قرآن سے مطابقت رکھتی ہے تو اس حدیث کو قبول کر لو کیونکہ قرآن اسکا مصدق ہے اور اگر کوئی ایسی حدیث ہو جو کسی پیشگوئی پر مشتمل ہے مگر محدثین کے نزدیک وہ ضعیف ہی اور تمہارے زمانہ مین یا پہلے اس سے اس حدیث کی پیشگوئی سچی نکلی ہے تو اس حدیث کو سچی سمجھو اور ایسے محدثون اور راویون کو مخطی اور کاذب خیال کرو جنہون نے اس حدیث کو ضعیف اور موضوع قرار دیا ہو ایسی حدیثین صدہا ہین جنمین پیشگوئیان ہین اور اکثر ان مین سے محدثین کے نزدیک مجروح یا موضوع یا ضعیف ہین پس اگر کوئی حدیث اُن مین سے پوری ہو جائے اور تم یہ

کہہ کر ٹال دو کہ ہم اسکو نہین مانتے کیونکہ یہ حدیث ضعیف ہو یا کوئی راوی اسکا متدین نہین ہے تو اس صورت مین تمہاری خود بے ایمانی ہوگی کہ ایسی حدیث کو رد کردو جسکا سچا ہونا خدا نے ظاہر کردیا۔ خیال کرو کہ اگر ایسی حدیث ہزار ہوا ور محدثین کے نزدیک ضعیف ہو اور ہزار پیشگوئی اسکی سچی نکلے تو کیا تم ان حدیثون کو ضعیف قرار دیکر اسلام کے ہزار ثبوت کو ضایع کردو گے پس اس صورت مین تم اسلام کے دشمن ٹہیرو گے اور اللہ تعالی فرماتا ہو فَلَا يُظْهِرُ عَلٰى غَيْبِهٖ أَحَدًا إِلَّا مَنِ ارْتَضٰى مِنْ رَّسُوْلٍ پس سچی پیشگوئی بجز سچے رسول کے کس کی طرف منسوب ہوسکتی ہے کیا ایسے موقعہ پر یہ کہنا مناسب حالت ایمانداری نہین ہے کہ صحیح حدیث کو ضعیف کہنے مین کسی محدث نے غلطی کہائی اور یا یہ کہنا مناسب ہے کہ جہوٹی حدیث کو سچی کر کے خدا نے غلطی کہائی۔ اور اگر ایک حدیث ضعیف درجہ کی بہی ہو بشرطیکہ وہ قرآن اور سنت اور ایسی احادیث کے مخالف نہین جو قرآن کے موافق ہین تو اس حدیث پر عمل کرو لیکن بڑی احتیاط سے حدیثون پر عمل کرنا چاہئے کیونکہ بہت سی احادیث موضوعہ بہی ہین جنہون نے اسلام مین فتنہ ڈالا ہے ہر ایک فرقہ اپنے عقیدہ کے موافق حدیث رکہتا ہے یہان تک کہ نماز جیسے یقینی اور متواتر فریضہ کو احادیث کے تفرقہ نے مختلف صورتون مین کردیا ہے کوئی آمین بالجہر کرتا ہے کوئی پوشیدہ کوئی خلف امام فاتحہ پڑہتا ہے کوئی اس پڑہنے کو مفسد نماز جانتا ہے کوئی سینہ پر ہاتہہ باندہتا ہے کوئی ناف پر اصل وجہ اس اختلاف کی احادیث ہی ہین كُلُّ حِزْبٍ بِمَا لَدَيْهِمْ فَرِحُوْنَ ورنہ سنت نے ایک ہی طریق بتلایا تہا پہر روایات کے تداخل نے اس طریق کو جنبش دیدی۔ اسی طرح احادیث کی غلط فہمی نے کئی لوگون کو ہلاک کردیا۔ شیعہ بہی اسی سے ہلاک ہوئے اگر قرآن کو اپنا حکم ٹہراتے تو ایک سورۃ نور ہی انکو نور بخش سکتی تہی مگر حدیثون نے انکو ہلاک کیا اسی طرح حضرت مسیح کے وقت وہ یہودی ہلاک ہوگئے جو اہلحدیث کہلاتے تہے کچہہ مدت سے ان لوگون نے توریت کو چہوڑ دیا تہا اور جیسا کہ آجتک اون کا عقیدہ ہے اُن کا یہ مذہب تہا کہ حدیث توریت پر قاضی ہے سو انمین ایسی حدیثین بکثرت موجود تہین کہ جب تک ایلیا دوبارہ آسمان سے اپنے عنصری

وجود کے ساتھ نازل نہ ہو تب تک ان کا مسیح موعود نہین آئے گا ان حدیثون نے ان کو سخت ٹھوکر مین ڈالدیا۔ اور وہ لوگ ان حدیثون پر تکیہ کرکے حضرت مسیح کی اس تاویل کو قبول نہ کر سکے کہ الیاس سے مراد یوحنا یعنے یحیٰی نبی ہے جو الیاس کی خو اور طبیعت پر آیا اور بروزی طور پر اس کا وجود لیا ہے پس تمام ٹھوکر ان کی حدیثون کے سبب سے تھی جو آخرکار ان کے بے ایمان ہونیکا موجب ہو گئی اور ممکن ہے کہ وہ لوگ ان حدیثون کے معنون مین بھی غلطی کرتے ہون یا حدیثون مین بعض انسانی الفاظ مل گئے ہون۔ غرض شائد مسلمانون کو اس واقعہ کی خبر نہین ہو گی کہ یہودیون مین حضرت مسیح کے منکر اہل حدیث ہی تھے انہون نے ان پر شور مچایا اور تکفیر کا فتوے لکھا اور انکو کافر قرار دیا اور کہا کہ یہ شخص خدا کی کتابون کو مانتا نہین خدا نے الیاس کے دوبارہ آنیکی خبر دی ہے اور یہ اس پیش گوئی کی تاویلین کرتا اور بغیر کسی قرینہ صارفہ کے ان خبرون کو کسی اور طرف کھینچ کر لیجاتا ہے اور حضرت مسیح کا نام انہون نے صرف کافر ہی نہین بلکہ ملحد بھی رکھا کہ اگر یہ شخص سچا ہے تو پھر دین موسوی باطل ہے وہ ان کے لئے فیج اعوج کا زمانہ تھا جھوٹی حدیثون نے ان کو دھوکا دیا۔ غرض حدیثون کے پڑھنے کے وقت یہ خیال کر لینا چاہئے کہ ایک قوم پہلے اسی حدیث کو توریت پر قاضی ٹھہرا کر اس حالت تک پہنچ چکی ہے کہ ایک سچے نبی کو انہون نے کافر اور دجال کہا اور اس سے انکار کر دیا۔ تاہم مسلمانون کے لئے صحیح بخاری نہایت متبرک اور مفید کتاب ہے یہ وہی کتاب ہے جس مین صاف طور پر لکھا ہے کہ حضرت عیسے علیہ السلام وفات پا گئے ایسا ہی مسلم اور دوسری احادیث کی کتابین بہت سے معارف اور مسایل کا ذخیرہ اپنے اندر رکھتی ہین اور اس احتیاط سے ان پر عمل واجب ہے کہ کوئی مضمون ایسا نہ ہو جو قرآن اور سنت اور ان احادیث سے مخالف ہو جو قرآن کے مطابق ہین +

اے خدا کے طالب بندو! کان کھولو اور سنو کہ یقین جیسی کوئی چیز نہین یقین ہی ہے جو گنہ سے چھوڑاتا ہے یقین ہی ہے جو نیکی کرنے کی قوت دیتا ہے۔ یقین ہی ہے جو خدا کا عاشق صادق بناتا ہے کیا تم گنہ کو بغیر یقین کے چھوڑ سکتے ہو۔ کیا تم جذبات نفس سے

ہے جسنے حضرت مسیح کو جبتک وہ اس ملک مین رہے بہت دکھ دیا تھا اور جب وہ صلیب سے نجات پاکر کشمیر کیطرف چلے آئے تو اسنے ایک جھوٹی خواب کے ذریعہ سے حواریون مین اپنے تئین داخل کیا اور تثلیث کا مسئلہ گھڑا اور عیسائیون پر سؤر کو جو توریت کے رو سے ابدی حرام تھا حلال کر دیا اور شراب کو بہت وسعت دیدی اور پہلی عقیدہ مین تثلیث

بغیر یقینی تجلی کے ترک سکتے ہو۔کیا تم بغیر یقین کے کوئی تسلی پاسکتے ہو۔کیا تم بغیر یقین کے کوئی سچی تبدیلی پیدا کر سکتے ہو کیا تم بغیر یقین کے کوئی سچی خوشحالی حاصل کر سکتے ہو۔کیا آسمان کے نیچے کوئی ایسا کفارہ اور ایسا فدیہ ہے جو تم سے گناہ ترک کراسکے۔کیا مریم کا بیٹا عیسےٰ ایسا ہے کہ اس کا مصنوعی خون گناہ سے چھڑائے گا۔اے عیسائیو ایسا جھوٹ مت بولو جس سے زمین ٹکڑے ٹکڑے ہوجائے یسوع خود اپنی نجات کیلئے یقین کا محتاج تھا اور اس نے یقین کیا اور نجات پائی۔افسوس ہے ان عیسائیوں پر جو یہ کہہ کر مخلوق کو دھوکا دیتے ہیں کہ ہم نے مسیح کے خون سے گناہ سے نجات پائی ہے۔حالانکہ وہ سر سے پیر تک گناہ میں غرق ہیں وہ نہیں جانتے کہ ان کا کون خدا ہے بلکہ زندگی تو غفلت آمیز ہے شراب کی مستی ان کے دماغ میں ہے مگر وہ پاک مستی جو آسمان سے اترتی ہے اس سے وہ بیخبر ہیں اور جو زندگی خدا کے ساتھ ہوتی ہے اور جو پاک زندگی کے نتائج ہوتے ہیں وہ اس سے بے نصیب ہیں پس تم یاد رکھو کہ بغیر یقین کے تم تاریک زندگی سے باہر نہیں آسکتے اور نہ روح القدس تمہیں مل سکتا ہے مبارک وہ جو یقین رکھتے ہیں کیونکہ وہی خدا کو دیکھیں گے۔مبارک وہ جو شبہات اور شکوک سے نجات پاگئے ہیں کیونکہ وہی گنہ سے نجات پائینگے۔مبارک تم جبکہ تمہیں یقین کی دولت دیجائے کہ اسکے بعد تمہارے گنہ کا خاتمہ ہوگا۔گنہ اور یقین دونوں جمع نہیں ہوسکتے کیا تم ایسے سوراخ میں ہاتھ ڈال سکتے ہو جس میں تم ایک سخت زہریلے سانپ کو دیکھ رہے ہو کیا تم ایسی جگہ کھڑے رہ سکتے ہو جس جگہ کسی کوہ آتش فشان سے پتھر برستے ہیں یا بجلی پڑتی ہے یا ایک خونخوار شیر کے حملہ کرنے کی جگہ ہے یا ایک ایسی جگہ ہے جہاں ایک مہلک طاعون نسل انسان کو معدوم کر رہی ہے پھر اگر تمہیں خدا پر ایسا ہی یقین ہے جیسا کہ سانپ پر یا بجلی پر یا شیر پر یا طاعون پر تو ممکن نہیں کہ اسکے مقابل پر تم نافرمانی کر کے سزا کی راہ اختیار کر سکو۔یا صدق و وفا کا اس سے تعلق توڑ سکو۔

اے لوگو جو نیکی اور راستبازی کے لئے بلائے گئے ہو تم یقیناً سمجھو کہ خدا کی کشش اسوقت تم میں پیدا ہوگی اور اسی وقت تم گناہ کے مکروہ داغ سے پاک کئے جاؤگے

جبکہ تمہارے دل یقین سے بہر جائینگے شائد تم کہوگے کہ ہمین یقین حاصل ہی سو یاد رہے کہ یہ تمہین دہوکا لگا ہوا ہے یقین تمہین ہرگز حاصل نہین کیونکہ اُسکے لوازم حاصل نہین وجہ یہ کہ تم گناہ سے باز نہین آتے تم ایسا قدم آگے نہین اُٹہاتے جو اُٹہانا چاہئے تم ایسے طور سے نہین ڈرتے جو ڈرنا چاہئے خود سوچ لو کہ جسکو یقین ہے کہ فلان سوراخ مین سانپ ہے وہ اس سوراخ مین کب ہاتہہ ڈالتا ہے اور جسکو یقین ہے کہ اسکے کہانے مین زہر ہے وہ اس کہانے کو کب کہاتا ہے اور جو یقینی طور پر دیکہہ رہا ہے کہ اس فلان بن مین ایک ہزار خونخوار شیر ہے اسکا قدم کیونکر بے احتیاطی اور غفلت سے اُس بن کیطرف اُٹہہ سکتا ہے سو تمہارے ہاتہہ اور تمہارے پاؤں اور تمہارے کان اور تمہاری آنکہین کیونکر گناہ پر دلیری کرسکتی ہین اگر تمہین خدا اور جزا سزا پر یقین ہے گناہ یقین پر غالب نہین ہوسکتا اور جبکہ تم ایک بہسم کرنے اور کہا جانیوالی آگ کو دیکہہ رہے ہو تو کیونکر اس آگ مین اپنے تئین ڈال سکتے ہو۔ اور یقین کی دیوارین آسمان تک ہین شیطان اُن پر چڑہ نہین سکتا ہر ایک جو پاک ہوا وہ یقین سے پاک ہوا۔ یقین دکہہ اُٹہانے کی قوت دیتا ہے یہان تک کہ ایک بادشاہ کو تخت سے اوتارتا ہے اور فقیری جامہ پہناتا ہے۔ یقین ہر ایک دکہہ کو سہل کردیتا ہے یقین خدا کو دکہاتا ہے ہر ایک کفارہ جہوٹا ہے اور ہر ایک فدیہ باطل ہے۔ اور ہر ایک پاکیزگی یقین کی راہ سے آتی ہے وہ چیز جو گناہ سے چھڑاتی اور خدا تک پہنچاتی اور فرشتون سے بہی صدق اور ثبات مین آگے بڑہا دیتی ہے وہ یقین ہے ہر ایک مذہب جو یقین کا سامان پیش نہین کرتا وہ جہوٹا ہے ہر ایک مذہب جو یقینی وسائل سے خدا کو دکہا نہین سکتا وہ جہوٹا ہے ہر ایک مذہب جسمین بجز پرانے قصون کے اور کچہہ نہین وہ جہوٹا ہے۔ خدا جیسے پہلے تہا وہ اب بہی ہے اور اسکی قدرتین جیسی پہلے تہین وہ اب بہی ہین اور اُسکا نشان دکہلانے پر جیسا کہ پہلے اقتدار تہا وہ اب بہی ہے پہر تم کیون صرف قصون پر راضی ہوتے ہو وہ مذہب ہلاک شدہ ہے جس کے معجزات صرف قصے ہین جسکی پیشگوئیان صرف قصے ہین اور وہ جماعت ہلاک شدہ ہے جسپر خدا نازل نہین ہوا اور جو یقین کے ذریعہ سے خدا کے ہاتہہ سے پاک نہین ہوئی جس طرح انسان نفسانی لذات کا سامان دیکہہ کر انکی طرف کہنچا

جاتا ہے اسی طرح انسان جب روحانی لذات یقین کے ذریعہ سے حاصل کرتا ہے تو وہ خدا کی طرف کھینچا جاتا ہے اور اسکا حسن اسکو ایسا مست کر دیتا ہے کہ دوسری تمام چیزیں اسکو سراسر ردی دکھائی دیتی ہین اور انسان اُسی وقت گناہ سے مخلصی پاتا ہے جبکہ وہ خدا اور اسکے جبروت اور جزا سزا پر یقینی طور پر اطلاع پاتا ہے ہر ایک بیباکی کی جڑھ بیخبری ہے جو شخص خدا کی یقینی معرفت سے کوئی حصہ لیتا ہے وہ بیباک نہین رہ سکتا۔ اگر گہر کا مالک جانتا ہے کہ ایک پُرزور سیلاب نے اسکے گہر کیطرف رُخ کیا ہے اور یا اسکے گہر کے اردگرد آگ لگ چکی ہے اور صرف ایک ذرہ سی جگہ باقی ہے تو وہ اس گہر مین ٹہر نہین سکتا۔ تو پہر تم خدا کی جزا سزا کے یقین کا دعوے کرکے کیونکر اپنی خطرناک حالتون پر ٹہر رہے ہو سو تم آنکھین کھولو اور خدا کے اُس قانون کو دیکہو جو تمام دُنیا مین پایا جاتا ہے چوہے مت بنو جو نیچے کیطرف جاتے ہین بلکہ بلند پرواز کبوتر بنو جو آسمان کے فضا کو اپنے لئے پسند کرتا ہے۔ تم توبہ کی بعیت کرکے پہر گناہ پر قایم نہ رہو اور سانپ کی طرح مت بنو جو کہال اُتار کر پہر بہی سانپ ہی رہتا ہے موت کو یاد رکہو کہ وہ تمہارے نزدیک آتی جاتی ہے اور تم اُس سے بے خبر ہو۔ کوشش کرو کہ پاک ہو جاؤ کہ انسان پاک کو تب پاتا ہے کہ خود پاک ہو جاوے مگر تم اس نعمت کو کیونکر پاسکو اسکا جواب خود خدا نے دیا ہے جہان قرآن مین فرماتا ہے واستعینوا بالصبر والصلوۃ یعنے نماز اور صبر کے ساتہہ خدا سے مدد چاہو نماز کیا چیز ہے وہ دعا ہے جو تسبیح تحمید تقدیس اور استغفار اور درود کے ساتہہ تضرع سے مانگی جاتی ہے سو جب تم نماز پڑہو تو بے خبر لوگون کیطرح اپنی دُعاؤن مین صرف عربی الفاظ کے پابند نہ رہو کیونکہ انکی نماز اور انکا استغفار سب رسمین ہین جن کے ساتہہ کوئی حقیقت نہین لیکن تم جب نماز پڑہو تو بجز قرآن کے جو خدا کا کلام ہے اور بجز بعض ادعیہ ماثورہ کے کہ وہ رسول کا کلام ہے باقی اپنی تمام عام دعاؤن مین اپنی زبان مین ہی الفاظ متضرعانہ ادا کر لیا کرو تا ہو کہ تمہارے دلون پر اُس عجز و نیاز کا کچہہ اثر ہو۔ پنجگانہ نمازین کیا چیز ہین وہ تمہارے مختلف حالات کا فوٹو ہے تمہاری زندگی کے لازم حال پانچ تغیر ہین جو بلا کے وقت تم پر وارد ہوتے ہین اور تمہاری فطرت کے لئے اُن کا وارد ہونا ضروری ہے۔ (۱) پہلے جبکہ تم مطلع

کئے جاتے ہو کہ تم پر ایک بلا آنیوالی ہے مثلاً جیسے تمہارے نام عدالت سے ایک وارنٹ جاری ہوا یہ پہلی حالت ہے جس نے تمہاری تسلی اور خوشحالی مین خلل ڈالا سو یہ حالت زوال کے وقت سے مشابہ ہے کیونکہ اس سے تمہاری خوشحالی مین زوال آنا شروع ہوا اسکے مقابل پر نماز ظہر متعین ہوئی جس کا وقت زوال آفتاب سے شروع ہوتا ہے۔

(۲) دوسرا تغیر اس وقت تم پر آتا ہے جبکہ تم بلا کے محل سے بہت نزدیک کئے جاتے ہو۔ مثلاً جبکہ تم بذریعہ وارنٹ گرفتار ہوکر حاکم کے سامنے پیش ہوتے ہو یہ وہ وقت ہے کہ جب تمہارا خوف سے خون خشک ہو جاتا ہے اور تسلی کا نور تم سے رخصت ہونیکو ہوتا ہے سو یہ حالت تمہاری اسوقت سے مشابہ ہے جبکہ آفتاب سے نور کم ہو جاتا ہے اور نظر اسپر جم سکتی ہے اور صریح نظر آتا ہے کہ اب اسکا غروب نزدیک ہے۔ اس روحانی حالت کے مقابل پر نماز عصر مقرر ہوئی

(۳) تیسرا تغیر تم پر اسوقت آتا ہے جو اس بلا سے رہائی پانے کی بکلی امید منقطع ہو جاتی ہے۔ مثلاً جیسے تمہارے نام فرد قرارداد جرم لکھی جاتی ہے اور مخالفانہ گواہ تمہاری ہلاکت کے لئے گذر جاتے ہین یہ وہ وقت ہے کہ جب تمہارے حواس خطا ہو جاتے اور تم اپنے تئین ایک قیدی سمجھنے لگتے ہو۔ سو یہ حالت اسوقت سے مشابہ ہے جبکہ آفتاب غروب ہو جاتا ہے اور تمام امیدین دن کی روشنی کی ختم ہو جاتی ہین اس روحانی حالت کے مقابل پر نماز مغرب مقرر ہے۔ (۴) چوتھا تغیر اسوقت تم پر آتا ہے کہ جب بلا تم پر وارد ہی ہو جاتی ہے اور اسکی سخت تاریکی تم پر احاطہ کر لیتی ہے مثلاً جبکہ فرد قرارداد جرم اور شہادتوں کے بعد حکم سزا تم کو سنایا جاتا ہے اور قید کے لئے ایک پولس مین کے تم حوالہ کئے جاتے ہو سو یہ حالت اسوقت سے مشابہ ہے جبکہ رات پڑ جاتی ہے اور ایک سخت اندھیرا پڑ جاتا ہے اس روحانی حالت کے مقابل پر نماز عشا مقرر ہے۔

(۵) پھر جبکہ تم ایک مدت تک اس مصیبت کی تاریکی مین بسر کرتے ہو تو پھر آخر خدا کا رحم تم پر جوش مارتا ہے اور تمہین اس تاریکی سے نجات دیتا ہے مثلاً جیسے تاریکی کے بعد پھر آخرکار صبح نکلتی ہے اور پھر وہی روشنی دن کی اپنی چمک کے ساتھ ظاہر ہو جاتی ہے سو اس روحانی حالت کے مقابل پر نماز فجر مقرر ہے اور خدا نے تمہارے فطرتی تغیرات مین پانچ حالتین دیکھ

پانچ نمازین تمہارے لئے مقرر کین اس سے تم سمجھ سکتے ہو کہ یہ نمازین خاص تمہاری نفس کے فائدہ کے لئے ہین پس اگر تم چاہتے ہو کہ ان بلاؤن سے بچے رہو تو تم پنجگانہ نمازون کو ترک نہ کرو کہ وہ تمہاری اندرونی اور روحانی تغیرات کا ظل ہین - نماز مین آنے والی بلاؤن کا علاج ہے تم نہین جانتے کہ نیا دن چڑھنے والا کس قسم کے قضا و قدر تمہارے لئے لائیگا پس قبل اسکے جو دن چڑھے تم اپنے مولےٰ کی جناب مین تضرع کرو کہ تمہارے لئے خیر و برکت کا دن چڑھے *

اے امیرو اور بادشاہو! اور دولت مندو!! آپ لوگون مین ایسے لوگ بہت ہی کم ہین جو خدا سے ڈرتے اور اسکی تمام راہون مین راستباز ہین اکثر ایسے ہین کہ دنیا کے ملک اور دنیا کے املاک سے دل لگاتے ہین اور پھر اسی مین عمر بسر کر لیتے ہین اور موت کو یاد نہین رکھتے - ہر ایک امیر جو نماز نہین پڑھتا اور خدا سے لاپروا ہے اُسکے تمام نوکرون چاکرون کا گناہ اُسکی گردن پر ہے - ہر ایک امیر جو شراب پیتا ہے اُسکی گردن پر ان لوگونکا بھی گناہ ہے جو اسکے ماتحت ہو کر شراب مین شریک ہین - اے عقلمندو یہ دنیا ہمیشہ کی جگہ نہین تم سنبھل جاؤ - تم ہر ایک بے اعتدالی کو چھوڑ دو ہر ایک نشہ کی چیز کو ترک کرو انسان کو تباہ کرنے والی صرف شراب ہی نہین بلکہ افیون - گانجا - چرس - بھنگ تاڑی اور ہر ایک نشہ جو ہمیشہ کے لئے عادت کر لیا جاتا ہے وہ دماغ کو خراب کرتا اور آخر ہلاک کرتا ہے سو تم اس سے بچو - ہم نہین سمجھ سکتے کہ تم کیون ان چیزون کو استعمال کرتے ہو جنکی شامت سے ہر ایک سال ہزارہا تمہارے جیسے نشہ کے عادی اس دنیا سے کوچ کرتے جاتے ہین* اور آخرت کا عذاب الگ ہے - پرہیزگار انسان بنجاؤ تا تمہاری عمرین زیادہ ہون اور تم خدا سے برکت پاؤ - حد سے زیادہ عیاشی مین بسر کرنا لعنتی زندگی ہے - حد سے زیادہ بدخلق اور بے مہر ہونا لعنتی زندگی ہے - حد سے زیادہ خدا یا اسکے بندوں کی ہمدردی سے لاپروا ہونا لعنتی زندگی ہے - ہر ایک امیر خدا کے حقوق اور انسانوں کے حقوق سے ایسا ہی پوچھا جائیگا جیسا کہ ایک فقیر بلکہ اس سے زیادہ پس کیا بدقسمت وہ شخص ہے جو اس مختصر زندگی پر بھروسہ کر کے بکلی خدا سے مونہہ پھیر لیتا ہے اور خدا کے حرام کو

* [illegible]

ایسی بیبا کی سے استعمال کرتا ہے کہ گویا وہ حرام اسکیلئے حلال ہے غصہ کیحالتمین دیوانون کیطرح کسیکو گالی کسی کو زخمی اور کسیکو قتل کرنیکے لئے تیار ہوجاتا ہے اور شہوات کے جوش مین بے حیائی کے طریقون کو انتہا تک پہنچا دیتا ہے سو وہ سچی خوشحالی کو نہین پائیگا یہانتک کہ مرے گا۔ اے عزیز دتم تھوڑے دنون کے لئے دنیا مین آئے ہو اور وہ بھی بہت کچھہ گذر چکی سو اپنے مولی کو ناراض مت کرو ایک انسانی گورنمنٹ جو تم سے زبردست ہو اگر تم سے ناراض ہو تو وہ تمہین تباہ کر سکتی ہے پس تم سوچ لو کہ خدا تعالی کی ناراضگی سے کیونکر تم بچ سکتے ہو اگر تم خدا کی آنکھون کے آگے متقی ٹھہر جاؤ تو تمہین کوئی بھی تباہ نہین کر سکتا۔ اور وہ خود تمہاری حفاظت کریگا اور دشمن جو تمہاری جان کے درپے ہے تم پر قابو نہین پائیگا ورنہ تمہاری جان کا کوئی حافظ نہین اور تم دشمنون سے ڈر کر یا اور آفات مین مبتلا ہو کر بیقراری سے زندگی بسر کرو گے اور تمہاری عمر کے آخری دن بڑے غم اور غصہ کے ساتھہ گذرینگے خدا اون لوگون کی پناہ ہو جاتا ہے جو اُسکی ساتھہ ہو جاتے ہین سو خدا کی طرف آجاؤ اور ہر ایک مخالفت اُسکی چھوڑ دو اور اُسکے فرائض مین سستی نہ کرو اور اُسکے بندون پر زبان سے یا ہاتھہ سے ظلم مت کرو اور آسمانی قہر اور غضب سے ڈرتے رہو کہ یہی **راہ نجات کی ہے۔**

اے علماء اسلام میری تکذیب مین جلدی مت کرو کہ بہت اسرار ایسے ہوتے ہین کہ انسان جلدی سے سمجھہ نہین سکتا۔ بات کو سنکر اسی وقت رد کرنیکے لئے تیار مت ہو جاؤ کہ یہ تقوی کا طریق نہین ہے اگر تم مین بعض غلطیان نہ ہوتین اور اگر تمنے بعض احادیث کے الٹے معنے نہ سمجھے ہوتے تو مسیح موعود کا جو حکم ہے آنا ہی لغو تہا تم سے پہلے یہ عبرت کی جگہ موجود ہے کہ جس بات پر تمنے زور مارا ہے اور جس جگہ تمنے قدم رکہا ہے اسی جگہ یہودیون نے رکہا تہا یعنے جیسا کہ تم حضرت عیسے علیہ السلام کے دوبارہ آنے کے منتظر ہو وہ بھی الیاس نبی کے دوبارہ آنیکے منتظر تہے اور کہتے تہے کہ مسیح تب آئیگا جبکہ پہلے الیاس نبی جو آسمان پر اٹہایا گیا دوبارہ دنیا مین آجائیگا اور جو شخص الیاس کے دوبارہ آنے سے پہلے مسیح ہونیکا دعوی کرے وہ جھوٹا ہے اور وہ نہ صرف احادیث کی رو سے ایسا خیال رکہتے تہے بلکہ خدا کی کتاب کو جو صحیفہ ملاکی نبی ہے

معنون کے لحاظ سے کہ ایک چیز کا دوسری چیز مین محو ہونا اور کہوئے جانا ہے عیسائیون کی آئندہ مذہبی حالت کے لئے یہ ایک پیشگوئی ہے۔ منہ

اس ثبوت مین پیش کرتے تہے لیکن جب حضرت عیسٰی علیہ السلام نے اپنی نسبت یہودیون کے موعود مسیح ہونیکا دعوے کردیا اور الیاس آسمان سے نہ اُترا جو اُس دعوی کی شرط تہی تو یہ تمام عقیدے یہودیون کے باطل ثابت ہو گئے اور وہ جو یہودیون کے خیال مین تہا کہ ایلیا نبی بجسمہ العنصری آسمان سے نازل ہوگا اُسکے آخر کار یہ معنے کہلے کہ الیاس کی خو اور طبیعت پر کوئی دوسرا شخص ظاہر ہو جائیگا اور یہ معنے حضرت عیسٰی نے خود بیان فرمائے جنکو دوبارہ آسمان سے اُتار رہے ہو۔ پس تم کیون ایسی جگہ ٹہوکر کہاتے ہو جس جگہ تم سے پہلے یہود ٹہوکر کہا چکے ہین تمہارے ملک مین ہزارہا یہودی موجود ہین تم اُنکو پوچہہ کر دیکہہ لو کہ کیا یہود کا یہی اعتقاد نہین جو اب تم ظاہر کر رہے ہو پس وہ خدا جس نے عیسٰے کی خاطر ایلیا نبی کو آسمان سے نہ اوتارا اور یہود کے سامنے اُسکو تاویلون سے کام لینا پڑا وہ تمہاری خاطر کیونکر عیسٰے کو اُتاریگا جسکو تم دوبارہ اُتارتے ہو اُسی کے فیصلہ سے تم مُنکر ہو اگر شک ہے تو کوئی لاکہہ عیسائی اس ملک مین موجود ہین اور انکی انجیل بہی موجود اُن سے دریافت کرلو کہ کیا یہ سچ نہین ہے کہ حضرت عیسٰی نے یہی کہا تہا کہ ایلیا جو دوبارہ آنے والا تہا وہ یُوحنا ہی ہے یعنی یحیٰے۔ اور اتنی بات کہہ کر یہود کی پُرانی امیدون کو خاک مین ملا دیا۔ اگر اب یہ ضروری ہے کہ عیسٰی نبی ہی آسمان سے آوے تو اس صورت مین حضرت عیسٰی سچا نبی نہین ٹہر سکتا کیونکہ اگر آسمان سے واپس آنا سنت اللہ مین داخل ہے تو الیاس نبی کیون واپس نہ آیا اور کیون اس جگہ یحیٰی کو الیاس ٹہرا کر تاویل سے کام لیا گیا عقلمند کیلئے یہ سوچنے کا مقام ہے۔

اور نیز جس کام کے لئے آپ لوگون کے عقیدون کے موافق مسیح ابن مریم آسمان سے آئیگا یعنے یہ کہ مہدی سے ملکر لوگون کو جبرًا مسلمان کرنیکے لئے جنگ کریگا یہ ایک ایسا عقیدہ ہے جو اسلام کو بدنام کرتا ہے قرآن شریف مین کہان لکہا ہے کہ مذہب کے لئے جبر درست ہے بلکہ اللہ تعالیٰ تو قرآن شریف مین فرماتا ہے **لَا اِكْرَاهَ فِي الدِّيْنِ** یعنے دین مین جبر نہین ہے پہر مسیح ابن مریم کو جبر کا اختیار کیونکر دیا جائیگا یہان تک کہ بجز اسلام یا قتل کے جزیہ بہی قبول نہ کریگا یہ تعلیم قرآن شریف کی کس مقام اور کس سیپارہ اور کس سورۃ مین ہے*

* اگر کہو کہ عربون کے لئے یہی حکم تہا کہ جبرًا مسلمان کئے جائین یہ خیال قرآن شریف سے ہرگز ثابت نہین ہوتا بلکہ یہ ثابت ہوتا ہے کہ چونکہ تمام عرب نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو سخت ایذا پہونچایا تہا اور بہت سے صحابہ مردون

سارا قرآن بار بار کہہ رہا ہے کہ دین مین جبر نہین اور صاف طور پر ظاہر کر رہا ہے کہ جن لوگون سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے وقت لڑائیان کی گئی تہین وہ لڑائیان دین کو جبراً شائع کرنیکے لئے نہیں تہین بلکہ یا تو بطور سزا تہین یعنے اُن لوگون کو سزا دینا منظور تہا جنہون نے ایک گروہ کثیر مسلمانوں کو قتل کر دیا اور بعض کو وطن سے نکالدیا تہا اور نہایت سخت ظلم کیا تہا جیسا کہ اللہ تعالی فرماتا ہے اذن للذین یقاتلون بانہم ظلموا وان اللہ علیٰ نصرھم لقدیر یعنی ان مسلمانون کو جن سے کفار جنگ کر رہے ہین بسبب مظلوم ہونیکے مقابلہ کرنے کی اجازت دی گئی اور خدا قادر ہے کہ جو ان کی مدد کرے - اور یا وہ لڑائیان ہین جو بطور مدافعت تہین یعنے جو لوگ اسلام کے نابود کرنے کیلئے پیش قدمی کرتے تہے یا اپنے ملک مین اسلام کو شایع ہونیسے جبراً روکتے تہے ان سے بطور حفاظت خود اختیاری یا ملک مین آزادی پیدا کرنیکیلئے لڑائی کی جاتی تہی بجز ان تین صورتون کے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور آپکے مقدس خلیفون نے کوئی لڑائی نہین کی بلکہ اسلام نے غیر قومون کے ظلم کی اس قدر برداشت کی ہے جو اسکی دوسری قومون مین نظیر نہین ملتی پہر یہ عیسی مسیح اور مہدی صاحب کیسے ہونگے جو آتے ہی لوگون کو قتل کرنا شروع کرینگے یہان تک کہ کسی اہل کتاب سے بہی جزیہ قبول نہین کرینگے اور آیت حتی یعطوا الجزیۃ عن ید وھم صاغرون کو بہی منسوخ کر دینگے یہ دین اسلام کے کیسے حامی ہون گے کہ آتے ہی قرآن کی ان آیتون کو بہی منسوخ کر دینگے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے وقت مین بہی منسوخ نہین ہوئین اور اس قدر انقلاب سے پہر بہی ختم نبوت مین حرج نہین آئیگا - اس زمانہ مین جو تیرہ سو برس عہد نبوت کو گذر گئے اور خود اسلام اندرونی طور پر تہتر فرقون پر پہیل گیا - سچے مسیح کا یہ کام ہونا چاہئے کہ وہ دلائل کے ساتہہ دلون پر فتح پاوے نہ تلوار کے ساتہہ اور صلیبی عقیدہ کو واقعی اور سچے ثبوت کیساتہہ توڑ دے نہ یہ کہ اُن صلیبون کو توڑتا پہرے جو چاندی یا سونے یا پیتل یا لکڑی سے بنائی جاتی ہین اگر تم جبر کرو گے تو تمہارا جبر اس بات پر کافی دلیل ہے کہ تمہارے پاس اپنی سچائی پر کوئی دلیل نہین* ہر یک نادان اور ظالم طبع جب دلیل سے عاجز آجاتا ہے تو پہر تلوار یا بندوق کیطرف ہاتہہ لمبا کرتا ہے مگر ایسا مذہب ہرگز ہرگز خدا تعالی

حاشیہ - بعض نادان مجھ پر اعتراض کرتے ہین جیسا کہ صاحب المنار نے بہی کیا کہ یہ شخص انگریزوں کے ملک مین رہتا ہے اس لئے جہاد کی ممانعت کرتا ہے یہ نادان نہین جانتے کہ اگر مین جہوٹ سے اس گورنمنٹ کو خوش کرنا چاہتا تو مین بار بار کیون کہتا کہ عیسی بن مریم صلیب سے نجات پاکر اپنی موت طبعی سے بمقام سری نگر کشمیر مر گیا اور نہ وہ خدا تہا اور نہ خدا کا بیٹا کیا انگریز مذہبی جوش والے میرے اس فقرہ سے مجہہ سے بیزار نہین ہونگے پس سنو اے نادانو! مین اس گورنمنٹ کی کوئی خوشامد نہین کرتا بلکہ اصل بات یہ ہے کہ ایسی گورنمنٹ سے جو دین اسلام اور دینی رسوم پر کچہہ دست اندازی نہین کرتی اور نہ اپنے دین کو ترقی دینے کے لئے ہم پر تلوارین چلاتی ہے - قرآن شریف کے رو سے جنگ مذہبی کرنا حرام ہے کیونکہ وہ بہی کوئی مذہبی جہاد نہین کرتی اور انکا شکر کرنا ہمین اسلئے لازم ہے

کی طرف سے نہین ہو سکتا جو صرف تلوار کے سہارے سے پہیل سکتا ہے نہ کسی اور طریق سے اگر تم ایسے جہاد سے باز نہین آسکتے اور اسپر غصہ مین آکر راستبازون کا نام بہی دجّال اور مُلحد رکہتے ہو تو ہم اِن دو فقرون پر اِس تقریر کو ختم کرتے ہین - قُلْ يَا أَيُّهَا الْكَافِرُونَ لَا أَعْبُدُ مَا تَعْبُدُونَ اندرونی تفرقہ اور پہوٹ کے زمانہ مین تمہارا فرضی مسیح اور فرضی مہدی کس کس پر تلوار چلائیگا کیا سنیون کے نزدیک شیعہ اس لایق نہین کہ اُن پر تلوار اُٹہائی جاے اور شیعون کے نزدیک سنّی اس لایق نہین کہ ان سب کو تلوار سے نیست و نابود کیا جاوے پس جبکہ تمہارے اندرونی فرقے ہی تمہارے عقیدہ کی رو سے مستوجب سزا ہین تو تم کس کس سے جہاد کروگے - مگر یاد رکہو کہ خدا تلوار کا محتاج نہین وہ اپنے دین کو آسمانی نشانون کیساتہ زمین پر پہیلائیگا اور کوئی اُسکو روک نہین سکیگا اور یاد رکہو کہ اب عیسیٰ تو ہرگز نازل نہین ہوگا کیونکہ جو اقرار اوس نے آیت فَلَمَّا تَوَفَّيْتَنِي کی رو سے قیامت کے دن کرنا ہے اس مین صفائی سے اُسکا اعتراف پایا جاتا ہے کہ وہ دوبارہ دنیا مین نہین آیگا اور قیامت کو اسکا یہی عذر ہے کہ عیسائیون کے بگڑنے کی مجہے خبر نہین اور اگر وہ قیامت کے پہلے دنیا مین آتا تو کیا وہ یہی جواب دیتا کہ مجہے عیسائیون کے بگڑنے کی کچہہ خبر نہین لہذا اس آیت مین اوس نے صاف اقرار کیا ہے کہ مین دوبارہ دنیا مین نہین گیا اور اگر وہ قیامت سے پہلے دنیا مین آنیوالا تہا اور برابر چالیس برس رہنے والا تب تو اوس نے خدا تعالیٰ کے سامنے جہوٹ بولا کہ مجہے عیسائیون کے حالات کی کچہہ خبر نہین اسکو تو کہنا چاہئے تہا کہ آمد ثانی کیوقت مینے چالیس کروڑ کے قریب دنیا مین عیسائی پایا اور ان سب کو دیکہا اور مجہے انکے بگڑنے کی خوب خبر ہے اور مین تو انعام کے لایق ہون کہ تمام عیسائیونکو مسلمان کیا اور صلیبونکو توڑا یہ کیسا جہوٹ ہے کہ عیسیٰ کہیگا کہ مجہے خبر نہین غرض اس آیت مین نہایت صفائی سے مسیح کا اقرار ہے کہ وہ دوبارہ دنیا مین نہین آئیگا اور یہی سچ ہے کہ مسیح فوت ہوچکا اور سری نگر محلہ خان یار مین اسکی قبر ہے* - اب خدا خود نازل ہوگا اور ان لوگون سے آپ لڑیگا جو سچائی سے لڑتے ہین - خدا کا لڑنا قابل اعتراض نہین کیونکہ وہ نشانون کے رنگ مین ہے لیکن انسان کا لڑنا قابل اعتراض ہے کیونکہ وہ جبر کے رنگ مین ہے -

بقیہ حاشیہ صفحہ ... کہ ہم اپنا کام مکہ اور مدینہ مین ہی نہین کرسکتے تہے مگر انکے ملک مین یہہ خدا کیطرف سے حکمت تہی ...

ان مولویون پر افسوس اگر انہین دیانت ہوتی تو وہ تقوی کی راہ سے اپنی تسلی ہر طرح سے کراتے اور خدا نے تو نیک روحون کی تسلی کر دی مگر وہ لوگ جو ابوجہل کی مٹی سے بنے ہوئے ہین وہ اسی طریق کو اختیار کرتے ہین جو ابوجہل نے اختیار کیا تہا ایک مولوی صاحب نے میرٹھ سے بذریعہ رجسٹری اطلاع دی ہے کہ امرتسر مین جلسہ **ندوۃ العلماء** ہے اس جگہ آکر بحث کرنی چاہیئے مگر واضح ہو کہ اگر ان مخالفین کی نیتین نیک ہوتین اور فتح و شکست کا خیال نہ ہوتا تو ان کو اپنی تسلی کرانے کیلئے ندوہ وغیرہ کی کیا ضرورت تہی ہم ندوہ کے علماء کو امرتسر کے علماء سے الگ نہین سمجہتے ایک ہی عقیدہ۔ ایک ہی جنس ایک ہی مادہ ہے ہر ایک کو اختیار ہے کہ **قادیان** مین آوے مگر بحث کے لئے نہین بلکہ صرف طلب حق کے لئے ہماری تقریر کو سنے اگر شک رہے تو عزت اور ادب کے طریق سے اپنے شکوک رفع کرا دے اور وہ جبتک قادیان مین رہیگا بطور **مہمان** کے سمجہا جائیگا ہمین ندوہ وغیرہ کی ضرورت نہین اور نہ انکی طرف حاجت ہے یہ سب لوگ راستی کے دشمن ہین مگر راستی دنیا مین پہیلتی جاتی ہے کیا یہ خدا تعالی کا عظیم الشان معجزہ نہین کہ اسنے آج سے بیس برس پہلے براہین احمدیہ مین اپنے الہام سے ظاہر کر دیا تہا کہ لوگ تمہارے ناکام رہنے کیلئے بڑی کوشش کرینگے اور ناخنون تک زور لگائین گے مگر آخر مین تمہین ایک بڑی جماعت بناؤن گا یہ اس وقت کی وحی آلہی ہے جبکہ میرے ساتہہ ایک آدمی بہی نہین تہا پہر میرے دعوی کے شایع ہونے پر مخالفون نے ناخنون تک زور لگائے آخر حسب پیشگوئی مذکورہ بالا یہ سلسلہ پہیل گیا اور اب آج کی تاریخ تک برٹش انڈیا مین یہ جماعت ایک لاکہہ سے بہی کچہہ زیادہ ہے ندوۃ العلماء کو اگر مرنا یاد ہے تو براہین احمدیہ اور سرکاری کاغذات کو دیکہہ کر تبلاوے کہ کیا یہ معجزہ ہے یا نہین پہر جبکہ قرآن اور معجزہ دونون پیش کئے گئے تو اب بحث کس غرض کیلئے؟

ایسا ہی اس ملک کے گدی نشین اور پیرزادے دین سے ایسے بے تعلق اور اپنی بدعات مین ایسے دن رات مشغول ہین کہ انکو اسلام کی مشکلات اور آفات کی کچہہ بہی خبر نہین

ان کی مجالس مین اگر جاؤ تو بجائے قرآن شریف اور کتب حدیث کے طرح طرح کے تنبوروے اور سارنگیان اور ڈھولکیان اور قوال وغیرہ اسباب بدعات نظر آئینگے اور پہر با وجود اسکے مسلمانون کے پیشوا ہونے کا دعوےٰ اور اتباع نبوی کی لاف زنی اور بعض انمین سے عورتون کا لباس پہنتے ہین اور ہاتھون مین مہندی لگاتے ہین اور چوڑیان پہنتے ہین اور قرآن شریف کی نسبت اشعار پڑہنا اپنی مجلسون مین پسند کرتے ہین۔ یہ ایسے پرانے زنگار ہین جو خیال مین نہین آسکتا کہ دور ہوسکین تاہم خدا تعالیٰ اپنی قدرتین دکہائے گا اور اسلام کا حامی ہوگا ۰

عورتون کو کچھ نصیحت

ہمارے اس زمانہ مین بعض خاص بدعات مین **عورتین** ہی مبتلا ہین وہ **تعدد نکاح** کے مسئلہ کو نہائت بری نظر سے دیکھتی ہین گویا اسپر ایمان نہین رکہتین انکو معلوم نہین کہ خدا کی شریعت ہر ایک قسم کا علاج اپنے اندر رکہتی ہے پس اگر اسلام مین تعدد نکاح کا مسئلہ نہ ہوتا تو ایسی صورتین کہ جو مردون کے لئے نکاح ثانی کے لئے پیش آجاتی ہین اس شریعت مین انکا کوئی علاج نہ ہوتا۔ مثلاً اگر عورت دیوانہ ہوجاے یا مجذوم ہوجائے یا ہمیشہ کے لئے کسی ایسی بیماری مین گرفتار ہوجائے جو بیکار کر دیتی ہے یا اور کوئی ایسی صورت پیش آجائے کہ عورت قابل رحم ہو مگر بیکار ہو جاوے اور مرد بہی قابل رحم کہ وہ تجرد پر صبر نہ کرسکے تو ایسی صورت مین مرد کے قوےٰ پر یہ ظلم ہے کہ اسکو نکاح ثانی کی اجازت نہ دی جاوے درحقیقت خدا کی شریعت نے انہین امور پر نظر کرکے مردون کے لئے یہ راہ کہلی رکہی ہے اور مجبوریون کے وقت عورتون کے لئے بہی راہ کہلی ہے کہ اگر مرد بیکار ہو جاوے تو حاکم کے ذریعہ سے خلع کرالین جو طلاق کے قایم مقام ہے خدا کی شریعت دوا فروش کی دوکان کی مانند ہے پس اگر دوکان ایسی نہین ہے جسمین سے ہر ایک بیماری کی دوا مل سکتی ہے تو وہ دوکان چل نہین سکتی پس غور کرو کہ کیا یہ سچ نہین کہ بعض مشکلات مردون کے لئے ایسی پیش آجاتی ہین جن مین وہ نکاح ثانی کے لئے مضطر ہوتے ہین۔ وہ شریعت کس کام کی جسمین کل مشکلات کا علاج نہ ہو۔ دیکھو انجیل مین

طلاق کے مسئلہ کی بابت صرف زنا کی شرط تھی اور دوسرے صدہا طرح کے اسباب جو مرد اور عورت میں جانی دشمنی پیدا کر دیتے ہین اُن کا کچھہ ذکر نہ تھا اس لئے عیسائی قوم اس خامی کی برداشت نہ کر سکی اور آخر امریکہ مین ایک طلاق کا قانون پاس کرنا پڑا سو اب سوچو کہ اس قانون سے انجیل کدہر گئی۔ اور اے عورتو فکر نہ کرو جو تمہین کتاب ملی ہے وہ انجیل کیطرح انسانی تصرّف کی محتاج نہین اور اوس کتاب مین جیسے مردون کے حقوق محفوظ ہین عورتون کے حقوق بھی محفوظ ہین اگر عورت مرد کے تعدّد ازدواج پر ناراض ہے تو وہ بذریعہ حاکم خُلع کرا سکتی ہے۔ خدا کا یہ فرض تھا کہ مختلف صورتین جو مسلمانون میں پیش آنیوالی تھین اپنی شریعت مین انکا ذکر کر دیتا تا شریعت ناقص نہ رہتی سو تم اے عورتو اپنے خاوندون کے ان ارادون کے وقت کہ وہ دوسرا نکاح کرنا چاہتے ہین خدا تعالیٰ کی شکایت مت کرو بلکہ تم دعا کرو کہ خدا تمہین مصیبت اور ابتلا سے محفوظ رکہے بیشک وہ مرد سخت ظالم اور قابل مواخذہ ہے جو دو جورو کر کے انصاف نہین کرتا مگر تم خود خدا کی نافرمانی کر کے مورد قہر الٰہی مت بنو ہر ایک اپنے کام سے پوچھا جائیگا۔ اگر تم خدا تعالیٰ کی نظر مین نیک بنو تو تمہارا خاوند بھی نیک کیا جاویگا اگرچہ شریعت نے مختلف مصالح کی وجہ سے تعدد ازدواج کو جائز قرار دیا ہے لیکن قضا و قدر کا قانون تمہارے لئے کہلا ہے اگر شریعت کا قانون تمہارے لئے قابل برداشت نہین تو بذریعہ دعا قضا و قدر کے قانون سے فائدہ اُٹہاؤ کیونکہ قضا و قدر کا قانون شریعت کے قانون پر بھی غالب آجاتا ہے تقویٰ اختیار کرو دُنیا سے اور اوسکی زینت سے بہت دل مت لگاؤ۔ قومی فخر مت کرو کسی عورت سے ٹھٹھا ہنسی مت کرو خاوندون سے وہ تقاضے نہ کرو جو انکی حیثیت سے باہر ہین کوشش کرو کہ تا تم معصوم اور پاک دامن ہونیکی حالت مین قبرون مین داخل ہو خدا کے فرائض نماز زکوٰة وغیرہ مین سستی مت کرو اپنے خاوندونکی دل و جان سے مطیع رہو بہت سا حصہ انکی عزت کا تمہارے ہاتہہ مین ہے سو تم اپنی اس ذمہ داری کو ایسی عمدگی سے ادا کرو کہ خدا کے نزدیک صالحات قانتات مین گنی جاؤ۔ اسراف نہ کرو اور خاوندونکے مالون کو بیجا طور پر خرچ نہ کرو۔ خیانت نکرو۔ چوری نہ کرو۔ گلہ نکرو ایک عورت دوسری عورت یا مرد پر بہتان نہ لگاوے

تعطیل جمعہ

مندرجہ ذیل میموریل حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے گورنمنٹ آف انڈیا کی خدمت میں تعطیل جمعہ کیلئے پیش کیا ہے

چونکہ تاج پوشی کا جلسہ جو دہلی مین ہوگا ہر ایک فرقہ رعایا گورنمنٹ برطانیہ کو اس سے بہت خوشی ہے اور مسلمانون کو ایک خاص خوشی جو اس جلسہ مین ان کے اسلامی تخت گاہ کے شہر کو عزت دیگئی ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ اس محسن گورنمنٹ کو مسلمانون پر ایک خاص نظر عنایت ہے اور مسلمانون کی مدت دراز سے ایک دلی تمنا ہے جسکے پیش کرنیکے لئے اسوقت سے زیادہ مبارک کوئی وقت نہین کہ ہمارے بادشاہ عالیجاہ قیصر کی تاج پوشی کے جلسہ کا دن قریب ہے اسلئے مجھے تحریک کی گئی کہ مین اس التماس کو ادب سے پیش کرون کیونکہ مین ایک ایسے مسلمانون کے گروہ کا امام ہون کہ جو برٹش انڈیا اور دوسرے مقامات مین ایک لاکھ سے بھی زیادہ ہے اور مین ضروری نہین سمجھتا کہ مین ان کے نام لکھون کیونکہ وہ مجھ سے بیعت کرنے والے ہین یعنی میرے مرید ہین اور مجھ سے الگ نہین ہین یہ وہ فرقہ ہے جو فرقہ احمدیہ کے نام سے مشہور ہے اور پنجاب اور ہندوستان اور دیگر متفرق مقامات مین پھیلا ہوا ہے یہی وہ فرقہ ہے جو دن رات کوشش کر رہا ہے کہ مسلمانون کے خیالات مین سے جہاد کی بیہودہ رسم کو اٹھادے چنانچہ اب تک ساٹھ کے قریب مین نے ایسی کتابین عربی اور فارسی اور اردو اور انگریزی مین تالیف کر کے شایع کی ہین جن کا یہی مقصد ہے کہ یہ غلط خیالات مسلمانون کے دلون سے محو ہو جائین اس قوم مین یہ خرابی اکثر نادان مولویون نے ڈال رکھی ہے لیکن اگر خدا نے چاہا تو مین امید رکھتا ہون کہ عنقریب اس کی اصلاح ہو جائے گی۔ گورنمنٹ کے اعلے حکام کیطرف سے ایسی کارروائیون کا ہونا ضروری ہے جن سے مسلمانونکے دلون مین منقوش ہو جائے کہ یہ سلطنت اسلام کے لئے درحقیقت چشمہ فیض ہے اور نہایت خوشی کی بات ہے کہ حضور لارڈ کرزن بالقابہ نے ایسی نمایان کارروائیان کی ہین کہ مسلمانون کو کبھی نہین بھولین گی جیسا کہ لاہور کے قلعہ کی مسجد کا مسلمانون کو عطا کرنا اور

ایک باہر کی مسجد جسپر ریل والون کا قبضہ تھا مسلمانون کو عنایت فرمانا اور نیز اپنی طرف سے دہلی کی شاہی مسجد کے لئے ایک قیمتی لال ٹین اپنی جیب سے مرحمت فرمانا ان فیاضانہ کارروائیون سے جس قدر مسلمان شکر گذار اور گرویدہ ہین اس کا اندازہ نہین ہوسکتا لیکن ایک تمنا ان کی ہنوز باقی ہے اور وہ امید کرتے ہین کہ جن ہاتھون سے یہ مرادین پوری ہوئی ہین وہ تمنا بھی انہین ہاتھون سے پوری ہوگی اور وہ آرزو یہ ہے کہ روز جمعہ ایک اسلامی عظیم الشان تہوار ہے۔ اور قرآن شریف نے خاص کر کے اس دن کو تعطیل کا دن ٹھہرایا ہے اور اس بارے مین خاص ایک سورۃ قرآن شریف مین موجود ہے جسکا نام سورۃ الجمعہ ہے اور اس مین حکم ہے کہ جب جمعہ کی بانگ دیجائے تو تم دنیا کا ہر ایک کام بند کردو اور مسجدون مین جمع ہو جاؤ اور نماز جمعہ اس کی تمام شرائط کے ساتھ ادا کرو اور جو شخص ایسا نہ کریگا وہ سخت گنہ گار ہے اور قریب ہے کہ اسلام سے خارج ہو اور جسقدر جمعہ کی نماز اور خطبہ سننے کی قرآن شریف مین تاکید ہے اسقدر عید کی نماز کی بھی تاکید نہین اسی غرض سے قدیم سے اور جب سے کہ اسلام ظاہر ہوا ہے جمعہ کی تعطیل مسلمانون مین چلی آئی ہے اور اس ملک مین بھی برابر آٹھ سو برس تک یعنی جبتک کہ اس ملک مین اسلام کی سلطنت رہی جمعہ مین تعطیل ہوتی تھی اسی وجہ سے ریاست پٹیالہ مین جمعہ کی تعطیل ان دنون تک ہوتی رہی اور اس ملک مین تین قومین ہین۔ ہندو عیسائی مسلمان۔ ہندوؤن اور عیسائیونکو ان کے مذہبی رسوم کا دن گورنمنٹ نے دیا ہوا ہے یعنے اتوار جس مین وہ اپنے مذہبی رسوم ادا کرتے ہین جس کی تعطیل عام طور پر ہوتی ہے لیکن یہ تیسرا فرقہ یعنے مسلمان اپنے تہوار کے دن سے یعنے جمعہ سے محروم ہین۔ برٹش انڈیا مین کون مسلمان ہے جو آہ مار کر یہ نہین کہتا کہ کاش جمعہ کی تعطیل ہوتی لیکن اس کرزنی دور مین جبکہ لارڈ کرزن اس ملک کے وایسرائے ہین۔ مسلمانون کو اس تمنا کے پورے ہونے مین بہت کچھ امید بڑھ گئی ہے اور وہ خیال کرتے ہین کہ جبکہ لارڈ موصوف نے دلی فیاضی اور ہمدردی سے ان کی مساجد واگذار کرادی ہین تو پھر وہ امر جو مسجدون کی علت غائی ہے یعنے نماز جمعہ بیامر بھی انہین ہاتھون سے انجام پذیر ہوگا مسجد تو مثل دستر خوان یا میز کے ہے جسپر روٹی رکھی جاتی ہے مگر نماز جمعہ اصل روٹی ہے۔

تمام مساجد کی بڑی بھاری غرض نماز جمعہ ہے پس کیا ہمارے عالی ہمت وایسرائے لارڈ کرزن یہ روا رکھین گے کہ وہ ہمین دستر خوان تو دین مگر روٹی ندین ایسی دعوت تو ناقص ہے اور امید نہین کہ ایسا فیاض دل جوانمردایسی کمی کو اپنے پر گوارا کرے اور اگر ایسا ہمدرد وایسرائے جسکے بعد کم امید ہے کہ اس کی نظیر ملے اس فیاضی کی طرف توجہ نہ فرماوے تو پھر اسکے بعد عقل تجویز نہین کر سکتی کہ مسلمانون کے لئے کبھی وہ دن آوے کہ دوسرے وایسرائے سے یہ مراد پا سکین یہ ایک ایسی مراد ہے کہ اسکا انجام پذیر ہونا مسلمانونکے دلون کو گورنمنٹ برطانیہ کی محبت کیطرف ایک زبردست کشش سے کھینچ لے گا اور ان احسانون کی فہرست مین جو اس گورنمنٹ نے مسلمانون پر کئے ہین اگر یہ احسان بھی کیا گیا جو عام طور پر جمعہ کی تعطیل دیجائے تو یہ ایسا احسان ہوگا کہ جو آب زر سے لکھنے کے لایق ہوگا اور اسکا مسلمانون کے دلونپر بڑا اثر پڑے گا بالخصوص جبکہ عین تاج پوشی کے جلسہ مین جہان ہزارہا رئیس اور والیان ملک موجود ہونگے اس احسان کو تاج پوشی کی ایک یادگار ٹھہرا کر سنایا جائے گا تو جو کچھ مسلمانونکے دلون مین خوشی سے بھری ہوئی محبت پیدا ہوگی اسکا کیا اندازہ ہو سکتا ہے۔ اس دن لوگ تمام شہر مین خوشی کے نعرونکے ساتھ لارڈ کرزن کے گیت گائینگے اور اسکے حق مین دعائین کرینگے اور اس کارروائی سے اسلام اور عیسائیت مین ایک میلان پیدا ہو جائے گا اور یہ تمام تعریف لارڈ کرزن کے عہد کیطرف ہمیشہ کیلئے منسوب رہے گی اور میری دانست مین عام مسلمانون کو خوش کرنیکے لئے جو کارنامہ وہ چھوڑ جائینگے اس سے بہتر کوئی نہ ہوگا۔ مسلمان ایک قوم ہے جو سب سے زیادہ مذہب کا رنگ اپنے اندر رکھتی ہے اور ہر ایک تالیف قلوب جو مذہبی رنگ مین کیجائے وہ انکے دلون کو کھینچ لیتی ہے پس اعلےٰ سے اعلےٰ حکمت عملی مسلمانونکو مسخر کرنیکی یہی ہے کہ مذہبی رنگ مین ان کو کوئی فایدہ پہنچایا جائے۔ چونکہ تاجپوشی کے جلسہ کا موقعہ ایک ایسا بابرکت موقعہ ہے کہ ہندو مسلمانون کی اسطرف آنکھین لگی ہوئی ہین کہ اس مبارک رسم کی یادگار مین کیا کچھ سرافرازی ہر دو فریق کی کیجاتی ہے پس اگر گورنمنٹ اس مبارک دن کی یادگار کے لئے مسلمانون کے لئے جمعہ کی تعطیل کھولدے یا اگر نہ ہو سکے تو نصف دن کی ہی تعطیل دیدے تو مین سمجھ نہین سکتا

کہ عام دلون کو خوش کرنیکے لئے اس سے زیادہ کوئی کارروائی نہے مگر چونکہ گورنمنٹ کی فیاضی کا تنگ دائرہ نہین ہے اور اگر توجہ پیدا ہو تو اسکو کچھ پروا نہین ہے اس لئے صرف نصف دن کی تعطیل ایک ادنی بات ہے یقین ہے کہ گورنمنٹ عالیہ اس مبارک یادگار مین پورے دن کی تعطیل عنایت فرمائیگی اور یہی مسلمانونکو توقع ہے۔ جمعہ کے دن کو کچھ مسلمانون سے ہی خصوصیت نہین بلکہ یہ دن عیسائی مذہب مین بھی قابل تعظیم ہے کیونکہ حضرت عیسے علیہ السلام جمعہ کے روز ہی صلیب دئے گئے تھے اور عیسائی عقیدہ کے رو سے تمام برکات کی جڑ یہی واقعہ ہے یہودیون کا سبت بھی اس زمانہ تک کہ جب وہ مصر سے نہین نکلے تھے جمعہ ہی تھا قدیم مصری سلطنت مین بھی جمعہ کی ہی تعطیل ہوتی تھی اور حضرت آدم بھی جمعہ کے دن ہی پیدا ہوئے تھے نوح کی کشتی ارارٹ کے پہاڑ پر جمعہ کے دن ہی لگی تھی۔ پس اس تعطیل سے یہ تمام یادگارین قائم ہو سکتی ہین اور مسلمان اس بات پر راضی ہین کہ ان کی بعض غیر ضروری تعطیلین بند کرکے ان کی جگہ جمعہ کی تعطیل دیجاوے اور مجھے اس بات کا خیال ہے کہ جمعہ کی تعطیل رعایا اور گورنمنٹ مین ایک حقیقی مصالحت کی بنیاد ڈالے گی اور خیالات پر ایک ایسا اثر ہوگا کہ وہ فوق العادت تصور کیا جائیگا اگرچہ گورنمنٹ بہت دانشمند ہے لیکن عام مسلمانونکے حالات سے ذاتی واقفیت مجھے اس بات کے اظہار کے لئے مجبور کرتی ہے کہ اس موقعہ پر مسلمانونکو خوش کرنیکے لئے اس سے بڑھکر اور کوئی طریق نہین اس لئے ایک بڑی جماعت کی تحریک سے یہ میموریل ارسال حضور کیا جاتا ہے اور امید کیجاتی ہے کہ توجہ سے اسپر غور کیجائے خاصکر میرے لئے جو ہمیشہ اس سعی مین ہون کہ مسلمان لوگ گورنمنٹ کے ساتھ سچے اخلاص مین ترقی کرین اس تعطیل سے ایک دستاویز ملتی ہے اور گورنمنٹ کی عنایات ثابت کرنیکے لئے اور نئے دلائل حاصل ہوتے ہین اسلئے مین اس عرض کیلئے جرأت کرتا ہون کہ اس عرضداشت پر ضرور توجہ فرمائی جاوے اور اسکو ایک معمولی عرضی سمجھکر ٹال نہ دیا جاوے اور نہ یہ تصور کیا جاوے کہ صرف ایک شخص کی یہ درخواست ہے کیونکہ جیسا کہ مین عرض کر چکا ہون یہ ایک شخص کی درخواست نہین بلکہ ایک لاکھ معزز مسلمان کی درخواست ہے اور چونکہ وہ لوگ مجھ سے بیعت اور مریدی کا تعلق رکھتے ہین اسلئے ضروری نہیں سمجھا گیا کہ ان کے نام لکھے جائین اور مین ان سب کیطرف سے بطور ایڈووکیٹ ہوکر امید بھرے ہوئے دل کے ساتھ یہ عرضداشت روانہ کرتا ہون اور دعا پر ختم کرتا ہون ✣

اعجاز احمدی

دائمی اور زندہ معجزہ

مختلف مذاہب کے بیان کردہ معجزات کا مطالعہ تحقیق کا ایک وسیع میدان ہمارے سامنے پیش کرتا ہے لیکن ہمارے
موجودہ مضمون کو اس سے کچھ بھی تعلق نہین ہے۔ اس معجزہ کو جس کیطرف ہم ناظرین کو توجہ دلانا چاہتے ہین معجزات کی
تاریخ مین ایک مسلمہ بے نظیر اور اعلے مرتبہ حاصل ہے گو ہم حضرت موسیٰ و عیسیٰ و دیگر انبیاء بنی اسرائیل علیہم السلام
کی نبوت اور انکے خدا کیطرف سے ہونے پر ایمان لاتے ہین لیکن اس امر سے ہم انکار نہین کرسکتے کہ انکے معجزات
اور نشان صرف عارضی اور وقتی نشان تھے جو ایک خاص زمانہ اور خاص قوم کیلئے دکھائے گئے تھے مثلاً
سب سے بڑا معجزہ حضرت موسیٰ عم کا یعنے انکے عصا کا سانپ بنجانا صرف ناظرین کے لئے ہی ایک معجزہ تھا
لیکن ان کی ذریت اور دیگر اشخاص کے سامنے یہ صرف ایک کہانی ہے اور شکی طبیعتون کیلئے یہ ایک
مبالغہ آمیز افسانہ کے سوا اور کچھ نہین ہے۔ انجیل کے معجزات محض توریت و دیگر صحف انبیاء کے معجزات کی
نقل ہین۔ اور عظمت مین بعض حالتون مین ان سے بہت کم درجہ پر ہین دیو نکالنے پر آج لوگ ہنسی
اڑاتے اور پانی کو شراب بنانے پر خیر خواہ بنی نوع تاسف کرتے ہین۔ آم کا پودا فوراً اگانا انجیر کے
درخت کے سکھانے سے بہت بڑھ چڑھکر ہے۔ یسوع کے پانی پر چلنے کو لوگون کے ہوا پر اڑنے نے
بالکل مات کردیا ہے۔ اس نے بیمارون کو چنگا کیا لیکن یہی کام سلوم کے تالاب نے اور یسوع
کے ہمعصر مخالفون نے بھی کئے اور ہر زمانہ مین لوگ سلب امراض کرتے آئے ہین۔ امریکہ کا
جھوٹا رسول ڈاکٹر ڈوئی بھی آج کل وہی کام کرتا ہے جو یسوع دو ہزار سال پیشتر کیا کرتا تھا اور اپنی
ناکامیونکے وقت وہ یسوع کی ناکامیون کو مثالاً پیش کردیتا ہے۔ الغرض ایسے معجزات مین تاریخی
پہلو سے بہت نقص ہین۔ اول تو یہ عارضی باتین ہوتی ہین اور گو مشاہدہ کرنے والے لوگ کچھ عرصہ
تک متعجب رہین لیکن معجزہ ہوچکنے کے بعد آنیوالی نسلون کے لئے ایسے معجزات ان خصوصیتون سے
خالی ہوتے ہین جو دلون مین خدا تعالے کی قدرت و عظمت کا رعب بٹھا سکین جبتک کہ انکے ساتھ

دوسرے زندہ معجزات بطور شاہد کے موجود نہ ہون بلکہ ان کا اثر بہت جلد دلون سے زایل ہوجاتا ہے۔ دویم ایسے معجزات دعوے کی ایسی دلیل نہین ہوتی جس سے قدرتی طور پر نتیجہ صداقت دعوے کا پیدا ہوا اور اس طرح پر صحیح تعلق دلیل اور دعوے کے درمیان کوئی نہین ہوتا اگر کوئی شخص خالص پانی کی شراب بنا لے تو اس سے یہ استدلال نہین کرسکتے کہ اسکا کلام خدا کا کلام ہے یا وہ اپنے کسی دعوے مین سچا ہے ہان اس کرتب سے ہم زیادہ سے زیادہ یہی نتیجہ نکالین گے کہ وہ پاک پانی کی ناپاک شراب بنانے مین ماہر ہے۔ سوئم ان معجزات کی پیشکردہ شہادت صاف اور صریح نہین ہوتی۔ مداریونکی ہتھکنڈے معمولی تماش بینون کی نظر مین معجزہ کا اثر رکھتے ہین اس قسم کے اصلی معجزہ اور ہتھکنڈے مین امتیاز کرنے کیلیے کوئی کھلا کھلا معیار نہین۔ کوئی معجزہ ایسا نہین جس کی نقل شعبدہ باز اور جسمانی ورزش والون نے نہ کی ہو اور ایسے معجزات اور مصنوعی باتون مین بڑی مشابہت پائی جاتی ہے۔ چہارم چونکہ ایسے معجزات چند لحون کے لیے ہوتے ہین اس لئے دیکھنے والے بھی اس کی اصلیت پر پورا یقین نہین کرسکتے ممکن ہو کہ دیکھنے والے کو دھوکا لگا ہو یا کوئی ایسا فریب ہو جس کی وہ اصلیت تک نہ پہونچ سکا ہو کیونکہ حقیقت تک پہونچنے کے لئے کافی وقت نہین ہوتا۔ پیشتر اسکے کہ کوئی شخص اسپر غور کرے معجزہ ختم ہوجاتا ہے۔ پنجم ایسے معجزات دکھائے جانیکے بعد بلحاظ دلیل ایک صراحت و بداہت و قدرت اپنے اندر نہین رکھتے۔ دوسرے زمانہ مین انہین کسی دعوے کی تائید مین پیش کرنا گویا دعوی ہی کو دلیل ٹھہراتا ہے کسی دعوے کے ثبوت مین انکو پیش کرنے سے پہلے یہ ضروری ہے کہ ان کی سچائی کو زبردست شہادتون اور صحیح دلائل سے ثابت کیا جائے۔ ششم انکی سچائی اور واقع ہونے کی لابدی شہادت عموماً یافت سے باہر ہوتی ہے انکے مشاہدہ کرنیوالے صرف چند اشخاص ہوتے ہین اور بسبب ایک آناً فاناً کا نظارہ ہونیکے ان کا اثر زمانہ آیندہ پر کم پڑتا ہے خارق عادت واقعات پر ایمان لانے والے وہ لوگ ہوتے ہین جو انکے مشاہدین ہون لیکن دیگر اشخاص کے نزدیک ان مین اور مبالغہ آمیز فسانون مین کوئی کافی اور کھلا کھلا امتیاز مشکل سے مل سکتا ہے رویت کی شہادت بالکل نہین ہوتی۔ ممکن ہو کہ سارا قصہ ہی غلط ہو۔ یا جس شخص کی شہادت بیان کیجاتی ہے اس نے جھوٹ بولا ہو یا اسکو دھوکا لگا ہو پس اس صورت مین اصلیت تک پہنچنا محال کے قریب قریب

ہو جاتا ہے۔ ہفتم۔ معجزات کی تعداد اتنی بڑھ گئی ہے کہ ایک انصاف پسند محقق کے لئے واقعات کا امتیاز اور جھوٹی باتون کا رد نہایت مشکل امر ہے۔ ہر ایک مذہبی فرقہ اپنے پیشواؤن کے عجیب عجیب قصے بیان کرتا ہے لیکن اصلی واقع مین جھوٹ ایسا ملا ہوتا ہے کہ دونون کو علیحدہ علیحدہ کرنا ایک سخت دشوار امر ہے۔ نیز اگر کوئی صحیح واقع موجود بھی مانا جائے تو بھی یہ جھوٹی کہانی کا عشر عشیر

قرآن شریف ہی ایک لاثانی کتاب ہے جسے ان سب عیوب سے پاک عظیم الشان معجزہ پیش کرنے کا فخر حاصل ہے اسکے معجزہ کی صداقت ہر شخص اپنے زمانہ مین اپنے واسطے جانچ سکتا ہے یہ معجزہ تمام لوگون اور تمام زمانون کے لئے ہے۔ نیز اس معجزہ کو اس دعوے سے بڑا بھاری تعلق ہے جس کی تائید مین وہ پیش کیا گیا ہے چنانچہ قرآن مجید کے شروع مین اس معجزہ کا یون ذکر ہے وَاِنْ كُنْتُمْ فِیْ رَیْبٍ مِّمَّا نَزَّلْنَا عَلٰی عَبْدِنَا فَاْتُوْا بِسُوْرَةٍ مِّنْ مِّثْلِهٖ وَادْعُوْا شُهَدَآءَكُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِیْنَ ۔ فَاِنْ لَّمْ تَفْعَلُوْا وَلَنْ تَفْعَلُوْا فَاتَّقُوا النَّارَ ۔

(البقرہ) ترجمہ "اور اگر تم شک کرتے ہو بیچ اس چیز کے جو اتاری ہم نے اپنے بندے پر تو بنا لاؤ ایک سورۃ اس کی مانند اور بلا لو اپنی مدد کے لئے ان تمام مددگارون کو خدا کے سوا جنپر تم بھروسہ کرتے ہو اگر تم سچے ہو اور اگر تم یہ نہ کرو اور تم ہرگز کر نہ سکوگے تو ڈرو دوزخ کی آگ سے" ایک اور مقام پر آیا ہے قُلْ لَّئِنِ اجْتَمَعَتِ الْجِنُّ وَالْاِنْسُ عَلٰۤی اَنْ یَّاْتُوْا بِمِثْلِ هٰذَا الْقُرْاٰنِ لَا یَاْتُوْنَ بِمِثْلِهٖ وَلَوْ كَانَ بَعْضُهُمْ لِبَعْضٍ ظَهِیْرًا ۔

(بنی اسرائیل) ترجمہ "کہدے اگر جمع ہو جائین جن اور انسان اس بات پر کہ قرآن کی مثل بنا لین نہین بنا سکین گے اس کی مثل خواہ وے ایک دوسرے کی مدد ہی کرین" قرآن کریم کا یہ معجزہ ہمیشہ کے لئے زندہ اور تمام زمانون مین اس کی صداقت کا معیار ہے اس معجزہ کا قیام جس سے بیمار چنگے ہوتے یا مردے زندہ کئے جاتے ہین (اگر بالفرض ایسا ہوتا ہو) تو اس شخص کے وجود سے ہی وابستہ ہوتا ہے جسنے اس معجزہ کے اثر سے فائدہ اٹھایا ہو اور اس کی موت کیساتھ اسپر بھی ایک موت طاری ہو جاتی ہے لیکن قرآن کریم ہمیشہ زندہ ہے اور اسکے ساتھ اسکا پرشوکت

معجزہ بھی زندہ ہے۔ قرآن کریم کے اس دعوے کی منادی کہ وہ بے مثل اور الٰہی کلام ہے تیرہ صدیون سے کی جا رہی ہے اور ہمیشہ تک بغیر کسی مقابلہ کے دنیا کے ایک کنارے سے دوسرے کنارے تک ہوتی رہے گی۔ تمام دنیا اب اور آیندہ اسکے معجزہ کی سچائی پر گواہ ہے اور رہیگی یہ آج بھی اپنے مخالفین کو اپنا مثل بنانیکے لئے ویسا ہی چیلنج کرتا ہے جیسے گذشتہ زمانہ مین کیا کرتا تھا۔ انسانون کی لیاقت اور عقل کی کمزوری اور نا قابلیت اسکے مثل بنانے مین اسکے معجزہ کی صداقت کی صاف اور قطعی دلیل ہے جسکے بعد کسی اور دلیل کی ضرورت نہین پڑتی اس معجزہ سے قرآن کریم کا صریح منجانب اللہ ہونا بھی ثابت ہوتا ہے کیونکہ اگر کل انسانی طاقتین قرآن مجید کے مثل بنانے مین عاجز ہین تو معلوم ہوا کہ اسکا صدور کسی اعلیٰ منبع سی ہے اور اس طرح قرآن کریم کا یہ معجزہ اسکے منجانب اللہ ہونے کی سچائی پر دال ہے۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو بھی یہی زندہ معجزہ عطا ہوا ہے کیونکہ وہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا خلیفہ و مظہر و سچا خادم ہے۔ قریبًا دس سال ہوئے کہ آپنے خدا سے الہام پاکر مشتہر کیا تھا کہ خدا نے مجھے فصیح و بلیغ عربی لکھنے کا معجزہ بخشا ہے اور یہ کہ کوئی عربی دان میری عربی کی مثل نہ بنا سکے گا خواہ تمام علماء ایک دوسرے کی مدد ہی کیون نہ کرین۔ دس سال سے اس چیلنج کا کسی نے مقابلہ نہین کیا گو آپنے اس امر کی تجدید ہر تازہ تصنیف سے کی ہے۔ اور گو اسلامی ممالک کے تمام علماء بار بار اس چیلنج کو قبول کرنیکے لئے مدعو کئے گئے ہین اعجاز المسیح مین جو سورۃ فاتحہ کی ایک معجزانہ تفسیر ہے۔ یہی دعوے کیا گیا۔ جسکے بارے مین آپنے تحریر فرمایا تھا کہ تمام عربی دان خواہ اس کی مثل بنانے مین متفق بھی ہو جائین تو بھی نہ بنا سکینگے اور اگر کسی نے اس امر کی جرأت کی تو وہ ذلیل اور ناکام ہوگا۔ عیسائی و مسلمان مخالفین نے اپنی خاموشی کے ساتھ ان الفاظ کی صداقت پر مہر کر دی ہے +

ایک اور کتاب اعجاز احمدی حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے گذشتہ ۱۶۔ نومبر کو شائع کی۔ اس کتاب کے نوے صفحہ ہین اور یہ پانچ دن مین لکھی گئی ہے اس کی تصنیف کا باعث ایک مباحثہ تھا۔ جو ضلع امرتسر کے ایک گاؤن مُد نامی مین حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے مریدون اور ایک مشہور مخالف

کے مابین ہوا۔ یہ مباحثہ ۲۹ و ۳۰۔ اکتوبر گذشتہ کو ہوا اور اس کی خبر آپ کو دو روز بعد ملی۔ پہلے چالیس صفحون مین دیباچہ ہے جس مین مباحثہ مذکور کے متعلق مخالف کے دلایل کی تردید ہے اور باقی حصہ مین ایک نہایت فصیح و بلیغ عربی نظم ہے جسمین واقعات مباحثہ و چند پیشگوئیان شامل ہین اس کتاب کے ساتھ مخالفون کے لئے کہ اگر وہ اس کی مثل بنالائین دس ہزار روپیہ کا انعام بھی تھا اسکے مقابلہ کیلئے مخالفین کو صرف برابری کی سطح پر ہی مدعو نہین کیا گیا تھا بلکہ ان کو دو طرح سے آسانی بھی دی گئی تھی اول یہ کہ اگر وہ چاہین تو اپنی مدد کے لئے جہان سے چاہین عربی دان ادیبون اور علماء کو بلالین۔ دوسرے بجائے پانچ روز کے جس مین یہ کتاب لکھی گئی مخالفین کو پچیس روز تک اس کی مثل تیار کرنے کی مہلت دی گئی تھی اس طرح پر دوہری سہولت ان کو دی گئی۔ مگر ان تمام سہولتون کے باوجود مخالفین نے جنمین اکثر بڑے بڑے لایق عربی دان بھی ہین اپنی خاموشی سے قطعاً ثابت کردیا ہے کہ انسانی طاقتین اعجاز احمدی کے مثل بنانے مین عاجز ہین اور اسلئے یہ انسانی کام نہین بلکہ منجانب اللہ ہے۔ نیز یہ بھی واضح ہے کہ وہ پیشگوئی جو احمدیہ فرقہ کے اول اور نہایت شدید دشمن مولوی محمد حسین بٹالوی اور منشی الہی بخش اکونٹنٹ پبلک ورکس لاہور کی نسبت جو دونو بھی سلسلہ عالیہ کا معاند ہے بمع دو اور پیشگوئیون کے کی گئی ہے وہ انسانی فراست کیطرف منسوب نہین کی جاسکتی کیونکہ اپنے کسی سخت مخالف کی نسبت ایسے وقت پر جبکہ وہ اپنی دشمنی مین حد تک پہنچا ہوا ہو۔ اس کی تبدیلی کی پیشگوئی کرنا سوائے الہی حکمت و علم غیب کے کسی کا کام نہین ہوسکتا۔

یسوع کی عصمت کے متعلق انجیل کی تعلیم

یسوع کے سوانح لکھتے وقت ہر ایک محقق کو یہ بات کھٹکی ہے کہ انجیل نویسون نے دیدہ دانستہ اپنے پیش کردہ یسوع کے بچپن کے حالات کو اشارتاً بیان کرنے سے بھی پہلو تہی کیا ہے معلوم ہوتا ہے کہ اس کی جوانی کے ایام پر ارادتاً پردہ ڈالا گیا ہے جبکہ وہ عین شباب کے دنون مین تھا اور جب اس کی اخلاقی حالت کیلئے بُرے جذبات کا روکنا نہایت قابل فخر تھا لیکن انجیل نویسون نے دیدہ دانستہ اس کی پہلی تیس سالہ

زندگی کو بیان کرنیسے کنارہ کشی کی ہے انہون نے اس کی زندگی اس دن سے شروع کی ہے جب وہ یردن کے پاک پانی سے صاف ہوکر اور یوحنا کے ہاتھ پر توبہ کا بپتسمہ لیکر ایک تبدیل شدہ انسان بنا۔ اگر اس زمانہ کی نسبت جہان انجیل نویسون نے خاموشی اختیار کی ہے دوسرے ذرائعے سے پتہ لگایا جائے اور مخالفین کے بیان کو صحیح تسلیم کیا جائے تو اس مین شک نہین کہ اس کی سوانح مین اعلی درجہ کی پاکیزگی کا نمونہ نہین ملتا بلکہ مخالفین کے بیان سے یہی معلوم ہوتا ہے کہ وہ اسوقت عیوب سے خالی نہ تھا مثلاً یہودی کہتے ہین کہ ایک دفعہ وہ ایک یہودی لڑکی پر عاشق ہوگیا اسوجہ سے اسکے استاد نے ناراض ہوکر اسے عاق کر دیا۔ اس قسم کے واقعات یسوع کی الوہیت و معصومیت پر ایک خطرناک حملہ ہین لیکن ہم اس مضمون کو صرف انجیل کے حوالون کے روسے لکھنا چاہتے ہین اور اسکے مخالفین کے بیانات کو ابھی چھوڑتے ہین ✦

اس بارہ مین یسوع کا ایک اپنا مقولہ قطعی ثبوت ہے انجیل متی ۱۹/۱۶-۱۷ مین لکھا ہے کہ ایک شخص نے یسوع کے پاس آکر کہا کہ "اے نیک استاد مین کونسا نیک کام کرون کہ ہمیشہ کی زندگی پاؤن"۔ اور اس نے جواب دیا "تو مجھے نیک کیون کہتا ہے نیک کوئی نہین مگر ایک یعنی خدا" اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ یسوع کا نیک کہلانے سے انکار کرنا اسواسطے تھا کہ وہ اپنے آپ کو گنہ گار سمجھتا تھا اسکو تعبیر جو جواب یسوع کی عصمت کے حامی دیتے ہین وہ بجائے خود اس امر کی مضبوط دلیل ہے کہ انکے پاس کوئی جواب نہین وہ کہتے ہین کہ چونکہ یسوع خدا تھا اسلئے ایسے جواب سے اسکا منشا صرف یہ تھا کہ وہ شخص جو اسے صرف انسان سمجھتا ہے اسے نیک نہ کہے کیونکہ کوئی انسان گناہ سے بری نہین اسلئے کوئی بشر نیک نہین کہلا سکتا۔ لیکن ایک موٹی سے موٹی عقل والا انسان بھی اس بیان کی بیہودگی کو سمجھ سکتا ہے کیونکہ اگر یسوع صاف طور پر اپنی خدائی کا دعوے یہودیون کے سامنے پیش کرچکا تھا تو ضرور تھا کہ وہ اپنی شریعت کے روسے ایک مرتد اور نہایت گنہ گار شخص خیال کرتے ہون اور شریعت موسوی کے لحاظ سے وہ موت کا سزاوار ٹھہرایا جاتا۔ پس کس طرح ایک یہودی اس دعوے کو جانکر اور مدعی کو نیک استاد کہکر خدا کے احکام کی خلاف ورزی کر سکتا تھا۔ برخلاف اسکے اگر اس شخص نے یسوع کے خدائی کے دعوے کو قبول کیا ہوا تھا تو یہ کہنا ہی بالکل لغو اور بے معنی ہے کیونکہ الوہیت کا تو اسوقت انکار ہی نہ ہوا

کیا گیا - یہ فرض کرنا ایک بیہودہ امر ہے کہ ایک یہودی نے جو اپنے مذہب پر قائم تھا یسوع کے دعوی الوہیت کو جانکر بھی اسے نیک استاد کے لقب سے مخاطب کیا - یہودی مذہب اس بات کی تردید کرتا ہے کہ کبھی خدا بھی جسم مین ظاہر ہوا کرتا ہے اور ایسا دعوے کرنے والے کو نہایت درجہ کا گنہ گار قرار دیتا ہے - اب یسوع کے حامیون کو دو صورتون مین سے ایک کا اقرار کرنا پڑیگا - یعنی یا تو سایل یسوع کی خدائی کے دعوے کو مانتا تھا - اس صورت مین مسیح کا جواب لغو اور بےمعنی ہے اور یا وہ خدائی کے دعوے کو نہ مانتا تھا اس صورت مین اسکا خطاب صحیح نہین ٹھہر سکتا جو تشریح اس آیت کی عیسائی مفسرین نے کی ہے وہ یون غلط ثابت ہوئی - نیز یسوع کے صاف صاف انجیلی الفاظ سے کھینچ تان کر ایسے معنے نکالے بھی نہین جا سکتے اور کوئی عقلمند ایسی رکیک تاویلون کو قبول نہین کر سکتا - اگر انہین باتون پر یسوع کی عصمت کی بنا ہے تو یادرین کو چھوڑ دینے انبیاء کی عصمت پر اعتراض کرتے ہین یسوع کی عصمت سے ہاتھ دھو بیٹھنے چاہیئے - جو الفاظ یسوع نے بولے ان کا صاف اور سیدھا مفہوم جسکو ہر ایک عقلمند انسان قبول کریگا یہی ہے کہ اس نے اپنی بیگناہی کا انکار کیا - اگر اس طرح پر عبارتون کو کھینچ تان کر کچھ کے کچھ معنے مراد لئے جاوین تو کسی عبارت کا مفہوم بیان کرنے مین کوئی امن نہین رہتا - غرض ان واقعات سے عیان ہے کہ انجیلین بجائے یسوع کی معصومیت کے مسئلہ کی تائید کرنے کے اسے گنہ گار بتلا رہی ہین کیونکہ آیت مذکورہ کے روسے یسوع نے نیک یا بیگناہ کہلانیکا انکار کیا وہ تمام بیانات بالکل بیہودہ ہین جو ان الفاظ کے صریح معانی کو رد کرنے کیلئے پیش کئے جاتے ہین اور کوئی عقلمند انسان ان الفاظ سے سوائے یسوع کی گنہ گاری کے کوئی اور نتیجہ نہین نکالیگا

یسوع کے افعال بھی اسی امر کے موید ہین کہ وہ بیگناہ نہ تھا اس نے یوحنا بپتسمہ دینے والے کے ہاتھ پر بپتسمہ لیا - اس بپتسمہ لینے کے متعلق کئی امور مد نظر رکھنے چاہیئے - اول یوحنا کا بپتسمہ توبہ اور گناہون کے اقرار کا بپتسمہ تھا جیسا متی ۳ - ۵ - ۶ مین لکھا ہے کہ "یروشلم اور تمام یہودیہ اور یردن کے آس پاس کے ملکون کے رہنے والے اسکے پاس گئے اور یردن مین اپنے گناہون کا اقرار کر کے اس سے بپتسمہ پایا" لوقا ۳ - ۳ مین لکھا ہے "اور وہ (یوحنا) یردن کے سارے آس پاس کے ملک

مین آکے گناہون کی معافی کے لئے توبہ کے بپتسمہ کی منادی کرتا رہا" دوسری دو انجیلون مین بھی اسی قسم کی آیتین موجود ہین ان آیات سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ یوحنا کا بپتسمہ گناہون کی معافی کے لئے توبہ کا بپتسمہ تھا۔ جیساکہ لوقا نے صاف طور پر بیان کیا ہے۔ یسوع نے بھی دیگر یہودیون کی طرح بپتسمہ پایا اور دوسرے گنہ گارون کی طرح ضرور اپنے گناہون کا اقرار بھی کیا ہوگا ورنہ بپتسمہ نہین ہوسکتا تھا کیونکہ یوحنا کے بپتسمہ مین بپتسمہ لینے والے کیطرف سے گناہون کا اقرار ہوتا تھا اس اقرار کے بعد بپتسمہ دینے والا مرید کو پانی مین غوطہ دیتا تھا اور اس سے مراد یہ لیا جاتا تھا کہ بپتسمہ لینے والا گناہون سے صاف ہوگیا ہے اگر گناہون کا اقرار نہ ہوا ہو تو پانی مین غوطہ دینا بھی نہوا ہوگا اور اس طرح بپتسمہ کی کوئی رسم بھی پوری نہین ہوسکتی۔ کیونکہ یوحنا کا بپتسمہ توبہ۔ گناہون کے اقرار اور پانی مین غوطہ لینے کے بعد ان گناہون کی معافی کا بپتسمہ تھا۔ یسوع نے خود اس طرح بپتسمہ حاصل کرنا چاہا کیونکہ وہ جانتا تھا کہ کسی اور طریق سے گناہون کی معافی اور روح القدس کا انعام نہین مل سکتا۔ انسائیکلو پیڈیا ببلیکا مین لکھا ہے کہ یوحنا کا بپتسمہ "توبہ اور گناہون کی معافی کا بپتسمہ تھا" اور اس سے یہ مراد تھی کہ روحانی پلیدیون سے صفائی حاصل ہو" یہ کہنا کہ یسوع نے صرف بے معنی رسم پوری کی سخت بیہودگی ہے۔ انجیلین کہتی ہین کہ اسے بپتسمہ ملا اور اس نے تمام رسم کو ادا کیا جسکا بڑا حصہ گناہونکا اقرار تھا اسکو بے معنی رسم قرار دینا گویا یہ کہنا ہے کہ جب اس نے گناہون کا اقرار کیا تو وہ کہتا کچھ تھا اور اسکے دل مین کچھ تھا۔ لیکن یہ تو ریاکاری ہے کسی نے اسے مجبور نہین کیا تھا کہ گناہون کا اقرار کرتا پھرے جبکہ اس نے کوئی بھی گنہ نہین کیا تھا نیز اگر اس نے ایک موقعہ پر جھوٹ بولا تو پھر کیون ممکن نہین کہ اس کی باقی تعلیم اور بیانات بھی اسی قبیل کے ہون۔ کیا اس سے یہ نہین پایا جاتا کہ اسکے تمام الفاظ اور کام جھوٹے اور بے معنی تھے۔ انجیل کے مطابق یسوع کا دعوے تو یہ تھا کہ مین معلم ہون اور شریعت کو منسوخ کرنے آیا ہون باوجودیکہ شریعت کے رسوم بے معنی اور مہمل اور بے حقیقت نہ تھے اور پھر خود ایسے کام کئے جن مین کوئی حقیقت نہ تھی اور ایسے الفاظ بولے جو محض جھوٹے تھے۔ اصل بات یہ ہے کہ ایسے بیانات صرف عیسائیون کے ڈھکوسلے ہین جو ایک جھوٹے دعوے کو قائم کرنے کیلئے پیش کئے جاتے ہین۔ انجیلون سے ہمین معلوم

ہوتا ہے کہ یسوع نے صاف صاف نیک کہلانے سے انکار کیا اور اس قول کی تائید اپنے فعل سے کی یعنی یوحنا کے ہاتھ پر بپتسمہ لیا۔

دوم انجیلوں سے معلوم ہوتا ہے کہ روح القدس یسوع پر نہ اتری جبتک اس نے یوحنا کے ہاتھ سے بپتسمہ نہ پایا۔ اگر عیسائی مشنری اس امر پر غور کرتے تو انہیں آسانی سے معلوم ہوتا کہ یسوع کی زندگی کا سب سے عظیم الشان واقعہ جو اسکے لئے نزول برکات و انوار کا موجب ہوا یوحنا سے بپتسمہ لینا تھا جسکے بغیر روح القدس ہرگز اسپر نازل نہیں ہوسکتی تھی۔ اس کی کیا وجہ تھی کہ خدا نے روح القدس کا انعام یسوع کو نہ دیا جبتک اس نے یوحنا کے ہاتھ پہ توبہ نہ کرلی حق تو یہ ہے کہ یہ بپتسمہ بجائے ایک بے معنی رسم ہونیکے یسوع کی زندگی میں ایک عظیم الشان واقعہ ہے اور انجیل ہی سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ واقعی یوحنا یسوع کا روحانی باپ بننے کے لائق تھا کیونکہ لوقا ۱ سے ہمیں پتہ ملتا ہے کہ "وہ یعنی یوحنا اپنی ماں کے پیٹ ہی سے روح القدس سے بھرا ہوا تھا" لیکن یسوع پر روح القدس نازل نہ ہوئی جبتک اس نے یوحنا کے سامنے عجز ظاہر نہ کیا اور اپنے گناہوں کا اقرار کر کے اسکے ہاتھ پر توبہ نہ کی۔ اس بپتسمہ کا اثر اتنی جلدی ہوا یا دوسرے لفظوں میں یوں کہنا چاہئے کہ یوحنا کی روحانی طاقت ایسی بڑھی ہوئی تھی کہ جونہی یسوع نے اسکے پاس توبہ کی اسیوقت روح القدس کا انعام اسے بخشا گیا۔

نیز یہ بھی یاد رکھنا چاہئے کہ یسوع اپنی راستبازی کو جبتک اس نے یوحنا سے بپتسمہ نہ لیا تھا ناقص خیال کرتا تھا۔ متی یسوع کے وہ الفاظ لکھتا ہے جن میں اس نے یوحنا کے ہاتھ سے بپتسمہ لینے کی وجہ بیان کی ہے "کیونکہ ہمیں مناسب ہے کہ یونہی سب راستبازی پوری کریں" اس سے ظاہر ہے کہ اسوقت وہ اپنی راستبازی کو ناقص خیال کرتا تھا۔ اسی نقص کو اپنی راستبازی میں محسوس کر کے یا کسی دیگر گناہ کے باعث اس نے یوحنا کے سامنے انکساری کی اور اپنے گناہوں کی معافی مانگی یسوع کی راستبازی کا نقص اسکے اپنے اقرار سے ظاہر ہے کیونکہ اس نے کہا کہ میں شراب پیتا ہوں حالانکہ یوحنا بقول اناجیل تمام مسکرات سے پرہیز کرنیوالا تھا۔ یوحنا کے وہ الفاظ جو متی نے لکھے ہیں اور جنسے پایا جاتا ہے کہ یوحنا نے یسوع کے مقابلہ میں کسرنفسی دکھائی بالکل بے بنیاد ہیں کیونکہ ان کی نظیر

دوسری دو معتبر انجیلوں مین نہین پائی جاتی۔ نیز ان الفاظ کی تردید متی کے ہی بیان سے ہوتی ہے۔ جہان یسوع نے اقرار کیا کہ میری راستبازی یوحنا کے ہاتھ پر توبہ کرنے کے بغیر ناقص رہے گی نیز یوحنا مسیح کی مسیحیت پر آخر تک شک کرتا رہا (لوقا ۷/۱۹) کیونکہ اس نے یسوع کو اس گروہ مین سے جو اپنے گناہون کے اقرار کے لئے اسکے پاس آیا تھا ایک معمولی شخص سمجھکر بپتسمہ دیا تھا۔

ماسوا ان امور کے کہ یسوع نے خود گناہون کا اقرار کیا اور نیز اپنے مرشد یوحنا بپتسمہ دینے والے کے پاس اقرار کیا۔ اناجیل مین اسکے کئی ایک دیگر اقوال و افعال دیکھے جاتے ہین جن سے اس کی معصومیت بالکل ملیا میٹ ہو جاتی ہے اول اسے شراب پینے کی عادت تھی لوقا ۷/۳۳-۳۴ "کیونکہ یوحنا بپتسمہ دینے والا آیا جو نہ روٹی کھاتا اور نہ مے پیتا ہے۔۔۔۔ ابن آدم کھاتا پیتا آیا اور تم کہتے ہو دیکھو ایک کھاؤ اور مے خوار محصول لینے والون اور گنہ گارون کا دوست" اس لئے اسنے اپنی تعلیم اور نمونہ سے لاکھون جانون کو تباہ کردیا جو شراب کا شکار بن گئے ہزارون خاندان اس زہر سے ہلاک ہوگئے اور اس طوفان کو بجائے روکنے کے یسوع نے اور بھی جوش دیا باوجود جوان اور مجرد ہونیکے اس کی آشنائی بعض بدکار عورتون سے تھی جو ہمیشہ اسکے پاس رہتی تھین بلکہ ایک جگہ وہ بدکار عورتون کی تعریف بھی کرتا ہے متی ۲۱/۳۱۔ اسنے ایک کسبی سے عطر ملوایا جو اس کی حرامکاری کی کمائی تھی اور ارادتاً اس عورت کو اپنے جسم سے جسم لگانے کی اجازت دی لوقا ۷/۳۸ وہ اپنے والدین کی بے ادبی کرتا تھا اور اپنی مان کی اس نے بے ادبی کی۔ (متی ۱۲/۴۸) جو شریعت موسوی کیمطابق سخت گناہ ہے۔ اسنے ایک بیگناہ شخص کو جسنے اسے کچھ نقصان نہ پہونچایا تھا۔ قریباً دوہزار سؤرونکے گلہ کو تلف کردیا۔ مرقس ۵/۱۳۔ اس نے اپنی حاضری مین اپنے شاگردون کو بغیر رضامندی مالک کے ایسی چیز کھانے کی اجازت دی جو شرعاً ناجائز تھی اور جس واقعہ پر تینون معتبر اناجیل متفق ہین (متی ۱۲/۱ مرقس ۲/۲۳ لوقا ۶/۱)۔ اسنے یہودیون کے بزرگون کو سخت گالیان دین اور بہت نامناسب حملے ان کی عزت پر کئے جیسا آگے بیان ہوگا۔ اسنے تمام انبیاء اور اولیاء کو جو اس سے پیشتر گذر چکے تھے چور اور بٹمار کہا (یوحنا ۱۰/۸) اور اس بات کا خیال نہ کیا کہ اسکی تمام تعلیم انہین سے چرائی ہوئی ہے اسنے خدا کی مرضی کے خلاف دعا مانگی جبکہ اسے یقین تھا کہ اسکی موت ٹل نہین

سکتی - اس نے اس چور سے وعدہ خلافی کی جو اسکے ساتھہ صلیب پر لٹکایا گیا تھا - متی ۲۳ باب سے ظاہر ہے کہ یسوع نے چور کو کہا "آج تو میرے ساتھہ بہشت مین ہوگا" لیکن یسوع خود تین دن دوزخ مین رہا اور یہ بھی مشکل امر ہے کہ آیا وہ چور کو بھی دوزخ مین ساتھہ لیگیا یا نہین بہشت مین جانے سے تو وہ ناکام رہا پس کم سے کم اسے مناسب تھا کہ اس چور کو دوزخ ہی مین لیجاتا - اس سوال کا جواب عیسائی مشنریون کے ذمہ ہے انجیلون سے صرف یہ پایا جاتا ہے کہ یسوع نے وعدہ کا خلاف کیا کیونکہ وہ مصلوب ہونیکے بعد کئی روز اور بعض روایتونکے موافق چالیس روز زمین پر رہا یا عیسائی تعلیم کے بموجب دوزخ مین اتر گیا - اور یہ بھی معلوم نہین ہوتا کہ یسوع چور کے ساتھہ پہلے بہشت مین گیا ہو اور اسے وہان چھوڑ کر زمین پر یا دوزخ مین اتر پڑا ہو کیونکہ یوحنا ۲۰ مین وہ صاف صاف کہتا ہے کہ "مین ہنوز اوپر اپنے باپ کے پاس نہین گیا"

یسوع کی ایک اور وعدہ شکنی بھی انجیلون سے معلوم ہوتی ہے اس نے وعدہ کیا تھا کہ ابھی یہ نسل گذر نہ جائے گی کہ ابن آدم جلال کے ساتھہ آئےگا - مگر افسوس کہ یہ وعدہ بھی جھوٹا نکلا اور وہ لوگ جنکو مسیح نے واپس آکر دیکھنا تھا اور انکے دیدار سے دل ٹھنڈا کرنا تھا - وہ سب کے سب مرمٹ گئے اور انکے بیٹے اور پوتے وغیرہ سب مر گئے اور انیس سو برس کے قریب انکے مرنے پر گذر گئے تو اب دوبارہ آمد مین یسوع مسیح کو کیا خوشی ہوگی اور کس کو دیکھ کر آنکھین ٹھنڈی کریگا کیا انکی قبرونکو دیکھیگا - یا ان کی اجڑی ہوئی بستیون کا نظارہ کریگا - افسوس کہ ان لوگونکی زندگی جنکو یہ وعدہ دیا گیا تھا - کس مایوسی مین گذری ہوگی اور پھر موت کے وقت انکو کیسی کیسی حسرتین سامنے آئی ہونگی -

سب سے بڑا گناہ جو انجیلونکے رو سے یسوع پر عاید ہوتا ہے اسکا خدائی کا دعوے کرنا ہے باوجود اس بات کے کہ اسکو یہ علم تھا کہ وہ مریم کے پیٹ سے پیدا ہوا ہے اور خون حیض سے اسکے اعضا بنے ہین اور ساری انسانی کمزوریان اور بیماریان اور لاچاریان اور بھوک پیاس کی تنگیان اسپر وارد ہوئی ہین یہ بیہودہ دعوے ایک بڑا نقص ہے جو اس کی فہم اور عقل مین پایا گیا ہے چاہئیے تھا کہ وہ خدائی کا دعوے اسوقت کرتا جبکہ خدائی کی طاقتین اپنے اندر پاتا نہ یہ کہ یہودیون سے مارین کھاتا حکام کی عدالتون مین کھینچا جاتا غمونسے جان کھینتی بھوک سے جان نکلنے کو ہوتی اور اگر خدائی کے دعوے

کیلئے یہ کہا جائے کہ اس نے معجزات دکھلائے تو اسکا کیا ثبوت ہے کہ اس نے دکھلائے اور کیون جائز نہین کہ ہندوون کی ان کہانیون کی طرح جو پرانون مین موجود ہین یہ بھی کہانیان ہون مردہ کا زندہ کرنا تو ایسا حیرت انگیز معجزہ ہے کہ اگر ہوتا تو اس سے اسرائیل کی قوم مین ایک شور مچ جاتا اور سب یہودی روتے روتے پیرون پر آگرتے نہ یہ کہ ان کے پیرون مین زنجیر ڈالتے اور حوالات مین کرتے اور آخر بڑی بے رحمی سے صلیب پر چڑھا دیتے اور اگر فرض کے طور پر کوئی نشان ظاہر ہوا ہو تو وہ صرف صحت نبوت کی دلیل ہوگی نہ کہ خدائی کا کوئی نشان کیونکہ اگر نشانون سے خدائی ثابت ہو سکتی تو ایلیا نبی کی خدائی بوجہ اولیٰ ثابت ہو جاتی وجہ یہ کہ ا سلاطین ۱۷ اور ۲ سلاطین مین ایلیا کے اسقدر زبردست اور اقتداری معجزات کا ذکر ہے کہ مسیح کی نسبت ذکر کرنا حواری شاید بھول گئے ایلیا نے اپنے پیٹ سے پیٹ لگا کر ایک مردہ کو زندہ کر دیا۔ ایک عورت کو اسکے ایک پاؤ آٹے مین یہ برکت دی کہ وہ اخیر عمر تک ختم نہ ہو سکا اور دشمن جب اسکو پکڑنے گئے تو دو دفعہ پچاس پچاس آدمی کو صرف لفظ کرنے سے ہلاک کر دیا اور بادشاہ کو یہ کہا کہ قبل اسکے کہ تو پلنگ کے نیچے اترے تیری جان نکل جائے گی۔ مگر مسیح پیلاطوس کا کچھ بھی بگاڑ نہ سکا۔ اور پھر اخیری وقت مین عزت کے ساتھ رتھ پر سوار کرا کر آسمان پر اٹھایا گیا مگر یسوع مسیح کی نسبت ثابت نہین کہ وہ آسمان پر کھینچے جانیکے وقت ایک گدھے پر بھی سوار کیا گیا ہو اور پھر جب ایلیا دوبارہ دنیا مین نازل ہوگا تو ثابت کر دے گا کہ ایسا مسیح جھوٹا تھا جو اسکے پہلے آگیا غرض خدائی کا دعوے ایک بڑے گناہ کا ارتکاب ہے۔ ظاہر ہے کہ اگر اسکا خدا ہونا اسکے بزرگون کو جن مین نبی اور کاہن بھی تھے پہلے سے معلوم ہوتا اور وہ جانتے کہ وہ تین خداؤن مین سے ایک ہے اور کتابون مین اس مثلث خدا کی خبر ملتی تو انپر کیا مصیبت پڑی تھی کہ اس کی مان کے تارکہ ہونیکی حالت مین یہ بے ادبی کرتے کہ اسکے لئے کوئی خاوند تلاش کر کے خواہ نخواہ بے باپ پیدا ہونے کی رونق پر خاک ڈالدیتے اور مریم کو نذر شکنی کی مجرم ٹھہراتے اور اسکا نکاح کراتے اور اپنے خدا کی مان کو کسی دوسرے کی جورو بناتے اور پھر جب مسیح پیدا ہوا جو انکے زعم مین خدا تھا تو خدا کے ختنہ کرنے کی انہین کیا ضرورت تھی اسکے گوشت کا تو سب حصہ خدائی کے رنگ سے رنگین تھا اسکا کاٹنا تو ہرگز مناسب نہ تھا۔

اور اگر کاٹا گیا تھا تو تبرک کیطور پر رکھنا چاہیے تھا ختنہ کی اصل جڑھ یہ ہے کہ تا اس بات کا نشان ہو کہ جس طرح وہ زائد گوشت کاٹا گیا اسی طرح اس عضو کی ناجایز گردن کشیون پر خدا کے حکم کی تیز چھری چلائی جائے کہ وہ بے اعتدالی اس کی کٹ جائے اور یا بعض اسلئے بھی ختنہ کرایا کرتے ہین کہ تا پیشاب نہ رکے کیونکہ اس مرض کو ختنہ کرنا فائدہ کرتا ہی لیکن مسیح کی نسبت نہ تو یہ خیال ظاہر کیا گیا ہے کہ بزرگون نے اسلئے اسکا ختنہ کرایا تھا کہ تا شہوات کا وحشیانہ جوش کم ہو جائے جیسا کہ غیر مختون قوموںمین ہوتا ہی اور نہ یہ خیال کیا گیا ہے کہ اسکا پیشاب بند ہونیکا اندیشہ تھا اسلئے ختنہ کرایا گیا ⁂

پھر یسوع مسیح کا یہ قول جو متی باب ۲۱ - آیت ۳۱ مین درج ہے کہ یسوع نے انسے یعنے یہود کے علما کو کہا مین تم سے سچ کہتا ہون کہ محصول لینے والے اور کسبیان تم سے پہلے خدا کی بادشاہت مین داخل ہوتی ہین یہ خطاب یہودیون کے مولویون اور فقیہون اور فریسیوں کو تھا جسکا دوسرے لفظون مین خلاصہ یہ تھا کہ اے مولویو اور فقیہو اور بنی اسرائیل کے عالمو اور موسے کی گدی پر بیٹھنے والو کنجریان جو ہمیشہ زنا کراتی اور حرام کی خرچی پر گذارہ کرتی ہین وہ تمسے بہتر ہین اور وہ تمسے پہلے بہشت مین جائینگی یہ اسقدر سخت کلامی اور بد تہذیبی ہے کہ شاید اس سے بڑھکر دنیا مین نہ ہو اور کیا حقیقت مین یہودیون کے علما اور فقہا اور انکے ربانی مولوی جن مین سے بعض حضرت مسیح کے استاد بھی تھے وہ کنجریون سے بدتر تھے ایسا کلمہ اگر اس زمانہ کے مولویون یا پنڈتون کی نسبت کہا جائے تو وہ گلے کا ہار ہو جائین اور کوشش کرین کہ اول تو خود ورنہ عدالت کے ذریعہ سے اسکو سزا دلائین کیا آپ گمان کر سکتے ہین کہ یہودیونکے ان علما کیطرح ان مولویون مین بھی صبر ہے کیا وہ ایسے بدزبان کو کسی قانونی شکنجہ مین نہین لائینگے اور کیا وہ اسکی سزا دہی کیلیے عدالت تک استغاثہ نہین پہونچائینگے پس اس سے ثابت ہوتا ہے کہ یہودیونکے مولوی بہت ہی حلیم اور بردبار اور حلیم اور درگذر کرنیوالے تھے جو باوجود خداداد عزت اور مرتبت کے کہ انمین سے بعض رومی گورنمنٹ مین کرسی نشین رئیس بھی تھے پھر ایسے سخت کلمات بلکہ گندی گالیان سنکر بھی بہت برداشت اور درگذر کرتے رہے کیا مسیح کو مناسب تھا کہ اپنی سخت گوئی کو اس حد تک پہونچاتا کہ تمام معزز مولویون اور فقہا کا نام کنجر رکھنا فرض کیا کہ مسیح کے برابر انکا تقوے نہین تھا گو مسیح کی شراب خواری یاد کر کے ایسا فرض کرنیسے بھی ہمین شرم آتی ہے لیکن تاہم اگر بطور فرض محال مسیح کو تقوے سے کچھ زیادہ حصہ دیا جائے تب بھی

مسیح کا ایسا کہنا بیجا تھا کیونکہ آخر علمار یہود موسے کی شریعت کے وارث تھے کیا قیاس مین آسکتا ہے کہ وہ سب کے سب خراب ہوگئے تھے اور اس لایق ہوگئے تھے کہ انکو کنجر کے نام سے پکارا جائے ماسوا اسکے کسقدر تہذیب سے بعید ہے کہ جس شخص کو نہ صرف نبی مانا گیا بلکہ خدائی کا جامہ بھی پہنایا گیا ہے وہ شریف انسانو نکا نام کنجر رکھے اس سے تو یہ صاف ثبوت ملتا ہے کہ یہودی بڑے ہی بردبار اور حلیم اور با اخلاق تھے کہ باوجود اسرائیل کی اولاد ہونے اور انبیاء زادہ ہونیکے اور باوجود ان وجاہتونکے جو گورنمنٹ رومی مین انکو حاصل تھین پھر ایسے نالایق الفاظ کی برابر ساڑھے تین برس تک برداشت کرتے رہے جسمین انکی خداداد عزت اور مرتبت کی سخت کسرشان تھی درحقیقت کوئی بھی ایسا گندہ اور سخت لفظ باقی نہین رہا جو انکے معزز علمار کے حق مین اس شخص نے نہین بولا کنجر انکا نام رکھا حرامکار انکو کہا کبھی غصہ مین آکر سؤر کے نام سے انکو موسوم کیا اور کبھی کتے کتے کرکے پکارا اور کبھی سانپونکے بچے اور کبھی گدھے اور کبھی اندھے انکو کہا گیا اور مسیح کا گدھے پر سوار ہونا بھی یہی رمز تھی کہ یہودیوں پر سے غلبہ ہوگا۔ اور احمق نادان کذاب دغاباز بے ایمان ریاکار رشوت خوار علمار یہود کو کہنا یہ تو ہر وقت گویا انکی نسبت یسوع کی زبان پر جاری تھا تو کیا اسقدر گالیان اور پھر سخت گالیان یہود نے بھی کبھی یسوع مسیح کو دین اسکا ثبوت ایک ذرہ بھی انجیلونمین نہین پاؤگے تو کیا یہ تعجب کی بات نہین کہ جو شخص اخلاق سکھانے آیا تھا اس کی زبان پر ہر وقت کتا بلا سؤر حرامزادہ بے ایمان کنجر جاری رہے اور ادنے ادنے بات پر چڑکر لوگونکو ہمیشہ کا جہنم انعام دے اور جنکو بداخلاقی سے متہم کیا جاتا ہے وہ سخت گوئیوں پر صبر کرین اور سنین اور چپ رہین +

ہان یہود کے نامدار علمار نے مسیح پر کفر کا فتوے لکھا اور تمام معزز علمار نے اس تکفیر پر اتفاق کیا سو یہ فتوے گالی مین داخل نہ تھا بلکہ جو جو کلمات کفر یسوع مسیح کے منہ پر جاری ہوئے جن کی نسبت علمار کی خدمت مین استفسار پیش کیا گیا اس استفسار کا موسوی شریعت کے رو سے یہی جواب تھا کہ ایسے کلمات منہ پر لانیوالا کافر بلکہ واجب القتل ہی تو اسمین یہودیون کا کیا قصور تھا مسیح نے خود توریت کی تعلیم کی مخالفت کی یہانتک کہ اسکا معاملہ پردہ پوشی اور تاویل کی حد سے بہت آگے گذر گیا۔ آخر علمار یہود کو اسکی نسبت کفر کا فتوے لکھنا پڑا اور اگر کفارہ کی بات کچھ سچائی رکھتی ہے تو یہود پر یہ اعتراض بھی سچا نہین کہ یسوع کو سولی دیا کیونکہ انکے ذریعہ سے یسوع مسیح کی وہ مراد حاصل ہوگئی جسکے لئے وہ آیا تھا جس بات کو

باپ نے چاہا بیٹے نے چاہا - روح القدس نے چاہا اور وہ اس سے گنہ گار نہ ہوئے تو پھر اگر یہودیون نے
بھی اسی بات کو چاہا تو وہ کیون گنہ گار ہو گئے کیا نیکی بھی گنہ مین بھی داخل ہو سکتی ہے وہ اس بات مین
کیلئے تھوڑے ہین یہ تو کثرت رائے سے فیصلہ ہو گیا اور وہ نیکی کے معین تھے نہ بدی کے جو کام انہون نے
کیا اس مین تو سارے جہان کی بھلائی تھی بھتوڑا بہت یہودا اسکریوطی نے ان کا ہاتھ بٹایا باقی حواری
شائد کفارہ کے مسئلہ کے قائل نہ تھے کہ ایک ساعت بھی ٹھہر نہ سکے مگر انکا کیا گناہ حضرت مسیح بھی اس ارادہ
پر قائم نہ رہ سکے صرف یہود نے اپنے صدق کو نباہا کہ بہر حال صلیب پر چڑھا دیا
مگر مسیح صدق پر قائم نہ رہ سکا - ایلی ایلی کر کے چیخین مارنی شروع کر دین اور صلیب سے بچنا چاہا مگر وہ
اقرار کے بعد انکار تھا اسلئے قابل سماعت نہ تھا اور پھر خدا کا یسوع مسیح کو زندہ کر کے دور دراز ملک مین
پہلے آسمان سے بھی کہین آگے پہونچا دینا یہ دوسرا اس بات پر قرینہ ہے کہ خدا یہودیون کی اس
کارروائی پر کچھ ایسا ناراض نہ تھا صرف اسقدر خیال مین آسکتا ہے کہ خدا نے موت کی سزا کو جو
یہودیون نے دی تھی حبس دوام کے ساتھ بدل دیا تو اسلئے کہ حبس دوام بعض صورتون مین
موت سے بدتر ہوتا ہے کیونکہ کھانے پینے اور سونے اور پھرنے چلنے مین اسقدر تنگیان پیش آتی
ہین کہ بعض قیدی خود موت کی تمنا کرتے ہین اور یا اس لئے کہ باپ خدا کو یہودیون کی ناراضگی بھی منظور
نہین تھی اور نہ بیٹے کو ہمیشہ کے لئے سزائے موت دیسکتا تھا پس جیسا کہ اعلےٰ عدالتین ماتحتون کے
احکام مین کچھ تخفیف کر دیا کرتی ہین اسی طرح یہ حبس دوام بعبور صدود زمین ایک قسم کی تخفیف سزا تھی
اور یہ امر کہ کیون خدا نے پہلے آسمان پر ہی مسیح کو نہ رکھا آگے لیجانیسے کیا فایدہ تھا ممکن ہے کہ اس کا
یہ سبب ہو کہ یہودی سحر بابل مین بھی طاق ہو گئے تھے وہ اپنی ساحرانہ قوت سے پہلے آسمان پر
پہنچ سکتے ہونگے سو اس اندیشے سے کہ کہین پھر وہ پکڑ کر صلیب پر چڑھا دین پہلے آسمان سے
آگے پہونچا دیا اور اس سزائے حبس دوام کے بارے مین یہ بھی خیال کر سکتے ہین کہ چونکہ کفارہ کی
تاثیر کو ہمیشہ جاری رکھنے کے لئے دائمی تعذیب منظور تھی اور وہ موت کی حالت مین نہین ہو سکتی
تھی اس لئے حبس دوام کی سزا دی گئی جسمین ہمیشہ بھوک پیاس کی تکالیف اور عزیزون کی جدائی
اور وطن کی مفارقت شامل حال رہتی ہے اور اگر یہ جلاوطنی کسی خیر خواہی کی نیت سے تھی تو چاہئے

تھا کہ آسمانوں پر اٹھانے کے وقت یسوع مسیح کی والدہ اور باران حواریوں کو ساتھ ہی آسمان پر اٹھایا جاتا۔ تا جن لوگوں سے دلی تعلقات تھے ان کی ہمیشہ کی جدائی دل کو کباب نہ کرتی رہتی اور اگر یہ منظور نہیں تھا تو ایسا تو ضرور کرنا چاہیئے تھا کہ دو تین سال کے بعد ایک دفعہ زمین پر نازل ہونے کی اجازت دیدیا کرتا تا یہ ناگہانی جدائی اور پھر لاکھوں کوس کی دوری جان کو تحلیل نکرتی رہتی کچھ سمجھ نہیں آتا کہ یہ کیا کارروائی کی گئی سزا تو یہود کو دینی تھی الٹی یسوع کو دوبارہ دیدی انسانی فطرت میں یہ بھی داخل ہے کہ جب ایک مصیبت اور مشکل کیوقت میں رہائی یا تخفیف سزا کا وعدہ دیا جائے اور وہ وعدہ پھر پورا نہ کیا جائے تو اس سے بھی دل کو بہت ایذا پہونچتا ہے۔ گویا پہلی مصیبت دوبارہ تازہ ہو جاتی ہے اور اسکا نقشہ دل کے سامنے آجاتا ہے اور یہ کارروائی ان لوگوں سے کیجاتی ہے جنکو ہر ایک پہلو سے عذاب دینا ہی منظور ہوتا ہے سو افسوس کہ یہ تمام برتاؤ یسوع مسیح سے کیا گیا اور زمین کا تو کوفتہ تھا آسمان کا بھی کوفتہ ہوا۔ جب آسمان اٹھانے کے وقت کے قریب یسوع مسیح کو خبر دی گئی کہ تجھے لاکھوں کوسوں کی دوری پر پہونچا کر تمام عزیزوں اور والدہ سے مہجور کیا جائے گا تو وہ بہت غمگین ہوا اور ساری رات اس نے رو رو کر دعائیں کیں کہ اے میرے باپ یہ پیالہ مجھ سے ٹالدے اس کی میں برداشت نہیں کرسکتا اور والدہ کی جدائی اور عزیزوں کی ہمیشہ کے لئے دوری میری طاقت سے باہر ہے تو اسے یہ بشارت دی گئی تھی کہ ہم جلد تر تجھے والدہ اور دوسرے دوستوں کو ملا دینگے اور وطن دکھلا دینگے۔ اور ابھی یہ لوگ جنکو تو چھوڑ چلا ہے موت کا مزہ نہ چکھینگے کہ تو واپس آجائے گا مگر افسوس کہ یہ وعدہ بھی جھوٹا ہی نکلا!!

غرض منجملہ نہایت مضبوط اور قوی اعتراضوں کے یسوع کی خدائی کا دعوے ہے۔ اگر اس میں خدائی کی طاقت موجود تھی تو کیوں اس نے اپنی اس طاقت کو استعمال کر کے اپنی خدائی کا ثبوت ندیا۔ اور اگر الٰہی طاقت موجود نہیں تھی تو کیوں فضولی کر کے ایسا دعوے کیا جسکا کچھ ثبوت نہیں تھا اور اس سے بڑھ کر اور کیا گناہ ہوگا کہ انسان ہو کر خدائی کو ہاتھ مارنا چاہا۔ لیکن ہم کہتے ہیں کہ اس تہمت سے حضرت مسیح علیہ السلام کا دامن پاک ہے جس طرح دنیا میں صدہا انسان خدا بنائے گئے ایسا ہی ان لوگوں نے

جنکو مخلوق پرستی کی عادت تھی حضرت مسیح کو خدا قرار دیدیا جبکہ پتھرون اور نباتات کو بغیر انسانی طاقتین موجود نہین خدا ٹھہرایا گیا تو اس صورت مین انسانون کو خدا بنانا بہت سہل تھا لیکن یہ عجیب بات ہی کہ جسقدر انسانون کو خدا بنایا گیا خدا نے ہر ایک پہلو سے ان کی کمزوری اور ضعف ظاہر کیا مثلاً بدھ ایسا کمزور ثابت ہوا کہ بیوی اور بچون کے حقوق کو بھی ادا نہ کر سکا اور شریعت کی دو بھاری جز مین سے جو حق العباد ہے اسکو بھلا دیا معجزات اور استجابت دعا کا منکر رہا جس ہی ثابت ہوتا ہے کہ اسپر وہ راہ نہین کھلی جو اہل اللہ پر کھلا کرتی ہی ایسا ہی راجہ رامچندر کو خدا بنایا گیا آخر اسکو یہ مصیبت پیش آئی کہ راجہ راون اس کی عورت کو نکالکر لے گیا اور سخت غم اور بیحرمتی اسکو اٹھانی پڑی اسی طرح حضرت مسیح کو خدا بنانیکی کوشش کی گئی۔ اسکا نتیجہ ہوا کہ ان کی عصمت اور ان کی والدہ کی پاکدامنی پر وہ سخت حملے ہوئے جنکی نظیر تمام نبیون کے سوانح مین نہین پائی جاتی ایک یہ بھی حملہ ہوا کہ ان کی کوئی پیشگوئی سچی نہین اور نشانونکے دکھلا نہین وہ تالاب شریک غالب رہا جسکا انجیلون مین ذکر ہے اس سے ثابت ہی کہ کسی شخص کو خدائی کا دعوے مبارک نہین ہوا۔ اس زمانہ کے پادری صاحبون نے حضرت مسیح کو خدا بنانیکے لئے تمام نبیون کی عیب گیری کرنا اپنا ایک فرض قرار دیدیا ہے انسانیت اور انصاف نہین کہ ایک شخص بیباک ہوکر اور منہ پھاڑکر خدا کے پاک نبیون کی نسبت جو چاہے کہے اور جب کوئی دوسرا شخص اس سے بڑھکر اسکے پیشوا کے عیب پیش کرے تب برافروختہ ہو جائے اور عدالتون تک پہونچے اے نادانون جب تم دوسرونکے مقدس

نبیوہ مسیح کے معجزات کو معجزہ نما تالاب نے ایسا سخت صدمہ پہنچایا تھا جو اسکی وجہ سے یہودیونکی نظر مین مسیح کے نشانونکی کچھ بھی قدر نہین رہی تھی اور معلوم ہوتا ہی کہ اکثر لوگ جو مسیح پر ایمان لاکر پھر مرتد ہوگئے انکی ارتداد کی وجوہ مین سے ایک یہی وجہ تھی کہ ایکطرف تو مسیح کی پیشگوئیان پوری نہوئین اور نہ داؤد کا تخت اسکو ملا اور نہ اسنے یہودیونکو انکی دشمنونسی چھوڑایا اور نہ مسیح کی وعدہ کیموافق اسکی ماننے والے نشان دکھانے پر قادر ہوسکے اور دوسری طرف جو معجزات کا دعوی تھا اسمین بھی عیسائیونکو بہت خفت اٹھانی پڑی یروشلم کا تالاب ایک ایسا دلآزار رقیب پیدا ہوگیا جسمین غسل کرکے انواع اقسام کی بیمار اچھے ہوتے تھے اس تالاب سے مسیح کے نشانونکی وقعت اور عزت جاتی رہی اور یہ کچھ تعجب کی جگہ نہین کیونکہ کشمیر کی بعض حصونمین بھی ابتک ایسی تالاب موجود ہین جنمین غسل کرنیسے بعض بیماریان دور ہوتی ہین اور حال مین ضلع بدولی ضلع مظفر نگر کی علاقہ مین ایسا تالاب پیدا ہوا ہی جسمین غسل کرنیسے مریض اچھے ہوتے ہین اور ہر سال وہان میلا لگتا ہے دیکھو پرچہ نیر آصفی مدراس ۲۷ جون ۱۹۰۱ء

رہبرون پر عیب لگاؤ گے تو اسکا یہ ضروری اور لازمی نتیجہ ہوگا کہ تمہارے نبی پر بھی عیب لگایا جاویگا اور جس پیمانہ سے تم ملتے ہو اسی پیمانہ سے تمہارے لئے بھی ناپا جائے گا تم اس ناپاک خصلت سے کیون باز نہین آتے کیا یہ بھی عیسائی تعلیم کا ایک جزء ہے تمہین اس تصور سے بہت شرمندہ ہونا چاہیئے تھا کہ تمہارے مذہب کا سارا مدار ایک مرے ہوئے انسان کی فرضی زندگی پر ہے اور اسی کو تم نے خدا بنا رکھا ہے پھر وہ شخص سچائی سے کیا حصہ رکھتا ہے جسکا خدا ایک قبر مین بوسیدہ ہڈیان پڑی ہین۔ سو تم ایسے کمزور ہوکر اسلام جیسے زبردست مذہب پر مفتریانہ حملہ مت کرو بلکہ چونکہ تم اپنے مردہ خدا کیوجہ سے سب سے کمتر ہو بہتر یہی ہے کہ کسی مذہب کی بھی عیب گیری مت کرو

دراصل یہ گناہ پادری صاحبون کا ہے نہ کسی اور کا کیونکہ پادری صاحبان تعلیم تو یہ پیش کرتے ہین کہ اگر ایک گال پر کوئی طمانچہ مارے تو دوسری بھی پھیر دو مگر اپنا شیوہ یہ بنا رکھا ہے کہ جبتک مخالف کی دونون گالون پر بے قصور طمانچہ نہ مارلین تب تک صبر نہین۔ کیا یہ طمانچہ مارنے سے کم ہے کہ اپنے مخالفونکے پیشواؤن پر طرح طرح کے جھوٹے عیب لگاتے ہین اور بدزبانی سے دل دکھاتے ہین کیا اس طریق سے کسی بھی کامیابی کی امید ہے اگر زید بکر پر پتھر پھینکتا ہے اور بکر کے پاس اس سے بڑھ کر پتھر موجود ہین تو کیا وہ ان پتھرون سے زید کا سر نہین کچلے گا یہ تو سب دنیاوی صورت پر جھگڑے اور کینے ہو جائینگے۔ آپ گندی زمین پر کھڑے ہوکر جس مین نجاست تا بزانو ہے دوسرونکے مصفا فرش پر داغ کا اتہام لگانا انہین نادانون کا کام ہے جو اپنا انجام نہین سوچتے۔ دین اسی حدتک دین ہے جبتک دیانت اور صبر اور راستبازی ہو نہ یہ کہ دن رات اس بات کی کوشش مین ہین کہ افترا سے بہتان سے جھوٹ سے تحریف سے جعلسازی جھوٹی کتابون کے ذریعہ سے سیدھے معنونکے بگاڑنے سے کسی خدا کے مقدس اور پاک نبی پر گناہ کا عیب لگایا جاوے تا کسی طرح یسوع مسیح بے گناہ ہوکر خدا بن جائے اور شفیع قرار پاوے لیکن مسیح کے مخالفون نے درحقیقت یہ ثابت کر دیا ہے کہ بیگناہ اور معصوم نام رکھانے مین جسقدر یسوع مسیح اور اس کی والدہ کو مشکلات اور پیچیدہ اعتراضات کا سامنا پیش آیا ہے آدم سے لیکر اس دم تک کسی نبی کو ایسے ناپاک الزامات کا نشانہ نہین بنایا گیا ہے۔ پس اگر اس طرح کی عیب جوئی سے کچھ بن سکتا ہے تو بتلاؤ کہ ایسے

ایسے الزامات کے رو سے کونسا حصہ معصومیت کا مسیح اور اس کی والدہ کے لئے باقی رہ گیا ہے یہ اعتراض ایسے نہین ہین کہ کوئی شخص عقل اور انصاف اور نظائر قانون قدرت کا پابند ہوکر انکو توڑ سکے پس جس مذہب کے پیشوا کی لائف قانون قدرت کے مخالف اور تعلیم صحیفہ فطرت کے مخالف اور متبعین کی عملی حالت۔ تقوے اور طہارت کے مخالف ہو کیا وہ بھی کسی دوسری قوم کو منہ دکھا سکتے ہین ؟!! تمام نبیوں کے اتفاق سے یہ مسئلہ صحیح مانا گیا ہے کہ شرک سے بڑھ کر کوئی گناہ نہین پس جس شخص نے اپنی تمام عمر مین یہی سکھلایا کہ مجھے خدا کرکے مان لو اسکے اول درجہ کے گنہگار ہونے مین کس عقلمند کو شبہ ہو سکتا ہے ÷

پھر مین کہتا ہون کہ توریت اور قرآن نے تو یہ سکھلایا کہ خون نہ کرو زنا نہ کرو جھوٹی گواہی نہ دو۔ مگر جس نے یہ سکھلایا کہ میرے خون کے بھروسہ پر سب کچھ کرو نیک چلنی کچھ چیز نہین تمام نجات کفارہ سے وابستہ ہے کیا اس نے گناہ نہین کیا۔ جس شخص نے شراب پینے کی رسم کا بانی ہوکر کروڑہا انسانوں کو شراب کے دریا مین ڈبو دیا کیا اس نے یہ نیکی کا کام کیا اور کیا وہ دوسرا شخص جس نے عرب کے تمام جزیرہ کو جو شراب کے خطرناک سیلاب مین غرق ہو چکے تھے اس مہلک طوفان سے نجات دی۔ بالمقابل اس بڑی نیکی کا حقدار نہین ہو چکا۔ یہ دو انسان ہین ایک نے شراب کا فتوے دیکر بیشمار دنیا کو جو انیس سو برس سے آج تک چلی آتی ہے۔ طرح طرح کی ناپاکیون مین ڈالدیا جن کا تدارک غیر ممکن ہو گیا۔ اور دوسرے نے صدہا سال کی رسم شراب خواری کا استیصال کرکے اسکی بدنتائج سے کروڑہا جانین بچالین تو اب بتلاؤ کہ ان ثابت شدہ واقعات کے رو سے منجی کون ہوا کیا یسوع یا محمد صلی اللہ علیہ وسلم۔ یہ کہنا کہ مرنیکے بعد یسوع نجات دیگا یہ محض ایک خیالی پلاؤ ہے۔ ہندو گبر چینی وغیرہ سب اپنے اپنے پیشواؤن کو ایسا ہی گمان کرتے ہین اب کون فیصلہ کرے کہ کس کا گمان صحیح ہے مابعد الدنیا کا واقعہ تو کسی نے دیکھا نہین لیکن ثابت شدہ واقعات کے رو سے جو دنیا مین ہی ثابت ہو چکے ہین حقیقی منجی حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم ہی ٹھہرتا ہے کیونکہ کروڑہا انسانونکو شراب سے اسنے نجات دی۔ دختر کشی کی رسم سے اسنے نجات دی۔ فسق و فجور کی رسم سے جو یورپ کیطرح عرب مین بھی پھیل گئی تھی اُسنے نجات دی۔ قماربازی کی رسم سے جو یورپ کی طرح عرب مین بھی پھیل گئی تھی اس نے نجات دی۔

اسی طرح بیسیون گناہ ہین جو رسم کی طرح عرب مین شائع ہو چکے تھے جنکو کوئی گناہ نہین سمجھتا تھا اُس کامل انسان اور مرد خدا نے ان سے نجات دی۔ مگر مسیح نے تو بجائے نجات دینے کے، اور بھی گناہون مین پھنسا دیا۔ کیا شراب پینے مین قماربازی مین فسق و فجور مین انسان کے خدا بنانے مین دنیا مین عیسائیون کی کوئی نظیر بھی ہے سو اب بتلاؤ کہ یہ تمام گناہ کس پر ہین کیا ان گناہون سے اس شخص کو کوئی حصہ نہین جس کی ناقص تعلیم نے یہ نتائج پیدا کئے۔ پادری صاحبان ان سوالات سے عاجز رہکر اپنی قدیم عادت کیوجہ سے زینب کے نکاح کا قصہ پیش کر دیتے ہین اور کہتے ہین کہ قرآن سے ثابت ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم زینب پر عاشق ہو گئے تھے اسکا جواب بجز اسکے کیا لکھین کہ لعنت اللہ علی الکاذبین قرآن شریف تو خدا کا کلام ہے اگر پادری صاحبان کسی حدیث صحیح سے بھی اس افترا کو ثابت کر دکھائین تو ہم یکمشت انکو دس ہزار روپیہ دینے کو تیار ہین پھر ہم کہتے ہین کہ خدا کا نبی کہلا کر کسی بیگانہ عورت پر عاشق ہونا یہ واقعہ بھی تو حضرت مسیح کے خاندان سے ہی تعلق رکھتا ہے کیونکہ بقول پادری صاحبان داؤد نبی حضرت مسیح کا دادا تھا جو اوریا کی جورو بنت سبع پر عاشق ہو گیا۔ اور بنت سبع وہ عورت ہے جو حضرت مسیح کی دادی یا نانی تھی اور اسنے بغیر کسی جبر کے خود ہی شوقسے داؤد سے زنا کرایا۔ مگر بقول پادری صاحبان ایسا ہونا کیا تعجب تھا انسان جو ہوئے لیکن تعجب تو یہ ہے کہ یسوع خدا کا بیٹا کہلا کر ایک اجنبی عورت پر عاشق رہ چکا ہے یہ وہ روائیت ہے جو یہودی پیش کرتے ہین جو بقول پادری صاحبان ایسے نیکبخت ہین جنھون نے ابتک توریت کا ایک نقطہ یا ایک شعشہ بھی تبدیل نہین کیا اسلئے کہ ان کی تمام روائتین بڑی صحیح ہین دیانتدار جو ٹھہرے ✢